جلد ششم

۱۲ر نومبر ۱۹۱۵ تا ۳۱ر مارچ ۱۹۱۶

ابوالکلام آزاد

اترپردیش اردو اکادمی
لکھنؤ

پیش لفظ

جون ۱۹۸۷ء میں جب اتر پردیش اردو اکادمی کی تشکیلِ نو ہوئی اور میں کوئی چار سال کے وقفے کے بعد اس کی مجلس انتظامیہ کا ایک بار پھر چیرمین نامزد کیا گیا تو میرے ذہن نے اس کا جو ترقیاتی منصوبہ مرتب کیا، اس میں مولانا ابوالکلام آزاد کی صدسالہ جشنِ ولادت کی تقریبات کو سرِفہرست جگہ ملی، اور سچ بات تو یہ ہے کہ میں کسی طرح یہ عہدہ قبول کرنے کے لیے آمادہ نہیں تھا لیکن چھ ماہ کی طویل کشمکش کے بعد میرے اندازِ فکر میں تبدیلی رونما ہوئی اور اس جذبے نے میری انفعالی کیفیتوں کو شکست دے دی کہ مولانا کی شخصیت اور ان کی تعلیمات کو عام کرنا ہمارے واجبات میں ہے اور اردو اکادمی اس قومی کام میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔

میں نے جب اکادمی کی مجلس انتظامیہ کے اراکین سے آزاد صدی کے مختلف پہلوؤں پر غیر رسمی گفتگو کی تو ان کے اندر اس منصوبے کی تکمیل کا ذوق مجھ سے کہیں زیادہ ملا اور آخر کار مجلس انتظامیہ نے اپنی پہلی نشست میں الہلال کی مکمل فائلوں سے عکس کی طباعت واشاعت کا منصوبہ بڑے عزم وحوصلے کے ساتھ منظور کر لیا۔ مجلس انتظامیہ نے محسوس کیا کہ مولانا آزاد کو اس سے زیادہ مخلصانہ خراجِ عقیدت اور کیا ہوگا کہ الہلال کا عکس ملک کے کونے کونے میں پہنچا دیا جائے۔

اکادمی کا سالانہ بجٹ محدود اور متعین ہوتا ہے۔ اس کی مدیں مقرر ہیں اور ریاستی حکومت ان مدوں کے پیشِ نظر ہر سال گرانٹ دیتی ہے۔ آزاد صدی کا بجٹ الگ سے مرتب کیا گیا۔ اور حکومت کو منظوری اور اضافی گرانٹ کے لیے بھیج دیا گیا۔

بجٹ، ضمنی بجٹ، گرانٹ، اضافی گرانٹ، متواتر اور غیر متواتر گرانٹ ـــــ یہ ایسے موضوعات ہیں جن کی جزئیات ہمیشہ میرے دائرہ فہم سے باہر رہی ہیں۔ ایک مدت تک جب اضافی گرانٹ کے سلسلے میں حکومت سے کوئی جواب نہیں ملا اور اکادمی کے افسروں نے اس کے مالہ وماعلیہ کی تفصیلات مجھے بتائیں تو میرے شب وروز کے معمولات متاثر ہو گئے اور سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ الہلال کے عکس کی اشاعت کیوں کر ممکن ہوگی۔ عوام وخواص سے کسی طرح کا چندہ وصول کرنا ہمیشہ اور ہر حال میں میرے معمولات سے خارج رہا ہے۔ جب کوئی راستہ نظر نہیں آیا تو میں نے گرانٹ کی منظوری کی توقع پر کام کا آغاز کر دیا۔

اسی اثنا میں گورکھپور ایرپورٹ پر جناب ویر بہادر سنگھ (سابق وزیر اعلا) سے ملاقات ہو گئی اور میں نے آزاد صدی کا ذکر چھیڑ دیا۔ انھوں نے اس خیال سے اتفاق کیا کہ اتر پردیش میں "آزاد صدی تقریبات" اس طرح منائی جائیں جو ہر لحاظ سے مولانا آزاد کے شایانِ شان ہوں۔ انھوں نے اضافی گرانٹ کے سلسلے میں کہا کہ اس کی فکر نہ کیجیے، لکھنؤ آ جایئے، گرانٹ مل جائے گی۔ میں نے ۲۲؍ مارچ ۱۹۸۸ء کو جب شری ویر بہادر سنگھ سے لکھنؤ میں ملاقات کی تو انھیں ایرپورٹ والی بات یاد آ گئی۔ بجٹ کے جو کاغذات اکادمی سے بھجوائے گئے تھے، ابھی ان کی نظر سے نہیں گذرے تھے مگر انھوں نے بطیب خاطر ایک دوسرے کاغذ پر پانچ لاکھ کی رقم منظور کی اور کہا کہ جتنی مزید رقم کی ضرورت ہوگی، حکومت ادا کرے گی۔

جون ۱۹۸۸ء میں جناب نراین دت تیواری نے وزیر اعلا کا عہدہ سنبھالا۔ ۱۸؍ جولائی ۱۹۸۸ء کو اکادمی کی مجلس عام کا اجلاس منعقد ہوا جس میں تیواری جی نے بھی شرکت کی۔ اکادمی کی صدر بیگم حامدہ حبیب اللہ نے آزاد صدی تقریبات کے لیے مزید پانچ لاکھ کی رقم کا مطالبہ کیا۔ تیواری جی نے اسی اجلاس میں اس مطالبے کو منظور کر لیا اور اس طرح آزاد صدی تقریبات کے لیے ریاستی حکومت نے مجموعی طور پر دس لاکھ روپے کا عطیہ منظور کیا۔

الہلال کے عکس کی اشاعت کوئی اہمیت رکھتی ہے کہ نہیں، اس سوال کا جواب ـــــ منفی تو ہرگز نہیں۔ ہمارے سامنے اس کے بہت سے مثبت پہلو ہیں۔ پہلی بات تو یہی ہے کہ مولانا آزاد پر کوئی تحقیقی اور تنقیدی کام اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک الہلال کے سارے شماروں کا بالاستیعاب مطالعہ نہ کر لیا جائے۔ مولانا آزاد کے بارے میں بہت سی غلط فہمیاں صرف اس لیے راہ پا گئی ہیں کہ الہلال کی فائلیں کمیاب ہیں اور خواہش کے باوصف لوگوں کو اس کے مطالعے کا موقع نہیں ملتا۔ الہلال مولانا کی دینی، سیاسی، علمی اور ادبی شخصیت کا حرفِ آغاز بھی ہے اور حرفِ آخر بھی۔

اہم معروضات

- الہلال کے عکس کی اشاعت سات جلدوں میں کی جارہی ہے جن کی تفصیل یہ ہے :

جلد	از		تا	شمارے
جلد اوّل	۱۳ر جولائی ۱۹۱۲ء	تا	۲۵ر دسمبر ۱۹۱۲ء	۲۳ شمارے
جلد دوم	۸ر جنوری ۱۹۱۳ء	تا	۲۵ر جون ۱۹۱۳ء	۲۴ شمارے
جلد سوم	۲ر جولائی ۱۹۱۳ء	تا	۲۴ر دسمبر ۱۹۱۳ء	۲۵ شمارے
جلد چہارم	۷ر جنوری ۱۹۱۴ء	تا	۲۴ر جون ۱۹۱۴ء	۲۱ شمارے
جلد پنجم	یکم جولائی ۱۹۱۴ء	تا	۱۸ر نومبر ۱۹۱۴ء	۱۸ شمارے
جلد ششم	(البلاغ) ۱۲ر نومبر ۱۹۱۵ء	تا	۳۱ر مارچ ۱۹۱۶ء	۱۱ شمارے
جلد ہفتم	۱۰ر جون ۱۹۲۷ء	تا	۹ر دسمبر ۱۹۲۷ء	۲۴ شمارے

شماروں کی مجموعی تعداد ۱۴۶

- البلاغ کو تسلسل قائم رکھنے کے لیے الہلال میں شامل کرلیا گیا ہے اور اکادمی نے اس کا ذکر جلد ششم کی حیثیت سے کیا ہے۔
- الہلال کی سات جلدوں کو تین مجلّدات میں پیش کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے تاکہ ان کی مجموعی قیمت کچھ کم ہو جائے۔ مجلّدات کی تفصیل یہ ہے۔

جلد اوّل اور جلد دوم ــــــــــــــــ ایک ساتھ مجلّد ہیں

جلد سوم اور جلد چہارم ــــــــــــــــ ایک ساتھ مجلد ہیں

جلد پنجم، جلد ششم اور جلد ہفتم ــــــــــــــــ ایک ساتھ مجلد ہیں

- الہلال کا متن لائن نگیٹو سے طبع ہوا ہے؛ تصویریں ہاف ٹون نگیٹو سے چھپی ہیں۔
- کوشش کی گئی ہے کہ الہلال میں شائع شدہ سارے اشتہارات کا عکس بھی شائع ہو جائے۔
- متن میں (اور صفحات کے تسلسل میں بھی) کئی جگہ غلطیاں نظر آئیں لیکن ان کی تصحیح صرف اس لیے نہیں کی گئی کہ ہم نقل مطابق اصل کے اصول سے انحراف نہیں کرنا چاہتے۔
- بعض جلدوں کی فہرست الہلال میں شائع ہوئی تھی۔ اسے متعلقہ جلدوں کے ساتھ شائع کیا جارہا ہے۔ جن جلدوں کی فہرست الہلال نے شائع نہیں کی تھی، اسے اکادمی نے مرتب کرکے متعلقہ جلدوں میں شامل کر دیا ہے۔
- یوں تو الہلال میں صفحہ نمبر کی صراحت ہوتی تھی لیکن اشتہارات صفحہ نمبر سے عاری ہوتے تھے۔ آسانی کے لیے اکادمی اڈیشن کے صفحہ نمبر کا بھی اندراج کر دیا گیا ہے جو اشتہارات اور تصاویر کو بھی محیط ہے۔ اکادمی اڈیشن کا صفحہ نمبر نیچے نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔
- الہلال کی فروخت سے اکادمی اپنی آمدنی میں کوئی اضافہ نہیں کرنا چاہتی اس لیے یہ لاگت سے کم قیمت پر فراہم کیا جارہا ہے۔

ان موضوعات کا کون سا ایسا نکتہ ہے جس کی تصریح الہلال میں نہیں ہے۔ آزاد اور الہلال لازم و ملزوم ہیں اس لیے اگر آزاد صدی کے موقع پر بھی مولانا آزاد کا مطالعہ ادھورا رہتا ہے تو موجودہ نسل ہمیشہ موردِ الزام رہے گی کہ وہ اپنے فرائض سے عہدہ برآ نہیں ہوئی۔ اترپردیش اردو اکادمی اس الزام سے اپنے معاصرین کو بری کر رہی ہے۔

الہلال کسی الف لیلوی داستان کے زمرے میں شامل ہوتا جا رہا ہے اردو کے مختلف درجات کے نصاب میں مولانا آزاد کی تحریریں بجا طور پر شامل کی گئی ہیں اور جب اساتذہ ان تحریروں پر درس دیتے ہیں تو الہلال اور اس کی گوناں گوں خصوصیات کا ذکر اس طرح کرتے ہیں کہ طلبہ کے اندر الہلال کے دیدار کی خواہش بیدار ہو جاتی ہے مگر اساتذہ ان کی یہ خواہش پوری نہیں کر سکتے کہ الہلال ایک جنسِ نایاب ہے۔ اگر کہیں کسی کے پاس کوئی شمارہ ہے بھی تو وہ اتنے پراسرار طریقے سے اس کی جلوہ گری کا سامان بہم کرتا ہے کہ "یہ جلوہ گری" ہرچند کہیں کہ ہے نہیں ہے" کہ ذیل میں آجاتی ہے۔ الہلال کے عکس کی اشاعت سے نئی نسل کی شکایت دور ہو جائے گی۔ کم از کم اتنا دعویٰ تو وہ کر سکتی ہے کہ اصل الہلال کو نہ سہی اس نے اس کا عکس تو دیکھا ہے۔ الہلال کی یہ نئی جامہ پوشی اس کے اندازِ قد کی بہرحال غمازی کرے گی۔

اسلاف علم و ہنر اور سیم و زر کے مابین جو امتیازی لکیر کھینچتے آئے ہیں، اس کی حقانیت کا بارہا تجربہ ہوا لیکن الہلال کی فائلوں کی تلاش نے اسے آئینہ کر دیا۔ اس کی اشاعت کے لیے ریاستی حکومت سے گرانٹ قبول گئی لیکن اس کے صحیح سالم اوراق کی فراہمی مرحلۂ جوئے شیر ثابت ہوا۔ میں ۱۹۵۵ء میں گورکھپور آ گیا تھا اور برابر یہاں کے ذاتی کتب خانوں کی تلاش اور ان سے استفادے میں مصروف رہا بعض ذاتی کتب خانوں کی فہرستیں بھی میں نے مرتب کر لی تھیں، مجھے یقین تھا کہ الہلال کے سارے شمارے مجھے گورکھپور میں مل جائیں گے اور اگر دو چار شماروں کی کمی ہوگی تو وہ باہر کے کتب خانوں سے پوری ہو جائے گی۔ میرے اس یقین نے دھوکا نہیں دیا، قریب قریب سارے شمارے یہاں مل گئے بلکہ بعض بعض شماروں کی تو چھ چھ کاپیاں ملیں لیکن دستبردِ زمانہ نے ان شماروں کی جو گت بنا دی تھی، اس نے میرے عزم و حوصلے کو متاثر کر دیا۔ کسی کا سرورق غائب ہے، کسی کے بیچ کے صفحات غیر حاضر، بعض فائلیں ناقص الاول، بعض ناقص الآخر اور بعض ناقص الطرفین نکلیں بعض شماروں سے تصویریں غائب تھیں ــــــ اور اعجوبے کی حد یہ تھی کہ بعض شماروں کے ایک کالم کو دیمک چاٹ گئی تھی اور بعض کے دوسرے کالموں کو۔ غرض الہلال کی دستیابی کی جہاں خوشی تھی وہاں اس کا غم تھا کہ اس کا عکس کیوں کر لیا جائے گا۔

بہت سی تدبیریں اور ترکیبیں ذہن میں آئیں لیکن میں نے یہ کیا کہ سب سے پہلے سارے شماروں کے کارڈ بنا لیے اور اس کے اندراجات اس طور پر مکمل کیے جن سے بعض علمی اشارات کی نشاندہی بھی ہو جائے اور عاریت دینے والوں کے نام اور شماروں کی ہیئت کذائی بھی واضح ہو جائے۔ اس کے بعد ایک ایک کر کے میں نے سارے شماروں کے الیکٹرو اسٹیٹ عکس حاصل کر لیے۔ اصل مرحلہ اس کے بعد پیش آیا جسے میں تنہا طے نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے اپنی بیوی کے سامنے مسائل رکھے اور اس سے کہا کہ میں ہفتے دو ہفتے کے لیے سارے گھر کو اس کام میں لگانا چاہتا ہوں، تم ایسا کرو کہ گھر کے معمولات میں فرق بھی نہ آئے اور اپنی اپنی بساط کے مطابق گھر کا ہر فرد اس کام میں میری مدد بھی کر دے ہاں کا حکم ہوا تو میرا بیٹا مسعود اور بیٹیاں عذرا، بشریٰ، قدسیہ، فوزیہ اور زیبا الہلال کے کام میں لگ گئیں۔ سارا گھر الہلال کی اصل فائلوں اور ان کی الیکٹرو اسٹیٹ کاپیوں سے بھر گیا، کرسیوں پر، میزوں پر، فرش پر، ہر جگہ الہلال کے شمارے بکھرے ہوئے تھے اور اللہ کا نام لے کر ہم سب نے ہر شمارے کے ایک ایک ورق کو دیکھنا شروع کیا اور جہاں کوئی نقص نظر آتا اسے فوراً اسی شمارے کی دوسری کاپیوں کی مدد سے درست کر لیا جاتا۔ اس کی صورت یہ اختیار کی گئی کہ متاثرہ عبارت پر صاف عبارت والا فوٹو چپکا دیا جاتا اور پھر اس طرح کے اوراق کا دوبارہ الیکٹرو اسٹیٹ کرایا جاتا تاکہ اس کی نیگیٹیو بننے میں دشواری نہ ہو۔ دن بھر بلیڈ سے کاٹ کاٹ کر زخمی اوراق پر پیبنہ مرہم رکھا جاتا اور شام کو ان کا الیکٹرو اسٹیٹ کرا لیا جاتا۔ صبح کو تین چار بجے جب میں سو کر اٹھتا تو ان نئے اوراق کا حرفاً حرفاً مطالعہ کرتا اور اوریجنل سے موازنہ کرتا کہ کہیں کوئی نقطہ یا حرف متاثر تو نہیں ہو گیا ہے۔

ہرچند ہم نے کوشش کی ہے کہ الہلال کا ایک ایک لفظ اصل حالت میں قارئین کے سامنے آ جائے لیکن ہم انسان ہیں، ہم سے ضرور غلطیاں سرزد ہوئی ہیں، ہم عفو و درگذر کے مستحق ہیں۔

جن لوگوں نے الہلال کی فراہمی اور اس کی ترتیب میں میری مدد کی ہے ان کا شکریہ ادا کرنا میرے واجبات میں داخل ہے۔ احسان کرنے والوں کی فہرست بہت طویل ہے لیکن جن لوگوں کے احسانات مجھے ہر موقع پر اور ہر حال میں یاد رہیں گے، اُن میں سب سے پہلے جناب مصطفےٰ کمال، اسسٹنٹ لائبریرین گورکھپور کا نام آتا ہے۔ موصوف ایم۔ اے میں میرے شاگرد رہ چکے ہیں، انھوں نے الہلال کی فراہمی میں بڑی گرم جوشی کا مظاہرہ کیا۔ روزنامہ قومی آواز کے سب ایڈیٹر جناب قطب اللہ نے الہلال کے بعض شمارے صرف فراہم نہیں کیے بلکہ گھنٹوں کھڑے رہ کر ان کی فوٹو کاپیاں کرائیں۔ دار المصنفین اعظم گڈھ کے مولانا ضیاء الدین اصلاحی صاحب نے بھی بعض شماروں کی فراہمی میں بروقت مدد کی۔ ڈاکٹر رضیہ حامد نے بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ الہلال کی ایک فائل میرے پاس بھجوا دی۔ میں ان سب کا اپنی طرف سے اور اکادمی کی طرف سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

ڈاکٹر ریاض الدین اور ڈاکٹر تحریر انجم نے فہرست سازی اور ترتیب میں غیر معمولی دلچسپی لی، ڈاکٹر محمد شعیب نے کتابت اور تزئین کا بار سنبھالا، یہ تینوں میرے شاگرد رہ چکے ہیں۔ شاگرد بھی اولاد کا درجہ رکھتے ہیں لیکن ان کا شکریہ ادا کیے بغیر میں اپنے فرض سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔

یہ کام مجلس انتظامیہ کے فیصلے سے انجام پذیر ہوا ہے۔ اس نے مجھے جو حکم دیا، میں نے اس کی تعمیل کی۔ میں مجلسِ انتظامیہ کے ہر رکن کا فرداً فرداً شکریہ ادا کر رہا ہوں۔

"آزاد صدی تقریبات" کے لیے مجلس انتظامیہ نے جس سب کمیٹی کی تشکیل کی تھی، اس میں ڈاکٹر عابد رضا بیدار، ڈائرکٹر خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، جناب احمد سعید ملیح آبادی، چیف ایڈیٹر آزاد ہند، کلکتہ اور پروفیسر ریاض الرحمن شیروانی، صدر شعبۂ اسلامیات، کشمیر یونیورسٹی، سری نگر خصوصی مدعوین کی حیثیت سے شامل کیے گئے تھے۔ ان حضرات کے سرگرم تعاون کو اکادمی ہمیشہ یاد رکھے گی۔

اگر الہلال کے اس عکسی ایڈیشن کی پذیرائی ہوئی تو جناب سید اطہر مسعود رضوی، پبلی کیشن آفیسر اور جناب رام کرشن ورما، سکریٹری اکادمی مبارک باد کے مستحق ہیں کہ طباعت و اشاعت کا سارا بار انھوں نے اٹھا لیا تھا۔ اس میں جو خامیاں ہیں تو صدقِ دل سے میں اعتراف کرتا ہوں کہ یہ مجھ سے سرزد ہوئی ہیں۔ میں اتنا ضرور یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں نے اپنے احساسِ فرض کو کبھی مرنے نہیں دیا۔ میں نے اپنی علمی زندگی کی تشکیل میں مولانا آزاد کی تحریروں سے ہمیشہ کام لیا۔ میری خواہش رہی ہے کہ نئی نسل بھی ان تحریروں سے استفادہ کرے۔ الہلال کی اشاعتِ نو میں مجھے اس خواہش کی تکمیل کے آثار نظر آتے ہیں!

اترپردیش اردو اکادمی
قیصر باغ، لکھنؤ
یکم اگست ۱۹۸۸ء

محمود الٰہی
چیرمین، مجلس انتظامیہ

هذا بلاغ للناس و لينذروا به و ليعلموا

انما هو الٰه واحد و ليذكر اولوا الالباب (۱۴ : ۵۲)

جلد ۱

کلکته : جمعه - ۴ محرم سنه ۱۳۳۴ هجري

Calcutta : Friday 12 November. 1915.

نمبر - ۱

ترجمان القرآن

يعني قرآن حكيم كا اردو ترجمه ' از خامهٔ اديٹر الهلال

آسماني صحائف و اسفار كے حقيقي حامل و مبلغ حضرات انبياء كرام و رسل عظام هيں - پس انكي تبليغ و تعليم اور نشر و توزيع كا مقدس كام دراصل ايک پيغمبرانه عمل هے ' جس كي توفيق صرف انهي لوگوں كو مل سكتي هے جنهيں حق تعالى انبياء كرام كي معيت و تبعيت كا درجه عطا فرماتا هے ' اور اونكا نور علم براه راست مشكوٰة نبوت سے ماخوذ هوتا هے : و ذالک فضل الله يوتيه من يشاء -

هندوستان كي گذشته قرون اخيره ميں سب سے پہلے جس مقدس خاندان كو اس خدمت كي توفيق ملي ' وه حضرت شاه عبد الرحيم رحمة الله عليه كا خاندان تها - انكے فرزند حجة الاسلام ' امام الاعلام ' مجدد العصر ' حضرة شاه ولي الله قدس سره تهے ' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حكيم كے ترجمه كي ضرورت الهام الهي سے محسوس كي ' اور فارسي ميں اپنا عديم النظير ترجمه مرتب كيا - انكے بعد حضرة شاه رفيع الدين اور شاه عبد القادر رحمة الله عليهما كا ظهور هوا ' اور اردو زبان ميں ترجمة القرآن كي بنياد استوار هوئي - شكر الله سعيهم ' و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر ٹهيک ايک صدي گذر چكي هے ' ليكن يه كہنا كسي طرح مبالغه آميز نه سمجها جائيگا كه نشر و تبليغ قرآن حكيم كي جو بنياد اس خاندان بزرگ نے ركهي تهي ' اسكي تكميل كا شرف حق تعالى نے اڈيٹر الهلال كيليے مخصوص كرديا تها ' جنهوں نے بعض داعيان حق و علم كے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فہم حقائق و معارف قرآنيه ' و ضروريات و احتياجات وقت كو ملحوظ ركهكر قرآن حكيم كا يه اردو ترجمه نہايت سليس ' عام فہم ' معني خيز ' حقيقت فرما عبارت ميں مرتب كيا هے ' اور بحمد الله كه زير طبع هے -

يه ترجمه كيسا هے ؟ ان لوگوں كيليے جو الهلال كا مطالعه كرچكے هيں ' اسكا جواب دينا بالكل غير ضروري هے -

يه ترجمه حامل المتن ٹائپ كي جگهه ليتهو ميں چهاپا جارها هے تاكه ارزاں هو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب كے مطالعه ميں آسكے - قيمت في جلد چهه روپيه ركهي گئي هے - ليكن جو حضرات اس اعلان كو ديكهتے هي قيمت بهيجدينگے ' ان سے صرف ساڑهے چار روپيه ليے جائينگے - درخواستيں اور روپيه منيجر البلاغ كے نام بهيجنا چاهيے -

اِس جلد کے مضامین اور تصاویر کی فہرست آخری شمارے کے بعد ملاحظہ فرمائیں۔

ایک ہفتہ وار مصوّر رسالہ

نمبر - ۱ . | کلکتہ : جمعہ - ۴ محرم سنہ ۱۳۳۴ ہجری | جلد ۱

Calcutta : Friday 12 November. 1915.

نوا را تلخ تر می زن چو ذوق نغمہ کم یابی !!

محل ایسا کیا تعمیر عرفی کے تخیل نے
تصدق جس پہ حیرت خانۂ سینا و فارابی
فضاء عشق پر تحریر کی اس نے نوا ایسی
میسر جس سے آنکھوں کو ہے ابتک اشک عنابی

* * *

مرے دل نے یہ اکدن اُسکی تربت سے شکایت کی
نہیں ہنگامۂ عالم میں اب سامان بیتابی
تغیر آگیا ایسا مزاج اہل عالم میں
کہ رخصت ہوگئی دنیا سے کیفیت وہ سیمابی
فغان نیم شب شاعر کی' بارگوش ہوتی ہے
نہ ہو جب چشم محفل آشنائے لطف بے خوابی
کسی کا شعلۂ فریاد ہو ظلمتؑ ربا کیونکر
گران ہے شب پرستوں پر سحر کی آسمان تابی

* * *

صدا تربت سے آئی : شکوۂ اہل جہاں کم کن
نوا را تلخ تر می زن چو ذوق نغمہ کم یابی
حدی را تیزتر میخواں چو محمل را گران بینی

[اقبال]

(استدراک) صفحہ (۱۱) مذاکرۂ علمیہ کے مضمون میں جا بجا "کروماتوفیل" کا لفظ آیا ہے - اسکا انگریزی املاء یہ ہے : Chromatophil

اطلاع ضروری

(۱) ایک عرصہ کے صبر و انتظار اور تحمل مشکلات و صعوبات کے بعد، الحمد للہ کہ اللہ کی توفیق میسر آئی اور رسالہ جاری ہوگیا۔

(۲) لیکن اب اپنی موجودہ مشغولیتوں پر نظر ڈالتا ہوں، تو ایک ہی وقت کے اندر مختلف کاموں، اور مختلف قسم، اور مختلف ضروریات و اسباب کے کاموں کا ایک ایسا ہجوم پاتا ہوں جن میں سے ہر کام بجائے خود ایک مستقل زندگی اور غیر مشترک وقت و صرف دماغ کا محتاج ہے

دارالارشاد کا سلسلہ جاری ہوچکا ہے - اور ابھی تو صرف روزانہ درس قرآن حکیم ہی کا سلسلہ شروع ہوا ہے، مگر بہت جلد دیگر دروس دینیۃ و علمیۃ کیلیے بھی وقت نکالنا پڑیگا اور بلاشبہ نصف زندگی کا وقت اسکے لیے مخصوص کردینا پڑیگا -

دوسرا اہم سلسلہ تصنیف و تالیف کا ہے - یہ پہلے بھی تھا، لیکن قرآن حکیم کے ترجمہ و تفسیر کے دو مختلف کام اب ایک ہی وقت میں شروع ہوگئے ہیں، اور بلا استثناء ہر روز تھوڑا سا وقت انکے لیے بھی نکالنا پڑتا ہے، علی الخصوص ترجمۃ القرآن کیلیے تو یہ بہت ہی ضروری ہے کہ جہاں تک جلد ہوسکے اسے مکمل کردیا جاے - کیونکہ ترجمہ کے ساتھہ ساتھہ وہ چھپتا بھی جاتا ہے -

جو لوگ ان اشغال کا تجربہ رکھتے ہیں - علی الخصوص ترجمۃ و تفسیر جیسے اہم ترین مشغلۂ تصنیف کی ضروریات و مشکلات سے واقف ہیں، صرف وہی اندازہ کرسکتے ہیں کہ اس عاجز کے لیل و نہار کس طرح بسر ہوتے ہونگے؟ علی الخصوص جبکہ دارالارشاد کی خدمات اور ایک ایسے ہفتہ وار رسالہ کی ترتیب کو بھی انکے ساتھہ شامل کرلیا جاے جیسا کہ یہ رسالہ ہے :

ومن شاء فلینظر الی فمنظری
نذیر الی من ظن ان الهوی سهل !

(۳) ان حالات کی وجہ سے یہ عاجز مجبور ہوا ہے کہ سردست کچھہ عرصہ کیلیے البــلاغ کو ہفتہ وار کی جگہ مہینے میں دوبار شائع کرے، اور اس کمی کے معارضہ میں ضخامت دوگنی کردی جاے - اس تغیر سے مضامین کی مقدار اور ترتیب میں تو کوئی فرق نہ ہوگا اور جہاں تک تصنیف و تالیف کا تعلق ہے، اتنی ہی محنت کرنی پڑیگی جسقدر ہفتہ وار ہونے کی صورت میں کرنی پڑتی ہے، تاہم ایک ہفتہ کے محدود اوقات کی جگہ دو ہفتہ کی نسبتاً وسیع مدت کے اندر رسالے کا ترتیب پانا کچھہ نہ کچھہ آسانی ضرور پیدا کردیگا، اور میرے لیے اتنا بھی بہت ہے -

ڈرتا ہوں کہ شاید بعض احباب کرام پر یہ عارضی تبدیلی شاق گذرے - لیکن اول تو انہیں اس پر نظر رکھنی چاہیے کہ اور تمام اشغال بھی اسی مقصد وحید کیلیے ہیں، جسکے لیے وہ رسالہ کو عزیز رکھتے ہیں اور اگر اس جزئی تبدیلی سے دارالارشاد کی خدمت اور ترجمہ و تفسیر کی تکمیل میں مجھے کچھہ تھوڑی سی مدد ملجاے تو یہ بھی عظیم الشان کام ہیں، بلکہ نتائج میں رسالہ سے کہیں اہم تر - ثانیاً میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ یہ حالت بالکل عارضی ہے اور جونہی ترجمۃ القرآن سے ذرا بھی اطمینان ہوا، معاً رسالہ اپنی اصلی حالت پر آجائیگا اور بدستور ہفتہ وار شایع ہونے لگے گا - بہت ممکن ہے کہ دو چار نمبروں سے زیادہ اسکی نوبت ہی نہ آے، اور عنقریب ہفتہ وار اشاعت شروع ہوجاے - و افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد !

ایــڈیٹــر

و اعدادهم للسعادة في معادهم - و قد مضت سنته في البشر ان يرتقي نوعهم بالتدريج و التحويل ، كما يرتقي افرادهم من طفولة الى تميز و منه الى رشد و عقل - لذالك جعل خطاب الرسل و الكتب لهم في كل طور على حسب استعداد عقولهم : فخاطبهم طوراً بما يناسب مدركات الحس ، و طورا بما يناسب وجدان النفس ، و حملهم اولا على الطاعة بالقهر و الالزام ، و جذبهم ثانيا بالاقناع و ضرب الامثال - فرشدوا من وعظهم و نصحهم ، و وعدهم و وعيدهم ، خذلوا من كانوا متسلطين على عقولهم من الملوك و الكهنة و المشعوذين بما اجراه الله على ايديهم من المعجزات ، و الآيات البينات - ثم اخذ الله المعاندين المنكرين الذين خالفوا ضمائرهم ، و كابروا عقولهم و ابصارهم ، و ميزوا بين الحق و الباطل ، و العالم و الجاهل ، و الغالب و المغلوب ، و الصادق و الكذوب ، و الظن و اليقين : لقد بعثنا في كل امة رسولا ان اعبدوا الله و اجتنبوا الطاغوت ، فمنهم من هدى الله و منهم من حقت عليه الضلالة ، فسيروا في الارض فانظروا كيف كان عاقبة المكذبين ؟ (١٦ : ٣٨) كذالك فعل الذين من قبلهم فهل على الرسل الا البلاغ المبين ؟ (١٦ : ٣٧)

* * *

مضت الآماد و الاعوام ، و توالت القرون و الاجيال - علت فيها اقوام و سقطت ، و ارتفعت و انحطت ، ... ، و تخالفت و اتفقت ، و ذاقت من الايام آلاما ، و تقلبت في السعادة و الشقاء ... تنقل ... من حال الى حال ، و ارتقوا من طور الى طور ، حتى اذا ما ارتقت عقولهم بتقلب الزمان ، استعدوا لتحكيم العقل و الفكر في مدركات الحس و الوجدان ، بعث فيهم خاتم النبيين و المرسلين الذي جعل العلم و النظر اساس الدين - و منحه دين الاسلام ، الذي كالعقل العام ، و المرشد الحكيم لجميع الانام ، الموافق لهم في كل مكان ، المنطبق على مصالحهم في كل زمان ، فهو للقبائل الساذجة كالمربي الرحيم ، و للشعوب الراقية كالامام الحكيم ، فلما ساروا في العلوم و المدنية شوطا راؤه المجلى في ميدان السبق : سنريهم اياتنا في الآفاق و في انفسهم حتى يتبين لهم انه الحق (٤١ : ٥٣)

انزل عليه كتابا احتج على صحة العقائد بايات الله في الانفس و الآفاق ، و بين فوائد ما دعا اليه من العبادة و مكارم الاخلاق ، و اشار الى مصالح الناس فيما شرعه من الحكم و السنن ، و نبه على مفاسد ما حرمه عليهم من المنكرات ما ظهر منها و ما بطن - جاء بالبينات و الهدى ، فنهى عن التقليد و اتباع الهوى ، و قرر حرية الوجدان و الاجتهاد في جميع الاعمال و الاعتقاد ، و عظم شان الفكر و العقل ، و جعله هو المخاطب بفهم النقل ، فامتاز دينه على سائر الاديان ، بانه دين الحجة و البرهان ، الناعي على متبعي الاوهام و الظنون ، بانهم لا يعقلون شيئا و لا يهتدون ، بل وصفهم بقوله : ان هم الا كالانعام بل هم اضل ، اولائك هم الغافلون (٧ : ٧٨) صم بكم عمي فهم لا يرجعـــون (٢ : ١٧)

* * *

كان لضلال البشر قبل الاسلام علتان : احداهما ضعف قوي الخلقة ، و ثانيهما الانحراف عن سنن الفطرة ، فكان من الضعف ان يعتقد الناس في كل مظهر من مظاهر الخليقة لا يعرفون علته انه هو القوة الغيبية ، التي قامت بها جميع المظاهر وهي القوة الالهية ، فعبدوا ذالك المظهر - و كان من الانحراف عن قوانين الفطرة ما كان من الاوضاع و البدع و الخرافات ، و التقاليد و الرسوم و العادات ، حتى جاء القرآن ينادي البهم و هم غافلون : فاقم وجهك للدين حنيفا ، فطرة الله التي فطر الناس عليها ، لا تبديل لخلق الله ، ذالك الدين القيم و لكن اكثر الناس لا يعلمون (٣٠ : ٣٠) فعلم الناس ان الدين الحق اقامة الفطرة لا مقاومتها ، و الاستنارة بنور العقل لا اطفاؤه ، و ان العمدة في معرفة الاحكام ، و الحلال و الحرام ، اجتناب المضار و اجتلاب المنافع ، و درء المفاسد و طلب المصالح - فبهذا كان الاسلام هو الدين الاخير الذي اخرج البشر من حجر القصور و عبوديته ، الى فضاء الرشد و حريته ، و كان ناسخا لما قبله من الاديان ، و لا يمكن ان ينسخ او ينقضي الزمان ، فتبارك الله الذي انزل على عبده الفرقان ، و علمه البيان ، ليكون للعالمين نذيرا (٢٥ : ١)

جاء الاسلام و العالم كله في تاخر من جميع الوجوه من جهة الدين ، من جهة العلم ، من جهة المدنية ، من جهة السياسة ، فلم يمر قرن واحد حتى جدد للعالم كله دينا قيما ، و علما محكما ، و مدنية سعيدة ، و سياسة رشيدة ، و نشر ذالك كله في مشارق الارض و مغاربها ، بقوة الحق ، و سرعة البرق ، فاحيا به الارض بعد موتها ، و ارتفع كلمة الحق غاية الارتفاع و الاعتلاء ، بحيث صار اصلها ثابت و فرعها في السماء (١٤ : ٢٤)

مضي الاسلام قضاء المبرم على الوثنية التي اذلت البشر و استعبدتهم للملوك المستبدين ، و الروساء الروحانئين ، و السادة الظالمين ، و القادة الغاوين ، و الهداة الضالين ، و لمظاهر الطبيعة و ما يمثلها في الهيا كل من الاصنام و الطواغيت و الاوثان ، في اي لباس وجدت ، و في اي صورة ظهرت ، و تحت اي اسم عرفت ، فقرر حرية الوجدان و الاعتقاد ، و الاجتهاد الاستقلالي في العقائد و الاعمال ، و الشورى في السياسة و الاحكام ، و ابطل امتيازات الانساب و الاجناس ، التي كان يستعلي بها الناس على الناس ، بغير علم نافع ، و لا عمل رافع ، و جعل قاعدة الانسانية العامة

(١)

الحمد لله الذي رضي لنا الاسلام دينا ، و نصب لنا الدلالة على صحته برهاناً مبينا ، و امرنا ان نستهديه صراطه المستقيم ، صراط الذين انعم الله عليهم من النبيئين و الصديقين و الشهداء و الصالحين (٦٨ : ٧١) غير المغضوب عليهم اليهود ، الذين لعنهم الله بكفرهم (٢ : ٨٢) و ضربت عليهم الذلة و المسكنة و باؤا بغضب من الله (٢ : ٥٨) و لا الضالين النصارى الذين ضل سعيهم فى الحيواة الدنيا و هم يحسبون انهم يحسنون صنعا (١٨ : ١٠٤) و بدا لهم سيئات ما عملوا ، و حاق بهم ما كانوا به يستهزؤن ، و قيل اليوم ننسا كم كما نسيتم لقاء يومكم هذا و ماوا كم النار و ما لكم من ناصرين - ذالكم بانكم اتخذتم أيات الله هزوا ، و غرتكم الحيواة الدنيا ، فاليوم لا يخرجون منها و لا هم يستعتبون (٤٥ : ٣٤)

فسبحان الذي جعلنا امة التوحيد ، و جعل ديننا دين التوحيد ، و صراطنا صراط التوحيد ، و سياستنا سياسة التوحيد ، و اعز من استقاموا منا على التوحيد ، و اذل من انحرف منا عن محجة التوحيد ، ليعيدنا كما بدأنا الى التوحيد - انه هو يبدئ و يعيد ، و هو الغفور الودود ، ذوى العرش المجيد ، فعال لما يريد ! (٨٦ : ١٤)

و الصلوة و السلام على سيدنا و نبينا محمد خاتم انبيائه و رسله ، و صفوته من خلقه ، و حجته على عباده ، و احمده على رحمه ؛ الذى بعثه بتوحيد الالوهيه ، ليحرر الخلق من رق العبوديه ، للعوالم السماوية او الارضيه - و بتوحيد الربوبيه ، ليعتقهم من رق التقاليد الدينيه ، التي الحقها رؤساء الاديان بالشرائع الالاهيه - و بتوحيد السياسه ، ليكون الشعوب و القبائل امة واحده ، تضمها شريعة عادلة مقومة واحده ، و تتعارف بلغة واحده ، ليطلقهم من قيود الحكومة الشخصية الجائره ، و يفكهم من اغلال العصبية الجنسية و الوطنية الخاسره - فاهتدى بكتابه العقلاء المستقلون ، و ضل به السفهاء المقلدون - و عز باتباعه المومنون الصالحون ، و ذل باعراضهم المعرضون الخاسرون - و انه لقرآن كريم في كتاب مكنون ، لا يمسه الا المطهرون (٥٦ : ٧٦) تنزيل العزيز الرحيم لتنذر قوما ما انذر اباؤهم فهم غافلون (٣٦ : ٤) و ان في ذالك لرحمة و ذكرى لقوم يومنون (٢٩ : ٥٠) لا يأتيه الباطل من بين يديه و لا من خلفه تنزيل من حكيم حميد (٤١ : ٤٢) قل هو للذين آمنوا هدى و شفاء ، و الذين لا يومنون في آذانهم وقر و هو عليهم عمى ، اولائك ينادون من مكان بعيد ! (٤١ : ٤١)

(و بعد)

اتى على الانسان حين من الدهر كان في طور اشبه بطور الطفوليه ، فسادت الاوهام و الخرافات على العقول البشريه ، و كثر بين الناس الدجالون المحتالون ، و الغازون الجائرون ، و الظالمون الضالون ، و السحرة و المشعوذون ، ملكوا نواصى الناس بافكهم و كذبهم ، و صاروا يتصرفون في جميع امورهم ، فما كان احد يقدم على عمل ما الا بحكمهم و الا باسترشاد برائهم ، فكان الناس في ايديهم كالانعام بل هم اضل سبيلا : عقول فاسده ، و آراء كاسدة ، و اوهام سائحه ، و بصائر قاصره ، و جهل و اوهام ، و خرافات و خزعبلات ؛ تقيمهم و تقعدهم ، و تفرحهم و تحزنهم ، و تخيفهم و تزعجهم - فاذا برق بارق من السماء ، ارتجفوا و اضطربوا - و اذا نزلت صاعقة من السحاب ، ماجوا و ارتعبوا - و اذا اصابهم مرض علقوا لدفعه الاوراق ، او استنجدوا براق - و اذا نظر الى بينهم ناظر - حوطوهم بالتمائم و اطلقوا حولهم بخور المباخر - و اذا كسفت الشمس او خسف القمر صاحوا و دقوا الدفوف و قرعوا الطبول ، لارضاء آلهتهم على ما يزعمون : و ما لهم بذالك من علم الا اتباع الظن (٤ : ١٥٦) بل هم في شك يلعبون (٤٤ : ٩) و ما ظلمهم الله و لكن كانوا انفسهم يظلمون (٧٠

سار الله تعالى مع تلك الامم في هذ الطور سير الاب الحكيم مع ابنائه في طفوليتهم ، فبعث الله النبيين مبشرين و منذرين ، و انزل معهم الكتاب بالحق (٢ : ٢١٣) لهداية الناس و اصلاح شانهم فى ..

عليهم الذلة و المسكنة ' و مزقوا كل ممزق ' وباؤ بغضب من الله - و كذالك فعل غيرهم ' كانهم راؤا دينهم ناقصا فكملوه ' و قليلا فكثروه ' و واحدا فعددوه ' و سهلا فصعبوه ' فثقل عليهم بذالك ؛ فوضعوه ' فذهب الله بوحدتهم حتى لم تغن عنهم كثرتهم ' و سلط الله عليهم الاعداء ' و انزل بهم البلاء : سنة الله التي قد خلت في عباده و لن تجد لسنة الله تبديلا (۴۸ : ۲۳)

*　　*　　*

كان المسلمون في خير القرون امة واحدة ' و كان العلماء فيهم ادلاء و نقلة لدين الله : متعاضدون متناصرون متحابون متعاشرون - و ما كان من اختلاف قليل رد الي الكتاب و السنه - ثم جاء عصر التابعين ' و ائمة المجتهدين ' رضوان الله عليهم اجمعين ' فسلكوا على اثارهم اقتصاصا ' و اقتبسوا عن مشكواتهم اقتباسا ' و كان دين الله اجل في صدورهم من ان يقدموا عليه رايا او تقليدا - و كانت تلك الازمنة مملوءة بالمجتهدين و ليس فيهم مقلدا ' بل كلهم مجتهدون ' يستمدون من اصلين الجليلين ' و هما كتاب الله و سنة رسوله : فان تنازعتم في شي فردوه الى الله و الرسول (۴ : ۵۹)

و لكن خلف من بعدهم خلوف فرقوا دينهم و كانوا شيعا ' فتقطعوا امرهم بينهم زبرا ' و كل حزب بما لديهم فرحون (۲۳ : ۵۹) فاستقرت المذاهب المدونه و هجر غيرها ' و جعلوا التعصب للمذاهب ديانتهم التي يدينون ' و رؤس اموالهم التي بها يتجرون ' و اخرون منهم قنعوا بمحض التقليد ' و قالوا : انا وجدنا اباءنا على امة و انا على اثارهم مقتدون (۴۳ : ۲۳) فصارت اقوال ائمتهم بمنزلة الاصلين ' و ذالك معني قوله تعالى : اتخذوا احبارهم و رهبانهم اربابا من دون الله (۹ : ۳۲) و حجروا على رب العالمين مثل اليهود ان لا يبعث بعد ائمتهم ولبا مجددا ' و كذبوا بالرسول حيث قال : " لا يزال يبعث على راس كل مائة سنة لهذه الامة من يجدد لها دينها "

و قالوا لم يبق في الارض عالم منذ الاعصار المتقدمه - فقالت طائفة : ليس لاحد ان يختار بعد ابى حنيفه و ابي يوسف و زفر و محمد بن الحسن و الحسن بن زياد اللولوي (رحمهم الله تعالى) و قال بكر بن العلاء المالكي : ليس لاحد ان يختار بعد المئتين من الهجره - و قال اخرون : ليس لاحد ان يختار بعد الاوزاعي و الثوري و وكيع و ابن مبارك (رضي الله عنهم) و قالت طائفة : ليس لاحد ان يختار بعد الشافعي و المزني (شكر الله مساعيهما) و كذا قالوا في التفسير و الحديث و الاصول ' حتى في العلوم الالية و العقلية ' فانظر كيف بدلوا الحق بالباطل ' و اشتروا الضالة بالهدى ' فما ربحت تجارتهم و ما كانوا مهتدين (۲ : ۱۴)

و اختلف المقلدون فيمن يوخذ بقوله من المنتسبين اليه ' و يكون له وجه يفتي و يحكم به ممن ليس كذالك ' فجعلوهم ثلاث مراتب و قسموهم في عدة طبقات - ثم اختلفوا متى انسد باب الاجتهاد على اقوال كثيرة ما انزل الله بها من سلطان ' فقالوا ان الارض قد خلت من قائم لله بحجة ' و لم يبق فيها من يتكلم بالعلم و البصيرة ' و لم يحل لاحد بعده ان ينظر في كتاب الله و لا سنة رسوله لاخذ الاحكام و العلوم منهما ' و لا يقضي و لا يفتي بما فيهما حتى يعرضه على قول مقلده و متبوعه - و هذه الاقوال كما ترى قد بلغت من الفساد و البطلان و التناقض و القول على الله بلا علم و ابطال حججه و الزهد في كتابه و سنة رسوله و تلقي الاحكام منهما مبلغها ' و يكفي في فساد هذه الاقوال ان يقال لاربابها : فاذا لم يكن لاحد ان يختار بعد من ذكرتم ' فمن اين وقع لكم اختيار تقليدهم دون غيرهم ؟ و كيف حرمتم على الرجل ان يختار ما يوديه اليه اجتهاده ؟ و ابحتم لانفسكم اختيار قول من قلدتموه و اوجبتم على الامة تقليده و حرمتم تقليد من سواه ؟ فما الذي سوغ لكم هذا الاختيار الذي لا دليل عليه من كتاب و لا سنة و لا اجماع و لا قياس و لا قول امام من ائمتكم ؟ فاذا كان لا يجوز الاختيار بعد المئتين عندكم ' فمن اين يساغ لكم و انتم لم تولدوا الا بعد المئتين ؟

يا للعجب ! ان امام اشهب ' و ابن الماجشون ' و مطرف بن عبد الله ' و سحنون بن سعيد ' و من في طبقتهم من الفقهاء المئة الثالثه ' كان لهم ان يختاروا الى انسلاخ ذي الحجة من سنة مئتين ' فلما استهل هلال المحرم من سنة احدى و مئتيه ' و غابت الشمس من تلك الليله ' حرم عليهم في الوقت بلا مهلة ما كان مطلقا لهم من الاختيار ! ! فانظر كيف ضربوا لك الامثال فضلوا فلا يستطيعون سبيلا ؟ (۱۷ : ۵۲)

شهد الله في كتابه انه جعل دين الاسلام يسرا ' لا عسر فيه و لا حرج : يريد الله بكم اليسر و لا يريد بكم العسر (۲ : ۱۸۵) هو اجتباكم و ما جعل عليكم في الدين من حرج (۲۲ : ۷۷) و اشهد رسوله صلى الله عليه و سلم على المومنين بذالك ' فقال : احب الاديان الى الله الحنيفية السمحة (۱) و كان رسول الله صلى عليه و سلم ينهي عن كثرة السوال ' لانه سبب لكثرة التكاليف - و بين لنا ان الله سكت عن اشياء رحمة بنا و ان لا نكون كبني اسرائيل ' شددوا فشدد الله عليهم ' و لكن ها اولاء المتفقهة المقلده جعلوا اليسر عسرا ' و السعة ضيقا و حرجا ' و السمحة شكسة شرسة ' و شددوا على انفسهم و على الناس ' و ان لم يشدد الله عليهم ' و بسبب هذا الغلو الذي نهي الله عنه و ذم اقواما عليه في قوله : يا اهل الكتاب لا تغلوا في دينكم (۵ : ۸۱) هجرت السلاطين المسلمين الشريعة في امر القضاء و السياسة '

---

(۱) حديث صحيح رواه احمد ' و البخاري في الادب ' و الطبراني من حديث ابن عباس -

قوله عز و جل : يا ايها النـــاس انا خلقنـــا كم من ذكر و انثى ، و جعلنـــا كم شعوبا و قبائل لتعارفـــوا ، ان اكرمكـــم عند الله اتقاكم (٤٩ : ١٣)

* * *

جاء الاسلام و الناس شيع في الدين ، و ان كانوا الا قليلا في جانب عن اليقين : يتنابذون و يتلاعنون ، و يزعمون في ذالك انهم بحبل الله مستمسكون ، فرقة و تخالف و شعب ، يظنونها في سبيل الله اقوي سبب ، فانكر الاسلام ذالك كله ، و صرح تصريحا لا يحتمل الريبة بان دين الله في جميع الازمان و على السن جميع الانبياء واحد : ان الدين عند الله الاسلام و ما اختلف الذين اوتوا الكتاب الا من بعد ما جاءهم بغيا بينهم (٣ : ١٩) شرع لكم من الدين ما وصي به نوحا و الذي اوحينا اليك و ما وصينـــا به ابراهيـــم و موسى و عيسى ، ان اقيمـــوا الدين و لا تتفرقوا فيه (٤٢ : ١٣)

* * *

و جملة القول كان الاسلام نورو ضياء ، سطع في افق الجزيرة فعم الكون باسره و بهر الناظرين ، و كان المسلمون عصبة صالحة نشأت في مهبط الحجاز ، فتدلت علي المشرق و المغرب و قبضت علي نواصي المجد الاعلي ، فملكت زمام العالمين !

هذا هو شان الاسلام و هكذا كان المسلمون : نورا ساطعاً ، و مجدا طالعاً ، و نفوذا قاهرة ، و عزا باهرا ، و علما زاهرا ، و خلقا ساحرا - سياسة ملكت الاقطار و مصرت الامصار ، وكياسة ارتاحت لها القلوب ، و اطمأنت الامم و الشعوب ، لا يمسهم فيها نصب و لا يمسهم فيها لغوب : تلك الجنة التي نورث من عبادنا من كان تقيا (١٩ : ٦٤)

* * *

هكذا كان شان الاسلام و المسلمين و الامر على ذالك ، حتى عمل الشيطان مكائده عليهم ، و القى باسهم بينهم ، و افشى فيهم فتنة الشبهات و الشهوات ، و زينت لهم التقاليد و المبتدعات - ضلوا عن هدى القران المجيد ، بما وضع في عنقهم من رهق التقليد ، و دب الفساد الاجتماعي في جسم الامة ، و عم الظلم و الطغيان و الاسراف ، فافسد الاخلاق ، و اضعف النفوس ، و طبع على قلوب الامة بطابع القهر و العبوديه ، حتى لا امر بمعروف ولا نهى عن منكر ، و لا تعاون على بر ، و لا تناصر على رفع ضر - فذهبت ريح الدولة و قوة الامة ، و استعد الفريقان بعملهم لنقمة الله تعالى بدلا من النصر و النعمه - فتمزق شمل المسلمين ، و اضاعوا السياسة و الدين ، و ردوا الامة اسفل سافلين ، فخسروا الدنيا و الاخرة : ذالك هو الخسران المبين (٢٢ : ١١)

الاسلام دين التوحيد ، و ما امر المسلمون الا ليعبدوا الها واحدا ، و يتبعوا دينا واحدا ، و يقيموا لهم اماما واحدا ، و يكونوا امة واحدة - لا يفرقهم نسب و لا لغة ، و لا وطن و لا جنس - و قد نهوا عن التفرق كما نهوا عن الكفر ، فقال الله تعالى : واعتصموا بحبل الله جميعا و لا تفرقوا ، (٣ : ٩٨) و لا تكونوا كالذين تفرقوا و اختلفوا من بعد ما جاءهم البينات ، اولئك لهم عذاب عظيم (٣ : ١٠١) الذين فرقوا دينهم و كانوا شيعا لست منهم في شي (٣٠ : ٣٢) و ما تفرق الذين اوتوا الكتاب الا من بعد ما جاءتهم البينة ، و ما امروا الا ليعبدوا الله مخلصين له الدين (٩٨ : ٤) فما اختلفوا حتى جاءهم العلم (١٣ : ٩٣) و اتيناهم بينات من الامر ، فما اختلفوا الا من بعد ما جاءهم العلم بغيا بينهم (٤٥ : ١٦) لا تنازعوا فتفشلوا و تذهب ريحكم (٨ : ٤٧)

ان النبي صلى الله عليه و سلم بين مثل ذالك في قوله و عمله ، حتى لم يكن يغضب شئى كما يغضب اذا راى الاختلاف بين اصحابه قد افضي او كاد يفضي الى التفرق - و النقول في هذا كثيرة و حسبك ما رواه البخاري من وصيته صلى الله عليه وسلم : لا ترجعوا بعدى كفارا ، يضرب بعضكم اعناق بعض !!

و لكن خالفنا كل هذه النصوص ، فتفرقنا و تنازعنا ، و شاق بعضنا بعضاً بشبهة الدين ، اذ اتخذنا مذاهب متفرقة ، كل فريق يتعصب لمذهب ، و يعادى سائر اخوانه المسلمين لاجله ، زاعماً انه ينصر الدين ، و هو يخذله بتفريق كلمة المسلمين : هذا سني يقاتل شيعيا ، و هذا شيعي ينازل اباضيا ، و هذا شافعي يغرى التتار بالحنفيه ، و هذا حنفي يقيس الشافعية على الذميه ، و ها اولاء مقلدة الخلف ، يعادون من اتبع طريق السلف - حتى جنوا على التوحيد نفسه ؛ توحيد الالوهية بالتوجه الى غير الله و دعاء سواه ، و توحيد الربوبية بشرع ما لم يأذن به الله - فسلط الله على جميع هذه الاحزاب اعداء خضدوا شوكتها ، و زلزلوا دولتها : ذالك بان الله لم يك مغيراً نعمة انعمها على قوم ، حتى يغيروا ما بانفسهم ، و ان الله سميع عليم (٨ : ٥٥)

طريق الحق هو الوحدة و السلام : ان هذا صراطي مستقيما فاتبعوه و لا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله (٦ : ١٥٣) و طرق الشيطان هي مثارات التفرق و الخصام : و لا تتبعوا خطوات الشيطان ، انه لكم عدو مبين (٨ : ١٤٢) فقد كانت يهود امة واحدة مجتمعة على كتاب واحد ، فسول لهم الشيطان فتفرقوا و جعلوا لهم مذاهب و طرقا ، اضافوا الى الكتاب ما اضافوا ، و حرفوا من كلمة ما حرفوا ، و اتبعوا السبل فتفرقت بهم عن سبيل الله ، و ضربت

اُسوَہ حسنہ

کائناتِ خلّت

به تقـریب و رود مسعود یوم الحج و عید اضحی

الله اکبر ' الله اکبر ' لااله الا الله والله اکبر ' الله اکبر ' و لله الحمد ' .

ما طفل کم سواد و سبق قصه هاے دوست
صد بار خواندۂ و دگــر از ســـر گـرفـتۂ ایم

(۱)

قـرآن حکیم نے دنیا کے سـامنے حضـرة ابراهیم خلیل الله (علی نبینا و علیه الصلوٰة و السلام) اور ان مصلحین صالحین کا جنهیں انکی معیت و صحبت حاصل تهي' اسوۂ حسنه پیش کیا ہے- یعني عملی زندگي کا ایک ایسا نمونه جسکي پیروی کي جاے :

قد کانت لکم اسوة حسنه في ابراهیم و الذین معه (۴ : ۶۰)

یقیناً تمهارے لیے حضرۃ ابراهیم کي زندگي میں' اور اُن کي زندگي میں جو ان اعلی ترین مــدارج ایمان میں انکے ساتهه نظر آتے هیں ' پیروي و اتباع کیلیے ایک بهترین نمونه ہے '

اس سے بهی بڑهکر یه که قرآن حکیم نے اپني ظهور دعوة کے اغاز هي میں صاف صاف اعــلان کردیا که اسکي دعوۃ و حکمت دراصل ملة ابراهیمي هي کي تکمیل ہے' اور اس سلسلے کي پهلي کڑي وجود ابراهیمي میں پنهاں تهي .

ملة ابیکم ابراهیم (۲۲ : ۷۷)

یه ملة تمهارے مورث اعلی ابراهیم کي ہے!

قالــواکونـوا هــودا او نصــاری تهتدوا ' قل بل ملة ابراهیم حنیفا - (۲ : ۱۲۹)

مخالفین دعوة کهتے هیں نه یهودیت اور نصرانیت کا طریق اختیار کرو که انهي میں هدایت پاؤگے - انسے کهدو که نه تو بني اسرائیل کي راه هماري راه ہے اور نه نصراني ضلالت کا طریقه همارا طریقه' هم تو ملة ابراهیمي کے پیرو هیں اور یهي حقیقي اور فطري راه هدایت ہے -

پس ان دو حقیقتوں کے معلوم هونے کے بعد هر مومن بالقران کا پهلا فرض زندگي یه هو جاتا ہے که حضرة ابراهیم کي زندگي کے اون مقامات و اعمال کي جستجو میں نکلے جنکو قران حکیم نے همارے لیے اسوۂ حسنه قرار دیا ہے '.اور ملة ابراهیمي کے اُن حقائق کو معلوم کرے جنکے اندر اسلام کي دعوة کا اصلي محور و مرکز پوشیده ہے :

ومن احسن دیـنـا ممن اسلـم وجهـه لله و هــو محسن ' و اتبع ملــة ابــراهیـــم حنیفــا ؟ (۲ : ۱۱۲)

اور اس ضلالت آباد عالم میں جهاں انساني فطرة کي هدایت طرح طرح کے انساني طریقوں اور غیر الهي راهوں میں گم هو گئي ہے ' اس شخص سے بهتر کس کا دین هوسکتا ہے جو هر طرف سے منهه موڑکر صرف الله هي کے لیے هوگیا ' اور اپنے تمام اعتقادات و اعمال میں طریق " احسان " اختیار کیا ' اور اسطرح ملة ابراهیمي کے حنیفي طریق کي پیروي کي که اسلام کی حقیقت یهی ہے '

(حـیــات ابــراهـیــمي)

یهي وجه ہے که قرآن حکیم کے حصۂ قصص میں حضرۃ ابراهیم کے وقائع زندگي کو ایک مخصوص عظمت و اهمیت حاصل ہے اور قران کي تفسیر مکمل نهیں هوسکتي جب تک اس زندگي کي ایک ایسي سوانح عمري مرتب نه کي جاے ' جسکے اصولي ابواب صرف قرآن حکیم سے ماخوذ هوں - اگر ایک ایسي سوانح عمري مرتب هوجاے تو وه دراصل قران حکیم اور دعوة اسلامیه کے تمام مقامات و مراتب اور حقائق و معارف کے فهم و درس کے لیے ایک مرکز کا چراغ هو گا ' جس سے تمام اطراف روشن هو جائینگے '

وه سوانح عمري بتلائیگي که اسلام کي تمام تعلیمات و احکام کي اصلي حقیقت کیا ہے ' اور وه کونسا محور ہے جسکے گرد اسکا دائرۂ شریعت گردش کها رها ہے ؟ اسي سوانح عمري سے معلوم هوگا که وه " امة مسلمه " جو وجود ابراهیمي میں پنهاں تهي (ان ابراهیم کان امة قانتا) اور جو ایک انقلاب آور تاریخي دعا کي صداوں میں نمایاں هوئي (ربنا و اجعلنا مسلمین لک و من ذریتنا امة مسلمة لک !) اور بالاخر جسکي قبولیت کا ظهور اس خیرالامم " امة وسطا " کي تکمیل سے هوا جو تمام عالم کي اصلاح و سعادت کیلیے دائمي خلافه الهي کی مستحق ٹهری ' اسکا مصدر حقیقي کیا تها ؟

وکذالک جعلنا کم امة وسطا لتکونوا شهداء علی الناس و یکون الرسول علیکم شهیدا (۲ : ۱۳۷)

اور اسي طرح هم نے تم کو ایک درمیاني امة قرار دیا تاکه تم انسانوں پر انکی هدایت و سعادت کیلیے شاهد هو اور تم اپني سعادت کي روشني الله کے رسول سے حاصل کرو !

یه سوانح عمري اگرچه صرف ایک هي انساني وجود کے اعمال حیات کي سرگذشت هوگي ' لیکن چونکه اس ایک وجود کے اعمال و ارادات کے اندر تمام نسل انساني کي مستقبل حیات ملي کا ماده پوشیده تها' اسلیے دراصل یه سعادت بشري کي ایک عالمگیر سرگذشت هوگي ' اور اُن تمام سامي اقوام و ملل کي تاریخ سعادت و شقاوت کو واضح کردیگي جو عهد ابراهیمي کے بعد سے ابتک گذریں اور جنکي نسلیں اس وقت تک کرۂ ارضي کي سب سے بڑي پیداوار هیں - پس اگرچه وه ایک بیج کي سرگذشت هوگي جو ابسے چار هزار برس پہلے " وادي غیر ذي ذرع " کي ریتلي زمین میں ڈالا گیا لیکن چونکه سعادت بشري اور خلافة ارضي کا سب سے بڑا درخت اسي سے پهوٹا ' اسلیے دراصل وه هر اس پته کي سرگذشت هوگي جسکا نموه اسکے اندر تها ' اور هر اُس شاخ کي تاریخ بتلائیگي جو اس درخت سے نکلي اور پهیلي - هر پهل جو اسکي ڈالیوں میں لگا دراصل اسي بیج کا پهل تها - اور هر پهول جو اسکے پتیوں کے اندر سے نمایاں هوا' فی الحقیقت اسي فرد اول کا فرزند تها - قوة نباتي کي نشؤ و نما اگرچه هزارها افراد و اشکال میں سامنے آتي ہے ' لیکن جب نظر حقیقت شناس اسکي سیکڑوں ڈالیوں ' هزاروں پهولوں ' اور لاکهوں پتوں پر پڑتي ہے ' تو اس تمام کثرت کے اندر صرف اُس وحدة اولی هي کي هستي کو دیکهتي ہے جسکے تنها وجود کے اندر درخت کا هر پته اور پته کا ایک ایک ریشه موجود تها - درخت کي شاخیں آسمان تک پهنچ جاتي هیں ' اسکے ایک ایک پهل سے بے شمار بیج پیدا هوتے هیں ' اور اُن میں سے هر بیج ویسا هي ایک نیا درخت پیدا کر دیتا ہے ' لیکن ارواح نباتیه کي یه پوري کائنات خواه کتني هي زمین کي سطح پر پهیلے اور

تزعم و دعوى ان الشريعة ناقصة و غير مطابقة لمصلحة الزمان ، و تركتها عامة الامة ايضا في اكثر احوالها ، و هم يحسبون انهم يحسنون ، و لا يدرون ما ذا يعملون ، تراهم في عدو الى الحيل يخبطون : ظلمات بعضها فوق بعض ! (٣٤ : ٣٠)

و لا نظن ان هذ الترك قريب العهد ، فانه لم ينقل الينا التاريخ ان طائفة من طوائف التقليد استطاعت احياء سوؤنها على جميع قواعد و مسائل الفقهيه ، فمذهبهم ليس هو تمذهب عمل و اكتساب ثواب ، بل اعتقاد و اقوال و نزاع و جدال ، و تجادل و افتراق ، و بلاء و شقاق ، و كان نتيجة هذا التقليد ان شوهوا وجه الشريعة الغراء ، حتى ظن من ضعف ايمانه ان الشريعة ليست سوى ما بايدي هؤلاء المقلدة - فيا لله و للمسلمين من هذه القاقرة التي هي اعظم مصائب الدين ، و الرزية التي ما رزى بمثلها سبيل المؤمنين !

كان اهون الاختلاف اختلاف الصحابة و غيرهم من السلف في فهم الاحكام ، مع عذر كل منهم لمخالفه بحيث لم يكونوا سبباً للتفرق في الدين ، و تعصب كل شيعة منها لبعض المخالفين ، فان مثل هذ الاختلاف طبيعي في الناس لا يمكن اتقاؤه ، و لكن لما جاء دور التقليد و التحزب ، و التعصب للمذاهب ؛ حلت النقمة ، و تفرقت الكلمة ، و ذهبت الريح و الشوكة ، الى ان وصلنا الى هذه الدرجة من الضعف و الذل : ذهب ملكنا ، و صارت المملكة الكبيرة من ممالكنا تقع في قبضة الاجانب فلا تبالي بهم سائر المسلمين ! فاين الوحدة و الاخوة ؟ و التواد و التراحم ؟ و التعاون و التناصر ؟ و اين تمثيل مجموعهم بالجسد الواحد ؟ كل ذالك قد زال ، و كان مبدء زواله ذالك الاختلاف ، فما لهؤلاء القوم لا يكادون يفقهون حديثا ؟ (٤ : ٧٧)

اقرأ في التاريخ حوادث الفتن بين اهل السنة و الشيعة ، و بين المنتسبين الى السنة بعضهم مع بعض : بين الاشاعرة و الحنابلة ، بين الحنفية و الشافعية ، بين الشافعية و الحنابلة - و من اغرب ما يحكى ان العدوان بين الشافعية و الحنفية كان من اسباب حملة التتار على المسلمين - تلك الحملة التي كانت اول صدمة صدعت بناء المسلمين صدعاً ، لم يلتئم من بعده و بعد كما كان : ذالك بما قدمت ايديهم ، و ان الله ليس بظلام للعبيد (٣ : ١٨٢)

ان رسول الله صلى الله عليه و سلم يقول : لتسون صفوفكم او ليخالفن الله بين وجوهكم (١) ، و لا يفهم هذه الحكمة العالية الا العليم بصفات الانفس البشرية و اخلاقها و نظام الاجتماع الانساني - و من سنن الله في ذالك ان ما يتفق فيه الافراد من الاعمال الظاهرة المشتركة بينهم ، يكون سبباً لائتلافهم و اتفاقهم و وحدتهم ، و الضد بالضد - و لذالك يتحرى الامم المرتقية في العلم و النظام ، ان تربى افرادها على نظام واحد في الاعمال الظاهرة ، و ان تغير عاداتها في الامم الاخرى تحدث لها قلوبنا الينا -

فما بال المسلمين لا يعملون بهذا ، ان رسولنا لم يسمح لنا ان نختلف افرادنا في صف الصلوة فيتقدم بعضهم على بعض ، و انبأنا على ان ذالك يكون سبب اختلاف قلوبنا ، و وقوع التفرق بيننا - ثم نحن نجيز لانفسنا ان نقيم في المسجد الحرام عدة جماعات في وقت واحد لاختلاف المذاهب ؟ و نعد هذا رحمة بنا ، و نعتقد بان الاختلاف بين الامة رحمة ؟ فاى رحمة استفادها المسلمون من الاختلاف و الافتراق ، غير التذلل و التسفل و الشقاق ؟ او اتت ولم توجد بدعة التحزب و التفرق من كل طائفة لعلم معين ، هل كان يوجد هذا الضلال ؟ او ان كان المسلمين يعملون في كل عصر بقوله تعالى " فان تنازعتم في شيء فردوه الى الله و الرسول " هل كان يوجد هذا التفرق و التمزق و الانحلال ؟ لا ، لا ، و انما وجد بالتقليد الاعمى ، لان كل طائفة يتبعت زعمائها فاتبعتهم بغير دليل ، و سنزيد هذا بيانا في وقت اخر و حسبي الله و نعم الوكيل

* * *

لقد بعث الله في القرون الخالية علماء اصفياء يجددون لهذه الامة امر دينها فكانوا فيها كانبياء بني اسرائيل - فمنهم من اهتدى بدعوته النفر و الرهط و الجماعة ، و منهم من حال الاضطهاد و ضعف الاستعداد دون الاهتداء به ، و كانت العامة المسكينة تعتز بمقاومة فقهاء الرسوم و سلاطين الحكام لا ولائك المصلحين المجددين ، و تتبعهم في تقاليدهم ، ان الناس على دين ملوكهم - حتى ان صوت حجة الاسلام احمد ابن تيمية قد خفت في هذه الامة المسكينة ، مع التي اصوات المصلحين ، وكتبه خفيت فيهم عدة قرون و هي اقوى و اظهر حجة من سائر كتب المسلمين ،

* * *

آه ، ما اشد جهل الناس عن حقيقة الاسلام ! اى سعادة للناس لو عرفوا ان كل فرد من افرادهم انه اوتى من الاستعداد ما اوتيه من يوصفون بالولاية و القداسة ، و يدلون بالزعامة و الرياسة ؛ فمنهم من يستعبد من الناس استعباداً روحانياً ، و منهم من يستعبدهم لها استعباداً سياسياً و اخلاص كل فرد من افرادهم في عمه الديني لله و عمله الدنيوي للناس ! هذه السعادة هي روح الاسلام و حقيقته حجبتها عن بعضهم الرسوم العملية ، و التقاليد المذهبية ، و عن اخرين النزعات النظرية ، و التقاليد الوضعية - فالاولون يرمون بالكفر او البدعة كل من خالف مذاهبهم ، و الاخرون يهزؤن بالغباوة و التعصب كل من لم يستعذب مشربهم - فمتى يكثر المسلمون المجددون المصلحون للاولين و الاخرين ، فيكونوا حجة الله عليهم و على جميع العالمين ، و راية الوحدة الفاضحة للمختلفين : و من احسن قولا ممن دعا الى الله و عمل صالحاً و قال انني من المسلمين (٤١ : ٣٤)

* * *

لا اصلاح الا بدعوة ، و لا دعوة الا بحجة ، و لا حجة مع بقاء التقليـــد - فاغلاق باب التقليـــد الاعمي و فتح باب النظر و الاستدلال هو مبداء كل اصلاح ، و مفتاح النجاح و الفلاح - و السلام على الذين يستمعون القول فيتبعون احسنه ، اولائك الذين هداهم الله و اولائك هم اولوالالباب (٣٩ : ١٩)   (البقية تتلي)

---

(١) متفق عليه في الصحاح و السنن كلها و في رواية ابي داؤد " او ليخالفن الله بين قلوبكم " قال النووي معناه يوقع بينكم العداوة والبغضاء - و قال القرطبي : تفترقون فياخذ كل واحد وجها غيرالذي ياخذه صاحبه -

حضرت موسی علیه السلام سے عہد اخوت کي تجديد کي - نه حضرت مسيح عليه السلام سے رشتۂ مودت جوڑا - نه حضرت نوح عليه السلام کي حياة دعوة کا نام ليا ' بلکه اپنے آپکو صرف اپنے باپ ابراهيم عليه السلام کے آغوش خلت ميں ڈالديا ، اور اسي کو اپني دعوة کا مورث اولى قرار ديا :

ان اولى الناس بابراهيم للذين اتبعـــوه وهذا النبي و الذين آمنـــوا (٣ : ٦١)	در اصل ابراهيم کے قريبي وه لوگ هيں جنهوں نے اوسکا اتباع کيا - اور يه پيغمبر اسلام اور مسلمان بهي اوسيکے سلسله ميں داخل هيں -

جو لوگ ريگستان عرب کي اس موج هدايت کو اپنے اندر جذب کرنا چاهتے تهے ' اونکي تشنه لبي نے يه حال ديکهکر چاها که اصل منبع هي کو اپنے دائرے ميں سميٹ ليں - پس هر طرف سے صدائيں اُٹهيں که ابراهيم تو هم ميں سے تها :

يا اهل الكتـــاب ! لم تحاجون في ابراهيـــم و ما انزلت التـــوراة والانجيل الا من بعده ؟ افلا تعقلون ؟ ها انتم هولاء حاججتم فيما لكم به علم ' فلم تحاجون فيما ليس لكم به علم ؟ و الله يعلم و انتم لا تعلمون - ما كان ابراهيم يهوديا و لا نصرانيا و لكن كان حنيفا مسلما و ما كان من المشركين (٣ - ٥٨)	اے اهل کتاب ! ابراهيم کے بارے ميں کيوں بحث و مباحثه کرتے هو اور کيوں اس کوشش باطل ميں پڑ گئے هو که اسے يهودى يا نصراني ثابت کرو ؟ کيا تمهيں اتني خبر بهي نهيں که توراة اور انجيل تو اوسکے بعد نازل هوئيں هيں ' انسے پہلے يهوديت اور نصرانيت کا وجود هي کهاں تها ؟ تم اون چيزوں کے متعلق تو لڑ جهگڑ چکے جنکا تمکو علم تها ' ليکن جن چيزوں کي تمکو خبر نهيں اونکے متعلق کيوں بحث کرتے هو؟ الله کو اسکي حقيقت کا علم هے اگرچه تم مبتلاے جهل و

بے خبري هو - بلاشبه ابراهيم نه تو يهودي تها اور نه نصراني ' بلکه وه ايک هي راه مستقيم پر چلنے والا مسلم تها - وه تمهاري طرح مشرکوں ميں سے نه تها -

درحقيقت يه اسلام کي تاريخ اور اسلام کي نشو و نما کا ايک عجيب و غريب واقعه هے که اس نے نبوت و دعوة امم کے تمام گذشته مراکز و مظاهر کو ترک کرکے صرف حضرة ابراهيم عليه السلام هي کے دامن ميں پناه لي ' جسکا هر گوشه خون کے چهينٹوں اور آگ کے شعلوں سے سرخ هو رها تها !

پهر کيا وه صرف تعلقات رحميه کي تجديد کرنا چاهتا تها ؟ کيا يه صرف اسليے تها که وه نسلاً حضرة ابراهيم سے تعلق رکهتا تها ؟

ليکن اوس نے تو خود هي اپني لاڈلي بيٹي سے پہلے هي صاف کهديا :

اندريں راه فلاں ابن فلاں چيزے نيست !

يا فاطمة بنت محمد ! انقذي نفسک من النار فاني لا املک لک ضرا ولا نفعا - ان لک رحما و سابلهـــا ببـــلالها - (ترمذي صفحه ٥٢٦)	اى محمد کي بيٹي فاطمه ! اپنے آپ کو آگ سے بچانے کي کوشش کر ' کيونکه ميں تيرے نفع و نقصان کا اختيار نهيں رکهتا - البته مجهه ميں اور تجهه ميں رحمي تعلقات ضرور هيں - اونکو دنيا ميں سر سبز رکهه سکتا هوں ' مگر يه تو دين کا معامله هے -

ليکن تمام دنيا اسي رشتۂ هم نسبي ميں اولجهي هوئي هے - وه بیٹے کو باپ کي گود ميں ديکهه ديکهه کے خوش هو رهي هے مگر يه نهيں سونچتي که نبوت کا روحاني خاندان دنيوي سلسلۂ نسب سے بالکل الگ هے ' اور دعوة الهيه کا رشته خون اور جسم سے مرکب نهيں هوسکتا - اسکا گهرانه دوسرا هے ' اور هر پيغمبر صرف روحاني قابليت هي سے کسي سلسلے ميں داخل هوسکتا هے -

(دو قسميں)

قرآن حکيم ميں اگرچه نبوت کے عام اشتراک جنسي کي بنا پر تمام انبياء کرام کا نام ايک ساتهه اور ايک حيثيت سے آيا هے ' ليکن بعض خصوصيات نوعي کے لحاظ سے اُسنے انبياء کے جو مختلف طبقات قائم کرديے هيں ' اُن ميں دو سلسلے علانيه ممتاز نظر آتے هيں -

ايک سلسله اُن انبياء موسسين کا هے جنهوں نے اپني دعوة کے ذريعه نئي قوميتوں کي بنياد ڈالي ' اور جو قديم عمارتوں کي اصلاح کيليے نهيں بلکه از سرنو ايک نئي قومي عمارت بنا نے کيليے آئے تهے -

دوسرا سلسله انبياء مجددين و محدثين (بالفتح) کا هے جنهوں نے کسي نئي امة کي بنياد نهيں ڈالي بلکه کسي پيشتر کي قائم شده امة صالحه کي مزيد تکميل و تبليغ کي - يا امتداد عهد کے نتائج مضله و استيلاے بدعات و محدثات سے اُسے نجات دلاکر فرض تجديد و احياء ادا کيا -

(انبياء موسسين)

پہلے سلسلے کا وصف امتيازي يه هے که وه تمام قديم نظام ' قديم عقائد ' اور قديم اخلاق و مقومات کو متاثر ايک جديد قوميت صالحه کي بنياد ڈالتا هے ' اور اوسکو آب و هوا اور جغرافيانه حدود طبعيه کے اثر سے الگ کرکے ' صرف مذهبي آب و هوا ميں ترقي اور نشو و نما ديتا هے - قرآن حکيم ميں خدا تعالى نے اس صنف کے ايک نماياں سلسلے اور اسکي ممتاز کڑيوں کا ذکر متعدد موقعوں پر ايک ساتهه کيا هے :

الم ياتهم نباء الذين من قبلهم قوم نوح ' و عاد ' و ثمود - و قوم ابراهيم ' و اصحب مدين ' و الموتفكت ' اتتهـــم رسلهم بالبينت ' فما كان الله ليظلمهم ولكن كانوا انفسهـــم يظلمـــون ! (٩ : ٧١)	کيا ان منکرين حق تک اون لوگوں کے نتائج اعمال کي خبر نهيں پهونچي جو اون سے پہلے گذر چکے هيں ؟ يعني نوح ' عاد ' ثمود ' اور ابراهيم کي قوم ' نيز مدين کے رهنے والے ' اور وه بد بخت جنکي بستياں اولٹ دي گئيں (يعني قوم لوط) ان سب کے پاس همارے پيغمبر دلائل اور نشانياں ليکر آے ' تا وه هدايت و سعادت حاصل

کريں اور اپني بد اعماليوں کے نتائج مهلکه سے نجات پائيں - خدا اون لوگوں پر ظلم کرنا نهيں چاهتا تها - پر افسوس که انهوں نے خود هي اپنے اوپر ظلم کيا !

اس آية کريمه ميں خدا تعالى نے اول حضرة نوح کا ذکر کيا هے جنهوں نے ايک نئي امة صالحه کي بنياد رکهي ' اور انکے بعد اُن جماعتوں کا ذکر کيا هے جنميں دعوة نوحي کے مجددين آتے رهے - پهر حضرة ابراهيم کا نام ليا هے جو حضرة نوح کے بعد دوسرے دور قوميت کے مصدر و باني تهے اور پهر انکے بعد کي دعوة هاے مجدده کي طرف اشاره کيا هے -

(دعـــوة نـــوحي)

انبياء موسسين عليهم السلام ميں سب سے پہلے حضرة نوح عليه السلام کي دعوة موسسه سامنے آتي هے جو پہلي صنف انبياء ميں بلحاظ تقدم عهد کے ايک مخصوص امتياز رکهتے هيں -

انهوں نے ايک جديد قوم پيدا کي ' اور اوسکو مذهبي امتيازات و مقومات کي آب و هوا ميں پرورش کرنا چاها - جن لوگوں نے مذهب کي اس حبل المتين کو مضبوط پکڑا ' عذاب الهي سے نجات پالي ' مگر جن لوگوں نے اس سر رشتۂ حيات کو چهوڑ ديا ' هلاک هوگئے ' اور باوجود رحمي و نسلي تعلقات کے خدا نے اونکو نوح عليه السلام

فضاء آسماني ميں مرتفع هو' تاهم اسکے سوا کيا هے جوزميّن کے اندر ايک چهوٹے سے دانے ميں پوشيده تها؟

كلمة طيبة كشجرة طيبة' اصلها ثابت و فرعها في السماء - توتي اكلها كل حين باذن ربها' و يضرب الله الامثال للناس لعلهم يتذكرون ! (۱۴:۳۹)

هدايت الهي کے کلمهٔ طيبه کي مثال يوں سمجهوگويا ايک مبارک اور پاک درخت هے جسکي جڑ تو زمين کے اندر محکم هے اور ٹہنياں فضاء آسماني ميں پهيلي هوئيں ! اپنے پروردگار کي ربوبيت کے احسان سے اُس نے ايسي نشو و نما پائي که کبهي بهي بے برگ و بار نظر نہيں آتا اور هر وقت اسکي شاخيں پهلوں سے با مراد رهتي هيں - الله تعالى يه مثاليں انسانوں کے فهم و موعظة کيليے بيان کرتا هے ' تاکه وه عقل و بصيرة سے کام ليں' اور الله کي سچائي کي حقيقت کو سمجهيں !

(كائنات خلت)

وجود ابراهيمي کا مقام " خلت " کلمهٔ طيبه کا ايک بيج تها جس سے " امة مسلمه " کا " شجرهٔ طيبه " نکلا اور بلا شبه اسکي اصل زمين ميں ثابت تهي اور ٹہنياں فضاء ميں پهيل گئيں - ان ٹہنيوں کے پهيلاؤ اور انکے برگ و بار کي کثرت و وسعت سے در اصل ايک " كائنات خلت " يا ايک " عالم ابراهيمي " متشکل هوتا هے' جسکا جغرافيه اگرچه زمين کے تمام گوشوں تک پهيل گيا ' ليکن وه مثل ايک دائرهٔ سعادت کے هے ' اور اسکا مرکزي نقطه " اسوهٔ ابراهيمي " هي کا پاک بيج هے - پس اس تمام کائنات کي حقيقت اسي وقت واضح هو سکتي هے جبکه اسکے اصل و اساس کي حقيقت واضح هو جاے ' اور اسکا واضح هونا في الحقيقت سعادة و هدايت انسانيه کي ايک مکمل وقائع اور سرگذشت هوگي -

(تاريخ امة مسلمة)

قرآن حکيم نے بار بار اور صاف صاف اعتراف کيا که اسلام ملة ابراهيمي هے - اس بنا پر " امة مسلمه " کا به حيثيت ايک ممتاز اور دارائے خصائص امة کے ظهور بهي حضرة ابراهيــم عليه السلام هي سے هوا - بس اسلام کي حقيقت اور امة اسلاميه کي پيدائش و نشوء کي تاريخ ' دونوں اس پر موقوف هيں که حضرة ابراهيم کي حياة طيبه کے سوانح و مقامات ايک صحيح و حقيقي ترتيب و نظام کے ساتهه همارے سامنے موجود هوں -

يهي وجه هے که قران حکيم کے قصص و وقائع کا سب سے زياده اعظم و اهم حصه حضرة ابراهيم کي حياة طيبه هے ' اور قران حکيم کي تفسير کبهي مکمل نهيں هو سکتي جب تک اس زندگي کي ايک ايسي سوانح عمري مرتب نه هو جاے جسکے تمام اصولي ابواب صرف قران حکيم هي سے ماخوذ هوں -

افسوس که فن تفسير کا جو ذخيره اس وقت همارے پاس موجود هے' اسميں اس اهم اور اساسي موضوع کيليے کوئي منظم سامان نهيں نظر آتا ' اور اس سے بهي بڑهکر افسوس يه که ارباب تفسير و تاويل ميں ايک بڑا گروه وه نظر آتا هے جو اسلام اور ملة ابراهيمي کے تعلق کو سمجهنے کيليے صرف اتنا کهدينا کافي سمجهتا هے که حضرة ابراهيم نے ختنه کيا اور حج کے ظاهري رسوم کي بنياد ڈالي- يهي رسوم تهيں جنکے ليے خدا نے انهيں آزمايا اور کامياب پاکر مژده امامت ديا - گويا اس گروه کے نزديک يهي وه ابــراهيمي ورثه تهـا جو محمد الرسول الله (صلى الله عليه و سلم) کے حصه ميں آيا ' اور بس يهي عوائد و رسوم تهے ' جنسے ملة ابراهيمي مرکب تها !

و ذالک مبلغم من العلم !

(اُسوهٔ ابراهيمي)

اسوهٔ ابراهيمي کے متعلق چند مبسوط مقالات وقتاً فوقتاً الهـــلال ميں شائع هوچکے هيں جنميں مختلف حيثيتوں سے اس " كائنات خلت " کے مختلف گوشوں پر نظر ڈالي گئي هے ' ليکن بحث و نظر کا اصلي حصه ابهي باقي هے - ضرورت هے که اسميں ترتيب و تنظيم پيدا کيجاے ' اور ايک ايسي مرتب سوانح زندگي مدون کيجاے جسميں حيات ابراهيمي کے تمام مقامات ذهاب الى الله و وصول حقيقة دين فطرى کے وقائع ' اپني اصلي قراني ترتيب کے ساتهه آ جائيں -

حضرة ابراهيم عليه السلام کي حياة طيبه کے جسقدر وقائع قران حکيم نے جا بجا بيان کيے هيں ' ان ميں سب سے پہلے وه مقام سامنے آتا هے ' جهاں پهنچکر انهوں نے نسل انساني کي امامت و پيشوائي کو اپنا منتظر پايا اور انکي گروه درگروه جماعتوں اور قوموں کے اندر ايک مخصوص و ممتاز " امة مسلمه " کي نسل ديکهي جسکو خدا نے تلاوت ايات الله ' و تزکيهٔ نفوس ' و تعليم کتاب و حکمت کيليے چن ليا تها - اور اسطرح انهوں نے کسي گرى هوئي عمارت هي کو درست نهيں کيا ' بلکه خود ايک نئي عمارت کي بنياد رکهي ' اور اسي ليے وه هدايت و سعادة امم کے اولين ارضي مرکز کے باني ٹهرے :

ان اول بيت وضع للناس للذى ببكة مباركا وهدى للعالمين' فيه ايات بينات مقام ابراهيــم ' و من دخلــه كان امنـــا ! (۳ : ۹۰)

بلا شبه يه حقيقت ظاهر هے که سب سے پهلا گهر جو کرهٔ ارضي پر هدايت و سعادة انساني کيليے بنايا گيا ' وه وهي هے جو سرزمين مکه ميں تم ديکهه رهے هو - يهي گهر الهي برکتوں کا سرچشمه اور تمام جهاں کيليے مرکز هدايت هے - وه اگرچه بظاهر اينٹوں کي ايک چهوٹي سي عمارت دکهائي ديتي هے ' ليکن دراصل اسکے اندر خدا کي قدرت و حکمت اور دين الهي کے نشو و نما کي کهلي کهلي اور ناقابل انکار نشانياں رکهي گئي هيں - يه نشانياں مقام ابراهيمي کي اُس قدوسيت کو واضح کرتي هيں جس نے اُسے تمام عالــم کيليے قبله و مصلى بناديا !

قران حکيم کي وه تمام آيات کريمه جنميں حضرة ابراهيم کي امامت للناس ' بناء كعبهٔ و قبلهٔ مومنين ' تکوين و عمران وادي غير ذي زرع ' اتخاذ مقام ابراهيم مصلى ' دعاء ظهور امة مسلمه ' اور التجاے بعثت " رسولاً من نفسهم يتلو عليهم اياتك " کا ذکر هے' اسي مقام کو واضح کرتي هيں ' اور دراصل يهي وه بقاء دوام ' رفع ذکر ' علو لسان صدق ' اور کلمهٔ باقيه هے جسکے طرف جا بجا قران حکيم نے اشاره کيا :

ولقد اصطفيناه في الدنيا و انه في الاخرة لمن الصالحين (۲ : ۱۲۵)

و وهبنا لهم من رحمتنا و جعلنا لهم لسان صدق عليا (۱۹ : ۵۱)

و جعلها كلمة باقية في عقبه لعلهم يرجعون (۴۳ : ۲۸)

يعني انهوں نے هدايت و سعادت کي ايک ايسي نسل پيدا کي جو کبهي فنا نهوگي اور جسکي دعوة هميشه باقي رهيگي' اور في الحقيقت يهي اعلى ترين مرتبه خلت اور منتهاء کمال انسانية هے - کما سياتي انشاء الله تعالى -

نيز اسي مقام کي تشريح سے يه امر بهي واضح هو جائيگا که اسلام اور ملة ابراهيمي کا تعلق کس سلسله پر مبني هے ؟

چنانچه سب سے پہلے هم اسي مبحث پر نظر ڈالتے هيں :

(سلسلهٔ نبوت)

نبوت کا جو سلسله حضرت آدم عليه السلام سے شروع هوکر بخط مستقيم حضرت عيسى عليه السلام تک پهونچکر رک گيا تها ' اوسکي تکميل ميں صرف ايک آخرى کڑى کي کسر رهگئي تهي - اسليے جب آخرى کڑى نے اس روحاني سلسلے کو مکمل کرنا چاها تو تمام دنيا نے اپني اپني طرف کهينچنا شروع کيا - ليکن اوس نے نه تو

اسطرح انپر حاوي هو گئے اور اسطرح انکي طبيعت کو ان خارجي اثرات ضلالت سے انس و تعلق هوگيا ' که خدا کي تمام بخشي هوئي قوتيں اور عطاکرده حواس اب انپر کوئي اثر نہيں ڈال سکتے - وه اپني آنکھيں کھوکر اب اونکي آنکھوں سے ديکھتے هيں ' اپنے کانوں کو بہرا کر کے انکے کانوں سے سنتے هيں' اپنے فکر کو معطل کر کے اونکي عقل سے سمجھتے هيں - پس اگرچه انکے پاس آنکھيں هيں مگر نہيں ديکھتے ' اگرچه کان هيں مگر نہيں سنتے ' اگرچه عقل هے مگر نہيں سوچتے : لهم قلوب لا يفقهون بها ' ولهم آذان لا يسمعون بها ' ولهم اعين لا يبصرون بهـــا :

سوا، عليهم ءانذرتهـــم ام لم تنذرهم لا يومنون - ختم الله علي قلوبهم و علی سمعهم ' و علی ابصارهم غشاوه - و لهم عـــذاب عظــــيم ! ! (۲ : ۱۲)

اب انکي يه حالت هوگئي هے که انکو ڈرايا جاے يا نه ڈرايا جاے ' انکے ليے يکساں هے - تم انهيں نتائج اعمال سے ڈراؤ تو ' اور نه ڈراؤ تو ' وه کبھي بھي نہيں مانينگے - الله نے انکے دلوں پر بوجه کسب ضلالت کے مهر لگا دی ' انکے کان بند هوگئے ' انکي آنکھوں پر جهل و قساوت کا پرده پڑگيا ' اور اندهے کے آگے خواه کتنے هي چراغ روشن هوں ' وه روشني نہيں ديکھه سکتا - اور بلا شبه يه بڑی هي بدحالي هے جو انکے واسطے مهيا هوگئي ! !

اسکي علت اصلي يہي هے که صديوں کے رسوم و عادات اور عقائد و اعمال کي زنجيروں کو توڑ کر ايک نئي حياة فکری وعملي کا اختيار کرنا ' اور جس آب و هواے عمل و اعتقاد ميں بچپنے سے ليکر بڑھاپے تک دماغ پرورش پا چکا هے ' يکايک اس سے باهر آجانا ' دراصل انسان کيليے ايک ايسي راه کي دعوة هے' جو گويا ايک نئے جسم ' نئے دماغ ' نئے فکر ' نئے حواس ميں مبدل هوجاے ' اپني هر پچھلي مالوف و محبوب چيز سے هجر و فراق بلکه قطع علائق کرليـــنے ' اور اپني تمام گذشته مالوفات و معمولات و مشغولات کو بھول جانے ' غرضکه از سر نو پيدا هونے اور ايک نشئهٔ ثانيه ميں سے گذرنے کي طرف بلاتي هے ' اور ايســا کرنا في الحقيقت انساني اراده کيليـــے زندگي کا سب سے بڑا مشکل کام هے جو اسکے سامنے پيش هوسکتا هے -

انسان جو يکسر انفعال و تاثر هے ' جسکے دامن کسب کيليے هستی کا ايک ايک ذره کانٹا هے ' جو دنيا ميں صرف کھوتا ' ديتا ' لٹاتا ' اور اٹکتا هي هے' اور باهر سے اثر و فعل کا جب کوئي غبار اڑتا هے تو اسکے ايک ايک ذرے کو اپنے دامن و آستين ميں محفوظ کرتا هے ! غور کرو که اسکے ليـــے يه دعوة تجدد ' يه آرزوے تحول ' يه صداے تاسس ' جو سر سے ليکر پانوں تک اسکو يکسر بدلدينا اور نيا بنا دينا چاهتي هے ' جو اسکو هر محبوب و مالوف شے سے چھڑاتي اور هر ايسي چيز سے جوڑنا چاهتي هے جو اسکي نظروں ميں اتني هي مبغوض هے جتني پہلي محبوب تھي ' کيسي مشکلوں کي پکار ' کيسي سختيوں کي درخواست ' اور کس درجه صعوبتوں اور مصيبتوں کي دعوه هے ؟

اس نے ابتک يه ديکھا که چاند اور سورج اسکے ديوتا هيں ' اور ايک گھر جو مقدس ناموں سے بنا ديا جاے اسکا مستحق هے که اسکے آگے سجده کيا جاے - وه صديوں سے نسلاً بعد نسل سنتا آيا هے که جب پتھر سے ايک شفيع و متوسل ديوتے کي مورت تراش لي جاے تو پھر پتھر سے بڑھکر دنيا ميں کوئي طاقت نہيں - اس نے هميشه اپنے قابل عظمت آبا و اجداد کے متعلق جنکے خون کي گرمي سے اسکي عصبيت کي ايک ايک رگ دھک رهي هے ' يهي سنا ' يهي معلوم کيا ' اور اسي کے صدا و فعل ميں پلتا رها که سچائي نسل و وطن اور بڑے بوڑھوں کي پيروی و تقليد ميں هے' اور باپ دادا نے جو کچھه کيا صداقت اور راست بازی صرف اسي ميں هے - اونھوں نے اپني عجيب و غريب مقدس عقلوں سے جسقدر اعتقادات و اعمال اپني اولاد کيليے يادگار چھوڑے ' وه پہلوں کيطرف سے پچھلوں کيليـــے ايک پاک امانت هے جس سے ايک ذره کا بھي ضائع کرنا عزت نسلي و قومي کا هلاک کرنا هے -

اب ايک نئي صدا اچانک آٹھتي هے - تقليد ابا و رسوم کي وه سطح ساکن جو صديوں سے منجمد تھي ' يکايک حرکت ميں آتي هے ' اور ايک انسان جو نسلاً و وطناً يکسر قومي عقائد و افعال اور عادات و رسوم کا مخلوق هوتا هے اور جو کہيں باهر سے نہيں آتا تا مجهول العال هونے کي وجه سے پر هيبت هو' بلکه هميشه "من انفسهم" هوتا هے يعنے انهي ميں کا اور انهي جيسا ' اپني جگه سے هلتا هے ' اور کسي نا معلوم و ما فوق الفهم اثر سے منقلب هوکر چلا اٹھتا هے :

ابلغکـــم رسلت ربي و انصح لکم و اعلـــم من الله ما لا تعلمون - او عجبتم ان جائکم ذکر من ربکـــم علی رجل منکم لينـــذرکم ولتتقـــوا و لعلکـــم تـــرحمـــون ؟ (۷ - ۵۹)

ميں تم تک الله کے بھيجے هوے پيغام پہنچاتا هوں' تمهـــاري بھلائي اور خوشحالي کيليـــے تمهيں نصيحت کر رها هوں' اور يقين کرو که الله کي هدايت و توفيق سے ميں وه کچھه جانتا هوں جو تم نہيں جانتے ! آه' کيا تمهيں اس قانون الهي پر اچنبها هوتا هے که تم هي ميں سے الله ايک شخص کو سچائي کی دعوة کيليے چن لے اور اسکے اندر اپني هدايت اتار دے ' تا که وه تمهيں بدعمليوں کے نتيجوں سے ڈرائے اور تاکه تم آنے والي تباهيوں و بد حاليوں سے بچو' اور تاکه تم پر غضب کي جگه رحمت هو؟

ليکن يه پيغام الهي جسکا وه اعلان کرتے هيں ' کيا هوتا هے ؟ يه تبدل و تجدد روحاني اور تقلب و تحول معنوي کي ايک دعوة هوتي هے ' جو انسے انکي تمام پچھلي محبوبات و مالوفات کو چھيننا چاهتي هے اور تقليد ابا و رسوم و عادات و مالوفات کيليے پيام هلاکت اپنے اندر رکھتي هے :

ء ارباب متفرقون خير ام الله الواحد القهار ؟ ما تعبدون من دونه الا اسمـــاء سميتمــوها انتـــم و اباؤکم ما انـــزل الله بها من سلطان ' ان الحکم الا لله ' امر الا تعبدوا الا اياه - ذالك الدين القيـــم - و لکن اکثر الناس لا يعلمون ! (۱۲ : ۴)

کچھه تو خـــدا کے بخشے هـــوے نور بصيرة سے کام لو اور سونچو که پرستش و غلامي کيليـــے بہت سے معبود بنا لينا بہتر هے يا ايک هي خداے واحد و قهار کا هو رهنا ؟ يه جو تم نے اپني بندگي کے ليے خدا کے سوا اور بہت سے چوکھٹ بنا رکھے هيں اور انکا رشته اسدرجه مضبوط پکڑ رکھا هے تو بتلاؤ ' انکي حقيقت بجز اسکے کيا هے که محض چند وهم ساز نام هيں جو تم نے اور تمهارے باپ دادوں نے اپنے دل سے گڑه ليے ' اور گمرهانه اعتقادات اور نسلاً بعد نسل کي تقليد و رسم پرستي نے انکے اندر هيبت و قدوسيت پيدا کردي ؟ حالانکه اس خدا نے که پرستش و سلطة اعلی کي تمام قوتوں کا مصدر اسي کي ذات هے ' نه تو انکے اندر کوئي طاقت رکھي اور نه انکي معبوديت و محبوبيت کيليـــے کوئي حکم اتارا - يقين کرو که يه تمام ماسوی الله قوتيں جنهيں تم نے طرح طرح کا حکم و تسلط دے رکھا هے ' کچھه بھي نہيں هيں ' اور هر طرح کا حکم اور هر قسم کي سلطاني تمام کائنات هستي ميں نہيں هے مگر صرف الله کيليـــے - اس نے هماري فطرة کے اندر يه بات وديعت کردی هے که بندگي

سے بیگانہ قرار دیا - انکي دعوۃ کي بنیاد نسل اور جغرافیہ نہ تھا - وہ ایک نئي قوم پیدا کرنا چاھتے تھے' اسلیے خود انکي نسل جسماني کے رشتے کا بھي کوئي اثر باقي نہیں رھا تھا - انکا گھرانا اب وھي قوم تھي جو حق و سعادت کے رشتے میں منسلک ھوکر طیار ھوئي تھي ' اور سب سے پہلے وہ خود ھي اپنے پیدا کردہ خاندان ملت کا ایک رکن ھوگئے تھے - اگرچہ و ما امن معہ الا قلیل ·

و نادی نوح ربہ فقال : رب ان ابني من اھلي و ان وعدک الحق ' و انت احکم الحاکمین - قال یا نوح ! انہ لیس من اھلک ' انہ عمل غیر صالح فلا تسئلن ما لیس لک بہ علم (١١ : ٤٧)

اور حضرۃ نوح علیہ السلام نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ خدایا ! تو نے وعدہ فرمایا تھا کہ تیرے خاندان کو عذاب طوفان سے نجات دي جائیگي - تو احکم الحاکمین ھے - تیرا وعدہ کبھي غلط نہیں ھوسکتا - میرے لڑکے کو اس عذاب سے نجات دے کیونکہ وہ میرے خاندان میں داخل ھے ! خدا نے کہا اے نوح ! تو جسکو اپنا اھل سمجھ رھا ھے وہ تیرا اھل نہیں ھے - تیرا گھرانا تو در اصل عمل صالح کا گھرانا ھے (جسکي دعوۃ دیکر تو ایک صالح قوم پیدا کرنا چاھتا ھے) جو اس گھرانے میں داخل ھوا وہ تیرا ھے' اور جو اس سے نکل گیا' وہ تیرا نہیں رھا بلکہ انکے گھرانے کا فرزند ھوگیا جنکے عمل بد کو اسنے اختیار کیا - پس مجھسے وہ سوال نہ کر جسکا تجھے علم نہیں دیا گیا - اے نوح ! یہ نصیحت میں اسلیے کرتا ھوں تاکہ حقائق و اسرار الہي تجھپر کھلیں ' اور تو اُن لوگوں میں سے نہو جاے جو لم حقیقت سے محروم ھیں !

(تشریح مزید)

اللہ تعالی نے حضرۃ نوح کو حکم دیا تھا کہ عذاب طوفان سے بچنے کیلیے کشتي بناؤ - جب کشتي بن چکي تو فرمایا :

احمل فیھا من کل زوجین اثنین و اھلک (١١ : ٤٢)

کشتي میں تمام ضروري حیوانات و انواع کا ایک ایک جوڑا رکھہ لو - نیز اپنے گھرانے کے آدمیوں کو بھي سوار کرالو -

لیکن ساتھہ ھي ان لوگوں کو اس سے مستثنی بھي کردیا تھا جنکے متعلق پہلے فرمان ھوچکا تھا کہ اپنے کفر و تمرد کي وجہ سے وہ اس عذاب میں ضرور حصہ پائینگے اور انکے لیے کوئي طلب اور کوئي سوال مقبول نہو گا :

الا من سبق علیہ القول (١١ : ٤٢)

مگر ان لوگوں کو ساتھہ نہ لو جنکي نسبت پہلے حکم ھوچکا ھے -

وہ پہلا حکم یہ تھا کہ لا تخاطبني في الذین ظلموا (١١ : ٣٩) جن لوگوں نے حق و عدالت سے انحراف کیا اور اپني سرکشي و عدوان سے غضب الہي کے مورد ٹھہرے ' سو انکي بابت مجھسے کچھہ نہ چاھنا !

لیکن چونکہ حق تعالی نے حضرۃ نوح کو انکے " اھل " و اقارب کے بچا لینے کا حکم دیا تھا اور انکا بیٹا بدرجۂ اولي لفظ " اھل " کے جسماني مفہوم میں داخل تھا ' اسلیے آپکو جرات ھوئي اور جناب خداوندي میں اسے اپنا " اھل " قرار دیکر سوال کیا - اسپر جواب ملا کہ انہ لیس من اھلک - گو بظاھر وہ تمہارے " اھل " میں سے تھا - لیکن دراصل اسے تم سے کوئي تعلق نہیں - " اھل " میں سے وہ کیسے ھوسکتا ھے جبکہ وہ سرے سے تمہاري قوم ھي میں داخل نہ رھا ؟

بلاشبہ وہ تمہاري قوم اور تمہارے گھرانے میں سے تھا ' لیکن اب تو تمہاري قوم دوسري ھوگئي - تم نے حق اور راستي کي روح پیدا کرکے جو نئي قومیۃ صالحہ پیدا کي ھے ' اب سے وھي تمہاري قوم ' وھي تمہارا گھرانا ' وھي تمہارے اھل ھیں - تمہارا رشتہ صرف اس نئي قوم ھي کا رشتۂ اساس ھونا چاھیے - وہ رشتہ خون اور جسم کا نہیں بلکہ حق اور دعوۃ حق کي روح کا ھے - اسي رشتہ میں منسلک کرکے یہ نئي قوم " دعوۃ نوحي " سے پیدا کي گئي ھے - تمہارے جسماني تعلقات کے جو " اھل " اس قومیت میں داخل نہ ھوے ' وہ تم سے کٹ گئے ' اور تمہاري جگہ " عمل غیر صالح " کي فرزندي میں داخل ھوگئے !

(قوۃ عظیمۂ ضلالت)

اس آیۃ کریمہ میں ایک اور بہت بڑا نکتہ پوشیدہ ھے اور ارباب فکر کو غور کرنا چاھیے -

صدیوں کے مذھبي عقائد ' نسلاً بعد نسل کے پرورش یافتہ رسوم و عوائد ' کسي پوري نسل اور آبادي کے جاگرفتہ اعمال ' اور ان سب سے بھي بڑھکر یہ کہ تقلید و عصبیۃ جاھلیۃ کي بندش ' اور طبیعۃ ثانیۂ انسانیہ کا انجماد ' ضلالۃ انسانیہ کي ایسي مہیب قوتیں ھیں جنکے مقابلے میں سمندر کي قہاري اور پہاڑوں کي صلابت و جسامت بھي کوئي چیز نہیں - سمندر انسان کو غرق کردیسکتا ھے ' مگر اسکي قہاري یہ قوۃ نہیں رکھتي کہ کسي پرورش یافتۂ ضلالت انسان کو ایک چھوٹے سے چھوٹے رواج یا رسم کے چھوڑ دینے پر بھي آمادہ کردے - تم نے دیکھا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے لڑکے کو سیلاب و طوفان نے آ گھیرا اور شفیق باپ بے اختیار پکار اٹھا :

یا بني ارکب معنا و لا تکن مع الکافرین (١١ : ٤٤)

اے میرے نادان بیٹے ! اب بھي وقت ھے - ظالموں کا ساتھہ چھوڑ دے اور ھمارے ساتھہ کشتي میں سوار ھو جا !

مگر دیکھو ' قومي اور جماعتي ضلالت کے اندر کیسا غیر متزلزل جمود ' کیسا غیر متغیر جحود ' کیسي ابلیسانہ جاھلیۃ ' اور کیسي غیر مفتوح بہیمي قوت ھے ' کہ با این ھمہ معائنۂ عذاب و ورود ھلاکت ' وہ باطل پرستي کا رشتہ نہ توڑ سکا ' اور اسي عصیاني گھمنڈ اور کافرانہ تمرد کے ساتھہ اس آخري دعوۃ نجات کو بھي رد کردیا ' جو معائنۂ عذاب سے پہلے اسکے اندر کا ابلیس تھا :

ساوی الی جبل یعصمني من الماء (١١ - ٤٥) .

اگر زمین پر طوفان آگیا ھے تو کوئي ڈرنے کي بات نہیں - میں ابھي کسي پہاڑ کي بلندي پر جا پہونچونگا جو مجھے پاني کي ھلاکت سے بچا لیگا -

یہي چیز ھے جسکو قران نے قساوت قلب ' جحود کفر ' انطباع وجدان ' ضلالت عقل ' شقاوت مبین ' وقر آذان ' غشاوۃ بصر ' غطاء قلب ' ھلاکت عقل ' اماتت فکر ' حجاباً مستورا ' اور صم بکم عمي فھم لا یبصرون ! فرمایا ھے ' اور انساني ضلالت اور فطرۃ صالحہ کے تبدل و تغیر کا یہي وہ مقام ھے جہاں پہنچکر انسان شر الدواب عند اللہ ھوجاتا ھے ' یہي وہ مہر ھے جو انسان کے دل پر جب لگ جاتي ھے تو پھر وہ کبھي حق کیلیے نہیں کھلتا ' اور یہي اس انسان کیلیے جو احسن تقویم پر پیدا کیا گیا تھا ' وہ اسفل سافلین ھے جسمیں گرکر چارپایوں سے بھي بدتر ھوجاتا ھے ' کیونکہ جانور اپني فطرۃ اصلیہ پر قائم رھتا ھے پر انسان نے اپني فطرۃ صحیحہ کو خارج کي ضلالت سے بالکل مسخ کر دیا - پس :

اولئک کالانعام بل ھم اضل ' و اولئک ھم الغافلون -

وہ مثل چارپایوں کے ھوگئے بلکہ انسے بھي زیادہ گم کردہ راہ - یہي وہ بدبخت ھیں جو بصیرۃ سے محروم ھو گئے اور غفلت انکے حواس پر چھا گئي !

اسلیے کہ رسم و رواج ' الف و عادات ' تقالید و خرافات ' ملکي و قومي اثرات و عقائد ' اور نسلاً بعد نسل منتقل ھونے والے عقائد و اعمال

بصائر و حکم

جنگ کا اثر اخـــلاق پر

(۱)

دنیا کے گوشے گوشے میں قوت کا خزانہ پنہاں ہے - بجلي کي رو خاک کے ہرذرے میں موجود ہے - نموٴ کي قوت زمین کے چپہ چپہ میں مخفي ہے - موجوں کا تلاطم ہر دریا کے اندر چھپا ہوا ہے - لیکن یہ قوتیں خود بخود نہیں ابھر تیں ' بلکہ اپنے ظہور کیلیے ایک سخت کشمکش ' ایک سخت مقاومت ' ایک سخت تصادم کي منتظر رہتي ہیں - پس جب کوئي قوت انکو ٹھوکر لگا دیتي ہے ' تو وہ برہم ہوکر اپنے چہرا تابناک سے نقاب اولت دیتي ہیں - حرکت بجلي کے خزانے میں آگ لگادیتي ہے ' سیلاب کي رو زمین کي قوت نموٴ کو ابال دیتي ہے ' ہوا کے جھونکے سطح دریا پر موجوں کا جال پھیلا دیتے ہیں !

* * *

اخلاق بھي ایک قوت ہے جو انسان کے بطون و ارواح میں چھپي ہوئي ہے - لیکن اگر عطر کو شیشي میں بند رکھا جاے تو وہ مشام جان کو معطر نہیں کر سکتا - اوسکي بوے جانفزا بار بار کے ہلنے ہي سے پھیلتي ہے - اسي طرح اگر انسان تمام دنیا سے الگ ہوکر ایک قلۂ کوہ پر عزلت گزیني اختیار کرلے تو اوسکا اخلاقي جوہر ہمیشہ کیلیے پہاڑ کي تاریک غاروں میں چھپ جائیگا - لیکن خدا نے انسان کو اخلاق کي نمائش کرنے ہي کیلیے پیدا کیا ہے - اسي بنا پر انبیاء کرام علیہم السلام نے اپني بعثت کا مقصد تکمیل اخلاق قرار دیا - وہ خود بھي دنیا کے منظر عام پر نمایاں ہوے اور اپني امت کو بھي نمایاں کیا - حضرت موسی علیہ السلام نے اپني امت کي نمائش وادي تیہ میں کي - حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس مقصد کیلیے ایک وادی غیر ذی زرع کو منتخب فرمایا ' اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کائنات عالم کے ہر میدان میں ابنا اور اپني امت کا اسوۂ حسنہ پیش کردیا :

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنہون عن المنکر -	تملوگ دنیا کي ایک بہترین امت ہو جو منظر عام پر نمایاں کیگئي ' کیونکہ تم نیکي کا حکم کرتے ہو ' برائي سے روکتے ہو -
و کذالک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس و یکون الرسول علیکم شہیدا -	اور ہمنے تمکو ایک صاحب عدل و معدلت قوم بنایا تاکہ تم تمام دنیا کے آگے اپنے زبان و عمل سے حق کي شہادت دو ' اور اس شہادت کي روشني صرف اپنے رسول سے اخذ کرو !

اسلام نے اسي اصول کي بنا پر رہبانیت کو ناجائز قرار دیا ' کیونکہ انسان کا اخلاقي جوہر بھي دنیا کي دوسري قوتوں کي طرح تصادم و کشمش ہي کے ذریعہ نمایاں ہو سکتا ہے -

* * *

اللہ تعالی نے چونکہ انسان کو اخلاق حسنہ کا مظہر بنایا ہے جیسا کہ خود فرماتا ہے :

لقد خلقنا الانسان في احسن تقویم -	ہم نے انسان کو ایک بہترین طبیعۃ مرکبۂ عادلہ میں پیدا کیا -

اسلیے اوس نے ایسے اسباب مہیا کردیے جو انسان کے حاسۂ اخلاقي کو ہر وقت نمایاں کرتے رہتے ہیں - اگر ایک شخص گھر میں ہے تو اعزا و اقارب کے تعلقات سے اوسکے اخلاق کا اندازہ کیا جاسکتا ہے - اگر بزم احباب میں ہے ' تو دوستوں کے اختلاط و ارتباط کو اوسکے اخلاق کا معیار بنایا جاسکتا ہے ' اگر وہ کسي بازار میں ہے تو معاملات کے ذریعہ سے اوسکے عیب و ہنر نمایاں ہو سکتے ہیں -

* * *

لیکن جنگ ایک ایسي سخت ٹھوکر ہے ' ایک ایسا سخت زلزلہ ہے ' ایک ایسا سخت دھماکا ہے ' جس سے دنیا کا ایک ایک ذرہ جنبش میں آ جاتا ہے ' اور اسکي تمام قوتیں دفعتاً متحرک ہو جاتي ہیں -

اخلاق بھي ایک عظیم الشان قوت ہے ' اسلیے وہ بھي جنگ سے غیر معمولي طور پر متاثر ہوتا ہے ' اور اوس کے اثر سے انسان کے نظام اخلاق میں ایک نمایاں انقلاب پیدا ہو جاتا ہے - یہي علت ہے کہ اسلام نے اپنے تمام اعمال تربیت کیلیے اخلاقي موثرات میں سے صرف جہاد ہي کو منتخب کیا - کیونکہ اخلاقي انقلاب کا اس سے زیادہ کوئي موثر ذریعہ نہیں ہو سکتا تھا -

* * *

زمانۂ جنگ میں عارضي طور پر انسان کا نظام اخـلاق دفعتاً بدل جاتا ہے - یہاں تک کہ عیب ' ہنر اور ہنر ' عیب ہوجاتا ہے - تجسس ایک سخت بد اخلاقي ہے ' لیکن زمانۂ جنگ میں جاسوسي ایک ہنر خیال کي جاتي ہے ' اور اسکے لیے بہترین قابلیت کے اشخاص منتخب کیے جاتے ہیں - صیانت نفس ہر انسان کا اخلاقي فرض ہے ' لیکن میدان جنـگ میں فرار انتہا درجہ کي بد اخلاقي سمجھي جاتي ہے - محاسن اخلاق میں رحمدلي سے بڑھکر کوئي چیز نہیں ' لیکن صف دشمن میں اوسکي کوئي قدرداني نہیں کي جاتي - غیروں کے حقوق کي حفاظت تمدن و قانون کا بہترین کارنامہ ہے - لیکن زمانۂ جنگ میں قانون ہي غیروں کے ملک کا دوسرے سلطنتوں کے ساتھہ الحاق کردیتا ہے اور مال غنیمت جسطرح وحشي قوموں کیلیے ذریعہ معاش تھا ' اوسي طرح تمدن کا بھي بہترین اندوختہ بنجاتا ہے - امن کي حالت میں عفو و درگذر ' حلم و تحمل ' اپنے اندر ایک اخلاقي مقناطیسي کشش رکھتي ہیں ' لیکن صف جنگ میں طاقت زدہ اور حلم آمیز تبسم سے زیادہ درشت روئي کي قدر کي جاتي ہے - کفایت شعاري نہایت عمدہ چیز ہے ' لیکن میدان جنگ صرف اسراف ہي کے ذریعہ سے فتح ہوسکتا ہے - وفاے عہد کي اخلاقي عظمت کا ہر شخص اعتراف کرتا ہے ' لیکن زمانۂ جنگ میں سیکڑوں بد عہدیاں جائز خیال کي جاتي ہیں - اس قسم کے سیکڑوں اخلاقي عیب و ہنر ہیں جنکي حقیقت زمانۂ جنگ میں بالکل بدل جاتي ہے ' اور ضرورت اونکے بدل دینے کیلیے مجبور کرتي ہے -

* * *

لیکن ابتداء میں دنیا کي ہر چیز عارضي ہوتي ہے جو رفتہ رفتہ مستقل صورت اختیار کرلیتي ہے - عارضي اسباب سے زمین پر پاني کے قطرے گرتے ہیں ' اور آہستہ آہستہ زمین میں سوراخ کرتے جاتے ہیں - یہاں تک کہ ایک دن وہ مستقل گڑھے کي صورت اختیار کرلیتا ہے - ایک پتھر پر آفتاب کي شعاعیں پڑتي ہیں اور وہ اونکا رنگ جذب کرتا جاتا ہے ' یہاں تک کہ ایک دن لعل شب چراغ کے قالب میں نمایاں ہوکر دنیا کي آنکھہ کو خیرہ کردیتا ہے !

انسان کے اخلاق و عادات کا بھي یہي حال ہے - بچہ ماں کے پیٹ سے ایک سادہ شیشۂ دل لیکر آتا ہے جس میں ہر عکس کے قبول کرنے کي صلاحیت ہوتي ہے - دنیا کي جو طاقت آسپر اپنا پر تو ڈالتي ہے ' آہستہ آہستہ اسي اثر کو قبول کرتا جاتا ہے ' اور ایک دن اوسي قوت کا مجموعي اثر اوسکا اخـلاقي دستورالعمل

نه کریں مگر صرف اسي کي' اور سر نه جھکائیں مگر صرف اُسي کیلیئے - یہي **فطرة صالحه دین قیم یعني هدایت انساني کا صحیح** اور مستقیم راسته **هے - پر افسوس** که اس ضلالت اباد انساني میں بڑی تعداد انکي هوگئي **جن پر اس حقیقیة فطریه** سے جہل چھا گیا ! !

لیکن اب غور کرو که اس **دعوة کا اصلي** منشا زیادہ کھلے لفظوں میں کیا هوتا هے ؟ یه که جو کچھه **انسانوں** نے اب تک دیکھا ' اسے آن دیکھا سمجھیں ' جو کچھه انهوں نے **همیشه سنا**' اسے یکسر بھول جائیں ' جو کچھه ابتک انهوں نے **سمجھا اور یقین کیا** ' اس سے یک قلم باهر آجائیں - یه گویا نسلي و قومي **افکار و عقائد** کي ایک خانه ویراني کي پکار هوتي هے ' جو انکے اُس گھر کو اجاڑنا چاهتي هے جسمیں صدیوں تک وہ پلے ' اور ایک نیا گھرانا آباد کرنا چاهتي هے جسکے در و دیوار سے انهیں کوئي الفت نہیں -

یہي وجه هے که جسطرح دعوة و هدایت نے **همیشه** اور هر عہد میں یکساں طور پر اجتهاد فکر و نظر کي پکار بلند کي **هے** ' ٹھیک اُسي طرح انساني ضلالة کي جانب سے بھي **همیشه الف** و عادات اور تقلید آبا و رسوم کے شغف و محبوبیت کا یکساں جواب ملا هے :

وكذالك ما ارسلنا من قبلك في قريـــة من نذير الا قال مترفواها : انا وجدنا آبائنا على امة و انا على اثارهـــم مقتدون (۴۳ : ۲۳)

اے پیغمبر! انسان کي قومي و جمـــاعتي گمراهي کا ظهور کچھه تمهارے هي سامنے ایسا نہیں هے بلکه اوس کا عام اور یکساں حال همیشه ایسا هي رها هے - تمهیں اپنے سے پہلے کوئي بستي ایسي نظر نہیں آئیگي جسمیں الله کے طرف سے ڈرانے والے آے هوں اور اُنهوں نے اپني قوموں کے بڑوں سے یه جواب نه پایا هو که " هم نے تو اپنے باپ دادا کو اسي قومي طریقه پر چلتے پایا اور هم بھي انهي کے طریق پر چلینگے "

پس انسان کیلیے اس تغیر و تجدد سے بڑھکر اور کونسي کٹھن راہ هو سکتي هے ؟ اور کاروبار دعوة و تبلیغ میں اس سے زیادہ یکسر مشکلوں اور صعوبتوں سے بھرا هوا ' عقل برانداز' اور ثبات افگن کام اور کونسا هو سکتا هے ؟

اگر تم اس حالت کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کرو' اور اس کلي تاسیس فکري و عملي کے ایک ایک جزیه کو اپنے سامنے لاؤ' تو تم پاؤگے که کائنات اعمال انساني میں حیرانیوں اور الجھنوں کا یه آخري نقطه هے - محض وہ انساني قوة جو مادہ کي ترکیب و اثرات سے متقوم هوئي هے ' اس کام کے لیے کچھه نہیں کرسکتي ' اور جب تک انساني ضلالت سے لڑنے کیلیے انسان نہیں' بلکه انسانیة سے کوئي ما فوق قوة نه اتر آے' اسوقت تک انساني ضلالت هار نہیں سکتي - اس معرکے میں **ایک طرف تنہا ایک انسان** ' اور دوسري **طرف پوري نسل** ' **پوري قوم** ' **پوري آبادي**' بلکه پوري دنیا هوتي هے - پس اس اسمان کے نیچے کونسي عقل هے جو یه مان سکتي هے که ایک انساني فرد کسي پوری آبادی کو' جو بلحاظ انسانیة کے اس سے مساوی قوة رکھتي اور بلحاظ تعداد کے اس سے هزار چند هے ' محض اپني انساني قوت هي سے شکست دیسکتا هے ؟

ولقـــد سبقت كلمتنا لعبادنا المرسلين ' انهم لهم المنصـــورون و ان جندنا لهم الغالبـــون (۳۷ : ۱۷۱)

اور هم نے اپنے اُن بندوں کیلیے جنکو هم حق کے اعلان اور هدایت کي پکار کیلیے دنیا کے سامنے بھیجتے هیں ' پہلے هي سے یه قانون قرار دیدیا هے که فتح و کامیابي اُنهي کو هوگي -

پس انسانیة سے مافوق قوة ' وہ قوة ربانیه هے جو اُترتي هے ' اور کسي ایک انسان کو اپنا مهبط و مورد بنا کر اسمیں سے اُبھرتي اور اسکے اندر سے چمکتي هے - پھر اس انسان کا هاتھه خدا کا هاتھه هوجاتا هے - وہ اٹھتا هے تو کسي طاقت سے نہیں جھک سکتا :

يد الله فوق ايديهم (۴۸ : ۱۰) **اور اسکا عزم خدا کا عزم بن جاتا هے** پس جب وہ اعداء حق پر تیر افگني کرتا هے تو خدا کہتا هے که میں نے کي :

وما رميت اذ رميت ولكن الله رمي (۸ : ۱۷)

اور جب تونے اے محمد دشمنوں پر تیر چلایا تو دراصل تیرا وجود چلانے والا نه تھا بلکه خود الله' چلا رها تھا !

(عود الی المقصود اور قرباني)

تمهید مندرجهٔ صدر سے تم پر واضح هوگیا هوگا که انسان کی جس اجتماعي ضلالت کا مقابله انبیاء کرام کو کرنا پڑتا هے' وہ اپنے اندر کیسي عظیم الشان اور غیر مفتوح قوة رکھتي هے ؟ اور جب تم نے تاریکي کي طاقت کا اندازہ کرلیا تو اب اسي سے اسکا بھي اندازہ کرلو که ایسي طاقتور تاریکي کے دور کرنے کیلیے کیسي طاقتور روشني مطلوب هے ؟

تم نے دیکھه لیا که دشمن کي **طاقت کا کیا حال** هے ؟ اب سونچو که ایسے قوي دشمن کے هلاک کرنے کیلیے کیسے طاقتور گرز اور کیسے قوي دست و بازو کي ضرورت هے ؟

انبیاء کے آلات و اسلحه مادي نہیں هوتے - مادي ساز و سامان کے لحاظ سے وہ بالکل فقیر و تہي دست هوتے هیں - انکے سازوسامان کے ڈھالنے کا کارخانه دوسرا هے - وہ جن آلات و اسلحه کے ساتھه اس معرکهٔ ضلالة و هدایة میں قدم رکھتے هیں' انمیں اولین حربه " قرباني " کا هوتا هے -

انسان کي اجتماعي حیات یا قومیت دراصل ان تمام عقائد و اعمال کے مجموعه کا نام هے جو نسل و وطن اور متوارث و متواصل علائق نسلي سے ترکیب پاتے هیں - ان انبیاء کرام کا مشن یه هوتا هے که ان تمام نسلي اور قومي امتیازات قدیمه کو مٹا کر' ایک نئے روحاني امتیاز و خصوصیت کي بنیاد پر نئي قومیت پیدا کریں - پس اس بنا پر انکي دعوة کا اولین اسوهٔ حسنه یہي هونا چاهیے تھا که خود بھي نسل و خاندان کے تمام رشتوں کو توڑدیں ' اور اسطرح نسلي قرباني کا طاقتور حربه طیار کریں -

اس قربانی کا اثر انکے تمام کار و بار دعوة میں سب سے زیادہ کارکن هوتا هے - قوم دیکھتي هے که کس طرح داعي الی الحق نے اپنے تمام رشتوں کے گھر کو اُجاڑ دیا ' اور اُسي عمارت کا ایک گوشه بنگیا ' جسکي چھت کے نیچے همیں جگه دے رها هے !

چنانچه انبیاء کرام اور رسل عظام کے اُس سلسلے میں جنهوں نے نئي قومیتوں کي بنیاد رکھي' سب سے پہلے حضرة نوح علیه السلام کي دعوة کا مقام هے' اور چونکه انکي دعوة اسي پہلي قسم کي دعوة تھي' اسلیے ضرور تھا که اس اولین قرباني کا بھي وہ اسوۂ حسنه قائم کرتے -

پس آیة کریمهٔ مندرجهٔ صدر میں جب اُنهوں نے اپنے بیٹے کیلیے خدا کو پکارا ' تو ارشاد هوا که یہاں جسماني رشتے کیلیے کوئي گنجایش نہیں - اگر تمهارا بیٹا عمل صالح کے اس نئے گھرانے میں داخل هوجاتا جسکي تم نے بنیاد رکھي هے' تو وہ تمهارا عزیز تھا - لیکن اُس نے " عمل صالح " کي جگه " عمل غیر صالح " سے رشته جوڑا - پس اب اسکا ذکر بیکار هے ' اور یه بناء قومیت کا وہ ناموس الهي هے جسکا تمهیں علم هونا چاهیے :

قال رب اني اعوذ بك ان اسئلــك ما ليس لي به علم (۱۱ : ۴۹)

حضرة نوح نے عرض کیا : اے میرے پروردگار! میں اپنے ضعف بشري کا اعتراف کرتا هوں اور تیري رحمت و مغفرت میں پناہ لیتا هوں که جس چیز کي حکمت و حقیقت پر میري نظر نه تھي ' میں نے اسکي نسبت تجھسے سوال کیا !

جنگ کا اثر فن روایت پر

(۱)

دنیا درحقیقت موثرات کي ایک رزمگاہ ہے ' جس میں ایک قوت دوسري قوت سے ٹکرا کر فعل و انفعال اور تاثیر و تاثر کا ایک مستقل سلسلہ جاري رکھتي ہے - تصادم قوی کا یہ عام قانون ہے- لیکن کیا ایک دشمن دوسرے دشمن سے نرمي کے ساتھ بھي بغل گیر ہوسکتا ہے ؟

دنیا کا مادہ اس فلسفیانہ سوال کا جواب نفي میں دیتا ہے - مادۂ عالم قوت کے بل پر قائم ہے - قوت کسي سے جھک کے ملنا نہیں جانتي - وہ ہمیشہ ابھرتي ہے ' اور ابھر کے دوسري قوت سے ٹکراتي ہے - اس کشمکش و مقاومت کا فیصلہ بھي قوت ھي کي شدت و ضعف پر ہوتا ہے - اگر وہ ضعیف ہے تو خود چور چور ہوجاتي ہے - قوي ہے تو اپنے حریف کو پاش پاش کردیتي ہے -

لیکن کبھي کبھي ایسا بھي ہوتا ہے کہ میزان عدل دونوں کے توازن کو مساویانہ حیثیت سے قائم رکھتا ہے - اس حالت میں وہ ایک قوت سے کچھ لے لیتا ہے اور دوسرے کو کچھ دیدیتا ہے - پس صلح بھي جنگ ھي کے سلسلہ میں داخل ہے - بلکہ جنگ کي ایک خاص شکل کا نام ہے - اسلام چونکہ دنیا کے تمام مواد و قوی کے توازن کو صحت و عدالۃ کے ساتھ قائم کردینے کیلئے آیا تھا ' اسلیے اوس نے جنگ کي اسي مخصوص شکل کو منتخب کرلیا :

و لولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض ' لفسدت الارض ' و لکن اللہ ذو فضــل علي العالمین (۲ : ۲۵۲)	اور اگر خدا ایک جماعت کو دوسري جماعت کي مدافعت کي قوت نہ دیتا تو دنیا برباد ہوجاتي - لیکن خدا تو تمام نظام عالم کو

اسکي تمام احتیاجات و ضروریات بخشنے والا ہے ' اسلیے اوس نے تمام دنیا پر قوت کو تقسیم کردیا -

چنانچہ شریعۃ الاھیہ نے دنیا کي میزان عدل کو جس نظام پر قائم رکھا ہے ' وہ قوت ھي کي مساویانہ تقسیم کے بل پر قائم ہے :

و لولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض ' لھدمت صوامع و بیع و صلوات و مساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا (۲۲ : ۴۱)	اگر خدا ایک جماعت کو دوسري جماعت کي مدافعت کي قوت ندیتا تو حق اور صداقت کا دنیا میں کوئي محافظ نہ رہتا اور

خدا پرستي مظلوم ہوکر فنا ہوجاتي - شریعت کي تعلیم گاہیں اور معبد منہدم ہوجاتے ' صلواۃ الہي کا ادا کرنا جرم بن جاتا ' اور وہ تمام مسجدیں اجڑ جاتیں جن میں خداے واحد کا بار بار ذکر کیا جاتا ہے !

جہاد اسلامي کي حقیقت اسي صلح بزور جنگ کي ایک زندہ مثال ہے- لیکن اسوقت ہمکو جنگ کے اون نتائج سے بحث نہیں جو دنیا کے توازن کو قائم رکھتے ہیں ' بلکہ صرف تصادم قواء کے عام اثرات سے بحث کرنا چاہتے ہیں -

(۱)

دنیا کي ہر قوت اگرچہ ٹکرا کر کوئي نہ کوئي نتیجہ ضرور پیدا کرتي ہے ' لیکن تصادم قواء کا سب سے زیادہ ہیبت انگیز منظر جنگ کي صورت میں دنیا کے سامنے نمایاں ہوتا ہے - دنیا کي ہر مادي قوت اگرچہ انفرادي حیثیت سے ہمیشہ سرگرم کارزار رہتي ہے ' لیکن اجتماع و تعاون (یعنی باہم جمع ہوکر ایک دوسرے کي مدد کرنا) صرف انسان ھي کا مخصوص جوہر ہے ' اور اسي مدني خصوصیت کي بنا پر اوس نے تمام دوسري قوتوں کو زیر اثر کرلیا ہے - دنیا کے معرکہ کارزار میں بھي اوسکي یہ اجتماعي شان نظر آتي ہے - اسي کے ذریعہ وہ دنیا کے سامنے اوس اجتماعي قوت کي ایک عام نمایش کرسکتا ہے جو کیف و کم ' دونوں میں تمام دوسري قوتوں کا ایک مرکب سمجھي گئي ہے - اسلئے اوسکے تصادم کا مجموعي اثر بھي ہر قوت سے شدید تر ' اور مختلف ہوتا ہے - دوسري قوتیں صرف ایک مادہ یا ایک قوت پر اثر ڈال سکتي ہیں لیکن انساني جنگ کا دائرۂ اثر غیر محدود ہوتا ہے - وہ عقائد پر ' اخلاق پر ' لٹریچر پر ' مذہب پر ' تمدن پر ' جان پر ' مال پر ' غرض عالم ہستي کے ایک ایک ذرے پر اثر ڈالتي ہے ' اور اوس اثر کو اور اسکے مسلسل نتائج و عواقب کو ایک مستقل یادگار کي صورت میں ہمیشہ کیلئے چھوڑ جاتي ہے -

لیکن دنیا کي نگاہیں مادہ پرست ہیں اسلیے وہ جان و مال کي مرثیہ خواني میں اپني دوسري متاعوں کو بھول جاتي ہیں - البتہ ایک تیز حقیقت بیں نگاہ خون کي رنگین چادروں سے گذر کر جب عقائد ' اخلاق ' لٹریچر ' تمدن ' غرض ہر چیز کو ٹٹولتي ہے ' تو اوسکو اس قتل عام میں رنج و مسرت ' دونوں کے سامان ہاتھ آتے ہیں - وہ دیکھتي ہے کہ جنگ نے مفتوح قوم کے عقائد ' مذہب ' اخلاق ' لٹریچر ' اور تمدن کو بالکل برباد کردیا اور اِس ماتم کبری پر ایک آنکھ آنسو بہانا چاہتي ہے - لیکن دوسري آنکھ اِس پر راضي نہیں ہوتي کہ اصلي خزانہ ابھي باقي ہے - اوس کو اگرچہ مفتوح قوم نے کھودیا ہے لیکن دنیا نے نہیں کھویا - وہ دنیا ھي میں ہے - البتہ مفتوح قوم کي جیب سے نکل کر فاتح کے دامن میں منتقل ہوگئي ہے - و لنعم ما قیل :

> زغارت چمنت بر بہار منتہاست
> کہ گل بدامن ما دستہ دستہ مي آید

لیکن فن روایت پر جنگ کا اثر اِس سلسلہ سے بالکل مختلف پڑتا ہے - ہر جنگ ایک سلسلہ روایت پیدا کردیتي ہے جو مفتوح کے دماغ سے نکل کر فاتح کي جیب میں نہیں جاتا بلکہ دونوں کا سرمایہ اونھیں کے پاس رہ جاتا ہے - اِسلیے بظاہر فن روایت کو جنگ کے عام اثر سے بالکل محفوظ رہنا چاہیے -

(۲)

لیکن کیا درحقیقت اوس کا دامن خون کے دھبوں سے بالکل پاک ہے ؟

بن جاتا ہے - انسان کے اخلاق کا سب سے بڑا مظہر عادت ہے - لیکن یہ ملکہ بھي کسي فعل کے متواتر عمل میں لانے ھي سے پیدا ہوتا ہے -

اس عالمگیر قدرتي اصول کي بنا پر جن قوموں کو جغرافیانہ حالات ' تمدني ضروریات ' اور قومي خصوصیات ہمیشہ جنگ کیلیے تیار رکھتي ھیں ' وہ اپني زندگي کا ایک بڑا حصہ میدان جنگ ھي میں بسر کرتي ھیں - یہي عارضي نظام اخلاق اونکا مستقل اخلاقي دستورالعمل بن جاتا ہے ' اور وہ ان اخلاقي خصوصیات میں تمام دنیا سے ممتاز خیال کي جاتي ھیں - ترکوں کي جنگ جوئي عام طور پر ضرب المثل ہے :

جذں بربند صبر از دل کہ ترکاں خوان یغما را !

* * *

زمانہ جنگ میں جن اخلاق و عادات کو ناگزیر خیال کیا جاتا ہے ' اون میں بہت سے ایسے ھیں جنسے بلاتکلف بے نیازي حاصل ہوسکتي ہے - جنگ کیلیے اگرچہ جاسوسي ایک ضروري جزو ہے' لیکن جاسوس فوج کے ضروري اجزاء نہیں ہوتے - میدان جنگ میں کبھي کبھي دشمن پر رحم بھي کیا جاسکتا ہے - فقر و فاقہ کي حالت میں بھي جنگ جاري رکھي جاسکتي ہے' اور دولت کي نازش اوسکے لیے چنداں ضروري نہیں - لیکن "شجاعت" ایک ایسي چیز ہے جو جنگ کي حقیقت میں داخل ہے' اور اگر کوئي شخص میدان جنگ میں عزم و استقلال کے ساتھہ کھڑا رہنا چاہتا ہے ' تو اوسکو سب سے پہلے اپنے دلوں میں اسکي سنہري زنجیر ڈال لیني چاھیے -

جن قوموں کو کسي اتفاقي ضرورت سے لڑنا پڑتا ہے ' اگرچہ اونکے لیے بھي شجاعت نہایت ضروري ہے ' لیکن جو قومیں ہمیشہ لڑتي بھڑتي رہتي ھیں' اون میں شجاعت کا ایک مخصوص ملکۂ راسخہ پیدا ہوجاتا ہے - وہ خاص طور پر اس وصف میں دوسري قوموں سے ممتاز خیال کي جاتي ھیں -

مرد عورتوں سے زیادہ بہادر ہوتے ھیں - اسکي وجہ یہ ہے کہ اونکو اپني جان و مال کي حفاظت کیلیے مختلف لوگوں سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے ' یہي کشمکش اونکے جذبات شجاعت کو زیادہ نمایاں اور مستحکم کردیتي ہے

جن اگر متمدن اور وحشي قوموں کا مقابلہ کیا جاے تو اون میں بھي مرد اور عورت کي سي نسبت نظر آئیگي - متمدن قوم ایک عظیم الشان شہر کي چاردیواري میں محصور رہتي ہے - اوسکو خارجي خطرات کا بالکل ڈر نہیں رہتا - شہر کے اندر پولیس حفاظت کرتي ہے - وہ امن و سکون کي حالت میں آرام کي نیند سوتي ہے - اسطرح رفتہ رفتہ اوسکي قوت دفاعي بیکار ہوجاتي ہے اور شجاعت کے جذبات مردہ ہوجاتے ھیں -

جن ایک بدوي کي حالت اس سے بالکل مختلف ہے - وہ کھلے ہوے میدان میں رہتا ہے ' اور اپني تمام چیزوں کي حفاظت خود ھي کرتا ہے - چور ' ڈاکو ' غنیم ' اوسپر حملہ کرتے ھیں ' اور وہ صرف اپني قوت بازو سے انکو دفع کرتا ہے - اسلیے اوسکے جذبۂ شجاعت کو ہمیشہ ٹھوکر لگتي رہتي ہے ' اور اس سنگ چقماق سے ہمیشہ شرارے نکلتے رہتے ھیں - اسکا لازمي نتیجہ یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے پہلو میں ایک گرم دل ' اور دل میں گرم خون کا ایک بڑا ذخیرہ رکھتا ہے - یہي خون اوسکي رگوں میں ہر وقت حرکت پیدا کرتا رہتا ہے ' اور وہ ایک معمولي سي صدا پر میدان جنگ کي طرف روانہ ہوجاتا ہے -

عرب جس نے قیصر و کسریٰ کے تخت و سلطنت کو دفعتہ الٹ دیا ' اسي قسم کي شجاعت کا مرکز تھا - یہاں تک کہ زمانۂ جاھلیت میں بہادروں کا ایک خاص طبقہ پیدا ہوگیا تھا جو ہمیشہ گھوڑے کي لگام زنار کي طرح اپنے گلے میں آویزاں رکھتا تھا اور ہر وقت میدان جنگ کیلیے پا برکاب رہتا تھا - فارسي لٹریچر میں "پا برکاب" کے استعارے کو بھي جنگ ھي کي عاجلانہ مستعدیوں نے پیدا کیا ہے -

* * *

لیکن کبھي کبھي صرف ایک ھي ممتد اور عظیم الشان جنگ اس قسم کي مستقل شجاعت پیدا کردیتي ہے ' اور فتح و ظفر کي نشاط انگیز مسرت اس آتش سیال کو اور بھي دوآتشہ بنا دیتي ہے - آج ھمیں کئي قومیں ایسي نظر آتي ھیں جو اگرچہ ہمیشہ مصروف جنگ نہیں رھیں ' لیکن صرف ایک ھي فاتحانہ جنگي اقدام ' یا ایک ھي بامراد معرکۂ قتال نے انکو ایک مستقل اور دائم و قائم جنگي قوم بنا دیا ہے !

تاتاریوں کي مشہور شجاعت بھي اوسي عالمگیر طوفان کي ایک موج ہے جو ساتویں صدي میں تمام دنیاے اسلام میں پھیل گیا تھا ' اور بعد کي صدیوں میں ہجوم اعداء نے اوسکو اور بھي مستقل کردیا -

* * *

اس مستقل شجاعت کا اثر صرف میدان جنگ ھي میں ظاہر نہیں ہوتا ' بلکہ زندگي کے ہر شعبۂ عمل میں اوسکي جھلک نظر آتي ہے - وہ تمام قوم میں ایک حرکت پیدا کردیتي ہے جو اوسکے تمام قواء خفتہ کو بیدار رکھتي ہے - جرمني کي جنگ پرستي کا نشہ فرانس و بلجیم کے میدانوں سے زیادہ برلن کے کارخانوں ' کالجوں ' عام بازاروں میں نظر آیا تھا -

قواء کا یہ نشاط قوموں کي افزائش نسل پر بھي نمایاں اثر ڈالتا ہے - یہي وجہ ہے کہ شیر کي اوبھرنے والي بہادرانہ قوت جب ایک پنجرے میں قید کردي جاتي ہے تو اوسکا شجاعانہ نشاط فنا ہوجاتا ہے' اور اوسکے توالد و تناسل کا سلسلہ بالکل منقطع ہو جاتا ہے -

اسکے برعکس بزدل قوم قلیل النسل ہوتي ہے - یہي وجہ ہے کہ ایک مدت کي غلامي کا افسردہ کن امن مفتوح قوموں کو فنا کردیتا ہے -

* * *

لیکن ایک ھي قوت متضاد نتائج بھي پیدا کرسکتي ہے - پاني کي طغیاني اگر سطح دریا پر موجوں کے سر پر غرور کو بلند کردیتي ہے تو بہت سے سر اوٹھانے والے کنگرے اوسکي رو میں پست بھي ہوجاتے ھیں - اسلیے جنگ اگر ایک قوم کے جذبۂ شجاعت کو ہمیشہ کیلیے اوبھار دیتي ہے ' تو دوسري قوم کو ہمیشہ کیلیے بزدل بھي بنادیتي ہے - شخصي حالتوں میں بھي یہ بزدلي نمایاں طور پر نظر آتي ہے *

انگلستان کے مشہور فلاسفر ٹامس ہوب نے اپني بزدلي کي یہ وجہ بتائي ہے کہ وہ جس زمانے میں اپني ماں کے پیٹ میں تھا ' انگلستان کو اسپینش لوگ جنگ و غارتگري کي دھمکیاں دیتے رہتے تھے اور اونکي فوجیں عموماً ساحل انگلستان کا چکر لگایا کرتي تھیں - اس وقت تمام انگلستان کے ساتھہ اوسکي ماں بھي اضطراب و خوف میں مبتلا تھي - اوسکے اضطراب عصباني نے بچے میں یہ بزدلي پیدا کردي !

انگلستان کے سلاطین قدیم میں یعقوب ثاني سخت بزدل تھا - اسکي یہ وجہ بتائي جاتي ہے کہ اسکي ماں نے سخت مصیبت و اضطراب کي حالت میں زندگي بسر کي تھي اور اوسکا قدرتي اثر اوسکے بچے پر بھي پڑا تھا -

(البقیۃ تتلي)

> فـــی الحـــدیث عن عساکر الدول التي لعهدهم او قـــربیاً منـــه ' و تفارضوا فی الاخبـــار عن جیوش المسلمین او النصـــاری' او اخـــذوا في احصـــاء اموال الجبایات و خـــراج السلطان و نفقات المترفین و بضائع الاغنیاء الموسرین ' توغلوا فی العدد و تجاوزوا حـــدود العوائد و طاوعـــوا وساوس الا غـــراب ' فـــاذا استکشفت اصحاب الدوارین عن عساکرهم ' و استنبطت احوال اهل الثـــروة في بضائعهـــم و فـــوائدهـــم ' و استجلدت عوائد المترفین فی نفقاتهم ' لم تجد معشار ما تعـــدونه ' و ما ذالک الا لولوع النفس بالغرائب وسهولة التجاوز علی اللسان و الغفلـــة علی المتعقب و المتنقد ' حتی لا یحاسب نفسه علی خطاء و لا عمـــد و لا یطالبها فی الخبر بتوسط و لا عدالة ' و لا یرجعها الی بحث و تفتیش ' فیرسل عنانـــه ' و یسیـــم فـــي مراتع الکذب لسانه ' و یتخذ آیات الله هزوا ' و یشتري لهو الحدیث لیضل عن سبـــیل الله ' و حسبک بها صفقة خاسره - (مقـــدمه ابن خلدون - ص - ۱۱)

زمانے کے بادشاهوں کي فوجوں کے متعلق روایت کرتے هیں ' یا مسلمانوں اور نصاری کي فوجوں کے اجتماع کا ذکر کـــرتے هیں - یا مالگذاري اور خراج کي رقوم اور دولت مند لوگوں کے مصارف ' اور متمول لوگوں کے مالي سرمایه کي مقدار بیان کرتے هیں تو اونکي تعداد میں نهایت مبالغه آفریني کرتے هیں' اور عادت جاریه سے آگے بڑه جاتے هیں اور عجائب پسندي کے وسوسوں کے آگے سر تسلیم خم کر دیتے هیں - لیکن جب تم خود متعلقین صیغهٔ جنـــگ سے اونکي فوجوں کا حال دریافت کرو' اور دولت مندلوگوں کي دولت کے نتائج اور ثمرات کے ذریعـــه اونکي دولت کا اندازه کرو ' اور دولت مندوں کے مصارف پر اس حیثیت سے نظر ڈالو که اس معامله میں امراء کي عام عادت کیا هے ؟ تو جو تعداد ان مورخین نے بیان کي هے ' اوسکا عشر عشیر بهي تمکو هاتهه نه آئیگا - یه مبالغه آفریني اسلیے کي جاتي هےکه نفس انساني عجائبات کا شیدائي هے ' ایسي باتیں آساني سے مشهور هوسکتي هیں - لیکن اس قسم کے مورخ یه بهول جاتے هیں که آینده زمانے میں لـــوگ ان روایتوں کي نقد و تحقیق بهي کرینگے- اسلیے وه اپني خطا پر یا اپني دانسته غلط بیانیوں پر اپنے نفس کا جائزه نهیں کرلیتے- نه اوسکو روایت کي معتدل راه پر لے جاتے هیں اور نه اوسکوتحقیق کي طرف مائل کرتے هیں - بلکه وه بالکل مطلق العنان بنجاتے هیں - اپني زبان کو جهوٹ کے مرغزاروں میں چراتے هیں ' خدا کي نشانیوں کو هنسي مذاق بنا لیتے هیں ' اور لغو باتوں کي ایک دکان لگا دیتے هیں تاکه خدا کي سیدهي راه سے دنیا کو گمراه کریں - لیکن افسوس یه کیسي ناکامیاب [illegible]ت هے ! !

علامه موصوف نے اس قسم کي روایتوں کي متعدد مثالیں دي هیں اور اونپر مختلف حیثیتوں سے نقد کیا هے - اونهوں نے اگرچه ان اصول سے چند خاص روایتوں هي کے انتقاد میں کام لیا هے لیکن یه ایسے اصول هیں که عموماً هر فوجي نقل و حرکت کے نقد و تحقیق روایات میں اون سے کام لیا جا سکتا هے -

علامهٔ موصوف کي چند پیش کرده مثالوں کو هم یهاں نقل کرتے هیں :

(۱) مسعودي مورخین اسلام میں بڑے پایه کا مورخ شمار کیا جاتا هے - لیکن اوس نے بنو اسرائیل کي فوج کي تعداد (جو فرعون کے مقابله کیلیے جمع هوئي تهي اور جسکو وادي تیه میں خود حضرت موسی علیه السلام نے شمار کیا تها) ۶ لاکهه بتائي هے - یه وه لوگ تهے جنکو خاص پابندیوں کے ساتهه منتخب کیا گیا تها - یعنے هر سپاهي کي عمر ۲۰ برس سے متجاوز تهي اور وه جسماني حیثیت سے معرکه جنگ میں شریک قتال هوسکتا تها -

ایک خوش اعتقاد شخص اس روایت کو بآساني قبول کرلیگا ' لیکن اسپر مختلف حیثیتوں سے نظر ڈالني چاهیے :

(الف) عموماً فوج کي تعداد کا تناسب ملک کي وسعت کے ساتهه تعلق رکهتا هے' جسکي وجه یه هے که فوجي مصارف کا بار اوسي ملک پر هوتا هے جس کي وه حفاظت کرتي هے - اسلیے فوج اور سامان جنگ کي وسعت کا اندازه صرف ملک کي اقتصادي حالت هي سے هو سکتا هے ' لیکن مصر اور شام کي وسعت اور اونکي اقتصادي حالت اس عظیم الشان فوج کے مصارف کي متحمل نهیں هوسکتي تهي -

(ب) اصول جنگ کے مطابق میدان جنگ میں فوج کي ترتیب اسطرح کي جاتي هے که ایک صف کو دوسري صف سے اعانت ملتي رهے اور نقل و حرکت کیلیے میدان میں کافي وسعت موجود هو' لیکن کوئي میدان اس سر زمین میں ایسا ثابت نهیں هوتا جو ۶ لاکهه فوج کي گنجایش رکهتا هو اور اصول جنگ کے مطابق اوسمیں فوج کي ترتیب و تنظیم قائم کي گئي هو -

(ج) حضرت موسی علیه السلام اور اسرائیل کے درمیان چار پشتیں گذري تهیں جسکي کل مدت صرف دو سو دس برس تهي - لیکن چار پشت کے عرصے میں کوئي خاندان اس قدر وسیع نهیں هوسکتا که بچوں ' عورتوں ' بوڑهوں اور مریضوں کے علاوه ۶ لاکهه سپاهي پیدا کر دے -

(د) دنیا میں ایرانیوں کي سلطنت نهایت وسیع اور عظیم الشان سلطنت تهي جس نے درفش کاویاني کے سایے میں دنیا پر هزاروں برس حکومت کي - لیکن قادسیه کي جنگ میں (جب که اوسکي موت و حیات کا فیصله هو رها تها) اوس نے اپني فوجي طاقت کي سب سے بڑي اور سب سے آخري نمائش کي ' تاهم اسکي فوجي قوت ایک لاکهه ۲۰ هزار سے متجاوز نه تهي - پس حضرت موسی کے فوج کي تعداد اس سے زیاده کیونکر هو سکتي هے ؟

(۲) مورخین کا بیان هے که زمانهٔ قدیم میں ملوک یمن عموماً افریقه اور بربر پر حمله کیا کرتے تهے - سلاطین یمن میں افریقش بن قیس کے متعلق کہا جاتا هے که وه جب بربر کي جنگ سے واپس آ رها تها تو قبائل یمن میں قبیله حمیر وهیں ره گیا ' مغرب کي قوموں میں کتـــامه اونهي کي اولاد سے هیں - لیکن بربر کے تمام اهل نسب اس سے انکار کرتے هیں - سلاطین یمن میں ذالاذعار کي نسبت مشهور هے که وه موصل ' آذربیجان ' ایران ' روم ' ماوراء النهر ' سمرقند ' اور چین وغیره پر حمله کر چکا تها اور ان میں بهت سے ممالک اوسکے زیر نگیں هو گئے تهے - لیکن ان روایتوں کا ایک حرف بهي صحیح نهیں هے - حسب ذیل دلائل پر غور کرو :

سلاطین یمن جزیره عرب میں رهتے تهے ' اور صنعا اونکا دارالسلطنت تها ' لیکن جزیرهٔ عرب کو تین طرف سے سمندر محیط تها - صرف سویس کا ایک راسته کهلا تها جس سے کوئي فوج مغرب کي طرف نقل و حرکت کر سکتي تهي - لیکن سویس اور بحر شام کا راسته جن صوبوں میں سے هوکر گذرتا تها ' وه عمالقه ' کنعان ' اور قبط وغیره کي زیر حکومت تهے ' اور جب تک کوئي فوج ان سے معرکه آرا نه هولیتي ' ان راستوں میں سے هوکر گذر نهیں سکتي تهي - لیکن کسي تاریخ سے ثابت نهیں هوتا که سلاطین یمن نے ان قوموں سے کبهي بهي جنگ کي - یمن سے مغرب تک کي مسافت

اصلي ماتم اِسي سوال سے شروع هوتا هے -

امن و صلح کے زمانه میں هر چیز سے خون کا دهبه چهڑادیا جاتا هے ' لیکن صرف تاریخ هي ایک ایسي چیز هے جس کا دامن مبالغه آمیز اور مصنوعي طریقه پرخون سے رنگین کیا جاتا هے - جنگ تاریخ کے چهره کو سب سے زیاده زخمي کر دیتي هے - جنگ کا جو اثر مذهب ' اخلاق ' تمدن ' اور لٹریچر وغیره پر پڑتا هے ' وہ درحقیقت قوت کے ایک مخصوص وصف امتیازي کا نتیجه هوتا هے - قوت کبهي دبکر رهنا نهیں چاهتي - وہ همیشه دوسروں کو دبانی رهتي هے - قوت کي اِس نمود نے اِنسان کو بالطبع نمود پسند بنا دیا هے - اسلیے وہ اپنے کارناموں کو همیشه دنیا کے سامنے ایک نئے آب و رنگ کے ساتهه پیش کرنا چاهتا هے - جنگ اپنے پاس اِس کا بڑا ذخیره رکهتي هے جنگ میں اظهار فخر و غرور کے دو متضاد مواقع عموماً پیش آتے هیں اور دونوں جگه مبالغه آمیزي و مرعب کاري مختلف شکلیں اختیار کرلیتي هے -

جنگ کا ایک منظر تو وہ هوتا هے' جب ایک فریق کي تعداد نهایت قلیل هوتي هے لیکن دوسري طرف سے فوج کا ایک ٹڈي دل اُمڈتا هوا چلتا هے - اِس صورت میں اگر یه کثرت ' قلت پر غالب آجاے تو اُس کے فتح و ظفر کي داستان کسي مزید تعلیل و توجیه کي محتاج نهیں هوتي - اُس وقت صرف یهه کهدینا کافي هوتا هے که ننکا سیلاب کے مقابلے میں کیونکر ٹهر سکتا تها ؟ لیکن کبهي کبهي نتیجه اِسکے برعکس هوتا هے' ایک تنها قوت بهت سي عظیم الشان قوتوں پر غالب آ جاتي هے :

و کم من فئة قلیلة	کتني هي کم تعداد و کم قوة جماعتیں هیں
غلبت فئة کثیرة	جو اپنے سے بڑي بڑي جماعتوں پر غالب
(۲ : ۲۴۹)	آگئیں' جبکه الله کي نصرة نے انکا ساتهه دیا -

تو اُسوقت دنیا کے اِس اصول موضوعه کي مخالفت کرني پڑتي هے' اور اِس غیر متوقع کامیابي کے پیدا کرده علل و اسباب بتانے پڑتے هیں - یهه کام درحقیقت فلسفه کا تها ' لیکن وہ اپنے فرائض صرف رواق افلاطون کے ایک گوشے هي میں ادا کرسکتا هے - چونکه یه سوال میدان جنگ میں کیا گیا هے اِسلئے قوت هي اُس کا جواب دیتي هے ' اور اپني شجاعت اور دشمن کي بزدلي کي مبالغه آمیز داستان سرائي کرنے لگتي هے - یهیں سے فن تاریخ کا وہ زخم نمایاں هونے لگتا هے جو آگے چلکر اسکے جسم حقیقت و واقعیت کا ناسور بن جاتا هے !

[۳]

اشخاص کي شجاعت کے کارنامے اس سے بهي زیاده مبالغه آمیز صورت اختیار کر لیتے هیں -

عرب میں ایک بهادر شخص سباع (درنده جانور) کے لقب سے مشهور هوگیا - چونکه یه لفظ کسي تاریخي کارنامهٔ شجاعت پر دلالت کرتا تها ' اسلیے آگے چل کر اسکي وجه تسمیه کے متعلق ایک تاریخي بحث پیدا هوگئي - فن روایت نے اسکي یه وجه بتائي که وہ اس قدر بهادر تها که " جب اسکي بکریوں کے گلے میں شیر یا بهیڑیا آ جاتا تها تو اس زور سے ڈانٹتا تها که انکا کلیجه پهٹ جاتا تها اور وهیں تڑپ کر مر جاتے تهے - چونکه شیر وغیره کو عربي میں سبع کهتے هیں اسلیے اس شجاعت کي یادگار میں اهل عرب نے اسکو " سباع " کا خطاب دیدیا "

لیکن اس روایت پر یه جرح کیگئي که " عموماً بکریاں نهایت کمزور اور ضعیف القلب هوتي هیں ' حتی که بزدلي کا ماخذ لغوي بهي وهي هیں' اس بنا پر اگر اس شخص کي مهیب آواز سے بهیڑیے یا شیر کا دل پهٹ جاتا تها تو بکریاں اس کے اثر سے کیونکر زنده بچ جاتي تهیں ؟ " اسکا جواب یه دیا گیا که " اوسکي قلب افگن آواز شیر کیلیے بالکل ایک نئي آواز هوتي تهي اسلیے اسکا متحمل نهیں هوسکتا تها - لیکن بکریاں اسکي عادي هوگئي تهیں - عادت فطرت کو بدل دیتي هے " (۱) یه جواب گو صحیح بنا لیا جاے تاهم ظاهر هے که اس روایت میں بهت کچهه مبالغه کا رنگ بهرا گیا اور اصلیت سے قطعاً بعید هے -

[۴]

لیکن اظهار شجاعت کا ایک دوسرا شریفانه طریقه هے جسکو اهل عرب کي فخر پسند طبیعت نے ایجاد کیا تها - مفتوح قوم یا مغلوب شخص کي بزدلي کے اظهار سے اگرچه فتح و ظفر کي فلسفیانه توجیه و تعلیل هوجاتي هے ' لیکن اخلاقي حیثیت سے ایک مرده قوم یا بزدل شخص پر غالب آ جانا فاتح کیلیے کوئي قابل فخر چیز نهیں - اس بنا پر اهل عرب نے اپني شجاعت کے اظهار کا یه طریقه اختیار کیا تها که پہلے دشمن کي بهادري کي نهایت فیاضي کے ساتهه داد دیتے تهے - پهر آخر میں صرف اتنا کهدیتے تهے که " هم نے ایسے غیور ' کریم النفس' اور دلیر شخص کو میدان جنگ میں پچهاڑ دیا " اس مدح سے درحقیقت اپني هي شجاعت کا اظهار مقصود هوتا تها -

دشمن کے فضائل و مناقب کے اظهار و اعتراف میں اگرچه بهت زیاده فیاضي نهیں کي جاتي تهي ' تاهم چونکه اسکا ثمرهٔ فتح بهي فاتح هي کو ملتا تها' اسلیے یه طریقه بهي غلو و اغراق سے خالي نه تها - چنانچه اهل عرب نے بهي اس کمزوري کو محسوس کیا اور افراط و تفریط کے ان دونوں دائروں سے الگ هوکر قصیده کي ایک مستقل قسم پیدا کي جسکو " منصفات " کهتے هیں - ان قصائد میں انصاف و صداقت کے ساتهه فریقین کے کارنامے بیان کردیے جاتے تهے - لیکن دنیا میں صداقت اور انصاف کبریت احمر سے بهي زیاده نایاب هے اسلیے اگرچه ابو تمام نے حماسه کے انتخاب میں عرب کے تمام مجموعهٔ اشعار کو کهنگال ڈالا ' لیکن اسکو اس سلسلے میں صرف دو هي قصیدے هاتهه آئے - قصیده کي اس مستقل صنف سے ثابت هوتا هے که عرب کا جنگي لٹریچر با وجود واقعیت پسندي کے مبالغهٔ و غلو سے خالي نه تها -

[۵]

جن لڑائیوں میں فوج کي تعداد کم هوتي هے ' انکي قوت میں اعانت غیبي کے غیر واقعي ذریعه سے بهي اضافه کیا جاتا هے ' اور قدیم زمانے کي مذهبي جنگوں کي تاریخ کا یه ایک دلچسپ باب هے جو مبالغه و غلو کے ساتهه انسان کي عجائب پسندي اور زود اعتقادي کا کافي ذخیره اپنے ساتهه رکهتا هے - دنیا کي عام مذهبي تاریخوں میں اس قسم کے واقعات بکثرت مل سکتے هیں - چونکه فتح و ظفر کا فیصله کثرت هي پرکیا جاتا هے ' اسلیے جماعت کي تعداد همیشه مبالغه آمیز طریقه سے غیر محدود دکهائي جاتي هے - شجاعت اگرچه ایک روحاني جوهر هے لیکن وہ دنیا کو محسوس شکل میں دکهائي نهیں جاسکتي - صرف اسکے نتائج هي نظر آ سکتے هیں - لیکن دنیا نتائج پر کب نظر رکهتي هے ؟ البته فوجوں کے ٹڈي دل کا نظاره هر آنکهه دیکهه سکتي هے اسلیے غیر محقق مذهبي تاریخیں عموماً دنیا کو اسیکا منظر دکهاتي هیں - علامه ابن خلدون نے مقدمه میں اسپر ایک عمده نظر ڈالي هے :

و قد تجــد الکافــة من	اور همارے تمام همعصر مورخین
اهل العصــر ' اذا افاضوا	جب اپنے زمانے یا اپنے قریب کے

(۱) الکامل للمبرد

مسلمانوں سے بالکل صدر و سند نہیں ہوئے تھے - اونکے معتقدات و عادات کا ابھی کوئی اندازہ بھی نہیں ہوا تھا ' اسلئے بعض واقعات ایسے پیش آئے جس نے خطرناک بدگمانیاں پیدا کردیں -

مثلاً بنو مصطلق تمام احکام اسلام کا مطیع ہوچکا تھا - آنحضرت (صلعم) نے ولید بن عقبہ کو اوسکے یہاں صدقہ کا مال وصول کرنے کیلئے بھیجا - اون لوگوں کو خبر ہوئی تو استقبال کیلیے جمعیت عظیم کے ساتھہ آگے بڑھے - لیکن ولید کے دل میں بدگمانی پیدا ہوگئی - وہ سمجھے کہ یہ لوگ لڑنے کیلئے آ رہے ہیں - چنانچہ وہیں سے پلٹ آئے - آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کو خبر دی کہ وہ لوگ دائرۂ اطاعت سے باہر ہوگئے - آپ نے اونپر حملہ کرنے کا ارادہ کیا ' لیکن اسپر یہ آیت نازل ہوئی :

یا ایہا الـــذین آمنـــوا ان جاءکم فاسق بنبـاء فتبینوا ان تصیبوا قوما بجہالۃ فتصبحوا علی ما فعلـــتم نادمین -	مسلمانو! اگر تمہارے پاس ایک فاسق کوئی خبر لیکے آئے تو خوب تحقیق کرلو - ایسا نہ ہو کہ اوس خبر کی بنا پر غلطی سے کسی قوم کو نقصان پہنچا دو اور آخر میں اس پر نادم ہونا پڑے -

مفسرین کرام کو اس شان نزول پر یہ شبہہ ہے کہ غلطی کی بنا پر ولید بن عقبہ جیسے جلیل القدر صحابی کو فاسق نہیں کہا جا سکتا - لیکن اس آیت کا تعلق درحقیقت اونکی ذات کے ساتھہ مخصوص نہیں ہے - خدا نے ایک عام اصول کے طور پر بتا دیا ہے کہ جب زمانۂ جنگ میں خود مسلمان غلطی کرسکتے ہیں تو فاسق لوگوں کی روایتوں کو تو اور احتیاط سے قبول کرنا چاہیـــے -

یہ بھی ممکن ہے کہ ولید بن عقبہ کو کسی شریر شخص نے اس استقبال کے متعلق غلط خبر دی ہو اور اوسکو اقدام و ہجوم کی شکل میں دکھایا ہو ' اس بنا پر خدا نے اوسی شخص پر فاسق کا اطلاق کیا - بہرحال ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ جنگ کے متعلق روایتوں کو نہایت احتیاط کے ساتھہ قبول کرنا چاہیـــے -

یہی وجہ ہے کہ صحاح ستہ میں غزوات اسلامیہ کا ذکر نہایت سادہ ' مختصر ' اور خالی از مبالغہ طریقہ سے کیا گیا ہے اور ابن اسحاق وغیرہ کی روایتیں بالکل حذف کردیگئی ہیں - اسیلیے جہاں تک غزوات اسلامیہ کا تعلق کتب حدیث سے ہے ' دنیا کی کوئی تاریخ صحت کے لحاظ سے اوسکی نظیر نہیں پیش کرسکتی - بلا شبہہ یہ محدثین کرام کا بڑا احسان ہے کہ اونہوں نے خون کی چادروں کو چاک چاک کرکے واقعات کے ایک ایک ذرے کو جمع کیا ' اور پھر اس قدر صاف کردیا کہ اونپر خون کا اب ایک دھبہ بھی نظر نہیں آتا - ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم

النـــوم

نیند کی حقیقت

[۱]

و جعلنا نومکم سباتاً (۷۸ : ۱۰)

اعضاء انسانیہ میں ہر عضو کا وظیفۂ طبیعیہ مختلف ہے - آنکھہ دیکھتی ہے ' کان سنتا ہے ' ہاتھہ چھوتا ہے ' ناک سونگھتی ہے ' زبان چکھتی ہے ' دماغ سونچتا ہے ' وغیرہ وغیرہ - انہی وظائف کے اختلاف سے ان اعضاء کے ملذذات و مرغوبات میں بھی اختلاف پیدا ہو جاتا ہے - آنکھہ خوشرنگ پھولوں سے لطف اوٹھاتی ہے - کان کو نغمہ ہاے شیریں خوشگوار معلوم ہوتے ہیں - ہاتھہ نرم اور چکنی سطح پر پھسلنا چاہتا ہے - ناک کو نوشبو عطر سے مسرت حاصل ہوتی ہے - زبان کو غذاے لطیف سے ذوق ہے - دماغ دل خوش کن خیالات سے جی بہلاتا ہے - لیکن ہدو و سکون اور آسائش و راحت خدا کی ایسی نعمتیں ہیں ' جن کے ساتھہ تمام اعضاء کو یکساں دلبستگی ہے -

بظاہر انسان کے بعض متیقظ (بیدار) اعضاء ہمیشہ اپنے وظائف میں سرگرم عمل رہتے ہیں دل ہمیشہ متحرک رہتا ہے - شرائین کی حرکت ہمیشہ جسم میں تروتازہ خون پہونچایا کرتی ہے - آلات تنفس کبھی معطل نہیں رہتے - لیکن درحقیقت ان کو بھی سکون و آرام کی ضرورت ہوتی ہے - چنانچہ نبض کا ہر وقفہ دل کے غیر منقطع سفر کی منزل ہے جہاں وہ آرام لیتا ہے شرائین کے اعمال بھی ہمیشہ یکساں سرگرمی کے ساتھہ جاری نہیں رہتے بلکہ اون میں بھی کمی و بیشی ہوتی رہتی ہے ' اور اسوقت ان نازک رگوں کی دوڑ دھوپ بھی خدا کے اس فیض عام سے متمتع ہوتی ہے !

نیند اسی ہدوتام اور سکون کامل کا نام ہے ' اسلیے وہ اعضاء انسانیہ میں ہر عضو کو محبوب ہے ' اور اسقدر محبوب کہ اسکے لطف وصل کو رشک و رقابت منغص نہیں کرسکتے ' پس اوس سے ہر عضو ایک ساتھہ فائدہ اوٹھاتا ہے - یہی وجہ ہے کہ بستر خواب سے اوٹھنے کے بعد تمام قواء جسمانیہ کی تجدید ہو جاتی ہے - جسم کے جو پرزے چلتے چلتے گھس گئے تھے ' وہ اپنی اصلی حالت پر آ جاتے ہیں ' اور تمام اعضاء ایک مسرت تازہ ' ایک نشاط نو ' ایک انبساط جدید سے مسلح ہوکر اپنے وظائف طبیعیہ کیلیے از سرنو تیار ہوجاتے ہیں :

الم یروا انا جعلنا الیـــل لیسکنوا فیـــہ و النہـــار مبصـــرا ' ان فی ذالــک لآیـــات	کیا حکمت و ربوبیت کی اس نشانی کو نہیں دیکھتے کہ ہم نے تاریکی کو تو رات قرار دیا ' تا انسان سوے اور راحت و سکون پاے ' پر دن کو روشن کیا تاکہ وہ سکون کی جگہ حرکت میں بسر ہو - بلاشبہ ارباب ایمان و یقین کیلیے

اسقدر طویل ہے کہ خود کوئي سلطنت اپنے ملک سے فوج کیلیے سامان رسد بہم نہیں پہونچا سکتي - اسلیے خواہ مخواہ انہي صوبوں سے رسد کا سامان بہم پہونچانا پڑتا ہوگا - یا لوٹ مار کي ضرورت ہوتي ہوگي - پس جب تک یہ تمام صوبے فتح نہ کرلیے جائیں ' مغرب تک اس فوج کي رسائي ہو ہي نہیں سکتي -

(٦)

علامۂ ابن خلدون نے اقوام قدیمہ کي مذہبي تاریخوں اور قصص کے متعلق جو نقد کیا ہے ' اس سے صرف تاریخ اسلام مستثنی ہے اسلام کو اپنے ظہور کے ساتھہ ہي فتنہ و فساد في الارض کے دفع اور حق و سعادت کے دفاع کیلیے تلوار کھینچني پڑي اور ان غزوات کے وقائع خود قرآن حکیم نے جابجا بیان کیے ہیں - بلاشبہہ ہم کو ان میں اللہ کي غیبي نصرۃ و اعانت کے نزول و ظہور ' اور تعداد قلیل کے مجمع کثیر پر غلبہ و فتح کے اعلانات نظر آتے ہیں - لیکن اقوام عالم کے مذہبي قصص کي طرح نہ تو ان میں انسانوں کے سوا کوئي اور مخلوق مصروف پیکار ہوتي ہے ' اور نہ دیوتاؤں اور انکے پرستاروں کے عجیب الخلقۃ غول نظر آتے ہیں - البتہ ملاء اعلی کي وہ مقدس قوتیں اور ملائکہ قدس کے وہ غیر مجسم و غیر متحیز طاقتیں جو انسان سے باہر نہیں بلکہ خود اسکے اندر ہي پیدا ہوتي اور نشو و نما پاتي ہیں ' وہ ابھرتي ہیں ' اور چند فقیر و بے سروسامان مظلوموں کو دشمنوں کے طاقتور و متکبر صفوں پر بالآخر غالب کردیتي ہیں :

بلی ان تصبروا و تتقـــوا ویاتوکم من فورهم هذا یمددکم ربکم بخمســة آلاف من المـــلائكــة مسومین و ما جعله الله الا بشری لکم و لتطمئن قلوبکم به' وما النصر الا من عندالله العزیز الحکیـــم (٣ : ١٢١)

ہاں بیشک' اگر تم میدان جنگ میں ثبات و استقامت کے ساتھہ جمے رہو اور اللہ کو حاضر و ناظر یقین کرکے صرف اسي کا خوف اپنے اندر رکھو' اور ایسي حالت میں دشمن یکایک تم پر چڑھہ آئیں' تو ذرا بھي گھبرانے کي بات نہیں - تم یقین کرو کہ خدا تمہیں چھوڑ نہ دیگا - وہ پانچ ہزار ملائکہ مسومین سے تمہاري مدد کریگا '

اور یہ اللہ نے صرف اسلیے کیا تاکہ تمہارے لیے بشارت ہو اور تمہارے دلوں میں کامل تسلي آجاے ' اور یقین رکھو کہ فتح و نصرت نہیں ہے مگر صرف اللہ ہي کے طرفسے -

(٧)

لیکن زمانۂ جنگ کا اثر صرف فوجي نقل و حرکت کي مبالغہ آمیز روایتوں ہي تک محدود نہیں رہتا ' بلکہ اخلاق و مذہب تک متعدي ہو جاتا ہے !

اسلام کي تاریخ میں اس قسم کي متعدد مثالیں مل سکتي ہیں - ہرقل نے جب ابو سفیان کو اپنے دربار میں طلب کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے متعلق مختلف سوالات کیے تو وہ اگرچہ مجبوراً کسي سوال کے جواب میں صداقت کے دائرہ سے ہٹ نہ سکا ' تاہم جب ہرقل نے آنحضرت کي پابندي عہد کے متعلق دریافت کیا تو چھپي ہوئي عداوت ابھر آئي اور بارجود علم و یقین کے آپ کے وفاے عہد کا صاف صاف اقرار نہ کرسکا - چنانچہ ابو سفیان نے اسکے جواب میں کہا :

نحن في مدة لا ندري ما هو فاعل فیها (بخاري) — اس وقت تو صلح کا زمانہ ہے ' کیا معلوم کہ وہ اپنے عہد کو وفاداري اور پابندي کے ساتھہ نباہینگے بھي یا نہیں -

ابوسفیان آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے دوسرے فضائل پر بھي پردہ ڈالنا چاہتا تھا - لیکن آفتاب پر کیونکر خاک ڈالي جاسکتي تھي؟ اسلیے فریب کا موقع صرف اسي سوال کے جواب میں ملسکا اور اسکو خود اس کا اعتراف ہے :

لم تمکني کلمة ادخل فیها شیئا غیر هـــذه الکلمة (بخاري) — مجھکو بجز اس بات کے کسي دوسري بات کے اضافہ کرنے کا کہیں موقع ہي نہ ملا -

جنگ ہي کي تخصیص نہیں' معمولي بغض و عداوت بھي روایت کي حیثیت بدل دیتي ہے اور ایک دشمن کے مثالب و معائب کا اثر اسکے دوسرے دشمن پر عام لوگوں سے مختلف ہوتا ہے -

(٨)

غرضکہ ان تمام حقائق سے ثابت ہوتا ہےکہ جنگ کا زمانۂ پر آشوب بالخصوص فن روایت کے اختلال و بے اثري کا ایک ایسا عہد مشئوم ہوتا ہے جب تاریخ و وقائع نگاري کي حقیقت بالکل معدوم ہوجاتي ہے ' نفس انساني کي تمام کمزوریاں پوري طرح کام کرنے لگتي ہیں' اور فن روایت اس عہد میں آکر بالکل بیکار ہو جاتا ہے -

محدثین اسلام نے اگرچہ ان روایتوں کے متعلق کوئي جدید قاعدہ وضع نہیں کیا ' بلکہ جرح و تعدیل کے جو عام اصول ہیں انہیں کو ان روایتوں کا بھي معیار قرار دیا ' لیکن قرآن مجید نے ان روایتوں کي طرف خاص اعتناء کي ہے ' اور ان کے قبول کرنے سے جابجا ممانعت کي ہے -

جنگ کے زمانے میں بغض و انتقام کے جذبات مشتعل رہتے ہیں ' اور جماعت کا دماغي اضطراب ہر قسم کي رطب و یابس روایتوں کو ڈھونڈھتا رہتا ہے اور اسکو نہایت آساني سے قبول کرسکتا ہے - اس بنا پر جن روایتوں میں کسي فریق کے بغض و انتقام کي علانیہ جھلک نظر آتي ہے' انکے متعلق قرآن نے علم حکم دیدیا کہ ان روایتوں کي تحقیق کي ضرورت ہي نہیں - اس قسم کے تمام موقعوں پر راویوں کي ثقاہت و عدم ثقاہت سے کوئي بحث نہیں کرني چاہئے - بلکہ سنتے کے ساتھہ ہي شدت کے ساتھہ انکار کردینا چاہیے -

چنانچہ منافقین نے جب حضرت عائشہ صدیقہ رضي اللہ عنہا کو متہم کیا اور آنحضرت نے مختلف ذرائع سے اوسکي تحقیق کي اور جب اسپر بھي تسکین نہ ہوئي تو ایک مہینے تک وحي الہي کا انتظار کیا ' تو اسوقت خدا نے حضرت عائشہ کي براءت میں دس آیتیں نازل فرمائیں - ایک آیت میں اس روایت کي تحقیق پر عام طور پر اظہار عتاب بھي فرمایا :

لولا اذ سمعتموه ظن المومنون والمومنت بانفسهم خیرا و قالوا هـــذا افک مبین (٢٤ : ١٢) — تم لوگوں نے اس واقعہ کے سنتے کے ساتھہ ہي محض اعتماد نفس کي بنا پر اور اپنے ساتھہ نیکي کا گمان کرکے کیوں یہ نہیں کہدیا کہ یہ تو کھلي ہوئي تہمت ہے -

اس آیت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ایک فریق کي خباثت اخلاق اور دوسرے فریق کے طہارت نفس کا اثر بھي روایتوں پر پڑتا ہے' اور چونکہ زمانہ جنگ میں اس قسم کے خبیثانہ اخلاق کے نتائج کا ظہور عموماً ہوتا رہتا ہے ' اس لیے اس قسم کي روایتوں کے متعلق کسي قسم کي تفتیش و تحقیق کي ضرورت ہي نہیں - اصلاً ان پر کان دھرنا ہي نہیں چاہیے -

(٩)

بغض انتقام کا اثر ایک دوسري صورت میں بھي نمایاں ہوتا ہے- جنگ کے بعد جب مفتوح قوم فاتح کے زیر اثر ہوجاتي ہے تو ایک مدت تک باہم اعتماد قائم نہیں ہوتا اور بات بات میں بدگمانیاں پیدا ہوتي رہتي ہیں -

اسلام بھي اس عالمگیر اصول سے مستثنی نہ تھا - اس نے عرب کے مختلف قبائل کو مسخر کرلیا تھا ' لیکن اب تک وہ

(كيـمـيـاوي تحقيق)

اسي طرح كيمسٹري كے اصول و قواعد نے نيند كي جو حقيقت بتائي هے وہ ان خيالات سے كهيں زيادہ دلچسپ اور وقيع هے - انسان كا جسم درحقيقت ايک ترين هے جو هر وقت چلتي رهتي هے - ليكن جب كوئله ختم هوجاتا هے اور اوسكي جگه انجن ميں راكهه بهر جاتي هے تو اوسكو مجبوراً رک جانا پڑتا هے - يهي حال انسان كے دماغ كا هے - جب تک اوسكو ايندهن ملتا رهتا هے اور اوس ميں راكهه بهرنے نهيں پاتي' اوسوقت تک اپنے وظائف طبعيه ميں سرگرم رهتا هے - ليكن جب ايندهن وغيرہ ختم هوجاتا هے اور اسي جگه فضلات جمع هوجاتے هيں تو انجن كي طرح وہ بهي دفعتاً رک جاتا هے' اور اسي كو هم خواب شيريں كے نام سے تعبير كرتے هيں -

اعصاب دماغيه اپنے وظائف عمليه ميں هميشه دو جزء كے محتاج هوتے هيں : آكسيجن اور كروماتوفيل - اسليے دماغ آكسيجن كا ايک معتدبه ذخيرہ هميشه جمع كرتا رهتا هے' اور جسطرح استيشن پر كوئله پاني لينے كيليے گاڑي ٹهر جاتي هے' بعينيه اوسي طرح دماغ بهي آكسيجن جمع كرنے كيليے ايک خاص وقت ميں سو جاتا هے - اسليے نيند درحقيقت اوس توشۂ و استعداد كا نام هے جسكو انسان كا دماغ اپنے سفر كيليے كرتا هے -

كروماتوفيل كي كافي مقدار هميشه خلاياء عصبيه ميں جمع رهتي هے اور نيند اس خزانے ميں اور زيادہ اضافه كرديتي هے' ليكن رياضت شديدہ اور اعمال شاقه اوسكو فنا كرديتے هيں - يهي وجه هے كه سخت محنت كے بعد انسان كو نهايت گهري نيند آتي هے -

تجارب عمليه بهي اوسكي تائيد كرتے هيں - ايک ايسے شخص كے دماغ كا تجربه كيا گيا جو مدت سے نهيں سويا تها - معلوم هوا كه اوسكا دماغ كروماتوفيل سے بالكل خالي هے -

ليكن انسان جب سرگرم عمل رهتا هے تو صرف يه اجزا فنا هي نهيں هو جاتے جو دماغ كے انجن كا كوئله هيں' بلكه جسقدر فنا هوتے هيں' اوسي نسبت سے اوس ميں فضلات بهي پيدا هوتے رهتے هيں - كوئله جس قدر جلتا هے' اوسي قدر انجن ميں راكهه بهرتي جاتي هے -

حالت عمل بيداري كے اندر اگرچه دماغ ميں اور بهي متعدد قسم كے زهر آلود فضلات پيدا هوتے رهتے هيں ليكن انكي حقيقت اسوقت تک غير متعين هے - ابتک صحيح طور پر صرف كاربونيک گيس كا علم هو سكا هے جو سخت محنت كي حالت ميں بكثرت پيدا هوجاتا هے - اِس بنا پر نيند درحقيقت آكسيجن اور كروماتوفيل كي قلت' اور كاربون كي كثرت توليد كا نتيجه هے -

نيند كي حقيقت كے متعلق يهي آخري مذهب هے جو قابل صحت تسليم كيا جاتا هے اور همارے روزانه تجارب بهي بظاهر اِسكي تائيد كرنے كے ليے تيار هيں - هر شخص كو صاف نظر آتا هے كه وہ دہقان جو دن بهر هل جوتتا رهتا هے' اوس شهري سے زيادہ نيند كا لطف اوٹهاتا هے جو لهو و لعب ميں اپنے وقت عزيز كو ضائع كرديتا هے -

ليكن يه مذهب بهي ابهي تک شكوک و اعتراضات سے خالي نهيں هے - اعمال كيمياويه كے تمام نتائج لازمي هوتے هيں مثلاً كوئله كے ختم هونے اور انجن ميں راكهه بهر جانے كے بعد گاڑي فوراً رک جاتي هے - اور پهر اِس حالت ميں اور كوئي طاقت اوسكو نهيں چلا سكتي - ليكن هم ديكهتے هيں كه بهت سے لوگوں كو سخت محنت كے بعد بهي اضطراري نيند نهين آتي حالانكه دماغ آكسيجن اور كروماتوفيل سے خالي هو گيا هے اور اوس ميں كاربون بهر چكا هے - علاوہ بريں سخت محنت كے بعد بهي قصداً جاگنے كي هر شخص قدرت ركهتا هے' حالانكه اعمال كيمياويه كا اثر اضطراري هوتا هے - اس سے بهي قوي تر اعتراض يه هے - كه اگر يه مذهب صحيح هے تو اوسكا اثر خواب و بيداري كے اوقات پر بهي پڑنا چاهيے - مثلا اگر ايک شخص آدهي رات كو سويا هے تو اوسكے يه معني هيں كه اوسكے پانچ گهنٹه پهلے اوس كے دماغ ميں آكسيجن اور كروماتوفيل كي جگهه كاربون كا وہ ذخيرہ جمع هو گيا هے جو نيند كا اصلي سبب هے - ليكن اب سونے كے پانچ گهنٹے كے بعد هي نيند كاربون كے اون تمام اجزا كو فنا كرديگي جو نيند سے پانچ گهنٹے پهلے پيدا هو گئے تهے اور انكي جگه آكسيجن اور كروماتوفيل كے اجزا پيدا هو جائينگے جو بيداري كي علت هيں - اس بنا پر اوس شخص كو پانچ گهنٹے كے بعد هي بيدار هو جانا چاهيے - حالانكه هر شخص كا تجربه اسكے خلاف شهادت ديگا -

(آخر ترين تحقيقات)

بعض علماء نے اس آخري مذهب پر بهي قناعت نهيں كي اور تحقيق مزيد كيليے دوسرے تجارب بهي جمع كيے هيں - چنانچه اونهوں نے چند كتوں كو ايک مدت تک بيدار ركها ليكن نه تو اونكے جسم كي حرارت ميں كوئي كمي پيدا هوئي' نه كاربون كے اجزاء ميں كسي قسم كا اضافه هوا' اور نه هي آكسيجن كي توليد ميں كوئي نماياں فرق نظر آيا - خون كي رطوبت اور اسكي كميت و كيفيت بهي اپني اصل حالت پر قائم رهي - البته دس دن كے بعد كتوں كي يه حالت هوگئي كه اون كے اعصاب بالكل بے حس تهے اور كسي قسم كے اسباب خارجيه كا انپر اثر نهيں پڑتا تها - اس حالت نے اونكے اعصاب ميں ايک ايسا اضطراري تموج پيدا كرديا تها جو كسي دوسرے ذريعه سے پيدا نهيں كيا جا سكتا تها - جب وہ سوگئے اور پهر بيدار هوے تو يه تموج عصبي بالكل زائل هوگيا تها -

اب سوال يه هے كه اس دماغي اضطراب كا سبب كيا هے ؟ تكان يا فضلات رديه كي توليد ؟ اگر اس اضطراري نيند كا سبب خون كي كميت و كيفيت' اسباب خارجه كا اثر' يا وہ فضلات رديه هيں جنكو اوپر كے تمام مذاهب ميں نيند كا سبب بتايا گيا هے' تو هم انكو آلات كے ذريعه دوسرے حيوانات كے دماغ تک پهونچا سكتے هيں' اور اگر نيند انكا لازمي نتيجه هے' تو اونكو سو جانا چاهيے حالانكه تجربه اسكي مخالفت كرتا هے -

چنانچه ايک كتے كو چند دنوں تک بيدار ركهكر اوسكے جسم كا خون دوسرے كتے كے جسم ميں حقنه كے ذريعه پهونچايا گيا - اگرچه اس احتقان سے اوس كتے كي دوسرے دماغي كيفيات و آثار ميں اختلاف پيدا هوا' ليكن خواب و بيداري پر اسكا كوئي اثر نهيں پڑا - اسليے خون كي كميت و كيفيت نيند كا سبب نهيں هوسكتي -

ليكن اس اختبار پر بظاهر يه اعتراض هوسكتا تها كه نيند كا تعلق دماغ كے ساتهه هے' اس بنا پر تمام جسم كا خون اس مسئله كا قطعي فيصله نهيں كر سكتا - اس شبهه كے ازاله كيليے انهوں نے ايک ايسے كتے كے دماغ كا خون جو چند دنوں بيدار ركها گيا تها' ايک ايسے كتے كے دماغ ميں پهونچايا جس كے اعصاب ميں بيداري نے كسي قسم كا تغير پيدا نهيں كيا تها - خون پهونچنے كے ساتهه هي اوس كتے كو نيند آ گئي - اس تجربه سے صاف ثابت هوتا هے كه نيند كا سبب خون يا فضلات رديه نهيں بلكه وہ سيال مادہ هے جو مبدء اعصاب كے اطراف ميں پهيلا هوا هے -

ليكن سوال يه هے كه اوس مادہ كي حقيقت كيا هے ؟ قوانين فطرت نے ابهي تک اس راز كو اپنے خزانه ميں محفوظ ركها هے -

لقوم یومنون — اس اختلاف لیل و نہار اور اسکے اثرات میں حکمت ربانی کی بڑی ہی نشانیاں ہیں !
(۲۷ : ۸۷)

(حقیقت نوم)

" ضرورت اختراع و ایجاد کی ماں ہے " اسلیے انسان کا دماغ ہمیشہ اپنے راحت و آسایش کے علل و اسباب کی جستجو میں سرگرم رہتا ہے - ادویۂ و عقاقیر کے خواص و آثار اسی ضرورت نے دریافت کیے - اکتشافات حدیثہ کے گنجینۂ پنہاں کی وہی کلید بردار ہے - زمین کے نشیب و فراز کو اسی نے ہموار کیا - کل جو جنگل تھا وہی آج باغ ارم نظر آتا ہے ! کل جن میدانوں میں درندوں کے بھٹ تھے ' آج وہی متمدن انسانوں کا مسکن ہے ! دریا کی سطح جو کل تک تلاطم خیز طوفان برپا کر رہی تھی ' آج انسان نے خود اوسکو مسخر کر لیا ہے ! کل تک جو چیزیں پردۂ غیب کا چھپا ہوا راز سمجھی جاتی تھیں ' آج وہ افسانۂ بزم و انجمن ہیں ! لیکن یہ ایک عجیب بات ہے کہ " نیند " کی حقیقت اور اوسکے علل و اسباب کا قلعہ ضرورت کی اس فاتحانہ عقدہ کشائی سے ابتک محفوظ ہے - جسطرح وہ اوسوقت غیر متعین تھے جب ایک وحشی انسان غفلت کی نیند سو رہا تھا ' اوسی طرح وہ اب بھی مجہول و مشتبہ ہیں جب کہ ایک متمدن انسان اکتشاف و اختراع کی دھن میں رات رات بھر جاگا کرتا ہے !! وما اوتیتم من العلم الا قلیلا !

زمانۂ قدیم میں اسکی جستجو بیکار تھی کہ وہ خواب غفلت کا زمانہ تھا - لیکن اس بیداری کے زمانہ میں بھی اب تک اوسکی کوئی تسکین بخش تحدید نہیں کیگئی - جدید دور اکتشاف کے علم برداروں نے اسکے متعلق جو کچھہ تحقیق و تفتیش کی ہے وہ " اضغاث احلام " سے زیادہ قابل وقعت نہیں ہے - تاہم منزل مقصود کا اڑتا ہوا غبار بھی شوق جستجو کی رہنمائی کرسکتا ہے - اسلیے ہمکو اس افسانۂ خواب و خیال سے کم از کم لطف سماع تو ضرور اوٹھا لینا چاہیے -

(کمیت و کیفیت دموی)

دور جدید کے بعض علماے قدیم کا خیال تھا کہ نیند خون کی اوس کثرت مقدار کا نتیجہ ہے جسکی رو لیٹنے سے انسان کے دماغ میں دفعتاً پہونچ جاتی ہے - خون کی اسی حرارت کا نتیجہ ہے کہ انسان سوتے وقت گرمی کے احساس سے کپڑا اوتار ڈالتا ہے -

لیکن تجارب عملیہ اس خیال کی تائید نہیں کرتے ' بلکہ اسکے برعکس ثابت ہوتا ہے کہ نیند کی حالت میں دماغ کی معمولی مقدار خون بھی کم ہوجاتی ہے -

ایک شخص بچپن کے زمانے میں سر کے بل گر پڑا تھا ' ہڈی کے ٹوٹنے سے اوسکی پیشانی پچک گئی تھی - لیکن جب وہ سوتا تھا تو اوسکی پیشانی کا یہ پچکا ہوا حصہ اور بھی گہرا ہوجاتا تھا اور جاگنے کے بعد اوبھر آتا تھا - پس اگر دماغ حالت خواب میں بہ نسبت بیداری کے خون کی غیر معمولی مقدار سے لبریز ہو جاتا تو نتیجہ بالکل برعکس ہوتا -

زیادہ کد و کاوش کی ضرورت نہیں - ہر شخص معمولی حالتوں میں اسکے خلاف تجربہ کر سکتا ہے - انسان اکثر گھنٹوں چت لیٹا رہتا ہے - اس حالت میں نہ اوسکو نیند آتی ہے اور نہ دماغ میں کسی جدید کیفیت کا احساس ہوتا ہے - یہی وجہ ہے کہ بعض علماء نے بالکل اسکے برعکس راے قائم کی ہے - اونکا خیال ہے کہ حالت خواب میں دماغ خون کے معمولی حصۂ رسدی سے بھی محروم ہوجاتا ہے - اور چونکہ خون ہی دماغ کی غذا ہے جس میں وہ عمل کرتا ہے اور اوسی کی حرارت کے ذریعہ فضلات دماغیہ کو تحلیل کرسکتا ہے ' اسلیے خون کی اس قلت مقدار کی وجہہ سے نہ تو اوسکو خود خون کے اجزاء میں کسی عمل کی ضرورت پیش آتی ہے اور نہ وہ اوسکے ذریعہ فضلات ہی کو دفع کرسکتا ہے - بلکہ بالکل بیکار ہوجاتا ہے اسی تعطل و بیکاری کا نام نیند ہے -

لیکن درحقیقت یہ خیال بھی قابل وثوق نہیں - تجارب سے ثابت ہوتا ہے کہ سونے کے ساتھہ ہی دفعتاً انسان کے دماغ میں معمولی مقدار سے زیادہ خون کی ایک رو پہونچ جاتی ہے - یہی وجہہ ہے کہ نیند کی حالت میں انسان کا چہرہ سرخ ہو جاتا ہے ' اور چہرے کی سطح ظاہری بھی کسیقدر اوبھر آتی ہے -

بعض علماء نے آلات کے ذریعہ سے ایک آدمی کے دماغ میں خون کی مقدار زیادہ پہونچائی اور پھر اوسکو کم کیا ' تو معلوم ہوا کہ نیند پر خون کی کمی یا بیشی کا کوئی اثر نہیں پڑتا -

ان دونوں خیالوں کا دار و مدار تمامتر اسپر تھا کہ نیند کا سبب خون کے مقدار کی کمی بیشی ہے - لیکن بعض علماء کے نزدیک خون کی مقدار کا کوئی اثر خواب و بیداری پر نہیں پڑتا - بلکہ خون کی کیفیت میں جو تغیرات ہوتے رہتے ہیں وہی نیند کی علت ہیں - کبھی کبھی خون میں اسقدر حرارت اور روانی پیدا ہو جاتی ہے کہ دماغ اوسپر قابو نہیں پاتا ' اور حرارت خون کی وجہہ سے دماغ کے اعصاب کی رطوبت خشک ہو جاتی ہے - اس بنا پر دماغ کو جو چیز عمل پر آمادہ کرتی تھی وہی اوسکو بیکار کردیتی ہے ' اور اسی تعطل کا نام نیند ہے -

ان علماء نے مختلف علائم و آثار سے اسکی تائید کی ہے - وہ کہتے ہیں کہ انھی تغیرات دمویہ کی وجہ سے جب انسان گہری نیند سے اوٹھتا ہے تو اوسکا چہرہ تمتمایا ہوا نظر آتا ہے اور اوسکی جلد میں بھی ایک اوبھار سا پیدا ہو جاتا ہے -

بعض علماء کا خیال ہے کہ اعصاب کے جال نے تمام اعضاء انسانیہ کو دماغ کے ساتھہ مربوط کردیا ہے - لیکن کبھی کبھی ایک خاص کیفیت عصبانیہ دماغ و اعضاء کے ان ارتباطات و تعلقات کو منقطع کردیتی ہے جو دماغ و اعضاء میں حرکت پیدا کرتے رہتے تھے - ان تعلقات کے منقطع ہونے سے تمام جسم انسانی معطل ہوجاتا ہے - اسی کا دوسرا نام نیند ہے - لیکن اب تک اسپر کوئی یقینی دلیل قائم نہیں ہوئی ہے البتہ دوسرے علماء نے اس کے قریب قریب یہ راے ظاہر کی ہے کہ جن اعصاب کا وظیفۂ طبیعیہ تمام جسم میں خون کا پہونچانا ہے اون میں اسباب خارجیہ تغیرات پیدا کرتے رہتے ہیں ' اور یہی تغیر خواب ہوتا ہے - البتہ یہ ضرور ہے کہ ان اسباب کو عموماً نشاط افزا ہونا چاہیے - یہی وجہہ ہے کہ نرم بستر کے دیکھنے کے ساتھہ ہی نیند آجاتی ہے اور شور و غل ہمکو دفعتاً بیدار کردیتا ہے - قصوں کے سننے سے ' بستر پر لیٹنے سے ' بچوں کو تھپکیاں دینے سے اسی لیے نیند آجاتی ہے - کیونکہ یہ اسباب اعصاب میں ایک خوشگوار اور لطیف تموج پیدا کردیتے ہیں -

درحقیقت اس راے کا سلسلہ بھی اون لوگوں کے خیال سے جاکر مل جاتا ہے جو دماغ میں خون کی کمی کو نیند کا سبب قرار دیتے ہیں - کیونکہ ان تمام موثرات خارجہ سے اعصاب میں ایک قسم کا سکون پیدا ہوتا ہے جو دوران خون کی سرعت کو کم کردیتا ہے - لیکن ان تمام مذاہب کا رد (جو خون کی کمیت و کیفیت کو نیند کی علت قرار دیتے ہیں) ایک دوسرے عملی تجربہ نے کردیا ہے - شام میں دو توام بچے پیدا ہوے - ان میں سے ایک بیدار رہتا تھا اور دوسرا اوسی حالت میں سوتا تھا ' حالانکہ دونوں کے خون کا ظرف ایک دوسرے سے متصل تھا - اگر خون کی کمیت و کیفیت اسکا سبب ہوتی تو دونوں کی حالت خواب و بیداری میں ضرور تلازم ہوتا -

جس خطائے اجتہادی کا ارتکاب کیا' حقیقت میں اوس سے خود بنائے اسلام ہی متزلزل ہوگئی - اکبر اور پھر اورنگ زیب کی احمقانہ سیاست جنوبی ہندوستان کی ایک ایک اسلامی ریاست کو نگل گئی اور جس جامعیت و اتحاد مملکت کی غرض سے یہ کوشش کی گئی تھی' وہ بھی حاصل نہ ہوئی - جبکہ دور و دراز صوبوں کیلیے وسائل و ذرائع سفر و خبر مفقود تھے' تو انکا کسی بعید مرکز سے پیوستہ ہونا تقریباً ناممکن تھا - نتیجہ یہ ہوا کہ غیر اسلامی قوتیں موقع پاکر ابھر آئیں اور خود مسلمان ہی مٹ گئے -

مسلمانان شمالی ہند عموماً جب اسلامی ہند کے عہد زریں کا تذکرہ کرتے ہیں' تو آگرہ اور دھلی کا نام بے اختیار اونکی زبان سے نکل جاتا ہے اور پھر خاموش ہوجاتے ہیں - لیکن شاید اونہیں معلوم نہیں کہ اسکے بعد ہی بیجا پور' احمد آباد' احمد نگر' گولکنڈہ' دولت آباد وغیرہ آثار باقیۂ اسلامیہ کو عالم ہونے کا فیصلۂ تاریخی اون کے عہد اسی نامی ہے -

(امارت بیجاپور)

امارت بیجا پور دکن کا ایک زبردست قطعۂ ملک تھا جو اب احاطۂ بمبئی پریزیڈنسی کا ایک جز ہے - شہر بیجا پور اس اسلامی ملک کا پایۂ تخت تھا - اب تک اپنی عمارات کی حیثیت سے ثانی ہے ، جو اسلامی سے اسکی [illegible] کی عظمت [illegible] ہے - انگریزی تاریخوں میں بیجا پور کا لقب دکن کا تدمر Palmyra ہے - اس تدمر دکن کی تاریخ نہایت دلچسپ اور مجموعۂ عبر و بصائر ہے -

اس سلسلۂ حکومت کا نام جو یہاں فرمانروا تھا' خاندان عادلشاہی تھا -

عادلشاہی خاندان کا بانی بروایت مشہورہ سلطان مراد قسطنطنیہ کا ایک بے خانماں فرزند' یعنی شہزادہ یوسف تھا - یوسف جب اپنے بھائی سلطان محمد کے خوف سے قسطنطنیہ کے کنعان سے نکلا' تو تقدیر نے دکن کے مصر میں پہنچا دیا - جہاں وہ ایک سپاہی کے درجہ سے شاہی کے رتبہ تک پہنچ گیا !

اس سلسلہ میں کل ۹ بادشاہ گذرے ہیں :

۱ یوسف عادلشاہ زمانہ حکومت از سنہ ۱۴۸۹ع تا سنہ ۱۵۱۰ع
۲ اسماعیل عادلشاہ " از سنہ ۱۵۱۰ع تا سنہ ۱۵۳۴ع
۳ ملو عادلشاہ " از سنہ ۱۵۳۴ع تا ۷ ماہ
۴ ابراھیم عادلشاہ اول " از سنہ ۱۵۳۴ع تا سنہ ۱۵۵۷ع
۵ علی عادلشاہ اول " از سنہ ۱۵۵۷ع تا سنہ ۱۵۸۰ع
۶ ابراھیم عادلشاہ ثانی " از سنہ ۱۵۸۰ع تا سنہ ۱۶۲۶ع
۷ محمد عادلشاہ " از سنہ ۱۶۲۷ع تا سنہ ۱۶۵۵ع
۸ علی عادلشاہ ثانی " از سنہ ۱۶۵۶ع تا سنہ ۱۶۷۲ع
۹ سکندر عادلشاہ " از سنہ ۱۶۷۲ع تا سنہ ۱۶۸۶ع

اس حکومت کی کل مدت سلطنت ۲۰۳ برس ہے - عموماً اکثر فرمانروا بیدار مغز اور باھوش تھے - اسکندر آخری بادشاہ افسوس قسمت کا سکندر نہ تھا - ایک طرف سیوا جی کی غارتگری سے حواس باختہ تھا' دوسری طرف اورنگ زیب کے حملوں سے - تا آنکہ سنہ ۱۶۸۶ع نے اورنگ زیب کو بیجا پور کا مالک کردیا -

عادلشاھی حکومت نے اپنے متعدد آثار چھوڑے جو اب بھی ان اطراف میں کاروان اسلام کے نقش پا بتاتے ہیں - دیواروں' قلعوں' مسجدوں' اور دیگر عمارات کو چھوڑکر صرف طریقۂ آبرسانی کے وہ حیرت انگیز کارنامے یہاں موجود ہیں جو اب تک مسلمانوں میں طبیعیات کی اعلی ترقی کے شاھد حال ہیں - * ملک میدان * نامی ایک عجیب و غریب توپ بھی یہاں محفوظ ہے جو " محمد بن حسن رومی " (۱) ایک مسلمان کی قوت صنعت کا نتیجہ بھی اور جس سے مسلمانوں کے علم الحرب پر ایک نئی روشنی پڑتی ہے - دوسری توپ " لعدا کب " ہے وہ بھی اسی حکومت کے مصنوعات حربیہ میں سے ہے -

عمارات و ابنیہ کی اسوقت یہاں ۴۴ یادگاریں باقی ہیں جو اسلامی طرز تعمیر کے بہترین نمونہ ہیں - جند مخصوص آثار کے فوٹو صرف اسلیے نقش ہیں کہ :

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

(اسلامی طرز تعمیر)

ہر قوم نے اپنے عہد تمدن و عروج میں اپنے حسن مذاق و وسعت علم و پیمانۂ تمدن کے مطابق عمارتیں تعمیر کی ہیں جن میں سے مخصوص اقوام اہل مصر' اہل بابل' اہل ہند' اہل ایران قدیم' روم' اور مسلمان ہیں - اسلامی طرز تعمیر کا نام Architecture Saracenic ہے - مہندسین یورپ تسلیم کرتے ہیں کہ علم ہندسہ و تعمیر میں مسلمانوں کا مخصوص پایہ تھا -

جامع مسجد بیجاپور کا محراب و مصلی
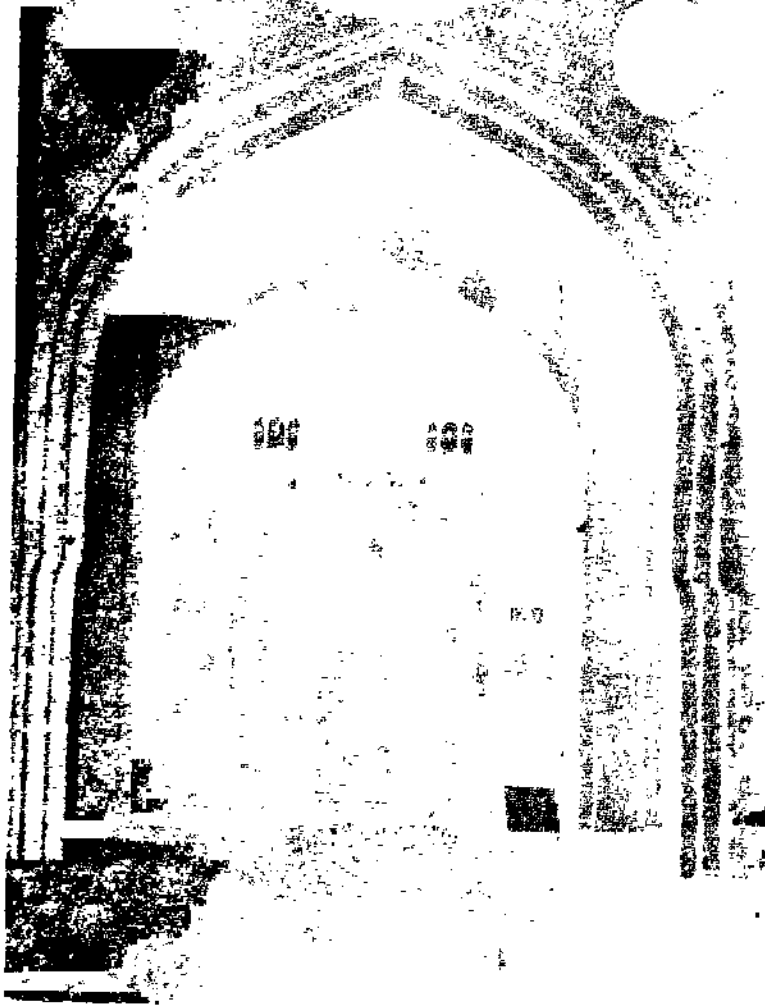
اسلامی طرز تعمیر کے مختلف اقطاع عالم میں مختلف نمونے ہیں - لیکن باوجود اس اختلاف کے بعض نوعی اشتراک بھی ہیں -

ہندوستان میں اسلامی طرز تعمیر کے دو نمونے ہیں : تیموری و غیر تیموری - دھلی' آگرہ' کشمیر' لاھور کے علاوہ جہاں تیموریہ مصنوعات ہیں' اور ہر جگہہ غیر تیموری طرز تعمیر کے نمونے ملتے ہیں جو تیموری نمونوں سے نسبتاً نزاکت و لطافت میں کم درجہ ہیں لیکن جلال و جبروت و سطوت اور استحکام میں تیموریوں پر فائق ہیں -

---

(۱) یہ حسن بن رومی تاریخ ہند کا ایک عجیب و غریب شخص تھا جسکے وجود پر ابتک کافی روشنی نہیں پڑی - عنقریب اسکے مفصل حالات شائع کرینگے - (البـــلاغ)

دیتے دوسرے معنی نیند کی ابتک نیند کی حقیقت اور اسباب علم سے پوشیدہ ہے : وما اوتیتم من العلم الا قلیلا ؛

(و جعلنا نومکم سباتا)

ان تمام مذاہب و خیالات کی تشریح سے ثابت ہوگیا کہ جدید تحقیقات ابتک نیند کی حقیقت اور اوسکے علل و اسباب کے تعین میں ناکامیاب ہے - لیکن خداے اور تمام فطري چیزوں کے ساتھہ آج سے تیرہ سو برس پہلے ہم کو اپنا ایک یہ احسان بھي جتایا تھا :

الم نجعل الارض مهادا ؛ والجبال اوتادا ؛ وخلقناكم ازواجا ؛ وجعلنا نومكم سباتا ؟ (۷۸ - ۱۰)	کیا ہم نے زمین کو آرامگاہ اور پہاڑ کو اوسکا ستون نہیں بنایا ؟ کیا ہم نے تم کو جوڑا جوڑا نہیں پیدا کیا ؟ اور کیا تمہاري نیندکو ایک غافل کردینے والي چیز نہیں بنایا ؟

اب تحقیق جدید کا متحرک قدم بھي اسي نقطے پر پہونچکر رک گیا ہے جہاں سے بوفارکی حرکت اولین شروع ہوئي تھي - چنانچہ بعض علماء کا خیال ہے کہ نیند بالکل فطري چیز ہے - جس طرح انسان کو کھانے پینے کي ضرورت ہوتي ہے اوسي طرح وہ نیند کا بھي محتاج ہے - اسلیے تمام فطري ضروریات کي طرح اوس کے خواص و آثار میں بھي تغیرات پیدا ہوسکتے ہیں - اگر ایک شخص ریاضت سے کھانا چھوڑ سکتا ہے تو ایک شخص ہمیشہ بیدار بھي رہ سکتا ہے - اگر ایک شخص کو غم و الم میں کھانے پینے کي فکر نہیں رہتي ' تو ایک شخص اس حالت میں خواب شیریں کا افسانہ بھي فراموش کردیتا ہے - اگر ایک شخص فاقہ سے مرسکتا ہے تو ایک شخص کو دائمي بیداري بھي ہلاک کرسکتي ہے - اگر پرخوري کسل پیدا کرتي ہے تو معمول سے زیادہ سونا بھي اس کا سبب ہوسکتا ہے - اگر انسان کو غذاے لطیف مرغوب ہے تو خوشگوار نیند اوس سے زیادہ محبوب ہے - غرض یہ ایک ایسا مذہب ہے جسکے ذریعہ نیند کے تمام خواص و اعراض کي توجیہ و تعلیل کي جاسکتي ہے اور بلا شبہہ قرآن حکیم نے عام موثرات فطریۂ انسانیہ کے سلسلے میں نیند کا ذکر کرکے اسکي طرف ایک بلیغ اشارہ کردیا ہے -

---

آثار اسلامیہ امارت بیجاپور

(از مولانا سید سلیمان صاحب ندوي پروفیسر پونا کالج)

(مفتوحات اسلامیہ)

تمام مفتوحات اسلامیہ کي دو قسمیں ہیں :

(۱) ایک وہ جو عرب فاتحین کي قوت کے جولانگاہ رہے ہیں -

(۲) دوسرے وہ جو ترک ' مغل ' اور پٹھان اقوام کي یادگاریں ہیں -

خدا جانے یہ نکتۂ تاریخي اور لوگ تسلیم کرتے ہیں یا نہیں ' مگر ہمکو صاف نظر آتا ہے کہ عرب جہاں گئے ' مذہب ' علم ' تہذیب ' اخلاق ' اور تمدن اونکے ہمرکاب رہا - کیونکہ وہ درحقیقت اسلام کے اصلي جوہر اور تعلیم اسلام کا حقیقي نمونہ تھے - لیکن جہاں جہاں ترکوں ' پٹھانوں ' اور مغلوں کے ذریعہ سے اسلام پہونچا ہے ' وہاں علم ' مذہب ' اور تہذیب و تمدن کي معیت علی الاکثر بہت کم نصیب ہوئي ہے اسکا سبب ظاہر ہے کہ یہ قومیں خود حقیقت میں اسلام کي نائب اور نمایندہ نہ تھیں -

(فتح ہندوستان کے دو راستے)

ہندوستان میں اسلام دو راستوں سے آیا : براہ خیبر و پنجاب ترکوں اور مغلوں کے ذریعہ سے - اور براہ سندہ و گجرات عربوں کے ذریعہ سے :

گو آج تو ہر جگہ خاک سي اڑتي ہے لیکن تاریخ کا آئنۂ جہاں نما تیموریوں سے پہلے کا نقشہ ہمکو دکھا سکتا ہے جب لاہور ' آگرہ ' اور دہلي کي وسیع فضاء حکومت ترکوں اور مغلوں کي قوت کا تماشہ گاہ تھي تو شجاعت و بہادري کي جنس کے سوا اور متاع کسي کي ان بازاروں میں پرسش نہ تھي - نہ علم دانائي (فقہ) کے سوا اور کسي اسلامي علم و فن کا یہاں نام و نشان تھا ' اور نہ " داناؤں " (فقہاء) کے سوا اسلام کا کوئي اور نمونہ تھا - یہ نادان دانا تقلید اور جہل و تعصب کے مجسمہ تھے ' جن کو اس سے کچھہ بحث نہ تھي کہ اسلام کے خدا نے کیا کہا ہے اور اسلام کے پیغمبر نے کیا بتایا ہے ؟ وہ صرف ایک ہي شے سے تسلي پاتے تھے - یعني فتاواے دانایان بخارا و سمرقند ! ملک کے اس سرے سے اوس سرے تک ایک بھی احادیث نبویہ کا حامل اور فرمان الہي کا مفسر نہ تھا !

لیکن اس کے بالکل برخلاف سندھ دکن اور گجرات کي حالت دوسري تھي - ان میں سے ہر ایک بجا طور سے دمشق ' قرطبہ ' اور بغداد کو یاد دلاتا تھا - سواحل عرب کے مقابل ہونے کي وجہ سے علوم و فنون کے سرچشمے حجاز و یمن سے ابلتے تھے اور ان ممالک میں بہتے تھے - بیجا پور ' احمد نگر ' گولکنڈہ ' اور احمد آباد گجرات ' ان سرچشموں کے قرارگاہ تھے -

(حکومت تیموریہ اور امارت اسلامیۂ جنوبي ہند)

تیموري سلاطین نے عموماً اور اکبر و اورنگ زیب نے خصوصاً جس شدید غلطي کا ارتکاب کیا (اور اگر ہم حسن نیت کو دخل دیں تو)

دارالارشـــاد

یا قوم! اتبعون، اهدکم: سبیل الرشاد (۴۰ : ۳۸)

رفتم که خار از پاکشم، محمل نہاں شد از نظر
یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ را ہم دور شد!

(۱) گذشتہ سال ماہ رمضان المبارک میں (الذی انزل فیہ القرآن) " دارالارشـــاد " کی بنیاد رکھی گئی تھی - ارادہ تھا کہ اسی سال سے تعلیم و ارشاد کا سلسلہ بھی شروع کردیا جائے - لیکن مشیت الہی مساعد نہ ہوئی - و عرفت ربی بفسخ العزائم :

مثال ما: لب دریا و آب و مستسقی ست
دہند سوق، ولے رخصت نظـــر نہ دہند!

(۲) موجودہ حالت یہ ہے کہ مدرسہ کا ہال طیار ہوچکا ہے - صرف جزئی و بیرونی تکمیل باقی ہے - لیکن جب تک اس کے ساتھ ایک دوسری عمارت طلباء کے قیام کے لیے بھی طیار نہ ہوجائے، اس وقت تک وہاں کام شروع نہیں ہوسکتا - عمارت کا مقام شہر سے باہر ہے اور یہ ممکن نہیں کہ شہر میں قیام کرکے اس سے کام لیا جائے - طلباء کے کمروں کی تعمیر کے لیے ابھی اقلاً دس پندرہ ہزار روپیہ اور ہونا چاہیے : و ما ذالک علی اللہ بعزیز-

(۳) کمروں کی طیاری کا انتظار میں کرسکتا ہوں لیکن نہ تو میری زندگی کرسکتی ہے جس کا قیام نا معلوم ہے، اور نہ زمانہ کرسکتا ہے جس کی رفتار ہمارے ارادوں اور امیدوں کی پابند نہیں :

با ینکہ کعبہ نمایاں سود زپا منشیں
کہ نیم گام جدائی ہزار فرسنگ ست

پس متوکلاً علی اللہ اس عاجز نے پچھلے دنوں فیصلہ کرلیا کہ سردست ایک کرایہ کے مکان ہی میں سلسلۂ تدریس و ارشاد شروع کردیا جائے - اگر توفیق الہی نے چارہ سازی فرمائی اور عمارت مکمل ہوگئی تو وہاں مدرسہ منتقل کردیا جائیگا:

ما نہـــال آرزو کے بر دہـــد
حالیا رفتیم و تخمے کاشـــتیم

(۴) زیادہ تر یہ امر بھی اس کا باعث ہوا کہ اپنی حالت دیکھتا ہوں تو روز بروز صحت جواب دے رہی ہے اور ضعف و اضمحلال بڑھتا جاتا ہے - نہیں معلوم مشیت الہی کیا ہے اور کونسا وقت آنے والا ہے ؟

فمن شاء فلینظر الی فمنظـــری
نذیر الی من ظن ان الهوی سهل

اگر پیام اجل ســـر پر آ پہنچا (و ان اجل اللہ لات) تو آہ کس سے کہئیے اور کون جانتا ہے کہ اس مشت خاک کے ساتھ کیا کیا چیزیں ہیں جو سپرد خاک ہونگی، اور فیضان الہی نے اپنے فضل مخصوص سے کیسے کیسے دروازے علوم و معارف کے اس عاجز پر کھولے ہیں، جو بغیر اس کے کہ ایک طالب صادق و صالح بھی ان سے گذرے، بند کے بند ہی رہ جائیں گے :

جوہر بنیش من در تـــہ زنـــگار بماند
آنکہ آئینۂ من ساخت نہ پرداخت دریغ!
تو نظیری؛ ز فلک آمدہ بودی چو مســـیح
باز پس رفتی و کس قدر تو نہ شناخت دریغ!

جو کچھہ اب تک زبان و قلم کے حوالے ہوا، وہ اس کے مقابلے میں کہ اُبلتے ہوے چشمے اور بھڑکتے ہوے شعلے کیطرح سینہ میں جوش زن ہے، علم اللہ کہ ایک قطرۂ دریا اور ذرۂ صحرا سے زیادہ نہیں - علی الخصوص "قـــرآن حکیم اور علوم و معارف نبویہ (علی صاحبہا الصلواۃ و التحیۃ) کے متعلق تو یقین کرنا چاہیے کہ اب تک ہزار میں سے ایک بات بھی جی بھر کے نہ کہسکا، اور جو کچھہ کہا گیا، اُس کے لیے بھی اے صد ہزار حسرت و داغ، کہ نہ تو بقدر شوق وسعت گفتار پائی، اور نہ بقدر ہمت سامان و وسائل ہی ہاتھہ آے - اب سے آٹھہ سال پہلے میں نے ایک قصیدے کی تشبیب میں کہا تھا :

ہر موج معانی کہ ز جیحون دلم خاست
تا ســـاحل لب آمدہ برتافت عناں را

(۵) اگرچہ اس لیے کہ تاریکی شدید تھی، اور اس لیے کہ اتنی اندھیری ہو تو ایک ٹمٹماتا ہوا دیا بھی بہت ہوتا ہے، جو کچھہ بھی اس عرصہ میں حوالۂ قلم و زبان ہوا، اللہ تعالی نے اُسے رفعت ذکر و قبولیت تامہ عطا فرمائی، اور بے شمار مومنین راسخین و طالبین صادقین کے دلوں کو اُس کے لیے کھول دیا - حتی کہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن حکیم و معارف نبویہ کے درس و بصیرۃ، اور احیاء سنت و امر بالمعروف کی دعوت و تذکیر کا ایک نیا دور اُس سے شروع ہوگیا : و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء - تاہم اپنی نظر اس پر نہیں ہے کہ جو کچھہ ہوا وہ کتنا اور کیا ہوا ؟ دیکھنا یہ ہے کہ جو کچھہ ہو سکتا تھا اور ہونا تھا، افسوس کہ وہ نہ ہوا :

وهبت علی مقـــدار کفی زماننا
و نفسی علی مقدار کفک یطلب!

وہ علیم و حکیم ہی بہتر جانتا ہے کہ اُس نے اپنے فضل مخصوص سے گذشتہ چھہ سات سالوں کے اندر نہ صرف قرآن حکیم بلکہ تمام علوم اسلامیہ کے درس و بصیرۃ کے کیسے کیسے غیر مفتوح دروازے اس عاجز پر کھولے ہیں، اور کشف سرائر و خفایاء محجوبہ، و تفحص حقایق و معارف مستورہ، و تحقیق غرائب و نوادر، و فیصلۂ مذاہب و مشارب، و تطبیق اختلافات متضادہ، و انشراح بصائر و عوارف مخصوصہ کی کیسی کیسی عجیب و غریب نعمتیں عطا فرمائی ہیں ؟ علی الخصوص یہ انعام جلیل اور فیض عظیم کہ اختلافات مذاہب و مشارب اور محدثات علوم و مسائل کی تقریباً ہر شاخ میں سلف صالح کے مذہب و مشرب کو (کہ فی الحقیقت الدین " الخالص " کا مصداق حقیقی ہے) اس عاجز پر منکشف کردیا، اور مومنین اولین (الذین سبقونا بالایمان) کے منہاج قویم و صراط مستقیم پر کاربند ہونے کی توفیق مرحمت فرمائی - یہ وہ انعام خاص ہے جس سے صدہا رہروان منزل محروم رہے، اور جب تک ہدایت ربانی، و توفیق الہی، و انوار مقتبسۂ مشکواۃ نبوت رہنمائی نہ کریں، اس مقام کا حصول و وصول ممکن نہیں - بلکہ اس مقام کی حقیقت و فضیلت کو بھی ہر مدعی سمجھہ نہیں سکتا :

راہے کہ خضر داشت ز سرچشمہ دور بود
لب تشنـــگی ز راہ دگر بردہ ایم ما !

(۶) اگر ایک شخص مسلمانوں کی تمام موجودہ تباہ حالیوں اور بد بختیوں کی علت حقیقی دریافت کرنا چاہے، اور ساتھہ

(طریق تعلیم)

(۷) اس تعلیم گاہ کی اولین اور بنیادی خصوصیت یہ ہے موجودہ طرز تعلیم ' و انتخاب کتب ' و انحصار مضامین سے اسے کوئی تعلق نہیں - اول سے لیکر آخر تک کوئی درس کتابوں کے ذریعہ نہیں دیا جاتا اور نہ کوئی لکھا ہوا اور چھپا ہوا کاغذ بجز قرآن حکیم کے معلم یا متعلم کے سامنے رہتا ہے - بلکہ تمام تعلیم قدماء اہل اسلام کے اصول پر محض ربانی درس کے ذریعہ ہوتی ہے' جسے مولفین اولین نے " املاء " کے لقب سے موسوم کیا تھا اور آجکل یورپ اسے " لکچر " کہتا ہے -

(۸) مرکز تعلیم صرف قرآن حکیم ہے . ایات بینات' تبیانا لکل شیٔ' ھدی و رحمة لقوم یذکرون - لیکن اس مرکز کے دائرے میں وہ تمام چیزیں آجائیں گی جو فہم و تبلیغ قرآن کے لیے ضروری ہیں - اور جو چیزیں ضروری نہیں ہیں' ظاہر ہے کہ انہیں اس قوم سے کوئی واسطہ نہ ہونا چاہیے جو صرف قرآن کے علم و عمل کے لیے دنیا میں آئی ہے -

(۹) گو اصل تعلیم قرآن حکیم ہے' لیکن یہ بمنزلہ نقطہ کے ہے اور اس کا دائرہ وسیع ہے - پس روزانہ درس کے علاوہ ایک درس ہفتہ وار بھی ہوتا ہے اور انشا اللہ مسلمانوں کی موجودہ تعلیمی زندگی میں وہ بھی ایک اہم و اعظم چیز ہوگی -

ان ہفتہ وار لکچروں کا مقصد یہ ہے کہ تمام علوم اسلامیہ مثلاً حدیث ' اصول حدیث ' فقہ ' اصول ' کلام ' بلاغت ' تاریخ وغیرہ پر ایسے مبسوط و حاوی درس دیے جائیں ' جن سے سامعین کو ان علوم کی تاریخ ' مختلف تغیرات و ترقیات ' عہد بعہد کی تبدیلیاں ' ان کے اہم مباحث و مسائل ' اختلافات و محاکمات ' اور نتائج و بواعث پر مجتہدانہ و محققانہ نظر پیدا ہوجائے ' اور ان تمام علوم کے اصول و فروع اور اطراف و لواحق کے متعلق جامع و حاوی معلومات بہ یک سماعت حاصل کرلیں -

یہ تمام درس نہایت وسیع مطالعہ و نظر اور تحقیق و کاوش کا نتیجہ ہونگے' اور قلمبند ہونے کے بعد علوم اسلامیہ پر بہترین رسایل و فصول ثابت ہونگے - -

درس علوم کا اصلی و صحیح طریقہ یہی ہے - نہ یہ کہ چند کتابوں کے صفحات و نقوش میں معلم و متعلم کی فکر و نظر کو مقید کر دیا جائے - یہ مقام تشریح و توضیح کا محتاج ہے اور علوم اسلامیہ کے تنزل کی تاریخ کا ایک اہم باب ' لیکن :

تو خود حدیث مفصل بخواں ازیں مجمل

(مدت تعلیم)

(۱۰) اس درسگاہ کی ایک بڑی خصوصیت مدت تعلیم کا مسئلہ ہے اور دنیا نے اس بارے میں بڑی ٹھوکر کھائی ہے - لوگ سمجھتے ہیں کہ انسانی فکر کی تربیت و تعلیم صرف بڑی بڑی مدتوں اور بہت زیادہ برسوں کے اندر مضمر ہے - حالانکہ اگر ایک طالب صالح ہو' تو اکثر اوقات برسوں کی جگہ صرف ایک صبح یا ایک شام کی صحبت و یکجائی ہی کافی ہوتی ہے - بلکہ صبح و شام کا بھی یہاں ذکر بیجا ہے - ارباب دل کے لیے تو ایک نگاہ راز آمیز بھی بہت ہے - ایک اعرابی جب ایک جملۂ مختصر سنکر لا ازید و لا انقص پکار اٹھا تھا' تو غور کیجیے کہ اس کے لیے کیا باقی رہ گیا تھا ؟ البتہ وہ بھی تھے کہ درس و اخذ بجائے خود رہا نبی معلم الہی کو ایک نظر دیکھنا بھی نصیب نہ ہوا ' حالانکہ شب و روز دیکھتے تھے' - و تراھم ینظرون الیک و ھم لا یبصرون -

پس دار الارشاد کی بڑی سے بڑی مدت تعلیم ایک سال ہے اور وہ بھی ان لوگوں کے لیے جو تکمیل درس کے بعد کچھ اور چیزوں کے بھی طالب ہوں - یا جو خود کہیں کہ ابھی پیاس باقی ہے - ورنہ عام طور پر صرف چھ ماہ کافی ہوں گے - ہماری حالت دوسری ہے' اور آہستہ روی کا عہد ہم نے کھو دیا ہے - اب صرف اس کی مہلت باقی رہ گئی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو دوڑیں -

(۱۱) جو طلباء منتخب ہوتے ہیں ' سردست ان کے کھانے پینے اور قیام کا بار مدرسہ اپنے سر لیتا ہے - ایک پختہ دو منزلہ ہوادار مکان میں جو شہر کے یوروپین کوارٹر میں واقع ہے وہ ٹھہرائے جاتے ہیں - تا آنکہ قرار دادہ تعداد سے زیادہ درخواستیں آجائیں -

(۱۲) قرار دادہ تعداد سے مقصود یہ ہے کہ جتنے بھائیوں کی خدمت اس عاجز کے امکان میں ہے ' اُن سے زیادہ درخواستیں آجائیں - کیونکہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس کام کے لیے میں نے کوئی چندہ جمع نہیں کیا ہے اور نہ کوئی باہر کی مالی اعانت میرے ساتھ ہے - قوم کے امراء و رؤساء جس طرح کے کاموں کی اعانت کرنے کے عادی ہیں - اس طرح کے کام میں کہاں سے آئیں؟ پس مجبور ہوں کہ جسقدر بحالت موجودہ خود کر سکتا ہوں کروں و لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا -

(۱۳) ضروری مخارج اکل و شرب و قیام کے علاوہ کوئی وظیفہ یا معاوضہ میرے پاس نہیں ہے' اور حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ تیس پچاس روپیہ وظیفہ لے کر دین و ملت کی خدمت کے لیے طیار ہونا چاہتے ہیں ' وہ آیندہ بھی قیمت چکائے بغیر خدا کے ساتھ معاملہ نہ کرسکیں گے - اس راہ کی اولین شرط ایثار و قربانی ہے - اگر بتمامہ نہ ہوسکے تو اقلاً قناعت تو ہو -

(۱۴) قوم میں جو دردمند اور اسلام خواہ گریجویٹ اور انگریزی کے تعلیم یافتہ نوجوان ہیں' ان سے خاص طور پر یہ خطاب ہے - ان کو سوچنا چاہیے کہ دنیا کے لیے ہزاروں روپیہ خرچ کرکے سالہا سال میں طیار ہوتے ہیں - کیا خدا اور اس کے کلمۂ حق کی خدمت کے لیے بلا صرف چھ ماہ بھی نہ دے سکیں گے ؟ چھ مہینے کی مدت تو وہ چھوٹا سا زمانہ ہے جو اکثر ڈپٹی کلکٹری کی محض امید و عشق ہی میں بسر ہو جاتا ہے - وقت ہے کہ اس موقعہ سے فایدہ اٹھائیں اور چند مہینے یوں بھی بسر کر دیکھیں - ممکن ہے کہ ان کا دل ہزار سودا آور ساری راہیں چھوڑ کر صرف اسی راہ کا ہو رہے :

اندک اندک عشق در کار آورد بیگانہ را

یا ایھا الناس ! انتم الفقراء الی اللہ و اللہ ھو الغنی الحمید -

فقیر ابو الکلام کان اللہ لہ

هي يه شرط بهي لگا دے که صرف ایک هي علت اصلي ایسي بیان کي جاے جو تمام علل و اسباب پر حاوي و جامع هو ' سو اس کو بتایا جا سکتا هے که " علماء حق و مرشدین صادقین کا فقدان اور علماء سوء و مفسدین دجالین کي کثرت " : ربنا انـــا اطعنا سادتنا و کبراءنا فاضلونا سبیلا ! اور پهر اگر وه پوچهے که ایک هي جمله میں اس کا علاج کیا هے ؟ تو اس کو امام مالک رحمة الله علیه کے الفاظ میں جواب ملنا چاهیے که " لا یصلح اخر هذه الامة الا بما صلح به اولها " یعني امت مرحومه کے آخري عهد کي اصلاح کبهي نه هوسکے گي ' تاوقتیکه وهي طریق اختیار نه کیا جاے جس سے اس کے ابتدائي عهد نے اصلاح پائي تهي - اور وه اس کے سوا کچهه نهیں هے که قرآن حکیم کے اصلي و حقیقي معارف کي تبلیغ کرنے والے مرشدین صادقین پیدا کیے جائیں -

(۷) بڑي مصیبت یه هے که قرآن حکیم کي تعلیمات کریمه کے جو حقیقي معارف و بصائر تهے اور جن مقاصد عظمی کے لیے اس کا نزول هوا تها ' وه صدیوں سے بالکل بهلا دیے گئے هیں ' اور یقیناً وه وقت آگیا هے جس کي نسبت کها جاتا تها که قرآن کے انوار و برکات زمین سے اٹها لیے جائینگے ' اور جب لوگ تلاوت کے لیے صحائف کهولیں گے تو اس کے اوراق کو بالکل ساده و غیر منقوش پائینگے - یه سچ هے که قرآن حکیم کے الفاظ و حروف ابهي نهیں اٹهائے گئے هیں ' لیکن بلاشبه اسکے معاني و معارف تو ضرور اٹهالیے گئے هیں ' اور گو کاغذ پر لکهے هوے نقوش ابهي محو نه هوے هوں ' مگر دلوں کے صفحات تو یقیناً ساده ره گئے هیں : و قال الرسول : یا رب ! ان قومي اتخذوا هذا القرآن مهجورا ! اور یه سب کچهه اس لیے هے که قرآن کے انوار و برکت عوام امت هي سے سلب نهیں هوے ' بلکه اُن لوگوں کے دلوں سے محو هوگئے جن کے هاتهوں میں عوام کي هدایت اور تمام عالم کے لیے قرآن کي تعلیم تهي - جب خود خواص امت اور اصحاب درس و علوم کو قرآن حکیم سے اس قدر بعد و هجر هو جاے که " جلالین " و " بیضاوي " کے سوا اور کچهه نه دیکهه سکیں ' اور " مدارک " و " خازن " سے الگ هوکر ایک آیت پر بهي تدبر نه کرسکیں تو بهر ظاهر هے که عامۂ اهل اسلام کے فهم و بصیرت کا کیا حال هوگا ؟

از خویشتن گم ست کرا رهبري کند ؟

قرآن حکیم نے اُن لوگوں کي نسبت کها تها جو ایمان بالله و الیوم الاخر سے محروم هیں : و اذا قرءت القرآن ' جعلنا بینک و بین الذین لا یومنون بالاخرة حجابا مستورا - افسوس که آج مدعیان ایمان و علم کا یه حال نظر آتا هے :

عار دارد کفر از ایمان من ! !

(۸) چار سال پیشتر کا واقعه هے که مشیت الهي نے اس عاجز کي رهنمائي کي اور " الهـــلال " نے قرآن حکیم کي تعلیم و دعوت کي صدا از سرنو بلند کي - لیکن اس عرصه میں جو کچهه هوا وه ایک دعوت عام تهي جس کے ذریعه فهم و بصیرت قرآن کي نئي راهیں عوام و خواص نے اپنے سامنے دیکهیں ' اور قرآن حکیم کے عشق و شیفتگي کا ایک نیا ولوله دلوں میں پیدا هوگیا - تاهم اس دعوت کي دوسري منزل ابهي باقي هے ' اور وهي فی الحقیقت اهم تر مقام سعي و تعب هے ' یعني قوم میں بکثرت ایسے افراد پیدا کیے جائیں جو اُنهي راهوں پر چل کر قرآن حکیم کے علوم و معارف کو به تکمیل حاصل کریں ' اور ان کے ذریعه قوم میں ارشاد و هدایت اور احیاء دعوت و ذکر کا عملي سلسله بالعموم شروع هو سکے -

(۹) همارے کاموں کي بڑي قسمیں صرف دو هي هیں : مسلمانوں کي داخلي اصلاح و احیاء علم و عمل - اور غیر قوموں میں اسلام کي تبلیغ -

یه دونوں کام بغیر کسي ایسي جماعت کي موجودگي کے انجام نهیں پاسکتے - جسقدر تحریکیں ' انجمنیں ' کانفرنسیں ' اور متفرق کوششیں بغیر اس کے هوں گي ' وه اسي طرح ضایع جائیں گي جس طرح اب تک ضایع جاچکي هیں - والقصـــه بطـــولها -

(۱۰) دار الارشاد کے قیام کا مقصد یهي هے که دعوة الی القرآن کي اس دوسري منزل کا سرو سامان هو ' اور تهوڑے وقت اور بهت زیاده صرف علم و فکر سے ایک ایسي جماعت پیدا کي جاے جو قرآن حکیم کي دعوت و تبلیغ کي خدمت اور اصلاح و ارشاد اُمت کا فرض انجام دے سکے : وما توفیقي الا بالله ' علیه توکلت و الیه انیب !

دار الارشـــاد کا افتـــتاح

(۱) چنانچه الحمد لله که ماه مقدس ذوالحجه سے دار الارشاد کا افتتاح هو گیا اور سلسلۂ درس جاري هے -

(اصول و شرائط داخله)

(۲) دار الارشاد میں دو جماعتیں علوم عربیه اور انگریزي مدارس کے فارغ التحصیل طلبا کي قائم کي گئي هیں ' تاکه انهیں قرآن حکیم کا درس دے کر ارشاد و هدایت امت کے لیے طیار کیا جاے - پس یه ایک طرح کا درجۂ تکمیل یا علوم القرآن کا اعلی کلاس هے - ابتدائي تعلیم یا علوم آلیه کا اس میں کوئي حصه نهیں رکها گیا هے - البته انگریزي تعلیم یافته طلبا کو حسب ضرورت ایک جدید اور سهل الوصول طریقه سے عربي صرف نحو اور فن ادب کي تعلیم بهي دي جاتي هے -

(۳) علوم عربیه کے فارغ التحصیل طلبا سے مقصود وه لوگ هیں جنهوں نے هندوستان کے عربي مدارس میں درس نظامیه کي انتهائي کتابوں تک تحصیل کي هے ' یا کسي دوسرے نصاب کے مطابق علوم مروجۂ عربیه کو حاصل کیا هے - پنجاب کے مشرقي علوم کے سند یافته اور حیدر آباد کے مشرقي دار العلوم کے محصل بهي اس میں داخل هیں -

(۴) انگریزي مدارس کے فارغ التحصیل طلبا سے مقصود گریجویٹ هیں -

(۵) لیکن خاص حالتوں میں ایسے طلباء بهي لیے جاسکتے هیں جنهوں نے اگرچه عربي یا انگریزي کي تکمیل نهیں کي هے ' مگر اپنے ذاتي شوق و ذوق ' یا وسعت مطالعه ' یا قوت ذهن و فکر ' یا ملکۂ تقریر و تحریر ' اور سب سے زیاده یه که خدمت دین و ملت کے ولوله و اخلاص کے لحاظ سے امتیاز رکهتے هیں - کیونکه ایک طالب صادق اپنے جوش و اخلاص سے اُن تمام نقصوں کو پورا کرسکتا هے جو کتابوں کے پڑهنے اور مدرسوں کي نشست میں ره گئے هوں - بلکه سچ یه هے که ایک طالب مخلص اپنے پاس وه چیز رکهتا هے جو مدرسوں کے حجروں میں نهیں ملتي :

از منطق و حکمت نه کشاید در معشوق
ایں ها همه آرائش افسانۂ عشق ست ! !

(۶) جن اشخاص نے پرائیویٹ طور پر عربي یا انگریزي کي تحصیل کي هے ' وه بهي خصوصیات بالا کي بنا پر لیے جاسکتے هیں -

هذا بلاغ للناس ولينذروا به وليعلموا

انما هو اله واحد وليذكر اولوا الالباب (۵۲:۱۴)

جلد ا — کلکته : جمعه - ۱۸ محرم سنه ۱۳۳۴ هجري — نمبر - ۲

Calcutta : Friday, 26 November, 1915.

ترجمان القرآن

یعني قران حکیم کا اردو ترجمه' از خامهٔ ایڈیٹر الهلال

آسماني صحائف و اسفار کے حقیقي حامل و مبلغ حضرات انبیاء کرام و رسل عظام هیں - پس انکي تبلیغ و تعلیم اور نشر و ترویج کا مقدس کام دراصل ایک پیغمبرانه عمل ہے' جس کي توفیق صرف انهي لوگوں کو مل سکتي ہے جنهیں حق تعالی انبیاء کرام کي معیت و تبعیت کا درجه عطا فرماتا ہے' اور ارنکا نور علم براه راست مشکواة نبوت سے ماخوذ هوتا ہے : و ذالک فضل الله یؤ ه من یشاء -

هندوستان کي گذشته قرون اخیره میں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کي توفیق ملي' وہ حضرت شاه عبد الرحیم رحمة الله علیه کا خاندان تها - انکے فرزند حجة الاسلام' امام الاعلام' مجدد العصر' حضرة شاه ولي الله قدس سره تهے' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حکیم کے ترجمه کي ضرورت الهام الهي سے محسوس کي' اور فارسي میں اپنا عدیم النظیر ترجمه مرتب کیا - انکے بعد حضرة شاه رفیع الدین اور شاه عبد القادر رحمة الله علیهما کا ظہور هوا' اور اردو زبان میں ترجمة القرآن کي بنیاد استوار هوئي - شکر الله سعیهم' و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر ٹهیک ایک صدي گذر چکي ہے' ... ن یه کہنا کسي طرح مبالغه آمیز نه سمجها جائیگا که نشر و تبلیغ قرآن حکیم کي جو بنیاد اس خاندان بزرگ نے رکهی تهي' اسکي تکمیل کا شرف حق تعالی نے ایڈیٹر الهلال کیلیے مخصوص کردیا تها' جنهوں نے بعض داعیان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز' و بلاغت و انشاء مخصوص' و فهم حقائق و معارف قرانیه' و ضروریات و احتیاجات وقت کو ملحوظ رکهکر قرآن حکیم کا یه اردو ترجمه نہایت سلیس' عام فهم' معني خیز' حقیقت فرما عبارت میں مرتب کیا ہے' اور بحمد الله که زیر طبع ہے -

یه ترجمه کیسا ہے ؟ ان لوگوں کیلیے جو الهلال کا مطالعه کرچکے هیں' اسکا جواب دینا بالکل غیر ضروري ہے -

یه ترجمه حامل المتن ٹائپ کي جگهه لیتهو میں چهاپا جارها ہے تاکه ارزاں هو' اور بچوں' عورتوں' سب کے مطالعه میں آسکے - قیمت في جلد چهه روپیه رکهي گئي ہے - لیکن جو حضرات اس اعلان کو دیکهتے هي قیمت بهیجدینگے' انسے صرف ساڑهے چار روپیه لیے جائینگے - درخواستیں اور روپیه منیجر البلاغ کے نام بهیجنا چاهیے -

فی

مقاصد القرآن

هذا بیان للناس ، و هدی و رحمة لقوم یومنون

یعنی قرآن حکیم کي مفصل تفسیر ، از خامه اڈیٹر الہلال

اس تفسیر کے متعلق صرف اسقدر ظاہر کردینا کافي ہے که قرآن حکیم کے حقائق و معارف اور اسکي محیط الکل معلمانه دعوة کا موجوده دور جس قلم کے فیضان سے پیدا ہوا ہے ، یه اسي قلم سے نکلي ہوئي مفصل اور مکمل تفسیر القرآن ہے !

یه تفسیر موزوں کتابي تقطیع پر چھپنا شروع ہوگئي ہے - ہر مہینے کے وسط میں اسکے کم سے کم ۹۶ اور زیادہ سے زیادہ ۱۰۰ صفحے اعلی درجه کے ساز و سامان طباعة کے ساتھه شائع ہوتے رہینگے - اس سلسلے کا پہلا نمبر جسمیں نصف حصه مقدمهٔ تفسیر اور نصف سورهٔ فاتحه کي تفسیر کا ہوگا ، انشاء الله ۱۵ - صفر کو شائع ہو جائیگا - قیمت سالانه آخر محرم تک چار - روپیه بعد کو ۵ - روپیه -

اطلاع ضروری

ان حضرات سے جو الحمد الله ہمارے ہر طرح کے کاروباري اعلانات پر بھروسه رکھتے ہیں (اور الحمد الله انکي تعداد وسیع ہے) امید کي جاتي ہے که اگر ترجمان القرآن اور البیان کي خریداري منظور ہوگي تو انکي درخواست کو اشاعت پر اٹھا نه رکھینگے ، بلکه اس اعلان کو دیکھتے ہي فوراً پیشگي قیمت بذریعه منی آرڈر " البلاغ پریس " کے نام بھیجدینگے - کیونکه مالي مشکلات کی وجه سے سخت دقتیں پیدا ہوگئي ہیں - پیشگي روپیه اگر اچھی مقدار میں آگیا تو اس سے پریس کو بہت بڑي مدد ملیگی - ساتھه ہي ان حضرات کو یه فائدہ ہوگا که نسبتاً کم قیمت میں دونوں کتابیں ہاتھه آئینگی - اس سے زیادہ بار کا ڈالنا ہماري عادت کے خلاف ہے اور امید ہے که بزرگان احباب و مخلصین ہماري اس درخواست کو رد نه کرینگے -

Printed & Published by Q. Ahmed at the AL-BALAGH Press, 45, Ripon Lane Calcutta.

Tel Address: "Albalagh," Calcutta.
Telephone No. 648

AL-BALAGH.

Chief Editor:
Abul Kalam Azad,
43, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly .. Rs. 6-12

البلاغ

مدیر مسئول رئیس التحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی
مقام اشاعت
نمبر ۴۳ - رپن لین
کلکتہ
ٹیلی فون نمبر ۶۴۸
سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

جلد ۱ | کلکتہ : جمعہ - ۱۸ محرم سنہ ۱۳۳۴ ہجری | نمبر - ۲
Calcutta : Friday, 26 November, 1915.

مالا بد منہ

(۱) دفتر کی مالی مشکلات اور دقتوں کا حال احباب کرام سے پوشیدہ نہیں : (ع) تا چند بگویم کہ چساں ست و چساں نیست ؟ اس عاجز نے کسی طرح کی مالی اعانت دوستوں سے نہیں لی اور کبھی اسے پسند نہ کیا کہ قیمت کے علاوہ اور کوئی بار پبلک پر ڈالا جائے - اس اصول کی وجہ سے جو جو مشکلیں برابر پیش آتی رہیں ' ہمیشہ انہیں خاموشی کے ساتھہ جھیلا - حتی کہ کبھی دنیا کو انکی خبر بھی نہیں دی - کیونکہ مصیبتوں کی خبر صرف انھی کو دینی چاہیے جنکے پاس انکا علاج ہو - اور اس اعتبار سے صرف ایک ہی ذات ہے جو مصیبتوں کو دور کرتی اور پکارنے والوں کو جواب دیتی ہے : الذي خلقني فهو يهدين ' والذي هو يطعمني ويسقين ' واذا مرضت فهو يشفين ' والذي يميتني ثم يحيين ' والذي هو اطمع ان يغفرلي خطيئتي يوم الدين (۲۶ : ۷۸) سو اس قدوس ذات کا حال یہ ہے کہ اسے خبر دی جائے یا نہ دی جائے ' اسکے آگے اپنا افسانۂ غم لیجائیں یا نہ لیجائیں ' اسکے سامنے اپنے زخموں کی پٹی کھولیں ' نہ کھولیں ' اسکی آنکھیں ہر حال میں سب کچھہ دیکھہ رہی ہیں ' اور اسکے کان صحت و مرض ' راحت و رنج ' امن و مصیبت ' ہر حالت کی صدائیں سن رہے ہیں : ان ربك لبالمرصاد (۸۹ : ۱۳) . الم يعلم بان الله يرى ؟ پھر جب ایک ایسا سمیع و بصیر آقا موجود ہو ' تو اسکی چوکھٹ کے غلاموں کیلیے کب جائز ہے کہ اپنے ہی جیسے درماندوں اور عاجزوں کے آگے اپنا دکھڑا لیجائیں ؟ یا انکی طرف ایک لمحہ کیلیے نظر بھی اٹھائیں ؟ وہ بلا شبہ اسکی چوکھٹ کے غلام ہیں - لیکن اس چوکھٹ پر جسکا سر جھک گیا ' پھر وہ دوسروں کیلیے شہنشاہ و حکم فرما بن جاتا ہے ' جس سے مانگا اور لیا جاسکتا ہے ' پر وہ کسی سے نہ کچھہ مانگتا ہے اور نہ لیتا ہے : ومن يتوكل على الله فهو حسبه !

(۲) صرف اس ایک ہی بات پر غور کیجیے کہ اتنے عرصہ کے التواء و انتظار و تحمل مخارج مستمرہ کے بعد پریس جاری ہوا ' لیکن پرچہ کے نکلنے سے کسی طرح کی نئی مالی آمدنی دفتر کو نہیں ہوسکتی - خریداروں میں بڑی تعداد اُن حضرات کی ہے جو پیشگی قیمت ششماہی یا سالانہ پہلے ہی بھیج چکے ہیں ' اور اب انکے اسی قرض میں رسالہ انکے نام جاری کردیا گیا ہے - چھہ ماہ یا سال بھر تک انسے کوئی نئی قیمت وصول نہوگی اور نہ وصول ہونی چاہیے - پس ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ سال بھر یا اقلاً چھہ ماہ تک تو پرچہ قطعاً بغیر کسی نئی آمدنی کے جاری رکھنا پڑیگا - اسکے بعد کہیں خریداروں سے قیمت وصول ہوگی -

(۳) ہم اسکے لیے الحمد للہ کہ مستعد ہیں ' اور اگر مستعد نہ ہوتے تو رسالہ جاری نہوتا - لیکن اگر آپکا جی چاہے تو چند دوستوں کیلیے اسپر غور کرلیجیے کہ رسالہ جاری کرکے ہم نے دو تین ہزار روپیہ سے زیادہ کا ماہوار خرچ اپنے اوپر لے لیا ہے ' حالانکہ چھہ ماہ تک کوئی نئی آمدنی پریس کو نہوگی اور محض اپنے حساب میں پرچہ جاری رکھنا پڑیگا -

(۴) ہم کسی طرح کا بار احباب پر نہیں ڈالنا چاہتے - صرف یہ چاہتے ہیں کہ وہ ان مشکلات پر نظر ڈالیں ' اور اقلاً اتنی کوشش اگر انپر گراں نہو تو کریں کہ نئے خریدار پیدا کیے جائیں ' اور انسے بارہ روپیہ سالانہ یا پونے سات روپیہ ششماہی قیمت بھجوائی جاے - ممکن ہے کہ اسطرح ہمیں ان مشکلات میں کچھہ مدد ملے -

(۵) ایک صورت پریس کے مدد کی یہ ہے کہ تفسیر " البیان " کے اجزا ماہوار شائع ہوا کرینگے ' اور " ترجمان القرآن " پتھر کی چھپائی میں زیر طبع ہے - اگر شائع ہونے کے بعد وہ ان کتابوں کو لینے والے ہوں تو صرف اتنی عنایت کریں کہ انکی پیشگی قیمت بذریعہ منی آرڈر اسی وقت جلد سے جلد بھیجدیں - اسطرح اگر ایک اچھی رقم آگئی تو اس سے پریس کو اپنے کاموں میں مدد ملیگی - یہ پیشگی ترسیل بھی ہم بلا معاوضہ کے نہیں چاہتے - حالانکہ اگر چاہتے تو کم سے کم اسکا حق تو ضرور رکھتے تھے - پیشگی قیمت بھیجنے والوں کیلیے قیمت میں تخفیف کردی گئی ہے اور اسطرح خریداروں کیلیے اسمیں ایک مالی فائدہ بھی ہے -

(۶) یہ واضح رہے کہ پیشگی قیمت بھیجنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ ایک کارڈ اٹھاکر بھیجدیں کہ " جب شائع ہو ' وی پی کردیجیے " یہ بالکل بے سود ہے ' اور اگر یہی کرنا ہے تو براہ کرم اپنا ایک پوسٹ کارڈ بھی ضائع نہ کیجیے - جب یہ کتابیں شائع ہوجائینگی آپ بھی خرید لیجیگا - پیشگی سے تو مقصود یہ ہے کہ اسی وقت بذریعہ منی آرڈر قیمت روانہ کیجیے ' اور اگر یہ کام مفید ہے تو دوسروں کو بھی ترغیب دیکر قیمتیں بھجوائیے -

(۷) اگر لوگوں کے پاس دل اور دماغ ہو ' اور اگر انہوں نے حقیقی طور پر مسلمانوں کے مرض اور اسکے علاج کو سمجھا ہو ' تو انکے لیے اسکی تشریح ضروری نہیں کہ ترجمان القرآن کیا چیز ہے ؟ اور اسکی اشاعت سے بڑھکر اور کوئی اسلامی خدمت ہوسکتی ہے یا نہیں ؟ - اگر اللہ تعالی اس حقیقت کے فہم کیلیے آپکے قلب کو کھول دے اور توفیق دے ' تو آپکے سامنے آپکے مال و دولت کا سب سے بڑا مصرف موجود ہے - یعنی ترجمان القرآن کی زیادہ جلدیں خرید کر آپ مسجدوں میں ' مدرسوں میں ' علماء میں ' واعظین میں ' کتب خانوں اور کلبوں میں مفت تقسیم کرسکتے ہیں - اسی سبب سے اسکی قیمت بہت ہی کم رکھی گئی ہے - البتہ یہ ایک ایسی چیز ہے جسکی توفیق صرف انھی بندوں کو ملیگی جنکے روپیہ کو خدا نے اپنی راہ میں خرچ ہونے کیلیے چن لیا ہے - ورنہ انفاق في سبيل الطواغيت والشياطين کی اتنی راہیں آجکل کھلی ہوئی ہیں کہ ان سب سے آنکھیں بند کرکے حقیقی ربانی کاموں کی طرف آنا بہت ہی مشکل ہو گیا ہے

"كتاب مرقوم يشهده المقربون" (۸۳ : ۱۸)

"في ذالك فليتنافس المتنافسون !" [۸۳ : ۲۳]

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاہ گاہے بازخواں این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

(۱) "الهلال" تمام عالم اسلامی میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو ایک ہی وقت میں دعوۃ دینیۃ اسلامیۃ کے احداء ' درس قرآن و سنت کی تجدید' اعتصام بحبل اللہ المتین کا واعظ' اور وحدۃ ملیۃ امۃ مرحومہ کی تحریک کا لسان العال ' اور نیز مقالات علمیہ' و فصول ادبیہ ' و مضامین و عناوین سیاسیہ و دینیہ کا مصور و جامع مجموعہ تھا - اسکے درس قرآن و تفسیر اور بیان حقائق و معارف کتاب اللہ الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اُردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشہاد قرآنی نے تعلیمات الاہیہ کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے ' وہ اسدرجہ عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید مخالفین و منکرین تک اسکی تقلید کرتے ہیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور ہیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جملہ ' ایک ایک ترکیب ' بلکہ عام طریق تعبیر و ترتیب' و اسلوب و نسج بیان اس وقت تک کے تمام اُردو ذخیرہ میں موجدانہ و مجتہدانہ ہے -

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الاہیہ کے احکام کو جامع دین و دنیا اور حاوی سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپنی خصوصیات کے لحاظ سے کوئی قریبی مثال تمام عالم اسلامی میں نہیں رکھتا-

(۳) وہ تمام ہندوستان میں پہلی آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکی تمام سیاسی و غیر سیاسی معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کی' اور سیاسی آزادی و حریت کو عین تعلیمات دین و مذہب کی بنا پر پیش کیا - یہاں تک کہ دو سال کے اندر ہی اندر ہزاروں دلوں ' ہزاروں زبانوں ' اور صدہا اقلام و صحائف سے اس حقیقت کو معتقدانہ نکلوا دیا !

(۴) وہ ہندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادی و عملی الحاد کے دور میں توفیق الہی سے عمل بالاسلام والقران کی دعوت کا از سر نو غلغلہ بپا کردیا ' اور بلا ادنی مبالغہ کے کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار مشککین ' مذبذبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام ' راسخ الاعتقاد مومن ' صادق الاعمال مسلم ' اور مجاہد فی سبیل اللہ مخلص ہوگئے ہیں - بلکہ متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر کے شہر ہیں جن میں ایک نئی مذہبی بیداری پیدا ہوگئی ہے : و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم !

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جہاد فی سبیل اللہ کے جو حقائق و اسرار اللہ تعالی نے اسکے صفحات پر ظاہر کیے ' وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و مرحمت خاص ہے -

(۶) طالبان حق و ہدایت' متلاشیان علم و حکمت' خواستگاران ادب و انشاء' تشنگان معارف الاہیہ و علوم نبویہ' غرضکہ سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعہ اور کوئی نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی ہوجاتی ہوں- وہ مقالات و فصول عالیہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے' جس میں کے ہر فصل و باب بجاے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے' اور ہر زمانے اور ہر وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید ہوتا ہے-

(۷) چھہ مہینے کی ایک جلد مکمل ہوتی ہے - فہرست مواد و تصاویر بہ ترتیب حروف تہجی ابتدا میں لگا دی گئی ہے - ولایتی کپڑے کی جلد ' اعلی ترین کاغذ ' اور تمام ہندوستان میں رحید و فرید چھپائی کے ساتھہ بڑی تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلی اور دوسری جلد دوبارہ چھپے گی - تیسری' چوتھی اور پانچویں جلد کے چند نسخے باقی رہگئے ہیں - تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتھی جلد میں (۱۲۵) سے زاید ہاف ٹون تصویریں بھی ہیں' اس قسم کی دو چار تصویریں بھی اگر کسی اور کتاب میں ہوتی ہیں تو اسکی قیمت دس روپیہ سے کم نہیں ہوتی

(۹) با این ہمہ قیمت صرف سات روپیہ ہے- ایک روپیہ جلد کی اجرت ہے-

تخرق حجاب الغرور' و طفق يدب دبيب الشعور- ولكنه شعور يظهر انه زاد الامة مرضا' حتي تكون حرضا - شعور هبط ببعض ذويه في مهاوى الاياس' و طوح ببعضهم الى مرامي الوسواس - فكان انتقالا من طور الخدر و السبات' الي طور الحيرة والشتات : كلما ارادوا ان يخرجوا منها من غم' أعيدوا فيها و ذوقوا عذاب الحريق (٢٢ : ٢٢) قل من كان في الضلالة فليمدد له الرحمن مدا (١٩ : ٧٧) ويزيد الله الذين اهتدوا هدى' والباقيات الصالحات خير عند ربك ثوابا و خير مردا (١٩ : ٧٩)

و لما استيقظ فيها الشعـــور بما فسد من امـر دنياها' قبل الشعـــور بما كان سببـــا له من فســاد امر دينها' و شعرت بالخطــــر على حياتها الماديـة و الصوريه' غافلـــة عن عللها الروحيـة و اسبابها المعنوية ؛ شرعت في شي من الاصلاح الصوري والجزئي' بدون ان تويده بروح الاصلاح المعنوي و الكلي - فعد السلطان محمود خان المصلح مصلحا بتغيرالزى الرسمي و نظام الجنديه' و السلطان عبد المجيد مصلحا باعلان التنظيمات العثمانيه' و مصطفي رشيد و فواد باشا و خيرالدين التونسي و اعوانهم مصلحين بادخال الدولة العثمانية في "سلك الدول الاروبيه' و مدحت باشا الشهير مصلحا باقتباس القوانين الغربيه' و محمد على في مصر بارساليات العلمية الى البلاد الافرنجيه' و السيد احمد خان في الهند بفرنجة الامة الاسلاميه' و جمال الدين الاسد ابادي بالدعوة الى الجامعة السياسيه' و امير عبدالرحمن خان بالتاليف بين القبائل الافغانيه' و الشيخ محمد بيرم التونسي و صدرالدين الروسي باخذ العلوم العصرية والماديه - ولكن لم تتوجه همة احد الى الدعوة الى القران' و اقامة الميزان والفرقان' و ازالة البدع والمنكرات' والتقاليد والعادات' وجمع الكلمة التي فرقتها المذاهب و اللغات - فما زاد الامة ذالك الاصلاح الصوري و الجزئي الا ضروبا من الفساد' ولا افاد الدولة الا اضعاف الاستقلال و اضاعة البلاد : قل هل ننبئكم بالاخسرين اعمالا ؟ الذين ضل سعيهم في الحياة الدنيا وهم يحسبون انهم يحسنون صنعا' اولائك الذين كفروا بآيات ربهم و لقائه فحبطت اعمالهم فلا نقيم لهم يوم القيامة وزنا (١٨ : ١٠٤)

٢

نعم' ان المسلمين امسوا كالريش في مهب رياح الحـــوادث' و كالغثاء في مجرى سيول النوازل ؛ لا راى لخواصهم فيما يراد منهم' و لا شعور لعوامهم فيما يراد بهم - وللاعداء يد في تصرف كرائمنا في سياستنا' و يد في تصريف اموالنا و انفسنا في مصلحتهم دون مصلحتنا' ويد تطبع الارواح باخلاق و عادات تنافى آداب ملتنا' و تودع في العقول عقائد و افكارا تقوض بناء وحدتنا - فاي شي بقي في ايدينا من شوون امتنا ؟ اللهم انه يقل فينا من بقي لـه اذن تسمع و عين تبصر' و قلب يشعر و عقل يفكر - و يقل في هاولاء القليلين من له ارادة تتوجه الى عمل للامة' و ثبات فيما يحاول من كشف الغمة - والرجاء بفضل الله تعالى محصور في هاولاء الاقلين' و من يتصل بحزبهم حينا بعد حين' و العاقبة للمتقين : وكم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله و الله مع الصابرين (٢ : ٢٤٩)

٣

قال الله سبحانه و تعالى : نزل عليك الكتاب بالحق مصدقا ما بين يديه' و انزل التورات والانجيل من قبل هدى للناس' و انزل "الفرقان" (٣ : ١) و قال في سورة الحديد : لقد ارسلنا رسلنا بالبينات و انزلنا معهم الكتاب و الميزان ليقوم الناس بالقسط' و انزلنا الحديد فيه بأس شديد و منافع للناس (٥٧ : ٢٥)

فهذا بيان للناس بان بناء معاشهم و معادهم يقوم على اربعة اركان : الكتاب' و الصدر' و العدل' و القوة النافذة و المقومة - وهي القران' والفرقان' والميزان' والحديد - من تمسك بهم نجا' و من تركهم ضل و غوى' و خزى في الاخرة و الاولى : و من اعرض عن ذكرى فان له معيشة ضنكا' و نحشره يوم القيامة اعمى (٢٠ : ١٢٤) كذالك نجزي من اسرف ولم يومن بآيات ربه ولعذاب الاخرة اشد و ابقى (٢٠ : ١٢٧)

" الفرقان " عقل يفرق بين الحق و الاباطيل' و يدرك اسرار الخليقة و فقه التنزيل - فهو المخاطب باقامة الشريعة' و هو المطالب بالتصرف في الطبيعه' فياخذ منها بقدر اجتهاده' على حسب استعداده - و " الميزان" عدل عام' في الاخلاق و الافكار و الاحكام' به ينفذ حكم القران و الفرقان' حتى يلتئم شمل الانسان - فيعطي كل ذي حق حقه' و يوفى كل ذي قسط قسطه - و ان لربه عليه حقا' ولنفسه عليه حقا' ولزوجه عليه حقا' و لاهله عليه حقا' و لقومه عليه حقا' ولامته عليه حقا' ولمجموع الناس عليه حقا - فالقران يهدى الى الحقوق و يبين' والفرقان يفرق بين المتشابهات ويعين - وانما القسمة بالميزان' و بالثلاثة تكمل فطرة الديان - فالقران كتاب مسطور' و ضياء و نور - و بالفرقان نقرء و ندرس' و نجتلي و نقبس - و بالميزان نعمل بالعلم' و نقوم بالقسط - و من شذ عن هـذه الثـــلاثة فلم يهتد بالنقـل و العقـل' ولم يخضـع لسلطـــان العـــدل' فقد انزل الله لعلاجه " الحديد" الجامع بين المنافع و الباس الشديد - فيودب بقوة السلاح' حتى يستقيم امر الاصلاح - و يكون كلمة الحق هي العليا' و كلمة الباطل هي السفلي : وقاتلوا هم حتي لا تكون فتنة و يكون الدين لله (٢ : ١٩٣)

بهذه الاركان الاربعة كان الاســـلام دين الفطرة' و الهادي بسنن الشريعة الي كمال سنن الطبيعه - ولكن هدم التقليد جميع هذه الاركان' و استبدل بها قول فلان و فلان' اسماء سماها المقلدون هم و آباؤهم ما انزل الله بها من سلطان - فاما ركن " الكتاب " فبزعمهم ان فهمه و الاهتداء به خاص بنفر يسمون المجتهدين و المفسرين' و انهم

فاتحة " البـــلاغ "

(٢)

يا ايها الذين امنوا ! استجيبوا لله وللرسول اذا دعاكم لما يحييكم ' و اعلموا ان الله يحول بين المرء و قلبه و انه اليه تحشرون - و اتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصه ' و اعلموا ان الله شديد العقاب - و اذكروا اذ انتم قليل مستضعفون في الارض تخافون ان يتخطفكم الناس فاواكم ' و ايدكم بنصره ' و رزقكم من الطيبات لعلكم تشكرون - يا ايها الذين امنوا ! لا تخونو الله والرسول وتخونوا اما ناتكم و انتم تعلمون - و اعلموا انما اموالكم و اولادكم فتنه ' و ان الله عنده اجر عظيم - يا ايها الذين امنوا ! ان تتقوا الله يجعل لكم فرقانا ' و يكفر عنكم سيئاتكم ' و يغفرلكم ' والله ذوالفضل العظيم !

(٨ : ٢٣)

تلك ايات الكتاب المبين ' تنزيل من رب العالمين ' هدى و بشرى للمومنين ' نزل به الروح الاميـــن ' على قلب محمد خاتم النبين ' ليكون من المنذرين ' و انه لتذكرة للمتقين ' و انه لحســـرة على الكافرين ' و انه لحق اليقين ! يذكر بها " البـــلاغ " قرائه على راس السنة الرابع والثلاثين ' ليتـذكروا ان فى الكـون ظلمة و نورا ' وكلما خبيثا وكلما ماثورا ' وعملا سيئا و عملا مبـرورا ' ومن اراد الاخرة و سعى لها سعيهـــا و هو مومن فاولئك كان مشكورا (١٧ : ٢٠) و ان تكونوا صالحين فانه كان للاوابيـــن غفورا (١٧ : ٢٧)

و ليتذكروا ان للامم حياة و موتا ' و ان فى الناس مكرا و فتنا - و ان للحياة دعوة يخاطب بها الاحياء ' و ان لها فتنة من قبل الكبراء والرؤساء - و ان العاقبة للمتقين ' و ان كانوا مستضعفين ' و لا عدوان الا على الظالمين : وكم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله والله مع الصابرين (٢ : ٢٤٩) وكذالك جعلنا في كل قرية اكابر مجرميها ليمكروا فيها و ما يمكرون الا بانفسهم و ما يشعرون ! (٦ : ١٢٣)

ليتذكروا ان من يدعو الى الحياة فهو يدعو الى الاستقلال و المســـاواة ' و من يدعو الى الحق فهو مقاوم للباطل - و ان ابغض الاشياء الى الروساء المستبدين ' و امراء الضالين ' و علماء المقلدين ' استقلال الفكر والتساوي بين الناس فى الحقـــوق - و ابغض الناس الى الكبراء المتـــرفين ' من يدعو الى نصرة الحق و مقاومة الباطل ' و الى جعل التفاضل بين الناس بالاعمال و الفضائل - فالسادات العالون ' و الكبراء المستكبرون ' و الرؤساء الغارون ' و الهداة الضالون ' و المرشدون الدجالون ' و جنود ابليس اجمعون ' اعداء المصلحين فى كل زمان ' و خصماء الحق و السعادة في كل مـــكان - غرورا بالقـــوة الشيطانية و طغيـــانا بالغني ' و استكبارا في الارض و مكرا السئي ' و لا يحيق المكر السي الا باهله ' فهل ينظرون الا سنة الاولين ؟ فلن تجد لسنة الله تبديلا ' و لن تجد لسنة الله تحويلا - او لم يسيروا في الارض فينظروا كيف كان عاقبة الذين من قبلهم ؟ و كانوا اشد منهم قوة و ما كان الله ليعجزه من شى في السماوات و لا في الارض ' انه كان عليما قديرا - (٣٥ : ٤١)

و ليتذكروا ان انتقال الامم من حال الى حال " لا يكون من الرؤساء المترفين ' و لا بالاعتماد على الامراء الفاسقين ' و المقلدين الجاهلين ' والمرشدين الضالين - و انما يكون بتغير افراد الامة ما بانفسهم من الافكار و العقائد ' وطلب المصالح و درء المفاسد - وتذكروا ان المسلمين غيروا ما كان بانفسهم في اول نشاء تهم بالتدريج ' فغير الله ما كان بهم من عزة الحياة و القوه ' و سيادة العدل و الفضيله - و لن يغير ما هم الان فيه ' الا بعد الرجوع الى ما كانوا عليه - و شرطه قلع جراثيم التقليد و اجتثاث شجرة التعصب للمذاهب - و اساسه جمع كلمة الامه و تحقيق معني الوحدة ' و الاعتصام بالكتاب و السنة - " فالبلاغ " يدعوهم الى " الاصلاح الديني " قبل كل شي ' لانه يتوقف عليه كل شي - فانه لا يصلح اخـر هذه الامة ' الا بما صلح بـه اولها - و صلح اول هذه الامة بهدي كتاب الله تعالى و سنة نبيه صلي الله عليه وســلم - و هداهـم ذالـك الي كل اصلاح صوري و معنوي ' جزئي و كلي ' مادي و ادبي ' علمي و مدني : هذا صـــراطي مستقيما ' فاتبعوه و لا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله ' ذالكم وصاكم بـه لعلكم تتقون (٦ : ١٥٣)

ا

لقد اتي على المسلمين حين من الدهر و هم في مرض اجتماعي يشبه داء السكتة - تعيث في جـــامعتهم جراثيم المرض وهم لا يشعرون ' و تهددهم بالزوال و الفناء و هم لا يعلمون - حتى اذا فار التنور ' وجاء القدر المقدور -

٦

(المتفرنجون المفسدون)

و من ورائهم قوم آخرون ، الذين يجعلون علته ما جهلوا او تركوا من هدى الدين ، و هو ما عمل به سلفهم فكانوا هم الايمة الوارثين - يحاولون ان يقطعوا هذه الامة امما ، و يسلكوا بها الى المدنية الحديثة طرائق قددا ، و هم ما عرفوا حقيقة المدنية الفاضلة وكنهها ، ولا ما يصلح للمسلمين ويتفق مع طبائعهم منها - و هم في طلب قشورها مقلدون ، صم بكم عمي فهم لا يبصرون - وها اولاء هم الذين مرقوا من الدين ، انكروا التقليد ولم يعرفوا الحق اليقين - يقولون لا رجاء للمسلمين بحياتهم المليه ، و لا باقامة الحدود الشرعيه ، فاذا لم يحيوا حياة " افرنجية " فلا حياة لهم ، و اذا لم يتبعوا خطوات اوربا فلا مدينة لهم - كل هذا و ذالك مما ينادي به المسلمون الجغرافيون ، منهم الملحدون ، و اكثرهم الفاسقون ، ولهم اعمال من دون ذالك هم لها عاملون (٢٣ : ٦٤) يجرفون ثروة الامة الى الاجانب ، و يقذفونها بالفجور و النفوذ الاجنبي من كل جانب ، و يتغلبون فيها على المناصب ، فينالون منها جمع المارب - يحقرون لها سلفها ، و يعظمون في نفسها كل ما هو اجنبي عنها - فهم المنافذ والكوى التي يدخلها منها الفساد ، و هم الالات التي يستعين بها الاجانب على امر الامة والبلاد ، وهم الذين ضل سعيهم في الحياة الدنيا ، و هم يحسبون انهم يحسنون صنعا - (١٨ : ١٠٤) فلا هم صاروا بها اوربيين ، ولا ظلوا مسلمين شرقيين ، ولكن لغرورهم الافرنجية تراهم من المتكبرين الطاغين ، طلعهم كانه رؤس الشياطين - فاولائک هم المتفرنجون المفسدون ، الذين يفسدون في الارض ولا يصلحون (٢٦ : ١٥٣) واذا قيل لهم لا تفسدوا في الارض ، قالوا : انما نحن مصلحون ! الا ، انهم هم المفسدون ولكن لا يشعرون !! (٢ : ١٠)

الا ، انهم تحولوا عن التقاليد الاسلاميه ، الى التقاليد الافرنجية الصوريه - فيخرجون الامة من تقليد الى تقليد ، ويقذفون الغيب من مكان بعيد ، و يتبعون كل شيطان مريد - يسمون انفسهم المجددين ، و طلاب المجد و الحضارة للاسلام و المسلمين ، ومكوني " القومية " ، و خالقي الشعور بالحياة المدنيه - والحق انهم شر من الراضين بما وصلنا اليه من الضعف والخمول - لان ها اولاء الخاملين الجامدين ، قد رضوا بهذه الحالة التي لا تجد لها تفسيرا ، الا انها مما يسمونه " الموت صبرا " - واما المتفرنجون الضالون ، الذين رضوا بانحلال رابطتهم المليه ، و عفاء مقوماتهم و مشخصاتهم الاسلاميه - فانما رضوا ان ينجعوا انفسهم ، و ينحروا امتهم ، و يجعلوها غذاء لاعداءهم : اولائك الذين طبع الله على قلوبهم واتبعوا اهواءهم (٤٧ : ١٩) ذالک بانهم كرهوا ما انزل الله فاحبط اعمالهم (٤٧ : ٩) فهل ينظرون الا الساعة ان تأتيهم بغتة ؟ فقد جاء اشراطها ، فانى لهم اذا جاءتهم ذكراهم ؟ (٤٧ : ٢٠)

٧

يهاجم الاسلام و المسلمين جيش خارجي من الامم الطامعه ، وجيش آخر داخلي من دعاة التقاليد الافرنجيه - و الثاني انكي من الاول واضر ، وادهي و امر - لان لسبعون عدوا خارج الدار ، اهون من عدو واحد في الدار - فالمتفرنجون المنافقون ، المفسدون الدجالون ، يغشون المسلمين بانهم منهم ، ينفعهم ما ينفعهم ، و يضرهم ما يضرهم ، و الله يعلم انهم لكاذبون : يخادعون الله والرسول والذين امنوا ، وما يخدعون الا انفسهم وما يشعرون -

يغشون الامة انهم يدعونهم الى الترقي عما هم عليه الى مدنية اعلى ، وحضارة اسمي - وهي ان يكونوا مثل الافرنج في عزهم ، وثروتهم و زخرفهم - و يحسبون لصغر عقولهم ، وقطع نظرهم ، ان ما يفوقنا به الافرنج من الثروه ، و اسباب القوه ؛ قد جاءهم من عدم مبالاة كثير منهم بالدين ، واتباع غير سبيل المومنين - او من عاداتهم في طعامهم و ازيائهم ، وفسقهم و فجورهم ، واجتماعهم و افتراقهم - او بمحض التشئيد المدارس ، و تاسيس المكاتب و المعاهد - فطفقوا يقلدونهم في شرما عندهم ، و يدعون المسلمين الي تقليدهم ، على ان منها ما هو من سئيات مدينتهم و قبائحها التي ينكرها عليهم حكماءهم ، ومنها ما هو مناسب لطبيعة بلادهم و اجيالهم دوننا - و منهم ما لا نفع فيه ولا ضر لذاته ، ولكنه يضرنا من حيث هو تقليد لهم ، يضعف روا بطنا المليه ، ومقوماتنا الاجتماعيه ، و مشخصاتنا الاسلاميه ، و يحقر امتنا في انفسنا ، و يعظم اممهم فيها ، فيكون تمهيدا لقبول سيادتهم علينا بغير امتعاض - و بهذا كان وجودهم " الجيش السلمي " لتشكلاتهم ، ولا يتم لهم ما يسمونه " الفتح السلمي " (غير الفتح الحربي) بدونهم : الخبيثات للخبيثين و الخبيثون للخبيثات ، و الطيبات للطيبين و الطيبون للطيبات (٢٤ : ٢٥)

٨

نعق به ناعق المة الغفلة والفساد ، و نصير الظلم و الاستبداد ، ان لا نجاة لكم من البلاء الذي اصابكم ، ولا امن لكم من الخطر الذي يوشك ان ينزل بكم ، الا بفناء ارادتكم في ارادة حكامكم - لا بتغيير ما في انفسكم من اوهام و خرافات و اخلاق ذميمة و عادات ، ولا بتربية العقل و الارادة علي الاستقلال ، والتعاون علي البر و التقوي ، والاشتراک في الاعمال ، ولا بجعل الشورى قاعدة الحكم ، و اقامة الشريعة في الحلال و الحرام ، ولا بالتواصي بالحق و التواصي بالصبر ، ولا بالامر بالعرف و النهى عن النكر - وصاح بهم " خطيب فتنة الافرنجيه " ان لا حياة لكم بالرابطة السلاميه ، لانها ممقوتة في نظر اهل المدنية الغربيه ، وما اعتز المسلمون الا ولون من اداب القرآن ، فقد نسخته مدينة اوربا في هذا الزمان - فالافرنجية ! الافرنجية ! الزموها تكونوا من الفائزين ، و القومية ! القومية ! اعلنوها ان كنتم مومنين ،

انقرضوا و قد عقم الزمان عن مثلهم الي يوم الدين ! و اما ركن الفرقان، فبما اهملوا من الحكمة الدينية، و العلوم الكونية، و الفنون العمليه، و اجتهاد الفكر و النظر في الحياة الاجتماعيه - و اما ركن الميزان، فباباحة الاستبداد لذوي السلطان، و تحتيم طاعتهم و لو في الاثم و العدوان، و بتعزيزهم و تعزيزهم، و اجلالهم و توقيرهم، بل تنزيههم و تقديسهم بكرة اصيلا - فقد اندرس من هذا الركن علمه و عمله، و انمحي بالكلية حقيقته و رسمه، و استولت علي القلوب مداهنة الخلق، و انمحت عنها مراقبة الخالق، و استرسل الناس في اتباع الهوى استرسال البهائم، و عز علي بساط الارض مومن صادق لا تاخذه في الله لومة لائم - و اما ركن الحديد، فبالاعراض عن الجهاد في سبيل الحق و مقاومة الظلم و الطغيان، و التعاون علي الاثم و العدوان - فمتى يثبت لشعوبهم و دولهم بنيان، و قد هدموا جميع هذه الاركان، و فسقوا فيها عن هداية القران ؟ فاولائك اعداء الرحمن، و اولياء الشيطان : و من يتخذ الشيطان وليا من دون الله فقد خسر خسرانا مبينا، يعدهم و يمنيهم، و ما يعدهم الشيطان الا غرورا (٤ : ١١٩) و اذا اردنا ان نهلك قرية، امرنا مترفيها، ففسقوا فيها، فحق عليها القول، فدمرناها تدميرا (١٧ : ١٢)

٤

ان بعد رجال الدين عن علوم القران و الفرقان و الميزان و الحديد، و جمودهم على ما اوجبوه على انفسهم من التقليد ؛ جعلهم بمعزل عن الزعامه، و حرمهم مقام الاسوة و الامامة - فلم يبق لهم شي من الامر و النهي، و بقوا لا يقصد اليهم في الاستشارة و الراى - لا يستفتون في ادارة المصالح و درء المفاسد، و لا يعتمد عليهم في نظام التربية و التعليم في المدارس - فقلت بعدم الثقة بهم دقة الناس بالدين، و كثر الفسق في الجاهلين، و الالحاد و الكفر في المتعلمين - انحلت رابطة جامعته الملية، و كادت تنقصم عروة اخوته الروحيه - فسهل على الاعداء تخطفهم شعبا شعبا، و انتقاص بلادهم فطرا فطرا : و لقد صرفنا في هذا القران ليذكروا، و ما يزيدهم الا نفورا (١٨ : ٤١) و قال الرسول يا رب ! ان قومي اتخذوا هـــذا القران مهجورا (٢٥ : ٣٠) و كاين من قرية عتت عن امر ربها و رسله، فحاسبناها حسابا شديدا (٦٥ : ٩) و بلوناهم بالحسنات و السيئات لعلهم يرجعون (٧ : ١٦٧)

٥

فا " لبلاغ " يدعو المسلمين الي اقامة الاركان الاربعة باسم الاسلام، من حيث يعتجون علي هدمها بالاسلام - و انما اقامتها ان يكون امر الامة بايدي اهل القران، و اصحاب الفرقان، و مقيمي الميزان، و حملة الحديد، الذي فيه باس شديد : هذه سبيلي ادعو الى الله على بصيرة انا و من اتبعني (١٢ : ١٠٨) فمنهم من يومن به و منهم من لا يومن به، و ربك اعلم بالمفسدين (١٠ : ٤٠)

٦

هذا ضرب من ضروب هداية القران، الذي دعا الى جميع الاصول التي فيها سعادة الانسان - فمن اقام هذه الاركان كلها كان هو المسلم الكامل و ان سمي مبتدعا او ملحدا او دهريا - و من هدمها كلها كان ملحدا في آيات الله سبحانه و ان سمى نفسه مسلما حنيفيا - و من كان اقرب اليها، كان حظه من السعادة بمقدار سهمه منها - و متى تنازع شعبان او امتان، كان الظفر لمن كان اقرب من هذه الاركان، و هو الاقرب الي هداية القران : فطرة الله التي فطر الناس عليها، لا تبديل لخلق الله، ذالك الدين القيم، ولكن اكثر الناس لا يعلمون (٣٠ : ٣٠)

٧

سيقول السفهاء من الناس، و اهل الارجاف و الوسواس ؛ ان هذه الدعوة الى هداية القران، و اقامة الفرقان و الميزان، هي اجتهاد اقفل بابه في هذا الزمان، و الداعي اليها عدو مبين لاهل الايمان، و ما علينا الا تقليد شيوخنا اهل الفقه و التفسير و العرفان : بل قالوا مثل ما قال الاولون (٢٣ : ٨٣) انا وجدنا آباءنا على امة و انا على آثارهم مهتدون (٤٣ : ٢٣) واذا قيل لهم : اتبعوا ما انزل الله، قالوا : بل نتبع ما الفينا عليه آباءنا ! اولو كان آباؤهم لا يعقلون شيئاً ولا يهتدون ؟ (٢ : ١٦٥) ما لهم بذالك من علم ان هم الا يخرصون (٤٣ : ١٩) فاعرض عنهم و توكل على الله وكفى بالله وكيلا !(٤ : ٨٣) ومن ها اولاء من يلقي تبعة هلاك المسلمين و ضياع الاسلام، على عواتق اهل السلطة المتغلبين على الحكام - و منهم من يوجب الخضوع والتعبد لكل ذى سلطان، و ان نسخ باستبداده القران والفرقان، وطغى بظلمه في الميزان، و يقول بعزة فرعون و هامان - و منهم من يحيل على القضاء والقدر، و منهم من يقول ليس لها الا المهدى المنتظر - و منهم من يثبت ان هذا من علامات الساعة الكبرى، و منهم من يصيح " الا اياما معدودات قبل هلاک الدنيا " - فاولائك اعداء القران، و خصماء العلم و العرفان، و ان كثيراً من الاحبار و الرهبان، لياكلون اموال الناس بالعدوان، و يقعدون بكل صراط يصدون عن سبيل الرحمن، فمثلهم في الانجيل و مثلهم في القران، كمثل الحمار يحمل اسفارا (٦٢ : ٥) و ان منهم لفريقا يلون السنتهم بالكتاب لتحسبوه من الكتاب وما هو من الكتاب، و يقولون هو من عنـــد الله وما هو من عنـد الله، و يقولون على الله الكذب وهم يعلمون (٣ : ٧٢) ان الذين يكتمون ما انزل الله من الكتاب و يشترون بـــه ثمناً قليلا، اولائک ما ياكلون في بطونهم الا النار (٢ : ١٦٩) قل يا اهل الكتاب ! لستم على شي حتى تقيموا التورات و الانجيل و ما انزل اليكم من ربكم (٥ : ٧٢) و منهم اميون لا يعلمون الكتاب الا اماني، و ان هم الا يظنون (٢ : ٧٢) و ان فريقا منهم ليكتمون الحق و هم يعلمون (٢ : ١٤٠)

فعليكم ايها المسلمون و قد اعوزت النجاة ' و اختلفت دعوة الدعاة ' ان تجيبوا داعي الله اذا دعاكم لما يحييكم ' و تكونوا من " حزب الله " المفلحون ' و اولياء الله الغالبون ' و امة يهدون بالحق و به يعدلون (۷ : ۱۸۰) الذين تأسوا بهدي الانبياء و الصديقين ' و اقاموا امر الدينا و الدين - و الذين يوحدون بهداية القران المتعددين ' و يجمعون بارشاده المتفرقيـــن - و الذين يوجبون على الامة مقاومة استعداد المستبدين ' كما هدى اليه الكتاب المبين ' و لا يخافـــون لومة لائم و هم اذلة على المومنيـــن ' اعزة على الكافرين - و الذين يصدقون بيوم الدين ' و لا يتخذون الظالمين اولياء من دون المومنين ' و يتولون الله و رسوله و الله يتولى الصالحين - " و الذين يبيتون لربهم سجدا و قياما ' و الذين يقولون : اصرف عنا عذاب جهنم ان عذابها كان غراما ' و الذين اذا انفقوا لم يسرفوا و لم يقتروا و كان بين ذالك قواما ' و الذين اذا ذكروا بايات ربهم لم يخروا عليها صماً و عميانا " (۲۵ : ۷۴) و الذين هم بشهاداتهم قائمون ' و الذين هم على صلاتهم يحافظون (۷۰ : ۳۵) و الذين عند ربهم لا يستكبرون عن عبادته و به يذكرون و يعقلون ' و الذين يسبحون بكرة و اصيلا و حين تمسون و حين تصبحون - فاولائك كتب في قلوبهم الايمان و ايد هم بروح منه ' و يدخلهم جنات تجري من تحتها الانهار ' خالدين فيها ' رضي الله عنهم و رضوا عنه ' اولائك " حزب الله " - الا ان حزب الله هم المفلحون (۵۸ : ۲۲)

فيا اهل القران ! اقيموا القران ' و اقيموا الوزن بالقسط ولا تخسروا الميزان ! قد غلبتم على ما فرطتم فيه من حقكم ' فنزا على مصالحكم الملاحدة و الفاسقون من ملتكم ' و كانوا هم المنـــافذ والكوى لدخول الفســـاد في ارضكم - تركتم لهم دنياكم ' فطمعوا في دينكم - يريدون اطفاء نوره ' والا حاطة بوليه و نصيره ' فافيقوا من نومكم ' واتقو الله و اصلحوا ذات بينكم ' وانشروا دعوة الايمان ' واجعلوا امامكم القران : و تعاونوا على البر و التقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان (۵ : ۲)

يا اهل القران ! ان القران كان حجة لكم ' فصار اليوم حجة عليكم - اخبركم الله فيه ان الارض يرثها عباده الصالحـون ' و ان العـزة لله ولرسوله وللمـومنين و لكـن المنـافقين لا يعلمـون - و انـه وعـد الـــذين امنـــوا منكـم و عملـوا الصـــالحـات ليستخلفنهم في الارض ' و يمكـن لهـم دينهم و يبـدل خـوفهم بالا من ' و بين ذالك بقوله : ما على المحسنين من سبيل ' انما السبيل على الذين يظلمون الناس و يبغون في الارض - فما بال الناس يرثون ارضكم و انتم لا ترثون ارضا ؟ بل لا تحفظون ارثا ؟ و ما بالهم يسلكون كل سبيل للافتيات عليكم ' و ما بالكم تخربون بيوتكم بايديهم و ايديكم ؟ كيف ذهبت عزتكم ' و كيف خضدت شوكتكم ؟ كيف كنتم تاخذون فتحمدون ' فصرتم تعطون فتذمون ؟ الى متى هذه الغفلة ايها الغافلون ؟ ا انتم مصدقون بوعد الله و وعيده ام مكذبون ؟ الم يعدكم الله بان يمكن لكم دينكم الذي ارتضى لكم ؟ بلى ' و لن يخلف الله وعده و انما انتم المخلفون : و ما كان ربك ليهلك القرى بظلم و اهلها مصلحون (۱۱ : ۱۱۷) فهل رضيتم بان تكونوا من الظالمين الباغين ' بعد ان كنتم خير العادلين المصلحين ؟ اليس منكم رجل رشيد ؟ اترضون ان تكونوا ممن نزل بهم " باسهم بينهم شديد " ؟ الا تتدبرون قوله تعالى : وكذالك اخذ ربك اذا اخذ القرى و هي ظالمة ' ان اخذه اليم شديد

يا اهل القران ! كنتم خير امة اخرجت للناس ' تامرون بالمعروف و تنهون عن المنكر ' و جعلكم الله امة وسطا لتكونوا شهداء على الناس - و لكنكم غيرتم ما بانفسكم ' فغير الله ما بكم - فتنبه الوثنيون و انتم غافلون ' و اجتمع اليهود و انتم متفرقون ' و سبق النصارى و انتم متخلفون - فاعتبروا بتاريخ من قبلكم ' و باحوال الامم في عصركم ' و تدبرو القران ' و ما بينه من سنن الله في نوع الانسان ' فقد ان الاوان ' و استدارا الزمان ' و اتصل القريب بالبعيد ' و امتاز الغوى من الرشيد ' ان في ذالک لذكرى لمن كان له قلب او القى السمع وهو شهيـــد !

۱۱

جلت قدرة الله تعالى و نفذت مشيته ' و غلب قدره و علت كلمته - جعل الايام دولا ' و جعل للدول و الامم نواميس وسننا ' فلا مبدل لسنته ' ولا محول لنواميس خلقته ' فلا يغرنک املاؤه للظالمين ' و استدارجه للمفسدين : انما يوخرهم ليوم تشخص فيه الابصار (۱۴ : ۴۲)

لا ينفع من قدر حذر ' ولا ينفذ من محيط سننه سلطان البشر ' فلا يهولنک ما ترى من رسوخ الاستبداد ' و لا يوئسنک ما تشاهد من غلبة الاستعباد و الفساد ' فقد مضت سنة الله بان الشي اذا جاوز حده ' جاوز ضده ' و ان شدة الضغط ' توجب شدة الانفجار : و اذا اراد الله لقوم سوء فلا مرد له و ما له من دونه من وال ! (۱۳ : ۱۱)

لقد صدقنا الله وعده و وعيده ' و ارانا با عيننا مصداق كتابه : ظنوا انهم مانعتهم حصونهم من الله ' فاتاهم الله من حيث لم يحتسبوا و قذف في قلوبهم الرعب ' يخربون بيوتهم بايديهم و ايدي المومنين ' فاعتبروا يا اولى الا بصار ! (۵۹ : ۲)

نعم ' ان في ذالک لكبرى العبر ' لمن يعقل و يتدبر ' و يتذكر و يتفكر : كلا و القمر ' و الليل اذا ادبر ' و الصبح اذا اسفر ' انها لا حدى الكبر ' نذيراً للبشر ' لمن شاء منكم ان يتقدم او يتا خر ! (۳۷ : ۳۲) فالـ[illegible] ن ليل الحق قد عسعس ' و صبحه قد تنفس ' و طفق اهله يهبون من رقادهم ' و يمسحون النوم عن اعينهم [illegible] من اليوم بينهم مونس التوحيد ' و جاء كل نفس معها سائق و شهيد : لقد كنت في غفلة من هذا فكشفنا عنک غطاءک فبصرک اليوم حـــديد (۵۸ : ۲۲)

لقد رخصت النوازل هذه الامة رخصا ' ثم مخضتها النوائب مخضا ' و قد آن ان تخرج زبدها محضا - و ان ذالک لواقع ' ما له من دافع - انهم يرونه بعيدا و لكن نراه قريبا - ان موعدهم الصبح ' اليس الصبح بقريب ؟ (۱۱ : ۸۴)

و العلماء ! العلماء ! احذروهم و ان خدموا الامة و الدين ' و الصلحاء ! الصلحاء ! اهلكوهم ان كنتم فا علين - فاولئك حزب الشيطان' الا ان حزب الشيطان هم الخاسرون (٥٨ : ١٩)

٩

علمتنا التجارب و الاختبار ' و نطقت مواضي الحوادث و الاخبار ' بان المقلدين من كل امة المنتحلين اطوار غيرها ' يكونون فيها منافذ و كوى لتطرق الاعداء اليها ' و تكون مداركهم مهابط الوساوس ' و مخازن الدسائس - بل يكونون بما اعمت افئدتهم من تعظيم الذين قلدوهم و اسوا بهم و احتقار من لم يكن على مثالهم ؛ شؤماً على ابناء امتهم ؛ يذلونهم ' و يحقرون امرهم ' و يستهينون بجميع اعمالهم - و ان بقى في بعض رجال الامة بقية من الشمم ' او نزوع الى معالي الهمم ؛ انصبوا عليه ' و ارغموا من انفه ' حتى يمحى اثر الشهامة ' و تخمد حرارة الغيرة ' و يصير اولائك المقلدون المضلون ' طلائع لجيوش الغالبين ' و حماة الغازين - يمهدون لهم السبيل ' و يفتحون عليهم الابواب - ثم يثبتون اقدامهم' و يمكنون سلطتهم ' و يخربون بيوت الامة بايديهم ' ذالك بانهم من الذين نسوا الله فانساهم انفسهم ' اولائك هم الخاسرون ! لا يستوى اصحاب النار و اصحاب الجنة ' اصحاب الجنة هم الفائزون ! (٥٩ : ١٩)

صدق حكيمنا ابن خلدون في قوله : " ان المغلوب مولع ابدا بالاقتداء بالغالب ' في شعاره وزيه ونحلته و سائر احواله و عوائده " نقول ولكنه قلما يقتدي به في معالي الامور ' و اسباب القوة التي بها كان غالباً - لان المغلوبين المخذولين يستحوذ عليهم الخمول و الكسل ' و يصيرون عالة على الغالب في عامة شؤنهم' و هذا معني قوله تعالى:

ضرب الله مثلاً : رجلين احدهما ابكم لا يقدر على شي وهو كل على مولاه اينما يوجهه لا يات بخير' هل يستوي هو و من يامر بالعدل وهو على صراط مستقيم ؟ (١٦ - ٧٨) وقد يخدع الغرور اكثر المتفرنجين المقلدين ' فيتوهمون انهم بتقليدهم للافرنج في اسلوب التعليم ودعوة " القومية " و " الافرنجيه " قد ساروا على طريقهم الى الاستقلال الذاتي و الكمال المدني ' وهيهات هيهات ما يتوهمون - لا تجد اكثرهم الا مخدوعين المخذولين ' و طريق العاملين المستقلين ' غير طريق المقلدين الخاسرين : فسيروا في الارض فانظروا كيف كان عاقبة المكذبين ! (١٦ : ٣٨)

يقولون " التعليم ! التعليم ! التعليم !!! " و يقولون " الاجتماع و الموتمرات ' و الاحزاب والجمعيات " وهم لا يعرفون حق ذالك من باطله ' فنحن نرى فساداً كبيراً و عصيانا مبيناً دخل على الامة من قبل هذه الاشياء وهم لا يشعرون - فالعبرة بروح التعليم و الجمعيات لا بصورها ' والحقيقة في اساسها لا في اشكالها - وهذه لا تكون صالحة مصلحة الا اذا كان القائمون بهذه الاشياء صالحين مصلحين ' و الهادين المرشدين ' والمومنين الراسخين ' فهل من السهل ان تعرف الامة من عساه يوجد فيها من ها اولاء الرجال فتكل امر الاصلاح اليهم ؟ انى ذالك ؟ و عوامها جاهلون' و خواصها المتفرنجون و علمائها المقلدون !! ولكن : لا تايئسوا من روح الله ' انه لا يائس من روح الله الا القوم الكافرون !

وا للاسف و يا للعار ! راجت في سوقنا فتنة الخبيثة الافرنجيه ' فحلت روابطنا ' و اضعفت جامعتنا ' و مزقت نسيج وحدتنا ' و اغتالت معظم ثروتنا ' و نحن الى الان نتوهم اننا نرقي بذالك انفسنا ' و يغش الذين تفرنجوا منا انهم صاروا ارقي من سائرنا عقولاً ' واعلى اداباً ' و اصلح اعمالا - حتى ان بعض احداث المدارس منهم يرون انفسهم بتاثير فتنة التفرنج انهم ارقى من سلفنا الصالح الذين فتحوا الممالك ' ومصروا الامصار' ودونوا العلوم ' و بنوا لنا ذالك المجد الذي ساعدنا اعدائنا على هدمه منذ قرون ولما ينهدم كله !! الا ' اننا قوم جاهلون ' مخدوعون مسحورون - نخرب بيوتنا بايدينا ' وايدي اولائك الخادعين لنا - و وصل البغي و العدوان علينا الى هذه الدرجة ' ولم تزل الغشاوة كلها عن ابصارنا ' ولا الرين عن قلوبنا - ولا يزال في آذاننا وقر' وبيننا و بين الحقيقة حجاب ! ولقد ذرانا لجهنم كثيراً من الجن و الانس ' لهم قلوب لا يفقهون بها ' ولهم اعين لا يبصرون بها ' ولهم آذان لا يسمعون بها ' اولائك كالانعام بل هم اضل' و اولائك هم الغافلون ! (٧ : ١٧٨)

فيا ايها المتفرنجون ! لا تغلوا في تفرنجكم ولا تقولوا على دعاة القران غير الحق ' ولا تتبعوا اهواء قوم ضلوا فاضلوا' ولا تتخذوا بطانة من دونكم لا يالونكم خبالا - (٣ : ١١٨) ومن يتولهم منكم فانه منهم ' ان الله لا يهدى القوم الظالمين ! (٥ : ٥٦) و اعلموا ان افرنجيتكم الباطلة لا بقاء لها اذا عارضها اسلامنا الحق - فانما بقاء لباطل في لوم الحق عنه - والعاقبة للمتقين -

١٠

اختلفت عليكم الدعوة ايها المسلمون ' و كل حزب بما لديهم فرحون ' فاجيبوا داعي الله و امنوا به ' يغفر لكم من ذنوبكم و يجركم من عذاب اليم' و من لا يجب داعي الله فليس بمعجز في الارض و ليس له من دونه اولياء - اولائك في ضلال مبين (٤٦ : ٣٠) و استعينوا بالله و اصبروا ' ان الارض لله ' يورثها من يشاء من عباده و العاقبة للمتقين (٧ : ١٢٥) فله دعوة الحق ' و ما خالفها فهو باطل و فسق - فاتقو الله و اطيعون ' و لا تطيعوا امر المسرفين - ها نحن اولاء قد خرجنا عن استقلالنا الاجتماعي زمناً طويلا ' اطعنا فيه ساداتنا و كبرائنا فاضلونا سبيلا ' و اخذنا الجانب من ناحية سلطتهم اخذا وبيلا ' فما اغنت عنا ذلة العبودية لهم فتيلا ' ان هذه تذكرة ' فمن شاء اتخذ الى ربه سبيلا (٧٦ : ٢٩) و لا سبيل اليه الا باتباع هدايته ' و السير على سنته في خليقته : هذه سبيلي ادعوا الى الله على بصيرة انا و من اتبعني ' و سبحان الله ' و ما انا من المشركين (١٢ : ١٠٨)

سنه ٦١ هجري كي ايک آتش خيز دو پهر ميں خون كي نديوں كي رواني ' تڑپتي هوئي لاشوں كے هنگامۂ احتضار ' اور ظلم و مظلومي ' جرح و مجروحي ' قتل و مقتولي كے هنگامۂ اليم كے اندر سے نالہ ساز طلب اور فغاں فرماے دعوة تها !

شديم خاک و ليكن ببوے تربت ما
تواں شناخت كزيں خاک مردمي خيزد !

ليكن اگر يه دعوة درد محض اُس پاني كيليے هے جو نديوں كي جگه آنكهوں سے بهے ' اگر يه طلب غم محض اُن صداؤں كيليے هے جنكا غوغا درختوں كے جهنڈ ' چڑيوں كے گهونسلوں ' درياؤں كے سيراں كي جگه انسانوں كي زبانوں سے بلند هو ' اگر يه انتظار الم محض اُس ماتم كيليے هے جو پتهروں كے ٹكرانے كي جگه انساني دست و سينه كي ٹكر سے هنگامه ساز هو ' تو اے برادران غفلت شعار ! و اے چشمان خواب آلود ! بلا شبه يه سب كچهه هو چكا ' اور بلا شبه سوال كو جواب ' دعوة كو لبيک ' اور طلب كو مطلوب مل چكا - اگر انسان كا بچه بهوک سے روتا اور رونے كيليے آنكهوں كو سرخ كر ليتا هے ' تو انسانوں كے بڑے بڑے گروه كيوں نهيں آنسو بها سكتے ؟ اگر درختوں كے جهنڈ هوا سے هلكر چند لمحوں كيليے دنيا كو شور و غوغا سے لبريز كر ديسكتے هيں تو آدم كي اولاد اپنے آه و بكا سے كيوں آسمان كو سر پر نهيں اٹها سكتي ؟ اگر بيجان و بے روح پتهر دوسرے پتهر پر گر كر رعد و برق كا هنگامه پيدا كرديسكتا هے ' تو تم نه روح اور اراده ركهتے هو ' اپنے دستهاے ماتم كناں سے كيوں ايک هنگامه زار دهشت گرم نهيں كرسكتے ؟ كيا تمكو دنيا كي ان آنكهوں كي خبر نهيں جو روتي هيں حالانكه انسے ايک آنسو بهي نهيں بها ؟ كيا تم نے اُن زبانوں كے متعلق كچهه نهيں سنا جو چيختي هيں حالانكه اُنهوں نے ايک چيخ بهي نه پائي ؟ اور كيا تم نے ان جسموں كا تماشه نهيں ديكها جو تهه و بالا هوتے هيں حالانكه انكو ايک تڑپ بهي نصيب نه هوئي ؟ پهر كيا اس غفلت آباد هستي ميں وه دل بهي نهيں هيں جو گو دل هيں ' مگر دل نهيں هيں ' كيونكه دل كي طرح نهيں سونچتے ؟ كيا وه كان بهي نهيں هيں ' جو گو سامع هيں ' مگر كان نهيں هيں ' كيونكه نهيں سنتے ؟ اور كيا ايسي آنكهيں بهي نهيں هيں جو گو بصير هيں ' مگر آنكهيں نهيں هيں كيونكه نهيں ديكهتيں ؟ لهم قلوب لا يفقهون بها ' ولهم اذان لا يسمعون بها ' ولهم اعين لا يبصرون بها ' اولائك كالانعام بل هم اضل ' و اولائك هم الغافلون ! (٧ : ١٧٨) -

پس اے عزيزان من ! درد و الم كي يه پاک دعوتيں صرف اُس رواني آب ' تسلسل صدا ' اور هنگامۂ غوغا هي كيليے نهيں هوتيں جو آنسوؤں ' نعاروں ' اور ماتموں كے نام سے ظهور ميں آجائيں - اور اگر انكا يهي مقصد هوتا تو اسكے ليے انسان كي كوئي خصوصيت نه تهي - كتنے هي سمندر پاني سے بهرے هوے هيں ' اور كتنے هي جنگل شور و غوغا سے هنگامه زار هيں - بلكه يه دعوة ' يه پكار ' يه طلب ' يه " هل من مجيب " في الحقيقت اُن آنسوؤں كيليے هے جو صرف آنكهوں هي سے نهيں بلكه دل سے بهيں ' وه اُن آهوں كا دهواں مانگتي هے جنكي لپٹيں صرف منهه هي سے نهيں بلكه اعماق قلب سے اُٹهيں ' وه صرف هاتهوں هي كے ماتم كيليے نهيں پكارتي بلكه دل كے ماتم كي محض ايک صداے حقيقت كيليے تشنه هے - اگر تمهارے پاس اسكے ليے آنكهوں كا آنسو نهو تو اسے كوئي شكايت نهيں ' ليكن آه تمهاري غفلت ' اگر تمهارے پهلوؤں ميں كوئي زخم نهو جس سے پاني كي جگه خون بهے ! اگر تمهاري زبانوں كو درد كي چيخ نهيں آتي تو كوئي مضائقه نهيں ' ليكن آه يه كيا هے كه تمهارے دلوں كے اندر حقيقت شناسي كي ايک ٹيس ' عبرت كي ايک ٹيک ' بصيرت كي ايک تڑپ ' احساس صحيح و حق كا ايک اضطراب بهي نهيں هے ؟

طوفان نوح لانے سے اے چشم فائده ؟
دو اشک بهي بهت هيں اگر كچهه اثر كريں

الله الله سيد الشهداء مظلوم كي مظلومي ' اور يا للعجب غفلت و ناداني كي بوقلموني ! ! اس سے بڑهكر دنيا ميں " مظلومي " كي مثال اور كيا هو سكتي هے كه دشمنوں اور دوستوں ' دونوں نے اسپر ظلم كيا - دشمنوں نے اسكي شهادت عظيمه كي عظمت مٹاني چاهي ' مگر دوستوں نے بهي اسكي شهادت كي اصلي حقيقت و بصيرة سے غفلت كي - دشمنوں نے اسپر ظلم كيا كيونكه اسكي مظلومي پر انهيں رونا نه آيا ' پر اُن دوستوں نے بهي ظلم كيا جو گو روے ' مگر اسكي اصلي تقديس و شرف كيليے سچائي اور عمل كا ايک آنسو بهي نه بها سكے - دشمن تو دشمن تهے ' اسليے اُنهوں نے اسكي دعوة حق كو مٹانا چاها ' مگر دوست دوست هوكر بهي اسكي دعوة كي پيروي نه كرسكے ! و تراهم ينظرون اليك و هم لا يبصرون (٥٩ : ٨٥)

پس سچا ماتم وهي هے جو صرف هاتهه هي كا نهيں بلكه دل كا ماتم هو ' اور دعوة درد كا اصلي جواب وهي هے جو عبرت و بصيرة كي زبان سے نكلے - تمهاري آنكهيں اس حادثے پر بهت رو چكي هيں ' مگر ابتک تمهارے دل كا رونا باقي هے ' اور اگر رونا هے تو اپنے دل كو رولاؤ ' ورنه صرف آنكهوں كي اُس رواني كو ليكر كيا كيجيے جسميں دل كي اشک افشاني كا كوئي حصه نهيں هے ' حالانكه انسان كي ساري كائنات حيات صرف دل هي كي زندگي سے هے : فانها لا تعمى الابصار ' و لكن تعمى القلوب التي في الصدور :

مجهے يه ڈر هے دل زنده ' تو نه مر جاے
كه زندگاني عبارت هے تيرے جينے سے !

آج همارا اجتماع اس ليے هے كه اس حادثۂ عظيمه پر غور و فكر كي ايک نئي صف ماتم بچهائيں ' اور اُن حقيقتوں اور بصيرتوں كي جستجو ميں نكليں جنپر آنكهوں كي اشک افشانيوں سے زياده دل كے زخموں سے خون بهتا هے ' اور هاتهوں سے زياده روح پر ماتم طاري هوتا هے : فذكر ' ان الذكرى تنفع المؤمنين !

(حقيقت تذكار مشاهير)

سب سے پهلي چيز جو اس سلسله ميں همارے سامنے آتي هے وه اس واقعه كي يادگار اور اُسكا دائمي تذكار هے -

دنيا ميں هر قوم نے اپنے ماضي كے اُن واقعات و حوادث كي هميشه تعظيم كي هے جنكے اندر قوم و ملک كيليے كوئي غير معمولي تاثير يا عبرت پائي جاتي تهي ' اور هميشه اُن انساني بڑائيوں اور عظمتوں كي ياد كو يادگاروں ' تهواروں ' عمارتوں ' تاريخوں ' قومي روايتوں ' اور قومي مجمعوں كے انعقاد كے ذريعه زنده ركهنا چاها هے ' جنكے اندر خود اُس قوم كي كوئي عظمت اور بڑائي پوشيده هے -

يهي چيز هے جسكو تمام اقوام متمدنه نے " مشاهير پرستي " كے لفظ سے تعبير كيا هے ' اور يهي چيز هے كه هر قوم اپني قوميتوں كے بڑے بڑے بانيوں ' مذهبي معلموں ' محب الوطنوں ' اور قومي شهيدوں كي ياد كو كبهي بهي مفقود هونے نهيں ديتي -

هومر نے اليڈ لكهي ' كالڈيا كے حجري كتب خانے (١) ميں

(١) حجري كتب خانه سے مقصود تمدن بابل و كالڈيا كا وه عهد مدني هے جبكه كتابيں پتوں اور درخت كي چهالوں كي جگه پتهر پر كنده كركے لكهي گئيں ' اور جنكا بڑا ذخيره بابل كے آثار عتيقه ميں موجود هے -

ا ـــ ار اسلام

خطابۂ الم ! !
و
توصیۂ شہادت !

بعني واقعۂ عظیمۂ شہادت حضرۃ سید الشہداء علیه و علی آلہ الصلوٰۃ و السلام پر ایک درس بصیرۃ !

جو ایڈیٹر البلاغ نے ۵ محرم الحرام کو مسلم انسٹی ٹیوٹ ہال کلکتہ کے ایک غیر معمولی مجلس میں دیا (۱)

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم :
قال اللہ تعالی : الحمد للہ رب العالمین ' الرحمن الرحیم ' مالک یوم الدین ' ایاک نعبد و ایاک نستعین ' اہدنا الصراط المستقیم ' صراط الذین انعمت علیہم ' غیر المغضوب علیہم ' و لا الضالین ! .

—o—

شمعی بردہ ام از صدق بخاک سرحدا
تا دل و دیدۂ خونتابہ فشانم دادند !

برادران عزیز !

آج جس حادثۂ کبری اور شہادت عظمی کے تذکار و درس کیلیے ہم سب یہاں جمع ہوے ہیں ' وہ وقائع و حوادث اسلامیہ کا وہ عظیم الشان واقعہ ہے ' جو تاریخ اسلام کي اولین صدي سے لیکر اس وقت تک اپنے عجیب و غریب نادر ماتم و درد اور حیرت انگیز بقاے ذکر و تذکرے کے لحاظ سے نہ صرف تاریخ اسلام بلکہ تمام حوادث معزنۂ عالم میں ایک عدیم النظیر امتیاز رکھتا ہے - اگر وہ تمام آنسو جمع کیے جائیں جو سنہ ۶۱ ہجری سے لیکر اس وقت تک اس واقعۂ جانسوز پر بہاے گئے ہیں ' اگر وہ تمام درد آہ و فغان سوزاں یکجا کیا جاسکے جو ان تیرہ صدیوں کي لا تعد و لا تحصی اسلامي نسلوں کي صداہاے ماتم کے ساتھہ بلند ہوتا رہا ہے ' اگر درد و کرب کي وہ تمام جیخیں ' اضطراب و الم کي وہ تمام پکاریں ' سوزش و تپش کي وہ تمام بیقراریاں ' اکٹھی کي جاسکیں جو اس حادثۂ کبری کي یاد نے ہزاروں لاکھوں انسانوں کے اندر ہمیشہ پیدا کي ہیں ' تو اے عزیزان ماتم شعار ! کون کہہ سکتا ہے کہ خونفشانیہاے حسرت کا ایک نیا اٹلانٹک و اوقیانوس سطح ارضي پر بہہ نہ جائیگا ؟ درد آہ و فغاں کي ہزار ہا بھٹیاں بھڑک نہ اٹھیں گي ؟ اور درد و الم کي چیخوں ' حسرت کي صداؤں ' تڑپ کي بے چینیوں کے ہنگامۂ خونیں سے تمام عالم ایک شور زار نالۂ و بکا نہ بن جائیگا ؟

تاہم میں جو پیام پہنچانے کیلیے آج آیا ہوں ' وہ اس تذکرہ سے بالکل مختلف ہے - میں غم و الم کي شدت و کثرت کے اعتراف کي تاریخ نہیں ہوں ' بلکہ اس عدیم النظیر شدت و کثرت کے بعد بھي آنسوؤں کي طلب ہوں ' آہوں کي صدا ہوں ' بیقراري کي پکار ہوں ' اضطراب کي دعوۃ ہوں ' اور آہ ! آہ ! اے صد ہزار آہ و حرماں ! کہ غم کیلیے بھوکا ہوں اور درد و الم کیلیے یک قلم پیاس ہوں - پس میں آج اُن آنکھوں کا تذکرہ نہیں کرتا جو بہت رو چکي ہیں ' مجھے اُن آنکھوں کا سراغ بتلاؤ جو اب بھي رونے کیلیے نم آلود ہیں ! میں اُن دلوں کي سرگذشت نہیں سناتا جو تڑپتے تڑپتے تھک چکے ہوں ' میں اُن دلوں کي تلاش میں نکلا ہوں جو اب بھي تہہ و بالا ہونے کیلیے مضطرب ہیں ! مجھے اُن زبانوں سے کیا سروکار جنکو فغاں سنجي ہاے ماضي کا ادعا ہے ؟ آہ ' میں تو اُن زبانوں کیلیے پکار رہا ہوں جنکے اندر غم و ماتم کي بھٹیاں سلگ رہي ہیں ' اور انکا دھواں آج بھي کائنات نشاط نادانی کي اس تمام فضاء غفلت کو مکدر کردیسکتا ہے ' جسکو عیش و عشرت کے قہقہوں میں درد و عبرت کي ایک آہ بھي نصیب نہیں !

نہ داغ تازہ مي خارد ' نہ زخم کہنہ مي کارد !
بدہ یارب دلے ' کیں صورت بیجاں نمي خواہم !

(دعوۃ درد)

ہاں ' یہ سچ ہے کہ رونے والے اسپر بہت روے ' ماتم کرنے والوں نے ماتم میں کمي نہ کي ' آہ و نالہ کي صداؤں نے ہمیشہ ہنگامۂ الم کي مجلس طراز یاں کیں ' اور یہ سب کچھہ ابتک اتنا ہو چکا ہے ' جتنا آجتک شاید ہي دنیا کے کسي حادثۂ غم کو نصیب ہوا ہو - تاہم تم یقین کرو کہ با ایں ہمہ اس حادثۂ عظیمہ کي دعوۃ اشک و حسرت ابتک ختم نہیں ہوئي ہے - بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ اسکي دعوۃ درد کے اندر جو حقیقي طلب تھي ' وہ ابتک لبیک کے سچے استقبال سے محروم ہے - تیرہ صدیاں مع اپنے دوران محرم و عشرۂ ماتم کے اسپر گذر چکي ہیں لیکن ابتک خاک کربلا کے وہ ذرات خون آشام ' جنکو آج بھي اگر نچوڑا جاے تو خون شہادت کے مقدس قطرے اس سے ٹپک سکتے ہیں ' بدستور آنسوؤں کیلیے پکار رہے ہیں ' خونفشانیوں کیلیے داعي ہیں ' آہ و فغاں کیلیے تشنہ ہیں ' اضطراب و التہاب کیلیے بیقرار ہیں ! ' اور فضاء ریگ زار کرب و بلا کا ایک ایک گوشہ ابتک دیدہ ہاے اشک افشاں ' جگرہاے سوختہ ' دلہاے دردمند اور زبانہاے ماتم سرا کیلیے اسي طرح چشم براہ ہے ' جسطرح

(۱) جیسا کہ قارئین کرام کو معلوم ہے ' یہ عاجز تحریري تقریروں کا بالکل عادي نہیں - حتی کہ تقریر کے وقت کسي طرح کے نوٹ یا اشارات بھي پیش نظر نہیں رکھتا - محض اپنے حافظہ اور پیش نظر مطالب کے اعتماد پر کھڑا ہو جاتا ہوں ' اور پھر جو کچھہ اللہ تعالی زبان پر جاري کر دیتا ہے وہي تقریر ہوتي ہے - پس یہ لکچر بھي محض زباني تھا ' ایک عزیز نے اپنے شوق سے اسکے کچھہ نوٹ مرتب کر لیے تھے - وہ اس وقت دیکھہ لیے ہیں اور انھي کو ایک مرتب مضمون کي شکل میں تحریر کردیتا ہوں - ورنہ ظاہر ہے کہ تقریر کا اصلي انداز ترتیب یا طرز درس و خطاب تحریر میں کب لایا جا سکتا ہے ؟

بصائر و حکم

جنگ کا اثر اخـــلاق پر

(۲)

اجتماع و انضمام کي حالت ميں اگرچه افراد کي خصوصيات فنا هو جاتي هيں اور ايک مستقل اجتماعي قوت پيدا هو جاتي هے ' ليکن بوسيدہ اينٹيں کب تک ديوار کو قائم رکهه سکتي هيں؟ بالآخر افراد کي مخفي خصوصيت نماياں هوتي هے ' اور يه شيرازہ دفعةً درهم برهم هو جاتا هے - سنه ۱۸۷۰ کي شکست نے فرانسيسيوں کے جذبات شجاعت کو بالکل پامال کرديا تها - اوس کے بعد اگرچه مظاهرے ' سورش ' تعليم ' اور مختلف انقلابات نے اونکے خون کو بہت کچهه گرم کرديا ' تاهم ميدان جنگ ميں وہ اپنے قديم داغ کو نه چهپا سکے ' اور باوجود تراکم افواج و تعاضد حلفاء ' اپني کهوئي هوئي شجاعت کو واپس نه بلاسکے -

متصل ذلت آميز شکستوں کا اثر کبهي کبهي اسقدر مستقل هو جاتا هے که روحاني طاقت بهي به مشکل اوسکو مٹاسکتي هے - يهوديوں کو بار بار کي شکست اور ايک زمانۂ ممتد کے اسر و غلامي نے اسقدر بزدل بناديا تها که جب حضرت موسى عليه السلام نے بيت المقدس ميں اونکا فاتحانه داخله کرانا چاها تو اون کي رعد آسا آواز ' اور بيت المقدس کي مذهبي عظمت بهي يهوديوں کے دلوں کو نه گرما سکي اور اونهوں نے صاف صاف کهديا :

يا موسى انا لن ندخلها ابدا ما داموا فيها ' فاذهب انت و ربك فقاتلا ' انا ههنا قاعدون (۶ : ۲۷)

اے موسى! جب تک وہ طاقتور لوگ بيت المقدس ميں لڑنے کيليے موجود هيں ' هم کبهي بهي اوس ميں داخل هونے کي جرأت نہيں کرسکتے - تم اپنے خدا کے ساتهه جاؤ اور لڑو ' هم اسي جگه بيٹهے هوے تماشه ديکهينگے -

ليکن عرب کي کبهي شکست نه کهانے والي طاقت نے آنحضرت صلى الله عليه وسلم کو ٹهيک ٹهيک ايک ايسے هي موقع پر يه جواب ديا تها :

لا نقول کما قال قوم موسى " اذهب انت و ربك فقاتلا " و لکنا نقاتل عن يمينك ' و عن شمالك ' و بين يديك و خلفك (بخاري)

يا رسول الله ! هم آپکو وہ جواب نه دينگے جو موسى کي قوم نے موسى کو ديا تها که تم اپنے خدا کے ساتهه جاو اور لڑو ' بلکه هم آپ کے دائيں ' آپ کے بائيں ' آپ کے آگے ' آپ کے پيچهے ' غرض هر طرف سے جمع هوکر اور قدم بقدم هوکر لڑينگے - اور اپني جانوں کو آپ پر نثار کرينگے !

دراصل يهي وہ اختلاف حالت هے جس سے " امة مسلمه " اور " خير الامم " اور " شهداء على الناس " کي حقيقي خصوصيات واضح هوتي هيں ' اور يهي وہ خصائص هيں جنهوں نے مسلمانوں کو " مغضوب عليهم " يعني يهود ' اور " الضالين " يعني نصارى کي راہ سے الگ کرکے " الذين انعم الله عليهم من النبيين و الصديقين " کي صراط مستقيم پر قائم کرديا تها - اور يهي اونکي وہ فضيلت مخصوص هے جسکي بنا پر زبان الهي نے مغضوبيت کي جگه محبوبيت کا مرتبۂ اعلى انهيں عطا کيا اور فرمايا : يحبهم و يحبونه - خدا انکو پيار کريگا اور وہ خدا کو پيار کرنے والے هونگے : رضي الله عنهم و رضوا عنه - وہ گذشته اقوام کي طرح مغضوب و مبغوض کيونکر هوسکتے هيں حالانکه انکے ايثار و قرباني و ابتغاء مرضات الله کي وجه سے خدا انسے راضي هوا اور وہ الله کي بخشي هوئي خلافت و وراثت ارضي پاکر خدا سے راضي و خوشحال هيں !

ليکن اس قسم کي مستقل شجاعت کبهي کبهي عارضي شکست بهي کها جاتي هے - مگر اس حالت ميں بهي صرف فوج هي کي جمعيت کو صدمه پہنچتا هے - دل مضبوط و استوار رهتا هے - غزوۂ احد ميں ابتلاء الهي نے صحابه کو منهزم کرديا تها - ليکن اونکي جانبازي ميں کوئي فرق نہيں آيا - وہ اوسي طرح آنحضرت پر پروانه وار فدا هوتے رهے جسطرح غزوۂ بدر ميں فدا هوے تهے - چنانچه آنحضرت نے جب ايک موقع پر گردن بلند کرکے کفار کي جمعيت کو ديکهنا چاها تو ابو طلحه کے جوش فدويت نے آپ کو يه کهکر روکا :

لا تشرف يصيبك سهم من سهام القوم نحري دون نحرك (بخاري)

آپ سر اوٹها کر نه ديکهيے ' ايسا نه هو که آپکے کوئي تير لگ جاے - ابهي تو ميرا سينه آپ کے سينه کيليے سپر هے '

(۴)

محاسن اخلاقي ميں باهم ايک سلسله ربط و اتحاد کا هوتا هے ' اسليے ايک خلق دوسرے خلق کو پيدا کرتا هے - اگر ايک شخص ميں فياضي کا مادہ هے تو وہ فطرتاً رحمدل اور رقيق القلب بهي هوگا - اگر کوئي شخص بخيل هے تو سنگدلي اوسکے ليے لازمي هے - يهي حال شجاعت و بزدلي کا بهي هے - اونکے نتايج و آثار صرف ميدان جنگ هي ميں نظر نہيں آتے - وہ ايک سلسلۂ اخلاق پيدا کرديتے هيں ' جسکا اثر ملک و قوم کي زندگي کے هر شعبه ميں نظر آتا هے - ايک جنگجو اور بهادر قوم بالطبع اولوالعزم ' بلند حوصله ' باضابطه ' مشقت پسند ' اور فياض طبع هوتي هے - اسليے وہ اولوالعزمانه سير و سياحت کرتي هے ' علمي تحقيقات ميں مختلف ملکوں کي خاک چهانتي پهرتي هے ' فقر و فاقه اوسکے عزم و ارادہ ميں خلل انداز نہيں هو سکتے - وہ اپني دولت کو مفيد کاموں ميں بيدريغ صرف کرتي هے - ليکن بزدلي انسان ميں عورتوں کي خصوصيات پيدا کرديتي هے ' اسليے غير جنگي اقوام فنون لطيفه کي طرف اپنا ميلان ظاهر کرتي هيں - رقص و سرود ميں اونکو لطف آنے لگتا هے - شب و روز عيش پسندي ميں مصروف رهتي هيں - جامه زيبي اونکي فطرت بن جاتي هے - تمام ضروري کاموں کو چهوڑ کر ملاهي و ملاعب هي ميں مشغول هو جاتي هيں -

اسلام جن اولوالعزم بزرگوں کي ذات پر نازکرتا هے ' وہ وهي لوگ تهے جو فوجي روح کو زندہ کرکے خود فنا هوگئے - چنانچه امتداد زمانه کے ساتهه جسقدر يه روح پژمردہ هوتي گئي ' اسيقدر مسلمانوں ميں عيش پرستي کا ميلان ترقي کرتا گيا - مسلمانوں کو بغداد کے تمدن و علوم و فنون پر بڑا ناز هے ' ليکن وہ بهي سلاطين کي بزم طرب کا ايک گلدسته تهے - همارے نزديک يه کوئي فخر کي چيز نہيں بلکه ايک حديث نبوي جو امام بخاري نے صدها ميلوں کا سفر کرکے حاصل کي ' دراصل اون تمام علوم سے بدرجها زيادہ بيش قيمت هے -

(۵)

شخصي حالتوں ميں اگر ايک شهري پر کوئي شخص حمله کردے تو پوليس اوسکي حفاظت کريگي - ليکن اگر اوسي شخص کو ميدان جنگ ميں کهڑا کرديا جاے تو اوسکو صرف اپني هي حفاظت نہيں کرني هوگي ' بلکه وہ دوسروں کي حفاظت کا بهي ذمه دار هوگا - ميدان جنگ سے فرار اسي بنا پر عار بلکه جرم خيال کيا جاتا هے - انسان کو جو جذبه اپنے ساتهه دوسرے کي اعانت

وہ ابنتیں رکھی گئیں جن پر نامـــوران ملت کے مناقب و محامد کندہ تھے ' عرب جاهلیۃ نے اپنے سلسلۂ انساب کا ایک حرف ضائع ہونے نہ دیا اور ذو المجیہ اور عکاظ میں اسلاف کے مفاخر و معالی کی داستانسرائی قائم کی - مصریوں نے ایسے ایسے مینار بنائے جو ہزاروں برسوں کے بعد بھی اپنی تعمیر اولین کی طرح مستحکم و استوار ہیں ' اور پھر انکے اندر اپنے ناموروں کی لاشوں کو حنوط (ممی) کرکے محفوظ کردیا - ہندوستان نے مہابھارت کے معرکے او قومی روایتوں میں داخل کردیا ' اور والمیک کی سحر طرازیوں نے نسلی مفاخر کی روح کو پژمردگی سے بچایا - اقوام قدیمہ کے یہ تمام اعمال صرف اسی حقیقت کیلیے تھے کہ اسلاف و مشاہیر کی یاد زندہ و قائم رکھی جاے -

آج اوشنوس کا بحری مسافر واشنگٹن کے بت کو ساحل امریکہ پر دھند دور سے نکل آتھتا ہے ' یورپ کے بڑے بڑے شہروں اور انکی منحوم دوالادوں کی شاہراہوں اور باغوں میں جابجا سنگی بت نصب نظر آتے ہیں ' شیکسپیر کا مولد اتک قائم ہے ' ملٹن کی میز کو مٹنے نہیں دیا جاتا ' جانسن کے آثار اب بھی ہر شخص دیکھ سکتا ہے - میلان میں ایک جگہ یہ سنگی کتبہ تم پڑھوگے : " پاک مریم بی نے یہاں اپنا بچپن گذارا تھا "

یہ سب کچھ بھی اسی مشاہیر پرستی کی ایک زیادہ خوشنما و دلفریب شکل ہے ' جو پہلے محض قومی روایتوں اور افسانہ طرازیوں کے ذریعہ قائم رکھی جاتی تھی -

لیکن یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ اس تذکار و یادگار کا اصلی مقصد کسی واقعہ کو محض یاد رکھنا ' یا کسی نام کو فراموش نہ ہونے دینا ہی نہیں تھا ' بلکہ کچھ اور ہی مقصد تھا - کیونکہ اگر یہی مقصد ہوتا تو اسکے لیے کسی خاص نام ' کسی خاص واقعہ ' کسی خاص حادثہ میں کوئی ممتاز خصوصیت نہ تھی - پچھلوں کو اگر محض یاد ہی رکھنا ہے ' تو اسکے لیے بڑا اور چھوٹا ' ادنی و اعلی ' نیک و بد ' سب یکساں ہیں - کونسی وجہ ہے کہ کارتھیج کے مشہور ھنے بال کو یاد رکھا جاے ' اور تیتس کو یاد نہ رکھا جاے جو اسی عہد میں گذرا تھا ؟

سو وہ اصلی روح حقیقت جو اجتماع انسانی کی اس سب سے زیادہ پرانی رسم کے اندر کام کر رہی ہے ' دراصل ناموں ' وجودوں ' شخصیتوں ' اور محض تذکرۂ و یاد آوری سے تعلق نہیں رکھتی ' بلکہ اس سے اصلی غرض یہ تھی کہ جو اعمال حسنہ ' عزائم مہمہ ' نتائج عظیمہ ' اور بصائر و مواعظ جلیلہ اُن مشاہیر اور ناموروں کی زندگی سے وابستہ ہیں ' اور جنکی یاد اور تذکرہ کے اندر قوموں اور ملکوں کیلیے سب سے زیادہ موثر اور نافذ دعوۃ عمل و اتباع ہے ' انکی یاد کو ہمیشہ حی و قائم رکھا جاے ' اور مختلف ذریعوں سے ایسے مواقع بہم پہنچاے جائیں جنکی وجہ سے کبھی بھی آیندہ نسلیں ان اعمال حسنہ کے نمونوں کو اپنی نظروں سے اوجھل ہونے نہ دیں -

پس یادگار دراصل انسانی افراد کی نہ تھی ' بلکہ انسان کے بہترین اعمال کی تھی ' اور تذکرۂ و یاد آوری شخصوں اور حادثوں کی نہ تھی ' بلکہ اُن سچائیوں کی تھی جو وہ اپنی زندگی کے اندر رکھتے تھے - خداے ذات کی بڑائی اور عظمت صرف اپنی ہی کبریائی کیلیے مخصوص کرلی ہے ' اور دنیا کو جو کچھ دیا گیا ہے ' وہ صرف " عمل " کی بڑائی ہے - دنیا میں کوئی انسان بڑا نہیں ہو سکتا ' اسلیے کہ بڑا صرف ایک ہی ہے ' اور وہ فاطر السماوات و الارض ہے - البتہ " عمل " بڑا ہو سکتا ہے ' اور اسکی بڑائی سے اُسکے حامل کے اندر بھی نسبتی اور اضافی بڑائی آجاتی ہے - پس ساری تعظیمیں ' ساری تقدیسیں ' ہر طرح کا احترام و شرف جو دنیا میں کیا جاسکتا ہے ' یا تو خدا کیلیے ہے ' یا پھر خدا کی سچائی اور اسکے قرار دیے ہوے اعمال حسنہ کیلیے - خود انسان کی ذات کا اسمیں کوئی حصہ نہیں : الحمد للہ رب العالمین میں " الحمد " کے الف لام کا یہی مطلب ہے جسے میں نے آغاز تقریر میں تلاوت کیا - اور : انا خلقناکم من ذکر و انثی و جعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ' ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (۴۹ : ۱۳) سے اسی پر روشنی پڑتی ہے اور : یریدون ان یحمدوا بما لم یفعلوا (۳ : ۱۸۸) (یہ بدبخت چاہتے ہیں کہ انکی تعریف و ثنا ان اعمال کیلیے کی جاے جو انہوں نے نہیں کیے - حالانکہ " حمد " کا استحقاق تو اعمال ہی کو تھا) اسی کی مزید توضیح کرتا ہے : و ما یعقلھا الا العالمون ! (۲۹ : ۴۳)

(ایک عالمگیر غلطی)

لیکن دنیا کا خسران صرف اسی میں نہیں ہے کہ وہ سچائی کی طرف نہیں بڑھتی ' بلکہ اس سے بھی زیادہ یہ کہ بسا اوقات اسکی جانب قدم تو اٹھاتی ہے ' پر ایسا ہوتا ہے کہ راہ ہی میں گم ہوجاتی ہے ' اور جسطرح اسکی طرف نہ چلکر اس سے محروم تھی ' ٹھیک ٹھیک اسی طرح اسکی طرف چلکر بھی محروم رہتی ہے - کیا تم نہیں دیکھتے کہ قران حکیم نے انسان کے نقصان و خسران کے جو مختلف حالات بیان کیے ہیں ' ان میں سے ایک زیادہ عام اور زیادہ پیش آنے والی حالت کیلیے " ضلالت " کا لفظ اختیار کیا ہے - اور اسی سورۂ فاتحہ میں (جسکے ما تحت آجکی تقریر ہے) " مغضوب علیہم " کے ساتھ ایک اور گروہ کا باسم " الضالین " تذکرہ کیا گیا ہے - " ضلالت " کا ٹھیک ٹھیک ترجمہ تم کو معلوم ہے کہ " گم راہی " اور " راستے میں بھٹک جانے " کے ہیں - اسی لیے متحیر اور غیر متعین نظر رکھنے والے پر بھی " ضال " کا اطلاق ہوتا ہے کیونکہ کوئی متعین راہ اسکے سامنے نہیں ہوتی - پس قران کریم نے نوع انسانی کی بد حالی و تباہی کی سب سے بڑی عام حالت کو اسی لفظ سے تعبیر کیا ' اور اسمیں بڑا نکتہ یہ ہے کہ بسا اوقات انسان کو اٹھنے اور چلنے سے انکار نہیں ہوتا - وہ سفر تو کرتا ہے - پر ہوتا یہ ہے کہ منزل مقصود کی حقیقی شاہراہ اس پر نہیں کھلتی ' اور وہ راہ ہی میں بھٹک کر رہجاتا ہے - نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ باوجود چلنے کے منزل مقصود سے اسی طرح محروم رہتا ہے ' جس طرح وہ شقی و جاحد محروم رہا ' جس نے چلنے کا قصد ہی نہیں کیا تھا - یہی حقیقت اصطلاح قرانی میں " تحبط اعمال " کی ہے جسپر جا بجا مختلف پیرایوں میں زور دیا گیا ہے کہ فحبطت اعمالہم (۱۸ : ۱۰۴) (انکی تمام محنتیں ' کوششیں اور راہروی کی مشقت بالکل اکارت گئی ' اور اسکا کوئی پھل انہیں نہ ملا)

چنانچہ اس " ضلالت " عمل کی ایک عمدہ مثال دنیا کی عالمگیر " مشاہیر پرستی " بھی ہے جو مقصد کے لحاظ سے ایک نہایت اہم ' عظیم المنفعۃ ' حیات پرور ' اور سعادت بخش حقیقت تھی ' لیکن افسوس کہ اس بارے میں ہمیشہ قوموں نے غلطی کی ' اور اکثر حالتوں میں سخت ٹھوکر کھائی - وہ دنیا کی عالمگیر ضلالت کبری جو اسکے ہر عمل میں حقیقت اور مقصد کو فنا کرتی اور ظواہر و رسوم کی اس سے پوجا کراتی ہے ' افسوس کہ اس حقیقت کیلیے بھی ہلاکت بخش ہوئی ' اور گمراہیوں اور حقیقت نا شناسیوں نے اسطرح اس عمل عظیم کو آلودہ کردیا گیا کہ بسا اوقات ہدایت کی جگہ ضلالت کا ایک بہت بڑا پتھر ثابت ہوئی !

(بقیہ آیندہ)

لـــكان لي مضطـــرب واســـع
في الارض ذات الطول و العـــرض

میرے لیے ایک فراخ میدان لمبي چوڑي زمیں میں هوتا ' اور رهاں میں ازادانه اپني قوتوں کي نمایش کرتا -

و انمـــا اولادنـــا بيـــنـــنا
اكبـــادنـــا عشي علـــي الارض

همارے بچے همارے لخت جگر هیں' جو زمین پر چلتے پھرتے هیں -

(۷)

یه اخلاقي جزئیات تھ - انکے علاوه کلي طور پر بھي جنگ ایک قوم کے نظام اخلاق کو بدل کر اُسکي جگه دوسرا سلسلۂ اخلاق قائم کر دیتي ھے - جنگ کي وجه سے انسان اپنے وطن سے نکل کر دوسرے ملکوں کے حدود میں قدم رکھتا ھے ' اور فاتحانه ثمرات کي حرص اور ظفرمندانه جاه و اقتدار کا ولوله اُسکو وهیں روک لیتا ھے - رفته رفته وه وهیں مستقل سکونت اختیار کرلیتا ھے اور اُسي ملک کے رسم و رواج کا پابند هوجاتا ھے - پھر آهسته آهسته تعلقات بڑھتے هیں' اور اوسي ملک میں نکاح و ازدواج کا سلسله بھي قائم هوجاتاه ھے - اب جو اولاد هوتي ھے ' اُسکي رگوں میں خالص خون نہیں هوتا - وه دو عنصروں سے مرکب هوتي ھے - اسطرح بتدریج اختلاط نسب هو جاتا ھے اور چند پشتوں کے بعد فاتح کا اصلي نسب نامه بالکل گم هو جاتا ھے -

اس اختلاط نسب کا صرف یہي نتیجه نہیں هوتا که ایک خاندان اپنے نام و نشان کو کھودیتا ھے' بلکه اِس قبیله ' اُس خاندان اور اوس ملک کي تمام مخصوص اخلاقي خصوصیات فنا هو جاتي هیں اور انکي جگه ایک نیا نظام اخلاق پیدا هو جاتا ھے - اگر دنیا میں نسلي اور وطني امتیازات کوئي مفید جوهر هیں تو جنگي زندگي کي وسعت کا بلا شبه یه نقص ھے - لیکن اگر انسان کیلیے چاهیے که وه تمام کرۂ ارضي کو اپنا وطن اور تمام انساني نسلوں کو اپنا گھرانا سمجھے' تو پھر یه انسان کي وه مشکل ترین متاع مطلوب ھے جو صرف جنگ هي کي روشني میں مل سکتي ھے -

یه ایک عجیب بات ھے که مفتوح قوم پر همیشه فاتح کي وضع ' لباس ' اخلاق و عادات کا اثر پڑتا ھے - لیکن ازدواجي تعلقات کي حالت میں همیشه مفتوحه قوم کي بي بي ' فاتح شوهر پر غلبه حاصل کرلیتي ھے ' اور اُسکو اپنے رنگ میں رنگ دیتي ھے !

اهل عرب جب تک حدود عرب میں باهم سرگرم کار زار رهے ' اونکا نسب ' اور نسب کے ساتھه اونکا نظام اخلاق بھي محفوظ رها - لیکن ابتداے اسلام میں جب اونکے فاتحانه حوصلوں نے حدود حجاز سے باهر قدم رکھا ' تو دفعةً انکي تمام عربي خصوصیات معدوم هوگئیں - عرب جاهلیة کا سب سے بڑا مایۂ فخر یه تھا که وه اپنے نام و نسب کو ازبر یاد رکھتے تھ ' اور اپنے آپ کو فخریه اپنے قبیله کي طرف منسوب کرتے تھ - جب فتوحات اسلامیه کا سیلاب دوسرے ملکوں کي طرف بڑھا ' تو حضرت عمر رضی الله عنه کو اختلاط نسب کا خطره پیدا هوا - اونھوں نے اهل عرب کو سخت تاکید کي که اپنے نام و نسب کو یاد رکھو ' اور ملک شام کے دیہاتي نه بن جاؤ که جب اون سے اونکا نام و نسب پوچھا جاتا ھے تو اپنے گانوں کا نام بتاتے هیں - لیکن فطرت سے کون جنگ کرسکتا ھے ؟ آخر کار اختلاط نسب هوا ' اور قبیله کے بجاے اب فوجیں اون مقامات کي طرف منسوب هونے لگیں' جہاں جنگ کي ضرورت اور سرحد کي محافظت کیلیے وه مقیم رهتي تھیں - عربي میں " جند " فوج کو کہتے هیں - اسلام کے مفتوحه ممالک کے نقشے میں متعدد نام اسي انتساب کے ساتھه مشہور هیں - مثلاً جند قنسرین ' جند دمشق ' جند عواصم - ان ناموں نے اگرچه عرب کي فوجي طاقت کے مستقل اثر کو اب تک زنده رکھا ھے ' لیکن اس ترکیب اضافي نے آگے چل کر عرب کے نام و نسب کو بالکل مٹا بھي دیا' اور نسب صریح جن نسلي اخلاق کي محافظت کرتا ھے ' وه بالکل معدوم هوگئے -

یه ایک نہایت اهم دیني و اجتماعي مبحث ھے که اسلام نے عرب جاهلیة اور تمام اقوام عالم کي نسلي حیثیت کو مٹاکر ایک عالمگیر اور بین الملي برادري قائم کي ' لیکن اسکے ساتھه هي جسقدر عمده خصائص قومي و نسلي زندگي میں هوسکتے هیں ' ان سب کو مذهبي رابطه قائم کرکے مذهب کي بنا پر پیدا بھي کردیا' اور اسطرح وه عمده خصائص قومي و ملکي حدود سے نکلکر انسانیت کا عام جوهر بنگئے - لیکن اس مبحث کو هم ابھي نہیں چھیڑینگے -

(۸)

لیکن فاتح ایک دوسري حیثیت سے مفتوح قوم کے اخلاق و عادات پر بھي اثر ڈالتا ھے - انسان صرف قوت هي کے آگے سر جھکاتا ھے - اسلیے جب کوئي قوم اوسپر غالب آجاتي ھے تو اوس کو فطرتاً اوسکے فضل و کمال کا اعتراف کرنا پڑتا ھے - رفته رفته یہي خوش اعتقادي اوسکو فاتح کي تقلید پر مجبور کرتي ھے ' اور وه وضع ' لباس ' اخلاق ' عادات ' نشست ' برخاست' غرض هر چیز میں فاتح هي کے نقش قدم پر چلتا ھے - اور اسطرح ایک عظیم الشان تمدني اور اخلاقي انقلاب پیدا هوجاتا ھے :

تاریخ اسلام میں سیکڑوں واقعات ایسے ملتے هیں جن سے ثابت هوتا ھے که مسلمانوں کي فتوحات کے سیلاب نے بہت سي قوموں کو دفعةً بالکل بدل دیا - هندوستان میں هیٹ کے نیچے جو چھپے هوے سر نشۂ غرور تفرنج و فرنگي مابي میں بدمست نظر آتے هیں' جب اونکو هوش آئیگا تو معلوم هوگا که وه عقل و بصیرة کي جگه ایک ایسا ذلیل ترین دماغ رکھتے هیں' جو در پرده اپنے ضعف اور دوسري قوموں کي قوت کا مہلک اعتراف کررها ھے - بلکه یہي انجذاب قومي ھے جو انکي جبین نیاز کو اکثر اونکي چوکھٹ پر جھکا دیا کرتا ھے -

یه انقلاب اگرچه بظاهر اپنے اندر بہت سي اخلاقي خوبیاں بھي دکھلاتا ھے ' یعني فاتح قوم کے دل و دماغ جن اعلی جذبات سے لبریز رهتے هیں ' مفتوح قوم بھي اونھیں کو جذب کرنا چاهتي ھے ' لیکن سیلاب جب آتا ھے تو گوهر و مرجان سے زیاده اپنے ساتھه خس و خاشاک کا ڈھیر بہا لاتا ھے اور اپني یادگار میں اوسیکو چھوڑ کر آگے چلا جاتا ھے - زمین کے حصے میں صرف یہي ڈھیر آتا ھے - اور ایسے خوش قسمت بہت کم هوتے هیں جو صرف گهر و مرجان سے اپنے دامن و جیب کو بھر لیتے هیں -

فاتحانه حیثیت سے اخلاقي و تمدني انقلاب بھی بالکل اسي طرح اضطراري طور پر هوتا ھے' اسلیے انسان کي قوت انتخاب بالکل بیکار هوجاتي ھے ' اور فاتح جو کچھه دیدیتا ھے ' اوسیکو جبراً قبول کرلینا پڑتا ھے - اسکا نتیجه یه هوتا ھے که مفتوح قوم فاتح قوموں کي تقلید میں سیکڑوں غیر ضروري ' غیر مفید ' بلکه مضر چیزیں اختیار کرلیتي ھے - اور خس و خاشاک کے ڈھیر میں صدف و گوهر بالکل چھپ جاتا ھے -

فاتح قوم کي جو خوبیاں مفتوح قوم میں منتقل هوتي هیں اونکا اثر صـــرف چند مخصوص افـــراد هي میں نمایاں هوتا ھے - هندوستان میں کوٹ پتلون پہن کر چلنے پھرنے والے هر سڑک پر نظر آسکتے هیں ' لیکن انگریزوں کا سا اعلی کیریکٹر اور قومي حریت تعلیم یافته لوگوں میں بھي یکسر مفقود ھے -

و تعاون پر آمادہ کرتا ہے' اوسیکا نام عصبیت ہے - وہ فطرتاً ہر شخص میں موجود ہے - ایک بھائی اپنے بھائی کي مصیبت نہیں دیکھہ سکتا - بیٹا باپ کي ذلت برداشت نہیں کرسکتا -

لیکن عصبیت کا کامل ظہور صرف زمانۂ جنگ ھي میں ہوسکتا ہے - یہي وجہ ہے کہ جو قومیں ہمیشہ امن و سکون کي زندگی بسرکرتي ہیں ' اون میں بہت کم عصبیت پائي جاتي ہے - ایک متمدن شہري باشندے کو اپنے بھائي سے زیادہ پولیس پر اعتماد ہوتا ہے - لیکن ایک وحشي انسان پولیس کي اعانت سے فائدہ نہیں اوتھا سکتا ' اسلیے وہ خود ھي اپني حفاظت کرتا ہے - اور ہمیشہ اپني قوم کي اعانت پر آمادہ رہتا ہے -

متواتر جنگ جذبۂ عصبیت کو ابھارتي رہتي ہے ' اور متصل امن و سکون اس آگ کو بجھاتا رہتا ہے - اسي لیے جو قومیں جنگجو ہوتي ہیں ' اون میں شدت کے ساتھہ عصبیت پائي جاتي ہے - لیکن جن قوموں کو میدان جنگ میں جانے کا موقع نہیں ملتا اون میں یہ روح بہت کم پائي جاتي ہے - ایک متمدن شخص میدان جنگ کے اندر اپني حفاظت میں مصروف رہیگا ' لیکن ایک جنگجو قوم کا فرد اپنے بھائي کي حفاظت کو اپني ذات پر مقدم رکھیگا - اس قسم کي عصبیت اگرچہ حقیقي طور پر متحد النسب لوگوں میں پائي جاتي ہے' لیکن معاہدے اور مختلف سیاسي تعلقات کے ذریعہ سے دو حلیفوں میں بھي پیدا ہوسکتي ہے ' اور یہ مصنوعي عصبیت زمانۂ جنگ ھي کیلیے پیدا کي جاتي ہے -

عصبیت اپنے اندر محاسن اخلاق کا ایک بڑا ذخیرہ رکھتي ہے - وہ خود غرضي کو بالکل مٹا دیتي ہے - ایثار نفس کي تعلیم دیتي ہے - وہ انسان میں چستي و چالاکي پیدا کرتي ہے ' اور ایک فرد کي آواز پر تمام قوم کھڑي ہو جاتي ہے - وہ ایک قوم کے اخلاق و عادات کو محفوظ رکھتي ہے اور اوسکو کسي دوسري قوم میں مدغم نہیں ہونے دیتي - شجاعت اگرچہ بجاے خود ایک جوہر ہے' لیکن عصبیت اوسکو جلا دیتي ہے' اور اوسکے ذریعہ متعدد قطرے باہم مل کر سیلاب کي صورت اختیار کرلیتے ہیں - وہي ہے جو میزان عدل کو قائم رکھتي ہے اور وہي ہے جو ظلم و جور کا سختي سے انکار کرتي ہے - یہي وجہ ہے کہ جن قوموں میں ربط و اتحاد اور تعاون و تناصر کا مادہ نہیں ہوتا ' اور اوسکي جگہ خود غرضي' تفرق' شقاق' اور اختلاف پیدا ہوجاتا ہے' اون میں جنگ ھي کے ذریعہ عصبیت پیدا کي جاسکتي ہے ' اور اسطرح یکایک ایک اتحاد عام ہر طرح کے اختلافوں کو مٹا کر نابود کردیتا ہے - اسلام نے ولولۂ جہاد سے عرب کي اون تمام مختلف جماعتوں اور مختلف نسلوں کو ایک کردیا تھا' جو آگے چلکر اور تمدن کا امن پا کر ایک نہ رہسکے' اور باہمي جنگ و جدال شروع ہوگیا - بسمارک نے صرف اسي لیے صدہا مکر و فریب کرکے جرمني و فرانس کي پچھلي جنگ پیدا کي تھي ' اور موجودہ جنگ نے انگلستان اور آئرلینڈ کے اختلاف اور سول وارکو جس طرح مٹا دیا ' وہ سب کے سامنے ہے !

(٦)

جنگجو اور بہادر قوموں کے جذبۂ محبت کي حالت تمام دنیا سے مختلف ھوتي ہے - انسان سب سے زیادہ اپني ' پھر اپنے اہل و عیال کي' اسکے بعد اپني قوم کي محبت رکھتا ہے - لیکن برخلاف اسکے ایک جنگ خواہ شخص اپني جان کو سب سے زیادہ ارزان سمجھتا ہے - اور اسلیے اپنے آپ کو سب سے پہلے خطرے میں ڈالدیتا ہے - الله الله ' ایک عربي شاعر کہتا ہے :

انا لنرخص یوم الروع انفسنا
ولو نسام بہا في الامن' اغلینا

ہم لڑائي کے دن اپني جانوں کو بہت ارزاں کردیتے ہیں ' لیکن اگر امن کي حالت میں ہم سے اونکا نرخ پوچھا جاے تو وہ بہت ھي قیمتي نکلینگي !!

وہ عموماً میدان جنگ میں رہتا ہے - اوسکو اپني بي بي اور بچوں سے ملنے کا بہت کم موقع ملتا ہے' اسلیے اون سے بہت کم محبت کرتا ہے - ایک بدو گھر میں بھوکا پیاسا آیا اور کھانا مانگا - گھر والوں نے اوسکو مبارکباد دي کہ " تمھارے یہاں بچہ پیدا ہوا ہے" اور ساتھہ ھي بچے کو گود میں رکھدیا - اوس نے اپنے بہادرانہ جذبہ سے معمور ہوکر کہا : أ آكله ام اشربه ؟ کیا میں اسکو کھاؤں ؟ کیا میں اسکو پیوں ؟

عرب کا ایک بہادر اونٹنی کا تمام دودھہ اپنے گھوڑے کو پلا دیا کرتا تھا - اوسے اپنے اہل و عیال کی کچھہ پروا نہ تھي - اوسکي بي بي نے شکایت کي تو اوس نے معذرت میں چند شعر کہے :

تلوم علی ان امنح الورد لقحة
وما تستوي و الورد' ساعة تفزع

میري بي بي مجھے اس بات پر ملامت کرتي ہے کہ میں اونٹني کا تمام دودھ اپنے گھوڑے ورد نامي کو پلا دیتا ہوں' حالانکہ لڑائي کے وقت وہ ورد کي برابري نہیں کر سکتي !

وقمت الیه باللجـام میسـرا
هنالک یجزیني بما کنت اصنع

اور جب میں آمادۂ جنگ ہوکر اوسکے منہ میں لگام چڑھاؤنگا تو اوس وقت وہ میري اس حسن خدمت کا معاوضہ کر دیگا -

اسکو سب سے زیادہ اپني قوم محبوب ہوتي ہے ' اور وہ اسکے ذرا سے اشارہ پر اپني جان دیدینے پر آمادہ ہوجاتا ہے :

لا یسالون اخاهم حین یندبهم
في النائبات علی ما قال برهانا

جب انکا بھائي انکو فریاد رسي کیلیے بلاتا ہے تو وہ اس سے دلیل نہیں پوچھتے بلکہ معاً بجلي کي طرح اندھا دھند ٹوٹ پڑتے ہیں !

وہ اپنے بچے کو اس نظر سے پیار نہیں کرتا کہ وہ اوسکے باغ زندگي کا گل و ریحان ہے ' بلکہ صرف اس لیے کہ اوسکي قوم کا ایک قوي البنیه ' صحیح الجسم ' اور بہادر و سر فروش فرد ہے ' اور اسلیے وہ بڑا ہوکر خود اوسکے لیے نہیں' بلکہ اسکي محبوب و مطلوب قوم کیلیے ایک مفید وجود ہوگا :

وان عرارا ان یکن غیـر واضح
فانی احب الجون ذالمنکب العمم

میرا بیٹا عرار اگرچہ گورا چٹا نہیں ہے لیکن میں تو اوس کالے کلوٹے کو محبوب رکھتا ہوں ' جسکے شانے لمبے ' چوڑے ' اور قوي ہیں - یعني قوم کي خدمت و نصرت کیلیے حسن و رعنائي نہیں' طاقت و توانائي کي ضرورت ہے -

اگر کبھي صغیر السن بچے کي پرورش اوسکو میدان جنگ میں جانے سے روکتي ہے تو اوسکو نہایت افسوس ہوتا ہے :

لـولا بنیـات کزغب القطـا
رددن من بعض الی بعـض

اگر چڑیوں کے بچوں کي طرح میري چھوٹي چھوٹي لڑکیاں نہ ہوتیں جنکي پرورش میرے بعد میرے رشتہ داروں میں بہ مشکل ہوگي تو :

اسلام نے ظاہر ہوتے ہی دنیا کے تمام اعمال و معمولات پر نظر ڈالی، اور ہر عمل کی حقیقت و روح کو لے لیا اور غیر مناسب و موزوں جسم و لباس کو چھوڑ دیا -

وحشت نے جن حقیقتوں کو تاریک پردوں میں چھپا دیا تھا وہ سب چاک چاک ہوگئے، جہالت نے جن موتیوں کو پتھروں کے اندر بھی گم کردیا تھا، وہ اون سے الگ ہوکر دنیا کے دامن مراد میں آگئے، غیر معتدل تمدن نے جن کیلی ہوئی بصیرتوں کو خوشنما پردوں کے آب و رنگ میں راز سربستہ کی طرح مقفل کردیا تھا، وہ سر فاش ہوگئے، اور حقیقت آفتاب کی طرح علانیہ بے نقاب ہوکر ہر انسان کو نظر آگئی - قرآن حکیم نے اسی انقلاب کو ان مختصر الفاظ میں بیان فرمایا ہے!

الله ولي الذين آمنوا يخرجهم من الظلمت الى النور، والذين كفروا اولياءهم الطاغوت يخرجونهم من النور الى الظلمت (۲ : ۲۵۸)

خدا مسلمانوں کا دوست اور ساتھی ہے، انکو ہر طرح کی انسانی تاریکیوں سے نکالکر فطرة صالحہ کی ربانی روشنی میں لاتا ہے، مگر کفار کے دوست انکے طاغوت ہیں، جو انکو خدا کی بخشی ہوئی روشنی سے نکالکر جہل و ضلالت کی اندھیری کی طرف لیجاتے ہیں -

یہ ایک عظیم الشان انقلاب تھا جسکی جھلک اسلام کی تمام تعلیمات میں نظر آتی ہے، اور مشاعر و مراسم کے ادا کرنے کا طریقہ بھی اس سے مستثنی نہیں - چنانچہ قدماء کی یادگار قائم کرنے اور ان کے اعمال و آثار کے زندہ رکھنے کا جو طریقہ زمانۂ قدیم سے رائج تھا، اسلام نے اوس میں بھی ایک روحانی انقلاب پیدا کردیا - اس نے مسلمانوں کو مجسموں کی شکل میں اسلاف پرستی کی اجازت نہیں دی کیونکہ وہ بت پرستی تک منجر ہوتی ہے اور اسلام زندہ انسانوں کے سر کو پتھروں کے آگے نہیں جھکانا چاہتا، مگر اس نے مشاہیر کرام اور اسلاف صالحین کے نمونوں کے فوائد عظیمہ کو بھی ضائع ہونے نہ دیا، اور انکے اثر کو اسطرح حی و قائم رکھا کہ ہر مومن کے آگے انکے عملی زندگی کے نمونے پیش کردیے، اور ہر روز دن میں پانچ بار جب خدا کے حضور آو تو صراط مستقیم پر چلنے کی ہدایت مانگو - ساتھہ ہی تشریح کردی کہ صراط مستقیم انبیاء، صدیقین، شہدا، اور صالحین کی راہ علم و عمل ہے - اور اسلیے انکے نمونے ہر وقت تمہارے سامنے رہنے چاہییں (یہ نہایت اہم مقام ہے - اسکی پوری تفصیل تفسیر سورۂ فاتحہ میں دیکھنی چاہیے جو بسلسلۂ مجلدات البیان فی مقاصد القران البلاغ پریس میں چھپ رہی ہے)

پس ماتم کی رسم پر وحشت نے جن تاریک پردوں کو ڈال کر اصل حقیقت کو چھپا دیا تھا، اور تمدن و تہذیب نے ان پردوں پر نظر فریب رنگ چڑھا کر جن بصیرتوں کو گم کردیا تھا، اسلام نے آن سب کو چاک چاک کردیا، اور مغز حقیقت جن چھلکوں میں چھپا ہوا تھا اون سے نکل کر علانیہ آشکارا ہوگیا -

"قرآن حکیم میں انبیاے سابقین کے جو قصص مذکور ہیں، آن کے اندر درحقیقت اونھیں بصائر و حکم کی روح مضمر ہے جو مجسموں کے قالب میں حلول کرکے بالکل بے اثر اور محض ظاہر فریب ہوجاتی تھی - قرآن مجید قدماء و اعاظم رجال کی یادگاروں کے قائم کرنے کے اصل مقصد کو "اسوۂ حسنہ" کے جامع لفظ سے تعبیر کرتا ہے، اور مسلمانوں کو جابجا اسپر توجہ دلاتا ہے - چنانچہ تم بار بار انہیں صفحات پر پڑھچکے ہوکہ اسی نے حضرة ابراہیم خلیل علیہ السلام کے نمونۂ حیات کو مسلمانوں کا قبلۂ رجوع و کعبۂ انظار قرار دیا -

قد كانت لكم اسوة حسنة في ابراهيم والذين معه (۴ : ۶)

تمہارے لیے حضرة ابراہیم کی حیات طیبہ میں، اور انکی زندگی میں جو انکے ساتھی ہیں، پیروی کیلیے بہترین نمونہ رکھا گیا ہے -

اس بنا پر اسلام دنیا کا پہلا مذہب ہے جو اسلاف پرستی کی صحیح اصول پر اسلامی تعلیم دیتا ہے، اور اسی صحیح اصول کے مطابق چاہیے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے واقعہ شہادت کے اندر عزم و استقلال، صبر و ثبات، استبداد شکنی، قیام جمہوریت، امر بالمعروف، و نہی عن المنکر کی جو عظیم الشان بصیرتیں موجود ہیں، آنکی یاد کو ہر وقت تازہ رکھیں، اورکم ازکم سال میں ایک بار اس مذہبی قربانی کی روح کو تمام قوم میں ساری و جاری کردیں -

لیکن ان بصیرتوں کے علاوہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی ذات میں ایک اور عظیم الشان بصیرت بھی موجود ہے، جسکا سلسلہ مذہب کی ابتدائی تاریخ سے شروع ہوتا ہے - اور اوسکی آخری کڑی اسلام کی تکمیل سے جاکر مل جاتی ہے -

دنیا کی مذہبی تاریخ کی ابتدا عجیب بیکسی کی حالت میں ہوئی - ہم نے دنیا کے سخت سے سخت معرکوں میں باپ کو بیٹے کا شریک، بھائی کو بھائی کا حامی، بی بی کو شوہر کا مددگار پایا ہے - لیکن صرف مذہب ہی کا روحانی عالم ایک ایسا عالم ہے، جہاں باپ کو بیٹے نے، بھائی کو بھائی نے، شوہر کو بی بی نے چھوڑ دیا ہے - بلکہ آنکی مصیبتوں میں اور بھی اضافہ کیا ہے -

یہی سبب ہے کہ خاندان نبوت ہمیشہ اعزہ و اقارب کی اعانت سے محروم رہا - حضرت نوح علیہ السلام نے ایک مدت تک شب و روز اپنی قوم کو دعوت توحید دی اور قوم نے فرط بغض و عناد سے انکی دعوت حق کو رد کردیا، انسے علحدگی اختیار کرلی، اور کانوں میں انگلیاں تک دے لیں :

قال رب اني دعوت قومي ليلا و نهارا فلم يزدهم دعائي الا فرارا واني كلما دعوتهم لتغفر لهم جعلوا اصابعهم في آذانهم و استغشوا ثيابهم و اصروا واستكبروا استكبارا - (۷۱ : ۵)

نوح نے عرض کیا: خداوندا! میں نے شب و روز دعوت حق کی - لیکن اسکا الٹا اثر یہ ہوا کہ لوگ مجھہ سے اور زیادہ بھاگنے لگے - میں نے جب جب اونکو تیری مغفرت کیلیے پکارا، اونھوں نے کانوں میں اونگلیاں ڈال لیں - اپنے کپڑوں میں لپٹ گئے کہ آن تک تیری آواز نہ پہونچ جاے، آہ! یہ حق ناشناس قوم ہمیشہ سخت ہٹ دھرمی اور باطل پرستانہ گھمنڈ کا اظہار کرتی رہی!

لیکن اس پیغمبرانہ آواز کی صداے بازگشت صرف انکی قوم ہی کے در و دیوار سے ٹکرا کر ناکامیاب واپس نہیں آئی، بلکہ خود انکے گھر کے در و دیوار نے بھی اسکو ٹھوکر لگائی، اور خاندان نبوت کے چشم و چراغ یعنی انکے بیٹے نے بھی اس نور کو قبول نہ کیا - آخری وقت میں حضرت نوح علیہ السلام نے پھر اپنے بیٹے کو خدا کی پناہ میں بلایا، لیکن اسوقت بھی اسکا گوش نصیحت نیوش وا نہوا - اسلیے وہ بھی تمام قوم کے ساتھہ عذاب الہی کی طوفان خیز موجوں میں بہہ گیا :

و نادى نوح ابنه و كان في معزل: يابني اركب معنا و لا تكن مع الكفرين - قال ساوي الى جبل

اور نوح نے اپنے بیٹے کو جو اپنے شامت اعمال کیوجہ سے اون سے علحدہ تھا پکارا کہ اے بیٹے ہمارے ساتھہ کشتی میں سوار ہوجا، اور کافروں کا ساتھہ

جنگ کے ذریعہ سے بعض اوقات فاتح قوم میں بعض نہایت سرمناک بد اخلاقیاں پیدا ہو جاتی ہیں - فوج ایک مدت تک گھر سے باہر میدان جنگ میں اقامت گزین رہتی ہے ' زمانہ جنگ میں اوسکے جذبات و قواء سخت ہیجان کی حالت میں رہتے ہیں ' بدامنی اوسکو بہت کچھ مطلق العنان بنا دیتی ہے ' اسلیے اوسکے جذبات ہمیشہ سخت مشتعل ہو جاتے ہیں ' اور وہ اس آگ کو ہر ممکن طریقہ سے بجھانا چاہتی ہے ' پس مفتوح قوموں کی ہر چیز حالت جنگ میں مباح ہو جاتی ہے - عرب میں متعہ کا رواج اسی بنا پر ہوگیا تھا جسکو اسلام کی اخلاقی تعلیم نے بتدریج مٹا دیا - ایرانیوں میں عشق رجال کا رواج انہی غلاموں کے ذریعہ سے ہوا جو لڑائیوں میں گرفتار ہوکر آتے تھے - رفتہ رفتہ انہوں نے اس قدر مقبولیت حاصل کرلی کہ فارسی لٹریچر کا ایک جزو لاینفک بن گئے ' جنکو اگر علحدہ کردیا جاے تو فارسی شاعری کا دامن حسن دفعتاً خالی ہو جاے !

ابتدا میں اہل عرب اس مرض سے بالکل نا آشنا تھے ' یہی وجہ ہے کہ قدیم عربی شاعری کا دامن اس داغ سے بالکل پاک نظر آتا ہے - لیکن جب اہل عرب کی فتوحات کا سیلاب بڑھا اور اسلام کے دامن میں بھی حلقہ بگوش غلام آے ' تو ابتداء میں عجمی خیموں نے اندر انکو دخل ہوا - پھر خلفاے عباسیہ کی بزم طرب کے شمع و چراغ ہوگئے ' یہاں تک کہ ابن معتز عباسی نے عربی شاعری کے دامن پر بھی اس داغ کو لگا دیا -

عیش پرستی کی یہ آخری سرحد ہے ' اور یہیں پہونچکر ہر قوم فنا ہو جاتی ہے - آج جو لوگ عظیم الشان قوموں کی موت پر ماتم ' اور نئی قوموں کی شاندار زندگی پر تعجب کر رہے ہیں ' انکو صرف مادی طاقت ہی پر نظر نہیں رکھنی چاہیے ' بلکہ ان اخلاقی تغیرات کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے جو سطوت عامہ کے جزو لاینفک ہیں - اس طرح کی حکیمانہ نگاہ سے ثابت ہو جائیگا کہ ترقی و تنزل صرف اخلاقی انقلابات کا نتیجہ ہیں - اس زبردست طاقت کے سامنے مادی قوت نے ہمیشہ سر تسلیم خم کر دیا ہے - عرب کو اسی اخلاقی طاقت نے ابھارا تھا اور اسی کے تنزل نے انکو موجودہ گمنامی تک پہنچا دیا - و لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا -

---

گریٹ یوروپین وار میپ

اڈیٹر الہلال کی راے

عدم تعلیم کے فقدان کیوجہ سے جغرافیہ و تقویم بلدان کی واقفیت عام اردو خوان پبلک کو بہت کم ہے ' اور اسلیے واقعات عالم کے اخبار و حالات کو وہ پوری صحت کے ساتھہ سمجھہ نہیں سکتے - علی الخصوص موجودہ عالمگیر جنگ کی خبروںکا صحیح اندازہ تو بغیر اسکے ممکن ہی نہیں کہ یورپ ' ایشیا ' اور افریقہ کے تمام بحر و بر اور انکے حدود و علائق پیش نظر ہوں - اس بنا پر منشی محبوب حسین صاحب کی جانفشانی قابل داد ہے کہ انہوں نے ایک نہایت عمدہ اور مکمل نقشہ اردو انگریزی میں مرتب کیا ہے ' اور اسمیں پوری احتیاط و پابندی اصول نقشہ نویسی سے کام لیا ہے - نہ صرف عوام بلکہ خواص کیلیے بھی ضروری ہے کہ اس نقشہ کی ایک ایک کاپی ضرور لیں اور اپنی سامنے لٹکا دیں - موجودہ جنگ دنیا میں جو انقلاب کر رہی ہے اسکے اجمال کی یہ نہایت عمدہ شرح ہے -

قیمت نمبر رنگ ۴ آنہ - رنگین ۸ - آنہ فولڈینگ - خوبصورت مجلد کتاب کی شکل ایک روپیہ - مونٹڈ یعنی کپڑا اور رول سے مکمل روغندار دو روپیہ چار آنہ -

ملنے کا پتہ : منیجر - ایم - حسن برادرس - نمبر ۹ نواب عبد اللطیف لین - کلکتہ

تاریخ و عبر

حادثۂ محزنۂ کربلا

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ تاریخ اسلام میں ہمیشہ خون آلود حرفوں میں لکھا گیا ' اور اشکبار آنکھوں سے پڑھا گیا ہے - لیکن اس درد انگیز واقعہ اور ماتم خیز حادثہ کے اندر شریعت اسلامیہ کی بے شمار بصیرتیں مضمر تھیں جنکو خون کی ان چادروں نے چھپا دیا - اور ہزاروں اسوہاے حسنہ مخفی تھے جنکو آنسوؤں کے سیلاب بہا لیگئے !

اسلیے اب ہمکو قدیم زمانے کی مجلس ہاے ماتم میں ایک نئے حلقہ ماتم کا اضافہ کرنا چاہیے ' اور خون آلود آنسوؤں کا جو چشمہ ہمارے زخم رسیدہ دلوں سے ابل رہا تھا ' اوسکو کچھہ دیر کیلیے ملتوی کرکے خود واقعۂ شہادت کو اسرار شریعت اسلامیہ کا سرچشمہ بنانا چاہیے - حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر ماتم کرنے کا یہ ایک نتیجہ خیز طریقہ ہوگا اور شریعت نے امت محمدیہ کو اسی قسم کے طریق ماتم کی ہدایت فرمائی ہے -

دنیا میں اسلاف پرستی کا فطری مادہ ہر قوم کے اندر ہمیشہ موجود رہا ہے - اسی بنا پر تمام قوموں نے اپنے اپنے اسلاف کا ماتم مختلف طریقوں سے منایا ہے ' اور اونکے اعمال کو آیندہ نسل کی عبرت و بصیرت کیلیے زندہ رکھنا چاہا ہے - لیکن ان تمام طریقوں میں جو طریقہ سب سے زیادہ مقبول ہوا ' وہ وہی ہے جسکی بنیاد دنیا کی بت پرستی نے رکھی ' اور در اصل اصنام پرستی کی زنجیر عمل کی پہلی اور آخری کڑی اسی کو سمجھنا چاہیے - پہلی اس لیے کہ بسا اوقات انسانوں نے اسی راہ سے اصنام پرستی کی منزل پائی ' اور آخری اسلیے کہ بت پرستی خود تو چلی گئی مگر اپنا نقش قدم اس شکل میں ابتک چھوڑ گئی ہے -

ہمارا اشارہ اسلاف پرستی کے اس طریقہ کی طرف ہے جسکی بنا پر مشاہیر ملک و قوم کے مجسمے (اسٹیچوز) بناے جاتے ہیں اور انکو اسلیے نصب کیا جاتا ہے تا کہ انکے ذریعہ قوم کو ہمیشہ مشاہیر کی یاد دلائی جاے اور انکے نقش قدم پر چلنے کی ہدایت ملے -

اگرچہ اسلاف پرستی کا یہ نہایت قدیم طریقہ تھا اور حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے تک اس قسم کے متعدد مجسمے قائم ہوچکے تھے اور انکی علانیہ پرستش کی جاتی تھی - لیکن یونان و مصر نے ان مجسموں پر تمدن و تہذیب کا آب و رنگ چڑھا کر انکو اور بھی شاندار و دلفریب بنا دیا - آج یورپ بانیان تہذیب و تمدن کے دیوتاؤں کی جو نمایش مجسموں کی شکل میں کر رہا ہے ' اونکے اندر یونان کی اس قدیم تہذیب کا عکس صاف نظر آتا ہے - ہندوں کی مذہبی سطح پر بھی تصویروں کی جو صفیں نظر آرہی ہیں ' اون میں بھی اوسی کی جھلک پائی جاتی ہے -

لیکن اسلام ایک دین خالص تھا جو توحید خالص کو قائم کرنا چاہتا تھا اور انسانی عظمت کی ان تمام راہوں کا ہمیشہ کیلیے دروازہ بند کر دینا چاہتا تھا ' جو کسی حال میں بھی الہی عظمت کے نقطہ تک پہونچ سکتی تھیں یا قریب ہوسکتی تھیں - پس وہ کسی طرح بھی قیام ذکر و بقاے عظمت کا ایسا طریقہ اختیار نہیں کرسکتا تھا جسمیں پڑکر دنیا بار بار ٹھوکر کہاچکی تھی -

یزید کی شخصی خلافت کی بیعت کیلیے جو ھاتھ بڑھے تھے' وہ اسلام کی جمہوریت کا قلع و قمع کرنا چاھتے تھے' اور مذھب کی قربانیاں صرف امر بالمعروف ونہی عن المنکرھی کیلیے ہوا کرتی ھیں- اسلیے جب اسوۂ ابراھیمی کے زندہ کرنے کا ٹھیک وقت آگیا تو خاندان نبوت کے زن و مرد' بال بچے' غرض ھر فرد نے اس میں حصہ لیا - اور جن قربانیوں کے پاک خون سے زمین کی آغوش اب تک خالی تھی اون سے کربلاء کا میدان رنگ گیا -

پس حضرت حسین علیہ السلام کا واقعہ کوئی شخصی واقعہ نہیں ہے - اسکا تعلق صرف اسلام کی تاریخ ھی سے نہیں' بلکہ اسلام کی اصل حقیقت سے ہے - یعنی وہ حقیقت جسکا حضرت اسمعیل علیہ السلام کی ذات سے ظہور ھوا تھا' اور وہ بتدریج ترقی کرتی ھوئی حضرت عیسی علیہ السلام کی ذات تک پہونچ کر گم ھوگئی تھی' اوسکو حضرت حسین علیہ السلام نے اپنی سر فروشی سے مکمل کردیا -

خاندان نبوت دنیا کے آباد کرنے کیلیے ھمیشہ اوجڑتا رہا ھے - حضرت ابراھیم علیہ السلام نے ھجرت کی' حضرت موسی علیہ السلام نے گھر بار چھوڑا' حضرت عیسی علیہ السلام نے آوارہ گردی کی' اور دین محمدی کے متبعین میں سے حضرت حسین علیہ السلام نے میدان کربلاء کے اندر اس خانہ ویرانی کو مکمل کردیا -

حضرت اسمعیل علیہ السلام سے خاندان نبوت کا سلسلہ ملا ھوا ھے- انھوں نے ایک وادی غیر ذی زرع میں شدت تشنگی سے ایڑیاں رگڑی تھیں - حضرت حسین علیہ السلام نے بھی میدان کربلاء میں اس خاندانی روش کو زندہ کیا - اور غالباً یہی مقصود ھے ان مفسرین امامیہ کا جو " و فدیناہ بذبح عظیم " کی تفسیر میں ذبح عظیم شہادت امام علیہ السلام کو قرار دیتے ھیں اور اس بارے میں بعض ائمۂ اھلبیت کرام علیھم السلام کے آثار نقل کرتے ھیں -

---

ایجنٹوں کیلئے کمیشن

ھندوستان کے تمام اُردو' بنگلہ' گجراتی' اور مرھٹی ھفتہ وار رسالوں میں البـلاغ پہلا رسالہ ھے جو باوجود ھفتہ وار ھونے کے روزانہ اخبارات کی طرح بکثرت متفرق فروخت ھوتا ھے - تمام ملک ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک اسکی اشاعت کے استقبال کیلیے چشم براہ ھے - پس اگر آپ ایک عمدہ اور کامیاب تجارت کے متلاشی ھیں تو ایجنسی کی درخواست بھیجیے کمیشن معقول دیا جاتا ھے- اور تبلیغ حق اور اشاعۂ معارف قرآنیہ کا ثواب اخروی مزید براں -

امن اور اسلام

جن ملکوں میں ھمیشہ اندرونی جنگوں کا سلسلہ جاری رھتا ھے' وھاں کے باشندے عموماً نقض امن اور قتل و خونریزی کے عادی ھوجاتے ھیں' اور کسی نہ کسی صورت میں ھمیشہ اس سلسلہ کو قائم رکھتے ھیں - اسلام سے پہلے عرب بھی اسی قسم کا بدقسمت ملک تھا - اسلیے ریگستان عرب میں انسانی خون کے جو طوفان برپا ھوے' اور اوس میں باھمی جنگ و جدال کی جو تلاطم خیز لہریں اوٹھیں' اوس نے اھل عرب کے جذبات میں ایک عام ھیجان پیدا کردیا' اور اسکا اثر عموماً راھزنی' غارت گری' اور نقض امن کی صورت میں ظاھر ھوتا رھتا تھا -

یہاں تک کہ خود عرب میں ایک قبیلہ اس بنا پر نہایت بدنام تھا کہ وہ ایام حج میں حاجیوں کا مال چرا لیا کرتا تھا - چنانچہ اھل عرب نے اُس قبیلہ کو " سراق الحجیج " کا خطاب دیا تھا -

قبیلہ بنو طے میں ڈاکوؤں کی ایک خاص جماعت قائم ھوگئی تھی' جس نے عرب کے امن کا شیرازہ بالکل درھم برھم کردیا تھا -

اسلام دنیا میں آیا تو عرب کی تمام قوتوں کا رخ اوسکی طرف پھرگیا' اسلیے اسلام اور داعی اسلام پر مالی' سیاسی' اخلاقی' مختلف حیثیتوں سے اس نقض امن کا اثر بھی پڑا - چنانچہ ایک بار مقام ذی قرد میں آنحضرت صلے اللہ علیہ و سلم کے اُونٹوں کا جو گلہ چرا کرتا تھا' اوس پر قبیلہ غطفان نے دفعتاً ڈاکہ مارا اور تمام اُونٹوں کو لوٹ لیگیا - (۱)

قبائل عکل و عرینہ کا ایک گروہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ھوکر اسلام لایا اور مدینہ میں قیام کیا - یہاں کی آب و ھوا ناموافق ھوئی تو اوس نے آنحضرت سے اسکی شکایت کی - آپ نے اُوسکو صدقہ کے اُونٹوں کی چراگاہ میں بھیجدیا کہ صحرا کی تازہ ھوا کھا کر اور اُونٹوں کا تازہ دودھ پیکر قوت و توانائی حاصل کریں - لیکن اون لوگوں نے صحیح و تندرست ھونے کے بعد اسلام کو خیرباد کہا - مرتد ھوگیے' اور تمام اُونٹوں کو لوٹ کر اپنے ساتھ لے گیے' اور چرواھوں کو قتل کرڈالا - آنحضرت صلعم کو خبر ھوئی تو آپ نے اونکو پکڑوایا اور سزائیں دیں - (۲)

کبھی کبھی عرب کی اس فطرۃ کا ظھور نہایت بے رحمانہ شکل میں ھوتا تھا' چنانچہ ایک یہودی نے چند زیوروں کے لالچ میں ایک لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھکر کچل دیا - لڑکی کو لوگ آنحضرت کے پاس اوٹھا لاے - ابھی تک لڑکی میں اس قدر ھوش باقی تھا کہ آنحضرت نے قاتل کا نام پوچھا تو اوس نے سر اوٹھایا اور اشارے سے بتلادیا - چنانچہ آنحضرت نے قاتل سے اسی طریقہ پر قصاص لیا' یعنی اوسکے سر کو دو پتھروں کے درمیان رکھکر کچلوا دیا (۳)

---

(۱) بخاری جزو ۵ ص ۱۳۰ - (۲) بخاری جزو ۸ ص ۱۶۳ -
(۳) بخاری جزو ۹ ص ۵ -

يعصمني من الماء ' قال لا عاصم اليوم من امر الله الا من رحم - وحــال بينهما الموج فكان من المغرقين - (۴۴ : ۱۱)

ندے - اوس نے کہا میں پہاڑ پر چڑہ جاؤنگا اور وہ مجھے اس طوفان سے بچا لیگا - نوح نے کہا تو کس ضلالت عقل میں مبتلا ہے ؟ آج خدا کے عذاب سے کوئي بھي نہ بچاسکے گا - چنانچہ نوح کي پکار کچھہ بھي سودمند نہوئي اور اوسکے اور اوسکے بیٹے کے درمیان موج حائـل ہوگئي ' اور تمـام لوگوں کے ساتھہ وہ بھي ڈوب گیا -

حضرت لوط علیہ السلام کے تمام خاندان نے اگرچہ اونکا ساتھہ دیا ' لیکن خود اونکي بي بي اُنسے علحدہ ہوکر تمام قوم کے ساتھہ عذاب الہي میں شامل ہوگئي :

قالوا انا ارسلنا الی قوم مجرمین ' الا ال لوط انا لمنجوهـــم اجمعين الا امراته قــــدرنا انها لمن الغابرين (۵۸ : ۱۵)

فرشتـگان عـذاب نے کہـا : ہم اس گنہگار قوم کو اسکے اعمال بد کا نتیجہ دکھلا نے کیلیــے بھیجے گئے ہیں - ہمارے عذاب سے صرف لوط کا خاندان محفوظ رہیگا ' اور اون میں سے بھي اُنکي بي بي تمام قوم کے ساتھہ عـذاب الہي میں شامل کر لیجائیگي کیونکہ وہ بھي کافرہ ہے -

لیکن حضرت ابراهیم علیہ السلام کے زمانے سے خاندان نبوت میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا ہوا - حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا اُنسے علحدہ ہوگیا تھا ' حضرت لوط علیہ السلام کي بي بي نے اُن سے کنارہ کشي اختیار کرلي تھي - لیکن اس دور ابراهیمي میں بیٹے نے باپ کي ' بي بي نے شوہر کي ' بھائي نے بھائي کي دعوت حق پر لبیک کي صدا بلند کي ' اور اس دعوت کي اشاعت میں جو جو مصیبتیں اُنپر پیش آئیں ' اُن میں برابر کے شریک رہے - سب سے پہلے حضـرت هاجـرہ رضي اللـه عنهـا نے اس جہاد روحـاني کي طـرف قـدم بـڑھایا اور اپنے شوہـر کے ساتھـہ اپنے لخـت جگر کو ایک " وادي غیر ذی زرع " میں ڈالدیا ' جہاں کئي سو میل تک آب و گیاہ کا پتہ نہ تھا - یہ اُسي سخت امتحان کي پہلي منزل تھي جس کیلیے خداوند تعالی نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو انتخاب کیا تھا - چنانچہ جب اُس آخری امتحان کا وقت آیا تو اونہوں نے باپ کے آگے سر اطاعت خم کر دیا :

فلما بلغ معه السعي قال یا بنــی انی اری فی المنام انی اذبحــــك فانظر ماذا تري ؟ قال يا ابت افعل ما تومر ستجدني ان شاء الله من الصـابرين - فلمـــا اسلما و تلـه للجبين و ناديناه ان يا ابراهيـم قد صدقت الرؤياء ' انا كذلــــك نجــــزي المحسنين - ان هذا لهو البلاء المبين(۹۹ : ۳۷)

جب اسمعیل علیہ السلام حضرت ابراهیم علیہ السلام کے ساتھہ چلنے پھرنے کے قابل ہوگئے تو اونہوں نے ایک دن کہا : اے بیٹے ! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا تمہیں راہ حق میں ذبح کر رہا ہوں - میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ کیا ماجرا ہے - تم بھي اسپر غور کرو کہ اب کیا کرنا چاهیــے ؟ بیٹے نے بہ تامل کہا اے میرے باپ ! اس خواب سے تو یہي معلوم ہوتا ہے کہ یہ اللہ کي جانب سے ایک اشارہ ہے - پس آپ حکم الہي کـو پورا کیجیــے ' مجھے انشاء اللـه صبـر کرنے والـــوں اور ثابت قدموں میں سے پائیگا - جب باپ بیٹے دونوں خـدا کے آگے جھک گئے اور باپ نے ذبح کرنے کیلیـــے بیٹے کو زمین پر پچھاڑا تو اسوقت همنے آواز دی : اے ابراهیم ! بس کرو ' تم نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا - ہم صاحبان احسان کو اسیطرح بدلا دیتے ہیں - دراصل یہ ایک بہت هي بڑي قرباني تھي جسکي تعمیل کیلیے تم تیار ہوگئے تھے

حضرت موسی علیہ السلام کے ساتھہ بھي اونکے خاندان کي اعانت و رفاقت شریک رہي - چنانچہ جب اون کو شعلہ طور کي زبان نے بشارت نبوت دي ' تو اونکي بي بي اونکے ساتھہ تھیں - بلکہ اونھیں کیلیے وہ آتشکدۂ طور سے آگ لینے گئے تھے :

فلما قضی موسی الاجل وسار باهله آنس من جانب الطور نارا ' قال لاهله امكثوا اني آنست نارا لـعلـي آتيكم منها بخبر او جذوة من النـار لعلــكـــم تصطلـــون (۲۸ : ۲۹)

جب موسی مدین سے اپني بي بي کو لیکر چلے تو اونکو کوہ طـور کے دامن میں آگ کي روشني نظر آئي - اونہوں نے اپني بیوي سے کہــا یہیں ٹھہرو ' مینے ایک آگ دیکھي ہے ' اوسکا پتہ لگاتا ہوں ' شاید تمہارے تاپنے کیلیے آگ حاصل کرسکوں -

لیکن وادي ایمن میں جاکر معلوم ہوا کہ یہ آگ کا شعلہ نہ تھا بلکہ وہ ایک برق خاطف تھي جو فرعون کے خرمن ظلم و استبداد پر گرنا چاهتي تھي - چنانچہ جب خدا نے عصا اور ید بیضا کي صورت میں اونکو یہ صاعقۂ هلاکت دیا اور اونہوں نے اپنے بھائي هارون کي اعانت کا سوال کیا ' تو خدا نے اوسکو پورا کیا :

قال ستشـــد عضدک باخیک و نجعل لكما سلطانا -

خدا نے کہا میں تیرے دست وبازو کو تیرے بھائي کي اعانت سے قوي کرونگا ' اور تم دونوں کو فرعون پر غالب کرونگا -

چنانچہ حضرت هارون علیہ السلام نے آغاز کار سے انجام کار تک حضرة موسی کا ساتھہ دیا ' اور وہ دعوۂ موسوي کے همیشہ شریک و امین رہے -

حضرت موسی علیہ السـلام کے بعد اس سلسلہ کو اور ترقي ہوئي - پہلے خدا کے ایک صالح بندے نے اپنے بیٹے کو خدا کي مرضي پر قربان کرنا چاہا تھا ' لیکن اب وہ وقت آیا کہ خود حضرة مسیح علیہ السلام نے قرباني کے جام مقدس کے طرف ہاتھہ بڑھایا اور انکے لیے سولي کا جـو تختـہ طیـار کیـا گیـا تھـا ' اسکي طرف بلا کسي تاک کے بڑھے :

و ما قتلـــوہ و ما صلبوہ و لـكن شبــه لهـــم - (۴ : ۱۵۶)

اور اونلوگوں نے نہ تو عیسی علیہ السلام کو قتل کیا نہ پھانسي دي - بلکہ اون پر اس قـرباني کي حقیقت مشتبہ ہوگئي -

لیکن اسلام کے زمانہ تک خدا کي راہ میں جو قربانیاں ہوئي تھیں ' وہ محض شخصي حیثیت رکھتي تھیں ' یعني انبیاء نے شخصي طور پر خدا کي ذات پر اپني اولاد کو یا اپنے آپ کو قربان کردیا تھا - جہاد کي یہ ابتداء تھي ' مگر اسکي تکمیل شریعت اسلام پر موقوف تھي - چنانچہ اسلام نے جسطرح عقائد و عبادات اور معاش و معاد میں تمام قدیم مذاهب کي تکمیل کي ' اسي طرح جہاد کي حقیقت کو بھي مکمل اور واضح کردیا - اب تک کسي پیغمبر کے خاندان نے جہاد میں کوئي حصہ نہیں لیا تھا - شخصي طور پر بھي جو قربانیاں کي گئیں ' وہ راہ هي میں روک لي گئیں - حضرت ابراهیم نے اپنے لخت جگر کو خدا کي نذر کرنا چاہا لیکن اسکا موقعہ هي نہ آیا ' حضرت عیسی سولي کے طرف بڑھے لیکن بچالیے گئے - آج تک تمام خاندان نبوت نے متفقہ طور پر اسمیں شرکت بھي نہیں کي تھي اور اسکي کوئي نظیر تمام سلسلۂ انبیاء میں نہیں نظر آئي تھي کہ صرف بھائي ' صرف بیٹا ' صرف بیوی ' هي نے مقصد نبوت میں ساتھہ نہ دیا ہو بلکہ بلا تمیز خاندان نبوت کے اکثر اعضاء و ارکان راہ حق میں قربان ہوے ہوں -

علیه و سلم اذ اتاه رجل فشکاء الیه الفاقة، ثم اتاه آخر فشکاء قطع السبیل، فقال : یا عدی ! هل رایت الحیرة؟ قلت لم ارها و قد انبئت عنها - قال فان طالت بک حیاة لترین الظعینة ترتحل من الحیرة حتي تطوف بالکعبة لا تخاف احدا الا الله - قلت فیما بیني و بین نفسي : فاین دعار طي الذین قد سعروا البلاد؟ و لئن طالت بک حیاة لتفتحن کنوز کسری - قلت کسری بن هرمز؟ قال کسری بن هرمز - و لئن طالت بک حیاة لترین الرجل یخرج ملء کفه من ذهب او فضة یطلب من یقبله منه فلا یجد احدا یقبله منه!

تها که ایک آدمي آیا اور تنگدستي کي شکایت کي، پهر دوسرا آدمي آیا اور لٹ جانے کي شکایت کي - آپ نے میری طرف مخاطب هوکر فرمایا : کیوں عدي! تم نے شهر حیره کو دیکها هے؟ میں نے کہا "دیکها تو نهیں هے البته سنا هے" آپ نے فرمایا "اگر تم زنده رهے تو دیکهه لینا که ایک پرده نشین عورت تنها ملک حیره سے سفر کرکے آئیگي اور خانه کعبه کا طواف کریگي، لیکن خدا کے سوا اوسکو راه میں کسي چیز کا ڈر نهوگا" عدی کهتے هیں که میں نے دل میں کہا : "قبیله طے کے ڈاکو کیا هوجائینگے جنهوں نے تمام ملک عرب میں آگ لگا رکهي هے؟" پهر آپ نے فرمایا "اگر تم زنده رهے تو دیکهوگے که کسری کے خزانه کا دروازه کهول دیا گیا هے" میںنے تعجب سے پوچها "کسری بن هرمز؟" آپ نے فرمایا "هاں کسری بن هرمز" پهر آپنے فرمایا : "اگر تم زنده رهے تو دیکهوگے که ایک آدمي اپني مٹهي میں سونا یا چاندي لیکر گهر سے چلے گا اور فقرا کو دینا چاهیگا، مگر هر شخص بجاے خود اس قدر مستغني هوگا که اس صدقه کو کوئي قبول نه کریگا"

قال عدي : فرایت الظعینة ترتحل من الحیرة حتي تطوف بالکعبة لا تخاف الا الله - وکنت فیمن افتتح کنوز کسری بن هرمز - و لئن طالت بکم حیاة لترون ما قال النبي ابوالقاسم صلی الله علیه و سلم - (١)

عدی کهتے هیں که میں نے اپني آنکهوں سے دیکهه لیا که حیره سے ایک پرده نشین عورت بے خوف آتي هے اور خانه کعبه کا طواف کر کے چلي جاتي هے - کسری بن هرمز کا خزانه کهولا گیا، اور میں اسکے کهولنے والوں میں شریک تها - آنحضرت کي تیسری بشارت یعني اسقدر الله دولت عطا کریگا که صدقه لینے والے مسکین نه ملینگے، تو عدي نے کہا که جو لوگ زنده رهینگے وه اسکو بهي دیکهه لینگے -

چنانچه اس دور کے بعد جو لوگ آئے، انهوں نے اس چیز کو بهي اپني آنکهوں سے دیکهه لیا - یه بشارت تهي جو اسلام نے اس قوم کو دي تهي جو ریگستان کے صحرائي خیموں میں سوتي، حسک دهتور کهاتي، اور اونٹوں کو چراتي تهي، مگر اس نے یقین کیا اور اسکا پهل پایا - پهر آه! موجوده عهد کے وه مسلمان جو محلوں میں رهکر، ریشمي بستروں پر سوکر، آج اسلام کے وعده پر یقین نهیں لاتے، اور اسکے لیے اپنے اندر کوئي یقین نهیں رکهتے !

فشتان ما بین الیوم و الامس !

غزوات اسلامیه کا یهي مقصد تها - چنانچه جب یه مقصد حاصل هوگیا، دارالامة (کعبه) کا دروازه تمام دنیا کیلیے کهل گیا، باهمي جنگ و خوں ریزي کي جگه امن و امان قائم هوگیا، فتنهٔ و فساد کفر کا غبار بیٹهه گیا، حریة و استقلال انساني کا شرف وجود میں آگیا، تو اس نے اپني تکمیل کا عام اعلان کردیا :

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتي و رضیت لکم الاسلام دینا -

پس اسلام اور امن ایک هي حقیقت کے دو نام هیں - اسلام کي صلح بهي امن کیلیے هے - جنگ بهي امن کیلیے - حتی لا تکون فتنة و یکون الدین کله لله !

(١) بخاري جزء : ۴ - باب علامات النبوة -

باب التفسیر

فلسفهٔ احتساب

امر بالمعروف و النهي عن المنکر

تعیین حقیقت و تفصیل لوازم و اعراض

مظاهر مختلفه، و مدارج ترقي و تنزل !

(١)

الله تعالی نے مادهٔ عالم کي تخلیق و تقویم صرف انسان کي نفع رساني کیلیے کي هے - جسطرح زمین کا فرش همارے لیے بچها یا گیا هے جسکو هم پانؤں سے روند رهے هیں، اوسي طرح هوا کا کره بهي همارے هي لیے حرکت کر رها هے جسکو هم هاتهه سے چهو نهیں سکتے - جسطرح خاک کا هر ذره همارے لیے فضاے عالم میں چمکتا پهرتا هے، اوسي طرح آفتاب بهي همارے هي لیے اپنے محور پر گردش کرکے نور برسا رها هے - جس طرح همارے اعصاب کا باهمي اتصال همارے دماغ تک ایک احساس عام کي کیفیت کو نهایت سرعت کے ساتهه پهونچاتا رهتا هے، اوسي طرح تمام اجرام فلکیه کي قوت جاذبه سب کو ایک رشته میں جکڑ کر اونکے متفقه فوائد و منافع کو همارے هي لیے تقسیم کرتي رهتی هے !

(شئون مادیه)

الله تعالی نے قرآن حکیم میں اپنے اس احسان عام کا ذکر بار بار کیا هے - پہلے ایک آیت میں فرمایا که آسمان و زمین کي هر مخلوق اپنے ساتهه فوائد و منافع کا ایک بے شمار ذخیره رکهتي هے، اور خدا کے صالح بندے رهي هیں جو همیشه اس خزانه کي جستجو میں مصروف رهتے هیں :

ان في خلق السموات و الارض و اختلاف اللیل و النهار لایت لاولي الالباب الذین یذکرون الله قیاما و قعودا و علی جنوبهم و یتفکرون في خلق السموات و الارض : ربنا ما خلقت هذا باطلا (٣ : ١٨٧)

یقیناً آسمانوں اور زمین کي خلقت، نیز لیل و نهار کے اختلاف و طلوع و غروب میں ارباب عقل و بصیرة کیلیے حکمت الهي کي بڑي هي نشانیاں رکهي گئي هیں - وه ارباب بصیرة جو کهڑے رهکر، بیٹهے بیٹهے، لیٹے لیٹے، غرضکه هر حال میں الله تعالی کو اور اسکي قدرت و حکمت کو یاد کرتے رهتے هیں، اور کائنات سماوي و ارضي کے اسرار و حقائق میں همیشه تفکر کرتے هیں، اور بالاخر اس نقطهٔ علم و یقین تک پهنچ جاتے هیں که کائنات عالم کے کسي ایک ذرے کو بهي خدا تعالی نے بغیر کسي مصلحت و نفع کے پیدا نهیں کیا هے، اور یه سب کچهه محض کسي اتفاقي تخلیق و تکوین هي کا نتیجه نهیں هے !

و ما خلقنا السماء و الارض و ما بینهما لاعبین (٢٢ : ١٦)

اور هم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچهه ان میں هے، محض ایک کهیل تماشه هي نهیں بنایا هے بلکه ان میں سے هر چیز اپنے اندر اپني تخلیق کا ایک خاص مقصد، ایک خاص خاصه، ایک خاص اثر، اور ایک ممتاز علت رکهتي هے -

پهر اسکے بعد فرمایا که یه تمام فوائد و منافع صرف انسان هي کیلیے مخصوص هیں، لیکن چونکه انسان زمین میں رهتا هے اور

اسي طرح چند مسلمان خيبرکي طرف گئے ' اور وهاں پهونچکر اپني اپني ضرورت کيليے متفرق هوگئے - پلٹے تو ايک شخص کو مقتول پايا - آنحضرت کي خدمت میں حاضر هوکر اس واقعه کي خبر کي - آپ نے قاتل کے متعلق شهادت طلب فرمائي - ليکن وه لوگ کوئي گواه پيش نه کرسکے - آنحضرت نے خيبر کے يهوديوں سے قسم لينا چاها ' ليکن اون لوگوں نے اونکي قسم پر اعتماد ظاهر نهيں کيا - مجبوراً خود آپنے صدقے کے اونٹوں سے اوسکي ديت ديدی (۱)

ايک بار عرب کے مختلف قبيلوں نے آنحضرت سے فوجي مدد کي درخواست کي - آنحضرت نے قراء صحابه میں سے ستر آدمي ساتهه کرديے - جب وه لوگ بير معونه پر پهونچے تو ان قبائل نے ببوفائي کي اور اونکو قتل کرديا (۲)

اس قسم کے جرائم صرف کفار هي تک محدود نه تهے - بلکه جب تک آنحضرت صلی الله عليه وسلم کے فيض صحبت اور آپ کي روحاني تربيت نے مسلمانوں کے نظام اخلاق کو پخته اور مکمل نهيں کيا تها ' خود اون سے بهي کبهي کبهي اس قسم کے افعال سرزد هوجايا کرتے تهے - آنحضرت نے به مقام حديبيه کفار کے ساتهه جو معاهدهٔ صلح کيا تها ' اوسکي ايک دفعه يه تهي که مکه سے جو مسلمان مدينه بهاگ کر آئيگا ' آپ اوسکو واپس کرديا کرينگے - اس بنا پر جب ابو بصير مکه سے مدينه بهاگ آئے تو قريش نے اونکو واپس لانے کيليے دو شخص بهيجے - آنحضرت نے ابو بصير کو اونکے حوالے کرديا - ليکن ابو بصير نے راستے میں دهوکے سے ايک شخص کو قتل کرديا ' اور پهر مدينه واپس چلے آے - آنحضرت نے انکو دوباره واپس کرنا چاها تو وه دريا کے کنارے بهاگ گئے ' اور وهيں مستقل سکونت اختيار کرلي - مکه کے ستم رسيده مسلمانوں کو خبر هوئي تو سب کے سب اون سے جاکر مل گئے - اب ايک مستقل جمعيت قائم هوگئي جو عموماً قريش کے کاروان تجارت کو لوٹا کرتي تهي - قريش نے آنحضرت کي خدمت میں اسکي شکايت کي تو آپ نے ان لوگوں کو اپنے پاس بلا ليا (۳)

ليکن اس بد امني کا سب سے زياده مضر اور شديد اثر خود اشاعت اسلام پر پڑتا تها - اسلام اپنے روحاني اثر سے تمام عرب میں نهايت سرعت کے ساتهه پهيلتا جاتا تها ' اور عرب کے مسلمان قبائل آنحضرت کي خدمت میں حاضر هو کر فيض صحبت اوٹهانا اور تعليمات اسلاميه سے بهره اندوز هونا چاهتے تهے - ليکن بد امني کا يه طوفان ان روحاني لهروں کو بهي اپنے اندر سميٹ لينا چاهتا تها -

چنانچه وفد عبد القيس نے آپ کے فيض تربيت و تعليم سے محروم رهنے کا سبب نهايت حسرت آميز الفاظ میں يه بيان کيا تها :

يا رسول الله! قد حالت بيننا و بينک کفار مضر و لسنا نخلص اليک الا في الشهر الحرام فمرنــا بشي ناخذه عنک و ندعو اليه من وراء نــا (۴)

يارسول الله! کفار مضر همارے اور آپ کے درميان حائل هوگئے هيں ' اور هم انکي رکاوٹوں کي وجهه سے هميشه آپکي خدمت میں حاضر نهيں هوسکتے - صرف حج کے مهينوں هي میں آ سکتے هيں که وه امن کا زمانه هوتا هے ' پس آپ هم کو اسلام کے احکام و تعليمات سکهلا ديجيے - هم خود بهي سيکهه ليں ' اور جو لوگ آپکي خدمت میں حاضر نهيں هو سکتے ' اونکو بهي اُن احکام کی دعوة ديں -

اسلام اگرچه اپني دعوة کو تلوار سے شروع کرنا نهيں چاهتا تها اگرچه حق کے قيام کيليے تلوار کے بغير چاره نهيں :

لا اکراه في الدين قد تبين الـرشـد من الـغي ' مذهب کوئي زبر دستي کي چيز نهيں - گمراهي اور هدايت ايک دوسرے سے

(۱) بخاری جزو ۹ ص ۹ - (۲) بخاری جزو ۵ ص ۱۰۵ - (۳) ابو داود ۲ جلد ص ۲۵ - کاروان تجارت کے لوٹنے کا ذکر بخاري وغيره میں هے - (۴ بخاري جزو ۲ -

بالکل الگ هوگئي هے ' اور هر شخص نور و ظلمت میں اب خود امتياز کر سکتا هے -

ليکن وه کامل سکون و اطمينان کے ساتهه اشاعت اسلام کا بهرحال جائز حق رکهتا تها ' اور اس ليے قيام امن و بسط عدل کيليے منکرين کي فطرت خبيثه کا جانبازانه مقابله کر سکتا تها -

دنيا میں بظاهر نرمي و ملاطفت اخلاقي تعليم کي اشاعت کيليے زياده موثر و موزوں خيال کيے جاتے هيں ' ليکن اسوقت اسلام کے سامنے اخلاقي تعليم کي اشاعت سے مقدم تر ايک دوسرا سوال تها - اسوقت يه بحث نهيں تهي که سطح پر عمارت کيونکر قائم کي جاے ' گفتگو يه تهي که سطح کيونکر هموار کي جاے ؟ اسلام نے مکه کے ايک ايک قبيلے سے نو برس تک نهايت نرم لهجے میں اس سوال کا جواب طلب کيا - ليکن صحراے عرب کے هر نشيب و فراز نے جواب ديا که " هماري گردنيں صرف ٹهوکرهي سے جهک سکتي هيں " اسليے اسلام نے مياں سے تلوار نکالي ' اور قوت سے قوت کا مقابله کيا - ليکن عرب کي جنگجو فطرت کي طرح اسکا مقصد بغض و انتقام کے خون سے تلوار کو رنگين کرنا نه تها - بلکه بد امني کے اون تودوں کو هموار کرنا تها ' جو اشاعت حق و عدل کي راه میں حائل تهے - چنانچه صحابه جب اس نا هموار راه کي شدائد و تکاليف سے چور چور هوکر سررشتهٔ صبر و سکون کو هاتهه سے چهوڑ دينا چاهتے تهے ' تو آنحضرت صلے الله عليه و سلم اس مقصد اعظم کي اهميت بتلاکر اونکے اندر عزم و استقلال کي روح پهونکتے تهے :

شکونا الی رسول الله صلی الله عليه وسلم وهو متوسد بردة له في ظل الکعـــبة ' قلنا له الا تستنصر لنا؟ الا تدعو الله لنا؟ قال: کان الرجل فيمن قبلـکم يحفر له في الارض فيجعل فيه فيجاء بالمنشار ' فيوضع علي راسه فيشق باثنتين وما يصده ذلک عن دينه ' و يمشط بامشاط الحديد ما دون لحمه من عظم او عصب ' وما يصده ذالک عن دينه ' و الله ليتمن هــذا لامر حتی يسير الراکب من صنعاء الی حضرموت لا يخاف الا اللــه ' او الــذئب علي غنمه ' ولکنکم تستعجلون (۱)

صحابه کهتے هيں که آنحضرت چادر کو سرهانے رکهکر خانه کعبه کے ساے میں ليــٹے هوے تهے ' هم نے اپني تکليفوں کي شکايت کي اور کها " باوجود ان شدائد کے آپ همارے ليے خدا سے کيوں مدد نهيں مانگتے ؟ همارے ليے دعا کيوں نهيں کرتے ؟ " آپ نے فرمايا : تم سے پهلے کي قوموں میں جو صاحب عزم مسلمان تهے ' اون کے ليے زمين میں گڑهے کهود دیے جاتے تهے ' اور وه ان گڑهوں میں کهڑے کرديے جاتے تهے - پهر آره لا يا جاتا تها ' اور اونکے سر پر رکهکر اونکو دو ٹکڑے کرديا جاتا تها - ليکن يه مصيبت بهي اونکو دين سے نهيں پهير سکتي تهي - اُونکي کهالوں پر لوهے کي کنگهياں پهرائي جاتي تهيں جو گوشت سے هڈي اور پٹهوں کو جدا کرديتي تهيں ' ليکن پهر بهي اونکے ايمان میں کسي قسم کا تزلزل نهيں پيدا هوتا تها - تم کو صبر کرنا چاهيے ' خدا کي قسم ! دين اسلام کامل هوکے رهيگا ' اور اُوسکا کمال يه هے که يمن سے ايک شتر سوار اس امن و سکون کے ساتهه حضرموت تک چلا جائيگا که اوسکے دل میں بجز خدا کے اور اوس بهيڑيے کے جو اوسکي بکريوں کو پکڑ ليجاتا هے اور کسي چيز کا خوف نهوگا ' ليکن آه! تم لوگ ايسے وسيع ' ايسے عظيم ' ايسے جليل مقصد کے حصول میں ضعف بشري سے جلدي کررهے هوا

آنحضرت نے اس مقصد کو عدي بن حاتم کے دل میں نهايت وضاحت کے ساتهه جا گزين فرمايا هے ' اور اوس سے غزوات اسلاميه کا منتهاے خيال نهايت واضح طور پر منکشف هو جاتا هے :

عن عدی بن حاتم قال: بينا انا عند النبي صلی الله

عدی ابن حاتـــم کهتے هيں : میں آنحضرت کي خـــدمت میں حاضر

(۱) بخاري جز ۴ -

(ارکان ثلاثۂ تقویم عالم)

پس دنیا کا نظام فطرت تین جزوں سے مکمل ہوتا ہے : مادہ ' قوت ' اور ان دونوں سے بالاتر ایک ذی شعور طاقت ' جو ان دونوں میں ربط و اتحاد پیدا کرتی ہے ' اور وہ فطرت صالحۂ و سلیمہ ہے جو اصلاً خود انسان کے اندر موجود ہے -

خدا تعالی نے نظام عالم کی ان تینوں کڑیوں کا ذکر بہ ترتیب ایک سورہ میں کیا ہے :

والشمس و ضحها ' والقمر اذا تلها ' والنهار اذا جلها - واللیــل اذا یغشاها ' والسماء و ما بنها ' والارض وما طحها ' و نفس و ما سواها ' فالهمها فجــورها و تقواها ' قد افلح من زکها ' و قــد خاب من دسها (والشــمس ۱ - ۱۰)

سورج اور اسکی حرارت و نورانیت ! چاند جو اسکے بعد ضیا گستر ہوتا ہے ! روز روشن جو رات کی تاریکی کا پردہ چاک کردیتا ہے ! رات کی ظلمت جو دن کی روشنی کو چھپا لیتی ہے ! آسمان اور اوسکی عجیب و غریب بناوٹ ! زمین اور اسکا حیرت انگیز پھیلاؤ ! اور پھر مادۂ عالم کے ان تمام مظاہر و شیون کے بعد روح انسانی اور اوسکا وہ فاطر مطلق جس نے اسمیں ایسی مناسب موزون ' مستقیم ' و عادلہ فطرۃ صالحہ رکھی ' اور بالآخر خیر و شر حق و باطل ' صحت و سقم ' عدل و اسراف ' نور و ظلمت ' دونوں راہوں او اسکو معلوم کرا دیا - پس اب کامیاب وجود وہ ہے جس نے اپنی قوت محتسبہ کے عمل سے اپنی فطرۃ صالحہ کو بالکل پاک اور بے آمیزش رکھا ' اور نامراد انسان وہ ہے جس نے اسے ضائع کردیا !!

اب دیکھو کہ اس سورۂ کریمہ میں سب سے پہلے اللہ تعالی نے مظاہر و شیون مادیہ سے شہادت دلائی ہے ' اسکے بعد نفس انسانی کا ذکر کیا ہے اور اسکے تسویۂ فطری کی طرف اشارہ کیا ہے ' آخر میں فلاح و خسران کا یہ معیار بتلایا ہے کہ الہام خیر و شر کی کشاکش و تصادم میں مستقیم و محتسب رہنا اور فطرۃ صالحہ کو ضلالت کی آمیزش سے پاک رکھنا - پس پہلا درجہ مادہ کا ہے ' دوسرا قوۃ کا ' تیسرا ان سب سے بالاتر ذی شعور قوۃ محتسبہ و عاملہ کا -

یہی آخری جزء ' جو مادہ و قوت میں ربط و توافق اور پھر عمل و صرف صحیح پیدا کرتا ہے ' فی الحقیقت احتساب کا سنگ بنیاد ہے اور اسی پر امر بالمعروف و النہی عن المنکر کی عظیم الشان دیواریں قائم ہوتی ہیں - قرآن حکیم نے اسے " امر بالمعروف و نہی عن المنکر " یعنے نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا کہا ہے ' اور فطرۃ کا علم صحیح بتلاتا ہے کہ کائنات کا نظام عدل و تکوین در اصل انہی تین رکنوں پر قائم ہے -

(مدارج احتساب)

لیکن تمام نظام عالم ترقی پذیر ہے - اسلیے اسکی ہر کڑی ترقی کی طرف آگے قدم بڑھا رہی ہے - مادۂ عالم آغاز خلقت سے اب تک سیکڑوں قالب بدل چکا ہے - قواء جسمانی نے بچپن سے بڑھاپے تک نمو و انحطاط کی سیکڑوں منزلیں طے کی ہیں - پس اس ارتقاء و نشو کے اصول پر قوتوں کے ساتھہ ساتھہ قوت احتساب بھی ترقی کرتی رہتی ہے -

چنانچہ سب سے پہلے انسان کی خود فطری قوت احتساب اسکا محاسبہ کرتی ہے - انسان کے اندر سے ہمیشہ برائی کی صدا اٹھا کرتی ہے :

ان النــفس لامــارۃ بالسوء - (یوسف : ۵۲)

نفس برائی کیلیے بہت ہی بڑا حکم دینے والا ہے -

اسلیے اس کی قوت احتساب سب سے پہلے اسی کے اندر عمل کرتی ہے - گناہ کرنے کے بعد ہر شخص کو جو ندامت ہوتی ہے ' اور اسپر اسکا ضمیر جس طرح ملامت کرتا ہے ' در اصل اسی فطری احتساب کا اثر ہے :

لا اقسم بالنفس اللوامۃ (۲ : ۷۵)

اوس پاک روح کی قسم جو گناہ کرنے کے بعد انسان کو بہت ملامت کرتی ہے -

اصول ارتقاء کے بموجب ترقی کا یہ وہ نقطہ ہے ' جہاں سے (جسمانیات میں) حرکت کرکے جمادات ' نباتات کے قالب میں آتے ہیں - اسکے بعد اس قوت کے حیوانی مظاہر کی منزل شروع ہوتی ہے - حیوانات کی طرح انسان بھی اپنے بچوں کی تربیت و رہنمائی میں اس قوت کو صرف کرتا ہے ' اور جو آگ اوسکے اندر بھڑک رہی ہے ' اوسیکو اونکے اندر بھڑکانا چاہتا ہے :

یا بنی : اقم الصلوۃ وامر بالمعروف وانہ عن المنکر واصبر علی ما اصابک - ان ذالک من عزم الامور (لقمان : ۱۹)

اے بیٹے ! صلواۃ الہی کو قائم کر ! نیکی کا لوگوں کو حکم دے ! برائی سے روک ! اور اس فرض احتساب کے ادا کرنے میں جو جو تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں ' اونپر صبر کر ! یہ بڑے ہی پختہ ارادے اور اعلی درجہ کا کام ہے -

حیوانیت کی انتہائی منزل کی سرحد سے انسانیت کی سرحد شروع ہوتی ہے - دفعتاً ایک انسان کامل منصۂ عالم پر جلوہ گر ہوتا ہے ' اور خدا کے نور کو اپنے اندر جذب کرکے دنیا کے سامنے نمودار کرتا ہے :

ان اللہ یامر بالعـــدل والاحسان وایتاء ذی القــربی وینہی عن الفحشـــاء والمنکـــر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون (نحل - ۹۳)

خدا عدل ' احسان ' اور قرابت داروں کے حقوق ادا کرنے کا حکم کرتا ہے ' اور ہر قسم کی برائیوں اور ہر قسم کے ظلم سے روکتا ہے - خدا یہ نصیحت اسلیے کرتا ہے کہ شاید تم لوگ عبرت پکڑو -

چاند دنیا کو وہی روشنی دکھاتا ہے ' جسکو اوس نے آفتاب سے حاصل کیا تھا - اسلیے یہ انسان کامل بھی وہی فرض ادا کرتا ہے ' جس پر مامور کرکے خدا نے اوسکو بھیجا تھا :

یامرہم بالمعروف وینہاہم عن المنکـــر ویحل لہـــم الطیبات ویحرم علیہم الخبائث (اعراف : ۱۵۶)

اونکو نیکی کا حکم دیتا ہے ' برائیوں سے روکتا ہے ' مفید و صالح چیزوں کو حلال ' اور بری چیزوں کو حرام کرتا ہے -

اب انہی اوصاف و مناقب کے ساتھہ متصف ہوکر اوسکی پاک نسل دنیا میں پھیلتی ہے ' اور انسانیت کاملہ کا ظہور عام ہو جاتا ہے :

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہـــون عن المنکـــر (آل عمران : ۱۰۹)

تم لوگ دنیا کی بہترین امت ہو جسکو خدا نے دنیا کی ہدایت کیلیے نمایاں کیا - کیونکہ نیکی کا حکم دیتے ہو ' برائی سے روکتے ہو -

(ارتقـــاء روحـــانی)

ترقی کے اس نقطے پر پہونچکر ارتقاء کی وہ چاروں منزلیں طے ہو جاتی ہیں ' جسکے ہفت خوان کے طے کرنے کا سہرا (Evolution) کے سر پر باندھا گیا ہے -

لیکن ارتقاء مادی اور امر بالمعروف کے مدارج میں ایک دقیق فرق ہے - قائلین مذہب نشؤ و ارتقاء کے مذہب میں جب جمادات کی ترقی اپنے آخری درجہ تک پہونچ جاتی ہے اور انسان کی نسل زمین پر پھیل چکتی ہے ' تو مادی قوانین ارتقاء یکقلم معطل ہو جاتے ہیں ' اور اسکے بعد وہ کوئی عمل جدید نہیں کرتے - لیکن امر بالمعروف والنہی عن المنکر اپنے آخری درجہ پر پہونچکر

اوسکے فوائد سے آسانی کے ساتھ متمتع ہوسکتا ہے' اسلیے زمین ہي کے منافع کو خصوصیت کے ساتھ بیان فرمایا :

هو الـذي خلق لـكم ما في الارض جميعا (بقره : ۲۷)

وہ رب السماوات و الارض هي تو ہے جس نے زمین کي ہر چیز کو تمہارے لیے پیدا کیا ' تاکہ تم اس سے کام لو -

پھر متعدد آیتوں میں تمام بڑي بڑي مخلوقات کی تفصیل بیان فرمائي ' اور اونکو اپني ایک نشاني قرار دیا :

و جعلنا السماء سقفا محفوظا و هم عن آياتها معرضون - و هو الـذي خلق الليل و النهار و الشمس و القمر كل في فلك يسبحـــون (انبياء : ۳۳)

اور دیکھو' ہم نے آسمان کو کرۂ ارضي کے اوپر ایک محفوظ چھت کي طرح بنایا ' اور کس طرح اسمیں سے اپني حکمت و قدرت اور طرح طرح کے مصالح و اسرار کي نمود کي؟ پر انسان کي ضلالت ہے کہ با ایں همه اجرام سماویه کي عجیب و غریب نشانیوں سے بھي گردن موڑے ہوے ہے ! پھر دیکھو' اسکے سوا اور کون ہے جس نے رات اور دن کے اختلاف کو زمین کیلیے قائم کیا؟ اور سورج اور چاند کو پیدا کیا جو آسمان میں پھرتے رہتے ہیں ؟

الله الـذي خلق السموات و الارض و انـزل من السماء ماء فاخرج به من الثمرات رزقا لكم و سخر لكم الفلك تجري في البحر بامره و سخر لكم الانهار (ابراهيم : ۳۷)

وہ الله هي ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا' اور اوپر سے پاني برسایا جس کي آبیاري سے تمہارے لیے طرح طرح کي غذائیں پیدا ہوئیں ' پھر یہ تو اس پاني کے منافع کي تسخیر تھي جو اوپر سے گرتا ہے' لیکن جو پاني تمہارے قدموں کے نیچے بہ رہا ہے ' اسکے منافع بھي تمہیں کو بخشدیے ' چنانچه سمندر کي دهشت انگیز قہاري پر اسطرح تمکو مسلط کردیا کہ تم نے کشتیـــاں بنـائیں اور وہ اس سہولت سے پاني میں چلتي پھرتي ہیں' گویا سمندر بھي خشکي کي طرح تمہارا جولانگاہ ہے اور تم اسکے جس حصہ میں جانا چاھو خشکي کي طرح چلکر جا سکتے ہو!

كذلك سخرنا ها لكم لعلكم تشكـــرون (۳۸ - حـــج)

اسي طرح ہم نے چارپایوں کو تمہارے آگے مسخر کردیا تاکہ تم الله کي نعمتوں سے کام لو -

الم نجعل الارض مهادا و الجبال اوتادا و خلقـنـا كم ازواجا ؟ (النبياء : ۷)

کیا ہم نے زمین کو تمہارے لیے ایک فرش کي طرح نہیں بچھا دیا؟ کیا یہ ہماري هي حکمت و قدرت نہیں ہے کہ پہاڑوں کي بلندي کي اور اسپر میخوں کي طرح نمود کي ؟ پھر کیا وہ ہم هي نہیں ہیں جس نے تم کو دو جنسوں میں منقسم کردیا ؟

(مـــادہ اور قـــوت)

لیکن دنیا مادہ اور قوت' دونوں کے مجموعہ کا نام ہے- اسلیے دنیا کا کوئي عمل ان دونوں کي آمیزش کے بغیر انجام پذیر نہیں ہو سکتا - نظام فطرت کي ہر کڑي اوسوقت تک بکھري ہوئي پڑي رہتي ہے جب تک کہ قوت اوس میں تنظیم و ترتیب پیدا نہ کردے ' اور اسي کا نام تکوین ہے- پس اس بنا پر خدا نے ان شؤن مادیه کے ساتھ ہمارے اندر مختلف قواء بھي پیدا کردیے' جو مادۂ عالم سے فائدہ اوٹھانے کي کامل صلاحیت رکھتے ہیں- اور یہي وجہ ہے کہ ہم پر جا بجا ان قوتوں کے ذریعہ بھي احسان الہي جتایا گیا ہے :

قل هو الذي انشاكم و جعل لكم السمع و الابصار و الافئدة . قليلا ما تشكرون (ملک : ۲۳)

کہدو کہ اسي کي ذات خالق کائنات ہے جس نے تم کو پیدا کیا' اور تمہارے اندر حواس باطني و ظاهري اور انکي قوتیں ودیعت کیں -

ان قوتوں سے فائدہ اوٹھانے کیلیے کامل وسعت و بسط کي ضرورت تھي- اسلیے خدا نے اس احسان کي بھي تکمیل کردي :

قل هو الذي ذرا كم في الارض و اليه تحشـــرون -

خـــدا هي نے تمہیں زمین میں پھیلا دیا ہے کہ اپني قوت سے پوری وسعت کے ساتھ فائدہ اوٹھاؤ' اور پھر وهي تمکو اپني طرف سمیٹ بھي لیگا-

(قوۂ اعلـــی و مدبـرہ)

لیکن یہ قوتیں برق و باد اور کہربائیت و دخانیت کي طرح حرکت پیدا کرنے کي تو قوت رکھتي ہیں ' مگر وہ انسان کو بذات خود منزل مقصود پر نہیں لیجا سکتیں - وہ صرف حرکت پیدا کرنا جانتي ہیں' لیکن حرکت کے لیے چپ و راست' یمن و یسار' جنوب و شمال کي تمام راہیں یکساں ہیں - وہ راہ متعین نہیں کرسکتي اسلیے یہ قوتیں خود زمین کے نشیب و فراز میں تمیز نہیں کرسکتیں' اور خدا هي نے اونکو خیر و شر کے یہ دونوں راستے دکھا دیے ہیں :

الم نجعل لـه عينين و لسانا و شفتين و هديناه النجدين؟ (بلد : ۹)

کیا ہم نے انسان کیلیے آنکھیں' ہونٹ اور زبان بناکر خیر و شر' حق و باطل' یمین و شمال کي دونوں گھاٹیاں اُسے نہیں دکھا دیں ؟

اسلیے جسطرح انجن کو ایک سائق (ڈرایور) کي ضرورت ہوتي ہے کہ اسٹیم کي طاقت کو سیدھي راہ پر لگاے' اسي طرح یہ قواء بھي ایک نئي شعور و محاسب کے محتاج ہوتے ہیں جو انمیں تنظیم و ترتیب' توافق و تطابق' اور صحیح و مکوّن فعالیت پیدا کرے' اور بالفاظ سادہ تر یہ کہ انسے ٹھیک ٹھیک صحیح و عادلانہ کام لے- اسلیے خدا نے ہر چیز کے اندر فطرتاً اس محاسب کو بھي پیدا کر دیا :

قال : ربنا الذي اعطى كل شيء خلقه ثم هدى (طه : ۴۰)

میرا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کي خلقت کي تکمیل کي' اور پھر اسکو حواس ظاهري و باطني دیکر راہ عمل دکھا دي -

لیکن انسان کو فطرت نے یہ حصہ اور تمام مخلوقات سے زیادہ دیا ہے :

لقد خلقنا الانسان في احســـن تقـويـــم - (والتين : ۴)

ہـــم نے انسان کو ایـــک بہـــترین فطرۃ عادلۂ و مقومہ کے قالب میں پیدا کیا ہے-

یہي فطرۃ صحیحہ اور خلقۃ مستقیمہ ہے جو انبیاء کرام کے اندر سے نمایاں ہوتي ہے - اسي لیے وہ خدا کے اس احسان کا ذکر بار بار کرتے ہیں - اور یہي فطرۃ اصلیۂ صالحہ ہے جو انکے عصر و دور کي عام تاریکي و ضلالت کے اندر چمک کر حقیقت محجوبہ کا روشن راستہ دکھا دیتي ہے :

و اذ قـال ابـراهيم لابيه و قومه : انني براء مما تعبـدون - الا الـــذي فطرني فانه سيهـدين (زخرف : ۲۵)

ابراهیم نے اپنے باپ اور اپني قوم سے کہا : ایک خدا کو چھوڑ کر تم نے اپني پرستش کے جو جھوٹے معبود بنا لیے ہیں' میں نے اُن سب سے اپنے آپ کو الگ کرلیا- میں صرف اسي ایک معبود حقیقي کا ہو رہا ہوں جس نے مجھے پیدا کیا - اور چونکہ مجھے پیدا کیا اسلیے صرف وهي ہے جو میري فطرۃ سلیمہ کے ذریعہ میري ہدایت کریگا !

اسلیے یہ روح بھی سب سے پہلے اونہی کے قلب میں امر بالمعروف و النہی عن المنکر کا احساس پیدا کرتی ہے :

و اما من خاف مقام ربه و نهي النفس عن الهوى (نازعات : ۴۱)

وہ شخص جو اپنے خدا سے ڈرا اور جس نے نفس کو ہوا پرستی سے روکا -

پھر یہ روح ترقی کرکے بڑے بڑے مظاہر ڈھونڈھتی ہے - کبھی جزو نبوت بن جاتی ہے : يامرهم بالمعروف و ينهاهم عن المنكر و يحل لهم الطيبات و يحرم عليهم الخبائث - یہ آیة کریمہ اوپر گذرچکی ہے -

کبھی ایک امة مسلمۂ و عادلہ کی خلافت کے اندر سے نمایاں ہوتی ہے :

الذين ان مكنهم في الارض اقاموا الصلوة و اتو الزكواة و امروا بالمعروف و نهوا عن المنكر' و لله عاقبة الامور (حج : ۴۲)

وہ خدا کے مومن بندے کہ اگر ہم انکی خلافت کو دنیا میں قائم کردیں تو انکا یہ کام ہوگا کہ صلواة الہی کو قائم کرینگے' اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرینگے' نیکی کا حکم دینگے' اور برائی سے روکیں گے - اور انجام کار اللہ ہی کے ہاتھہ ہے -

کبھی نیک بندوں کے اعمال کے اندر سے ظہور پذیر ہوتی ہے :

اقم الصلوة ! ان الصلوة تنهي عن الفحشاء والمنكر و لذكر الله اكبر - (عنکبوت : ۴۴)

صلواة الہی کو قائم کر' بلا شبہ وہ تمام برائیوں سے روکتی ہے ' اور خدا کے ذکر کا اثر تو اس سے بھی زیادہ ہوسکتا ہے -

کبھی ایک مستعد گروہ کے اندر سے جلوہ گر ہوتی ہے :

امة قائمة يتلون آيت الله اناء الليل و هم يسجدون - يومنون بالله و اليوم الاخر' و يامرون بالمعروف و ينهون عن المنكر' و يسارعون في الخيرات - اولئك من الصالحين - (آل عمران : ۱۰۹)

وہ حق پرست جماعت جسکے افراد کا یہ حال ہے کہ راتوں کو اٹھکر اللہ کے کلام کی تلاوت کرتے ہیں اور انکے سر اسکے آگے جھکے ہوتے ہیں' اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہیں' نیکی کا حکم دیتے ہیں' برائی سے روکتے ہیں' اور نیک کاموں کیلیے سرگرم رہتے ہیں' سو یہی لوگ ہیں کہ انکا شمار " صالحین " میں ہے -

لیکن ہر حالت میں وہ ایک روشنی ہے جو دنیا ہی کو دی جاتی ہے' اسلیے سب سے پہلے وہ آمرین بالمعروف کو ٹھوکر سے بچاتی ہے - وہ دنیا کے نشیب و فراز اور سنگ و خاشاک سے بچکر صحیح و سالم نکل جاتے ہیں :

فلما نسوا ما ذكروا به' انجينا الذين ينهون عن السوء (اعراف : ۱۶)

اور جب ان لوگوں نے اللہ کی بخشی ہوئی ہدایت کو بھلا دیا' جو امرین بالمعروف کے ذریعہ اونکو یاد دلائی جاتی تھی' تو ہم نے اونکی برائیوں سے داعیان حق کو بچا لیا تاکہ بدکاروں کا ظلم انہیں نقصان نہ پہونچا سکے -

اگر یہ روشنی نہ ہوتی تو تمام دنیا ایک ظلمت کدۂ ہلاکت بن جاتی اور عقل کی آنکھہ کچھہ بھی نہ دیکھہ سکتی :

فلولا كان من القرون من قبلكم اولوا بقية ينهون عن الفساد في الارض الا قليلا ممن انجينا منهم' و اتبع الذين ظلموا ما اترفوا فيه' و كانوا مجرمين - (هود : ۱۱۷)

جو قومیں تم سے پہلے گذر چکی ہیں ان میں ایسے داعیان حق کیوں نہ ہوے جو ظلم و فساد سے روکتے ؟ بلا شبہ ہوے لیکن انکی تعداد تھوڑی تھی اور یہی ارباب اصلاح و معروف تھے جن کو بندگان ضلالت نے نقصان پہنچانا چاہا - مگر ہم نے بچا لیا' اور ارباب ظلم و فساد اپنے فسق و فجور ہی میں مبتلا رہے - بلا شبہ یہ مجرموں میں سے تھے کہ انہوں نے قانون الہی سے بغاوت کی !

لیکن عام لوگوں پر اسکی ترقی و تنزل دونوں کے مدارج کا اثر یکساں پڑتا ہے - جسطرح دھندلی روشنی کو ہر آنکھہ نہیں دیکھہ سکتی' اسی طرح آفتاب کے قرص پر بھی ہر نگاہ نہیں ٹھہر سکتی - جب علماء کی قوت احتساب بے اثر ہوجاتی ہے' تو فطرة محتسبہ تمام دنیا کا احتساب براہ راست نہیں کرسکتی - اسوقت خدا اپنے ایک کامل بندے کو چن لیتا ہے جو نور الہی کو جذب کرسکتا ہے - جسکی بصیرة میں آفتاب الہی کے دیکھنے اور انعکاس نورانیت کی طاقت کامل موجود ہوتی ہے' اور وہ دوسروں کے اندر بھی اس روشنی کی کرنوں کو نفاذانہ پہنچا سکتا ہے - یہی درجہ مقام اعظم نبوت ہے' اور اسی لیے دنیا میں ہر شخص کو چاہیے کہ بغیر کسی بحث و مباحثہ کے اوسکے احکام کو تسلیم کرلے' کیونکہ ہر شخص بذات خود اس نور کا کسب نہیں کرسکتا - وہ ایک قوة قائمۂ منورہ کا محتاج ہے - یہ قوة منورہ مقام نبوة کی فعالیت ہے' اور اسی بنا پر خدا نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے :

ما اتاكم الرسول فخذوه و ما نهاكم عنه فانتهوا (حشر : ۷)

رسول تمکو جن چیزوں کا حکم دے' اسپر عمل کرو' اور جس چیز سے روکے اوس سے رک جاؤ !

پس یہ حکم جبری نہیں ہے' بلکہ یقین فطری ہے - اور فطرت کے سامنے انسان کو گردن جھکا دینی چاہیے -

لیکن اسکے ساتھہ ہی ہر شخص کا فرض ہے کہ اس روشنی کو دنیا میں پھیلائے - اور اگر دنیا اوسکو قبول نہ کرے تو مایوس نہ ہو - کیونکہ نیکی کا حکم کبھی بے اثر نہیں رہ سکتا' اور دنیا کو بہر حال برائی سے روک ہی دیتا ہے :

لولا ينهاهم الربانيون و الاحبار عن قولهم الاثم و اكلهم السحت' لبئس ما كانوا يصنعون - (مائده : ۶۸)

اگر علماء و احبار حق یہودیوں کو بری باتوں کے کہنے اور حرام کھانے سے نہ روکتے' تو وہ اس سے بھی زیادہ برائیوں اور بدکاریوں میں ڈوبتے' جتنی (باوجود مجددین حق اور آمرین بالمعروف کی تعلیمات کے) ان میں نظر آ رہی ہیں -

غزل

غم سے نہیں ایک دل بھی آزاد * فریاد ز دست عشق فریاد !
عاشق ہوے اور مر مٹے ہم * اپنی تو یہ مختصر ہے روداد !
ہوگا کسے جان دینے میں عذر ؟ * ارشاد اور آپکا پھر ارشاد !
جانباز ہے عشق' حسن دلدار * یہ دونوں امور ہیں خدا داد
اس چشم سے دلبری کے شیوے * سب سیکھہ لیے بغیر استاد
رہنے لگی انکی یاد ہر دم * اب ہمکو رہیگا اور کیا یاد ؟
پردے میں ستم کے لطف حسرت * ہے اس بت حیلہ جو کا ایجاد

دل خستۂ غم ہے جان برباد * مایوس فراق ہوں مدام ناشاد
عاشق کا ہے کم جان دینا * اتنا بھی ہے اس خیال پر صاد
با نرمی حسن و گرمی خو * اسذات میں ہیں صفات اضداد
... ہیں اور سب فسانے * اک قصۂ آرزو رہا یاد !
ہر حسن کہ عشق سب ہیں فانی * شیریں ہی رہی' رہا نہ فرہاد

(ق)

ارباب وفا پرست و حق کوش * تھا جن سے دیار صدق آباد
سب ہوگئے چپ' بس ایک حسرت * گویا ہیں " ابو الکلام آزاد "

[حسرت موہانی]

ایک جدید قوت پیدا کرتی ہے ' جسکو شریعت کی اصطلاح میں " صلواۃ الہی " کہتے ہیں - " صلواۃ " کے اندر وہ تمام اعمال کاملۂ و حقۂ و عادلہ داخل ہیں جنکو عبودیۃ الہی کے ارتقاع و علو کے ساتھہ دنیا میں ایک انسان کامل انجام دیتا ہے ' اور اس طرح ہر عام " انسانی فعل " ایک مزید درجۂ ترقی و نشؤ پاکر " عبادت " بن جاتا ہے - چنانچہ یہی قوت ہے جو اپنی خاموش زبان سے دنیا کی ہدایت کرتی ہے :

ان الصلوۃ تنہی عن الفحشاء و المنکر -

نماز ہر قسم کی برائیوں سے روکتی ہے -

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کو یہی اعلی ترین عملی قوت شرک و بت پرستی سے روکتی تہی ' اسلیے اون لوگوں نے کہا :

اصلواتک تامرک ان نترک ما یعبد اٰباؤنا ؟ (۱۲ : ۸۸)

کیا تمہاری عبادت تم کو یہ حکم دیتی ہے کہ اس راہ کو چھوڑ دیں جسپر ہمارے باپ دادا کا عمل تہا اور جس چیز کی وہ پوجا کرتے تہے ؟

(قانــون تنــزل)

لیکن قوت احتساب نے جس طرح ترقی کی تہی ' اوسی طرح انحطاط کے مدارج بہی شروع ہوتے ہیں - جو انسان کہ اپنے بچوں کی قوت احتساب کو ترقی دے سکتا تہا ' ایک وقت آتا ہے کہ خود اپنی قوۃ محتسبہ ہی کو فنا کر دیتا ہے ' اور اسکے تمام حواس ظاہری و باطنی خارجی ضلالت کے اثر سے معطل ہوکر رہجاتے ہیں - یہاں تک کہ ہر شخص علانیہ منکرات و معاصی کا ارتکاب کرنے لگتا ہے اور اپنی فطرۃ صالحۂ و سلیمہ کو یکقلم مسخ کردیتا ہے - حضرۃ لوط علیہ السلام نے کہا تہا :

انکم لتاتون الرجال و تقطعون السبیل و تاتون فی نادیکم المنکر (عنکبوت : ۲۸)

تم لوگ فعل خلاف وضع فطری کے مرتکب ہوتے ہو ' دن دہاڑے ڈاکہ مارتے ہو ' اور اپنی صحبتوں میں علانیہ برائیوں کا ارتکاب کرتے ہو -

اسلیے اب زندگی کے مدارج نباتاتی و حیوانی دونوں فنا ہوجاتے ہیں - انسانیت کاملہ کا ظہور انہی کی تدریجی ترقی کا نتیجہ تہا - پس جب اوسکی ابتدا کی کڑیاں ٹوٹ جاتی ہیں تو انسانیت کاملہ کا درجہ بہی (جو آخری کڑی کا حکم رکھتا) ہے ' فنا ہوجاتا ہے - بلکہ فنا کردیا جاتا ہے :

ان الذین یکفرون بایت اللہ و یقتلون النبیین بغیر حق (۳ : ۲۰)

وہ لوگ جو آیات الہیہ کا انکار کرتے ہیں ' اور انکا سب سے بڑا انکار یہ ہے کہ انکے حاملین اور داعیوں کو قتل کرتے ہیں -

اب انہی لوگوں کے ہاتھوں اس انسان کامل کی وہ نسل بہی مفقود ہوجاتی ہے جو اس فرض احتساب کو ادا کرتی تہی :

و یقتلون الذین یامرون بالقسط من النـاس (۳ : ۳۰)

اور یہ بدبخت ان پاک انسانوں کو بہی قتل کردیتے ہیں ' جو عدل اور صراط مستقیم کی طرف انسانوں کو بلاتے اور امر حق کا حکم دیتے ہیں -

لیکن ترقی و تنزل کے یہ مدارج ایک ہی اصول کے تابع ہیں - جسطرح نسل حق تدریجی ترقی کے بعد پیدا ہوئی تہی ' اوسی طرح بتدریج فنا بہی ہوتی ہے - امر بالمعروف اور احتساب انسانی کی ترقی کے کئی درجے تہے - اسی طرح اسکا تنزل بہی تین درجوں میں منقسم ہے - ابتداء میں یہ گمراہ نسل اگرچہ خود نیکی پر عمل نہیں کرتی ' تاہم دوسروں کو نیکی کرنے کا حکم رسماً و عادتاً ضرور دیتی رہتی ہے - یہ تنزل کا پہلا درجہ ہے :

اتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم - (بقرہ - ۴۱)

دوسروں کو تو نیکی کا حکم دیتے ہو لیکن خود اپنے نفسوں کو بہول گئے ہو جو سب سے زیادہ اس حکم کے مستحق ہیں ؟

لیکن رفتہ رفتہ یہ حالت یہانتک پہونچ جاتی ہے کہ خود یہی نسل دوسروں کو برائی کا حکم بہی دینے لگتی ہے اور اسطرح احتساب حق کا آخری نقش پا بہی مٹ جاتا ہے - تاہم یہ دوسرا درجہ ہے :

الذین یبخلون و یامرون الناس بالبخل - (نساء - ۴۱)

وہ بدبخت جو خود بہی بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بہی بخل کیلیے حکم کرتے ہیں ' اور اس طرح اللہ کی دی ہوئی طاقت کو اللہ کی راہ میں نہ تو خود خرچ کرنا چاہتے ہیں اور نہ دوسروں کو کرنے دیتے ہیں !

اسکے آگے ایک درجہ اور آتا ہے - دوسرے درجہ میں گرکر یہ نسل برائی کا حکم دیتی تہی ' لیکن ابہی تک نیک کاموں میں رکاوٹ نہیں پیدا کرتی تہی - اب تیسرا درجہ الہی قوت کے فقدان اور شیطان کے تسلط کے اعلان کا آتا ہے ' اور صرف یہی نہیں ہوتا کہ برائی کی جائے اور برائی کی تعلیم دی جائے ' بلکہ ان دونوں مدارج ابلیسیت کے ساتھہ یہ منتہاء شیطنت بہی شروع ہوجاتی ہے کہ پرستاران باطل حق کے خلاف جہاد کرتے ہیں اور سچائی اور نیکی کو دنیا سے بالکل معدوم و فنا کردینا چاہتے ہیں -

المنفقون و المنفقت بعضہم من بعض یامرون بالمنکر و ینہون عن المعروف (توبہ - ۶۸)

منافق مرد اور منافق عورتیں جو اعانت باطل اور مخالفت حق میں ایک دوسرے کے ساتہی اور سازشی ہیں ' برائیوں کا حکم دیتے ہیں اور ساتھہ ہی دنیا کو نیکی سے روکتے بہی ہیں -

انحطاط کا یہی درجہ ہے جہاں پہونچکر اس نسل کا خاتمہ ہوجاتا ہے ' آمرین بالمعروف علانیہ قتل کیے جاتے ہیں ' طرح طرح کی تکلیفوں اور قسم قسم کی دنیوی سزاؤں سے انکی جماعت کو ہلاک کیا جاتا ہے ' اور اسطرح وہ روح صالح فنا کردی جاتی ہے جو دنیا کو ایک عام دعوت عمل دیتی تہی ' اور وہی انتظام انسانیۂ کبری کی آخری منزل تہی -

(لــوازم و اعــراض)

اس تفصیل سے تم نے اندازہ کرلیا ہوگا کہ امر بالمعروف و النہی عن المنکر ایک روح عامہ کا نام ہے جو تمام کائنات ہستی پر حکومت کرتی ہے ' لیکن روح کے مظاہر مختلف ہوتے ہیں - حیوان اور انسان دونوں میں روح ہے ' لیکن دونوں کے آثار و نتائج مختلف ہیں - روح حیوانی میں وہ نور نہیں ہے جس سے انسان کا دماغ روشن ہے - اسی طرح امر بالمعروف کی روح اگرچہ فطرتاً تمام عالم میں ساری ہے ' لیکن ترقی و تنزل کے لحاظ سے اسکے مدارج مختلف ہیں - اس روح کا سب سے اعلی مظہر خود خدائے ذو الجلال ہے :

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان و ایتاء ذی القربی و ینہی عن الفحشاء و المنکر و البغی - (نحل : ۹۰)

خدا عدل ' احسان ' اور اقربا کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیتا ہے ' اور ہر قسم کی برائیوں اور ہر قسم کے غصب حقوق سے روکتا ہے -

لیکن خــدا کی روشنی کو وہی لوگ دیکھتے ہیں جنکے دل میں خدا کا خوف ہوتا ہے :

انمــا یخشی اللہ من عبادہ العلمـاء - (فاطر : ۲۸)

خــدا کے بندوں میں صرف وہی لوگ خدا کا خوف اپنے اندر رکھتے ہیں جو ارباب علم و بصیرۃ ہیں -

ا، ز ایک نئي أمة صالحه کے پیدا کرنے والے تھے - اس أمة صالحه
ے لا تعد و لا تحصی افراد انکي دعوة کي وحدت اعلی میں مضمر تھے:

ان ابراهیـــم کان أمة ... نتـــا لله حنیفـــا - یقیناً حضرة ابراهیم کا وجود ایک پوري أمة تها جو انکي دعوة سے پیدا هونے
...ی تهي - صرف الله هي کے نام پر جینے والي اور مرنے والي ' ...ر ایک هي مستقیم و فطري راه هدایت پر عامل !!

چنانچه یہی وجه هے که قرآن حکیم نے حضرة نوح کي مخصوص ...مت میں صرف حضرة ابراهیم هي کو جگه دي' اور انکو حضرة نوح ...ی طرف منسوب کیا :

و ان من شیعته لابراهیم ان جاء ربه بقلب سلیم - (۳۷ : ۷۲) اور حضرة نوح هي کي جماعت میں سے حضرة ابرهیم بهي هیں ' جبکه وه اپنے پروردگار کے حضور " قلب سلیم " کے ساتهه حاضر هوے - الخ -

اس آیت سے پہلے حضرة نوح کا ذکر تها - فرمایا که انهي کي جماعت میں سے یا انهي کے طریق تاسیس امم و اصول تبلیغ شریعة ...دده پر چلنے والے حضرة ابراهیم علیه السلام بهي تهے -

تمام قرآن میں کسي نبي کو بهي حضرة نوح کا " شیعه " یا متبع نہیں کہا هے - صرف حضرة ابراهیم هي کو انکي طرف منسوب کیا - ...دونکه حضرة نوح نے نئي قومیت کي بنیاد رکهي تهي اور یہي ...مشن حضرة ابراهیم علیه السلام کا بهي تها -

(مماثلة و مشارکة اعمال و نتائج)

طوفان کے بعد کي تمام اقوام حضرة نوح هي کي دعوة کي ذریة و نسل تهي - اسي طرح حضرة ابراهیم کے بعد کے تمام سلاسل هدایت و شعوب و اقوام صالحه حضرة ابراهیم هي کي دعوة پر آکر ختم هوتے هیں' اور ان سب کا مرکز وجود ابراهیمي هي هے -

طوفان کے بعد جسقدر هدایت الهي کي روشني پهیلي ' اور جتني قوموں میں عقائد صحیحه و اعمال صالحه کا ظهور هوا ' وه سب کي سب حضرت نوح هي کي بناکرده دعوة کي شاخیں تهیں - اسي طرح حضرة ابراهیم کے بعد جسقدر شریعة الامه کا قیام هوا ' اور دین و عدالت کے عقائد و اعمال کي خدمت جن جن قوموں نے انجام دي ' وه سب کي سب حضرة ابراهیم هي کي قائم کرده دعوة سلسلے اور متفرعات تهے -

دعوة نوحي نے زمین کي وراثت و خلافة کیلیے ایک امت پیدا کي ' اور وه مختلف شکلوں' مختلف لباسوں' مختلف گوشوں اور مختلف اثرات قوم و موسم کے ساتهه گردش میں رهي - نقطه اسکا ایک هي تها ' مگر دائره کي وسعت نے لاکهوں رقبوں اور کروروں نفوس کو اپنے اندر لے لیا تها - اسي طرح حضرة ابراهیم کا نقطۂ خلت نمایاں هوا ' اور اسکے دائرے کے اندر کتني هي قومیں بسي هي نسلیں ' اور کسقدر بے شمار انساني تعداد سمٹ آئي - یہي ایک قوة موسسۂ ابراهیمیه تهي جو مختلف گوشوں' مختلف شکلوں' مختلف ملکي و قومي اثرات و انفعالات کے ساتهه نشوونما پاتي اور اپنا فعل کرتي رهي -

وه ایک هي دعوة نوحي تهي جسنے اپنے دور فعل و نشؤ میں کتنے هي نام پاے اور کتني هي مختلف شکلوں میں اپنا مرکزي فیضان جاري رکها ؟ وه کبهي اپنے اصل کے نام سے شریعة نوحي تهي ' پهر اپني تجدید و احیاء کے دور میں آکر کبهي حضرة هود کي پکار ' کبهي حضرة صالح کي فریاد ' اور کبهي ان بے شمار داعیان حق کا وعظ حق تهي جنکے نام همیں نہیں بتلاے گئے !

وه ایک هي أمة صالحه تهي جسنے اولین و حقیقي شکل أمة نوحي کي پائي - پر جب پهیلي اور متفرق هوئي تو کبهي قوم ثمود کے ضلالت اباد کا ایک گوشۂ هدایت تهي - کبهي عاد کي آبادیوں میں چند مسکینوں اور مظلوموں کا جهونپڑا تها کبهي ما بین النهرین کا ایک پاک گهرانه جو اپنے وطن و قوم کي خباثتوں پر ماتم کرتے کرتے تهک گیا تها ' اور کبهي اصحاب الایکة کے چند افراد مومنین ' اور تبابعۂ یمن کے عظیم الشان تمدنوں میں دعوة نوحي کي ایک صداے بازگشت : کل کذب الرسل فحق وعید (۵ : ۱۵)

ٹهیک ٹهیک اسي طرح دعوة ابراهیمي کي " وحدة خلة " بهي نمایاں هوئي ' اور اس نے کثرت و تعینات هدایة کي کتني هي مختلف شکلیں ' مختلف صدائیں ' اور مختلف گوشے پاے - وه ایک هي حسن و جمال خلة کبری تها جو اپني اصل شکل میں تو " ابراهیم " کے نام سے آیا ' پر اسکے بعد محبوبیتوں کے کتني هي مختلف لباس اسے پهناے گئے ' اور حسن الهي کي کتني هي مجلسوں میں کتنے مختلف نقابوں کے ساتهه اسکي نمایش هوئي ؟ وه اپنے اولین ظهور میں اگرچه قرباني کي ایک چهري تهي جو اپنے جگر گوشے کے گلے پر پهیرنے کیلیے تیز کي گئي ' لیکن اپنے دوران و سیران نشو و نما میں کبهي چشم یعقوب کا پاک آنسو بنکر نمودار هوئي جو فراق یوسفي میں بہا ' اور کبهي خاندان اسحاق و یعقوب کي ایک مقدس وصیت اسلامي میں ظاهر هوئي جس نے ملة حنیفي کو آنے والے عهد میں منتقل کیا - وه کبهي خاک مصر کے ایک عیش کدۂ شباب کے اندر " معاذ الله ! ان ربي احسن مثوای ' انه لا یفلح الظالمون " کي صداء نبوت تهي ' کبهي قید خانۂ مصر کے اندر دین قیم کا ایک جامع وعظ که " ء ارباب متفرقون خیر ام الله الواحد القهار ؟ " پهر عشق و جستجوے حقیقت کا وه بے چین قدم جو بیابان مدین کي وادي مقدس میں آگ کیلیے والهانه دوڑا ' اور فطرة نبوت کا وه سرجوش هدایت جس نے " انی انا الله " کي صداے عشق نواز پر لبیک کہا ' گو اپنے عهد میں " حقیقت موسوي " کا ایک مقام تها ' پر دراصل اسکے اندر بهي حقیقت ابراهیمي هي کار فرما تهي - پهر ظهور صداقت کا وه عهد اعظم جس نے سرزمین مصر کے ظلم و استبداد کو شکست دي اور نسل اسرائیلي کو فراعنۂ مصر کي غلامي سے نجات دلائي ' اگرچه موسی علیه السلام کے " ثعبان مبین " کا کرشمه تها ' لیکن یه عصاء موسوي کي قوت بهي وهي قوة تهي جو اس سے پہلے " حجة ابراهیمي " بنکر کالڈیا کے استبداد نمرودي کے سامنے چمکي تهي - اور پهر دیکهو' وه اسرائیلي قدوسیت جو مقدس داؤد کي الهي نغمه سرائیوں کے اندر سے زمزمه پیرا هوئي ' اور وه عشق الهي کي سرمستي جس نے زبور کي پاک گیتوں کے اندر سے اپنے خداوند کو پیار کیا ' دراصل اوس عشق خلیلي هي کي ایک تڑپ تهي جسنے اپنے محبوب کي راه میں اپنے بیٹے تک کو قربان کردینا چاها تها - وه اسرائیلي عظمت و جمال کا تخت جسپر حضرت سلیمان نے شہنشاهي کي ' وه سچائي اور حقانیت کي شمشیر جو طالوت کے قبضه میں چمکي ' وه مجددین اسرائیلین کا عظیم الشان سلسله جسنے یهودیوں کي ضلالتوں کا مختلف قرون اسرائیلیه میں مقابله کیا ' گو دور اسرائیلي کے سلسلے کي کڑیاں هیں' مگر دراصل انکے اندر بهي اسي پهلي کڑي کي روح اعلی کام کر رهي تهي جس نے کبهي کالڈیا کے سب سے بڑے بت کو توڑا تها ' اور کبهي ایک ریتلي سرزمین میں هدایت ارضي کا مرکز قائم کیا تها - وه دانیال نبي کا وعظ حق جس نے بابل کي دیواروں کو هلا دیا ' وه یسعیاه نبي کا نوحه جس نے یروشلیم کي تباهي پر اپنے دل و جگر [illegible] ٹکڑے

اسوهٔ حسنه

کائناتِ خلّت

یا

تاریخ " امة مسلمة "

ما طفل کہ سواد و سبق قصہ ہاے دوست
صد بار خواندہ و دگر از سر گرفتہ ایم

(۲)

(تاسیس امة صالحه کا دوسرا عهد)

حضرة نوح علیه السلام نے جس نئي امة کي بنیاد رکھني چاهي تهي ' اگرچه علائق عصر و جهل انسانیة اس سے دست و گریبان رهي ' اور اسلیے :

ما امن معه الا قلیل (۱۱ : ۴۶)	انپر ایمان لانے کي سعادت نهیں ملي مگر ایک چهوٹي جماعت کو -

تاهم جس امة صالحه کي اس عهد اولی میں بنیاد پڑي تهي وه ضائع نه گئي ' اور خدا کا کوئي حکم دعوة ضائع نهیں جا سکتا - اگرچه خود حضرة نوح پر بهت کم لوگ ایمان لاے کیونکه انساني مدنیة و عمران کا بالکل عهد طفولیت تها اس سے بهي مقدم تر دور تها ' اور مذهب کا سلسلۂ ارتقاء ابهي ابهي اپني ابتدائي کڑیوں سے ایک دو قدم آگے بڑها تها ' لیکن جب حضرة نوح علیه السلام اور آن کے صدیقین و متبعین کي اولاد زمین کے مختلف گوشوں میں پهیلي تو وه اپنے ساته اس نئي قومیت کے عقائد و اعمال بهي لیگئي - اس طرح دعوة نوحي کا ایک عالمگیر عهد نمؤ شروع هوا ' اور طوفان کے بعد انساني هدایت کا سررشته عرصه تک اسي کے هاته رها - وه هدایت الاهیه کي ابتدائي شعاعیں جنهوں نے طوفان کے بعد زمین کے مختلف حصص کي تاریکیوں کا مقابله کیا اور اجتماعي حالات کے ازمنۂ اولی میں همیشه ظلمت ارضي کیلیے تنها سراج منیر رهي ' دراصل حضرة نوح هي کي دعوة ' اور اسی دعوة کے مجددین و مصلحین کا سلسله تها - یهي وجه هے که حضرة نوح کي جو زندگي طوفان کے بعد سے شروع هوتي هے ' اسکا ذکر قران حکیم نے ان لفظوں میں کیا هے :

قیل یا نوح ! اهبط بسلام منا و برکات علیك و علی امم ممن معك ' و امم سنمتعهم ثم یمسهم منا عذاب الیم (۱۱ : ۵۰)	حضرة نوح طوفان کے بعد جب زمین پر دوباره قدم رکهنے لگے تو انکو بشارت دي گئي که اس آنرنے اور قدم رکهنے میں سلامتي اور برکتیں رکهدي گئي هیں - اے نوح ! تجهپر ' تیرے

ساتهیوں اور صدیقوں پر ' اور تیرے ساتهیوں سے جو امتیں پیدا هونگي ان سب کیلیے ' برکت الهي کي بشارت هے - هاں ! ان آنے والے گروهوں میں وه قومیں بهي هونگي جو ابتدا میں تو راه حق پر قائم رهکر امن و فرصت پائینگي - لیکن بعد کو گمراه هوکر همارے عذاب کي مستحق ٹهرینگي جو بهت هي سخت عذاب هوگا !

اسي طرح سورة والصافات میں فرمایا که :

وجعلنا ذریته هم الباقین ' و ترکنا علیه في الاخرین ' سلام علی نوح في العالمین (۳۷ : ۷۲)	هم نے حضرت نوح کي ذریت هي کو بقا دي کیونکه وهي ایک صالح قوم پیدا هوئي تهي ' اور اسیطرح بعد کي تمام آنے والي قوموں اور نسلوں کیلیے

دعوة نوحي هي کو وسیلۂ هدایت قراردیا - پس تمام جهانوں ' تمام قوموں ' اور تمام نسلوں میں سلام هے نوح کیلیے جسکا وجود تمام عالم کي هدایت و دعوت کا مرکز تها !

یهاں یه واضح رهے که سورة والصافاة میں ایک خاص ترتیب و اخذ نتائج کے ساته متعدد انبیاء کرام کے بعض اهم وقائع حیات اور مختارات مواعظ بیان کیے گئے هیں ' اور عموماً انداز بیان یه هے که آخر میں آنپر سلام بهیجا جاتا هے - لیکن ان سب میں حضرة نوح کے تذکره کو یه خصوصیت حاصل هے که انکے "سلام" کے ساته تو "في العالمین" کا لفظ فرمایا هے : سلام علی نوح في العالمین لیکن اور انبیا کي نسبت صرف "سلام" هي پر اکتفا کیا هے - مثلا "سلام علی موسی و هارون" - "سلام علی الیاسین" - یعني اور انبیا کے متعلق تو صرف یه هے که انپر سلامتي هو یا انکے لیے فرمان سلام هے - لیکن حضرة نوح کي نسبت فرمایا که تمام عالموں میں ' یعني تمام نسلوں ' تمام قوموں ' تمام ملکوں میں انکے لیے اعلان عام سلام کا هے !

یه دراصل اسي طرف اشاره هے که حضرة نوح کي دعوة کسي خاص نسل اور قوم کو زنده کردینے کیلیے نه تهي ' بلکه وه اس قسم دعوة میں داخل تهي جو موجوده نسلوں اور قوموں سے بالا تر هوکر خود ایک نئي قوم پیدا کرتي هے ' اور اسکي بنیاد محض اخوت دیني پر قائم هوتي هے - پس وه جغرافیه و نسل سے ماوری رهکر ایک عالمگیر برادري بن جاتي هے ' اور زمین کا هر ٹکره ' نوع انساني کا هر حصه ' اقوام و ملل کي هر نسل اسکے دامن میں پناه لے سکتي هے -

حاصل بیانات بالا یه که سلسلۂ ارسال رسل و شرائع میں سب سے پهلي مکمل دعوة جس نے نئي امة پیدا کي ' حضرة نوح کي دعوة تهي - یهي وجه هے که قرآن حکیم میں هر جگهه اس سلسلے کو حضرة نوح هي سے شروع کیا هے - یه دور عرصه تک جاري رها ' اور دنیا کے دور دراز گوشوں تک پهیلا - انبیا و مجددین آتے رهے ' اور آن ضلالتوں کے مقابله میں جهاد کرتے رهے جو دعوة نوحي کي روشني کو معدوم کرنا چاهتي تهیں - لیکن چونکه ابهي انسان مدنیة و عمران کے ابتدائي حصے میں تها ' اسلیے شریعة الاهیه بهي اپنے سلسلۂ ارتقاء کي ابتدائي منزلوں سے آگے نهیں بڑهي تهي -

یهاں تک که انقلاب عالم نے ایک نیا صفحه اولٹا ' اور وه وقت آگیا جب ایک دور ختم اور دوسرا دور شروع هو - یه مواسم الاهیه کا بالکل ایک نیا موسم تها ' جو تمام فضاء انسانیة پر چهانے والا تها ' اور دنیا نے اب اتني ترقي کرلي تهي که " عالم نوحي " سے مرتفع هوکر " کائنات خلت " میں داخل هو : و کان امراً مقضیا !

(دعوة ابراهیمي)

حضرة نوح علیه السلام کے بعد کي کائنات هدایت کا دوسرا دور دعوة شروع هوا - اس دور کا مصدر و مرکز حضرة ابراهیم خلیل الله (علی نبینا و علیه الصلواة و السلام) کا وجود مقدس تها -

حضرة ابراهیم ' حضرة هود یا حضرة صالح علیهما السلام کیطرح پچهلي دعوتوں کے احیاء و اصلاح کیلیے نهیں آے تهے ' بلکه ٹهیک ٹهیک مثل حضرة نوح کے ایک نئے دور هدایت کے موسس

که موسسین و مجددین کي یه دونوں صفیں بهي بالکل الگ الگ اسمیں موجود هیں - تاسیس امم صالحه کے ان دونوں دوروں کو ایک دوسرے سے علحده کردیا گیا هے ' اور هر دور میں سے پہلے دعوة موسسه کا تذکره هے ' پهر اسکے مجددین کا -

لیکن سورۂ شعراء ' سورۂ ابراهیم ' سورۂ مریم ' سورۂ عنکبوت میں دیکهوگے که انبیاء کرام کے ذکر میں کوئي تاریخي ترتیب نہیں هے - شعراء میں سب سے پہلے حضرة موسی اور بني اسرائیل کا ذکر هے - اسکے بعد حضرة ابراهیم علیه السلام کا ' پهر حضرة نوح کا ' پهر حضرة هود کا ' پهر حضرة صالح کا ' پهر حضرة لوط کا ' اور سب کے آخر میں حضرة شعیب (علیهم الصلواة والسلام) کا - اور اسطرح بلحاظ زمانے کے جو مقدم تهے' وه موخر هیں ' اور جو معاصر تهے (مثل حضرة ابراهیم و حضرة لوط کے) وه اسطرح الگ کردیے گئے هیں ' گویا ان دونوں کے درمیان صدها سال حائل تهے -

اسي طرح سورۂ " ابراهیم " میں پہلے حضرة نوح کا تذکره هے - پهر حضرة موسی کا ایک مفصل بیان شروع هوگیا هے - حالانکه حضرة موسی حضرة نوح کے کسقدر بعد گذرے هیں ؟

سورۂ مریم میں ابتدا حضرة ذکریا اور مسیح علیهما السلام سے کي هے - پهر حضرة ابراهیم و اسماعیل علیهما السلام وغیره کا تذکره کیا گیا هے -

برخلاف انکے سورۂ " هود " میں اول سے لیکر آخر تک بالکل تاریخي ترتیب قائم هے - جو انبیاء پہلے گذرے هیں انکا پہلے ذکر هے - جو انکے بعد آے ' وه انکے بعد ذکر کیے گئے هیں -

یه ترتیب اس حقیقت کو بالکل بے نقاب کردیتي هے که تاسیس امم صالحه کے دو تاریخي دور تهے ' اور چونکه سورۂ هود میں مقصود تاریخي استقراء تها ' اسلیے ٹهیک ٹهیک انکے ظہور کے اصلي اوقات و ازمنه کے مطابق سلسلۂ ظہور و بعثت میں انکو جگه دي گئي -

پس یه یاد رکهنا چاهیے که سورۂ هود میں جس نبي کو جو جگه دیدي گئي هے ' وهي اسکي اصلي تاریخي جگه هے - اور دوسري سورتوں میں انکي صفوف بلحاظ زمانۂ ظہور یا بلحاظ صنف دعوة کے نہیں هے ' بلکه وهاں کچهه اور مقاصد پیش نظر هیں جنکے لیے ترتیب تاریخي و صنفي کي ضرورت نه تهي -

چنانچه سورۂ هود میں سب سے پہلے حضرة نوح علیه السلام کي دعوة کا ذکر کیا هے - کیونکه حضرة نوح هي کے زمانے میں سب سے پہلے اجتماع انساني نے ایک مقوم و منظم اجتماع تک ترقي کي جسپر لفظ " امة " کا حسب لغة عرب اطلاق هوسکتا هے - حضرة نوح کي دعوة موسسه تهي - انکي تاسیس سے پہلا دور شروع هوتا هے - انکے بعد دعوة نوحي کے مجددین کا سلسه شروع هوا - اس سلسه میں سے حضرة هود اور حضرة صالح علیهما السلام کے تذکره کو بوجه کمال عبرت و تذکیر ' و ظہور معجزات قوانین الاهیه و روحانیه ' و معلومات مخاطبین ' و علائق قدیمۂ عرب ' چن لیا هے اور قوم عاد و ثمود کي ضلالت اور اسکے نتائج پر توجه دلائي هے -

اب پہلا دور تاسیس ختم هوگیا - اور دعوة نوحي کي جگه ایک نیا دور تاسیس حضرة ابراهیم علیه السلام کي دعوة کا شروع هوا - چنانچه حضرة صالح کے بعد حضرة ابراهیم علیه السلام کا تذکره کیا هے ' مگر انکے تمام وقائع و اعمال حیات اجتماعي و شخصي میں سے صرف اوس ایک واقعه هي کو سورۂ هود کیلیے چنا هے جسمیں حضرة اسحاق کي پیدایش کي انهیں بشارت دي گئي تهي ' اور اسکا ذکر ان لفظوں میں کیا هے :

فبشرناها باسحاق ' و من وراء اسحاق یعقوب (۱۱ : ۷۲)	پس همنے حضرة ابراهیم کي بیوي کو اسحاق کي پیدایش کي بشارت دي ' اور اسحاق کے بعد انسے یعقوب کے پیدا هونے کي -

حضرة یعقوب علیه السلام کا دوسرا نام " اسرائیل " هے اور " بني اسرائیل " انهي کي طرف منسوب هیں - پس یہاں قران نے صرف حضرة اسحاق کي بشارت کے تذکره هي پر اکتفا نہیں کیا ' بلکه اسکے ساتهه هي اسطرف بهي اشاره کردیا که انسے حضرة اسرائیل پیدا هونگے -

اس سے مقصود یه تها که انبیاء مجددین کا جو سلسله قوم بني اسرائیل میں قائم هونے والا تها ' اور دعوة ابراهیمي کي قوة موسسه جسطرح امة بني اسرائیل کي شکل میں بڑهنے اور پهولنے پهلنے والي تهي ' اسکي طرف زیاده واضح اشاره کردیا جاے - اس اشاره کیلیے صرف حضرة اسحاق کا نام لے دینا کافي نه تها ' کیونکه گو حضرة اسحاق هي سے حضرة یعقوب پیدا هوے ' لیکن بني اسرائیل کي قوم اور اسکے تمام انبیاء مجددین حضرة اسحاق کي طرف منسوب نه هوے - حضرة یعقوب کي نسبت سے پکارے گئے - اسلیے " و من وراء اسحاق ' یعقوب " کهکر نسل ابراهیمي کو وهاں تک پہنچا دیا گیا ' جسکے بعد سے معاً بغیر کسي درمیاني کڑي کے امة بني اسرائیل اور دعوة هاے مجددۂ ابراهیمیه کا سلسله شروع هو جاتا هے -

غور کرو' سورۂ هود میں حضرة ابراهیم کي حیاة طیبه کے اور کسي واقعه کا ذکر نہیں کیا ' صرف اس بشارت هي کا ذکر کیا - اسکي علت یه هے که یہاں مقصود تاریخي ترتیب کے ساتهه دو موسس دوروں اور انکے دو سلسله هاے تجدید و احیاء کا ذکر کرنا تها ' اور حضرة ابراهیم کي زندگي کا یهي واقعۂ بشارت وه واقعه هے جس سے حضرة اسحاق پیدا هوے ' اور انکے اولاد میں حضرة یعقوب تهے جنسے دعوة ابراهیمي کا سلسلۂ مجددین و امم قائم هوا -

پهر دعوة ابراهیمي کے بعد بالترتیب اسکے مجددین کا ذکر کیا هے - چنانچه سب سے پہلے حضرة لوط علیه السلام کا ذکر هے جنکي دعوة دعوة ابراهیمي هي کے ذیل میں داخل تهي -

حضرة لوط کے بعد حضرة شعیب کا تذکره هے - اور اسکے بعد حضرة موسی علیه السلام کا جنکي دعوة مجدده اس قوة سے جمکي گویا ایک دعوة موسسه تهي ' اور جنکے تذکره کے اندر ان تمام مجددین اسرائیلین کا ذکر ضمناً آ گیا جو یکے بعد دیگرے آتے رهے ' اور دراصل وه سب کے سب مع حضرة موسی و هارون علیهما السلام کے دعوة موسسۂ ابراهیمي هي کے مجدد تهے : ذالک من انباء القری نقصه علیک منها قائم و حصید (۱۱ : ۱۰۲) -

اب غور کرو که سورۂ هود کي یه ترتیب جو ٹهیک ٹهیک ایک تاریخي اور صنفي ترتیب هے ' کس طرح اس حقیقت کو واضح کرتي هے ؟ تم اکثر مقامات پر حضرة موسی کا نام حضرة نوح کے ساتهه دیکهوگے ' بعض مقامات میں حضرة هود اور صالح کا ذکر بلا کسي فصل کے حضرة لوط یا حضرة ابراهیم کے ساتهه آ جائیگا ' لیکن سورۂ هود میں ایسا نہیں هے - حضرة هود اور حضرة صالح موسس نه تهے ' دعوة نوحي کے مجدد تهے ' لہذا انکا ذکر بالترتیب انکي دعوة موسسه کے بعد کیا گیا - حضرة لوط ' حضرة اسحاق ' حضرة یعقوب ' حضرة شعیب ' اور حضرة موسی علیهم السلام ' حضرة ابراهیم کے بعد آے اور یه تمام انبیاء موسس اقوام و امم نه تهے بلکه حضرة ابراهیم کي قائم کرده أمة صالحه کے مصلح و مجدد تهے - اسلیے ان سبکا ذکر نه تو حضرة نوح کے ساتهه کیا ' نه حضرة هود و صالح کے ' بلکه حضرة ابراهیم کي دعوة موسسه کے بعد کیا - اور اسي طرح کیا ' جسطرح انکي تجدید یکے بعد دیگرے بتقدیم و تاخیر زماني ظاهر هوئي : فهذا ما الهمني ربي ' انه هو اللطیف الوهاب !

لکیے کردیے ' وہ یرمیاہ نبي کا ماتم جس نے خداوند کے تخت کو غیروں کے پاوں تلے پامال ہوتے دیکھا اور اسکي تاب نہ لا سکا ' وہ پاک خرقي ایل کا مرثیہ جسنے خداوند کے ملک کي محکومي و غلامي پر برسوں خون کے آنسو بہاے اور نبوت کي انکھوں سے رویا کہ اسرائیل کي عورت نے اپنے خاوند کو چھوڑ دیا اور غیروں سے الفت کي ' وہ ذکریاہ کي پیغمبرانہ فغاں سنجي جس نے بیابان قدس کے ایک ایک ذرے کو خونبار بنا دیا اور خداوند کے تخت کي تذلیل و تحقیر پر زخمي انسانوں کي طرح چلایا اور تڑپا ' اور پھر بالآخر بیابان کا وہ مقدس سیاہ پوش جس نے آسمان کي بادشاہت کي منادي بلند کي ' اور کہا کہ راہ صاف کرو کیونکہ آنے والا بہت قریب آچکا ہے ! سو یہ سب کے سب اگرچہ اپنے بروز و تعین میں مختلف ناموں سے پکارے گئے ' پر اصل میں یہ سب کچھہ اسی ایک حقیقۃ الحقائق ابراهیمي هي کي نبوت طرازیاں تھیں ' جسکو خدا نے بقاے دوام اور " لسان صدق في الاخرین " کیلیے چن لیا تھا ! !

اور پھر ان سب کے آخر میں احیاء و تجدید موسویت کا وہ آخري ظہور اعظم جس نے اسرائیل کے گھرانے کي گم شدہ بھیڑوں کا سراغ لگایا ' اور خداوند کے تخت کي آلودگي و ذلت پر آخري مرثیہ پڑھا ' اور سر بفوش خوش سوزي کے تختہ کي طرف بڑھا ' تا وہ چلا جاے اور اپنے باپ سے کہے کہ آنے والے کو جلد بھیجدے ! اگرچہ تم کہتے ہو کہ وہ ان کے باغ میں " مسیح " کا آخري پیام تھا ' لیکن فی الحقیقت وہ بھي " وادي غیر ذي زرع " کے جمال خلت هي کي ایک نئي بخشش حسن تھي :

عباراتنا شتي و حسنک واحـــد
وکل الی ذاک الجمال یشیـــر !

و نعم ما قیل :

عشق چو نیک در نگري عین مصدر ست
لیکن در صفات ظـاهر خـود مضمـر آمـــدہ

(عود الی المقصود)

پس في الحقیقت حضرۃ نوح اور حضرۃ ابراهیم (علی نبینا و علیهما السلام) کے حقائق دعوۃ کے اندر جو مماثلۃ و مشارکۃ موجود ہے ' اور جسطرح یہ دونوں دعوتیں دو مختلف سلسلۂ تاسیس امم کي موسس و باني هوئي هیں ' وہ اسقدر واضح و آشکارا ہے کہ تمام صف انبیاء کرام میں انکو بیک نظر ممتاز کردیتا ہے - یہي وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے هر جگہ حضرۃ نوح علیہ السـلام کے ساتھہ حضرۃ ابراهیم کو ایک خاص نسبت دي ' اور تمام انبیاء ما بعد میں سے صرف حضـرۃ ابراهیم هي کو حضرۃ نوح کا " شیعہ " کہا - کیونکہ حضرۃ نوح کے بعد دوسرا دور موسس صرف ابراهیمي دعوۃ هي کا وجود میں آیا تھا ' اور انسے پہلے جسقدر انبیاء آئے تھے ' وہ سب کے سب حضرۃ نوح کي دعوۃ موسسہ کے مجدد و محي تھے - خود کوئي موسس دعوۃ نہیں رکھتے تھے

(تشریح مزید و کشف حقیقت)

اگر تم کہو کہ حضرات انبیاء کرام کي یہ دو قسمیں اور انکے اعمال و آثار کے حقائق و معارف کي طرف رهنمائي ' ایک فضل مخصوص ہے ' جسکے انکشاف کے لیے خدا تعالی نے اس عاجز و درماندہ قلب کو چن لیا تو یہ في الحقیقت سچ ہے : و یا لیت قومي یعلمون بما غفر لي ربي و جعلني من المکرمین ! (۳۶ : ۲۶)

لیکن اگر تم کہو کہ چونکہ اسکي تشریح بالکل نئي ہے اسلیے موجب قبول نہیں ' تو یقین کرو کہ یہ تمہاري ایک خطرناک ناداني هوگي اور تمهیں کلام الهي کي روشني سے مہجور کر دیگي - کیونکہ یہ تقسیم عیناً و اصلاً قرآن حکیم کي تصریحات مبینہ سے ماخوذ ہے ' جسمیں تفسیر بالراے کي بدعت مضلہ کو ذرا بھي دخل نہیں - اور في الحقیقت اللہ تعالی کا مخصوص احسان اس عاجز پر یہي ہے کہ اسنے تفسیر بالراے کي آلودگي سے پاک رکھکر حقائق قرانیہ کو منکشف کردیا : و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم !

اس حقیقت کي پوري تفصیل کیلیے تو تفسیر " البیان فی مقاصد القران " کي اشاعۃ کا انتظار کرنا چاهیے ' جسمیں بضمن تفسیر سورہ بقرہ نہایت تفصیل و بسط کے ساتھہ اس مبحث پر نظر ڈالي گئي ہے - البتہ مجملاً یہاں چند اشارے ضروري هیں تاکہ حضرۃ ابراهیم علیہ السلام کي نبوۃ موسسۂ و مکونہ کي حیثیت اپنے اصل مقام میں واضح هوسکے -

حضرۃ نوح اور حضرۃ ابراهیم علیهما السلام کي باهمي مماثلۃ و مشارکۃ کي طرف قران حکیم کي جن آیات کریمہ نے رهنمائي کي ہے ' ان میں سے دو آیتیں اوپر درج هو چکي هیں - لیکن اس حقیقت کیلیے اس سے بھي زیادہ روشني قران حکیم میں موجود ہے ' اور ازانجملہ چند آیات پر تدبر نہایت ضروري ہے -

(مقاصد قصـص القـران)

(۱) قران حکیم کي جن جن سورتوں میں گذشتہ انبیاء اور قوموں کے قصص بیان کیے گئے هیں ' وہ اپنے موضوع و مقصد ' اور طرز استدلال و استنباط نتائج کي بنا پر کئي قسموں میں منقسم هیں ' اور لوگوں نے بالعموم انکے سمجھنے میں بڑي بڑي ٹھوکریں کھائي هیں -

بعض سورتیں هیں جنمیں ان قصص کے بیان کرنے سے ایک طرح کا استقراء تاریخي مقصود ہے - یعني یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ آغاز نزول هدایت سے لیکر اس وقت تک شریعۃ الاهیہ کي یکساں تعلیمات نے همیشہ یکساں نتائج پیدا کیے هیں ' اور اسلیے ماضي کا استقراء ثابت کرتا ہے کہ حال و مستقبل میں بھي اُن موثرات و اسباب سے وهي نتائج پیدا هونگے -

جن سورتوں میں یہ طرز استدلال مقصود ہے ' اُن میں گذشتہ واقعات تاریخي ترتیب کے ساتھہ بیان کیے گئے هیں ' اور وہ بالکل ایک مرتب و منظم زنجیر کي طرح هیں ' جسمیں یکے بعد دیگرے ایک هي شکل و صورت کي کڑیاں رکھدي گئي هوں -

بعض سورتیں هیں جنمیں یہ استقراء تاریخي مقصود نہیں ہے ' بلکہ صرف کسي ایک عمل اور اسکے نتیجہ کي طرف دنیا کو متوجہ کرنا ہے جو بارها دنیا میں ظاهر هوچکا ہے اور همیشہ وهي نتیجہ پیدا هوا ہے - اسکے لیے ترتیب تاریخي کي ضرورت نہ تھي بلکہ صرف گذشتہ واقعات میں سے زیادہ واضح ' زیادہ موثر ' زیادہ جامع ' اور مخاطبین کي معلومات و فہم سے زیادہ اقرب حوادث کا چن لینا کافي تھا - چنانچہ ان سورتوں کا انداز یہي ہے اور تم پاؤگے کہ ان میں تاریخي ترتیب بالکل مفقود ہے -

اسي طرح قصص القران کے مختلف موضوع هیں ' اور مختلف طرق استدلال پر مشتمل هیں - پہلي قسم کي سورتوں میں سے میں سورہ " هود " کي طرف توجہ دلاتا هوں ' اور دوسري میں سے سورہ " الشعراء " پر - (یہ ایک نہایت هي اهم اور تفصیل طلب مقام ہے ' مگر اسکے سوا چارہ نہیں کہ تفسیر البیان کے حصۂ قصص القران کا انتظار کیا جاے)

چنانچہ سورۂ هود پر اول سے اخر تک نظر ڈالو ' انبیاء کے تمام ذکر میں تاریخي ترتیب هر جگہ قائم نظر آئیگي ' اور پھر دیکھوگے

آثار اسلامیہ امارت بیجا پور

[از مولانا سید سلیمان صاحب ندوی پروفیسر پونا کالج]

(۲)

(گول گنبد)

یہ عمارت نہ صرف بیجاپور، نہ صرف ھندوستان، نہ صرف اسلام، بلکہ تمام دنیا کے عجائب صنعت میں سے ہے - یہ در اصل سلطان محمد عادلشاہ کا مقبرہ تھا - سلطان جسطرح اپنی زندگی میں بے نظیر تھا، اوسنے چاھا کہ مرنے کے بعد بھی بے نظیر ھو - یہ بے نظیر گنبد اسی دعوی کی دلیل ہے - اس عمارت کی بلندی ۱۹۸ فیٹ ۶ انچ ہے - اور اس میں دو چیزیں باعث صد استعجاب و حیرت ھیں : گنبد اور گیلری -

گنبد نصف دائرہ نما ہے - اسکا اندرونی قطر ۱۲۴ فیٹ ۵ - انچ، اور بیرونی ۱۴۴ فیٹ، ضخامت دیوار کی ۱۰ فیٹ ہے - جہاں سے خاص گنبد کی حد شروع ھوتی ہے، وھاں سے ۱۱ سنگی گیلریاں چاروں طرف اندر کی جانب بنائی گئی ھیں - جس رقبۂ فضا کو گنبد حاوی ہے، وہ تقریباً ۱۸۱۱ مربع فیٹ ہے - یہہ وہ وسیع حدود

بیجا پور کی جامع مسجد

ھیں جن کو دنیا کا کوئی گنبد محیط نہیں - یورپ کا سب سے بڑا گنبد روم کا پینتھان (Panthan) ہے - لیکن اوسکا رقبہ بھی صرف ۱۵۸۳۳ مربع فیٹ ہے - اس گنبد کی ساخت کی خوبی یہ ہے کہ وہ بجاے دیوار کے محرابی کمانوں کی نوکوں پر اپنا بار ڈالتا ہے، اور اس ھندسی طریق صنعت نے گنبد کے ناقابل برداشت بوجھہ کو (جسکی کوئی دیوار متحمل نہیں ھوسکتی تھی) ان کمانوں پر تقسیم کردیا ہے !!

لیکن اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز گنبد کی گیلری کی ایک خاص خصوصیت ہے جس سے ظاھر ھوتا ہے کہ مسلمان مہندسین فلسفۂ اصوات کے کس حد تک ماھر تھے - یہ گنبد اس ترتیب سے بنایا گیا ہے اور اوسکی وسعت مخصوصہ اس خاص حد تک قائم کی گئی ہے کہ ایک آھستہ سے آھستہ آواز بھی (مثلا جیبی گھڑی کی کھٹ کھٹ کی آواز) نقطۂ مقابل میں

گول گنبد

عہد عادل شاھی کی ایک توپ
" لندا کسب "

مراسلات

ايک اهم اقتراح ديني

سيرة نبوي

روحي فداک - تحيه والسلام -

ميں عجيب کشاکش ميں هوں - گويم مشکل وگر نگويم مشکل کا مصداق هے - ميرا ابتدا سے يه عقيده هے که مسلمانوں کے لئے صحيح مذهب بے لوث و آلايش دستورالعمل' وحقيقي طريقهٔ نجات صرف " قرآن مجيد " اور حضرت پيغمبر خدا" کي زندگي کا "نمونه" هے اور بس - چند دنوں سے اس خيال ميں پيچاں وغلطاں هوں که آنحضرت صلعم کي ايک تاريخ مختصر' جسته جسته واقعات' اور مسلسل حالات طيار هو' اور کوشش کي جاے که اوسکو نصاب تعليم ميں داخل هونے کي اجازت ملے -

ميں مولانائے مرحوم علامهٔ مغفور شبلي نعماني کي سيرت کبير سے بيخبر نہيں هوں' بلکه ميں يہاں تک کہنے کي جرأت کر سکتا هوں که مولانا کو بهي ميں نے هي آماده کيا تها - ليکن چونکه کيسه خالي دامن تهي تها' عملي سعادت بيگم بهوپال کے حصه ميں آئي - مگر وه تاريخ جامع اور طويل هے' نصاب ميں داخل نہيں هوسکتي - عام مطالعه و تبليغ و دعوة کيليے مفيد نہيں - مولانا تنقيد اور تحقيق ميں مانے هوئے علامه هيں - باينهمه جناب کا انداز بحث و نظر اور ترتيب و تنظيم کچهه اور هي هے - پهر اون کے قلم ميں وه سحر اور جادو کا اثر نہيں هے (خدا تملق سے بچائے اور بالکل صداقت کي توفيق دے) جو آپ کے قلم ميں پاتا هوں :

ايں سعادت بزور بازو نيست
تا نه بخشد خداے بخشنده

ايک مدت تک اپنے ارادے اور خيال کو ضبط کيا - کيونکه زباني جمع خرچ سے کچهه بن نہيں آتا - ليکن ان دنوں کچهه ايسي بے تابي سي لاحق هوئي هے که سر رشتهٔ صبر هاتهه ميں رهتا نظر نہيں آتا -

اگر آپ صرف ايک گهنٹه اس کام پر وقف کرديں اور روزانه اپني اعجاز نگاري کے طرز پر کچهه لکهديا کريں تو تهوڑے دنوں ميں کتاب طيار هو جائيگي - ميں سردست اسکي اشاعت کيليے کچهه پيش نہيں کر سکتا' زياده سے زياده پچاس روپيه يکجا بمشکل پيش کر سکتا هوں -

اگر ماهواري ليں تو هر انگريزي مهينے کي چوتهي تاريخ پر دس روپيه بهيج سکتا هوں' اور دس گياره مهينے تک به آسودگي مسلسل ادا کر سکتا هوں - نه اسميں بچوں کا پيٹ کاٹنا پڑيگا نه اپنے پيٹ پر پتهر باندهنے کي نوبت آئيگي - هر مهينه ميں روپيه بهيجتا رهونگا -

ميں جانتا هوں که آپکي غيور طبيعت ايسي باتوں سے گهبراتي هے اور نه گورا کريگي' مگر همارے طرف سے يه آپ کے لئے تو نہيں هے بلکه خدا کے ليے هے - مذهب کي محبت اور پيغمبر خدا کي حضور ميں صدق نياز کا ثبوت هے' اور اجرکي اميد - آپ اس عرض کو هذيان' سرسام' يا صعود ابخرهٔ مراق تصور فرمائينگے - اور ميں خود بهي جانتا هوں که آپکي خدمت ميں ايسا عرض کرنا ايسا هي هے - ليکن نهايت الحاح اور زاري اور عاجزي سے التجا هے که اگر منظور فرما ليں تو بڑي بهاري کمي کو پورا کر دينگے - سيرة کبير کا وعده دسمبر سنه ۱۹۱۵ ميں شائع هو جانے کا تها - مگر اب مولوي مسعود علي ندوي کي تحرير سے معلوم هوا هے که شايد دو چار مهينے اور انتظار کرنا پڑے -

مانا که وه تعليم يافتوں اور علماء ميں رحمت اور برکت اور روح حيات پهونک ديگي - مگر يه کام اوس سے نہيں نکليگا که نصاب تعليم ميں بهي داخل هو - اگر جناب لکهيں تو مدارس' مکاتب' وعظ' هر جگه کام آئيگي اور هر وقت ساتهه رهيگي -

تاريخ آپ کے قلم سے لکهي هوئي همارے پاس آے يا وهاں کسي اعلى مطبع ميں چهپواني جاے - اسکي آمدني و قيمت اسيکي اشاعت پر صرف کي جاے يا کسي اور کام پر - ليکن يه ضروري هے که تاريخ آپ کے دماغ اور قلم سے نکلے -

مزيد طباعت اور اشاعت کے ليے صدها راستے کهل جائينگے - جس زمانه ميں علامهٔ شبلي مشاهير اسلام کي تاريخيں لکهتے تهے' ميں جل جل جاتا تها که آفتاب کو چهوڑ کے پرتو اور ذروں پر کيوں نظر ڈالتے هيں - آپ کے ليے بهي ميں يهي کهتا تها که سياسي معاملات کو رهنے ديجيے اور صرف حضرت کي زندگي پر بحث کيجيے -

بهر حال جنون سمجهيے يا ابخره مراقي کا صعود - مجهکو اس خيال نے بے تاب کر رکها هے که آنحضرت کي تاريخ زندگي کے شايع هونے هي پر اسلام اصلي حالت پر آسکتا هے' اور مجهکو اسيکا خفقان هے -

غلام غوث طبيب (خانپور)

اکسير اعظم يا زندگی کی بهار

—:o:—

ايجاد کردهٔ جناب حکيم حافظ ابو الفضل محمد شمس الدين صاحب

—:o:—

"ايک سريع الاثر اور مجرب مرکب"

ضعف دماغ و جگر کيليے يه ايک مجرب اور موثر دوا هے - خصوصاً ضعف مثانه اور آن مايوس کن امراض کيليے جنکا سلسله بعض اوقات خود کشي تک مسلسل هوتا هے ايک بے خطا اور آزموده مرکب هے - صحت کي حالت ميں اگر اسے استعمال کيا جاے تو اس سے بهتر اور کوئي شے محافظ قوت نہيں هوسکتي -

قيمت في شيشي ۲ - روپيه محصول ڈاک ۲ - آنه

منيجر دي يوناني مڈيکل اسٹورس فوارهٔ صحت

نمبر ۱۵/۱ رپن اسٹريٹ ڈاکخانه ويلسلي - کلکته

مهتـــر محل
ایک صحن مسجد کا خارجی دروازہ

تاریخ تمدنی اسلامی کا ایک صفحہ!

غـزوات اســـلامیـہ اور تجـارت

دنیا نے جس نقطے سے اپنا سفر شروع کیا تھا ' ھر پھر کے پھر اوسی نقطے پر پہونچ گئي ھے - دنیا کا سورج اپني تکوین کے پہلے دن وحشت و بہیمیت کے سر پر چمکا ' اور آج تمدن و تہذیب کے خط استواء سے گذر رھا ھے - لیکن اوسکی حرارت میں کوئي فرق نہیں آیا ھے - اوسکا آتشیں چہرہ جسطرح تکوین عالم کے پہلے دن غصہ سے سرخ تھا ' اوسي طرح آج بھي تابناک نظر آرھا ھے !

بظاھر یہ ایک نہایت تعجب انگیز بات ھے - جس دور ترقي و عہد تمدن نے حقائق و علوم میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کردیا ' اسرار عالم کے چہرے سے نقاب اولت دي ' بحر و بر کے ڈانڈے ملا دیے ' فضاے بسیط کے سیاروں کو قوۃ جاذبہ کے ایک رشتہ میں منسلک کر کے خدا کے اس احسان عظیم کو کہ :

خلق لکم ما في الارض جمیعا — زمین میں جو کچھ ھے اوسکو خدا نے تمہارے ھي لیے پیدا کیا ھے -

پورا کردیا - کیا وہ پھر اوسي عہد ظلمت کي طرف رجعت قہقري کر سکتا ھے ' جو انسان کي سیاہ کاریوں کا ایک تیرہ و تاریک ظلمت کدہ تھا ؟

بظاھر یہ سوال کتنا ھي تعجب انگیز ھو ' لیکن دونوں دور کے نتائج اسکا جواب اثبات میں دیتے ھیں -

یہ سچ ھے کہ وحشت و تمدن دو متضاد چیزیں ھیں ' لیکن دونوں کے نتائج میں عجیب و غریب اتحاد ھے - آگ اگـــر پاني کو خشک کرسکتي ھے ' تو وہ ایک جامد مادہ کو سیال بھي بنا سکتي ھے - پس جب ایک ھي قوت متضاد نتائج پیدا کرسکتي ھے ' تو دو متضاد قوتیں متحد نتائج کیوں نہیں پیدا کرسکتیں ؟

لیکن اسوقت نظریات کي ھنگامہ آرائي کي ضرورت نہیں - یہاں گفتگو واقعات اور واقعات کے نتائج سے ھے ' اور وہ یکسر عالم آشکارا ھیں - زمانۂ وحشت میں عورتیں آزاد تھیں ' آج اونکي آزادی اور بھي بڑھ گئي ھے - زمانۂ وحشت میں انسان ھر چیز کو مباح سمجھتا تھا ' اب ایک اعلی درجہ کا متمدن انسان بھي بلا قید دنیا کي ھر چیز سے تمتع اوٹھا سکتا ھے - زمانۂ وحشت میں انسان بات بات پر لڑ پڑتا تھا ' آج ایک مہذب انسان بھي سیادت جنسي و وطني کے جوش میں ذرا سي بات پر تلوار اوٹھا سکتا ھے - زمانۂ وحشت میں انسان ایک بي بي پر قانع نہیں تھا ' آج متمدن آبادیاں بھي زیادہ وسعت و کامیابي کے ساتھ اسي پر عمل کر رھي ھیں - زمانۂ وحشت میں عورتیں صرف ستر عورت کا چھپانا کافي سمجھتي تھیں ' آج تمدن کے کامل لباس (فل ڈریس) میں عہد قدیم کا یہ منظر نظر آسکتا ھے -

زمانۂ وحشت میں انسان اپنے بغض و عـــداوت کو غیر ضروري اور غیر متعلق چیزوں کي طرف متعدي کر دیتا تھا ' وہ ایک شخص سے لڑتا تھا تو اوسکے گھر میں آگ لگا دیتا تھا ' اوسکو متعدد مالي فوائد سے محروم کردیتا تھا ' اوس نے جو تعلقات دوسرے لوگوں سے قائم کر رکھے تھے اونکو منقطع کرنا چاھتا تھا ' اوسکي تجارت اور دوسرے ذرائع معاش میں مختلف طریقوں سے رکاوٹ پیدا کرتا تھا - آج بیسویں صدي کا متمدن انسان بھي یہ سب کچھ کرتا ھے - وہ کبھي اسٹرائک کرتا ھے ' کبھي بوائیکاٹ کا وعظ کہتا ھے ' کبھي تاروں کا سلسلہ کاٹ ڈالتا ھے ' کبھي ڈائنامیٹ کے ذریعہ سے ٹرینوں کو اوڑا دیتا ھے ' کبھي تجارتي جہازوں کو روک دیتا ھے بلکہ بعض اوقات اونکو ڈبو بھي دیتا ھے ' اور اسکو دشمن کے بیدست و پا کرنے کا نہایت مہذب اور کامیاب آلہ سمجھتا ھے !

اسلام سے پہلے عرب بھي ایک وحشي ملک تھا ' اسلیے وہ بھي بیسویں صدي کے اس بے پناہ آلے کو استعمال کرتا تھا - بلکہ سب سے زیادہ اوس نے خود اسلام ھي کے مقابلے میں اسکا استعمال کیا - ابتداے بعثت میں دو سال تک کفار قریش نے باھمي معاھدہ کے ذریعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و سلم کے خاندان سے ھر قسم کے تعلقات منقطع کردیے تھے - اس معاھدہ کي رو سے نہ کوئي شخص بنو ھاشم کو اپني لڑکي دیسکتا تھا ' نہ اونکے ھاتھ کوئي چیز بیچ سکتا تھا ' اور نہ اونکے ساتھ کسي قسم کا لین دین کر سکتا تھا - سفر بعثت عورتوں کو

علي عادل شاہ ثاني کا نا تمام مقبرہ

تاج باولي. تاج سلطانہ بیگم سلطان ابراھیم ثاني کا حوض

مشہور فاتح توپ : " ملک میدان"

(جو ۱۲۴ فیٹ کے بعد پر ہے) پوري صفائي کے ساتھہ اپنے عکس صوت کو سنا دیتي ہے جو جانب مقابل کے حصۂ گنبد سے ٹکرا کر واپس آتا ہے !

گنبد کے اندر اگر ایک بار تالي بجائي جاے تو دس بار متواتر گنبد کے غیر مرئي ھاتھہ اپنے تماشائیوں کو جواب دینگے - اگر گنبد کے زینوں پر ایک چڑھنے والے انسان کے پاؤں چاپ پیدا کرینگے ' تو گنبد کے اندر سینکڑوں نظر سے غائب چلنے پھرنے والوں کي آواز سنائي دیگي ! !

اس عمارت کے جنوبي دروازہ پر تین جملوں کا ایک چھوٹا سا فارسي کندہ کندہ ہے - ھر جملہ سے باني گنبد سلطان محمد کي تاریخ وفات سنہ ۱۰۶۷ ھ نکلتي ہے -

اس عمارت کي جانب مغرب ایک نہایت خوبصورت پتھر کي مسجد بھي ہے جو لارڈ کرزن کے عہد تک انگریز سیاحوں کا مسافر خانہ تھا - لیکن لارڈ کرزن کي تجویز " حفاظت آثار قدیمہ " نے اس ذلت سے اسکو نجات دي -

(توپ ملک میدان)

حسب تحقیق بعض مورخین یورپ ' توپ کي ایجاد کا فخر مسلمانوں ھي کو حاصل ہے - حسب تصریح ابن خلدون اندلس کي بعض لڑائیوں میں عرب فوج کے ساتھہ توپیں موجود تھیں - علامہ ربي پاشا مصري کے کتبخانہ میں ابن غانم اندلسي کا ایک خاص رسالہ توپ کي صنعت پر موجود ہے - ترکوں نے اس صنعت کو خاص ترقي دي - سلطان محمد فاتح قسطنطنیہ کا توپخانہ یورپ کي تمام تاریخ میں اپنے عہد کا عدیم النظیر تسلیم کیا گیا ہے -

ھندوستان کے میدان میں سب سے پہلے توپ بابر لایا - اکبر نے توپ کي صنعت کو جسقدر ترقي دي ' وہ آئین اکبري کے پڑھنے والوں پر ظاھر ہے -

اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں اس صنعت کو جسقدر ترقي ھوئي اسکے نمونے ھندوستان میں جا بجا موجود ھیں -

دولت آباد میں " قلعہ شکن " اور پونہ میں " فتح لشکر " نامي دو توپیں عہد عالمگیر کي یاد دلاتي ھیں - یہ دونوں توپیں " محمد حسن عرب " کرکي صنعت سے ھیں -

دکن میں مسلمان اور ھندو قوتوں کي آخري اور فیصلہ کن رزمگاہ " تالي کوٹ " کا میدان تھا جس میں دکن کي پانچ اسلامي ریاستوں نے متفقاً ملکر دکن کي قدیم و مستحکم ھندو حکومت بیجانگر کا خاتمہ کردیا - لیکن اس غیر متوقع فتح کي قوت در اصل احمد نگر کے توپخانہ میں مخفي تھي - توپ " ملک میدان" بھي در حقیقت اسي امارت اسلامیہ کي یادگار ہے -

یہ توپ احمد نگر میں بعہد ابوالغازي نظام شاہ سنہ ۹۰۵ ھ میں ڈھالي گئي تھي - اس کے صناع کا نام اسکي پشت کے کتبہ پر " محمد بن حسن رومي " منقوش ہے - یہ توپ احمد نگر کے قلعہ پرندہ پر نصب تھي - اتفاق روزگار سے جب یہ قلعہ بیجاپور کي حکومت میں داخل ھوا تو یہ توپ بھي سنہ ۱۶۳۲ع میں منتقل ھوکر بیجاپور آ گئي - سنہ ۱۶۸۵ ع مطابق سنہ ۱۰۹۷ ھ میں جب عالمگیر نے بیجاپور پر قبضہ کیا تو اموال و غنائم میں " ملک میدان" بھي ھاتھہ آئي - اورنگ زیب نے اس کو یہیں چھوڑ دیا لیکن اسکي پیشاني پر اپنے نام کا سکہ ضرب کردیا - برٹش عہد حکومت میں (۱۸۵۴ ع) اس توپ کا طالع اقبال قریب تھا کہ گردش میں آ جاے - ستارہ کے کمشنر نے حکم دیدیا تھا کہ دیگر بیکار چیزوں کے ساتھہ اس توپ کو بھي نیلام کردیا جاے - بخت کي نازگوني دیکھو کہ اس مایۂ روزگار کي قیمت صرف ۱۵۰ روپیہ آنکي تھي !

لیکن ھم اس ناقدرداني زمانہ کے ممنون ھیں جس نے مسلمانوں کے شاھد اقبال کے طور پر اسکو ھمارے لیے محفوظ رکھا - دوسري بار پھر یہ برٹش میوزیم کے حصہ میں آ چکي تھي کہ ھماري خوش نصیبي نے پھر چمک کر چھین لیا ' اور یہ اب تک بیجاپور کے مغربي شہر پناہ کے سب سے بڑے برج پر نصب ہے -

ملک میدان کا طول ۱۴ فیٹ ۴ - انچ ' اور اسکا سب سے بڑا قطر ۴ فیٹ ۱۱ - انچ ہے - اسکے دھانہ کي وسعت اتني بڑي ہے کہ ایک آدمي اچھي طرح بیٹھکر دو پٹہ باندہ سکتا ہے !

دھانہ کي شکل ایک اژدھے کے منہہ کي سي ہے ' جسکے جبڑے بالکل کھلے ھوے ھیں - جبڑے کے دونوں طرف دانتوں کے اندر دو ھاتھي دبے ھوے ھیں !

جسطرح بیجاپور کا گول گنبد دنیا میں اپنا نظیر نہیں رکھتا ' مشہور ہے کہ اسي طرح یہ اپني وسعت و ضخامت و عجیب الشکلي میں اپني نظیر نہیں رکھتي اور دنیا کي سب سے بڑي توپ شمار کي جاتي ہے - کتبات کي نقل حسب ذیل ہے :

الله

و لا سواہ — اضافۂ عالمگیري

۳۰
في سنہ جلوس

شاہ عالمگیر غازي پادشاہ دین پناہ
انکہ داد عدل داد و ملک شاھاں را گرفت

مطابق سنہ ۱۰۹۷ ھ

فتح بیجاپور کرد و بہر تاریخ ظفر
رو نمود اقبال و گفتہ: ملک میدان را گرفت

الله

خادم اھل رسول
ابو الغازي نظام شاہ
سنہ ۹۵۶

عمل محمد حسن رومي

آثار معل
عادل شاهي کتب خانہ کا نقش پا

تجارتی زمہ جہت بسعد نہیں کیا - لیکن خدائے اسلام کو یہ علحدگی پسند نہیں ... صحابہ کے اس طرز عمل کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی

لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم -	اگر تم لوگ زمانۂ حج میں خدا کے فضل یعنی تجارت سے فائدہ اوٹھاؤ تو یہ کوئي گناہ کي بات نہیں -

مدینہ میں یہودیوں کا مشہور قبیلہ بنو قینقاع زرگری کا پیشہ کرتا تھا - اوس نے ایک بازار بھي قائم کرلیا تھا جو اونھیں کے نام سے مشہور تھا - بعض وقت اون لوگوں نے سر بازار مسلمانوں کے ساتھہ اشتعال انگیز شرارتیں بھي کیں - چنانچہ ایک مسلمان عورت کسي زیور کیلیے ایک سنار کي دکان پر آئي تو ایک یہودي نے پیچھے سے اکر اوسے بے پردہ کردیا (۱) لیکن ان لوگوں کے ساتھہ بھي کسي قسم کا تعرض نہیں کیا گیا - بلکہ خود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مکان بھي اسي بازار کے متصل تھا' اور اس تعلق سے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھي اس بازار میں تشریف لاتے تھے - (۲) غالباً اسي همسائیگي کي بنا پر حضرت علي علیہ السلام نے یہودیوں سے لین دین کے تعلقات پیدا کرلیے تھے - چنانچہ جب اونھوں نے اپني دعوت ولیمہ کرني چاھي' اور اس غرض سے اذخر (ایک گھانس ھوتي ھے جو سناروں کے کام آتي ھے) کاٹنے کیلیے نکلے کہ سناروں کے ھاتھہ بیچ کر اسکي قیمت سے دعوت کا سامان کریں' تو قبیلہ بنو قینقاع ھي کے ایک سنار کو اپنے ساتھہ لے جانا چاھا تھا - (۳)

خود آنحضرت کے معاملات و قرض کا تمام تر تعلق یہود اور کفار کے ساتھہ تھا - چنانچہ آپنے ایک یہودي کے یہاں اپني زرہ رھن رکھہ کر کچھہ غلہ خریدا تھا (۴) حالانکہ ایک طویل سلسلۂ جنگ کے زمانے میں آلات جنگ کو بہرحال محفوظ رکھا جاتا ھے -

آنحضرت کے تمام خانگي اور ذاتي معاملات کا انتظام حضرت بلال کے متعلق تھا - یہ انتظامات جس طرح انجام پاتے تھے' اوسکا حال جس تفصیل سے خود حضرت بلال نے بیان کیا ھے' اوس سے ثابت ھوتا ھے کہ معاملات کے متعلق اسلام کسقدر بے تعصب اور فیاض تھا - حضرت بلال فرماتے ھیں : " آنحضرت کے پاس کوئي سرمایہ نہیں تھا - ابتداے بعثت سے تا دم وصال میں ھي آپ کے مصارف کا انتظام کرتا تھا - چنانچہ آپ کي خدمت میں جب کوئي برھنہ تن مسلمان آجاتا تو میں آپ کے حکم سے جاکر پہلے قرض لیتا' پھر اوس سے کپڑا خرید کر اوسکو پہناتا' اور کھانا خرید کر کھلاتا تھا - اس معمول کو دیکھکر ایک دن ایک مشرک نے مجھہ سے راہ میں کہا کہ میں دولتمند آدمي ھوں' مجھي سے قرض لے لیا کرو' اور کسي سے نہ لو - چنانچہ مینے اوسي سے معاملہ کرلیا - ایک دن وضو کرکے اذان دینے کیلیے اوٹھا تو مینے دیکھا کہ تاجروں کي ایک جماعت کے ساتھہ وہ آ رہا ھے - جب اوس نے مجھے دیکھا تو منہ بنا کر نہایت سخت الفاظ میں کہا " اے حبشي ! تجھے معلوم ھے کہ مہینہ کب ختم ھوگا ؟ " مینے کہا " اب ختم ھي ھوا چاھتا ھے " اوس نے کہا " اب صرف چار دن رھگئے ھیں - تم پر جو قرض ھے' اب وصول کر لونگا - نتیجہ یہ ھوگا کہ جسطرح تم پہلے بکریاں چراتے پھرتے تھے اوسي طرح مفلس ھوکر سرگشتہ پھروگے " مجھے یہ سنکر نہایت رنج ھوا - عشاء کے بعد جب حضور اقدس گھر میں تشریف لائے تو اذن طلب کرکے حاضر خدمت ھوا' اور عرض کیا کہ جس مشرک سے میں قرض لیا کرتا تھا' اوس نے آج مجھہ سے نہایت سختي کے ساتھہ گفتگو کي - نہ آپ کے پاس کچھہ ھے' نہ میرے پاس کہ اوسکا قرض ادا کروں - وہ میري عزت و آبرو کے پیچھے پڑ گیا ھے - آپ مجھے اجازت دیجیے کہ کسي مسلمان قبیلہ میں اوسوقت تک کیلیے بھاگ جاؤں جب تک خدا آپ کو قرض ادا کرنے کے قابل بنادے - یہ کہکر میں آپ کي خدمت سے واپس آیا - تلوار' ڈھال' توشہ دان' اور پاپوش کو سرھانے رکھکر سوگیا' اور صبح کاذب ھونے کے ساتھہ ھي بھاگ نکلنے کا ارادہ کیا - اسي حالت میں ایک آدمي دوڑتا ھوا آیا کہ تمھیں آنحضرت بلا رھے ھیں - میں گیا تو چار اونٹنیاں بیٹھي ھوئي نظر آئیں جن پر سامان لدا ھوا تھا - آنحضرت نے فرمایا " قرض کے ادا کرنے کا سامان تو ھوگیا - کیا تم نے اونٹنیاں نہیں دیکھیں ؟ پھر آپ نے فرمایا : تم اونکو مع اوس غلہ اور کپڑے کے جو اون پر لدا ھوا ھے لیجاؤ' اور اوس سے قرض ادا کردو - فدک کے بادشاہ نے ان کو میرے پاس بطور تحفہ کے بھیجا ھے - میں قرض دیکر پلٹا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا : " سب قرض ادا ھوگیا " مینے کہا : ھاں' اب کچھہ باقي نہیں ھے "

خارجي ممالک سے اھل عرب نے جو تجارتي تعلقات قائم کرلیے تھے' اسلام پر اونکا نہایت مضر اثر پڑتا تھا - چنانچہ عرب میں شام سے جو قافلہ غلہ لیکر آتا تھا وہ اســلام کیلیے نہایت خطرناک تھا - یہاں تک کہ آپ نے جب حضرت کعب بن مالک رضي اللہ عنہ سے عدم شرکت غزوۂ تبوک پر تمام اخلاقي تعلقات منقطع کرلیے' اور تمام صحابہ کو اون سے علحدگي کا حکم دیا' تو اونکو شام کے ایک نبطي نے جو مدینہ میں غلہ لیکر آیا تھا' بادشاہ غسان کا ایک خط دیا' جسکا مضمون یہ تھا :

قد بلغني ان صاحبک قد جفاک' ولم یجعلك اللہ بدار ھوان و لا مضیعة فالحق بنا نوالک (۱)	مجھے معلوم ھوا ھے کہ تمھارے آقا نے تم پر ظلم کیا ھے' لیکن خدا تمکو ذلیل و برباد نہیں کریگا - تم ھم سے مل جاؤ ھم تمھارے ساتھہ ھمدردي کرینگے -

اگر حضرت کعب بن مالک کے جوش اخلاص نے اس خط کو تنور میں نہ ڈالدیا ھوتا' تو اسکا نتیجہ صرف یہي نہیں ھوتا کہ اسلام کے دائرہ سے ایک فرد نکل جاتا بلکہ غزوات اسلامیہ پر بھي اسکا نہایت مضر اثر پڑتا - با اینہمہ اسلام کیوجہ سے ان تاجروں کي گرم بازاري میں کوئي فرق نہیں آیا - بلکہ ایک بار آپ نماز جمعہ پڑھا رھے تھے - اسي حالت میں شام سے ایک قافلہ آ گیا - تمام مسلمان نماز چھوڑ کر اوسکي طرف دوڑے' اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ صرف ۱۲ آدمي رھگئے - اسپر یہ آیت نازل ھوئي :

و اذا راوا تجارة او لھوا انفضوا الیھا و ترکوک قائما -	جب وہ تجارت یا لھو کو دیکھتے ھیں' تو اوسکي طرف دوڑتے ھیں اور تجھکو کھڑے کا کھڑا چھوڑ دیتے ھیں - (۲)

مفسرین کرام نے " لھو " کي تفسیر میں لکھا ھے کہ وہ لوگ اعلان عام کیلیے گھنٹہ بجاتے تھے - اس سے اونکي آزادي تجارت کا اندازہ ھوسکتا ھے - افلاس کدۂ عرب کي عام غذا تو کھجور اور جو کي روٹي تھي' لیکن جو لوگ دولتمند ھوتے تھے' وہ میدہ کي روٹي کھاتے تھے - لیکن اسکے لیے نہایت شوق کے ساتھہ شام کے قافلہ کا انتظار کرنا پڑتا تھا - چنانچہ جب وہ قافلہ آتا تھا تو وہ لوگ صرف اپنے لیے میدہ خرید لیتے تھے - باقي تمام گھر کا خرچ اوسي جو اور کھجور سے چلتا تھا (۳) - زمانۂ اسلام میں بھي یہي حالت قائم رھي -

---

(۱) تاریخ ابن اثیر

(۲) بخاري جزو ۳ - ص - ۲۲ -

(۳) ابو داؤد جلد ۲ - ص - ۶۳ -

(۴) بخاري جزو ۲ - ص - ۵۶

(۱) بخاري جزو ۲ - غزوۂ تبوک -

(۲) بخاري جزو ۳ - صفحہ ۹۹ -

(۳) ترمذي - ص - ۴۹۴ -

پھیروں کے پاس جانا (متي ۹ : ۱۶)

اپني اس ايجاد پر بڑا ناز هوگا که وه آب و دانه کا فاقه کرکے قيد خانے کي مصيبتوں سے بچ جاتي هيں - ليکن سب سے پہلے عرب کي ايک عورت نے اسلام کے مقابلے ميں اس آلے کا استعمال کيا تها - جب حضرت سعد بن ابي وقاص رضي الله عنه اسلام لائے ' تو اونکي ماں نے ناراض هوکر قسم کها لي که اگر وه اس مذهب سے باز نه آئے تو نه اون سے کبهي بولوں گي ' نه کهانا کهاؤں گي ' نه پاني پيوں گي - يه محض دهمکي هي نه تهي ' بلکه اُس نے اس پر عمل بهي کيا ' اور اسي حالت گرسنگي ميں تين دن گذار ديے - تيسرے دن جب فرط ضعف سے بيهوش هوگئي ' تو اس نازک حالت کو ديکهکر اُسکے دوسرے لڑکے نے پاني پلا ديا - هوش ميں آئي تو سعد کو بد دعائيں ديں - (۱)

ابتداے اسلام ميں بعض صحابه نے بهي کفار کو تجارت کي روک ٹوک کي دهمکي دي تهي - چنانچه غزوهٔ بدر سے پہلے ايک بار حضرت سعد بن معاذ رضي الله عنه عمره کي غرض سے مکه آئے ' اور قديم دوستانه تعلقات کي بنا پر اميه بن خلف کے يہاں قيام کيا - چونکه کفار آزادي کے ساتهه عمره لانے کا موقع نہيں ديتے تهے ' اسلیے انهوں نے ايک دن موقع پا کر دوپهر کے سناٹے ميں اميه کے ساتهه طواف کرنا چاها - اتفاق سے ابوجهل سے ملاقات هوگئي - اوس نے کها : " تم اس طرح بيدهڑک مکه ميں طواف کر رهے هو ' حالانکه تم نے گمراه مسلمانوں کو اپنے يہاں پناه دي هے اور اونکي مدد کر رهے هو ؟ اگر تم ابوصفوان (اميه) کے ساتهه نه هوتے ' تو يہاں سے زنده واپس نه جا سکتے " -

اس پر حضرت سعد بن معاذ کو بهي غصه آ گيا - اونهوں نے بهي دهمکي دي : " اگر تم مجهے طواف سے روکوگے تو ميں تمهاري راه ميں اس سے بهي سخت رکاوٹيں پيدا کرونگا ' يعني مدينه کے راستے سے تمهارا جو کاروان تجارت شام کو جايا کرتا هے ' اوسکو روک دوں گا " (۲)

حضرت سعد بن معاذ رضي الله عنه نے يه صرف دهمکي هي دي تهي ' مگر بعض مسلمانوں نے اس پر عمل بهي کيا - چنانچه صلح حديبيه کے بعد جو مسلمان مکه سے بهاگ کر ساحل دريا پر مقيم هوگئے تهے ' وه مجبوراً قريش کے کاروان تجارت کي لوٹ سے اپني ضرورتيں پوري کرتے تهے - تاهم خود آنحضرت نے نه تو کبهي ايسا کها اور نه اسپر پسنديدگي ظاهر کي - چنانچه جب قريش نے ساحل بحر کے مسلمانوں کي شکايت کي تو (حسب تصريح بخاري) آپ نے انهيں اپنے پاس بلا ليا -

اسلام دنيا ميں خالي هاتهه آيا - نه اوسکے دامن ميں لعل و جواهر کے ذخيرے تهے ' نه وه اپني جيب ميں چاندي سونے کے سکے رکهتا تها - نه اوسکے پاس اس قدر سرمايه تها که لوگوں سے لين دين بڑهاتا ' تجارت کي منڈياں قائم کرتا ' يا کم از کم بازار ميں ايک معمولي سي دکان هي لگا ديتا - اوسکي جهولي ميں صرف مخلصين مومنين کے چند دل تهے ' جو اگرچه لعل و جواهر سے زياده گراں قيمت اور چاندي سونے کے سکوں سے زياده بيش بها تهے ' ليکن اُسوقت عرب کے بازار ضلالت ميں اس سودے کا کوئي خريدار نه تها !

اُس زمانے ميں عرب کي تجارت کا تمام کار و بار کفار مکه اور يهود مدينه کے هاتهه ميں تها ' ليکن عرب ميں جو بد اخلاقياں عموماً پهيل گئي تهيں ' اونکا اثر سب سے زياده داد و ستد کے معاملات پر پڑتا تها - اس بنا پر تجارت تمام اخلاقي خرابيوں کا مرکز بن گئي تهي - عرب ميں سب سے زياده متمول اور کار و باري قوم يهود کي

(۱) صحيح مسلم جلد ۲ ص ۳۲۷ مناقب سعد بن ابي وقاص

(۲) بخاري جزو - ۵ - ص - ۷۱

تهي - ليکن يه لوگ معاملات ميں نهايت سخت اور حريص تهے - يہاں تک که بچوں اور عورتوں تک کو رهن رکهتے تهے (۱) اور قرض کے تقاضے ميں نهايت بے مروتي کا اظهار کرتے تهے - چنانچه حضرت جابر بن عبد الله رضي الله عنه کے والد نے جب انتقال کيا تو انپر ايک يهودي کا قرض باقي رهگيا تها - اوس نے تقاضا کيا تو حضرت جابر رضي الله عنه نے چند دنوں کي مهلت مانگي - اوس نے انکار کرديا - اونهوں نے آنحضرت سے سفارش کرائي - آنحضرت اوسکے پاس خود تشريف ليگئے اور اس معامله کے متعلق بالمشافه گفتگو کي - ليکن اوس نے آپ کي سفارش کو بهي رد کرديا (۲) معاملات کے متعلق کفار کا جو طرز عمل تها وه اس سے بهي زياده سخت تها ' اور اوسکا اثر مسلمانوں پر بلکه خود اسلام پر بهي پڑتا تها - عاص بن وائل پر خباب کا کچهه قرض تها - جب اونهوں نے اوس سے تقاضا کيا تو اوس نے کها : جب تک تم محمد صلی الله عليه وسلم کي رسالت کا انکار نه کروگے ' ميں تمهارا قرض ندوں گا ! (۳)

يه لوگ خود آنحضرت کے ساتهه بهي نهايت بيهوده طريقه سے پيش آتے تهے - آپ پر ايک کافر کا قرض تها ' اوس نے اس سختي کے ساتهه آپ سے تقاضا کيا که صحابه اس کي بے ادبي پر ضبط نه کرسکے ' اور اوسکو اس گستاخي کي سزا ديني چاهي - ليکن آنحضرت صلی الله عليه وسلم نے يه کهکر روکديا : " جسکا حق هے وه اسقدر باتيں بهي سنا سکتا هے " (۴)

اهـل عرب نے خارجي ممالک سے جو تجارتي تعلقات قائم کرليے تهے ' وه بهي اسلام کيليے نهايت مضر تهے - چنانچه حضرت دحيه کلبي جب آنحضرت کا خط هرقل شاه قسطنطنيه کے پاس ليکر گئے تو اسوقت ابو سفيان تجارتي اغراض سے شام ميں مقيم تها - هرقل نے اوسکو طلب کيا اور آنحضرت کے متعلق متعدد سوالات کيے - ان سوالات کي سنجيدگي نے اگرچه ابو سفيان کو آنحضرت يا اسلام کے معائب و مثالب کے اظهار کا موقع نہيں ديا ' تاهم جب آنحضرت کے وفاے عهد کے متعلق دريافت کيا گيا تو باوجوديکه اوسکو آنحضرت کي پابندي عهد کا علم تها ' ليکن هرقل کو يه کهکر در پرده مشتبه کردينا چاها که " اسوقت تو هملوگوں کے درميان معاهده صلح هو گيا هے ' ديکها جاے وه اسکو قائم رکهتے هيں يا نهيں ؟ " چنانچه ابوسفيان کو خود اعتراف هے که اُسنے به هزار دقت يه موقع پيدا کيا تها :

ما اتمكني من كلمة ادخل فيها شيئا غير هذا - (۵)	هرقل نے مجهے يه موقع هي نهيں ديا که اسکے سوا کسي اور سوال کے

جواب ميں تدليس اور فريب کاري کرسکوں -

ان اسباب کي بنا پر اسلام تجارتي معاملات ميں روک ٹوک کرنے کا جائز حق رکهتا تها - ليکن اسلام کي ده ساله فاتحانه تاريخ ميں ايک موقع بهي ايسا نهيں پيش آيا جهاں اسلام کي کوه شکن قوت کسي کاروباري ترازو سے ٹکرائي هو - بلکه اسکے خلاف اسلام نے عرب کے اندر تجارت کا بازار اور زياده گرم کرديا - زمانهٔ جاهليت ميں اهل عرب نے خانه کعبه کے متصل ذوالمجنه ' عکاظ ' ذوالمجاز ' وغيره متعدد بازار قائم کرليے تهے جو زمانهٔ حج ميں تجارت کي اچهي خاصي منڈي بن جاتے تهے - اسلام نے چونکه جاهليت کے اکثر شعائر مٹا ديے تهے ' اسليے اول اول صحابه نے اون بازاروں سے

(۱) بخاري جزو - ۳ - ص - ۱۱۸

(۲) بخاري جزو - ۹ - ص - ۳۵ -

(۳) بخاري جزو ۵ ص - ۷۱

(۴) بخاري جزو ۵ ص - ۹۱

(۵) بخاري جزو ۳ - ص - ۱۱۷ -

هر فرمایش میں البلاغ کا حوالہ دینا ضروری ہے

رینلڈ کي مسٹریز اف دي کورٹ ف لندن

یه مشهور ناول جو که سوله جلدوںمیں ہے ابھي چھپ کر تیار ہے اور تھوڑي سي رهگئي ہے - اصلي قیمت کي چوتھائي قیمت میں دیجاتي ہے - اصلي قیمت چالیس ۴۰ روپیه اور اب دس ۱۰ روپیه - کپڑیکي جلد ہے جسمیں سنهري حروف کي کتابت ہے اور ۳۱۶ هاف ٹون تصاویر هیں تمام جلدیں دس روپیه میں وي - پي اور ایک روپیه ۱۴ - آنه محصول ڈاک -

امپیریل بک ڈیپو - نمبر ۶۰ سریگوپال ملک لین - بڈوبازار - کلکته

Imperiai Book Depot, 6o Srigopal Mullick Lane, Bowbazar Calcutta.

نصف قیمت اور

تبله انعام

همارا سائنس فکسن فورمٹ هارمونیم سریلا اور مضبوط سب موسم اور آب و هوا میں یکساں رهنے والا همارے خاص کارخانه میں گراساں لکڑي سے طیار کیا هوا ہے اسوجه سے کبھي پوري قیمت اور کبھي نصف قیمت پر فروخت کرتے هیں - ایک ماه کیلیے یه قیمت رکھي گئي ہے - ایک مرتبه منگواکر آزمایش کیجیے - نهیں تو پھر آپکو افسوس کرنا پڑیگا - اگرچه مال ناپسند هوے تو تین روز کے اندر واپس کرنے سے هم واپس کرلیدینگے - اس وجه سے آپ دریافت کرلیجیے که یه کمپني کسي کو دهوکا نهیں دیتي ہے - گرانٹي تین برس - سنگل ریڈ اصلي قیمت ۳۵ - ۴۰ - ۵۰ روپیه - اور اسوقت نصف قیمت ۱۹ - ۲۰ - ۲۵ روپیه - و ڈبل ریڈ اصلي قیمت ۶۵ - ۷۰ - ۸۰ - ۹۰ روپیه - و نصف قیمت ۳۲ - ۳۵ - ۴۰ - ۴۵ روپیه - هر ایک باجه کیواسطے مبلغ پانچ روپیه پیشگي روانه کرنا چاهیے اور اپنا پورا پته اور ریلوے اسٹیشن صاف صاف لکھنا چاهیے - هر ایک سنگل ریڈ کے ساتھه ایک گھڑي اور ڈبل ریڈ کے ساتھه ایک تبله و ڈگی انعام دیا جاویگا - هندي هارمونیم سکھها کا قیمت ایک روپیه ہے -

نیشنل هارمونیم کمپني ڈاکخانه شمله - کلکته

SALVITAE

یه ایک اتنا مجرب دوا ان امراض کا ہے که جسکي وجه سے انسان اپني قدرتي قوت سے گرجاتا ہے - یه دوا ان کھوئی هوئي قوت کو پھر پیدا کر دیتي ہے - قیمت ایک روپیه -

ASTHMA TABLETS

کسي قسم کا دمه اور کتنے هي عرصه کا هو اگر اس سے اچھا نه هو تو همارا ذمه - کھانسي کے لیے بھي مفید ہے - قیمت ایک روپیه -

PILES TABLETS.

بواسیر خوني هو یا بادي - بغیر جراحي عمل کے اچھا هوتا ہے - قیمت ایک روپیه -

S. C. Roy, M. A. Mfg. Chemists 36 Dharamtola Street, Calcutta

---

هر قسم کے جنون کا مجرب دوا

اسکے استعمال سے هر قسم کا جنون خواه نوبتي جنون، مرگي والا جنون، غمگین رهنے کا جنون، عقل میں فتور، بے خوابي وغیره وغیره دفع هوتي ہے - اور وه ایسا صحیح و سالم هوجاتا ہے که کبھی ایسا گمان تک بھي نهیں هوتا که وه کبھي ایسے مرض میں مبتلا تھا - قیمت في شیشي پانچ روپیه علاوه محصول ڈاک -

S. C. Roy, M. A. 167/3, Cornwallis Street, Calcutta.

امراض مستورات

کے لیے ڈاکٹر سیام صاحب کا اوبھرالین

مستورات کے جمله اقسام کے امراض - کا خلاصه نه آنا - بلکه اسوقت درد کا پیدا هونا - اور اسکے دیر یا هونیسے تشنج کا پیدا هونا - اولاد کا نهونا غرض کل شکایات جو اندروني مستورات کو هوتے هیں - مایوس شده لوگونکو خوشخبري دیجاتي ہے که مندرجه ذیل مستند معالجونکي تصدیق کرده دوا کو استعمال کریں اور نمو زندگاني حاصل کریں - یعني ڈاکٹر سیام صاحب کا اوبھرالین استعمال کریں اور کل امراض سے نجات حاصل کرکے صاحب اولاد هوں -

مستند مدراس شاهد - ڈاکٹر ایم - سي - ننجنڈا راؤ اول اسسٹنٹ کیمیکل اکزامنر مدراس فرماتے هیں - "میںنے اوبھرالین کو امراض مستورات کیلیے" نهایت مفید اور مناسب پایا -

مس ایف - جي - ریلس - ایل - ایم - ایل - آر - سي - پي ایند ایس - سي گوشا اسپتال مدراس فرماتي هیں :- "نمونے کي شیشیاں اوبھرالین کي اپنے مریض پر استعمال کرایا اور بیحد نفع بخش پا" -

مس ایم - جي - ایم - براڈاي - ایم - ڈي - (برن) بي - ایس - سي - (لنڈن) سینٹ جان اسپتال ارکارڈي بمبئي فرماتي هیں: "اوبھرالین جسکو نه مینے استعمال کیا ہے" زنانه شکایتوں کیلیے بهت عمده اور کامیاب دوا ہے"

قیمت في بوتل ۲ روپیه ۸ آنه - ۳ بوتل کے خریدار کیلیے صرف ۶ روپیه -

پرچه هدایت مفت درخواست آنے پر روانه هوتا ہے -

Harris & Co., Chemists, Kalighat Calcutta.

IMPERIAL FLUTE

بهترین اور نهایت لاجواب قیمت سنگل ریڈ ۱۴ - ۱۸ - ۲۰ روپیه

قیمت ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۸ - ۳۵ روپیه

هر درخواست کے ساتھه ۵ روپیه بطور پیشگي آنا چاهیے -

GANGA FLUTE

قیمت سنگل ریڈ ۱۳ - ۱۷ - و ۲۰ - روپیه -

ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۷ - ۳۵ - روپیه

I mperial Depot, 60, Srigopal Mallick Lane Bowbazar, Calcutta.

پوہن ٹائین

ایک عجیب و غریب ایجاد اور حیرت انگیز دوا، یه دوائل دماغي شکایتونکو دفع کرتي ہے - پژمرده دلونکو تازه بناتي ہے - یه ایک نهایت موثر ٹانک ہے جو که یکساں مرد اور عورت استعمال کر سکتے هیں - اسکے استعمال سے اعضاء رئیسه کو قوت پهونچتي ہے - هسٹریه وغیره او بھی مفید ہے جو لوگ کو لونکي بکس کی قیمت دو روپیه -

زینو ٹون

اس دوا کے بیروني استعمال سے ضعف باه ایکدم دور هو جاتی ہے اس کے استعمال کرتے هي آپ محسوس کرینگے قیمت ایک روپیه آٹھه آنه -

AYESHA

مُفرح دماغ - حسن کي افزائش - رگوں کي تازگي - بال کا بڑھنا یه سب باتیں اسمیں موجود هیں - نهایت خوشبودار - قیمت ۲ روپیه -

نمونه مُفت - مشوره مُفت - فهرست مُفت

Dattia & Co, Manufacturing Chemist, Post Box 141 Calcutta.

مفت! مفت!!

رائے صاحب ڈاکٹر کے - سي - داس صاحب کا تصنیف کرده نوجوانوں کا رهنما و صحت جسماني و زندگي کا بیمه کتاب قانون عیاشي - مفت روانه هوگا -

Swasthy Sahaya Pharmacy, 30/2, Harrison Road Calcutta

المسئلة والمناظرة

(النـــوم)

از روے طب قدیم

گذشته اشاعت میں بد ضمن مذاکرهٔ علمیه جناب نے جو تحقیقات نیند اور اسکي حقیقت کے متعلق شائع فرمائي هے ' اور حکماء یورپ کے مختلف اقوال و مذاهب کا خلاصه درج کیا هے ' اسے خاکسار نے نہایت دلچسپي اور ذوق سے پڑھا - لیکن افسوس هے که جو کچھه تحقیقات همارے طب قدیم میں اسکے متعلق موجود هے ' اسکے مقابلے میں اس کي کوئي خاص وقعت محسوس نهوئي ' اور نه کوئي ایسا نیا حل ملا جو تحقیقات طبیهٔ قدیمه سے بے نیاز کردے - اگر اس راے کو " قدامت پرستي " کے الزام دهي کا آله نه بنایا جاے تو کہا جا سکتا هے که حکماء یورپ کي تحقیقات نے بجاے حل مشکلات و تسهیل مطالب کے اور زیاده حقیقت کو مستور کر دیا هے -

جناب مجھے اجازت دیں که نہایت مختصر طور پر طب قدیم کي تحقیقات بھي اسکے متعلق عرض کردوں ' تا که ارباب نظر و حکمت کے سامنے دونوں چیزیں به یک وقت آجائیں اور وه غور کر سکیں که حقیقت سے اقرب کونسي راه هے ؟ بہت ممکن هے که کوئي صاحب ان دونوں بیانات کو پڑھکر مزید غور و فکر کریں ' اور ایک مفید سلسله مباحث علمیه کا اسپر مرتب کیا جا سکے - مذاکرهٔ علمیه سے اصل مقصود یہي هے اور علمي معلومات و مذاق کو بغیر اسکے نشوؤ نما نہیں مل سکتي -

(تحقیقات طبیه)

النـــوم حال یعرض للحیوان ان یقف فیـه النفس عـن استعمـال الحواس الظـاهرة و الحـرکات الارادیة ' و یلزمه رجوع الـــروح النفســاني و انقطـــاعه عن الا لات الی المبدء ' لا بالکلیة بل ینبعث فیه شي تسیرالیها ' و بحسب ذالـک یکون استغراق النوم و عـــدم استغراقه -	نوم حیوان کے ایک حال کا نام هے ' اس میں نفس حواس ظاهر اور حرکات ارادیه سے (جو مثل جواسیس و خدام هیں) کام لینے سے رکجاتا هے اور روح نفساني بھي به تتبع نفس نفوذ ظاهر سے باز رهتي هے ' اور مبدء سے الات کا تعلق مسدود هو جاتا هے - یه تعلق جسقدر مسدود هوگا اوسي قدر گہري نیندطاري هوئي -

اولاً یه امر ذهن نشین هوجانا چاهیئے که دماغ مبدء قوة نفساني هے - حواس خمسهٔ ظاهره ' بصر ' سمع ' شامه ' ذوق ' لمس میں اور اعصاب مثل جواسیس و الات کے هیں - معلومات حاصله کو حواس ظاهره حس مشترک کے حوالے کردیتے هیں - حس مشترک منجمله قواء دماغ ایک قوة هے جسکا فعل صرف احساس مدرکات ظاهره هے - ان مدرکات کي ترکیب و تفصیل و اخذ معاني جزئیه دوسري دماغي قوة متصرفه کا فعل هے ' اور جلب نافع و هرب عن الضار ایک اور قوة دماغي کا فعل هے جسکو " معرکه " کہتے هیں - حواس خمسه کي مثال ٹیلیفون اور دوربین کي سي هے - یه هر دو الات مدرک بنفسه نہیں هیں جب تک که کوئي دیکھنے والا یا سنے والا نه هو - اعصاب معرکه مثل انجن کے هیں - جبتک اسکا کوئي چلانے والا نه هو وه بیکار محض هے -

معده کي بخارات رطبیه ودهنیه رگوں کے ذریعه سے بجانب دماغ متصاعد هوتے هیں ' اور تراکم کي شکل میں متغیر به طوبات هو جاتے هیں - یه رطوبت چونکه اعصاب کو مسترخي کر دیتي هے اسلیے اجزاء دماغ و اعصاب ایک دوسرے پر منطبق هو جاتے هیں ' روح نفساني جو حامل قوة نفساني هے ان بخارات کے اختلاط سے کثیف هو جاتي هے ' اور تعلق مبدء کا الات سے منقطع هو جا تا هے ' کیونکه روح نفساني کا نفوذ مثل نفوذ شعاع شمس کے هے - جب هوا میں دهواں ملجاتا هے ' تو دهوپ بہت هلکي هوجاتي هے - یا جب ابر آجاتا هے تو سایه هو جاتا هے - اسیطرح ابتداء نوم میں اصوات محسوس هوتي رهتي هیں ' جب اس تکدر روح اور اجزاء مانع وصول کا انطباق بجانب دماغ هو جاتا هے ' تو نائم مستغرق کو مناظر و اصوات و رائحه و ذائقه و خشونت و صلابت وغیره مستدرک نہیں هوتے - اسي لیے بچوں ' نوجوانوں ' مرطوب مزاجوں کو زیاده اور گہري نیند آتي هے ' اور یابس المزاج کو کم آتي هے - حالت نوم میں نفس کے ساتھه روح و اخلاط (موجبات حر) بھي بجانب باطن متوجه هو جاتے هیں ' اور ظاهر بدن میں برودت هو جاتي هے ' یہي وجه هے که نائم کو سردي زیاده محسوس هوتي هے اور حالت خواب میں زیاده کپڑے اوڑھنے پڑتے هیں -

اضطرار الی النوم کي وجه یه هے که طبیعة حالت بیداري میں احساس اور حرکت ارادي کے کمال کیطرف متوجه رهتي هے اور یه افعال روح کي حرکت سے ظهور پذیر هوتے هیں - حرکت موجب تحلل هے - باوجودیکه بدل ما یتحلل هر آن هوتا رهتا هے ' مگر نه اسقدر که تلافي مافات کو کافي هو - کیونکه روح اور خون کے ساتھه حرارة غریزي ظاهر بدن کیطرف مائل هوتي هے - بدینوجه افعال هضم و استحلال و تسئیل باطن بدن میں بدرجه اتم نہیں هوتے - پس ایک ایسے وقفه کي ضرورت هے که طبیعة بالکله بجانب باطن متوجه هوکر افعال کي تکمیل کرے اور اس سے اجتماع روح و قوی ' و استراحت تامه حاصل هو - اوسي توقف کا نام نیند هے -

محمد علي بیگ (دهلي)

(بقیه مضمون صفحه ۲۵ کا)

ان واقعات سے ثابت هوتا هے که اسلام کسطرح غیر مذهب کے تاجروں کا خیر مقدم اور استقبال کیا کرتا تھا - اور تجارتي آزادي کو کس طرح اس نے هر عهد اور هر دور میں قائم رکھا ؟

لیکن یه یورپ کي زبان میں عهد وحشت تھا - یه ان لوگوں کا دور تھا جنہوں نے تلوار کے زور سے لوگوں کو اپنا حلقه بگوش بنایا ' جنکے پاس حق اور عدالت کي کوئي دعوة ایسي نه تھي جو تلوار کے سایے سے باهر بھي دنیا کو متوجه کرسکے ! با این همه یورپ کي تہذیب اور نوع پرستي کے منتہاء کمال کو بھي آج هم نہایت دلچسپي سے دیکھه رهے هیں - همارے سامنے اُن مقتولین کي لا تعد و لا تحصی فہرستیں هیں جو میدان جنگ میں نہیں بلکه امن و انزوا کي بستیوں میں مارے گئے ' هم هر روز اُن جہازوں کي تباهي کا افسانه پڑھتے هیں جو ڈبو دیے گئے اسلیے که اسمیں انسانوں کي ایک جمعیت اور انساني غذا کي ایک کافي مقدار تھي - هم اُن شریفانه اعلانات و مہذبانه عزائم کي سرگذشتیں سن چکے هیں جن میں اپنے تفوق و عظمت کا سب سے بڑا ثبوت یه دیا جاتا هے که دشمن کي انساني ابادیوں کو بھوک اور افلاس سے یکسر قتل کر دیا جائیگا اور تجارتي راهیں تمام مسدود کردي جائیگي - پھر ان اعمال انسانیة ' ان افعال مدنیة ' ان اعلانات شرافت ' پر فخر هے ' غرور هے ' ناز هے ' مسابقت هے ' منافست هے ' اور هر فریق مدعي هے که اس نے سب سے زیاده درندگي کي ' اور سب سے زیاده انسانوں کو تسا اور چیرا اور پھاڑا - پھر آج عالم انسانیة تمدن کیلیے تشنه هے یا وحشت کیلیے ؟ دنیا کے مستقبل کو پکارنا هے یا ماضي کو ؟

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا

اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ (۱۴ : ۵۲)

جلد ۱ | کلکتہ : جمعہ - ۲ صفر سنہ ۱۳۳۴ ہجری ، | نمبر - ۳

Calcutta : Friday, December 10 1915.

ترجمان القرآن

یعني قرآن حکیم کا اردو ترجمہ ' از خامۂ ایڈیٹر الهـلال

آسماني صحائف و اسفار کے حقیقي حامل و مبلغ حضرات انبیاء کرام و رسل عظام هیں - پس انکي تبلیغ و تعلیم اور نشر و ترویج کا مقدس کام دراصل ایک پیغمبرانہ عمل ہے ' جس کي توفیق صرف انهي لوگوں کو مل سکتي ہے جنهیں حق تعالی انبیاء کرام کي معیت و تبعیت کا درجہ عطا فرماتا ہے ' اور انکا نور علم براہ راست مشکوۃ نبوت سے ماخوذ هوتا ہے : و ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء -

هندوستان کي گذشتہ قرون اخیرہ میں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کي توفیق ملي ' وہ حضرت شاہ عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان تها - انکے فرزند حجۃ الاسلام ' امام الاعلام ' مجدد العصر ' حضرۃ شاہ ولي اللہ قدس سرہ تهے ' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حکیم کے ترجمہ کي ضرورت الہام الهي سے محسوس کي ' اور فارسي میں اپنا عدیم النظیر ترجمہ مرتب کیا - انکے بعد حضرۃ شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیهما کا ظهور هوا ' اور اردو زبان میں ترجمۃ القران کي بنیاد استوار هوئي - شکر اللہ سعیهم ' و جعل الجنۃ مثواهم !

اس واقعہ پر ٹهیک ایک صدي گذر چکي ہے ' لیکن یہ کہنا کسي طرح مبالغہ آمیز نہ سمجها جائیگا کہ نشر و تبلیغ قرآن حکیم کي جو بنیاد اس خاندان بزرگ نے رکهي تهي ' اسکي تکمیل کا شرف حق تعالی نے ایڈیٹر الهلال کیلیے مخصوص کردیا تها ' جنهوں نے بعض داعیان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فہم حقائق و معارف قرانیہ ' و ضروریات و احتیاجات وقت کو ملحوظ رکهکر قرآن حکیم کا یہ اردو ترجمہ نہایت سلیس ' عام فہم ' معني خیز ' حقیقت فرما عبارت میں مرتب کیا ہے ' اور بحمد اللہ کہ زیر طبع ہے -

یہ ترجمہ کیسا ہے ؟ ان لوگوں کیلیے جو الهلال کا مطالعہ کرچکے هیں ' اسکا جواب دینا بالکل غیر ضروري ہے -

یہ ترجمہ حامل المتن ٹائپ کي جگهہ لیتهو میں چهاپا جارہا ہے تاکہ ارزاں هو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب کے مطالعہ میں آسکے - قیمت في جلد چهہ روپیہ رکهي گئي ہے - لیکن جو حضرات اس اعلان کو دیکهتے هي قیمت بهیجدینگے ' ان سے صرف ساڑهے چار روپیہ لیے جائینگے - درخواستیں اور روپیہ منیجر البلاغ کے نام بهیجنا چاهیے -

قیمت فی پرچہ چـــار آنـــہ

فی

مقاصد القرآن

هذا بیان للناس ، و هدی و رحمة لقوم یوقنون

یعنی قرآن حکیم کی مفصل تفسیر از جانب اڈیٹر الهلال

اس تفسیر سے متعلق صرف اسقدر ظاهر کردینا کافی هے کہ قرآن حکیم کے حقائق و معارف اور اوسکے محیط الکل معلمانہ دعوة کا موجودہ دور جس علم کے فیضان سے کھل گیا ہے ، یہ اسی علم سے نکلی هوئی مفصل اور مکمل تفسیر القرآن هے !

یہ تفسیر دوروں کیلیے مطبع کو حکم دیا شروع هوگئی هے - هر مہینے کے وسط میں اسکے کم سے کم ۶۴ اور زیادہ سے زیادہ ۱۰۰ صفحے اعلی درجہ کے کاغذ پر [illegible] شائع هوتے رهینگے - اس سلسلے کا پہلا نمبر جسمیں نصف حصہ مقدمۂ تفسیر اور نصف سورۂ فاتحہ کی تفسیر [illegible] شائع هوجائیگا - قیمت [illegible] چار روپیہ بعد کو [illegible] روپیہ -

اڈیٹر الہلال کی راے

میں همیشہ کلکتہ کے یورپین فرم " [illegible] " کے یہاں سے عینک لیتا تھا - اس مرتبہ مجھے ضرورت هوئی تو میسرز ام - ان احمد - اینڈ سنز (نمبر ۱-۱۵ رپن اسٹریٹ کلکتہ) سے [illegible] قسم کی عینکیں خریدیں ، اور میں اعتراف کرتا هوں کہ وہ هر طرح ان اور عمدہ هیں ، اور یوروپین کارخانوں سے مستغنی کردیتی هے - مزید براں مقابلتاً بہت ارزاں هیں - کام بھی جلد اور وعدہ کے مطابق هوتا هے

ایکو واجبی قیمت پر هر قسم کی اعلی [illegible] مضبوط صحیح وقت دینے والی گھڑیوں کی ضرورت هو
تو ان میں سے ایک منگوکر آزمائیے - [illegible] قیمت وغیرہ کی [illegible] پڑار دھوکا نہ کہائیں -

۱ - انگما واچ پتلی خوشنما مضبوط و صحیح وقت کی گارنٹی ۳ سال مع محصول ۵ روپیہ -

۲ - ڈبل کیس خوبصورت و مضبوط وقت کی سچی گارنٹی ۳ سال مع محصول ۶ روپیہ -

۳ - چاندیکی ڈبل کیس مثل کرونومیٹر کے وقت کی سچی گارنٹی ۳ سال مع محصول ۱۰ روپیہ -

۴ - نکل کیس و میکا واچ نہایت پائدار و وقت کی نہایت سچی گارنٹی ۵ سال مع محصول ۱۷ - روپیہ -

۵ - نیو رسٹ واچ هاتھہ کی ریب دینے والی مع تسمہ گارنٹی چار سال مع محصول ۱۵ - روپیہ سے ۲۲ - روپیہ تک -

صرف اپنی عمر و دور و نزدیک کی بینائی کی کیفیت تحریر فرمانے پر همارے [illegible] تجربہ کار ڈاکٹروں کی تجویز سے اصلی پتھر کی عینک بذریعہ وی - پی کے ارسال خدمت کی جائیگی - اسپربھی اگر آپ کے موافق نہ آے تو بلا اجرت بدل دی جائیگی -

عینک نکل کمانی مع اصلی پتھر کے قیمت [illegible] روپیہ سے آٹھہ روپیہ تک -

عینک رولڈ گولڈ کمانی مع اصلی پتھر کے قیمت دس روپیہ سے پندرہ روپیہ تک - محصول ڈاک وغیرہ ۶ - آنہ -

دو نظر (یعنی نزدیک و دور دیکھنے) کی عینک قیمت بالا نرخوں سے ۵ روپیہ زیادہ -

ایم - ان - احمد اینڈ سنز تاجران عینک و گھڑی نمبر ۱ - ۱۵ رپن اسٹریٹ ڈاکخانہ ویلسلی کلکتہ

یہ سخت سردی کے موسم میں تندرست انسان کا جان بابت هو رها هے - سردی هٹانے کیلیے کتنے بندوبست کیے جاتے هیں - لیکن افسوس بدقسمتی سے دمہ کے مریض نا قابل برداشت تکلیف دمہ سے پریشان هوتے هیں ، اور رات و دن سانس پھولنے کیوجہ سے دم نکلے جاتے هیں ، اور نیند تک حرام هو جاتی هے - دیکھیے ! آج انکو کسقدر تکلیف هے - لیکن افسوس هے کہ اس لا علاج مرض کی بازاری دوا زیادہ تر نشیلی اشیا از دھتورہ ، بھنگ ، [illegible] ، پوٹاس ، [illegible] ، دیکر بنتی هے - اسلیے فائدہ هونا تو درکنار مریض بے موت مرا جاتا هے - ڈاکٹر برمن کی کیمیائی اصول سے بنی هوئی دمہ کی دوا انمول جوهر هے - یہ صرف هماری [illegible] نہیں هے بلکہ هزاروں مریض اس مرض سے شفاء پاکر مداح هیں - آپنے بہت خرچ کیا هوگا لیکن ایک مرتبہ [illegible] بھی آزمائیں - اسمیں نقصان نہیں - قیمت ایک روپیہ چار آنہ فی شیشی - محصولڈاک ۵ آنہ - اس دوا کی دو خاص فوائد هیں - (۱) ایک خوراک میں دمہ دبتا هے - (۲) اور کچھہ روز استعمال سے جڑ سے چلا جاتا هے اور جبتک استعمال میں رهے دورہ نہیں هوتا هے -

ڈاکٹر ایس - کے - برمن - نمبر ۵ و ۶ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ -

Printed & Published by Q. Ahmad at the AL-BALAGH Press, 45, Ripon Lane Calcutta.

Tel Address : "Albalagh," Calcutta.
Telephone No 648

AL-BALAGH.

: Chief Editor.
Abul Kalam Azad,
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly .. Rs 6-12

مدیر مسئول و رئیس قلم تحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - رپن لین
کلکتہ

ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

نمبر - ۳

کلکتہ : جمعه - ۲ صفر سنه ۱۳۳۴ هجري
Calcutta : Friday, December 10 1915.

جلد ۱

بعض اطلاعات مهمه

(۱) گذشته اشاعت ميں هم نے "ترجمان القران" اور "البيان" كي پيشگي قيمتوں كي ترسيل كے متعلق بالتفصيل لكها تها - اميد هے كه احباب كرام اسپر مزيد توجه فرمائيں گے - اگر انهيں يه كتابيں ليني هيں تو بهرحال قيمت بهيجني هي هے - پهر اسميں كيا حرج هے كه وه ابهي سے بهيجديں - ايک ذرا سے تقديم و تاخير كے ذريعه وه پريس كيليے اپنے عمل كو مفيد بنا سكتے هيں -

(۲) اكثر حضرات نے لكها هے كه "البيان" كي رعايتي پيشگي قيمت كيليے آخر محرم تک كي مدت مقرر كي گئي تهي - اگر اسے زياده وسيع كرديا جاے تو لوگوں كو مزيد موقع ملے - هم اسكے ليے بهي طيار هيں :

بجان و دل ' اگرت هست ميل ' مانع نيست
مئے مغانه سبيل و در مغاں بازست !

چنانچه پهلي صفر كي جگه اب هم آخر صفر تک كي مدت كا اعلان كر ديتے هيں جب تک كه "البيـان" كا پهلا نمبر شائع هوجائيگا - البته واضح رهے كه اصولاً يه مدت صرف پہلے نمبر كي اشاعت سے قبل تک هي كيليے هے - جن حضرات كي قيمتيں اشاعة سے پہلے دفتر ميں پهنچ جائينگي ' وه سب اس اعلان كے ماتحت محسوب هونگي -

(۳) اكثر احباب "البيـان" كے متعلق مزيد حالات دريافت كرتے هيں - مثلاً يه كه پورے قرآن كي تفسير كب تک ختم هوگي ؟ كل تفسير كتني جلدوں ميں هوگي ؟ پهلے ٹكڑے ميں كتنے حصے كي تفسير نكليگي ؟

جواباً گذارش هے كه البيان كي اشاعة كا كسي قدر انتظار كيجيے - اسي سے سارے سوالات حل هو جائينگے - اسكا اندازه سردست كون كرسكتا هے كه پورے قرآن حكيم كي تفسير كتني جلدوں ميں ختم هوگي ؟ آپ ايک چهوٹا سا مضمون لكهنے بيٹهتے هيں تو قصد و اندازه كے خلاف بات كہاں سے كہاں پهنچ جاتي هے ؟ پهر كلام الہي كے حقائق و معارف كا تو عالم هي دوسرا هے :

ايں زميں را آسمانے ديگر ست !

يه صرف اللہ هي كے هاتهه ميں هے كه وه اپنے علوم و اسرار كے جتنے دروازے چاهے كهول دے' اور جتني حقيقتوں كو چاهے بے نقاب كردے - جس انداز پر اس وقت تفسير لكهي جا رهي هے ' اور جسطرح بلا علم و قصد خود بخود نئي نئي بحثيں كهل رهي هيں اور نئے نئے انكشافات هو رهے هيں ' اوس كے ديكهنے سے تو معلوم هوتا هے كه نهايت هي بسط و تفصيل كے ساتهه هر منزل بحث كو طے كرنا پڑيگا - سردست تفسير كا پهلا ٹكڑا جو شائع هوگا ' وه صرف سورۂ فاتحه كي تفسير هے - مگر اسكي سات آيتوں كے اندر هي مباحث و معارف قرآنيه كا اسقدر وافر ذخيره توفيق رباني سے فراهم هوگيا هے ' كه لكهنے سے پہلے اسكا گمان و وهم بهي نه تها - خيال تها كه زياده سے زياده چار يا نچ جزو ميں يه حصه ختم هوجائيگا ' ليكن جب لكهنا شـروع كيا اور يكے بعد ديگرے مطالب و حقائق سے پردے اٹهنے شروع هوے ' تو نظر آيا كه پانچ چهه جزو تو السبع المثاني كي صرف ايک آية كيليے بهي كافي نهيں ! و لله در ما قال .

هماں عشق ست بر خود چيده چندين داستاں ' ورنه
كسے بر معني يک حرف صد دفتر نمي سازد !

و في هذ المعني قول قائل اخر :

شربت الحـب كاسا بعد كاس
فما نفد الشـراب ولا رويت !

اور پهر با اس همه تفصيل و توسع ' اگر اس عاجز كے دل سے پوچهيے تو سچ يه هے كه جو كچهه هو رها هے ' يه بهي ايک اشاره و رمز سے زياده نهيں :

به رمز نكته ادا مي كنم ' كه خلوتياں
سر سبو بكشـادند و در فرو بستند !

البته حق سبحانه و تعالى سے التجا هے كه اتنا وه عمر و فرصت ميں اتني مهلت ضرور عطا فرماے كه يه ابتدا كسي نه كسي طرح انتهاء تک پهنچ جاے' اور جو كچهه آس نے اپنے فضل عجز نواز سے مرحمت فرمايا هے ' وه تدوين و تحرير سے محروم نه رهے - تاهم يه بهي اپني آرزو ' اپني نظر' اپنا بمبلغ سود و زياں ' اور اپنا علم نفع و ضرر هے' اور حكم اسي كا جاري ' اور حكمت و مصلحت اسي كي حكمت و مصلحت هے - اگر اسكي مرضي وه نهو' جو اپني مرضي هے ' تو پهر وهي هو جو اسكي مرضي هے : و ما تشاؤن الا ان يشاء الله ' ان الله كان عليما حكيما !

ولو قلت لي مت ' مت سمعاً و طاعة
و قلت لداعي الموت اهلاً و مرحبـا !

و قال في المثنوي :

گر طمع خواهد ز من سلطان دين
خاک بر فرق قناعت بعد ازيں !

تفسير كے علاوه ايک اهم و مستقل چيز تفسير كا "مقدمه" هے - انشاء الله تعالى اسكے ابتدائي اجزا بهي البيان كي اولين اشاعة كے ساتهه شائع هوجائينگے اور پهر اصل تفسير كے ساتهه چهپتے رهينگے - اميد هے كه مقدمه بهت جلد پورا هوجاے - كيونكه وه ايک محدود و مرتب چيز هے -

" كتاب مرقوم يشهده المقربون " (۸۳ : ۱۸)

" في ذالك فليتنافس المتنافسون ! " [۸۳ : ۲۳]

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاه گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

(۱) " الهـــلال " تمام عالم اسلامی میں پہلا هفته وار رساله ہے جو ایک هي وقت میں دعوة دینیۂ اسلامیۂ کے احیاء ' درس قرآن و سنت کی تجدید' اعتصام بحبل الله المتین کا واعظ ' اور وحدة کلمۂ امة مرحومه کي تحریک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیه' و فصول ادبیه ' و مضامین و مقالات سیاسیه و فنیه کا مصور و مرصع مجموعه تھا - اسکے درس قرآن و تفسیر اور بیان حقائق و معارف کتاب الله الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشہاد قرآنی نے تعلیمات الاهیه کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونه پیش کیا ہے' وہ اس درجه عجیب و موثر ہے که الهلال کے اشد شدید مخالفین و منکرین تک اسکی تقلید کرتے هیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور هیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جمله ' ایک ایک ترکیب ' سلسلۂ علم طریق تعبیر و ترتیب ' و اسلوب و نسج بیان اس وقت تک کے تمام اردو ذخیرہ میں مجددانه و مجتہدانه ہے -

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعة الاهیه کے احکام کو جامع دین و دنیا اور حاوي سیاست و اجتماعیة ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپني خصوصیات کے لحاظ سے کوئی قریبی مثال تمام عالم اسلامي میں نہیں رکھتا-

(۳) وہ تمام هندوستان میں پہلی آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکي تمام سیاسي و غیر سیاسي معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کي' اور سیاسی آزادي و حریت کو عین تعلیمات دین و مذهب کی بنا پر پیش کیا - یہاں تک که دو سال کے اندر هي اندر هزاروں دلوں ' هزاروں زبانوں ' اور صدها اقلام و صحائف سے اس حقیقت کو معتقدانه نکلوا دیا!

(۴) وہ هندوستان میں پہلا رساله ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادي و عملی الحاد کے دور میں توفیق الهي سے عمل بالاسلام والقرآن کی دعوت کا از سر نو غلغله بپا کردیا ' اور بلا ادنی مبالغه کے کہا جاسکتا ہے که اسکے مطالعه سے بے تعداد و بے شمار مشککین ' مذبذبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام ' راسخ الاعتقاد مومن ' صادق الاعمال مسلم ' اور مجاهد في سبیل الله مخلص هوگئے هیں - بلکه متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر کے شہر هیں جن میں ایک نئي مذهبي بیداری پیدا هوگئي ہے : و ذالک فضل الله یوتیه من یشاء و الله ذو الفضل العظیم !

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جہاد في سبیل الله کے جو حقائق و اسرار الله تعالی نے اسکے صفحات پر ظاهر کیے ' وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و مرحمت خاص ہے -

(۶) طالبان حق و هدایت' متلاشیان علم و حکمت' خواستگاران ادب و انشاء' تشنگان معارف الاهیه و علوم نبویه' غرضکه سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعه اور کوئي نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی هوجاتی هوں- وہ مقالات و فصول عالیه کا ایک ایسا مجموعه ہے' جن میں سے هر فصل و باب بجاے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے ' اور هر زمانے اور هر وقت میں اسکا مطالعه مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید هوتا ہے-

(۷) چھه مہینے کي ایک جلد مکمل هوتی ہے - فہرست مواد و تصاویر به ترتیب حروف تہجي ابتدا میں لگا دی گئي ہے - ولایتی کپڑے کی جلد ' اعلی ترین کاغذ ' اور تمام هندوستان میں رحید و فرید چھپائی کے ساتھه بڑي تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلی اور دوسري جلد دوبارہ چھپے گي - تیسري' چوتھي اور پانچویں جلد کے چند نسخے باقی رهگئے هیں - تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتھی جلد میں (۱۲۵) سے زاید هاف ٹون تصویریں بھی هیں' اس قسم کي دو چار تصویریں بھی اگر کسی اردو کتاب میں هوتی هیں تو اسکی قیمت دس روپیه سے کم نہیں هوتی

(۹) با این همه قیمت صرف سات روپیه ہے- ایک روپیه جلد کي اجرت ہے-

هے، تو اس وقت یہ واقعہ کوئی پہلا واقعہ نہ تھا، اور اسکے نظائر و امثال کے متعدد نمونے جسطرح ہر باشندۂ ہند کے سامنے تھے، میرے سامنے بھی موجود تھے -

میں قومی جوش و خروش اور ایثار و انفاق کے وہ مناظر دیکھ چکا تھا جو اس بارے میں گذشتہ تین سال کے اندر متواتر و مسلسل ظاہر ہوے، اور جنہوں نے تقلید و اتباع کی ایک مقبول راہ آیندہ کیلیے کھول دی تھی -

یکے بعد دیگرے پریسوں سے ضمانتیں مانگی گئیں اور انہوں نے علم پبلک سے اپیل کی - پبلک نے پورے جوش و خروش سے اسپر لبیک کہا، اور ایک ایسی مستعدی و سرگرمی کے ساتھ جسکی نظیر ہندوستان کے تمام جماعتی کاموں میں نہیں ملسکتی، دو ہزار سے لیکر پندرہ ہزار تک کی رقمیں چند ہفتوں میں فراہم کردیں - ایک شخص کے حساب کے مطابق تقریباً چالیس ہزار روپیہ ابتک ضمانتوں کیلیے مسلمان دیچکے ہیں -

رفتہ رفتہ یہ حالت اسقدر عام ہوگئی کہ " ضمانت " کے بعد عام چندے کا ہونا ایک طرح کی لازمی بات سمجھ لی گئی - اور ارباب مطابع اور پبلک، دونوں نے ایک قدرتی اور لا بدی حقیقت کی طرح اسپر اتفاق کرلیا -

چنانچہ جب کبھی ضمانت کی صورت پیش آئی تو اسکی اپیل اسطرح کی گئی جیسا کہ ایک طے شدہ اور قدرتی بات کو ہونا چاہیے، اور جب کبھی مانگا گیا، تو دینے والوں نے بھی اسیطرح بلا تامل و بے دریغ دیا، جس طرح ایک مدیون کو دائن کا مطالبہ بہر حال پورا کرنا ہے -

بلاشبہ جماعتی تغیرات و انقلابات کے اظہارات کی یہ بھی ایک منزل ہے جو ہمیشہ ایسے مواقع میں پیش آتی ہے، اور ایسا ہمیشہ ہوا ہے کہ جماعت نے بعض افراد کو اس غرض کیلیے چن لیا ہے کہ انکے نفع و ضرر کو اپنا نفع و ضرر سمجھیں، اور جو کچھ انپر وارد ہو، اسے اپنے ایک ایک فرد پر مساویانہ تقسیم کرلیں - یہی چیز جب بڑھتی ہے تو اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ ایک وجود و شخص کا مسئلہ کروروں افراد کا مسئلہ بن جاتا ہے، اور زمین پر ایسے ایسے انسان چلنے پھرنے لگتے ہیں جنکی تکلیف ایک کرور انسانوں کی تکلیف، اور جنکی راحت ایک کرور انسانوں کی راحت ہو جاتی ہے !

مجھے یہاں اس سے کوئی بحث نہیں کہ ابھی خاک ہند میں ایسے افراد صالح پیدا ہوے ہیں یا نہیں ؟ اور جن لوگوں نے جماعتی ہیجان و انفجار کو مسئلۂ ضمانت کی طرف متوجہ کیا، انہوں نے ٹھیک اور بر وقت کیا یا نہیں ؟ نیز اس سے بھی مجھے کوئی تعلق نہیں کہ اصولاً جو کچھ ہوا وہ کیسا ہوا ؟ بلکہ مقصود صرف ایک طرح کا سادہ بیان واقعہ ہے کہ اس طرح کا واقعہ ملک میں ہوا، اور اب بھی ہو رہا ہے، اور قسم کے اعتبار سے یہ چیز بھی در اصل اسی جماعتی ہیجان جذبات کا نتیجہ ہے جسکو آجکل کے علماء فلسفۂ اجتماعیہ " جماعۃ کے امیال و جذبات کا انقلابی انفجار " کہتے ہیں، اور جو ہر قوم و ملک کو اپنے تغیرات و اعمال اجتماعیہ کی منزلوں میں کم و بیش ضرور پیش آتا ہے - یہ ایک ایسی راہ ہے جو نہ تو عقل و استدلال سے تعلق رکھتی ہے اور نہ عقلی ترتیب اسکے لیے موثر ہے، مگر پیش ضرور آتی ہے، اور شاید بہتر اور صحیح وقت کا تعلق مستقبل سے ہو: و ان منکم الا واردھا، کان علی ربك حتماً مقضیا (وسط " مریم ")

(راہ اخبار نویسی اور راہ دعوۃ و تبلیغ)

با ایں ہمہ اس عاجز نے ابتدا سے اپنے کاموں کی بنیاد جن اصولوں پر رکھی تھی، وہ ایک لمحہ کیلیے بھی اس حالت کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتے تھے -

سب سے بڑا اصولی اختلاف جو اساس و بنیاد ہی میں آکر پڑ گیا تھا، وہ کاموں کے طرز عمل اور قسم و نوع کا سوال تھا -

بلاشبہ اگر تم نے اخبار نکالا ہے اور پریس قائم کیا ہے، تو چاہیے کہ سب کچھ اسی طرح کرو جسطرح اس راہ میں کیا جاتا ہے اور جسطرح کرنا چاہیے - پھر تمہاری ہمت کے آگے ہندوستان کے اخبار نویس طبقہ کے قرار دادہ اصول عمل کی راہ بھی ہے، اور ترقی یافتہ ممالک کی حقیقی اخبار نویسی بھی - تم اپنے اندر اس اخلاقی اور تجارتی کیریکٹر کو بھی پیدا کرسکتے ہو جو ابتک ہندوستانی پریس نے پیش کیا ہے، اور اس تجارتی اولوالعزمی اور اقتصادی بلند ہمتی کیلیے بھی اپنے تئیں طیار کرسکتے ہو جو ترقی یافتہ ممالک کے پریسوں میں پائی جاتی ہے -

تم چاہو تو " ہندوستانی اخبار نویسی " کی اس دکاندارانہ زندگی کو سیکھ سکتے ہو جو " دکانداری " کی قسم میں بھی سب سے ادنہ درجہ کی دکانداری ہے، اور جسکے لیے ضرور ہے کہ تم ایک ایک پیسہ کے لیے روؤ، ایک ایک دھیلے کیلیے ماتم کرو، ایک ایک کوڑی کیلیے اپنے دماغ و قلم کی بہتر سے بہتر قوت کو یکسر وقف کردو، شخصی محاسن و فضائل کا معیار صرف اپنے اخبار کی خریداری کو قرار دو، جو خریدے اسکو فرشتہ سمجھو، جو بدبخت نہ خریدے اسے شیطان بتلاؤ، بلا طلب ہر خوش پوش کے نام اخبار جاری کردو اور سال کے اخر میں وی پی بھیجدو، اگر اس نے وی پی واپس کردیا تو ٹکٹ کے ان پیسوں کو بھی اسکے حساب میں داخل کردو جو واپسی کی وجہ سے ضائع ہوے، اور پھر جن جن وسائل کو عمل میں لا سکو، اس " شریفانہ بل " کی وصولی کیلیے اختیار کرو - حتی کہ وہ بدبخت اپنی زندگی سے عاجز آجاے، اور اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لے کہ براعظم ہند میں زندہ رہنے کی ضروری شرائط میں ایک بڑی شرط کسی " اخبار نویس " کے وی پی کو واپس نہ کرنا بھی ہے !

غرضکہ وہ مسکوک و منقوش وجود اعظم و اکرم جسکا ایمان شکن نام " پیسہ " ہے، بہر حال حاصل کرنا چاہیے، اور بہ حیثیت ایک " قومی اخبار نویس " ہونے کے اسکے حاصل کرنے کی ہر ممکن شکل تمہارے لیے جائز و حلال ہے !

اگر اس تقلید زار ہند میں نئے ارادوں اور مجتہدانہ عزائم کا وجود ناممکن نہیں ہے، تو اسیطرح دوسری راہ بھی تجارت اور دکانداری کی مگر شریفانہ و اولو العزمانہ تجارت کی تمہارے آگے باز ہے، اور تم یورپ کے اخبار نویس طبقہ اور فن صحافۃ (جرنلزم) کے نمونوں کو اپنے سامنے رکھ سکتے ہو - اسطرح تمہارے لیے ایک عمدہ تجارتی کام مہیا ہو سکتا ہے جو قوم و ملک کیلیے بھی مفید و ضروری ہے، اور تم ایک تاجر کی طرح خود بھی نفع اٹھا کر بہتر و احسن متاع لخوان ملت کو دیسکتے ہو - مگر اسکے لیے ضرور ہوگا کہ پہلے " ہندوستانی فن صحافۃ " کے اثرات دنائت اور جراثیم سفاہت سے اپنے تئیں یکقلم صاف و پاک کرلو، اپنے اندر بلند نظری مگر ایک تاجر کی طرح اقتصادی بلند نظری پیدا کرو، اور وسیع سرمائے اور تجارت کے عزائم صابرہ و متحملہ کے ساتھ سفر شروع کرو - اس میدان میں تمہاری مثال ایک عقلمند و تجربہ کار کاشت کار کی سی ہوگی جو قیمتی سے قیمتی بیج بھی نہایت فیاضی کے ساتھ زمین میں پھینک دیتا ہے اور ذرا بھی ہاتھ نہیں روکتا، تاہم یہ اسکی بے دریغ بخشش اسلیے نہیں ہوتی کہ وہ اپنا سرمایہ زمین کو بخشدیتا ہے، بلکہ اسلیے کہ آج ایک خشک دانہ دیکر کل کو اسکے معارضے میں ایک ہزار تر و تازہ خوشے لینا چاہتا ہے !

(دعوۃ و تبلیغ)

لیکن " دعوۃ و تبلیغ " کی راہ نہ صرف اخبار نویسی کی راہ سے (کیونکہ یہ تو شاخ ہے) بلکہ نفس تجارت اور اقتصاد سود و زیان کی راہ سے بالکل مختلف ہے، اور اس عالم کے جسطرح موثرات

عہـــد التـــواء و انتظـــار

یاد رفتہ کا ایک لمحۂ فکریہ !

رنـد هـزار شیوہ را طاعت حـق گراں نبود
لیک صنم بہ سجدہ در ناصیہ مشترک نخواست !

(ا)

" البـــلاغ " جاري هوگیا - یہ اسکا تیسرا نمبر ہے - مگر همیں جو کچھہ کہنا تھا وہ ابتک باقي ہے ' اور شاید همیشہ باقي هي رہے :

بمحشرمي تواں گفت انچہ دردل ماندہ است امشب !

دارالارشاد کے اجراء ' رفتار تصنیف و تالیف کي غیر معمولي تیزي ' ترجمۃ القران اور تفسیرکي ترتیب و اشاعۃ ' اور بعض دیگر اسباب و موانع کے هجوم میں اسي کو غنیمت سمجھا گیا کہ کسي نہ کسي طرح پرچہ جاري هوجاے ' اور بهر صورت اسکے مقررہ اوراق سادہ نہ رهیں - الله کے فضل ذرہ نواز نے بہت سي ایسي نظریں اپني زمین پر پیدا کردي هیں جو اس عاجز کے برے بھلے ' ادنی و اعلی ' کمتر و بہتر ' هر طرح کي قلمي خدمات کو پذیرائي بخشنے کیلیے طیار رهتي هیں ' اور جب تک وہ باقي هیں ' مجھے باقي دنیا سے کوئي سروکار نہیں :

از رد و هم قبول تو فارغ نشستہ ایم
اے آنکہ خوب ما نشناسي ز زشت ما !

رد و قبول اور تحسین و تقبیح سے متاثر هونے کیلیے پہلا مسئلہ مخاطبین کے ذوق صحیح اور نظر سلیم کا ہے ' لیکن اس بارے میں زمانے کا جو کچھہ حال ہے ' اور صاحبان رد و قبول کے متعلق جو کچھہ اپنا فیصلہ هو چکا ہے ' اسکے بعد اسکي گنجایش هي کب رهي ہے کہ " رد و قبول " کي نمایشوں سے طبیعت متاثر هو؟ تاثر تو ایک بڑي چیز ہے - الحمد للہ کہ احساس تک باقي نہ رها - اور اپنا دائمي ماتم یہ ہے :

مجلس چو بر شکست تماشا بما رسید
در بزم چوں نماند کسے ' جا بما رسید !

بهر حال رسالہ تو جاري هوگیا ' مگر ابتک لکھنے کا موقعہ بالکل نہیں ملا - ابتدا کے دو نمبروں کے تمام ابتدائي صفحات عربي کے خطبۂ افتتاحیہ نے لے لیے ' اور وہ نہایت اهم اور ضروري مطالب جنکے لیے فواتح سنین ماضیہ کي طرح اردو کے ایک مبسوط و مسنفل فاتحۂ البـــلاغ کا لکھنا نا گزیر ہے ' ابتک انضباط و تحریر سے محروم هیں - اسي طرح وقت کے بعض مسائل مہمہ هیں جنکے متعلق کچھہ نہ کچھہ لکھنا ضروري ہے - ازانجملہ " مسلم یونیورسٹي ایسوسي ایشن " کا گذشتہ اجلاس علي گڈہ ' اور خود موضوع " رد و قبول یونیورسٹي " اور اسکے بعض حوالي و اطراف ' ایسے مواضع نظر و انکشاف هیں ' جنسے کسي طرح قطع نظر نہیں کیا جاسکتا -

(تذکار گذشتہ)

لیکن قبل اسکے کہ مستقبل کے آراء و عزائم کي طرف هم متوجہ هوں ' بہتر ہے کہ ایک الوداعي نظر اُس ماضي پر بھي ڈال لیں جو گزر جا چکا ہے ' لیکن اس کے نقش پا سے اب بھي بہت سي راهنمائیاں حاصل کي جاسکتي هیں - اسکي یاد رفتہ میں بہت سے تذکار ایسے هیں جن کو مستقبل بھي اپنے جیب و دامن میں ضرور جگہ دیگا -

ممکن ہے کہ مستقبل کے پر کشش ولولوں اور دلچسپ توقعات کے هجوم میں ماضي مہجور کي یاد بعض دوستوں پر شاق گذرے ' جو اپنے وقت خوش کا تمام تر مستحق صرف مستقبل هي کي حیات امید کو سمجھتے هیں ' تاهم انہیں انصاف کرنا چاهیے کہ جو جا چکا ہے ' وہ هماري مشغولیت کے مطالبہ کیلیے دوبارہ نہیں آئیگا - اگر چند لمحوں کي ایک سرسري نظر تودیع و آخرین کیلیے وہ مستمند و امیدوار ہے ' تو اسے ایک جاتے هوے رفیق کي وہ آخري نظر سمجھیے ' جو گردن موڑ کر آپکو وداع کا سب سے پچھلا پیام پہنچاتي ہے :

مي دید و اشک حسرت مي ریخت همچو باراں !

(ماضي قریب)

اس سلسلے میں سب سے پہلے همیں ماضي قریب کا وہ حصہ بے اختیار یاد آجاتا ہے جو " الهلال " کے بند هونے کي تاریخ سے شروع هوتا ہے ' اور پھر نئے سال کے تمام ابتدائي و وسطي حصے سے گذر کر گذشتہ اگست میں ایک طرح ختم هوجاتا ہے - یہ پورے ایک سال چند هفتوں کے التواء و انزوا ' انتظار و اضطرار ' اعتماد و انکار ' اور مواعید و اعلان کي ایک دلچسپ اور وسیع مدت تھي !

انسان کي ایک عالمگیر غلطي یہ ہے کہ وہ عبرۃ و بصیرۃ کیلیے همیشہ بڑے بڑے حادثوں اور وسیع الاثر مظاهر کا منتظر رهتا ہے ' پر صبح سے لیکر شام تک هر انسان کي چھوٹي سے چھوٹي اور محدود سے محدود زندگي کے اندر جو صدها صدائیں عبرۃ و موعظۃ کي بلند هوتي رهتي هیں ' انسے بالکل کان بند کرلیتا ہے - وہ چاهتا ہے کہ زلزلے آئیں تو میں چونکوں ' آتش فشان پہاڑ پھٹیں تو میں آنکھیں کھولوں ' طوفان و امواج زمینوں کو غرق کردیں تو میں دیکھوں ' اور بڑي بڑي خونریز لڑائیوں کے شعلے بھڑکیں تو میں سمجھوں ' حالانکہ اگر اسکي دیدۂ بصیرۃ محجوب نہ هوتي ' تو وہ دیکھتا کہ فطرۃ کو اُسکي بڑي بڑي خوفناک قہاریاں دکھلانے پر مجبور کرنا اسکے لیے کچھہ ضروري نہیں ہے ' اگر وہ سمجھنا چاهے تو جو کچھہ خود اُس کے واقعات حیات میں معمولاً هو رها ہے ' اسي کے اندر بہتر سے بہتر سمجھہ اور اعلی سے اعلی دانائي کي پکار رکھدي گئي ہے :

وکاین من آیۃ في السماوات والارض ' یمرون علیها وهم عنـها معـرضـون ؟ (یوسـف)	اور خدا کي کتني هي نشانیاں آسمان و زمین کے مظاهر و کائنات کے اندر پھیلي هوئي هیں جن پرسے غافل انسان گذرتا ہے ' مگر اسطرح منہہ پھیرے چلا جاتا ہے کہ اسکي حقیقتوں پر ایک سرسري نظر بھي نہیں پڑتي !

بلا شبہ یہ گذشتہ ایک سال چند هفتوں کي مدت دنیا کا کوئي عظیم الشان واقعہ نہیں ہے ' اور اگر اسے محدود کرنے پر آئیے تو وہ بہت کچھہ سمٹ بھي سکتا ہے ' جسطرح کوشش کرنے پر بہت کچھہ پھیل سکتا ہے - تاهم میں سونچتا هوں تو طرح طرح کي عبرتوں سے اسکي پوري راہ پر ہے ' اور محض شخصي حیثیت هي سے نہیں ' بلکہ جماعتي اثرات و علائم اور نتائج و عواقب کے لحاظ سے بھي کتني هي غور طلب بصیرتیں اور ایمان پرور عبرتیں اسکے گوشے گوشے میں بکھري هوئي هیں ! وان في ذالک لذکري ' لمن کان لہ قلب او القی السمع وهو شهید ! (اواخر " ق ")

(مسئلہ ضمانت)

جبکہ " الهـــلال پریس " کي ضمانت ضبط کي گئي ہے اور اسکے لیے دو هزار کے بعد دس هزار روپیہ کي منزل کھولي گئي

خطــابــۂ الــم ! !
اور
تــوصيــۂ شهــادت !

يا تفسير سورۂ فاتحه كا ايک صفحه !

(۲)

هماں عشق ست برخود چيده چنديں داستاں ' ورنه
كسے برمعني يک حرف صد دفتر نمي سازد !

(ايک عالمگير غلطي)

انسان كي عالمگير غلطي يه هے كه وه هر چيز كو اسكي روح كيليے اختيار كرتا هے ' ليكن آگے چلكر صرف اسكے جسم هي كي پرستش كرنے لگتا هے - مشاهير و سلف پرستي كا اصلي مقصد تو اعمال حسنه كي ياد ' اور نيكي و صداقت كے عملي نمونوں كو پيروي و اتباع كيليے قائم ركهنا تها ' ليكن نتيجه بالعموم يه نكلا كه اعمال كي ياد مٹ گئي ' اور محض انسانوں كي شخصيتوں اور ناموں كي پوجا هونے لگي - يعني وه چيز كه كسي دوسرے مقصد كيليے واسطه و ذريعه تهي ' خود هي مقصود بالذات بنكر لوگوں كے عقائد و اعمال ميں جاگزيں هوگئي ' اور حقيقت سے اسقدر بعد و نسيان هوگيا كه محض رسوم و اسماء كي عظمت و پرستش هي پر هر شخص قانع هوگيا !

يهي وجه هے كه مشاهير پرستي بسااوقات دنيا ميں بت پرستي كا ذريعه ثابت هوئي هے ' اور اكثر ايسا هوا هے كه اعمال كي جگه افراد و اسماء كي پرستش محض نے دو تين نسلوں كے بعد انسان كو بت پرستي تک پهنچا ديا -

(اســوۂ حسنــه)

اے برادران ملت ! يهي حقيقت اعلى هے جسے قرآن حكيم نے " اسوۂ حسنه " كے جامع و مانع لفظ سے تعبير كيا هے ' اور يهي مقام هے جهاں آكر اسلام كي قوة اصلاح اور ختم نبوت كي اصلي علت آشكارا هوجاتي هے كه كس طرح اس نے دنيا كي تمام صداقتوں كو لے ليا ؟ اور ساتهه هي كسطرح ان تمام خرابيوں اور ضلالتوں سے محفوظ بهي كرديا جنكے اختلاط و آلودگي سے انكي روح حقيقت اور تاثير عمل بالكل فنا هوگئي تهي ؟ :

لا ياتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه تنزيل من حكيم مجيد ! (۴۱ : ۴۲)

قران ايک ايسا معلم رهنما هے كه نه تو اسكے آگے باطل جم سكتا هے ' اور نه اسكے پيچهے آسے جگه مل سكتي هے - وه خداے حكيم و مجيد كا آتارا هوا هے - پهر باطل كا يهاں كيا گذر ؟

هاں ' باطل كيونكر اب اسكے ساتهه مل سكتا هے جبكه وه " حق خالص " هے ' اور سچائي كے ساتهه جسقدر بهي گذرهي ملا دي گئي تهي ' اس سے انسانكے هر اعتقاد و عمل كو بالكل صاف و پاک كرديا هے ؟ نيز جا بجا قرآن حكيم كو " هادي " كها كه وه انسان كو اسكے سفر اعمال ميں ٹهوكروں اور گمراهيوں سے بچاتا هے ' اور اسي طرح " شفا " كها كيونكه وه مثل مفيد و دافع دوا كے هے جو مريض كي اصلي قوة طبيعي كو مزيد توانائي اور نشو و نما ديتي هيں ' اور مضر اثرات مرض جو داخل طبيعت هوگئے هيں ' انكو دور كرديتي هيں !

" اسوه " كهتے هيں كسي فكر ' كسي عمل ' كسي وصف ' كسي خاصه كے ايک ايسے نمونے كو ' جسے تم اسليے اپنے سامنے ركهه لو كه اسكي پيروي اور نقل كروگے ' اور اسكي سي باتيں اپنے اندر بهي پيدا كرنا چاهوگے -

انساني سعادت كيليے تعليم محض بالكل بيكار هے ' جب تک كه اس تعليم كے زنده نمونے بهي انسانوں كے سامنے نهوں - جو اثر طبيعت منفعلۂ انسانية پر ايک انساني نمونۂ عمل كا پڑتا هے ' وه محض تعليم كي سماعت سے نهيں پيدا كيا جا سكتا - اخلاق كي كتابيں اپني موثر تعليمات سے انسانوں كو رولا ديسكتي هيں مگر اسكے دلوں كو نهيں پهير سكتيں - عدالت كا قانون مجرم كے پانوں ميں بيڑياں ڈالديسكتا هے ليكن اسكو جرم سے باز نهيں ركهسكتا - حكماء كے حكيمانه نصائح نيكوں كي بڑي بڑي تعريفيں اور بروں كي بڑي بڑي برائياں بتلا ديسكتے هيں ' ليكن كسي برے انسان كو نيک نهيں بنا سكتے :

بڑهتا هے اور ذوق گنه ياں سزا كے بعد !

ليكن برخلاف اسكے اگر ايک پاک اور مزكى انسان اپني زندگي كے اندر نيكي كا عملي نمونه ركهتا هو ' اور اسكے اعمال حيات راست بازي كيليے " اسوه " كا حكم ركهتے هوں ' تو وه صرف اپنا نمونه دكهلا كر نه صرف افراد و اشخاص كو ' بلكه اقوام و امم كے اعمال كو يكسر پلٹ ديسكتا هے !

يهي وجه هے كه الله تعالى نے هدايت خلق الله كيليے صرف كتابوں اور شريعتوں هي كو نهيں بهيجا ' بلكه اسكے ساتهه انبياء كرام عليهم السلام كا (كه انكے حامل تهے) عملي نمونه بهي دكهلا ديا - وه جس دستور العمل كي طرف قوم كو بلاتے تهے ' اسكا عملي پيكر خود انكي پاک و مطهر زندگي تهي - اگر شريعت بصورت قانون تختيوں اور كاغذوں پر منقوش تهي ' تو بصورت وجود حي و قائم انكي زندگي كے اندر بهي پڑهي جا سكتي تهي - اگر اسكي آيات بينات حروف و اصوات كي شكل ميں دنيا كو دعوة ديتي تهيں ' تو انبياء كرام كي زندگي عمل و فعل كے اندر سے اسكي تصوير دكهلا ديتي تهي - اگر قانون كهتا تها كه انسان كو ايسا كرنا چاهيے ' تو حياة نبوت تثبيت كركے دكهلا ديتي تهي كه اسطرح كيا گيا اور اسطرح كيا جا سكتا هے !

يهي حقيقت هے جسكو حضرة عائشۂ صديقه رضي الله تعالى عنها نے اس وقت بيان كيا تها جبكه ان سے آنحضرة صلى الله عليه وسلم كے اخلاق و اعمال كا حال پوچها گيا تها كه " كان خلقه القران " اگر تم انكے خلق عظيم كو معلوم كرنا چاهتے هو تو قران كو ديكهه لو -

دوسرے هیں ' اسي طرح احکام بهي دوسرے هیں :

مرد ایں رہ را نشا نے دیگرست !

تجارت کي پہلي بنیاد مسئلۂ "عوض و بدل" ھے' یعنے جو کچھه دیا جاے' اوس سے بهتر اوسکے معارضے میں لیا جاے' اور دینا صرف اسي لیے چاهیے' تا کہ اسکے معارضے میں لیا بهي جاے - لیکن یہي وہ اولین مقام ھے جہاں آکر " دعوة " اور " تجارت " میں محض اختلاف مسلک هي نہیں بلکه تبائن و تضاد کلي پیدا هوجاتا ھے' اور دونوں حقیقتیں ایک ساتھه جمع نہیں هوسکتیں - واہ " دعوة " کي پہلي بنیاد وہ چیز ھے' جو بالکل اسکا عکس و تضاد ھے جو تجارت کے مذهب کا پہلا رکن تها - تجارت نے اپنا مذهب " عوض و بدل " کے عقیدے پر قائم کیا ھے' اور " دعوة " کے مذهب کا پہلا عقیدہ ایثار اور " قرباني " ھے - پهر کہاں " عوض " کي تلاش ' اور کہاں " قرباني " کي پکار؟ کہاں اسلیے دینا کہ جو کچھه ھے لٹا نے کیلیے ھے ' اور کہاں اسلیے خرچ کرنا کہ اگر مخارج نہوں تو مداخل بهي پیدا نہیں هوسکتے ؟ کجا دست طالب کي جستجو' اور کجا دست معطي و مشتري کیلیے بیقراري ؟

فاین الثریا و این الثری ؟ * و این معاریة من علي ؟

کہاں نقد و متاع کي اسلیے فراهمي تا کہ خریدار پیدا هو' اور کہاں اسلیے گرد آوري تا کہ کوئي غارتگر ملے ؟

متاعے جمع کن شاید کہ غارتگر شود پیدا

ایک " تاجر " اپني تمام زندگي اور زندگي کي قوتوں کا مصرف صرف یہي سمجهتا ھے کہ کسي طرح اسکے " شخص خاص " کو نفع پہنچے ' اور اگر اسکا عمل و وجود دوسروں کیلیے سود مند بهي هوتا ھے تو کسي رحم و احسان کي بنا پر نہیں بلکه اسي جذبۂ نفع تجارت کي بنا پر - وہ همیشه ایسے وقتوں کا متلاشي رهتا ھے جو اسکے نفع تجارت کیلیے بہتر هوں' وہ ایسے موسموں کا انتظار کرتا ھے جنکے ساتھه اسکے نفع ذاتي کا کوئي پیام هو' وہ ایسے مواقع و حوادث کو ڈهونڈهتا رهتا ھے جنکا اثر تمام نوع انساني اور پورے کرۂ ارضي کیلیے خواہ کتنا هي مہلک و برباد کن هو' مگر اسکي متاع تجارت اور اسکے وجود تجارتي کیلیے مفید ثابت هو -

لیکن ایک " داعي " کے عقائد و اعمال اسکے بالکل ضد هوتے هیں - اسکے اندر خواہ کتني هي خود غرضیاں چهپي هوئي هوں ' نمایش و شہرت کے کیسے هي جذبات قریه مخفي هوں' وہ کتنا هي سخت خود پرست اور کیسا هي شدید نفس خواہ هو' لیکن اگر دعوة و تبلیغ کے ارقات کا ایک لمحه بهي اسپر گذرا ھے' تو وہ اپنے کام اور زندگي کے بقاء کیلیے مجبور ھے کہ نفع تجارتي کي پرستش گاہ سے یکقلم باهر آ جاے ' اور اسکا نفس خواہ کتنا هي ذات پرست هو' مگر اپنے اعمال کو بالکل اس سے متضاد و متبائن کردے - اگر وہ ایسا نہ کریگا تو به حیثیت " داعي " کے اسکا وجود باقي نہ رهیگا - وہ اپنے وجود عمل کي بقاء کیلیے مجبور ھے کہ مشرب تجارت کي یکسر تکفیر (انکار شدید) کردے - تاجر کي تمام قوتوں کا مصرف " نفع خاص " تها - وہ جسقدر زیادہ اس سبق کو یاد کریگا ' اتنا هي زیادہ اچها تاجر هوگا - مگر " داعي " کي تمام قوتوں کا مصرف " نفع عام " ھے' یعنے دوسروں کو فائدہ پہنچانا ' اور جسقدر سچائي' جس قدر خلوص ' جس درجه اذعان و یقین کے ساتھه اس درس ایثار کو حاصل کریگا ' اتنا هي زیادہ سچا " داعي " هوگا - تاجر اپنے بنیادي عقیدے کي بنا پر صرف انهي چیزوں کا طالب رهتا ھے اور صرف انهي وقتوں ' موسموں ' مواقع ' اور مقامات کو ڈهونڈهتا ھے ' جو اگرچه دوسروں کیلیے ضرر رساں هوں پر اسکي تجارت کیلیے سود مند هوں - ٹهیک ٹهیک اسي طرح ضرور ھے کہ " داعي " صرف انهي چیزوں کا طالب هو' اور صرف انهي وقتوں ' موسموں ' مواقع ' اور مقامات و حالات سے عشق کرے' جو خواہ خود اسکي ذات اور اسکي ذات کے حوالي و اطراف کیلیے کتنا هي دکهه اور موت رکهتے هوں ' لیکن دوسروں کیلیے ان میں راحت ' سکهه ' اور زندگي هو :

من و دل گر فنا شدیم ' چه باک ؟

غرض اندر میاں سلامت اوست !

(عشق و رشتۂ عشق)

پهر آؤ ' ایک دوسرے عالم کي طرف جانکلیں' اور وهاں سے هوکر اس صحبت تک عود کریں - بات بظاهر بے تعلق ھے' لیکن اسوقت بے اختیار دل اسي کي طرف کهنچ گیا ھے ' اور چند کلمے کہے بغیر طاقت عبور نہیں - عشق ' بلحاظ عشق اور خواص و نتائج عشق کے ایک هي ھے' اور اسمیں کسي نوعي امتیاز کا متعین کرنا ممکن نہیں - هر عاشق عاشق هوتا ھے ' اسلیے هر عاشق خود رفته هوگا ' دل بکف هوگا ' جاندادۂ راہ الفت هوگا ' اور حیراں جادۂ هجراں و وصال - اس لحاظ سے قیس عامري کي نجد پرستي' فرهاد کي کوہ کني' اور نل کي شوریدگي ' سب یکساں هیں - وہ جو اپنے گم گشته عزیزوں کیلیے روتا ھے' وہ جو کسي بستر مرگ کا ماتم زدہ ھے ' وہ جو کسي کي یاد رفته کي کهٹک رکهتا ھے ' اور پهر وہ جو کشتۂ تغافل ھے' اور وہ جو هلاک تبسم ھے' سب ایک هي طرح کے عشق پیشه ' اور ایک هي راہ کے جادہ پیما هیں' اگرچه مختلف ناموں سے مسمی هیں :

و للناس فیما یعشقون مذاهب !

پس ایسي حالت میں تمیز عشق کیلیے عشق کرنے والوں کو دیکهنا بے سود هوگا - چاهیے کہ " عاشق " کے قسم عشق کي پہچان کیلیے سب سے پہلے اسکے " معشوق " کو دیکها جاے کہ وہ کون ھے ؟ یہي رشته اصلي سر رشتۂ تقسیم ھے' اور اسي نسبت سے عشق کي مختلف راهیں متعین هوجاتي هیں :

دو چشم ساکن بیت الحزن بمن گرید

کہ من اسیر بمعشوق ' او بفرزند ست !

عشق کي ساري منزلیں اسي نسبت سے متحقق هوتي هیں - عاشق کے وجود کي بنیاد معشوق کا انتخاب ھے - اسکے تمام جذبات و امیال ' مذهب و مشرب ' اعمال و عقائد ' اوضاع و رسوم ' نظر و فکر ' سب کچهه معلوم هوجائیگا اگر یہ معلوم هو جاے' کہ اس نے اپنے عرض دل و جاں کیلیے کس کو انتخاب کیا ھے ؟ اپنے نذر شیفتگي و شوریدگي کیلیے کس کي چشم و ابرو پر نظر پڑي ھے ؟ اپني جبهه سائي شوق کي عقیدت و نیاز کا کس کي چوکهٹ کو مستحق سمجها ھے؟ اور اپني اطاعت و عبودیت محبت کیلیے کس قہرمان حسن و جمال کے حکم عشق اور فرمان نیاز کے آگے سر بسجود هوا ھے ؟

اسي راہ پہ چلکر " دعوة " اور " تجارت " کے باهم تضاد و تبائن مسلک کا بهي پته لگاؤ ' اور اندازہ کرو کہ دونوں راهیں ایک دوسرے سے کسقدر ابعد هیں' اگرچه نفس عمل ' صرف قوی' انفاق حیات کے اعتبار سے دونوں میں پوري پوري یکسانیت بهي پائي جاتي ھے ؟ " تاجر " اور " داعی " کو نہ دیکهو' بلکه یہ دیکهو کہ ایک تاجر کي حیات/ عشق کا معشوق کون هونا چاهیے' اور ایک داعي کي حیات محبت کي محبوبیت کس میں هوتي ھے ؟ تاجر کو تم دیکهوگے کہ وہ تاجر نہیں ھے اگر " نفع خاص " اور " حصول زر " اسکا معشوق و مطلوب نہو - برخلاف اسکے " داعي " وهي هوگا جسکا محبوب " نفع عام " اور اسلیے " حصول زر " نہیں' بلکه " طلب بے زري " هو - تاجر اگر " پانے " کو اپنا معشوق نہ بناے تو اپني هستي کهودے' اور داعي اگر " کهونے " کے عشق سے ایک لمحه کیلیے بهي غافل هو تو اسپر لذت دعوة حرام ھے :

کسے کو تشنۂ وصل ست ' با کوثر نمي سازد

بآب خضر اگر عاشق رسد ' لب تر نمي سازد

رہ الفت خطرناک ست ' پنهانش نظر در کن !

دراں وادیی کہ عشق اوست ' تن با سر نمي سازد !

اوسنے سب سے پہلے ہمیں ایک مقدس "دعا" بتلائي اور حکم دیا که دن میں پانچ مرتبه جب اپنے پروردگار کے حضور بندگي و نیاز کیلیے حاضر ہو تو سب سے پہلے اسي دعا کو پڑھو - یه وہ وقت ہوگا جب تم رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوگے' اور اسکي رحمت کا دروازہ باز ہوگا - پس ایک عاجز و درماندہ انسان فاطر السماوات و الارض کے حضور جاکر اپنے لیے سب سے بڑي نعمت اور سب سے زیادہ قیمتي دولت جو مانگ سکتا ہے' وہ اس دعا میں مانگي گئي ہے' اور چاہیے که تم اُسي نعمت کے سائل' اُسي مطلوب کے طالب' اور اسي محبوب کے عاشق ہو!

یه "دعا" سورۂ فاتحه ہے جو ہر مومن دن میں پانچ مرتبه نماز کي ہر رکعت کے اندر پڑھتا ہے - اور وہ نعمت' وہ دولت' وہ متاع مطلوب و محبوب "الصراط المستقیم" ہے جسکے مانگتے رہنے اور طلب کرتے رہنے کا حکم دیا گیا ہے :

اهدنا "الصراط المستقیم" (فاتحه)	خدایا! تو ہمیں الصراط المستقیم پر چلنے کي توفیق دے!

یه "الصراط المستقیم" کونسي راہ ہے اور اس سے مقصود کیا ہے؟ اسکي یہاں کوئي تشریح نہیں کي گئي - البته یه بتلایا گیا ہے که :

صراط الذین انعمت علیهم (فاتحه)	ان لوگوں کي راہ جن پر اے پروردگار تو نے انعام کیا -

بس اس تصریح سے صراط مستقیم وہ راہ ہوئي جو "انعام یافته" لوگوں کي راہ ہے - یعني جن لوگوں پر خدا نے اپني نعمتیں نازل کي ہیں' انہي کي راہ عمل الصراط المستقیم ہوئي -

چنانچه سورۂ نساء میں "انعام یافته" جماعتوں کا بالتفصیل ذکر کیا گیا ہے - اس سے معلوم ہوجاتا ہے که "انعمت علیهم" میں کن لوگوں کي طرف اشارہ تھا؟ :

و من یطع الله و الرسول فاولئک مع الذین انعم الله علیهم من النبیین و الصدیقین و الشهداء و الصالحین و حسن اولئک رفیقا! (۴ : ۷۱)	اور جن لوگوں نے الله اور رسول کي اطاعت کي' تو وہ سب اُن خوش نصیبوں کے ساتھي ہوجائنگے جن پر الله تعالی نے انعام کیا ہے - اور جن پر انعام کیا ہے وہ انبیاء ہیں' صدیقین ہیں' شہدا ہیں' اور صالحین ہیں - جس کسي کو ایسے انعام یافته جماعتوں کي معیت ملي' تو کیا اچھي ہے انکي معیت' اور کیا اچھے ہیں یه رفیق!!

اس آیۂ کریمه نے صاف صاف بتلا دیا ہے که سورۂ فاتحه میں جس "الصراط المستقیم" کے تعین کیلیے صرف اسقدر اشارہ کیا گیا تھا که وہ "انعام یافته لوگوں کي راہ" ہے' وہ کون لوگ ہیں؟ نیز انکے مختلف مدارج و مقامات کیا کیا ہیں؟ جن جماعتوں کا یہاں ذکر کیا گیا ہے اور انہیں "انعام یافته" کہا ہے' انہي کي راہ عمل' وہ راہ ہدایت و سعادت ہوئي جسکا نام لسان الہي نے "الصراط المستقیم" رکھا ہے' اور جس پر چلے بغیر کوئي فرد اور کوئي قوم "مغضوب علیهم" اور "الضالین" کي صراط مغضوبیت و ضلالت سے بچ نہیں ہوسکتي -

سورۂ نساء کي اس آیۂ کریمه سے "انعمت علیهم" کي مزید تفسیر و تشریح کرنا' ایک ایسي مسلم اور متفق علیه تفسیر ہے جسے عہد صحابهٔ و اہل بیت نبوۃ (رضوان الله علیهم) سے لیکر طبقات متاخرہ تک' تقریباً تمام ارباب علم و رسوخ نے اختیار کیا ہے' اور مفسرین "خاصه" وہ "عامه" سب نے اسے قبول کیا ہے - چنانچه جسطرح محدث ابن جریر طبري نے اسکے متعلق مفسرین صحابه کے آثار جمع کیے ہیں' اسي طرح علامۂ کلیني اور شیخ طبرسي (صاحب تفسیر مجمع البیان) بھي اس سے انکار نہیں کرتے - اس عاجز نے تفسیر "البیان" میں تصریحات حضرات ائمه کرام علیهم السلام و اقوال مفسرین خاصه بھي نقل کردیے ہیں - فمن شاء التفصیل فلیرجع الیه -

بہر حال یه آیۂ کریمه بتلاتي ہے که جس راہ پر چلنے کي سورۂ فاتحه میں ہر مومن التجا کرتا ہے' وہ راہ "انعام یافته" گروہ کي ہے - انعام یافته گروہ چار ہیں : الانبیاء' الصدیقون' الشہداء' الصالحون -

اب دیکھو که قرآن حکیم نے یادگار و تذکار کے اصلي مقصد کو تمام آلودگیوں اور ضلالتوں سے صاف کرکے کس طرح قائم کردیا ہے' اور اسکے لیے کیسي دائم و قائم اور محفوظ و مصئون راہ اختیار کي ہے؟ اس نے نیک انسانوں اور اعلی ترین ہستیوں کي یادگاریں زمین پر قائم نہیں کیں لیکن انکے اعمال کو ہر مومن کے دل پر نقش کردیا - اس نے ہر مومن بالله پر پانچ وقت کي نماز فرض کي' اور حکم دیا که ہر رکعت میں سورۂ فاتحه کي تلاوت کرو - سورۂ فاتحه کیا ہے؟ تحمید و تقدیس کے بعد ایک التجا ہے جو انسان اپنے خداوند کے حضور کرتا ہے - وہ التجا کیا ہے؟ "الصراط المستقیم" پر چلنے کي التجا ہے تاکه اس راہ کي اسے توفیق ملے' اور سعادت کونین حاصل ہو -

اب آور آگے بڑھو' اور دیکھو که "الصراط المستقیم" کونسي راہ ہے جسے ہر روز دن میں پانچ بار ہر مومن یاد کرتا اور اپنے خدا کے حضور جاکر مانگتا ہے؟ فرمایا که وہ ان لوگوں کي راہ ہے جن پر الله نے انعام کیا - یہاں اس راہ کا طریق حصول یا اسکے عقائد و اعمال نہیں بتلائے گئے بلکه صرف ان لوگوں کي طرف توجه دلادي گئي جنہوں نے ایسے عقائد' ایسے اعمال' ایسے عزائم' ایسے اقدام کیے جنکي وجه سے خدا کي نعمتوں کے مستحق ٹھہرے تو - یہي چیز "یادگار" ہے - یہي "تذکار" ہے - یہي وہ "مشاہد پرستي" کي حقیقت اصلي ہے جسکو تمام دنیا نے ڈھونڈھا مگر نه پایا' وہ کبھي پتھر کے بتوں' کبھي انسانوں کي تصویروں' کبھي انسانوں کے مجسموں' کبھي [illegible] میں بھٹک کر رہگئي' اور "صراط الذین انعمت علیهم" کي جگه "انعمت لهن" کي صراط پر چلي گئي!

عزیزان من! "مشاہد پرستي" کے [illegible] صرف اسکي اصلي حقیقت کو اپنے سامنے [illegible] صرف یہي نہیں ہے که جن انسانوں کو دنیا میں [illegible] انجام دیے ہیں اور نیکي و صداقت کي راہ پر چلے ہیں' انکي یاد کو ہمیشه زندہ رکھا جائے' تاکه انکي یاد انکے مقدس [illegible] نیک عملوں کي یاد کو تازہ کردے' اور اس یاد آوري و تازگي سے قوموں کیلیے پاک ارادوں اور اعلی کاموں کے کرنے کي [illegible] ہو؟ اگر یہي ہے تو کیا تم نہیں دیکھتے که سورۂ فاتحه کے اندر یہي حقیقت کس طرح کار فرما ہے؟ سورۂ فاتحه نے انسان کي راہ سعادت و ترقي کیلیے نه تو عقائد و افکار بیان کیے' اور نه اعمال و افعال' بلکه اُن انسانوں کي طرف توجه دلائي جو انعام یافته ہیں' یعني جو انسان راہ سعادت کو حاصل کرنا چاہتا ہے' اسے چاہیے که انعام یافته انسانوں کي یاد کو ہر روز اپنے سامنے لائے' اور انکے عقائد و اعمال کے نمونے کو کبھي فراموش نکرے - پھر اگر یه دنیا کي پاک عمل ہستیوں کي سچي یادگار اور انکا حقیقي تذکار نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ یقیناً یه تذکار ہے' مگر ایسا تذکار جو اپنے حقائق کے لحاظ سے تمام دنیا میں کوئي نظیر نہیں رکھتا'

پھر ان انعام یافته لوگوں کي تشریح کي که وہ انبیاء ہیں' صدیقین ہیں' شہداء ہیں' صالحین ہیں - پھر ان میں سے ہر [illegible]

یہاں حروف و الفاظ ہیں' وہاں ایک پیکر مجسم تھا - یہاں قوۃ ہے' وہاں فعل تھا - یہاں چراغ ہے' وہاں اسکی روشنی تھی - حقیقت ایک ہی ہے جسنے ایک جگہ علم کی اور دوسری جگہ عمل کی صورت پائی ہے !!

اور یہی وجہ ہے کہ " سنۃ " کتاب کا ایک حقیقی جزو' اور مفہوم " کتاب " میں تبعاً داخل ہے - کوئی علحدہ اور مستقل وجود نہیں رکھتی - جو ظاہر بیں اس حقیقت سے بے خبر ہیں' وہ قران کے ساتھہ " حدیث " کا لفظ سنتے ہیں تو اسکی اہمیت کا اندازہ نہیں کرسکتے - وہ سمجھتے ہیں کہ " حدیث " کی پیروی کا مطالبہ ایسا مطالبہ ہے جو " قران " کے علاوہ ایک دوسری قوۃ کا اثبات کرتا ہے - حالانکہ " سنۃ " کی اطاعت " کتاب " کی اطاعت میں داخل ہے' اور " سنۃ " علم قرانی ہی کی عملی تفسیر ہے -

اور اگر یہ سچ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے خوارج و منکرین کے مقابلہ میں فرمایا تھا کہ " میں قران ناطق ہوں " تو میں اسکی تصدیق کرنے کیلیے طیار ہوں اگرچہ حقیقت نا شناس طبیعتیں سمجھتی ہیں کہ یہ بہت ہی بڑا دعوا تھا - یقیناً یہ بڑے سے بڑا دعوا تھا جو کوئی انسان کرسکتا ہے' لیکن اگر حضرۃ امیر نے کیا تھا تو غلط نہ تھا - اگر انکی مقدس زندگی آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے " اسوۂ حسنہ " کا ایک کامل عکس تھا' اور انکے اعمال کی روشنی سراج منیر رسالت ہی سے ماخوذ تھی' تو کیوں انہیں یہ حق حاصل نہ تھا کہ وہ اپنے تئیں " قرآن ناطق " کہیں ؟

جو کتاب الہی ما بین الدفتین حروف و نقوش کی شکل میں تھی' اسی کی ہستی ناطق تھی جو اعمال حضرۃ مرتضوی کے اندر سے پکارتی تھی - خوارج سمجھتے تھے کہ یہ علی بن ابیطالب کی آواز ہے' لیکن ابو ذر و سلمان کی حقیقت شناسی جانتی تھی کہ یہ علی بن ابیطالب کی آواز نہیں ہے بلکہ " القران الحکیم " کی صداے الہی ہے' اور چونکہ " القران " کی آواز ہے' اسلیے یقیناً خود منزل القران کی آواز ہے : کنت سمعه الذي يسمع به' و لسانه الذي يتكلم به (بخاري)

بہر حال یہ مبحث بجاے خود محتاج تفصیل و نظر ہے - مختصر یہ کہ سعادت و ہدایت انسانی کیلیے " تعلیم " کے ساتھہ " نمونہ " اور " کتاب " کے ساتھہ " سنۃ " ایک ضروری حقیقت ہے - اسی لیے قران حکیم نے اپنی تعلیمات کیلیے اس چیز کو ایک اساسی حقیقت قرار دیا :

لقد جاء كم من الله نور و كتـــاب مبيـــن ! (٥ : ١٧) — بلا شبہ تمھارے پاس اللہ کی طرف سے نور ہدایت آیا' اور کتاب الہی جسکی تعلیم بالکل واضح و روشن ہے !

اس آیۃ کریمہ میں " نور " سے مراد حامل قران (صلی اللہ علیہ وسلم) کا وجود مقدس ہے' اور " کتاب مبین " قران ہے - یہ " نور " وہی " اسوۂ حسنہ " ہے جو حامل قران کی مقدس زندگی میں " علم " قرانی کا وجود " عملی " تھا :

لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنه (٣٣ : ٢١) — بلا شبہ تمھارے لیے اللہ کے رسول کی زندگی میں پیروی و اتباع کیلیے ایک بہترین نمونہ ہے -

عربی میں " اسوہ " کا لفظ ہر نمونے کیلیے کہا جاتا ہے' اور نمونہ جسطرح خیر کا ہو سکتا ہے اسی طرح شر کا بھی ہو سکتا ہے - اسلیے قران حکیم نے " حسنہ " کے لفظ سے اسے متصف کیا' تاکہ واضح ہو جاے کہ فضائل و محاسن ہی کا نمونہ مقصود ہے - اسی طرح تمھیں معلوم ہے کہ سورۂ ممتحنہ میں بھی دو جگہہ ملۃ حنیفی و فطری کے اولین موسس حضرۃ ابراہیم علیہ السلام کے متعلق یہی لفظ آیا ہے : قد كانت لكم اسوة حسنة في ابراهيم والذين معه -

(عود الی المقصود)

دنیا میں اعمال مقدسہ و حسنہ کی یادگار قائم کرنے کا مقصد بھی یہی " اسوۂ حسنہ " تھا' یعنی جن لوگوں نے کسی پاک و اعلی عمل کا بہترین نمونہ اپنی زندگی میں پیش کیا ہے' انکی یاد کو ہمیشہ باقی رکھا جاے' تاکہ انکی یاد کے ساتھہ انکے اعمال کی یاد بھی تازہ ہوتی رہے' اور اسکا نمونہ انسانوں کو عزائم امور کی طرف دعوۃ دے -

اب دیکھو کہ قرآن حکیم نے کس طرح دنیا کی اس قدیم ترین رسم کی اصلی حقیقت لیلی' اور کس طرح اسکی آلودگیوں کو اس سے بالکل الگ کردیا ؟ اس نے یادگاروں کیلیے پتھر کے بت نہیں بناے جنکو حوادث ارضی کا ایک طمانچہ گرادسکتا ہے' اور جنکا وجود انسان کی عظمت کیلیے ایک سخت داغ تھا - اس نے اینٹ اور چونے کی عمارتیں نہیں بنائیں جو طوفان و برق کے ایک حملے کی بھی تاب نہیں لا سکتیں' اور جنکا اثر ظواہر سے آگے نہیں بڑھتا - اس نے سالانہ مجمعوں اور قومی تقریبوں پر زور نہیں دیا کیونکہ یہ وسائل ہمیشہ ظواہر و رسوم پرستی کا ذریعہ بن جاتے ہیں' اور یادگار کی معنویت مفقود ہوجاتی ہے - غرضکہ اس نے ان تمام وسائل تذکار سے یکقلم انکار کردیا جو عام طور پر تمام قوموں میں رائج تھے' اور جنکے ذریعہ خود انسانوں کی تو انکی تو کی جاسکتی تھی' پر عمل کی تقدیس و تعظیم کیلیے اونکے اندر کچھہ نہ تھا' اور اسلیے ہمیشہ انکا وجود انسان کی حقیقت پرستی کی راہ میں ایک سخت پتھر ثابت ہوا تھا -

(سورۂ کریمۂ فاتحہ)

اے عزیزان من !

اب میں تمام تمہیدوں اور مقدمات کی مشکلات سے گذر کر اصل موضوع کے قریب آگیا ہوں' اور مجھے زیادہ تیز قدمی کرنی چاہیے - مجھے یاد کرنا چاہئے کہ میں نے اپنی تقریر کو سورۂ مبارکہ " فاتحہ " کی تلاوت سے شروع کیا تھا جسے بظاہر بحث سے کوئی ربط نہ تھا' مگر وہ " السبع المثانی " ہے' وہ تمام " الکتاب " کا متن ہے' اور وہ اپنی تمام تفصیلات کا وجود اجمالی ہے' پھر ہدایت انسانی کا کونسا مقام ہے جو قرآن کے سلطان احاطہ سے باہر رہگیا ہو ؟

غرضکہ قرآن حکیم نے یادگار و تذکر کے ان تمام رسمی و ضلالت آمیز طریقوں سے انکار کردیا جو عام طور پر دنیا نے اختیار کرلیے تھے -

لیکن جبکہ اس نے وہ سب کچھہ نہ کیا جو سب کوئی کرتے آتے تھے' تو سوال یہ ہے کہ خود اس نے کیا کیا ؟

اس نے " اسوۂ حسنہ " کی اصلی حقیقت کو اپنی تمام تعلیمات کا جزو اعظم بنایا' اور اسکی یادگاروں کو انسان سے باہر نہیں جنکو انسان چھوڑ دیسکتا ہے' بلکہ خود انسان کے اندر قائم کردیا جو کبھی بھی اسکی نظروں سے اوجھل نہیں ہوسکتا - اس نے مادی و جسمانی اعمال و اشکال کے اندر اسکی دعوۃ عمل و سعادت کو گم نہیں کردیا' جیسا کہ گم کردی گئی تھی' بلکہ اسکو ایک خالص معنوی و روحانی اعتقاد بنا کر اسطرح دلوں کے اندر قائم کر دیا کہ اسکی حقیقت دائمی طور پر زندہ ہوگئی' اور ہر طرح کی آلودگیوں اور رسم پرستیوں کی آمیزش سے بالکل محفوظ و مصئوں بنادیگئی !

بصائر و حکم

السـلـم و الحـرب

یعنی

جنـگ اور صلـح

دنیا کا مادہ قواء متضادہ کا گہوارہ ہے - ایک طرف تو اسکا ایک ایک ذرہ متحرک ' پراگندہ ' اور ایک عام ہیجان کی حالت میں نظر آتا ہے - دوسری طرف وہ منجمد ہو کے سمٹتا ہے - سمٹ کے باہم ایک دوسرے سے ملتا ہے - ملکر سکون و استقرار حاصل کرلیتا ہے !!

اس بنا پر وہ تمام کیفیات متضادہ کی طرح جنگ و صلح کی بھی یکساں قابلیت رکھتا ہے - وہ جنگوں کے اختلال و تصادم کی شکل میں سمندر کی لہر ہے ' تو صلح و سکون کی حالت میں اوسکی سطح صامت و ساکن ! لیکن سوال یہ ہے کہ ان دونوں حالتوں میں سے انسانیۃ کے بقا و ارتقاء ' سعادت ارضی کے حصول ' تمدن و تہذیب کی ترقی ' علوم و فنون کی اشاعت ' قوی و جذبات کی تنشیط ' اور قوت عمل کی تنظیم و تحریک کیلیے کون زیادہ مفید ہے ؟

یہ سوال اگرچہ زمانۂ قدیم میں بھی فلسفہ اجتماع کا ایک معرکۃ الآراء مسئلہ رہچکا ہے لیکن موجودہ عہد سے بڑھکر اس کے درس کیلیے اور کون وقت موزوں ہوگا ؟

(مخالفین جنگ و امیدواران صلح عام)

جو لوگ دنیا کیلیے صلح و سلام کو مفید سمجھتے ہیں ' اونکا استدلال یہ ہے کہ انسان فطرتاً اتحاد و اتفاق کا طالب ہے - ابتداء میں انسان کا ہر فرد دوسرے فرد سے الگ تھلگ رہتا تھا ' لیکن دنیا کے تمام مادوں کی طرح قوت جاذبہ اوس میں بھی موجود تھی ' اسلیے اوس نے ان بکھرے ہوے ذروں کو جمع کرنا شروع کیا - پہلے چھوٹے چھوٹے خاندان قایم ہوے ' پھر خاندان نے ترقی کرکے قبائل کی صورت اختیار کرلی - رفتہ رفتہ مستقل جماعتیں پیدا ہوگئیں ' اور جماعتوں کی وسعت نے قومیت کا نظام قائم کردیا - اسطرح گاؤں سے شہر اور شہروں سے عظیم الشان ملک آباد ہوگئے -

لیکن یہ فطری اتحاد محض بخت و اتفاق کا نتیجہ نہ تھا ' بلکہ علل و اسباب کے شکنجہ میں جکڑا ہوا تھا - دنیا کا ایک ذرہ بھی دوسرے ذرہ سے بغیر کسی طبعی مناسبت کے نہیں ملسکتا - اسلیے انسان کا ایک فرد کسی دوسرے فرد سے صرف اس بنا پر نہیں ملا کہ وہ بھی اوسی کی طرح ایک انسان تھا ' بلکہ جذبات و خیالات کی یکرنگی اور مقاصد و اغراض کی یکجہتی نے اون میں باہم کشش پیدا کی ' اور وہ انہی نقطوں پر آکر باہم مل گئے - ایک متمدن انسان اپنے بھائی سے لیکر ایک غیر ملک کے باشندہ تک سے تعلقات رکھتا ہے ' لیکن ان تعلقات میں جو عظیم الشان فرق مدارج نظر آتا ہے ' وہ انہی اغراض و مقاصد کے اختلاف کا نتیجہ ہے - اگر دو بھائیوں کے تعلقات میں ایک غیر منقطع اتصال و استحکام نظر آتا ہے ' تو اسکی وجہ بھی یہی ہے کہ اون کے جذبات و خیالات اور اغراض و مقاصد شدت کے ساتھہ باہم دست و گریباں ہیں -

انسان نے آغاز خلقت میں بھی انہی اغراض کو نصب العین بنا کر دوسرے انسانوں سے سلسلۂ ارتباط و اتحاد پیدا کیا ' اور انہی اغراض کے تصادم و مقاومت نے جنگ کی بنیاد ڈالی - آج بھی انہی اسباب کی وجہ سے عظیم الشان لڑائیاں واقع ہوتی ہیں -

لیکن اب زمانہ نے بہت کچھہ ترقی کرلی ہے - اتحاد و اتفاق کے وسائل بہ کثرت مہیا ہوگئے ہیں ' فطری احساس کے ساتھہ تہذیب و تمدن نے بھی صلح کے فوائد کو عام طور پر ذہن نشین کردیا ہے - اس بنا پر انسان کے جذبات و خیالات اور اغراض و مقاصد کو یقیناً متحد کیا جا سکتا ہے ' اور اس اتحاد میں اس شدت کے ساتھہ اتصال پیدا ہوسکتا ہے کہ دو مختلف ملکوں کے باشندے دو بھائیوں کی طرح زندگی بسر کریں -

اگرچہ کبھی کبھی اتحاد ہی اختلاف بھی پیدا کردیتا ہے ' لیکن جسطرح افراد کے اختلافات کو چھوٹی چھوٹی عدالتوں کے ذریعہ سے مٹادیا جاتا ہے ' اوسیطرح قومی و ملکی اختلافات کو بھی ایک وسیع عدالت اور ایک عام حکم کے ذریعہ سے دور کیا جاسکتا ہے - وحشی قومیں اختلافات و نزاعات کی حالت میں زبان تیغ سے اپنا فیصلہ سننا چاہتی تھیں ' مگر بیسویں صدی کے متمدن انسان کو عہد وحشت کی تجدید کی ضرورت نہیں ' اب خود زبان نے تلوار سے زیادہ جوہر پیدا کرلیے ہیں -

صنعت و حرفت کی ترقی اور تجارت کی گرم بازاری نے دنیا کے دو ملکوں کو ایک ہی گھر کے دو صحن بنا دیا ہے - یعنی اختلاط و امتزاج نے دو قوموں کے جذبات میں کمال یکرنگی و یکراہی پیدا کردی ہے ' اور انکے مقاصد و اغراض بالکل توام ہوگئے ہیں - یہی وجہ ہے کہ دنیا کے کسی ایک حصہ میں جب جنگ چھڑ جاتی ہے ' تو ہر ملک اوس سے متاثر ہوجاتا ہے - جب دنیا اسقدر متحد الاغراض ہوگئی ہے تو کیوں نہ سب صلح اور امن کیلیے متفق ہوجائیں ؟

قدیم زمانہ میں جنگ انسان کا ذریعۂ معاش تھی ' یہاں تک کہ بعض لوگ لڑائیوں میں باجرت شریک ہوتے تھے -

لیکن اب وہ اقتصادی حیثیت سے کوئی ذریعہ معاش نہیں خیال کی جاتی - اب انسان کا رزق نیزے کی نوک کے ساتھہ بندھا ہوا نہیں ہے بلکہ کارخانوں کی مشینوں کے ساتھہ متعلق ہے - لیکن زمانہ جنگ میں تجارت و صنعت کا بازار اس قدر سرد پڑ جاتا ہے کہ یہ پرزے زنگ آلود ہوجاتے ہیں - یہی وجہ ہے کہ زمانۂ جنگ میں تمام ملک دفعتاً فقر و فاقہ میں مبتلا ہوجاتا ہے - بالخصوص تاجروں کا گروہ تو جنگ کا نام سنکر کانوں پر ہاتھہ دھرتا ہے ' اور قیام امن کیلیے جان و مال تک سے دریغ نہیں کرتا -

اب جنگ کے عواقب و خیمہ و نتائج الیمہ اس درجہ آشکارا ہوگئے ہیں کہ خود سپہ سالاران فوج بھی اس کو دنیا کی بدترین چیز سمجھتے ہیں - جنرل سر چارلس نیپیر نے جنگ کی ہولناک صورت کو ایک نہایت بلیغ تشبیہ میں عریاں کیا ہے - وہ کہتا ہے :

" ایک فوجی آدمی کی زندگی اوس رقاصہ کے مشابہ ہے جو کسی ایسے ہال میں ناچتی ہے جسکی دیوار میں ٹوٹے ہوے شیشے کے پرزے جڑے ہوے ہیں - جب وہ عالم نشاط و سرور میں مستانہ وار رقص کرتی ہوئی اون دیواروں تک پہونچتی ہے ' تو اوسکے اطراف و اعضاء شیشے کے ٹکڑوں سے لگ کر اور مجروح ہوکر خون آلود ہوجاتے ہیں ' اور ناز و غرور کے جو پردے اوسکی آنکھوں پر پڑے ہوے تھے ' دفعتاً اوتر جاتے ہیں - اوسکو نظر آنے لگتا ہے کہ وہ ایک سخت فریب میں مبتلا تھی - اسی طرح فوجی آدمی میدان جنگ کی طرف ہتیاروں کی سراب آسا چمک دیکھکر نہایت خنداں و فرحاں روانہ ہوتے ہیں - لیکن چند ہی دنوں کے بعد اونکی آنکھیں کھل جاتی ہیں ' اور اونکو معلوم ہوجاتا ہے کہ جوہر تیغ

کے وہ اعمال حسنه جا بجا قرآن حکیم میں مشرح بیان کیے جنسے " الصراط المستقیم " کي راہ سعادت متعین هوتي هے - قصص القرآن کي اصلي غرض اسي " انعمت علیهم " کي تفسیر سمجھو - یه چار گروہ وہ هیں جنکے اندر نوع انساني کا تمـــام اصلح و اسعد حصه آگیا ' اور انساني عمل کي سچائي جب کبھي ظاهر هوگي ' تو ضرور هے که انهي انعام یافته چار جماعتوں میں سے کسي جماعت سے متعلق هو - پس غور کرو که تم یادگار یادگار پکار رهے هو ' تمام دنیا مشاهیر پرستي کیلیے بیقرار هے ' کرۂ ارضي کي هر متمدن انساني اجماعت انساني بڑائیوں کا تذکار کرنا چاهتي هے ' لیکن یه کیسي یادگار کي عجیب و غریب خالص حقیقت هے جو اسي تمام خرابیوں کو دور کرکے قرآن حکیم نے همیں عطا کي هے ؟ دنیا کي هر قوم صرف اپنے هي بڑوں کو تذکار کا مستحق سمجھتي هے' اور زیادہ سے زیادہ چند بڑے انسانوں کو یاد رکھنا چاهتي هے - لیکن قرآن حکیم نے کرۂ ارضي کي تمام حقیقي بڑائیوں اور اعمال صالحه کے تمام گھرانوں کو چن لیا ' اور حکم دیا که تم ان سب کے نمونوں کو اپنے سامنے رکھو ' اور سب کے بڑے بڑے کاموں ' بڑے بڑے عزموں ' بڑي بڑي نیکیوں سے اپني راہ ایمان واسلام کو مرتب و مقوم بناؤ - تم یادگاریں بناکر سال میں ایک مرتبه انهیں یاد دلسکتے هو ' اور عمارتي و سنگي اشکال میں کبھي کبھي ایک غلط انداز نظر ڈال لے سکتے هو - اس سے زیادہ تمهارے تذکار کي حقیقت کچھ نهیں هے - لیکن دیکھو ' تمهارے قرآن نے کیسي یادگار قائم کي جو هر روز دن میں پانچ مرتبه هر مومن انسان کے سامنے آتي هے ' اور صرف ایک هي بڑے انسان کو نهیں ' بلکه تمام راست باز انسانوں کو جو انبیاء ' صدیقین ' شهداء ' اور صالحین میں گذرے ' وہ یاد کرنا اور انکے اعمال مقدسه کے نمونوں پر چلکر راہ سعادت کي منزل مقصود تک پهنچنا چاهتا هے !

نظـرے خـوش گـذرے !

معاونیـــن البـــلاغ

بعض اهم مســائل !

مسئلۂ اعراض نظر و مطالعه

(۱) قرآن حکیم نے انساني نظر و مطالعه کے متعلق بار بار اور جا بجا فرمایا :

یمرون علیها و هم عنها مناظر عالم پر سے گذرتے هیں' مگر اسطرح
معرضون ! گذرتے هیں که غور و فکر نهیں کرتے اور منهه پهیرے هوے چلے جاتے هیں -

یه حالت دراصل نظر و مطالعۂ عالم کے نهایت اهم مقامات و واردات سے تعلق رکھتي هے - مگر اسکي جامعیت اور احاطه کا حال یه هے که اگر کسي چهوٹي سي چیز کو بھي اپنے سامنے رکھه لیجیے تو اس عام " اعراض نظر " کا نمونه آپکو ملجائیگا -

انساني مطالعۂ و نظر کے اعراض کي بڑي بڑي مثالیں جنکا تعلق علوم و اخلاق و مذهب سے هے ' آپ دیکھه چکے هیں ' لیکن آئیے ' آج ایک چهوٹي سي بات میں اسکي مثال ڈهونڈهیں -

جو خطوط دفتر میں مختلف درخواستوں اور کاروباري امور کے متعلق آیا کرتے هیں ' کبھي انپر نظر پڑجاتي هے تو میں دیکھتا هوں که " اعراض نظر و مطالعه " کي کتني مثالیں صرف هم اپني روزانه ڈاک هي سے جمع کرسکتے هیں ؟

بعض حضرات نهایت اصرار کے ساتھه پوچھه رهے هیں که " ترجمان القرآن " اور " البیان " کي قیمت کیا هے ؟

این سخن را چه جوابست تو هم میداني

ترجمان القرآن اور البیان کے وجود کا علم تو انهیں اُن اعلانات سے هوگیا جو البلاغ کے پہلے اور آخري صفحات پر درج هیں ' مگر قمتیں معلوم نه هوئیں ! !

ان اعلانات کو انهوں نے پڑھا هے ' لیکن اگر پڑھتے تو اس لا حاصل خط و کتابت کي زحمت سے خود بھي بچتے' اور مکتوب الیه کو بھي بچاتے -

بعض بزرگ نهایت هي تاکید کے ساتھه جواب طلب کرتے هیں اور ساتھه هي جوابي پوسٹ کارڈ بهیجنے کا صرف بھي گوارا کرتے هیں که " ترجمان القرآن بغیر اصل متن کے هوگا یا مع اصل قرآن کے ؟ " حالانکه اگر وہ اسکے اعلان کو پڑھتے تو اسمیں " حامل المتن " کا لفظ موجود هے ' جسکے معني غالباً یهي هیں که مع اصل قرآن کے مرتب کیا گیا هے !

متعدد حضرات جوابي کارڈ بهیجکر دریافت کرتے هیں که " کیا ترجمان اور البیان کي قیمت بهیجدیں ؟ " گویا دنیا میں کسي شے کے بقیمت لینے میں خریدار کے ارادے اور طلب کو کوئي دخل نهیں - اسکے لیے اصلي موثر مسئله محض دفتر کا " حکم " هے ' اور پھر اسکے لیے بھي چهپا هوا اعلان کافي نهیں - خاص دفتر کا آخري و قلمي " حکم منصوص " مطلوب هے ! !

اس سے بھي عجیب تر وہ احباب کرام هیں جنکے لیے سب سے زیادہ اهم مسئله نه توقیت کا هے ' نه طرز ترتیب اصل و ترجمه کا ' اور نه هي ترسیل قیمت کے متعلق آخري منصوص و قطعي حکم ' بلکه ایک دوسري حقیقت مستورہ و بعیدہ هے' جو باوجود کمال بعد و حجب ' انکي قوت نظر و تعاقب نظر سے نه بچ سکي ' اور بالآخر انهوں نے اسکا سراغ نکال هي لیا :

آخر آمد ز پس پردۂ تفتیش پدید !

وہ مسئلۂ مهمۂ و مجهوله ترجمان القرآن اور تفسیر البیان کي " زبان " کا هے - یعني اور سب باتیں تو بهرحال معلوم کر هي لي جائینگي ' سب سے پہلے یه واضح هوجانا چاهیے که ان دونوں کتابوں میں کونسي زبان استعمال کي گئي هے ؟ یه ترجمه اور تفسیر عربي میں هے یا اردو میں ؟

بسوخت عقل ز حیرت که این چه بوالعجبي ست ؟

سمجھه میں نهیں آتا که اسکے جواب میں کیا عرض کیا جاے ؟ بجز اسکے که یمرون علیها و هم معرضون کي تفسیر میں اس سوال کو بھي مع جوابي پوسٹ کارڈ کے داخل کردیا جاے :

بمزاحت نه گفتم این گفتار
هزل بگذار و جد ازو بردار !

آخر میں گذارش هے که دفتر اپنے احباب و معاونین کے شوق و ذوق کي پوري تعظیم کرتا هے' اور انکے ان اهم سوالات کو بھي انکي مشتاقانه محویت کي خود فراموشي کا نتیجه سمجھکر نهایت احسانمند هے ' تاهم اگر اس طرح غیر ضروري مراسلات کا بھي ایک نیا صیغه کھولدیا جائیگا تو پھر دفتر کي مشکلات غیر معدود و لا علاج هوجائینگي - مجبوراً یه ظاهر کرنا پڑتا هے که اس طرح کے سوالات " معرضون " کي تفسیر کیلیے سرمایۂ بحث تو بن سکتے هیں' مگر انکے جواب دینے کي دفتر کو مهلت نهیں ملسکتي - خواستگار معافي هے -

" پیشگي قیمت " اور " رعایت "

کا مطلب صرف یهي هے که اسي وقت آپ قیمت بذریعه منی آرڈر بهیجدیں - جن جن حضرات نے وي پي کیلیے لکھا هے' انکو معلوم هونا چاهیے که اُن سب کي درخواستیں بالکل بے فائدہ هیں اور دفتر انکو کوئي درخواست قرار نهیں دیتا - نه وہ رعایتي قیمت سے کچھه تعلق رکھتي هیں - جب یه کتابیں مکمل شائع هونگي تو انکي قیمت انکي آخري ضخامت کے مطابق قرار پائیگي - اس وقت اگر انهوں نے مکرر درخواست بهیجي تو کتاب اصلي قیمت پر بهیجي جائیگي - نه بهیجي تو موجودہ درخواست سے اس پر کوئي اثر نهیں پڑیگا -

شریک ہوے اور اوسکي ممبري قبول کي - اس انجمن کا مقصد یہ تھا کہ تمام سلطنتوں کے ارکان وعمال اور اعضاء حکومت میں باہم رابطۂ اتحاد قائم کیا جاے -

جو سلطنتیں صلح جو اور امن طلب تھیں ' اونھوں نے اسکو اور وسعت دي - چنانچہ ولایت متحدہ امریکہ میں ایک عظیم الشان انجمن قائم کي گئي ' جسکا مقصد یہ تھا کہ تمام سلطنتوں کے کارکن لوگوں کو باہم اسقدر متحد ہوجانا چاہیے کہ اگر ایک سلطنت دوسري سلطنت کے مقابلے میں آمادہ جنگ ہو' تو دونوں سلطنتوں کے تمام عمال اپنے اپنے کام سے علحدہ ہو جائیں - اسکا لازمي نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ سلطنت ایک دست شل بن کر رہجائیگي -

(۳) ان ذرائع کے علاوہ یورپ اور امریکہ میں سیکڑوں انجمنیں خاص اسي غرض سے قائم ہوگئي ہیں کہ دنیا کو امن و صلح کي دعوت دیں ' اور سیاسي و قومی اختلافات کو مٹائیں - اس مقصد کے لیے جو قوانین بنائے جاتے ہیں' وہ بجاے خود موثر ہیں' لیکن سب سے زیادہ انکا اثر اخلاقی پڑتا ہے ' اور جو صدا ان انجمنوں سے بلند ہوتي ہے ' وہ صرف شرکاء کانفرنس ہي کے دلوں میں جذبۂ مودت نہیں پیدا کرتي ' بلکہ کانفرنس کے ہال سے باہر نکلکر تمام دنیا کو محیط ہوجاتي ہے ' اور ہرشخص کے دل میں محبت کا بیج بو دیتي ہے - اسکا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ ایک عام کانفرنس صلح قایم ہوگئي ہے ' اور جرمني ' اسٹریا ' روس ' اٹلي ' اسپین ' انگلستان ' غرض تمام ملکوں میں مقامي انجمنیں بھي قائم ہیں جو اس کانفرنس کے مقاصد کي تائید کرتي ہیں-

(۴) ایک خاص قانون ساز کانفرنس بھي قائم کیگئي ہے جسکے ممبر قانون کے بڑے بڑے فضلاء ہیں ' اور جو خاص طور پر ایسے قانون وضع کرتي ہے جو مختلف سلطنتوں کے مقاصد کو باہم ٹکرانے نہیں دیتے - یہ کانفرنس سنہ ۱۸۷۳ میں مسیو رولاں فرانسیسي کي کوشش سے قائم ہوئي - اور رفتہ رفتہ امریکہ اور سوئٹزرلینڈ نے بھي اوسکي تقلید کي -

(۵) مختلف ممالک کي پارلیمنٹوں کے ممبروں کي کانفرنس ان سب سے الگ ہے - اوسکا مقصد یہ ہے کہ اختلافات و منازعات کا فیصلہ صرف حکم (پنچایت) کے ذریعہ سے کیا جاے -

(۶) سوشیالوجسٹ لوگوں کا ایک خاص فرقہ پیدا ہوگیا ہے جو ہمیشہ تعاون ' اجتماع ' اور مصالحت عامہ کي تائید میں سرگرم رہتا ہے- یورپ میں انکي تعداد آٹھہ ملین ہے ' اسلیے جنگ کي طرح صلح بھي اپنے ساتھہ جانباز سپاہیوں کي ایک فوج گراں رکھتي ہے -

(منکرین صلح عام و مویدین جنگ)

لیکن مویدین جنگ ان دلائل کے آگے نہیں جھکتے - وہ کہتے ہیں کہ ان دلائل کا خلاصہ صرف یہ ہے کہ انسان کي ایک غیر محدود تعداد کو فطرتاً عیش و مسرت اور سکون و اطمینان کے ساتھہ زندگي بسر کرنا چاہیے ' لیکن سوال یہ ہے کہ اسقدر کثیر التعداد عیش پرست انسان آغوش صلح میں پیدا بھي ہوسکتے ہیں یا نہیں ؟

اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ جنگ کي وجہ سے دفعتاً افزایش نسل انساني میں ایک نمایاں تنزل پیدا ہوجاتا ہے ' لاکھوں نوجوان طعمۂ تیغ و سناں ہوجاتے ہیں ' ہزاروں عورتیں بیوہ ہوجاتي ہیں ' قبیلے کے قبیلے ' خاندان کے خاندان جلا وطني اختیار کرلیتے ہیں ' اس طرح ایک ملک کي گود دفعتاً اپنے فرزندوں سے خالي ہوجاتي ہے - لیکن یہ ایک عجیب بات ہے کہ توالد و تناسل پر عیش و راحت اور امن و صلح کا اس سے بھي زیادہ مضر اثر پڑتا ہے - جو قومیں جسقدر زیادہ جنگجو ہوتي ہیں' اوسي قدر کثیر الولد بھي ہوتي ہیں - برخلاف اسکے عیش پسند ' صلح جو ' اور امن دوست قوموں میں بچوں کي تولید عموماً کم ہوجاتي ہے - عرب عموماً جنگجو تھے' لیکن ان میں بچوں کي کثرت تھي - فرانسیسیوں سے زیادہ عیش پرست کون سي قوم ہوگي ؟ لیکن وہاں کي آبادي روز بروز گھٹ رہي ہے - جرمني کو ایک جنگجو ملک کہا جاتا ہے ' لیکن جس زمانے سے اوس نے یہ خطاب عام طور پر حاصل کیا ہے' اوسیوقت سے اوس کي مردم شماري نے غیر معمولي ترقي کي ہے - جانور تک اس کلیہ سے مستثنی نہیں ' شیر اپنے کٹھہرے میں بہ نسبت جنگل کي خونخوار جھاڑیوں کے زیادہ امن و سکون کي زندگي بسر کرتا ہے ' لیکن اس گہوارۂ عیش میں اوسکا سلسلۂ توالد و تناسل دفعتاً منقطع ہو جاتا ہے - قبائل اور عام تمدني جماعتوں کي ترقي صرف تکثیر نسل پر موقوف ہے ' اور جنگ اس تمدني نظام کو صلح سے زیادہ وسعت کے ساتھہ قائم رکھہ سکتي ہے -

بد قسمتي سے اگرچہ ایک مدت سے جنگ ہوا پرستي ' شہرت طلبي ' اور خود غرضي کا ذریعہ بنا لیگئي ہے ' اور عموماً سلاطین و امراء فوج صرف اپنے جاہ و اقتدار کے قائم رکھنے کیلیے جنگي جہاز تیار کراتے ہیں ' توپیں ڈھالتے ہیں ' سوار پر صیقل چڑھاتے ہیں ' اور فوجوں کو آگ اور خون کے طوفان میں جھونک دیتے ہیں' لیکن جنگ کي نفس حقیقت پر اسکا کچھہ اثر نہیں پڑتا - امن و صلح کو بھي اسی طرح اغراض فاسدہ کا ذریعہ بنایا جاسکتا ہے - بہت سے لوگ صرف عیاشي و کاہلي کیلیے اطمینان و سکون اور صلح و سلام کي زندگي کے طالب ہوتے ہیں -

خدا نے انسان میں بغض و انتقام کا مادہ صرف اسلیے پیدا کیا ہے کہ وہ اپنے حقوق کي حفاظت کرے ' اور انتخاب طبیعي اور بقاے اصلح میں فطرۃ کا مساعد و مددگار ہو' پس جنگ کا فطري مقصد یہي ہے ' اور اس قسم کي لڑائیاں ہمیشہ دنیا کیلیے آگ اور خون کے ظاہري پردے میں ابر رحمت د جھینٹا ثابت ہوئي ہیں - جو لوگ میدان جنگ میں جانبازانہ لڑتے ہیں' وہ کسی قوم کے فنا کرنے میں انتخاب طبیعي کو مدد ہي نہیں دیتے ' بلکہ وہ اپنے آپ کو اصلح بھي ثابت کردیتے ہیں' یا اپنے اندر بقاء و قیام کي صلاحیت پیدا کرتے ہیں - ممکن ہے کہ وہ خود انتخاب طبیعي اور بقاء اصلح کي حقیقت ' اوسکے وقت ' اور طریق انتخاب سے واقف نہ ہوں ' تاہم قوت و صلاحیت کا احساس صحیح خود کسي قوم کے صالح ہونے کي دلیل ہے ' اور دنیا کو اب تک اسي احساس نے قائم رکہا ہے - پس اس قوت و احساس صحیح کا اندازہ صرف میدان جنگ ہي میں ہوسکتا ہے - کوئي قوم میدان جنگ میں انتخاب طبیعي کا فرض ادا کرنے خود نہیں جاتي - بلکہ وہ قدرت کے سب سے بڑے امتحان گاہ میں لیجاکر کھڑي کرائي جاتي ہے' اگر اوس میں زندہ رہنے کي صلاحیت ہے تو زندہ رہتي ہے ' ورنہ انتخاب طبیعي کا اسلحۂ جنگ اوسکو فنا کر دیتا ہے -

جس اخلاقي شجاعت نے کارنامے ہسپتالوں ' کالجوں ' اور یتیم خانوں کي صورت میں نظر آتے ہیں' وہ بھي اوسي وحشیانہ شجاعت کي ایک ترقي یافتہ صورت ہے جو میدان جنگ میں نہایت خوفناک نظر آتي ہے - جنگ بیرحمي کے ساتھہ جذبہ رحم و محبت کو بھي پیدا کر دیتي ہے ' اور چونکہ زمانۂ جنگ میں تمام قویٰ و جذبات متحرک رہتے ہیں ' اسلیے ہر جنگجو قوم ان چیزوں کو نہایت سرعت کے ساتھہ قائم کرلیتي ہے - تمدن نے ہمیشہ جنگ کے ساتھہ ساتھہ ترقي کي ہے ' عیش پرستي نے اوس میں ایک ذرے کا بھي اضافہ نہیں کیا ہے -

آج ملکوں اور سلطنتوں میں اتفاق و اتحاد کے جو ذرائع پیدا ہوگئے ہیں ' وہ بھي جنگ ہي کي برکت ہے - واقعات ثابت کررہے ہیں کہ یہ جو کچھہ تھا ' خوف ' بزدلي ' مصلحت ' ریاکاري ' ڈپلومیسي کا نتیجہ تھا - خلوص صرف میدان جنگ ہي میں نظر آسکتا ہے' اور ہمکو خلوص ہي کي جستجو کرني چاہیے -

(باقي آیندہ)

کي چکا چوندہ نے اونکو اندھا بنا دیا تھا - اسي بنا پر میں اس راہ کو صاف ورروشن نہیں دیکھتا - مجھے اوس میں خون اور کانٹوں کي رسیع چادر بچھي ہوئي نظر آتي ھے ! "

نیز وہ کہتے ھیں کہ اب انسان کا اخلاقي معیار روز بروز بلند ھوتا جاتا ھے - زمانۂ رحشت کي بیرحمیاں اور دور ھمجیت کي ظالمانہ رسمیں متتي جاتي ھیں - اونکي جگہ لطف و مراعات اور ایثار نفسي و فیاضي کا عام میلان پیدا ھوتا جاتا ھے - زمانۂ قدیم میں جنگ ایک فعل ممدوح خیال کي جاتي تھي ' لیکن اب اسکو سخت معیوب خیال کیا جاتا ھے - آج سے چند دن پہلے لوگ مینڈھوں کے لڑانے پر فخر کیا کرتے تھے - اب ھر متمدن انسان کو اس سے شرم آتي ھے - پہلے جانوروں کے لڑانے کیلیے خاص خاص میدان متعین کیے جاتے تھے ' اور اس طرح جانوروں کو سخت اذیت پہونچاکر لطف اندوزي کا سامان بہم پہونچایا جاتا تھا - اب جانوروں کو انسان کے ظلم و جور سے بچانے کیلیے متعدد انجمنوں کي بنیاد پڑگئي ھے ' اور انسان کے دائرۂ لطف و کرم میں بے زبان مخلوقات تک شامل ھوگئي ھیں -

کہا جاتا ھے کہ انسان کے مختلف طبقات فطرۃ باھم متحد نہیں ھو سکتے ' اور اس فطري اختلاف کا لازمي نتیجہ یہ ھے کہ کوئي ایسا جامع اور عام قانون نہیں بنایا جاسکتا جس پر ھر سلطنت اور ھر ملک و قوم کا اتفاق ھو -

لیکن ابتو سلطنتیں اس اتفاق عام کي طرف قدم بڑھا چکي ھیں ' اور جس چیز کو قانون شکن کہا جاتا تھا ' وہ خود پابند قانون ھوگئي ھے - یعني خود جنگ کے لیے ایک بین الملي قانون بنادیا گیا ھے جسپر تمام سلطنتوں نے اتفاق کرلیا ھے -

قدیم زمانے میں جنگ وحشت کا ایک نہایت بد نما مرقع تھي ' جس میں صرف بغض ' انتقام ' توھین ' تذلیل ' کا رنگ نظر آتا تھا - اسیران جنگ کو عموماً قتل کردیا جاتا تھا ' اونکے ھاتھہ پاؤں کاٹ ڈالے جاتے تھے ' اور دشمن کو ھر ممکن طریقہ سے ضرر پہونچایا جاتا تھا - لیکن اب تمام مہذب سلطنتیں اس وحشت و ھمجیت کے تصور سے لرز جاتي ھیں ' اور حتی المقدور جنگ کے مصائب کے کم کرنے میں اپني کوششوں کو صرف کررھي ھیں - لیکن چونکہ جنگ میں سنگدلي اور قساوت قلبي سے بالکلیہ اجتناب نہیں کیا جاسکتا ' اسلیے ایک ایسا معتدل قانون وضع کردیا گیا ھے جس پر عمل کرنے سے جنگ کا مقصد بھي حاصل ھوسکتا ھے اور وحشیانہ اعمال سے بھي احتراز کیا جاسکتا ھے - اس قانون کي رو سے بہت سے ھتیاروں اور بعض خاص اقسام کے گولوں کا استعمال ناجائز قرار دیدیا گیا ھے ' اور زخمیوں اور قیدیوں کے ساتھہ رفق و ملاطفت کا برتاؤ کیا جاتا ھے - اگر متخاصمین جنگ میں کوئي فریق اس قانون کی خلاف ورزي کرتا ھے اور دوسرا فریق بھي اسي طریقہ سے اوسکا مقابلہ کرنے پر مجبور ھو جاتا ھے ' تو تمام سلطنتیں خود اونکے مقابلہ کیلیے کھڑي ھو جاتي ھیں ' اور عالم تمدن کي بہترین ھمدردي اونکا ساتھہ چھوڑ دیتي ھے - اس سے صاف ثابت ھوتا ھے کہ دنیا کي تمام قومیں ایک اخلاقي ' تمدني ' اور قانوني رشتے میں منسلک ھوگئي ھیں ' اور اس نظام نے ایک قوم کو دوسری قوم کے شدائد و مصائب کا متکفل اور ذمہ دار بنا دیا ھے - قبائل اور خاندانوں نے اسي قسم کے نظام اتحاد کے ذریعہ قومیت کي صورت اختیار کي تھي ' اسلیے اتفاق کے ان آثار و علائم سے توقع کي جاتي ھے کہ اب دنیا کي قومیت کا مفہوم پہلے سے بھي زیادہ وسیع ھو جائیگا ' اور تمام قومیں اوسکے دائرے میں داخل ھو جائینگي - یہاں تک کہ بالاخر ایک دن ایک فیاض قانون خود جنگ ھي کا انسداد کردیگا - نہر کے منافذ جب ایک ایک کرکے بند ھوتے جاتے ھیں تو اسکا طبعي نتیجہ بجز اسکے اور کچھہ نہیں ھوسکتا کہ ایک دن خود نہر ھي خشک ھو جاے - اس اتفاق عام کي یہ آخري منزل ھوگي ' اور عنقریب اسي نقطے پر مصالحت عامہ کا سفید جھنڈا لہرائیگا -

بغض و انتقام جنگ کا مبدء اول ھیں ' اور دنیا کي کوئي قوم ایسي نہیں جسکے سینے کے اندر یہ آتشکدہ نہ بھڑکتا ھو - اس بنا پر صلح عام کا انعقاد بظاھر ناممکن معلوم ھوتا ھے ' لیکن ایک زمانے کو دوسرے زمانے پر قیاس کرنا غلطي ھے - قدیم زمانے میں تمام قومیں ایک انسانکے شخصي ارادہ کے جال میں گرفتار تھیں ' اور وہ اپني ذات پر قوم کے تمام مصالح و اغراض کو قربان کردیتا تھا - لیکن اب ھر قوم مستقل بالذات ھوگئي ھے ' اور اوس نے خود بادشاھوں کے جبر و سطوت کو اپنا تابع بنا لیا ھے - اب دنیا قہر و استبداد کے پنجۂ آھنیں سے نکل گئي ھے ' اور اپنے مصالح و فوائد کو سب سے زیادہ عزیز رکھتي ھے - یہي مصالح ایک قوم کو دوسري قوم سے ملاتے جاتے ھیں - گرد و کدورت کا جو پردہ درمیان میں قائم ھوگیا تھا ' وہ اوٹھتا جاتا ھے - انگریزوں اور فرانسیسیوں سے زیادہ کون قوم بغض و عداوت کے نشے میں سرشار تھي ؟ لیکن مصالح نے رفتہ رفتہ دونوں قوموں کو متحد کردیا ' اور آج فرانسیسي اور انگریزي فوج میدان جنگ میں دوش بدوش کھڑي ھوکر لڑ رھي ھے - جرمني اور فرانس اگرچہ آج ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ھیں ' لیکن ھمکو وقتي اسباب کے اثر سے مرعوب ھوکر مصالح کي لا زوال قوت کا انکار نہ کردینا چاھیے - ممکن ھے کہ ایک دن جرمني بھي انگلستان بن جاے -

آنکا اخري استدلال یہ ھے کہ جنگ کے علل و اسباب کي قوت روز بروز گھٹتي جاتي ھے ' اور صلح و اتحاد کے ذرائع وسیع اور ترقي پذیر ھوتے جاتے ھیں ' بالخصوص بعض اسباب ایسے پیدا ھوگئے ھیں جو دنیا کو اتفاق عام کي دعوت دے رھے ھیں :

(۱) علوم و فنون کي ترقی اور ایجادات و اختراعات کي وسعت نے ھر ملک کے علماء کو ایک دوسرے کا دوست بنادیا ھے - بالخصوص علوم طبیعیہ اور علم طب نے تو تمام دنیا کو ایک مرکز پر جمع کردیا ھے - ان علوم کا مقصد بالذات اگرچہ قیام امن و انعقاد صلح نہیں ھے ' لیکن اونکي ترقي و اشاعت کا جو طریقہ اختیار کیا گیا ھے ' اوس سے اتحاد و اتفاق کا مقصد نہایت آساني کے ساتھہ حاصل ھوسکتا ھے - ھر ملک میں ان علوم کي ترقي و استحکام کیلیے عظیم الشان کانفرنسیں قائم ھوتي ھیں - اون میں ممالک مختلفہ کے علماء بلکہ سلاطین و وزراء تک شریک ھوتے ھیں ' جن کے یکساں نصب العین میں کوئي اختلاف نہیں ھوتا -

نمایشوں کے ذریعہ سے بھي یہ مقصد نہایت وسیع پیمانے پر حاصل ھوتا جاتا ھے - انگریزوں اور فرانسیسیوں نے لندن میں تین سال تک جو نمایش قائم رکھي تھي ' اوسکي نسبت کہا جاتا ھے کہ اوس نے دونوں قوموں کے اتحاد میں بڑي مدد دي ھے -

(۲) ملکي اتفاق اور قومي اتحاد کا ایک بڑا ذریعہ سلاطین ' وزراء ' اور ارکان دولت کي باھمي ملاقات بھي ھے ' اور یہ ذریعہ اس زمانے میں نہایت عام ھوگیا ھے - فرانس اور انگلستان میں اسي طریقہ سے اتحاد پیدا ھوا ' اور روس نے بھي انگلستان سے اسي طرح رسم مودت قائم کي -

ابتداء میں تو اسکو ایک رسمي چیز سمجھا جاتا تھا - لیکن بعض غیر متوقع نتائج نے اسکو اسقدر ترقي دي کہ اسي غرض سے ایک عام انجمن قائم کیگئي جس میں ھر سلطنت کے عمال

سليمـــان ' و اتينـا داود زبورا (۴ : ۱۶۶)

بعد اسماعيل ' اسحاق ' يعقوب ' تمام اسباط اسرائيل ' عيسي ' ايوب يونس ' هارون ' اور سليمان آے ' اور داود کو هم نے زبور عطا کیا -

اب دیکهو که اس آیة کریمه میں کسقدر تدبر و تفکر عمیق کي ضرورت هے ؟ آیت میں مخاطب آنحضرت صلی الله علیه وسلم هیں - پہلے انکو حضرة نوح سے تشبیه دي جنہوں نے ایک نئي امة صالحه کي بنیاد رکهي تهي - پهر کہا که " والنبيين من بعده " اور جو نبي انکے بعد آے - یه طرز بیان صاف بتلا تا هے که حضرة نوح کے بعد والے انبیاء دعوة نوحي کے اسطرح اتباع و متعلقین میں داخل تهے که صرف حضرة نوح هي کا نام لے دینا انکے لیے کافي تها - پهر حضرة نوح کے بعد حضرة هود سے مزید تشبیه نہیں دي ' حضرة صالح سے نہیں دي ' حضـــرة لوط سے نہیں دي ' حضرة اسحاق سے نہیں دي ' حالانکه اگر مقصود محض وحي کے مورد و مهبط هونے کے لحاظ سے تشبیه تهي تو اسکے لیے تمام انبیاء کرام یکساں تهے ' مگر تم دیکهتے هو که حضرة نوح کے بعد هي دوسرا نام حضرة ابراهیم علیه السلام کا لیا گیا ' اور یه دوسري تشبیه و مماثلة هے جو دعوة اسلامي کو دي گئـي - پهر حضـرة ابراهیـم کے بعد بہت سے انبیاء کا نام لیا جو سب کے سب بلا استثناء دعوة ابراهیمي هي کے مجدد تهے ' اور اسطرح صاف صاف بتلا دیا که تاسیـس امم صالحه کے سلسلے دو هیں : ایک حضـرة نوح اور " و النبيين من بعده " کا - دوسرا حضرة ابراهیم اور انکے مجددین اسماعیل و اسحاق و یعقوب علیهم السلام کا -

اگر کہا جاے که حضرة نوح کے بعد حضرة ابراهیم علیه الســـلام کا نام محض ترتیب تاریخـي کیلیے آگیا ورنه کوئي مخصـوص امتیاز نه تها ' تو یه بهي صحیح نہیں - کیونکه اس آیة کریمه میں تاریخي ترتیب بالکل نہیں نظر آتي - تم دیکهه رهے هو که حضرة یعقوب و اسباط کے بعد هي حضرة عیسی کا نام آگیا هے جو سب کے بعد آے ' اور حضرة سلیمان کے بعد حضرة داؤد کا نام لیا گیا ' حالانکه حضرة داؤد حضرة سلیمان کے والد هیں -

پس اس آیة میں دعوة اسلامي کو تشبیه صرف دو دعوتوں سے دي گئي هے : دعوة نوحي اور دعوة ابراهیمي ' اور یه " کما اوحینا الی نوح " اور " و اوحینـــا الی ابراهیم " سے ظاهر هے - انکے علاوه یہاں جتنے انبیاء کا ذکر کیا گیا هے ' انسے مماثلة مقصود نہیں هے ' بلکه انکے نام تبعاً آئے هیں که وه ان دعوة هاے موسسه کے مجدد تهے -

رهي یه بات که حضرة نوح کے مجددین کي طرف تو صرف مجمل اشاره کر دیا مگر حضـــرة ابراهیـــم کے مجددین کے نام بالتصریح الگ الگ لیے گئے ' تو اسکے بهي متعدد اسباب هیں - ازانجمله واضح تر یه که سورۂ نساء کے اس حصه میں تمام تر خطاب اهل کتاب سے هے ' اور انکي زیاده تر معلومات حضرة ابراهیم کے بعد کے انبیاء سے متعلق تهي - نیز تعلق موسوي و اسرائیلي کي وجه سے وه ان انبیاء کو زیاده محترم و مقدس سمجهتے تهے ' اور تورات انکے تذکره سے لبریز تهي - پس حضرة نوح کے مجددین کیلیے تو صرف اشاره کردیا ' اور حضرة ابراهیم کے مجددین کي تفصیل کي ' تاکه بیان زیاده اوقع اور زیاده پر حجة هو -

(ایک اعتراض)

اگر تم کو شبه هو که قران نے اســـي طرح اور اسي طریق تشبیه کے ساتهه تو حضرة موسی اور آنحضرة علیهما السلام کو بهي باهم مشابه قرار دیا هے :

انا ارسلـــنا الیکم رسولاً شاهداً علیکم کما ارسلنا الی فـرعـون رســـولا - (۷۳ : ۱۵)

هم نے تمهاري جانب اپنا ایک رسول بهیجا ' تمهارے آگے حق کي شهادت دینے والا ' جس طرح فرعون کي جانب اپنے ایک رسول (حضرة موسی) کو بهیجا تها -

تو واضح رهے که یه مشابهت اس حقیقت کیلیے بالکل مخالف نہیں هے - بلا شبه قرآن نے حضرة موسی کي بعثت سے داعي اسلام کي بعثت کو تشبیه دي هے ' اور یه اوسي ارشاد الهي کا اعاده و یاد آوري هے جو اس سے پہلے حضرة موسی کو مخاطب کرکے کہا گیا تها که " میں تیرے بهائیوں (بني اسماعیل) میں سے تیرا جیسا ایک نبي بهیجونگا " لیکن یه مشابهت قسم تاسیس و تجدید اور صنف نبوت میں نہیں هے ' بلکه صرف حق اور باطل کے مقابلے میں هے - سورۂ نساء کي آیة میں " کما اوحینا " هے " یعني جسطرح هم نے حضرة نوح و ابراهیم پر نبوت و رسالت کي " وحي " کي - یہاں " ارسلنا " هے - یعني هم نے اس عهد کے باطل پرستوں اور متکبر و سرکش کفار کے مقابلے میں فتح رباني اور نصرة الهي کے ساتهه اسي طرح پیغمبر اسلام کو " بهیجا " هے ' جسطرح اسسے پہلے ایک بہت بڑے ظالم و مغرور ابلیس کے مقابلے میں حضرة موسی کو بهیجا تها ' اور باوجود اوس کے تمام ساز و سامان دنیوي کے وه اسپر غالب و فتح مند هوے تهے -

اس تشبیه سے صرف یه ظاهر کرنا مقصود هے که باطل کو اپني شیطاني قوتوں کے گهمنڈ میں مغرور نهوجانا چاهیے - جسطرح باوجود تنهائي و بے سرو ساماني کے حضرة موسي نے فرعون کو تباه و برباد کیا تها ' اسي طرح هم نے پیغمبر اسلام کو بهي اس عهد کے فراعنه و نمارده کے مقابلے میں بهیجا هے - اب بهي وهي نتیجه نکلے گا جو اُس وقت نکل چکا هے -

اسکي مزید تائید اس آیة کریمه کے سیاق و سباق سے هوتي هے - یه آیة سورۂ مزمل کي هے جو اغاز ظهور اسلام کے زمانے میں نازل هوئي تهي - اسکا موضوع تنزیل یه تها که تبلیغ حق کي مشکلات و مقامات کي نسبت آنحضرة صلی الله علیه و سلم کو آگاهي بخشي جاے ' اور بتلادیا جاے که حق کا ظهور همیشه ابتدا میں مظلومي و بے سرو ساماني هي کے ساتهه هوتا هے ' پر آخر میں فتحمندي چمکتي هے - چنانچه آیت زیر بحث سے پہلے راه حق کي مشکلات و تکالیف پر اور اس انکار و سرکشي پر جو باطل پرستوں میں نظر آتي تهي ' آپکو تسکین و تسلي دي هے اور فرمان هے که ان حالات کو دیکهکر اپنے اندر مایوسي نه لاؤ - یه حق کي ابتدا هے ' مگر تهوڑے سے صبر و انتظار کے بعد اسکي انتها بهي آنے والي هے :

و اذکر اسم ربـک و تبـتل الیه تبتیـلا ' رب المـشرق و المغرب لا اله الا هو فاتخذه وکیلا - و اصبر علی ما یقولون و اهجـرهم هجـراً جمیلا - و ذرني و المکذ بین اولي النعـمة و مهـلهم قلیـلا - ان لدینا انکالا و جحیما - (۷۳ : ۱۰)

اپنے پروردگار کا ذکر کرو اور سب کي طرف سے آنکهیں بند کرکے صرف اسي کے هوجاؤ - وه پروردگار که تمام عالم میں اسي کي ربوبیت کار فرما هے اور اسکے سوا کارساز عالم اور کوئي نہیں ' سو جب ایسا کارساز تمهارے ساتهه هے تو تم اور کسیطرف کیوں نظر اُٹهاؤ ؟ بس اسي کو اپنا کارساز یقین کرو ! رها منکرین حق کا ظلم ' انکا کبر باطل ' اور اپني باطل پرستارانه کامیابیوں کے دعوے اور اعلانات ' سو چاهیے که انپر صبر کرو - سر دست بغیر کسي سختي کے انسے الگ هو جاؤ ' اور انهیں انکے حال پر زیاده نہیں ' تهوڑے دنوں کیلیے چهوڑ دو - پهر دیکهو که حق کے یه جهٹلا نے والے جو طرح طرح کي خوش حالیوں اور دنیوي عزتوں میں اپنے تئیں پاکر بڑے هي متکبر و مغرور هوگئے هیں ' بالاخر کیسا نتیجه پاتے هیں ؟ همارے پاس اگر انکے لیے مهلت تهي تو اب انکے جکڑ نے کیلیے بیڑیاں اور انکي عقوبت کیلیے آگ بهي هے ! "

ما طفل کم سواد و سبق قصه هاے دوست
صد بار خوانده و دگر از سر گرفته ایم

(۳)

(۲) قرآن حکیم میں حضرات انبیاء کا تذکرہ ایک هي مقصد اور ایک هي استدلال کے ماتحت نہیں ھے' بلکه هر جگهه وہ ایک نیا مقصد ' ایک نیا نتیجه ' ایک نیا استدلال ' اور ایک نیا طرز استنباط بصائر و حکم رکهتا ھے - یهي وجه ھے که یه عاجز قرآن حکیم میں محض تاکید و ازدیاد اثر کیلیے تکرار بیان و مطالب کا قائل نہیں بلکه اسکو کلام الهي کیلیے ایک نقص یقین کرتا ھے' اور مطالب متکررہ کو بهي هر جگه باعتبار نتائج بالکل ایک نیا اور مستقل بیان پاتا ھے - اس بنا پر بلا شبه ایک ظاهربیں نگاہ دیکهیگي که بہت سے مقامات بظاهر اس حقیقت کے خلاف هیں ' اور جن انبیاء کرام کو هم مجدد قرار دیتے هیں' انکا نام موسسین کے ساتهه اسطرح لیا گیا ھے' گویا صنف کے اعتبار سے ان میں باهم کوئي امتیاز نہیں - لیکن ایسا سمجهنا فی الحقیقت ایک سخت کوتاہ بیني اور حقیقت ناشناسي هوگي اور اسي لیے کہا گیا ھے که :

و ما یعقلها الا العالمون ! حقائق قرآنیه کا ادراک نہیں کرسکتے مگر وہ لوگ جنکے قلوب کو الله تعالی نے علم حق کیلیے کهول دیا ھے !

نیز سورۂ عنکبوت میں فرمایا : بل هو آیات بینات في صدور الذین اوتوا العلم - یعني جن خوش نصیبوں کے سینوں کو خدا نے علم نبوي و الهي کیلیے کهول دیا ھے ' صرف وهي هیں جو قرآن حکیم کے حقائق و معارف کا آشیانه بن سکتے هیں ' ورنه ارباب جهل کي نظروں سے دیکها جاے تو " اساطیر الاولین " کے سوا اسکے قصص کے اندر اور دهرا هي کیا ھے ؟

بهر حال اس اختلاف طرز ذکر کا راز در اصل اس نکته کے حل هونے پر موقوف ھے که قرآن حکیم کے قصص و اخبار کے مقاصد و اغراض پر سے پردہ اٹهایا جاے ' اور جو حقائق و معارف ان میں پوشیدہ هیں ' اور اختلاف مقاصد بیان نے جسطرح بیان کے انداز و ترتیب کو بهي مختلف کردیا ھے ' اسے واضح کیا جاے - مگر یه موضوع تفسیر کا ھے - یہاں اسقدر کہدینا کافي ھے که جن سورتوں میں انبیاء موسسین کے ساتهه هي بغیر کسي فصل و امتیاز کے بعض انبیاء مجددین (علی نبینا و علیهم السلام) کا بهي ذکر کیا گیا ھے ' ان مقامات میں نه تو مقصود ترتیب تاریخي ھے ' نه تفریق تاسیس و تجدید ' اور نه هي قسم دعوة کي بنا پر مختلف طبقات کي تمییز - بلکه وهاں انکے اعمال مشترکه و عامه اور اسکے نتائج غیر مخصوصه و متعددہ میں سے بعض خاص امور کو پیش کرنا ھے ' اور صرف انهي کي جانب مخاطب کو متوجه کرنا یا مسلمانوں کو توجه دلاني ھے - اس مقصد کے لیے انبیاء کے ازمنۂ ظهور و تبلیغ کي تقدیم و تاخیر اور اصناف تاسیس و تجدید بالکل غیر موثر تهے' اسلیے بالکل ضرورت نه تهي که ان پہلوؤں کا وهاں لحاظ کیا جاتا -

یا پهر بعض مقامات میں یه نظر آتا ھے که مقصود انبیاء کا ظهور نہیں بلکه ایک خاص طرح کي دعوة ' ایک خاص طرح کي طرز تبلیغ ' ایک خاص طرح کي جماعت مومنین ' ایک خاص قسم کي ضلالت منکرین ' اور ان سب امور کا کوئي خاص طرح کا نتیجۂ حسن و قبح یا عذاب و ثواب مقصود ھے' اسلیے قدرتي طور پر ترتیب زماني و صنف نبوت و قسم دعوة سے بالکل قطع نظر کرلیا گیا ھے ' اور صرف اُن نبیوں اور دعوتوں کو یکجا کرکے بیان کردیا ھے جو اُس پیش نظر و زیر مقصد امر میں باهم سب سے زیادہ مشابهت و مشارکة رکهتے تهے - اگر حضرة نوح اور حضرة موسی علیهما السلام کے زمانے میں وہ امر زیادہ یکساں نیت و مشارکة کے ساتهه ظاهر هوا ھے' تو بلا خیال اسکے که حضرة نوح کا زمانه کب تها اور حضرة موسی کب ظاهر هوے ' اور بغیر اس ترتیب کے که حضرة نوح موسس تهے اور حضرة موسی مجدد ' دونوں کا ذکر ایک ساتهه کردیا ھے - کیونکه مقصد زمانه 'صنف' اور وجود ذاتي نہیں ھے' بلکه ایک اور چیز جو به نسبت دوسرے انبیاء کرام کے ان دونوں کے زمانے میں زیادہ وسعت کے ساتهه ظاهر هوئي ' اور اسلیے عبرت و تذکیر کیلیے ان کا یکجائي ذکر زیادہ قوي و موثر ھے -

مگر جن مقامات میں اسطرح کے مقاصد نه تهے بلکه خاص طور پر زمانه اور قسم دعوة و صنف ظهور مقصود تها ' وهاں تم صاف صاف پاؤگے که موسسین بالکل الگ هیں اور مجددین کي صف بالکل دوسري ھے - اور بالتصریح ظاهر کردیا ھے که ان میں موسسین امم کا سلسله اسطرح چلا اور مجددین امم اسطرح ظاهر هوے -

(تمثیل دعوة اسلام)

اب اس مقدمه کو ذهن نشیں کرنے کے بعد میرا ساتهه دو اور قرآن حکیم کے ان بیانات کو جو جابجا متفرق هیں یکجا کرکے غور کرو -

سب سے پہلي چیز یه ھے که قرآن حکیم نے جن مقامات پر قسم دعوة و صنف انبیاء کي بنا پر کوئي تذکرہ کیا ھے' یا کسي موسس کو بر بناء دعوة و تبلیغ تشبیه دي ھے' تو اسطرح کے تمام مواقع پر اس امتیاز و فرق کو ملحوظ رکها ھے -

چنانچه تمام قرآن میں هم پاتے هیں که حضرة ختم المرسلین کي دعوة کو حضرة نوح اور حضرة ابراهیم علیهما السلام کي قسم دعوة سے تشبیه دي ھے - حضرة هود یا حضرة صالح وغیرهم مجددین سے تشبیه نہیں دي - کیونکه اسلام کي دعوة موسسه تهي - مجددہ نه تهي - اور حضرة نوح اور حضرة ابراهیم هي تمام انبیاء متذکرۂ قرآن میں موسس تهے - پس اسلام کے لیے انهي کي صف میں جگه رکهي گئي -

سورہ نساء میں فرمایا :

انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ ' و اوحینا الی ابراهیم و اسماعیل و اسحاق و یعقوب والاسباط ' و عیسی ' و ایوب و یونس ' و هارون و

هم نے اُسي طرح تیرے وجود کو مهبط وحي الهي بنایا ' جسطرح حضرة نوح کو ' اور اُن انبیاء (مجددین) کو جو دعوة نوحي کے بعد هوے - نیز جسطرح حضرة ابراهیم پر هم نے وحي کي اور انکے

اب یه بالکل ظاهر هے که یہاں حضرۃ نوح کا کوئي تذکره نه تھا - نه اس سے پہلے انکي طرف اشاره کیا گیا هے - ذکر صرف حضرۃ ابراهیم کا هے اور انکي اس فضیلت کا هے که خدا نے حضرۃ اسحاق اور انکے بعد حضرۃ یعقوب کے ذریعه نسل ابراهیمي کو پھیلایا اور زمین پر قائم کیا - لیکن یکایک درمیان میں ایک جملۂ معترضه سا آگیا هے جو بظاهر ربط بیان کے بالکل مخالف هے که " و نوحا هدینا من قبل " اور نوح جنکو انسے پہلے هم نے هدایت بخشي - سوال یه هے که اس جملۂ معترضه کا یہاں کون موقعه تھا ؟ اور حضرۃ ابراهیم کے تذکره میں بغیر ربط بیان کے صرف حضرۃ نوح کے ظہور و هدایت بخشي کي جانب اشاره کر دینا کیوں ضروري هوا ؟

ممکن هے که جن لوگوں کے نزدیک کلام الهي کي تقدیس و عظمت کیلیے ربط بیان و ترتیب مطالب کچھه ضروري نہیں هے (حالانکه وه خود انسان هوکر اپنے بیان کیلیے ضروري سمجھتے هیں) وه اس چیز کو چنداں قابل غور نه سمجھیں - لیکن الحمد لله هم که انسانوں کے اندر مربوط و مرتب بیان کرنے کي قدرت دیکھتے هیں ' کسي طرح اسکا تخیل بھي نہیں کرسکتے که خدا کے کلام کو بے ربط قرار دیں - انسان اگر نہیں سمجھتا تو اسکے لیے بہتر هے که اپني سمجھه کا گله کرے ' نه یه سمجھ سکے که کلام الهي کي عظمت کو اپني کم فہمي سے آلوده کرے !

پس واضح هو که یه آیۃ کریمه بھي بلحاظ اپنے خاص موضوع بحث کے اسي طرح مربوط اور متصل بیان هے ' جیسا که اول سے لیکر آخر تک قرآن حکیم کا هر حصه مرتب و منظم هے - بلاشبه یہاں صرف حضرۃ ابراهیم هي کا تذکره هے - حضرۃ نوح کا کوئي تذکره نہیں ' لیکن حضرۃ ابراهیم کے مقامات میں سے اس مقام کا تذکره آگیا هے جو انکي دعوۃ کي قوۃ موسسه اور اسکے آثار باقیه و جاریه سے تعلق رکھتا هے - یعني یه بیان شروع هوگیا هے که هم نے انکے وجود کو هدایت ارضي کا ایک ایسا تخم بنایا جس سے بے شمار شاخیں آگے چلکر پھوٹیں اور پھیلیں ' اور انکو حضرۃ اسحاق و حضرۃ یعقوب کي نسل دي جس سے کتنے هي انبیاء و مجددین پیدا هوے ' اور اپنے اپنے عہدوں میں دعوۃ ابراهیمي کي تجدید کرتے رهے - و وهبنا له اسحاق و یعقوب - چونکه حضرۃ ابراهیم کا یه درجه اسي طرح کا تھا ' جیسا که درجۂ تاسیس حضرۃ نوح کو انسے پہلے دیا گیا تھا ' اور انکي دعوۃ موسسه کي نسل و ذریت عرصه تک قائم و جاري رهي تھي ' اسلیے ضرور تھا که اسکي طرف بھي اشاره کردیا جاتا ' تاکه حضرۃ ابراهیم کي اس فضیلت و خصوصیت کي صنف واضح هوجاے - چنانچه ایسا هي کیا گیا ' اور بتلادیا گیا که حضرۃ ابراهیم کو جو ایک نسل هدایت هم نے بخشي ' تو یه اسي قسم کي بخشش الهي هے ' جیسي که انسے پہلے حضرۃ نوح کے ذریعه هوچکي هے - انکي نسل بھي نسل ابراهیمي کي طرح هدایت ارضي کیلیے عرصه تک قائم رکھي گئي -

حضرۃ نوح کا ذکر ' حضرۃ اسحاق و یعقوب کے بعد کیا هے نه که پہلے - تم جانتے هو که حضرۃ اسحاق و یعقوب هي سے نسل ابراهیمي بني اسرائیل کے نام سے بڑھي اور پھیلي ' اور یه بھي تمھیں معلوم هے که حضرۃ یعقوب هي کا دوسرا نام " اسرائیل " تھا - پس یه کیسا کھلا ثبوت هے اس امر کا که حضرۃ نوح کا یہاں ذکر صرف بقاء نسل و ذریت کے اشتراک اور هم صفتي هي کي بنا پر کیا گیا هے ' اور چونکه اس وصف میں صرف وهي ایک ایسي دعوۃ تھي جو حضرۃ ابراهیم کي دعوۃ موسسه سے نسبت رکھتي تھي ' اسلیے صرف اسي کا ذکر کیا گیا - اُن کا ذکر نہیں [illegible] جو موسس کي جگه مجدد تھے - مثلاً حضرۃ صالح ' حضرۃ هود ' حضرۃ لوط ' علیهم السلام -

تاریخ و عبر

الحرب في الاسلام

(از جناب شیخ محمد اسماعیل صاحب پاني پتي)

(۱)

دور تہذیب و مدنیت کے آغاز میں انسانوں کي جرگه بندیاں هوا کرتي تھیں ' اور ان کي فوجیں وهي خاندان و قبیله کے افراد - جس وقت لڑائي یا جنگ کي نوبت آتي یا جدال و قتال کي ضرورت هوتي ' تو هر ایک خاندان و قبیله کے اشخاص بلا کسي نظام و ترتیب کے یکجا جمع هوجایا کرتے تھے ' اور جنگ کے بعد هر شخص کو اتنا هي حصه مال غنیمت کا ملتا تھا جتنا وه اپني بہادري ' زور و قوت ' اور جوانمردي سے حاصل کر سکتا - مگر جب لوگوں نے حضریت اختیار کي تو کاروبار باهم تقسیم کر لیے گئے ' حکومتیں قائم هوئیں ' الگ الگ پیشے ' جدا جدا عمل اختیار کیے گئے ' اور اسوقت سے فوجي ملازمت کي بنا پڑي - سب سے پہلے جس حکومت نے فوج کو بھرتي کیا ' وه " مصر کي فرعوني حکومت " تھي - خیال کیا جاتا هے که پہلے پہل اسکي ابتدا عیسی علیه السلام سے تقریباً دو هزار برس بیشتر اس وقت پڑي جبکه فراعنۂ مصر نے حبشیوں اور زنگیوں کي ایک تعداد کثیر کو بھرتي کرکے ایک باقاعده فوج مرتب کي ' اور اسکي مدد سے " بحر احمر " کے سواحل پر آباد شده اقوام و قبائل کو مسخر کرلیا - بعد ازاں دوسري قوموں نے اس کي تقلید کي اور مختلف حکومتوں نے اسي کا تتبع کیا - چنانچه اشوریا ' بابل ' فینیقیه ' اور یونان کي قدیم حکومتوں نے اس طریقه کو اختیار کیا - یونان سے رومیوں نے اخذ کیا ' اور رومیوں سے مسلمانوں نے سیکھا -

فراعنۂ مصر کے یہاں " فوجي نظام " بدیں شکل قائم هوتا تھا که وه اپني افواج کو لمبي ' گنجان ' اور سیدھي صفوں میں کھڑا کیا کرتے تھے - اسکي تائید اُن عمارات کہنه کے کھنڈرات اور محلات شکسته کے بوسیده در و دیوار سے بخوبي هوسکتي هے جو مصر میں اپنے متکبر و متمرد مکینوں کي یادگار هیں ' اور جن پر صفوف لشکر کي متعدد تصاویر کھینچي هوئي پائي گئي هیں -

حکومت مصر سے اس طریقه کو اهل یونان نے استنباط کیا ' اور اپنے یہاں اسکو کسي قدر ترمیم و تنسیخ کے بعد رائج کیا - انھوں نے " پلٹنیں " تیار کیں جن کو وه (Phalanx) کہتے تھے - اُن کے نظم و ترتیب کي صورت یه تھي که فوجي سپاهي بالکل سیدھي صفوف میں کھڑے هوجاتے تھے - ۴۰۰۰ جوانوں سے ایک پلٹن مرتب هوتي - کھڑے هونے کا طریقه یه تھا که ایک سپاهي دوسرے سپاهي سے چند قدم کے فاصلے پر اپنے مقابل والے سپاهي کي دنبال سیدھه میں کھڑا هوتا ' اور صفیں ایک دوسرے کے پیچھے برابر چلي جاتیں - ایک عرصے تک یه فوجي نظام بدستور اپني حالت پر قائم رها - لیکن مقدونیه کے بادشاه اور سکندر اعظم کے باپ " فیلقوس " نے پلٹن کے سپاهیوں کي تعداد مذکوره [illegible] شمار سے [illegible] کردي ' اور پھر فیلقوس کي وفات کے بعد [illegible] کے بیٹے سکندر اعظم نے [illegible] - سکندر نے سپاهیوں کو اس [illegible] پاس کھڑا کرنا شروع کیا که [illegible] کندھے باهم ملے رهتے تھے ' [illegible] کي ڈھالیں ایک دوسرے سے ملي جاتي تھیں - [illegible] نے سپاهیوں [illegible] عجیب طرز [illegible] طریقے [illegible] تھے ' جنمیں [illegible] اکثر [illegible] چوبیس [illegible] هوتے تھے - سب سے پہلي صف

اسکے بعد پھر اُن منکرین و مغرورین کو مخاطب کرکے فرمایا کہ تمھیں معلوم ہونا چاھیے کہ تمھاری جانب اسي طرح حق کا یہ اعلان بھیجا گیا ھے ' جسطرح تمھاری نسل ابلیسي کے ایک مورث اعلی فرعون کے سامنے حق کا ظہور ھوا تھا ' اور جسطرح تم نے باطل پر گھمنڈ کیا ' اُس نے بھي کیا تھا - چنانچہ فرمایا کہ :

فعصي فرعون الرسول فاخذناه اخــذا وبيلا - فكيــف تتقون ان كفــرتم يومــا يجعــل الولــدان شيبــاً ؟ (٧٣ : ١٦)

فـرعـون نے همارے رسـول کي نافرماني کي سو همارے غضب نے اسے بڑا هي سخت پکڑا اور اسکا سارا گھمنڈ اور غرور باطل بیکار گیا - پھر اسے منکرین اسلام ! اگر تم بھي اسي طرح نافرماني کروگے تو اُس دن کي مصیبت سے کیسے بچ سکوگے جسکي سختي بچوں کو مارے غم کے بوڑھا کردیگي ؟

یہ اشارہ بدر اور فتح مکہ کے طرف تھا ' سو وعید الهي نے جو کہا تھا پورا کردکھایا -

بہر حال سورۂ مزمل کے موضوع تنزیل اور ایۃ زیر بحث کے سباق و سیاق سے صاف ظاھر ھے کہ یہاں حضرۃ موسی سے آیۃ نساء کي طرح دعوۃ اور داعي میں تشبیہ نہیں دي گئي ھے' بلکہ دعوۃ و داعي کے انکار اور منکر میں دي گئي ھے - پس یہ تشبیہ آنحضرۃ اور حضرۃ موسی علیہما السلام میں نہ ھوئي - منکر موسی اور منکر محمد میں ھوئي (صلی اللہ علیہما و لعنۃ اللہ علی المنکرین الخاسرین !)

(٣) ٹھیک ٹھیک اسي طرح سورۂ " شوری " میں جہاں وحدۃ ادیان و توحید شرائع کي طرف توجہ دلائي ھے ' تو وھاں بھي دعوۃ اسلامي کا ذکر حضرۃ نوح اور حضرۃ ابراھیم علیہما السلام ھي کي صف میں بلا فصل کیا گیا ھے' اور اسطرح اسکي قوۃ موسسہ کي نمایاں صنف واضح کردي ھے:

شـرع لكم من الدين ما وصى به نوحا و الذي اوحينا اليک وما وصينا به ابراهيــم و مـوسى و عيسى ؛ ان اقيمــوا الدين و لا تتفرقوا فيه - (٤٢ : ١١)

تمھارے لیے دین کا وھي راستہ ٹھرایا ھے جس کے لیے نوح کو وصیت کي گئي تھي' اور اے پیغمبر اسلام ! جسکے لیے هم نے تم پر وحي کي ھے - نیزیہ وھي راہ ھے کہ اسکے لیے ابراھیم ' موسی ' اور عیسی کو بھي هم نے وصیت کي تھي کہ دین الهي کو قائم کرو اور اسمیں تفرقہ نہ ڈالو -

اب غور کرو کہ اس آیۃ کریمہ میں اللہ تعالی نے کسطرح پیغمبر اسلام کو نمایاں طور پر حضرۃ نوح کے ساتھہ کھڑا کیا ھے' اور جن انبیاء کرام علیہم السلام کو هم نے دوسري صنف مجددین میں قرار دیا ھے' انمیں سے کسي کا نام نہیں لیا ھے ؟ پھر اسپر بھي نظر رھے کہ یہاں دعوۃ اسلام کا ذکر جسطرح ترتیب تاریخي و زماني کو یکقلم نظر انداز کرکے کیا گیا ھے ' وہ اس حقیقت کیلیے بالکل ایک بے حجاب روشني ھے - آیۃ کریمہ کا مقصود یہ تھا کہ دین الهي کي وحدۃ اور قانون ظہور رسالت کي یکساں حالت کي طرف توجہ دلائي جاے - پس فرمایا کہ وہ ایک ھي شریعۃ الاهیہ ھے جسکي طرف برابر ھر ظہور نے دعوۃ دي' اور سب کي دعوۃ کا مقصد قیام دین الهي و عدم تفرقۂ و اختلاف تھا - پہر اس سلسلے کو حضرۃ نوح سے شروع کیا - اگر بلحاظ صنف کے تمام ظہوروں میں کوئي فرق نہ تھا ' تو قدرتي ترتیب تو یہ تھي کہ حضرۃ نوح کے بعد اُنکے بعد کے انبیاء کا ذکر کیا جاتا ' اور اگر انکو کسي وجہ سے نظر انداز کردیا تھا تو حضرۃ ابراھیم' حضرۃ موسی ' حضرۃ عیسی کے تذکرہ کو تو ضرور ھي انکے بعد جگہ دیني' اور پھر سب کے اخر میں اسلام کا ذکر کیا جاتا جیسا کہ سب کے بعد وہ ظاھر ھوا ' لیکن تم دیکھہ رھے ھو کہ حضرۃ نوح کے بعد یکایک لسان الهي اسلام کي جانب متوجہ ھوتي ھے اور پیغمبر اسلام کو مخاطب کرکے انکي دعوۃ کا ذکر کرتي ھے - پھر انکا ذکر کرکے مکرر درمیاني کڑیوں کي طرف عود کرتي ھے' اور ان میں سے بھي سب سے پہلے حضرۃ ابراھیم علیہ السلام ھي کا نام لیتي ھے جو دعوۃ نوحي کے بعد دوسرے دور تاسیس کے موسس تھے - البتہ انکے ساتھہ حضرۃ موسی اور حضرۃ عیسی علیہما السلام کا ذکر بھي کردیا جاتا ھے !

حضرۃ نوح اور حضرۃ ابراھیم علیہما السلام کے درمیان اسلام کا ذکر بالکل ایک طرح کا جملۂ معترضہ معلوم ھوتا ھے' جو ترتیب بیان کے بالکل خلاف ھے -

پس بیان کا یہ انداز صاف صاف کہہ رہا ھے کہ سلسلۂ ادیان و توصیۂ شرائع میں اســلام کو کوئي ایسي خصوصیت حاصل ھے جسکي وجہ سے وہ حضرۃ نوح کے تذکرہ سے ایک خاص تعلق و ربط رکھتا ھے' اور اسلیے گو اسکا ظہور سب سے آخر ھوا ' تاھم اپنے تعلق و ربط کي بنا پر حضرۃ نوح کے ساتھہ اسکا ذکر نہایت ضروري تھا - اسي طرح اسلام کے بعد حضرۃ ابراھیم کا نام لیا گیا اور انکو حضرۃ موسی و عیسی کے ناموں پر مقدم رکھا - نہ اسلیے کہ بلحاظ زمانے کے وہ مقدم تھے ' کیونکہ زمانے کو تو یہاں بالکل نظر انداز کردیا گیا ھے اور دعوۃ نوحي کے بعد دعوۃ اسلامي کا نام آگیا ھے' بلکہ صرف اسلیے کہ حضرۃ ابراھیم بھي مثل حضرۃ نوح و حضرۃ ختم المرسلین کے موسس تھے - اسلیے وھي اس صف میں کھڑے ھوسکتے تھے - البتہ انکے بعد انکے مجددوں کا بھي خاص طور پر ذکر کیا گیا ' تاکہ ایک طرف تو یہ واضح ھوجاے کہ موسس و مجدد دونوں طرح کے نبیوں کا مقصد ھمیشہ ایک ھي رھا ھے اور سب کو ایک ھي دین الهي کي وصیت کي گئي ھے ' دوسري طرف یہودیوں اور عیسائیوں کے تخاطب میں اُن انبیاء کا ذکر آجاے جن کي ذات سے [illegible] تعلق ھے -

(اتحــاد دعوۃ نوحــي و ابراھیمــي)

(٤) سورۂ انعام میں ایک مقام پر بہ تفصیل حضرۃ ابراھیم کے مقامات و درجات الاھیہ کا تذکرہ کیا ھے - وھاں فرمایا :

و تلک حجتنــا آتيناها ابراهيم على قومه' نرفع درجات من نشاء ' ان ربک حكيــم عليــم - ووهبنــا لــــه اسحــاق و يعقــوب كلاً هدينــــا ' و نوحا هدينا من قبل - و من ذريتــه داود و سليمــــان و ايوب الخ (٦ : ٨٤)

" اور یہ هماري هي حجۃ تھي جو هم نے ابراھیم کو اُسکي قوم کے مقابلے میں عطا کي - هم اپنے بندوں میں سے جسکو ظہور حق کیلیے چن لیتے ھیں ' اسکے مدارج علم الهي کو اسي طرح بلند کرتے ھیں - بلا شبہ تمھارا پروردگار حکیم و علیم ھے کہ اسکے تمام کاموں کے اندر حکمتیں اور مصلحتیں ھوتي ھیں - اور پھر دیکھو کہ هم نے ابراھیم کو اسحاق اور یعقوب جیسي نسل دي کہ ان دونوں کے آگے دین حق کي راہ هم نے کھول دي تھي ' اور یہاں یہ بھي یاد رھے کہ ابراھیم سے پہلے نوح کو بھي دین حق کي راہ اسي طرح هم دکھا چکے ھیں - بہر حال هم نے ابراھیم کو اسحاق و یعقوب کي نسل دي ' اور پھر اسي ذریت میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب (الخ) کو پیدا کیا "

[illegible] آیۃ کریمہ کا [illegible] بیان بھي [illegible] واضح و نمایاں طور پر اس حقیقت مسلمہ [illegible] حجاب [illegible] رھا ھے ؟

[illegible] تذکرہ صرف حضرۃ ابراھیم علیہ السلام کا ھے جو " و اذ قال ابراھیم لابیہ آذر " سے شروع ھوا ھے اور مسلسل بڑھتا آیا ھے - اسي سلسلہ میں حضرۃ ابراھیم اور انکي قوم کے مباحثہ حق [illegible] کا ذکر کیا ھے اور ایک خاص برھان الهي کو نقل کرکے " [illegible] " قرار دیا ھے - پھر فرمایا ھے کہ یہ هماري حجۃ ھے جو هم نے ابراھیم کو دي اور اونکے درجات کو بلند کیا -

بارجود اس کے تمام مسلمان سر بکف سپاهي تھے - انمیں سے کوئي شخص سواے شمشیرزني کے دوسرا کوئي پیشه یا کام اختیار نهیں کرتا تھا - حضرت عمر رضي الله عنه نے انهیں کاشت و زراعت کے بکھیڑوں میں دخل دینے اور کھیتي باڑي کے دھندوں میں پڑنے سے بھي منع فرما دیا تھا - کیونکه خلیفهٔ ممدوح نے اس بات کو بخوبي سمجھه لیا تھا که مسلمانوں نے ممالک کو فتح کرنے اور سرسبز زمینوں پر قابض و متصرف هونیکے بعد آرام طلبي اختیارکرنا اور جنگ سے دست کش هونا چاها تھا - لهذا آپ نے تمام ممالک مفتوحه میں منادي کرادي که امیر افواج (جنرل) اپني اپني رعایا (سپاه) سے کهدیں : " بیت المال سے اُن کا وظیفه مقرر کر دیا گیا هے - ان کے اهل و عیال کیلیے بھي وظائف کي ایک مقدار معین هوچکي هے - اب وه لوگ کھیتي کرنے یا بونے کي جانب مائل نه هوں "

حضرت عمر رضي الله عنـــه نے اس حکم میں اس دور اندیشي کو بھي ملحوظ رکھا تھا که جنگجو مسلمان کسي ملک کو اپنا وطن بنا کر کهیں اسمیں با قاعده سکونت و قیام اختیار نه کرلیں ' اور اسطرح اُن کو اپنے اُن بهائیوں کي اعانت و امداد کیلیے جو کسي اور جگه مصروف جنگ هوں ' جانا ناگوار خاطر هو جاے - یا کسي علاقهٔ مفتوحه کي حفاظت و انتظام کي غرض سے روانه هوتے وقت (جسکا اتفاق اکثر پڑا کرتا تھا) نقل و حرکت شاق نه گذرے -

مسلمانوں کي عام جماعتوں کے علاوه فوج کي ایک علحده جماعت کو مرتب کرنا ' حضرت عمر کے عهد میں دفاتر کھلنے کے وقت سے شروع هوا ' اور بنو امیه کے عهد میں مکمل هوا - اس کا بیان قارئین کرام آینده صفحات میں ملاحظه فرمائینگے -

تاریخ داں حضرات سے یه امر پوشیده نهیں هے که خدمات جنگي کا لزوم اور با قاعده فوجي ملازمت کا دستور زمانهٔ بنو امیه کے وسط میں شروع هوا تھا - اس سے پہلے لوگ محض جهاد کے طور پر لڑائیوں میں شریک هو کر مال غنیمت ' اور اپنے هاتھوں سے قتل کیے هوے دشمن کے ساز و سامان سے فائده اٹھاتے تھے - حضرت عثمان رضي الله عنه کي شهادت (سنه ۳۵ هجري) کے بعد اهل اسلام بیروني دشمنوں کو چھوڑ کر آپس کے جھگڑوں میں مصروف هوگئے ' اور باهمي اختلافات کي وه افسوس ناک ابتدا شروع هوگئي جس نے آگے چلکر ایک دائمي خانه جنگي کي شکل اختیار کرلي - مگر جب بنو امیه کے قبضه میں انتظام و انصرام سلطنت چلا گیا اور مسلمانوں کي سلطنت کا شیرازه مکرر باهم متحد هوگیا ' اور اموي عنصر کے غالب آ جانے سے فرقه بندیوں کا زور بھي گھٹ چلا ' تو اسوقت مسلمانوں کے خیالات کسي ایسے معامله پر رجوع اور مائل هونے سے رک گئے ' جو انهیں جنگ پر آماده کرے اور لڑتے رهنے کا شوق دلاے - یهي وجه تھي که اس زمانے میں قوم کے افراد کي مشغولیت میں آرام طلبي اور عیش و عشرت کا انداز شروع هوگیا - اس حالت کو دیکھکر خلفاء نے آینده نتائج کے خوفناک اور تباه کن انجام پر نظر کي اور مجبور هوے که فوجي ملازمت کا سلسله شروع کریں -

سب سے پہلے جس عهد میں فوجي ملازمت کي بنیاد پڑي وه عبد الملک بن مروان (سنه ۶۵ هجري - تا سنه ۸۶ هجري - مطابق ۶۸۴ع تا ۷۰۵ع) کا عهد حکومت تھا ' مگر اس کا موجد حجاج بن یوسف ثقفي کو خیال کیا جاتا هے - یه وه زمانه تھا جبکه اموي حکومت اپني ترقي و اقبال کے بلند ترین زینه تک پہنچ چکي تھي ' مسلمانوں کي نهایت کثرت هوگئي تھي ' اور لوگ هر قسم کے کار و بار خصوصاً زراعت و تجارت کي جانب زیاده مائل هو چلے تھے -

اگرچـــه اکثر اهل اسـلام نے امیر معـاویه کے عهـد سلطنت میں جنگي اور فوجي خدمت سے الگ ره کر گوشه نشیني اختیار کرنے یا دیگر مشاغل کیطرف مائل هونیکا قصد کیا تھا - لیکن اس مدبر امیر نے ان سب کو اپني حکمت عملي سے باز رکھا ' اور بالکل اپنے قابو میں کرلیا - بے دریغ انعامات اور عطیات کثیره سے وه هر شخص کو اپنا گرویده و مطیع بنالیا کرتے تھے - مگر جب امیر معاویه کے بعد اُن کا بیٹا یزید (سنه ۶۰ هجري تا سنه ۶۴ هجري مطابق ۶۸۰ع تا ۶۸۳ع) اور اسکے بعد معاویه دوم (سنه ۶۴ هجري تا سنه ۶۴ هجري - مطابق ۶۸۳ع تا ۶۸۳ع) پھر اسکے بعد مروان بن حکم (سنه ۶۴ هجري تا سنه ۶۵ هجري - مطابق ۶۸۳ع تا ۶۸۴ع) حکمراں هوے - تو چونکه اُن لوگوں میں سے ایک بھي اس ڈھنگ کا آدمي نه تھا که لوگوں کے دل اپني جانب مائل کرتا اور قابو میں رکھه سکتا ' یا مسلمانوں کو اپني اطاعت سے منحرف نه هونے دیتا ' اسلیے فوجي لوگوں کو آرام طلبي کي جرأت هوتي گئي ' اور وه رفته رفته عیش و عشرت میں منهمک و مشغول هوگئے - چنانچه جب عبد الملک بن مروان خلافت کا والي هوا هے ' تو اُسوقت بھي فوج و لشکر کي وهي حالت تھي جو اوپر بیان کي گئي - نه تو سپاهي اسکے ساتھه کوچ کرتے تھے اور نه اُسکے مقام کے ساتھه قیام کرتے تھے - عبد الملک نے اِس بے ضابطگي کي شکایت اپنے " صاحب شرطه " (پولیس کمشنر) " روح بن زنباع " سے کي - اُس نے کها که " امیر المومنیـــن ! میري ماتحتـــي میں ایک شخص هے حجاج بن یوسف - اگر آپ اُسے اپني فوج کا افسر بنادیں تو یقین هے که وه تھوڑے هي عرصه میں سب کو ٹھیک اور سیدھا کردیگا - وه ضرور فوج کو آپکے ساتھه مقیم کرائیگا ' اور آپ هي کے همراه کوچ کا حکم دیگا - میرا خیال هے که وه آپ کے لیے نهایت مفید ثابت هوگا " عبد الملک نے اُس کي بات مان لي اور حجاج کو فوج کا افسر بنا دیا - حجاج نهایت تند مزاج اور ظالم شخص تھا ' اسلیے کسي سپاهي کو اُسکے حکم سے سرتابي کرنے کا یارا نه تھا - اُسوقت سے فوج برابر خلیفه کے ساتھه کوچ و مقام کرنے لگي -

مگر خود " روح بن زنباع " کے ماتحت پھر بھي اس قاعده کي پابندي نه هوتي تھي - اسکے سپاهي حجاج کے حکم کي ذرا بھي پروا نه کرتے - ایک دن حجاج نے ان لوگوں کو دیکھا که اور تو سب کوچ کرگئے هیں لیکن وه ابھي کھانا کھا رهے هیں - حجاج نے یه حالت دیکھه کر اُن سے دریافت کیا : " تم لوگ امیر المومنین کے ساتھه کوچ کرنے سے کیوں رک گئے ؟ " روح بن زنبـاع کے ملازموں نے بجاے اسکے که کوئي عذر یا اپني خطا کا اقرار کرتے ' حجاج کو مخاطب کرکے جواب دیا : " اے نالائق ! تو بھي گھوڑے سے اُترکر همارے ساتھه کھانا کھالے " حجاج نے انکي یه گستاخي اور سرکشي دیکھکر کها : " افسوس ! ابتو صبح جو کچھه ان کي پاسداري تھي وه بھي جاتي رهي " یه کهه کر اُس نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا که ان لوگوں کو کوڑوں سے پیٹ کر تمام فوج میں پھراؤ اور تشهیر کرو - اور روح بن زنباع کے خیموں کو بھي آگ لگا کر جلادو - حجاج کے ماتحتوں نے اس حکم کي فوراً تعمیل کي - جب روح بن زنباع کو واقعه کا علم هوا تو وه روتا پیٹتا عبد الملک بن مروان کي خدمت میں پهنچا اور عرض کیا : " امیر المومنین ! حجاج بن یوسف جو کل تک میري ملازمت میں ایک ادنی خادم کي حیثیت رکھتا تھا ' آج اُس نے میرے غلاموں کے کوڑے لگواے اور میرے خیمے جلوا دیے " عبد الملک نے جهلا کر حجاج کي طلبي کا حکم دیا - حجاج حضور میں پیش هوا تو عبد الملک نے غضب ناک اس واقعه کا سبب دریافت کیا :

کے نیزے چھوتے ہوا کرتے تھے' اور مابعد کی صفوف کے درجه بدرجه بڑے ہوتے چلے جاتے تھے - یہاں تک که صف پنجم کے نیزے تقریباً تین قدم آگے کو نکلے رہتے - فیلقوس نے سواروں کی بھی ایک جماعت مرتب کی تھی - سکندر نے اس جماعت کے اسلحه میں بھی اضافه کیا ' اور منجمله جدید اسلحه کے ایک ہتیار " منجنیق " بھی تھا -

فوج کا یہی زبردست نظام تھا جس کے ذریعه سکندر تمام دنیا کو مغلوب کر سکا !

(رومی فوج)

رومی حکومت قائم ہوئی تو اس نے یونانی صف بندی کے طریقه کو اپنے یہاں رائج کیا - رومی لشکر آغاز حکومت میں ایک ایسے گروہ سے مرکب ہوتا تھا جسکے افراد کی تعداد ۶۰۰۰ ہوا کرتی تھی ' اور یه تعداد تین طبقات کے اشخاص سے ترکیب پاتی :

(۱) - نوجوان لوگ - جن کی صف لڑائی میں سب سے آگے رہتی تھی -

(۲) - ادھیڑ عمر کے لوگ جو دوسری صف میں رہتے تھے -

(۳) - تجربه کار اور جنگ آزموده لوگ - سب سے پیچھے تیسری صف میں -

ان میں سے ہر ایک کے آگے ایک جماعت سواروں کی بھی موجود رہتی جو تلواریں حمائل کیے' جھنڈیاں ہاتھوں میں لیے' اپنی ڈیوٹی پر مامور رہا کرتے تھے تاکه پیاده فوج کو بچانیکے کام آئیں - اور ضرورت پر ان کی مدد کریں' اور موقع پڑے تو دشمنوں کو اپنے ساتھه الجھاے رکھیں -

بعد ازاں رومیوں نے فوج کی اس فرقه بندی کو بغیر صف کی ترتیب کے متعدد ٹکڑیوں میں منقسم کردیا - ہر ایک ٹکڑی کی تین قسمیں ' ہر قسم کے دو حصے ' اور ہر حصے میں ایک سو سپاہی ہوا کرتے تھے - یه طریقه قدیم نظام مذکوره سے بالکل خلاف تھا - کیونکه اسمیں سپاہیوں کی صرف ایک ہی پلٹن نہیں ہوتی تھی' بلکه متعدد ٹکریاں ہوتی تھیں ' اور ہر ایک ٹکری بجاے خود ایک فوج ہوا کرتی - صفحات آینده میں اسکی تفصیل بیان کیجائیگی - اسلامی فتوحات شروع ہونے تک رومی فوج کا نظام اسی صورت پر قائم رہا ' اور اسمیں کوئی تغیر نہیں کیا گیا -

ظہور اسلام کے وقت افواج رومیه کی تعداد ۱۲۰۰۰۰ تھی' جس کے ہر دس ہزار سپاہیوں کا ایک جنرل ہوا کرتا تھا ' جو اکثر حالتوں میں " بطریق " ہوتا رہا ہے - اس بطریق کے ماتحت دو کپتان ہوتے تھے جن کو " طومرخان " کہتے تھے - انمیں سے ہر ایک ۵۰۰۰ سپاہیوں پر کمان کرتا ' اور ہر ایک طومرخان کے ماتحت پانچ " طربخاریه " ہوتے تھے ' جنمیں سے ہر ایک ہزار آدمیوں کا افسر ہوتا - پھر ہر ایک طربخاریه کے ماتحت پانچ " قومس " ہوتے - اور ہر ایک قومس ۲۰۰ سپاہیونکا افسر بنایا جاتا - قومس سے نیچے " قمطرح " اور اس کے ماتحت " دامرخ " ہوتا ' جسکے ماتحت دس سپاہی ہوتے - اس نظام میں آجکل کے فوجی نظام کے ساتھه پوری مشابہت نظر آتی ہے -

اہل فارس کے یہاں لشکر کے چار طبقے ہوتے تھے - پہلا طبقه بڑے بڑے سرداروں کا ہوتا تھا ' جنمیں سے ہر ایک کو " میر میران " کہا جاتا تھا - اسکے ماتحت چار اور افسر ہوتے تھے ' جنمیں سے ہر ایک کو " اسپہبد " کہتے - ہر اسپہبد کے نیچے چار " مرزبان " پھر ہر مرزبان کے نیچے چار " سالار " اور ہر سالار کے نیچے دس سوار اور پانچ پیدل ہوا کرتے - جنہیں " پیاده " کہتے تھے -

(عربی فوج)

ظہور اسلام سے قبل اہل عرب بالکل بدوی تھے - وہ بالکل وحشیانه اور بدویانه زندگی بسر کرتے اور اسی میں مگن رہتے - ان کے یہاں فوج کا بھی نظام نه تھا - قبائل جدا جدا تھے - جب کوئی قبیله جنگ کیلیے طیاری کرتا تو اپنے یہاں کے مردوں کو چھانٹ کر انہیں سے فوج مرتب کرلیتا جن میں سوار اور پیدل دونوں طرح کے لوگ ہوتے تھے - ان کے پاس زمانۂ جاہلیت کے مشہور اسلحه مثلاً کمان ' نیزه ' اور تلوار وغیره موجود ہوتے - ہاں ان عربی سلطنتوں میں جنھوں نے اسلام سے قبل تمدن کا عروج پایا ' فوجی نظام کا وجود پایا جاتا ہے - جیسے شاہان تبع اور حکمرانان حمیر' اور منذری گھرانے کے فرمانروا جنکا دارالسلطنت حیره ایک مشہور شہر تھا - مورخین نے ان مناذره کے یہاں دو فوجی جماعتوں کا ہونا بیان کیا ہے' جنمیں سے ایک کو " دوسر " اور دوسری کو " شہباء " کے نام سے موسوم کرتے تھے - باقی رہے حجاز کے عرب ' تو وہ اسلام سے پہلے اسی بدوی فطرت پر قائم تھے جسکا اوپر ذکر آچکا ہے -

اسلام کا ظہور ہونیکے بعد اہل اسلام باقی تمام اہل عرب سے علیحده ہوگئے ' اور دین و مذہب کی اجتماعی قوت نے انہیں یکدست بناکر دشمنان دین کے ساتھه جنگ کرنے کیلیے متفق اور متحد کردیا - یہی وجه ہے که اسوقت جسقدر اہل عرب مسلمان ہوے تھے ' سب کے سب سپاہی تھے - مسلمانوں کے اولین سپاہی تو مہاجرین تھے' مگر وہ مدینه میں آے تو انصار سے ملکر ایک ہی جماعت بن گئے' جن کے کمان افسر خود نبی صلی الله علیه و سلم تھے - ان کا باہمی رابطه اور معاہدۂ دوستی اسلامی بھائی چاره کی قوت تھی - ان دنوں مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی -

اسکے بعد نبی صلی الله علیه و سلم ' ابوبکر صدیق رضی الله عنه ' اور حضرت عمر فاروق رضی الله عنه کے زمانوں میں غزوات و فتوحات کیوجه سے مسلمانوں کی تعداد بڑھتی گئی - کیونکه اب روز بروز عربی قبائل کے ہر طرح کے لوگ نجد ' یمامه ' یمن ' اور حجاز سے آ آکر ملتے جاتے تھے ' اور اسلامی اجتماعیت ان کو ایک جماعة بناتی جاتی تھی - آخرکار وہ تھوڑے سے بہت ہوگئے' اور انہوں نے باہم ہمدوش ہوکر شام ' عراق ' اور مصر کے ملکوں پر حملے کیے ' اور ان سب کو فتح کرلیا ' نئے نئے شہر آباد کیے ' اور مختلف حصوں میں منقسم ہوکر علیحده علیحده مقامات میں رہنے لگے - چنانچه کچھه لوگ مصر میں ' کچھه شام میں ' اور بعض عراق میں مقیم ہوگئے - بعض نے خاص خاص چھاؤنیوں میں سکونت اختیار کی -

ہر ایک چھاؤنی کی فوج قبائل اور گھرانوں کے اعتبار سے منقسم تھی - مثلاً " بصره " کے پانچ حصے تھے جن کو " اخماس " کہتے تھے - ہر ایک حصه (خمس) میں ایک قبیله حسب ذیل قبائل میں سے رہتا تھا :

(۱) ازد (۲) تمیم (۳) بکر (۴) عبد القیس (۵) اہل عالیه (قریش ' کنانه ' ازد ' بجیله ' خثعم ' اور تمام گھرانا قیس عیلان کا اور مزینه)

یه سب مسلمان عربوں کے قبیلے تھے ' اور اہل کوفه کے رہنے والوں کو اہل مدینه کے نام سے موسوم کرتے تھے - ہر ایک خمس پر انہی قبائل کے امراء میں سے ایک شخص امیر ہوا کرتا - اسی نظام پر مسلمانوں کی اور تمام فوجی طاقتوں کو قیاس کرنا چاہیے - خواه وہ کوفه میں رہتے ہوں' یا فسطاط اور مدائن کے شہروں میں جن کو مسلمانوں ہی نے آباد کیا تھا - یا انکے علاوه عراق ' شام ' اور مصر کے قدیم متمدن شہروں میں بس گئے ہوں جنکی آبادیوں کو خدا نے انکے لیے کھول دیا تھا ' اور اسلامی عدل و رحمت کی برکات نے وہاں کے باشندوں کو انکا حلقه بگوش بنا دیا تھا !

اسیــران جنگ

(۱)

یورپ نے جب کبھي اپنے تمدني احسانات کا افسانه دنیا کو سنایا ہے' تو اسکے با اثر بنانے کیلیے: " اسلام" اور " غلامي" کي داستان پارینه کو بھي ضرور دہرایا ہے - حالانکه اس آسمان کے نیچے صرف اسلام هي ایک ایسا لفظ ہے جسکا ساتھه " غلامي" کا لفظ کسي حالت میں بھي جمع نہیں هوسکتا : واللہ یعلم انهم لکاذبون !

لیکن اسکے متعلق پہلا سوال یه ہے که کیا اسلام هي اس بدعت سئیه کا موجد ہے ؟ کیا دنیا کي دوسري مہذب قومیں فاتحانه حوصله مندیوں کے جوش میں گلا کاٹنا جانتي تھیں لیکن گلے میں طوق ڈالنا نہیں جانتي تھیں ؟ دنیا کي قدیم تاریخ اس سوال کا جواب نہایت مایوسانه اور دردناک الفاظ میں دیتي ہے - گذشته قومیں اسیران جنگ کو ایسا مجرم خیال کرتي تھیں جنکي حمایت کوئي قانون نہیں کرسکتا تھا - اور اسلیے عموماً انھیں نہایت بیرحمي کے ساتھه ذبح کر دیا جاتا تھا -

چنانچه جنگ کے قیدیوں کے متعلق اشوري' فنیقي' مصري اور یہودي قوموں کا عام طرز عمل یہي تھا' بلکه انکا دست تطاول کبھي کبھي آزاد رعایا کي شہرگ تک بھي پہونچ جاتا تھا - فرعون نے بنو اسرائیل کے بچوں کو اسي ظالمانه طرز عمل کي بنا پر ذبح کرنا شروع کیا تھا - ایک مدت کے بعد خود غرضي نے اس ظالمانه نظام میں ایک نیا انقلاب پیدا کیا' یعني قتل کي جگه غلام بنانے کا رواج هوگیا جو فاتح و مفتوح' دونوں کیلیے قتل سے بہر حال بہتر تھا - سب سے پہلے روما نے اسکي ابتدا کي - ابتداء میں جو سپاهي جس شخص کو گرفتار کرتا' وهي اوسکا مالک هوجاتا' مگر چند دنوں کے بعد سلطنت روما نے اونکي ملکیت اپنے هي لیے مخصوص کرلي -

لیکن روم نے قرون وسطی میں پھر اسي وحشت قدیم کي تجدید کي' اور اسیران جنگ کي گردنیں غلامي کے طوق سے نکل کر ته تیغ آ گئیں - ساتھه هي سلطنت کو اسیران جنگ کے متعلق بیع اور غلامي کا بھي عام اختیار حاصل هو گیا -

اسکے بعد خود غرضي نے ایک قدم اور آگے بڑھایا' یعني فدیه لینے کا رواج پڑا - اسکي بدولت بہت سے جنرل دولت مند هوگئے - اس اصول کو اس قدر ترقي هوئي که فدیه کي صورت نے ایک مستقل تجارت کي صورت اختیار کرلي' اور قیدیوں کے مختلف گروهوں کا خاص خاص نرخ مقرر کیا گیا -

لیکن اخیر زمانه میں بونا پارٹ نے یافه میں دو هزار قیدیوں کو قتل کرکے قدیم خونیں منظر کو پھر نئے آب و رنگ کے ساتھه دنیا کے سامنے پیش کیا' اور تہذیب و تمدن کے دربار میں یه عذر کردیا که "یه لوگ پہلي بار رها کر دیے گئے تھے' انھوں نے پھر دوبارہ جنگ میں شرکت کي' اور یه خونریزي اسي جرم کا نتیجه ہے" لیکن یه عذر نامقبول هوا' اور اس وحشیانه طرز عمل پر عام نکته چیني کیگئي - اسکے بعد رحمدلي کے جذبات نے رفته رفته اسقدر ترقي کي که قیدیوں کي جلا وطني بھي تہذیب کے خلاف سمجھي گئي - یہاں تک که جب روس نے فرنچ قیدیوں کو سائبیریا کي طرف جلا وطن کردیا تو اوس پر بھي سخت اعتراضات کیے گئے -

لیکن قدیم علماے سیاست میں اب بھي یه امر مختلف فیه رها که اسیران جنگ کے ساتھه اس قسم کا وحشیانه سلوک جائز هو سکتا ہے یا نہیں ؟ اب اگرچه بہت سے بحث و مباحثه کے بعد یه اختلافات مٹ گئے هیں' اور زمانه حال کے مقننین نے یه متفقه فتوی دیدیا ہے که " اسیران جنگ کو ایک محدود زمانے تک کیلیے اگرچه شرکت جنگ کے خوف سے قید رکھا جاسکتا ہے' لیکن اونکو بیچنا' قتل کرنا' غلام بنانا' کسي قسم کا ضرر پہونچانا' کسي حال میں بھي جائز نہیں" تاهم یه مسئله اب بھي مختلف فیه ہے که اگر خود قیدي فوج کے کسي سپاهي یا جنرل کو کوئي ضرر پہونچاے' یا اوسکو حراست میں رکھنا ناممکن هوجاے' تو ایسي حالت میں اوسکا قتل جائز ہے یا نہیں ؟ بلونتسلي اور هیفٹر نے جواز کا فتوی دیدیا ہے' لیکن عموماً ارباب سیاست کي رائے یه ہے که " اس حالت میں بھي قیدي کو قتل نہ کرنا چاهیے - اگر کوئي جنرل کسي شہر یا کسي گاؤں کو اپنے قبضه میں نہیں رکھه سکتا تو اسے جلانے یا برباد کرنے کا حق اسے حاصل نہیں هوجاتا' بھر جان تو اینٹ پتھر کے ڈھیر سے زیادہ بیش قیمت اور عزیز ہے - پس صرف اس عذر کي بنا پر که قیدي قابو میں نہیں رهتا' اوسکا قتل کسیطرح جائز نہیں هو سکتا "

عام قیدیوں کے متعلق موجودہ قانون جنگ نے یه فیاضانه وسعت حاصل کي ہے - لیکن جب وزراء اور سلاطین و امراء دشمن کے هاتھه آجاتے هیں' اور وہ بھي قیدیان جنگ میں محسوب هوتے هیں' تو اسکي فیاضي کا دائرہ اور وسیع هو جاتا ہے' اور انکے ساتھه عام قیدیوں کي طرح برتاؤ نہیں کیا جاسکتا - چنانچه عموماً تمام سلطنتوں نے ان کے حفظ مراتب کا لحاظ رکھا ہے - جرمني کي فوجوں نے جب میدان میں نپولین ثالث شاہ فرانس کو گرفتار کیا تو اوسکے ساتھه نہایت شریفانه سلوک کیا تھا' اور اسکے رهنے کیلیے خاص ایک محل خالي کردیا تھا - روس نے بھي امیر شامل چرکسي کي عزت و توقیر کو قائم رکھا تھا' اور انگریزوں نے اگرچه جزیرۂ هیلانا میں نپولین کے ساتھه اچھا برتاؤ نہیں کیا' لیکن زولوں کے سردار اور ٹرانسوال کے جنرل کرونجي کے ساتھه حالت قید میں وہ بھي نہایت عزت و احترام کے ساتھه پیش آے تھے -

لیکن تمدن و تہذیب کي وسعت کے ساتھه جنگ کي خونیں چادر کا دامن بھي وسیع هوتا گیا' اور اسکے تمام نتائج کي ترقي کے ساتھه قیدیوں کي تعداد میں بھي غیر معمولي اضافه هو گیا - چنانچه پہلي جنگ جرمني و فرانس میں صرف فرانسیسي قیدیوں کي تعداد تین لاکھه پینتالیس هزار تک پہونچ گئي تھي' جن میں

حجاج : " امیر المومنین ! میں نے کیا کیا ؟
عبد الملک : " اگر تونے نہیں کیا تو اور کس نے کیا ؟ "
حجاج : " واللہ ! اے امیر المومنین !! یہ کام آپ نے کیا !! میرا کوڑا آپکا کوڑا اور میرا ہاتھہ آپکا ہاتھہ ہے - امیر المومنین کے نزدیک یہ کوئی بڑی بات نہیں کہ وہ روح بن زنباع کو ایک غلام کے بدلے دو غلام اور ایک خیمے کے بدلے دو خیمے عطا فرمادیں' مگر مجھے جو درجہ امیر المومنین نے عطا فرمایا ہے ' اس سے محروم کرنا شان کرم کے خلاف ہوگا "

خلیفہ نے یہ جواب سنا تو مسکرادیا اور روح بن زنباع کو اُسکے ضائع شدہ سامان کا کافی معاوضہ دلواکر حجاج کے منصب میں بھی ترقی کردی - یہ پہلا موقعہ تھا کہ خلیفہ کو حجاج بن یوسف کی کارگذاری اور لیاقت کا علم ہوا ' اور اُسی روز سے وہ اسکی قدر کرنے لگا -

البـــلاغ :

شیخ اسماعیل صاحب پانی پتی مندرجۂ بالا موضوع پر ایک مسلسل مضمون لکھنا چاھتے ھیں جسکا یہ پہلا نمبر ہے - یہ ٹکرہ ہم نے شائع کردیا ' لیکن چند امور کی تصریح و تذئیل ضروری ہے :

(۱) آپکا یہ مضمون غالباً جارج زیدان مصری ایڈیٹر الھـلال قاھرہ کے مضمون سے ماخوذ ہے ' جو بعنسہ اسی عنوان سے (یعنی " الحرب فی الاسلام " سے) گذشتہ جنگ طرابلس کے زمانے میں شائع ہوا تھا - اگر ایسا نہیں ہے (کیونکہ محض حافظہ کی بنا پر میں کہہ رہا ہوں اور الھلال کے وہ نمبر پیش نظر نہیں ھیں) تو اسمیں تو کچھہ شک نہیں کہ تمام تر اسی کی تصنیفات اور علی الخصوص " تاریخ التمدن الاسلامی " سے ما خوذ ہے - چنانچہ ایک دو موقعوں پر آپنے انکا حوالہ بھی حاشیہ میں دیا تھا - میں نے انھیں کاٹ دیا ' کیونکہ یہ حوالہ مضمون کی توثیق کیلیے کچھہ مفید نہ تھا -

(۲) بلاشبہ جارج زیدان مصری کی تصنیفات نہایت مفید اور پر از معلومات ھیں ' علی الخصوص اسکے وہ حصے جو مستشرقین یورپ کی تحقیقات سے مترجم و مقتبس ھیں' اور براہ راست تحقیقات یورپ کا مطالعہ خالی از دقت نہیں - لیکن آپکو معلوم ہونا چاھیے کہ تاریخ اسلام کی تحقیق و تفتیش کے میدان میں اسکا مرتبہ ایک معمولی درجہ کے حاطب اللیل سے ہم لوگ زیادہ نہیں سمجھتے ' اور استخراج و استنباط مطالب میں تو وہ نہایت ھی کوتاہ نظر ہے - بڑی مصیبت یہ ہے کہ طرز بحث و استدلال و عقائد نظریات تاریخی میں یکقلم مستشرقین و مورخین یورپ کی تقلید کرتا ہے اور اسلیے وہ اپنے تمام مطالعہ و نظر سے صرف یہ کام لیتا ہے کہ جس چیز کو اسکے ائمۂ فرنگ نے اجتہاداً لکھدیا ہے ' اسکے لیے کوئی نہ کوئی شاھد پیدا کرلے - پھر اس راہ میں سخت سخت ٹھوکریں ھیں اور گمراھیاں ' سوء تفہم ہے او رسوء نظر ' غلطی استدلال ہے اور ضلالت استنباط ' جہل مصطلحات علوم ہے اور قلت معلومات فن : ظلمات بعضھا فوق بعض !

تاریخ اسلام کا تمام تر ذخیرۂ اصلی قدماء مورخین ھیں' اور انکی مطبوعہ کتابوں سے وہ بے نصیب بھی نہیں ' لیکن اکثر مقامات میں معلوم ہوتا ہے کہ اس ذخیرہ کے صحیح مطالعہ و نظر سے وہ محروم ہے ' اور واضح سے واضح تصریحات پر بھی اُسکی نظر نہیں پڑتی - پھر بہت سے مقامات ایسے بھی ھیں جہاں فی الحقیقت اسکی عصبیۃ مسیحی نے احقاق حق سے باز رکھا ہے ' اور عمداً واضح ترین تصریحات سے بھی اعراض کرجاتا ہے - یہ حالت افسوس ناک ہو مگر تعجب انگیز نہیں - کیونکہ ھمیں قرآن حکیم نے بتلایا ہے کہ " تحریف الکلم عن مواضعہ " اور " کتمان حق " اھل کتاب کا قدیم ترین علمی و قومی ورثہ ہے : و ان فریقاً منھم لیکتمون الحق وھم یعلمون (۲ : ۱۴۱)

جارج زیدان کے متعلق یہ جو کچھہ ظاھر کیا گیا ' تو اسکی بنا صرف یہی نہیں ہے کہ پچھلے دنوں مولانا شبلی مرحوم نے " الانتقاد " لکھکر اسکے بہت سے متعصبانہ فریبوں کی پردہ دری کی تھی' اور وہ اپنی عمر میں پہلی مرتبہ عاجز و درماندہ ہوکر بیٹھہ گیا تھا - کیونکہ الانتقاد کے جزئیات و افراد اعتراضات میں بہت سے اعتراضات ایسے بھی ھیں جنکی نسبت میں مولانا مرحوم سے اتفاق نہیں کرسکتا ' اور ایک حد تک جارج زیدان کو (صرف انکے دائرہ کے اندر) بے قصور پاتا ہوں - مثلاً بحث کا وہ حصہ جہاں مولانا بنو امیہ اور حجاج وغیرہ کے اُن مظالم سے بھی قطعی انکار کردینے پر مائل ھیں جنکو یعقوبی ' طبری ' دینوری ' اور ابن اثیر وغیرہ صاف صاف لکھہ رہے ھیں ' اور دلیل میں حافظ سیوطی کی تاریخ الخلفاء کو پیش کرتے ھیں جس نے مسلم کی حدیث ائمۂ اثنا عشر کی گنتی پوری کرنے کیلیے یزید اور ولید تک کو (باوجود اقرار فسق و فجور) خلفاء و ائمۂ حقہ میں داخل کرلیا ہے !

بلکہ مصنفات جارج زیدان کے تاریخی نقائص کا میدان اس سے بھی زیادہ وسیع ہے' اور اسکی مسیحی عصبیۃ جاھلیۃ نے بے شمار نئے نئے اصول و فروع وضع کرلیے ھیں - صرف تاریخ التمدن کے اگر حصۂ دوم و پنجم ھی کو پیش نظر رکھہ لیا جاے ' تو مسلمانوں کی تمدنی و علمی تاریخ کے اقلاً پچاس ساٹھہ اغلاط گن کر بتلا دیے جاسکتے ھیں -

بہر حال مقصود اصلی یہ ہے کہ آپ لوگ جارج زیدان کی تصنیفات کو کوئی معتمد و مستند چیز نہ سمجھیں ' اور یہ عقیدہ نہ رکھیں کہ اسکی کتابوں کا حوالہ بقید جلد و صفحہ دیدینا کوئی بڑا ھی وسیلۂ توثیق و تصدیق ہے - حوالے سے مقصود تصدیق ہے مگر اس سے اور زیادہ تضعیف ہوجاتی ہے - اصلی چیز خود قدماء کا ذخیرۂ تاریخی ہے اور ھمت کرنی چاھیے کہ براہ راست اسی سے اکتساب مواد کیا جاسکے -

(۳) چنانچہ اس اعتماد و تقلید کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپکے مضمون میں جا بجا نہایت اھم غلطیاں پیدا ہوگئیں' اور مسلمانوں کے فوجی نظام کی تاریخ کا نصف ٹکرہ آپنے بالکل ضائع کردیا -

جارج زیدان کا تمام تر دارو مدار اپنے ائمۂ فرنگ پر ہے ' مستشرقین یورپ مسلمانوں کی ہر تمدنی ترقی کو کسی قدیم متمدن قوم کی تقلید ثابت کرنے کیلیے ھمیشہ بیقرار رہتے ھیں ' اسلیے اس نے بھی مسلمانوں کے فوجی نظام کی تاریخ میں دو سخت تاریخی فریب ڈالدیے :

(الف) مسلمانوں کا فوجی نظام تمام تر رومی نظام سے ماخوذ تھا -

(ب) چنانچہ اسی لیے جب تک مسلمانوں کو قدیم متمدن قوموں کی تہذیب سے متمتع ہونے کا موقعہ نہیں ملا ' وہ کوئی با قاعدہ نظام قائم نہ کرسکے - تمام عہد خلفاء راشدین اور اوائل عہد بنو امیہ فوجی نظام کی باقاعدگی سے خالی تھا - البتہ جب عبد الملک بن مروان کے عہد میں متمدن اقوام کا اختلاط پوری وسعت کے ساتھہ مسلمانوں کو نصیب ہوا' تو انھوں نے بھی اسکی تقلید کی اور اسی طرح کا ایک نظام قائم کرلیا -

لیکن آپ پر واضح ہونا چاھیے کہ یہ دونوں بیان یکسر غلط ھیں ' اور یا تو انکا مبدء فریب ہے یا جہل شدید - علامۂ بلاذری' ابن سعد ' ابن قتیبہ ' ابو حنیفہ دینوری ' طبری ' یعقوبی ' اور کتب حدیث و اثار کے واضح و مصرح شواھد اسکے خلاف اس کثرت سے موجود ھیں کہ جارج زیدان کی جرأت پر سخت تعجب ہوتا ہے ' اور غالباً کثرت اغلاط و دسائس سے گھبرا کر مولانا شبلی مرحوم نے ان امور کو بالکل نظر انداز کردیا تھا -

میں آیندہ نمبر میں اسکے متعلق چند کلمات لکھونگا -

ریلنڈ کی مسٹریز اف دی کورٹ اف لنڈن

میں دیجاتی هے - اصلی قیمت چالیس ۴۰ روپیه اور اب دس ۱۰ روپیه - یونکی حالت هے جسمیں سنه ی ۵ ف کی افادت هے اور ۴۱۶ هاف ٹون تصاویر هیں تمام جلدیں دس روپیه میں وی - پی اور ایک روپیه ۱۴ - آنه محصول ڈاک -

امپیریل بک ڈپو - نمبر ۶۰ سریگوپال ملک لین - بوبازار - کلکته

Imperial Book Depot, 60 Srigopal Mullick Lane,
Bowbazar Calcutta.

نصف قیمت اور طبله انعام

همارا سائنس فکسن فورٹ هارمونیم سریلا اور مضبوط سب موسم اور آب و هوا میں یکساں رهنے والا همارے خاص کارخانه میں گرسان لکڑی سے طیار کیا هوا هے اسوجه سے کبهی پوری قیمت اور کبهی نصف قیمت پر فروخت کرتے هیں - ایک مرتبه امتحانی به قیمت رکهی گئی هے - ایک مرتبه منگوا کر آزمایش کیجئے - نہیں تو پهر آپکو افسوس کرنا پڑیگا - اگرچه مال ناپسند هوے تو تین روز کے اندر واپس کرنے سے هم واپس کرلینگے - اس وجه سے آپ دریافت کرلیجیے که یه کبهی کسی کو دهوکا نہیں دیتی هے - گرانٹی تین برس - سنگل ریڈ اصلی قیمت ۳۵ - ۴۰ - ۵۰ روپیه - اور اسوقت نصف قیمت ۱۹ - ۲۰ - ۲۵ روپیه - و ڈبل ریڈ اصلی قیمت ۶۵ - ۷۰ - ۸۰ - ۹۰ روپیه - و نصف قیمت ۳۲ - ۳۵ - ۴۰ - ۴۵ روپیه - هر ایک بکس کیواسطے مبلغ پانچ روپیه پیشگی روانه کرنا چاهیے اور اپنا پورا پته اور ریلوے اسٹیشن صاف صاف لکهنا چاهیے - هر ایک سنگل ریڈ کے ساتهه ایک گهڑی اور ڈبل ریڈ کے ساتهه ایک تبله و ڈگی انعام دیا جاوےگا - هندی هارمونیم سکهها کا قیمت ایک روپیه هے -

نیشنل هارمونیم کمپنی ڈاکخانه شمله - کلکته

SALVITAE

یه ایک اتنا مجرب دوا ان امراض کا هے که جسکی وجه سے انسان اپنی قدرتی قوت سے گرجاتا هے - یه دوا ان کهوئی هوئی قوت کو پهر پیدا کر دیتی هے - قیمت ایک روپیه -

ASTHMA TABLETS

کسی قسم کا دمه اور کتنے هی عرصه کا هو اگر اس سے اچها نه هو تو همارا دمه - کهانسی کے لیے بهی مفید هے - قیمت ایک روپیه -

PILES TABLETS.

بواسیر خونی هو یا بادی - بغیر جراحی عمل کے اچها هوتا هے - قیمت ایک روپیه -

S. C. Roy, M. A. Mfg. Chemists 36 Dharmtola Street, Calcutta

هر قسم کے جنون کا مجرب دوا

اسکے استعمال سے هر قسم کا جنون خواه نوبتی جنون' مرگی والا جنون' غمگین رهنے کا جنون' عقل میں فتور' بے خوابی وغیره وغیره دفع هوتی هے - اور وه ایسا صحیح و سالم هوجاتا هے که کبهی ایسا گمان تک بهی نہیں هوتا که وه کبهی ایسے مرض میں مبتلا تها -

قیمت فی شیشی پانچ روپیه علاوه محصول ڈاک -

S. C. Roy, M. A. 167/3, Cornwallis Street, Calcutta.

مستورات کے جمله اقسام کے امراض - کا خلاصه نه آنا - بلکه اسوقت درد کا پیدا هونا - اور اسکے دیر یا هوجانے تشنج کا پیدا هونا - اولاد کا نهونا غرض کل شکایات جو اندرونی مستورات کو هوتے هیں - مایوس شده لوگونکو خوشخبری دیجاتی هے که مندرجه ذیل مستند معالجونکی تصدیق کرده دوا کو استعمال کریں اور تندرو زندگانی حاصل کریں - یعنی ڈاکٹر سیام صاحب کا اوبهران استعمال کریں اور کل امراض سے نجات حاصل کرکے صاحب اولاد هوں -

مستند مدراس شاهو - ڈاکٹر ام - سی - ناجنگدا راؤ ایل اسسٹنٹ کیمیکل اکزامنر مدراس فرماتے هیں - "میںنے اوبهران کو امراض مستورات کیلیے نهایت مفید اور مناسب پایا -

مس اف - جی - ویلس - ایل - ایم ایل - آر - سی - پی ایل ایس - سی گوشا اسپتال مدراس فرماتی هیں :- "نمونے کی شیشیاں اوبهران کی اپنے مریض پر استعمال کرایا اور بیحد نفع بخش پایا" -

مس ایم جی - ایم - براڈلی ام - ڈی (برن) بی - ایس - سی - (لنڈن) میڈیکل جان اسپتال ارکاڈی بمبئی فرماتی هیں : "اوبهران مستورات کی مدمیں استعمال کیا هے - زنانه شکایتوں کیلیے بہت عمده اور کامیاب دوا هے"

قیمت فی بوتل ۲ روپیه ۸ آنه - ۳ بوتل کے خریدار کیلیے صرف ۶ روپیه -

پرچه هدایت مفت درخواست آنے پر روانه هوتا هے -

Harris & Co. Chemists, Kalighat Calcutta.

IMPERIAL FLUTE

بهترین اور نهایت لاجواب قیمت سنگل ریڈ ۱۴ - ۱۸ - ۲۰ روپیه

قیمت ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۸ - ۳۵ روپیه

هر درخواست کے ساتهه ۵ روپیه بطور پیشگی آنا چاهیے -

GANGA FLUTE

قیمت سنگل ریڈ ۱۳ - ۱۷ - و ۲۰ - روپیه -

ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۷ - ۳۵ - روپیه

Imperial Depot. 60, Srigopal Mallick Lane
Bowbazar, Calcutta.

یوہن تائین

ایک عجیب و غریب ایجاد اور حیرت انگیز دوا هے جو کمزوری و ضعفی شکایتوں کو دفع کرتی هے - پژمرده دلونکو تازه بناتی هے - یه ایک نهایت موثر ٹانک هے جو که یکساں مرد اور عورت استعمال کر سکتے هیں - اسکے استعمال سے اعضاء رئیسه کو قوت پهونچتی هے - هسٹریه وغیره تو بهی مجرب هے جو لوگ لڑکی پاس کی قیمت دو روپیه -

زینو ٹون

اس دوا کے بیرونی استعمال سے ضعف باه ایکدم رفع هو جاتی هے اس کا استعمال کرتے هی آپ محسوس کرینگے قیمت ایک روپیه آٹهه آنه -

AYESHA

مُفرح دماغ - حسن کی افزایش - رنگ کی تازگی - بال کا بڑهنا یه سب باتیں اسمیں موجود هیں - نهایت خوشبودار - قیمت ۲ روپیه -

نمونه مُفت - مشوره مُفت - فهرست مُفت

Dattin & Co, Manufacturing Chemist, Post Box 141 Calcutta.

مفت! مفت!!

راے صاحب ڈاکٹر کے - سی - داس صاحب کا تصنیف کرده نوجوانوں کا رهنما و صحت جسمانی و زندگی کا بیمه کتاب قانون عیاشی - مفت روانه هوگا -

Swasthy Sahaya Pharmacy, 30/2, Harrison Road Calcutta

۱۱۱۹ افسر بھي شامل تھے - اس بنا پر اسیران جنگ کے متعلق ایک خاص قانون بنانے کي ضرورت محسوس ہوئي -

اب وہ قانون بنکر مکمل صورت میں دنیا کے سامنے آگیا ہے ' اور کہا جاتا ہے کہ تمام مہذب سلطنتیں اوسپر عمل کر رہي ھین - اسیران جنگ کے متعلق اسلام کا جو طرز عمل تھا ' اوس پر نظر ڈالنے سے پہلے اس قانون پر نگاہ ڈال لیني چاھیے -

(موجودہ قانون اسیران جنگ)

اس قانون کے نتائج و دفعات حسب ذیل ھیں :

(۱) اسیران جنگ کي آزادي کو صرف اسقدر محدود کیا جا سکتا ہے کہ وہ اپني فوج میں نہ جاسکیں - اسکے علاوہ نہ تو اونکو کوئي سزا دیجاسکتي ہے ' نہ اونکي توھین کي جاسکتي ہے ' اور نہ اونپر آب و دانہ بند کیا جاسکتا ہے -

(۲) قیدي کو فاتح کے فوجي نظام کا پابند ہونا پڑیگا - اگر اوس نے خلاف ورزي کي تو فوجي عدالت سزا دیسکیگي -

(۳) قیدیوں کے اسباب سے کسي قسم کا تعرض نہیں کیا جاسکتا ہے ' نہ اونکے بدن کا کپڑا اوتارا جاسکتا ہے ' نہ اونکي جیب سے کوئي رقم نکالي جاسکتي ہے ' اور نہ اونکے زیوروں کو ھاتھہ لگایا جاسکتا ہے - بوقت اشد ضرورت کے اگر اس پر عمل نا ممکن ھو جاے تو اس حالت میں بھي ضرور ہے کہ واپسي کے وقت ان چیزوں کو لازمي طور پر واپس کردیا جاے جو انسے علیحدہ کي گئي ھیں - لیکن حسن سلوک کے طور پر عموماً افسروں کو تلوار واپس کر دیدیجاتي ہے ' اور اب اسکا عام رواج ھو گیا ہے -

(۴) قیدي عموماً کسي محفوظ شہر یا قلعہ یا چھاوني میں رکھے جاتے ھیں - اونکے لیے ایک محدود مقام متعین کردیا جاتا ہے - اوس میں سیر و تفریح کي بھي اجازت دي جاسکتي ہے - لیکن گننے کے وقت فوراً حاضر ھو جانا چاھیے -

(۵) افسروں کو عام قیدیوں سے زیادہ آزادي دي جاتي ہے - قیدي کو بھاگ جانے کے خوف سے یا قانون جنگ کي خلاف ورزي کرنے پر جیلخانے میں بھي قید کیا جا سکتا ہے ' لیکن اونکو مجرموں سے علحدہ رکھا جائیگا -

(۶) اگر متخاصمین میں شرائط مقرر ھوگئے ھیں تو اونکے مطابق کھانے پینے کے بارے میں قیدیوں کے ساتھہ عمدہ سلوک کیا جائیگا ' لیکن اگر اس قسم کے شرائط مقرر نہیں ھوے ھیں تو جو خوراک فاتح کي فوج کو ملتي ہے ' وھي قیدیوں کو بھي دیجائیگي ' اور صلح و مبادلہ کے وقت تک مصارف کا بار فاتح ھي کے خزانے پر ھوگا -

(۷) دیانت اور شرافت کا اقتضا یہ کہ قیدي کو اپنے ملک و قوم کے خلاف شریک جنگ ھونے پر اور اپني فوج یا اپنے وطن کے افشاء راز کرنے پر مجبور نہ کیا جاے - البتہ قیدیوں سے اس قسم کے آسان کام لیے جاسکتے ھیں جو سخت تکلیف دہ ' اور پر خطر نہوں ' اور جنگ سے غیر متعلق ھوں ' نیز فوجي عزت کو اوس سے صدمہ نہ پہونچے -

(۸) قیدیوں کا بھاگ جانا کوئي جرم نہیں ہے ' البتہ اونکے گرفتار کرنے کي ھر ممکن تدبیر اختیار کي جاسکتي ہے - یہاں تک کہ حالت فرار میں گولي بھي مار دي جاسکتي ہے - لیکن اگر وہ بھاگ کر اپني فوج سے مل گیا اور دوبارہ گرفتار ھوگیا ' تو اس جرم پر کہ پہلے بھاگ گیا تھا ' کوئي مزید سزا نہیں دي جاسکتي - البتہ اب اسکي نگراني سختي کے ساتھہ کي جائیگي -

لیکن اگر تمام قیدي بھاگنے کي سازش کرلیں اور اسکا راز طشت ازبام ھوجاے ' تو پھر اونکو ھر قسم کي سخت سزا یہاں تک کہ پھانسي بھي دیجاسکتي ہے -

(۹) کوئي قیدي دوسرے قیدي کا ذمہ دار نہیں ھوسکتا ' اسلیے اگر کوئي قیدي بھاگ جاے تو اوسکے دوسرے ساتھیوں سے بازپرس نہیں کي جاسکتي -

(۱۰) اگر قیدي عدم شرکت جنگ کا حتمي وعدہ کرلیں تو اونکو اثناے جنگ میں بھي رھا کیا جاسکتا ہے اور وہ اپنے وطن واپس جاکر دوسرے سیاسي مشاغل میں مصروف ھوسکتے ھیں ' نیز دوسرے ملکوں سے جنگ بھي کرسکتے ھیں ' بشرطیکہ وہ ملک اوس سلطنت کا حلیف نہو جس نے اونکو رھا کیا ہے -

لیکن اگر قیدیوں نے بد عہدي کي تو اس جرم میں پھانسي تک دیجاسکتي ہے - قیدي جس حکومت کي رعایا ھیں ' اگر وہ فوج کے اخلاقي حقوق کا بھي لحاظ رکھتي ہے ' تو اونھیں خدمت فوجي سے مستثنی کردیگي ' اور اگر اوسکا قانون اسقدر فیاض نہیں ہے ' تو قیدیوں کو وظائف عسکري سے انکار کرنے پر سزا دیسکتي ہے - بایں ھمہ اخلاقي حیثیت سے ایسا نہیں کرنا چاھیے - ولایات متحدہ امریکہ نے اس مسئلہ میں دوسرا طرز عمل اختیار کیا ہے ' یعنے اگر وہ قیدیوں کے قول و قرار کا احترام نہیں کرسکتي ' تو انھیں قیدي بناکر اوس حکومت کے پاس واپس کردیتي ہے جس نے اونکو رھا کیا ہے - اگر اوس نے قیدي بنانے سے انکار کردیا تو پھر ان پر اس معاھدہ کي پابندي باقي نہیں رھتي -

(۱۱) قیدیوں کے مبادلہ سے قید کي پابندیاں اوٹھہ جاتي ھیں ' اور قیدي بالکل آزاد ھوجاتے ھیں - مبادلہ بالکل اختیاري ہے ' اور رھا شدہ قیدیوں کے متعلق بہ صراحت طے کرلینا چاھیے کہ وہ دوبارہ فوج میں شامل ھوسکینگے یا نہیں ؟

مبادلہ میں قیدیوں کے مدارج کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے - افسر کا افسر کے بدلے میں ' زخمي کا زخمي کے بدلے میں ' مریض کا مریض کے بدلے میں ' مبادلہ کیا جاتا ہے - نیز ایک افسر کا مبادلہ متعدد چھوٹے درجے کے سپاھیوں کے عوض کیا جا سکتا ہے -

(۱۲) اختتام جنگ کے ساتھہ ھي قید کي مدت بھي ختم ھوجاتي ہے ' اور تاوان جنگ یا کسي دوسرے مال کے معاوضے میں قیدي رھا کردیے جاتے ھیں - (از تاریخ علم الحقوق مصطفی رشید پاشا)

گریٹ یوروپین وار میپ

ایڈیٹر الہلال کي راے

هٰذا بلاغ للنّاس ولينذروا بهٖ وليعلموا

انّما هو الٰه واحدٌ وليذّكّر اولوا الالباب (۱۴ : ۵۲)

نمبـــر - ۴ - ۵ | كلكته : جمعه - ۹ - ۱۶ صفر سنه ۱۳۳۴ هجري | جلد ۱

Calcutta : Friday, December 17 - 24 1915.

ترجمان القرآن

يعني قران حكيم كا اردو ترجمه ' از خامهٔ ايڈيٹر الهـــلال

آسماني صحائف و اسفار كے حقيقي حامل و مبلغ حضرات انبياء كرام و رسل عظام هيں - پس انكي تبليغ و تعليم اور نشر و توزيع كا مقدس كام دراصل ايک پيغمبرانه كام هے ' جس كي توفيق صرف انهي لوگوں كو مل سكتي هے جنهيں حق تعالى انبياء كرام كي معيت و تبعيت كا درجه عطا فرماتا هے ' اور اونكا نور علم براه راست مشكواة نبوت سے ماخوذ هوتا هے : و ذالک فضل الله يوتيه من يشاء -

• هندوستان كي گذشته قرون اخيره ميں سب سے پہلے جس مقدس خاندان كو اس خدمت كي توفيق ملي ' وه حضرت شاه عبد الرحيم رحمة الله عليه كا خاندان تها - انكے فرزند حجة الاسلام ' امام الاعلام ' مجدد العصر ' حضرة شاه ولي الله قدس سره تهے ' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حكيم كے ترجمه كي ضرورت الهام الهي سے محسوس كي ' اور فارسي ميں اپنا عديم النظير ترجمه مرتب كيا - انكے بعد حضرة شاه رفيع الدين اور شاه عبد القادر رحمة الله عليهما كا ظهور هوا ' اور اردو زبان ميں ترجمة القران كي بنياد استوار هوئي - شكر الله سعيهم ' و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر ٹهيک ايک صدي گذر چكي هے ' ليكن يه كهنا كسي طرح مبالغه آميز نه سمجها جائيگا كه نشر و تبليغ قرآن حكيم كي جو بنياد اس خاندان بزرگ نے ركهي تهي ' اسكي تكميل كا شرف حق تعالى نے ايڈيٹر الهلال كيليے مخصوص كرديا تها ' جنهوں نے بعض داعيان حق و علم كے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فهم حقائق و معارف قرانيه ' و ضروريات و احتياجات وقت كو ملحوظ ركهكر قرآن حكيم كا يه اردو ترجمه نهايت سليس ' عام فهم ' معني خيز ' حقيقت فرما عبارت ميں مرتب كيا هے ' اور بحمد الله كه زير طبع هے -

يه ترجمه كيسا هے ؟ ان لوگوں كيليے جو الهلال كا مطالعه كرچكے هيں ' اسكا جواب دينا بالكل غير ضروري هے -

يه ترجمه حامل المتن ٹائپ كي جگهه ليتهو ميں چهاپا جا رها هے تاكه ارزاں هو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب كے مطالعه ميں آسكے - قيمت في جلد چهه روپيه ركهي گئي هے - ليكن جو حضرات اس اعلان كو ديكهتے هي قيمت بهيجدينگے ' انسے صرف ساڑهے چار روپيه ليے جائينگے - درخواستيں او ر روپيه منيجر البلاغ كے نام بهيجنا چاهيے -

نوٹ — ڈبل نمبر هونے كي وجه سے قيمت في پرچه چهه آنه

Tel Address: "Albalagh, Calcutta.
Telephone No. 648

AL-BALAGH.

Chief Editor
Abul Kalam Azad,
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly .. Rs. 6-12

مرسول رئيس التحرير
احمد المكنى بابي الكلام الدهلوي

مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - رپن لين
كلكته

ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانه - ۱۲ - روپیه
ششماهی - ۶ - ۱۲ - آنه

نمبر - ۴ - ۵ | کلکته : جمعه - سنه ۱۳۳۴ هجري
Calcutta : Friday, December 17 - 24 1915. | جلد ۱

ترجمان القران اور البیان کیلیے بعض ارباب دل کو الله تعالی نے توفیق دي که وه اسکے متعدد نسخے لیکر طلبا و علماء اور مساجد و مدارس میں مفت تقسیم کریں' اور اسطرح انکي ترتیب و اشاعة کا اصلي نفع حاصل کیا جاے - چنانچه اس هفتے مولوي علیم الدین صاحب نے مرار سے ' مولوي محمد حسن صاحب نے گجرات سے ' اور مولوي امین الدین صاحب اورسیر نے بمبئي سے بالترتیب ترجمان القران اور البیان کے دس دس نسخوں ' آٹھه آٹھه نسخوں ' اور سوله سوله نسخوں کي قیمت بھیجدي هے - فجزا هم الله تعالی خیر الجزاء في الدنیا و الاخره -

(۲) اس سے پہلے رنگون سے ایک صاحب دل درجنوں کتابوں کے بیس بیس نسخوں کیلیے قیمت بھیج چکے هیں جنکو وہ کسي مدرسه کے طالب علموں میں تقسیم کرینگے - ساتھه هي وہ پسند نہیں کرتے که انکا نام شائع هو - یه انفاق في سبیل الله کا منتہاے مرتبه هے -

(۳) اس سے زیاده قابل ذکر جناب رستم علي صاحب سول هسپتال مالاکنڈ پشاور هیں جنہوں نے ایک ایسے مقام سے جہاں سوا متعلقین دفتر کے اور کوئي تعلیم یافته آبادي نہیں ' ترجمان القران اور البیان کے نو نو نسخوں کي قیمت بھجوادي هے -

(۴) بعض احباب توسیع اشاعت کیلیے نمایاں طور پر کوشش کررهے هیں ' اور دفتر انکے اخلاص و محبت کا شکرگذار هے - هم نے بارها اس خیال کو ظاهر کیا هے که کسي پریس کي اعانت کا صحیح و اصلي طریقه چنده اور عطیه نہیں هے ' بلکه توسیع اشاعت کي کوشش - اگر ایک چیز کو آپ مفید یقین کرتے هیں تو دوسروں تک پہنچائیے اور اسکے فوائد کا دائره وسیع کیجیے - ابتدا سے البلاغ محض گذشته پیشگي قیمتوں میں تقسیم هورها هے اور اکثر حالتوں میں سال بھر تک اور بعض حالتوں میں چھه ماه تک یہي حالت جاري رهیگي - اسلیے سخت ضرورت هے که نئے خریدار پیدا کیے جائیں' اور امید هے که احباب کرام حتی الوسع اسکے لیے کوشش کرینگے -

عهد التواء و انتظار

یاد رفته کا ایک لمحهٔ فکریه !

رند هزار شیوه را ' طاعت حق گراں نبود
لیک صنم به سجده در ' ناصیه مشترک نخواست !

(۲)

(مشرب تجارت اور مذهب دعوة)

میں نے اگر تاجر کے مقابلے میں ایک داعي کي زندگي کا امتیاز " نفع عام " اور " اخلاص عمل " کو قرار دیا هے ' اور کہا هے که تجارت لینا اور حاصل کرنا چاهتي هے ' پر راه دعوة کي اولین شرط دینا اور کھونا هے ' تو تم انکار کرنے میں جلدي نه کرو - کیونکه بہت ممکن هے که جن نظریات مخالف کي بنا پر تم ایسا کرنا چاهو ' انسے میں بیخبر نہوں :

چو بشنوي سخن اهل دل مگو که خطا ست
سخن شناس نهٔ دلبرا خطا اینجا ست !

دراصل یه سوال اس مشہور اور مشکل مسئله کے حدود میں داخل هو جاتا هے جسکا تعلق عمل انساني کي خود غرضي اور طبعي خواهش حصرل نفع سے هے ' اور جو فلسفه کے دائره میں آکر یه سوال بن جاتا هے که انسان کے تمام جذبات و امیال ' اور اعمال و اقدام کا معرر و معرک اصلي کیا هے ؟ اور اسکا کوئي جذبهٔ و عمل خود غرضي یعني جلب نفع ذات سے خالي هو سکتا هے یا نہیں ؟

قدیم حکماء نے بھي اس مسئله پر نظر ڈالي هے اور حکماء جدید نے بھي - حکماء اسلام میں سے جن حکماء نے اخلاق و فلسفهٔ اخلاق

"كتاب مرقوم يشهده المقربون" (۸۳ : ۱۸)

"في ذالك فليتنافس المتنافسون !" [۸۳ : ۲۳]

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

(۱) " الهلال " تمام عالم اسلامی میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو ایک ہی وقت میں دعوۃ دینیۃ اسلامیۃ کے احیاء ' درس قرآن و سنت کی تجدید ' اعتصام بحبل اللہ المتین کا واعظ ' اور وحدۃ ملیۃ امۃ مرحومہ کی تحریک کا لسان الحال ' و نیز مقالات علمیہ ' و فصول ادبیہ ' و مضامین و عناوین سیاسیہ و ملیہ کا مصور و جامع مجموعہ تھا - اسکے درس قرآن و تفسیر اور بیان حقائق و معارف کتاب اللہ الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشہاد قرآنی نے تعلیمات الاهیہ کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے ' وہ اسدرجہ عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید مخالفین و منکرین تک اسکی تقلید کرتے ہیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور ہیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جملہ ' ایک ایک ترکیب ' بالکل علم طریق تعبیر و ترتیب ' و اسلوب و نسج بیان اس وقت تک کے تمام اردو ذخیرہ میں مجددانہ و مجتہدانہ ہے -

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الاهیہ کے احکام کو جامع دین و دنیا اور حاوی سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپنی خصوصیات کے لحاظ سے کوئی قریبی مثال تمام عالم اسلامی میں نہیں رکھتا -

(۳) وہ تمام ہندوستان میں پہلی آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکی تمام سیاسی و غیر سیاسی معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کی ' اور سیاسی آزادی و حریت کو عین تعلیمات دین و مذہب کی بنا پر پیش کیا - یہاں تک کہ دو سال کے اندر ہی اندر ہزاروں دلوں ' ہزاروں زبانوں ' اور صدہا اقلام و صحائف سے اس حقیقت کو معتقدانہ نکلوا دیا !

(۴) وہ ہندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادی و عملی الحاد کے دور میں توفیق الہی سے عمل بالاسلام والقرآن کی دعوت کا از سر نو غلغلہ بپا کردیا ' اور بلا ادنی مبالغہ کے کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار متشککین ' مذبذبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام ' راسخ الاعتقاد مومن ' صادق الاعمال مسلم ' اور مجاہد فی سبیل اللہ مخلص ہوگئے ہیں - بلکہ متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر کے شہر ہیں جن میں ایک نئی مذہبی بیداری پیدا ہوگئی ہے : و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم !

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جہاد فی سبیل اللہ کے جو حقائق و اسرار اللہ تعالی نے اسکے صفحات پر ظاہر کیے ' وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و رحمت خاص ہے -

(۶) طالبان حق و ہدایت ' متلاشیان علم و حکمت ' خواستگاران ادب و انشاء ' تشنگان معارف الاهیہ و علوم نبویہ ' غرضکہ سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعہ اور کوئی نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی ہوجاتی ہوں - وہ مقالات و فصول عالیہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے ' جن میں سے ہر فصل و باب بجائے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے ' اور ہر زمانے اور ہر وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید ہوتا ہے -

(۷) چھہ مہینے کی ایک جلد مکمل ہوتی ہے - فہرست مواد و تصاویر بہ ترتیب حروف تہجی ابتدا میں لگا دی گئی ہے - ولایتی کپڑے کی جلد ' اعلی ترین کاغذ ' اور تمام ہندوستان میں رحید و فرید چھپائی کے ساتھہ بڑی تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلی اور دوسری جلد دوبارہ چھپنے گئی - تیسری ' چوتھی اور پانچویں جلد کے چند نسخے باقی رہگئے ہیں - تیسری جلد میں (۵۹) اور چوتھی جلد میں (۱۲۵) سے زائد ہاف ٹون تصویریں بھی ہیں ' اس قسم کی دو چار تصویریں بھی اگر کسی اردو کتاب میں ہوتی ہیں تو اسکی قیمت دس روپیہ سے کم نہیں ہوتی

(۹) با ایں ہمہ قیمت صرف سات روپیہ ہے - ایک روپیہ جلد کی اجرت ہے -

هوتا هے تو دل میں ٹیس اٹھتي هے که سرمایۂ زندگي لُٹ گیا - یہاں اگر اشرفیوں کے ختم هوجانے پر بھي افسوس هوتا هے تو صرف اسلیے که کاش اور هوتا تو اور زیادہ لٹاتے :

سارت مشــرقة و سرت مغــرب
شتان بین مشــرق و مغــرب !

یہاں کا عالم دوسرا هے' اور ملّت کے فلسفه هي پر کائنات انساني کے احکام ختم نہیں هوگئے هیں - اُس دنیا میں جہاں انسان راحت ذاتي کو سوچتا اور اپنے جسم کے سکھه اور امن کے عشق میں پاگل رهتا هے' وہ انسان بھي همیشه پیدا هوے هیں اور پیدا هوتے رهینگے جنکي زندگي کي بڑي محبوب و مطلوب غرض جسم کا راحت اور چین نہیں' بلکه درد و ایذا اور دکھه اور ٹیس هے - شاید هي دنیا میں کوئي مخلوق بڑي سے بڑي راحت اور بہتر سے بہتر سکھه پاکر اسقدر خوش هوتا هوگا' جسقدر دکھه اور زخم پاکر انکي روح عیش و نشاط سے معمور هوجاتي هے !

وہ اپنے کاروبار دعوة کي راہ میں جب نکلتے هیں تو صرف زخم و درد هي کے بھوکے پیاسے رهتے هیں - حتی که جب انہیں کوئي نیا زخم ملتا هے تو نئي صداے شکر انکے اندر سے اٹھتي هے' اور جب وہ کسي نئي بربادي' کسي نئي جسماني تباهي' کسي نئي ضرب شمشیر' کسي نئي حلقۂ زنجیر سے دو چار هوتے هیں' تو خوشیاں مناتے هیں که آج اپنے خدا کو اپنے سے راضي کرنے کیلیے سب سے بڑي دولت هاتهه آئي :

در عالم نقد جان بر دست دارند
بیا زارے که سوداے تو باشد !

حضرة رابعۂ بصریه سے پوچھا که عبادت کا کیا حال هے ؟ قالت : رکعتان في العشق' لا یصح وضوءهما الا بالدم - صرف دو رکعتیں' مگر انکا وضو صحیح نہیں هوسکتا جب تک که اپنے گرم گرم خون کے چلو بھر کر منهه کو نه دهو لو :

گریزد از صف ما هر که مرد غوغا نیست
کسیکه کشته نشد از قبیلۂ ما نیست !

سید الطائفۂ بغدادي سے ایک شخص نے پوچھا که چالیس اونٹ هوں تو انکي زکواة کیا هوئي ؟ کہا : اما عندکم فواحد' و اما عندنا فکله - تمھارے نزدیک تو چالیس میں صرف ایک' اور همارے مشرب میں پورے چالیسوں - یہي مذهب حضرة صدیق کا تھا' جب وہ سب کچھه لٹا کر آنحضرة صلی الله علیه وسلم کي خدمت میں حاضر هوے تھے' اور جب حضور نے انسے پوچھا تھا که : ما أبقیت لاهلك ؟ اپنے اهل و عیال کیلیے کیا چھوڑ آے هو ؟ عرض کیا : ابقیت لهم الله و رسوله ! الله اور اسکے رسول کو - من له المولی فله الکل :

آنکس که ترا بخواست جان را چه کند ؟
فرزند و عیال و خان و مان را چه کند ؟
دیوانه کني هر دو جهـانش بخشي
دیوانۂ تو هر دو جهـان را چه کند ؟

(تجارت و ربح دعوة)

اور اگر تم تجارت تجارت هي کہه رهے هو' تو پھر تمھاري دکانداري کے مقابلے میں یہاں بھي ایک خرید و فروخت موجود هے :

ان الله اشتری من المومنین انفسهم و اموالهم بان لهم الجنة -	بلا شبه خدا نے مومنین مخلصین کي جانوں اور مالوں کو نعائم اخروۃ کے معاوضے میں خرید لیا هے !

یه نه کہو که راہ دعوة میں " اخلاص " نہیں هو سکتا - اگر نہیں هوسکتا تو خرید و فروخت اور عوض و بدل کي خود غرضي هي سهي - لیکن یه کیا ضرور هے که تم جن معاوضوں پر مرر رهے هو' هر دل کیلیے اسي معاوضے میں کشش هو ؟ کیا یه ممکن نہیں که ایک مومن داعي اُس معاوضه کے نفع کیلیے اپنا جان و مال اور اپنا سب کچھه دیدے' جو روز ازل هي میں خریدار عالمین نے اس سے خرید لیا هے ؟ و انشد الاصمعی لجعفر الصادق علیه و علی ابائه و اجداده الصلواة و السلام :

اثا من بالنفـس النفیسـة ربها
و لیـس لها فی الخلق کلهـم ثمن
بها تشتـري الجنات ان انا بعتهـا
بشـي سواها' ان ذالکـم غبـن
اذا ذهبت نفسـي بشي اصیبـه
فقد ذهب الدنیا و قد ذهـب الثمن !

اگر " غرض " کي تلاش هے تو اس سے بڑھکر بھي کوئي غرض دنیا میں ایک انسان کیلیے هوسکتي هے که رب السماوات و الارض کو اپنے نفس و مال جیسي حقیر و اذل متاع کا خریدار بنالے ؟ اور ایک ایسے مال کو دیکر جسے یقیناً ایک دن چھوڑنا هي پڑیگا' اور ایک ایسي جان کو دیکر جو بجبر و اکراہ ایک دن دیني هي پڑیگي' اسکي رضا و محبت کي دولت لازوال حاصل کر لے ؟

جاں بجـاناں دہ وگرنه از تو بستـاند اجل
خود تو منصف باش اے دل این بکن یا آں بکن !

(ابتغاء مرضات الله)

قرآن حکیم نے بھي اخلاص کے معني وہ نہیں بتلاے هیں جو تم اپني فلسفیانه تفرید جذبات و امیال کے بعد قرار دینا چاهتے هو - وہ اخلاص کي حقیقت یہي بتلاتا هے که زخارف دنیوي اور زینۃ مادیه کي جگه محض الله کي خوشنودي کیلیے اپني جان و مال کو خرچ کرنا' اور خدا کي مرضي کے حصول اور اسکي محبت کي پادشاهت کو اپني غرض وحید اور اپنا نفع مطلوب ٹھیرانا :

و من الناس من یشري نفسه ابتغاء مرضات الله' و الله رؤف بالعبـاد -	اور الله کے بندوں میں سے بعض ایسے مومنین مخلصین بھي هیں جو اپني جان کو فروخت کرتے هیں تاکه الله کي رضاء حاصل کریں !

سورۂ دهر میں اُن مخلصین کے اعمال بتلاے جو اپني خدمتوں کا کوئي دنیوي معاوضه طلب نہیں کرتے - خدا کے بندوں کي خدمت کرتے هیں' بھوکوں کو کھلاتے هیں' پیاسوں کو پلاتے هیں' اور پھر کہتے هیں که :

انما نطعمکم لوجه الله لا نرید منکم جزاء و لا شکـورا !	یه جو هم نے تمھیں کھلایا پلایا' سو اسکا کوئي بدله اور کوئی احسان مندي تم سے نہیں چاهتے - یه جو کچھه بھي تھا صرف الله کیلیے تھا اور اسیکي رضاء کیلیے !

(ایک اشارۂ حقیقت)

راہ دعوة و تبلیغ کا اصلي مرکز و ماخذ مقام نبوت هے - تم نے کبھي غور کیا که یه کیا بات هے که قران حکیم نے جتنے انبیاء کرام کا ذکر کیا هے' اُن میں سے تقریباً سب نے اپني قوم کو مخاطب کرکے همیشه کہا که هم داعي هیں' تاجر نہیں هیں ؟ حضرة نوح علیه السلام نے کہا : و ما اسئلکم علیه من اجر' ان اجري الا علی رب العالمین (هود) حضرة هود نے کہا : و ما اسئلکم علیه من اجر' ان اجـري الا علی رب العالمیـن (شعرا) حضرة صالح نے قوم ثمود سے کہا : و ما اسئلکـم علیه من اجر' ان اجري الا علی رب العالمین (شعرا) حضرة لوط نے کہا : و ما اسئلکم علیه من اجر الا

کو اپنا موضوع قرار دیا ہے ' انکے مباحث و آراء کا بھی ایک ذخیرہ وافر موجود ہے - علامۂ ابن مسکویہ ' امام غزالی ' اور امام راغب اصفہانی نے اپنی تصنیفات میں ضمناً جابجا بحثیں کی ہیں - نئے دور کے حکماء میں مل نے ا بر خاص توجہ کی ' اور ایک خاص مقالہ " فلسفۂ خود غرضی " پر لکھا - یہ لوگ کہتے ہیں کہ انسان بالطبع خود غرض ہے ' اسکے تمام جذبات اسی کے تابع ہیں ' وہ جو کچھہ کرتا ہے اپنے نفع ذات کیلیے کرتا ہے - حتی کہ ماں باپ کی محبت بھی خود غرضی سے خالی نہیں - البتہ کوئی خود غرضی بہت واضح ہوتی ہے ' کوئی بہت مخفی ' کوئی بالکل سامنے کا قریبی نفع ہوتا ہے جسکو فوراً سمجھہ لیا جا سکتا ہے ' کوئی اسقدر دور ہوتا ہے کہ متعین و معلوم کرنا مشکل ہوتا ہے ' اور اسلیے ایک نا واقف کہہ اٹھتا ہے کہ اس عمل میں کسی طرح کی ذاتی غرض پوشیدہ نہیں - یہ یکسر اخلاص ہے -

لیکن میں یہاں اس بحث کو نہیں چھیڑنا چاہتا ' قرآن حکیم میں اس سوال کے جواب کیلیے روشنی موجود ہے ' اور تفسیر البیان میں بہ تفصیل یہ بحث آچکی ہے - جو لوگ " اخلاص عمل " کے منکر ہیں ' انہوں نے خلوص کی ایک خاص تعریف کی ہے ' اور انکا انکار در اصل اسی خلوص سے ہے - لیکن یہ انکار ہماری موجودہ صحبت کیلیے کچھہ مضر نہیں - راہ دعوت کے خلوص اور طلب نفع عام سے مقصود یہ نہیں ہے کہ داعی کی کوئی ایسی غرض اپنے عمل سے وابستہ نہیں ہوتی جو خود اسکے لیے بھی مفید ہو ' بلکہ مقصود صرف یہ ہے کہ وہ تاجر کی طرح عوض و بدل مالی کا طالب نہیں ہوتا ' اور حصول زر اور طلب مال کو اپنا مقصد قرار نہیں دیسکتا - اسکے کاموں کا مقصد نفع جماعت ہے ' اور وہ جانتا ہے کہ یہ مقصد لینے اور حاصل کرنے کی راہ نہیں کھول سکتا ' بلکہ یکسر اسکے برعکس اور بالضد حکم رکھتا ہے - یہاں لٹنا اور لٹانا پڑیگا ' اور قدم قدم پر اپنی ذات ' اپنے جسم ' اپنے جذبات و امیال ' اپنی آزادی ' اپنی راحت ' اپنی صحت ' اپنا ہر طرح کا عیش و عشرت ' بلکہ اکثر حالتوں میں اپنی زندگی اور اپنی جان تک دیدینی پڑیگی - پس وہ جس لمحہ کے اندر اس امر کا فیصلہ کرتا ہے کہ صحیح راہ دعوۃ اختیار کرنی چاہیے ' اسی لمحہ کے اندر اسکا بھی فیصلہ کرلینا پڑتا ہے کہ تجارت کی لذات عوض و بدل سے ہمیشہ کیلیے باہر آجانا چاہیے - وہ دیکھتا ہے کہ تجارت کی دکان اور دعوۃ کی قربانگاہ ' دونوں ایک جگہ نہیں بنائی جا سکتی - یہ دو سوکنیں ہیں جو ایک شوہر کے گھر میں کبھی بھی جمع نہ ہونگی - ضرتان ' ان رضیت احد اھما ' سخطت الاخری :

سراپا رہن عشق و ناگزیر الفت ہستی !
عبادت برق کی کرتا ہوں اور افسوس حاصل کا !

(حقیقت اخلاص و خود غرضی)

اگر تم کہتے ہو کہ انسان کا کوئی فعل نفع ذات کی خواہش سے خالی نہیں ہوسکتا ' تو یہ کون کہتا ہے کہ داعی اپنے سامنے نفع ذات کی کوئی خواہش نہیں رکھتا ؟ یقیناً اپنی ذات کی نفع اسکے بھی مد نظر رہتی ہے ' لیکن وہ نہیں جو تاجر کے سامنے رہتی ہے - یقیناً نفع ذات کا ایک محبوب وہ بھی رکھتا ہے ' لیکن وہ نہیں جو تاجر کا معشوق ہے - یقیناً معارضے اور بدلے کا ایک خیال وہ بھی دیکھتا ہے ' لیکن وہ نہیں جسکی طلب میں تاجر بیقرار ہوتا ہے - داعی کیلیے سب سے پہلی اور سب سے بڑھکر اپنی ذات کے نفع و سود کی غرض یہ ہوتی ہے کہ جس " یقین " کی قوۃ سے تجارت کی پوری زندگی یکسر محروم ہے ' اس یقین کامل کے ساتھہ وہ سمجھتا ہے کہ اسکے سب سے بڑی اور سب سے بالا تر دولت ہے جسکی خوشی اور مرضی اسی کام میں ہے جو میں کر رہا ہوں ' اور جسکا پیار اور عشق مجھکو ' میرے نفس کو ' میرے وجود معنی کو ' میرے نفس خاص کو اسی وقت ملسکتا ہے ' جبکہ اس راہ فنا فرمائے دعوۃ میں مضطربانہ و والہانہ دوڑوں ' پھولوں کی سیج سے اٹھوں اور کانٹوں کے اوپر لوٹوں ' لعل و جواہر کو پھینکدوں اور آگ کے انگاروں سے کھیلوں ' خود اپنے ہاتھہ سے اپنی آسایش و راحت کے گھر کو جلادوں ' خود اپنے ہاتھوں اپنے مال و متاع کو غارتگروں کے حوالے کردوں ' لینے سے بھاگوں اور کھونے سے عشق کروں ' دست معطی سے دشمنی کروں اور دست سائل کیلیے پکاروں ' اپنے آپکو مٹادوں ' اپنے آپکو کھودوں ' اپنی آنکھوں کو ہمیشہ خونبار رکھوں ' اپنے جسم کو ہمیشہ زخموں سے چور دیکھوں ' اپنے ایک ایک زخم سے خون کی ندیاں بہادوں ' پھر اس پر بھی بس نہ کروں ' اور اگر امر محبوب حقیقی ' اس شاہد یکتا کی ایک چشم مہر ' ایک نگاہ عشق پرور ' ایک تبسم جان نواز ' ایک اداء دلربا ' بھی ملسکے ' تو سولی کے تختے کا طواف کروں ' جلاد کے ہاتھوں کو بوسہ دوں ' آب شمشیر کو آب زلال حیات سمجھوں :

مرتا ہوں اس آواز پہ ' ہر چند سر اڑجاے
قاتل سے وہ لیکن یہ کہے جاے کہ " ہاں اور "

یہی وہ مقام ہے جسکی طرف صحیح بخاری کی یہ حدیث اشارہ کرتی ہے :

والذي نفسي بيده !	اس خدا کی قسم جسکے ہاتھہ میں
لوددت اني اقتل في	میری جان ہے ' میں چاہتا ہوں کہ
سبيل الله ثم احيا ' ثم	اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ
اقتل ثم احيا ' ثم اقتل '	ہوں اور قتل کیا جاؤں ' پھر زندہ ہوں
ثم احيـــاء ' ثم اقتل !	اور قتل کیا جاؤں ' پھر زندہ ہوں اور

قتل کیا جاؤں - اسی راہ میں مجروح و مقتول ہونا اور تڑپنا وہ لذت رکھتا ہے کہ بار بار مقتول ہونے کیلیے بار بار کی زندگی کا طالب ہوں !

اے کاش بدے بجاے یک جان صد جان
تا میکشی و باز دگـــر میکـــردم !

تم کہتے ہو کہ اگر تاجر اپنی ذات کا نفع ڈھونڈھتا ہے ' تو وہ بھی نفع ذات اور خود غرضی سے خالی نہیں ہوسکتا جسکا نام داعی رکھا گیا ہے - ہاں ' یہ سچ ہے ' مگر پہلے اسے سمجھہ لو کہ داعی کی خود غرضی اور نفع ذاتی کی طلب کیا ہے ؟ تاجر اگر کسی ایک جنس کو زیادہ اچھی قیمت پا کر بیچتا ہے ' تو خوش ہوتا ہے کہ آج مجھے میرا مطلوب ملگیا ' کیونکہ اسکی خود غرضی کی ہوس طلب مال و زر میں پوشیدہ تھی - اسی طرح داعی اپنے کاروبار دعوۃ میں جس دن اپنے سرمایۂ مال و نفس کو زیادہ لٹنے ' زیادہ کھونے ' زیادہ قربان ہونے کے معارضے میں فروخت کرتا ہے ' تو خوش ہوتا ہے کہ آج میں نے اپنے محبوب و مطلوب کو اپنے سے زیادہ راضی کیا ' اور آج اسکو روٹھے ہوے کو بہت زیادہ منا لیا جو بغیر کھونے اور مٹنے کے مجھسے من ہی نہیں سکتا تھا - کیونکہ داعی کی خود غرضی اور خود پرستی کی ہوس طلب رضاء الہی میں پوشیدہ تھی - وہ بھی تاجر کی طرح غرض ضرور رکھتا تھا ' مگر اسکو کیا کیجیے کہ غرض کی نوعیت ہی بدل گئی - تاجر کے حصے میں وہ غرض آئی جو پانے سے پرورش پاتی ہے ' اور داعی نے اس غرض کو پایا جسے کھونے سے نشو و نما ملتی ہے :

من و بیدل حریف سعی بیجا نیستم واعظ
تو و قطع منازلہا ' من و یک لغزش پاے !

تاجر جس دن کھوتا ہے ' سر پیٹتا ہے کہ تباہ ہوگیا - داعی جس دن نہیں کھوتا ہے ' ماتم کرتا ہے کہ آج اس نے اپنے محبوب [illegible] وہاں اگر ایک پیسہ کا بھی نقصان

اسئلة واجوبتها

فاتحــة البــلاغ

بعــض اسئلــة مهمــه

حديث اختــلاف امتي رحمة

[از جناب مولانا علي احمد صاحب مدراسي]

جناب کو معلوم ہے که یه خاکسار آغاز اشاعة الهــلال سے اسکا بالالتزام مطالعه کرتا رها ہے' اور اس بارے میں جو خیالات رکھتا هوں' اسے زباني عرض کر چکا هوں جبکه حسن اتفاق سے دهلي میں شرف نیاز حاصل هوا تھا - اب ایک عرصه کے انتظار و اضطراب کے بعد البــلاغ نکلا تو اسکے محاسن و فضائل الهــلال سے بھي دو چند بلکه ده چند نظر آے :

نقاش نقش ثاني بهتر کشد ز اول !

علی الخصوص عربي فاتحة البــلاغ جو مسلسل دو اشاعتوں میں شائع هوا - اسکي فصاحت و بلاغت لفظي اور معارف معنوي کا حال صرف ارباب ذوق و کمال هي جان سکتے هیں - هندوستان کي سرزمین سے تو ادب عربي کی ایسي صدائیں مدتوں سے نہیں اٹھیں' اور نه اُن معارف و مطالب کا کهیں سراغ لگ سکتا ہے جو اسکے هر حصے میں موجود هیں - سچ یه ہے که جناب کا معامله اب اس سے گذر چکا ہے که معمولي و رسمي الفاظ تعریف و توصیف کے اسکے لیے استعمال کیے جائیں ؛

ترا چنانکــه توئي هر کسے کجا داند
بقدر طاقت خود مي کند استدراک !

....

البته فاتحة البــلاغ کے بعض مقامات ایسے هیں جنکے متعلق جناب سے مزید ارشادات کا طالب هوں - حاشا که اس سے مقصود اعتراض و ایراد مخالفانه هو - مقصود محض توضیح مزید ہے' اور جو اخلاص و ارادت جناب کي سالها سال سے خاکسار رکھتا ہے' امید ہے که وه هر طرح سوء ظن کے دروازوں کو مسدود کردیگي -

سب سے پهلي بات یه ہے کہ نمبر اول کے آخري صفحه میں جہاں جناب نے حديث " لتسون صفوفکم او ليخالفن الله وجوهکم " پر بحث کي ہے' وهاں تعجب و انکار کے لہجے میں یه بھي فرمایا ہے که : و بعد هذا رحمة بنا و نعتقد بان الاختلاف بين الامه رحمه ؟ یعني آنحضرة صلی الله علیه و سلم تو نماز کی صف میں همارے قدموں کا اختلاف بھي پسند نہیں کرتے' اور همارا یه حال ہے که هم سرے سے نماز کي جماعتوں هي میں اختلاف کرتے هیں' اور هر گروه اپني الگ جماعة کهڑي کرتا ہے' اور پھر اس اختلاف کو اپنے لیے رحمت شمار کرتے هیں اور کہتے هیں که اختلاف امة کا رحمت ہے ؟

لیکن نہیں معلوم جناب نے اختلاف امة کو رحمت قرار دینا کیوں قابل اعتراض قرار دیا' جبکه سمجھنے والوں کي ایجاد سمجھ هي نہیں ہے بلکه مشهور حديث خود سرور کائنات کي موجود ہے که " اختلاف امتي رحمة " میري امة کا باهمي اختلاف رحمت ہے - پس گو اختلاف کا اس حديث میں اور مطلب هو' مگر لفظ تو اختلاف کا آیا ہے - اور جناب کا انکار و تعجب اس حديث تک پهنچ جاتا ہے - از راه لطف اسکي نسبت تشریح فرمائیے' کیونکه بڑے بڑے مستند علماء نے اس حديث کو اپني کتابوں میں درج کیا ہے اور حضرة امام شعراني نے میزان میں اس حديث کا مصداق اختلاف ائمۂ اربعه کو قرار دیا ہے - کما لا یخفی علیکم -

البــلاغ :

حديث " اختلاف امتي رحمة "

بلا شبه آپکا یه خیال درست ہے که فاتحه کي عبارت منقوله کا انکار و تعجب اس حديث کے سوال تک منتهی هوتا ہے - لیکن نفس حديث تک نہیں' بلکه حديث کے اُس مطلب تک جو عام طور پر لوگوں نے سمجھا ہے' اور عموماً وجۂ اختلاف و تحزب و تمذهب کے حمایت میں اس سے استدلال کیا جاتا ہے -

فقیر کا اُس جمله سے مقصد صرف یه تھا که جس وجود اقدس (روحي فداه) کو امة کا تقدیم و تاخیر قدم میں اختلاف گوارا نه تھا' اسکي امة عقائد و عبادات میں مجسمۂ اختلاف و شقاق بنگئي ہے' اور پھر کہتي ہے که یه رحمت ہے - اگر یه " رحمت " الهي ہے تو بقول جاحظ کے " عذاب الهي یقیناً اتفاق و اتحاد هوگا " نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سئیات اعمالنا !

رها اس حديث کي صحت و عدم صحت کا سوال' تو اگر میں آئے اور عامة الناس کے پیش کرده الفاظ هي پر آ جاؤں' تو بلا تامل کهہ سکتا هوں که اسکي کوئي اصلیت نہیں :

قصه کوته گشت ورنه درد سر بسیار بود !

مگر اس عاجز کا مقصود همیشه تحقیق و کشف حق رها ہے' نه که مکابرۂ و مجادله - پس واضح هو که جن الفاظ کے ساتھ آپنے اس حديث کو لکھا ہے' اگر اس سے قطع نظر کر لیا جائے' اور صرف نفس اختلاف کو پیش نظر رکھا جائے' تو بلا شبه اختلاف اصحاب رسول الله صلی الله علیه و سلم کے متعلق (نه که اختلاف امة کے متعلق) باختلاف الفاظ ایک روایت بعض محدثین نے درج کي ہے' اور چاهیے که اسکے تمام طرق و مسانید پر نظر ڈالي جائے -

حافظ سخاوي نے مقاصد میں اُسکي تمام روایتیں جمع کردي هیں' اور دیگر طرق کا حال بعض متاخرین کي کتابوں سے معلوم هوجاتا ہے - میں اُن تمام طرق کو یہاں جمع کرتا هوں :

(۱) بیهقي نے مدخل میں روایت کیا ہے :

" سليمان بن ابي كريمه عن جويبر عن الضحاك عن ابن عباس : قال قال رسول الله صلعم : مهما اوتيتم من كتاب الله فالعمل به لا عذر لا حد في تركه ' فان لم يكن في كتاب الله فسنة مني ' فان لم تكن سنة مني فما قال اصحابي - ان اصحابي بمنزلة النجوم في السماء ' فايما اخذتم به اهتديتم ' و اختلاف اصحابي لكم رحمة - یعني آنحضرة صلی الله علیه و سلم نے فرمایا : کتاب الله پر عمل کرو' اسکے ترک کیلیے کسي کا عذر مسموع نہیں' اگر کتاب الله میں کسي معامله کو نه پاؤ تو میري سنت پر عمل کرو' اگر میري سنت نه پاؤ تو میرے اصحاب کے اقوال کو ڈهونڈهو - میرے اصحاب ایسے هیں جیسے آسمان میں ستارے - اِنمیں جو کوئي اختیار کروگے' اسمیں هدایت هوگي - اور اختلاف میرے اصحاب کا تمهارے لیے رحمت ہے - انتهی ملخصاً -

(۲) طبراني اور دیلمي نے اپني معجم و مسند میں بھي اسی طریق سے روایت کیا ہے اور انهي الفاظ سے -

(۳) نصر مقدسي نے کتاب الحجة میں موقوفاً اسي روایت کو نقل کیا ہے' اور زرکشي نے اسکا ذکر کیا ہے - مگر اسناد نہیں لکھي ہے -

(۴) اسي طرح عراقي نے آدم بن ایاس کا حواله دیا ہے' لیکن لکھا ہے که مرسل اور ضعیف ہے - انکي روایت کے الفاظ یه هیں : اختلاف اصحابي رحمة لامتي -

(۵) بیهقي نے رساله اشعریه میں بھي درج کیا ہے' مگر بغیر اسناد

علی رب العالمین (شعرا) حضرۃ خاتم المرسلین کی نسبت فرمایا :

" و ما تسئلهم علیه من اجر ان هو الا ذکر للعالمین " (اخر یوسف) ۔

یعنی سب نے کہا کہ ہم اپنی خدمتوں کا کوئی معاوضہ ' کوئی بدلہ ' کوئی اجر ' تم سے نہیں چاہتے - ہمارا جو کچھہ بھی اجر و معاوضہ کا حساب ہے ' اسکی جگہ دوسری ہے ' اور وہ بارگاہ رب العالمین ہے !

یہ اسی حقیقت ثابتۂ و نبوبہ کی طرف اشارہ ہے کہ تجارت اور اقتصاد سود و زیاں کی راہ دوسری ہے ' اور دعوۃ و تبلیغ کی راہ دوسری ہے - جو تجارت کے مشرب کا ایک شائبہ بھی رکھتا ہو ' وہ داعی نہیں ہوسکتا ' اور جسپر دعوۃ کا ایک لمحہ بھی گذر جائے ' وہ بازار تجارت کا رہرو نہیں ہوسکتا - انبیاء کرام مقام دعوۃ و تبلیغ کا انتہائی مرتبہ تھے ' پس جب کبھی انہوں نے دنیا کو مخاطب کیا تو سب سے پہلے اپنی حیثیت کو واضح کیا اور کہا کہ ہم داعی ہیں ' تاجر نہیں ہیں سورۂ ھود اور سورۂ شعراء کو دیکھہ جاؤ - سیرات انبیاء کرام علیہم الصلوات و السلام کے تمام مواعظ و خطاب کیا کہتے ہیں - " ان اجری الا علی رب العالمین " : رب العالمین کے لفظ پر غور کرو - اللہ ' اللہ ' جو مزدور اپنی مزدوری تمام جہانوں کے مالک ' تمام عالموں کے شہنشاہ ' تمام کائنات خلق کے داطر و پروردگار سے لینے والا ہو ' اسکی نظروں میں زمین پر چلنے پھرنے والے انسان جو اپنے ایک ایک دانے اور ذرۂ رزق کیلیے اسی سرکار کے محتاج ہیں ' کیا عزت رکھتے ہیں کہ انکے آگے دست طلب دراز کرے اور انمیں اپنا خریدار ڈھونڈے ؟

مباش غمزدہ عرفی کہ زلف قامت ناز

جزاے ہمت عالی ز دست کوتہ ماست !

سب سے پہلے اور سب سے بڑی " غرض " (اگر غرض کی تلاش ضروری ہے) تو داعی کے سامنے یہی ہوتی ہے ' اور اسی کو قران حکیم نے وجہ اللہ ' سبیل اللہ ' مرضات اللہ ' اور لقاء وجہ رب سے تعبیر کیا ہے - تم چاہو تو اسکو اپنی فلسفیانہ زبان میں یوں سمجھہ سکتے ہو ' کہ بلا شبہ انسان کا کوئی کام غرض سے خالی نہیں ہوتا ' لیکن مذہب کی یقین بخشی مرضات الہی کی طلب کسی جوش و عشق کے ساتھہ پیدا کر دیتی ہے ' جس جوش و ہیجان سے ایک تاجر خریدار کی جیب کو دیکھتا ہے ' بس دنیا میں بعض ایسے مجنون ' لا یعقل ' اور سحر زدۂ مذہب انسان بھی ہوتے ہیں جو اس غرض کے آگے اور تمام غرضوں کو ہیچ دیکھتے ہیں ' اور اپنے اندر اور اپنے سے باہر جو کچھہ بھی رکھتے ہیں ' سب کو اسی غرض کیلیے لٹا دیتے ہیں - تم انکو مجنون سمجھکر اپنے جی کو سمجھا لو - لیکن وہ ایسے مجنون ہیں کہ انکا جنون تمہاری ہشیاری پر ہنستا ہے - تم ساری دنیا کی دولت کما کر بھی وہ لذت ' وہ عیش ' وہ نشاط ' وہ سرور و انبساط ایک لمحہ کیلیے حاصل نہیں کرسکتے ' جو وہ اپنا سب کچھہ کھو کر ' اپنے ہاتھوں میں ہتکڑیاں پہن کر ' اپنے پاؤں میں زنجیروں کے حلقے ڈالکر ' اپنے جسم کو زخموں سے چور کرکے ' بلکہ اکثر اوقات دار و رسن کے نیچے کھڑے ہوکر حاصل کیا کرتے ہیں - تم میں ایک انسان نہیں جو ہفت اقلیم کی پادشاہت کا تاج پہن کر بھی اس لذت کو پاسکے ' جو راہ دعوۃ کا ایک درویش و فاقہ مست اپنے دانتوں میں تنکے چبھا کر حاصل کرتا ہے ' اور اپنی شہنشاہی کے آگے تمہارے چاندی اور سونے کے بڑے بڑے بتکدوں کو کنکر پتھر کے ایک ڈھیر سے زیادہ نہیں سمجھتا تم اس سے انکار مت کرو ' البتہ کہو کہ تم ان باتوں کے سمجھنے سے معذور ہو :

حریف کاوش مژگان خون ریزش نۂ ناصح

بدست آور رگ جانے و نشتر را تماشا کن

یہاں راہ دعوۃ کا تذکرہ ہے - کسی مخصوص شخص کے واردات سے بحث نہیں ' اور نہ اشخاص کی مجبوریوں سے عمل کی مقدس کاربنۂ لگ سکتا ہے - علاوہ بریں ہم خود مجرم ہیں ' لیکن سیکڑوں اور ہزاروں انسان اس مقام سے لذت یاب ہوچکے ہیں ' اور ایک دنیا

زمین کبھی انسے خالی نہ رہیگی - عرفی شیرازی نے کیا خوب اسکا فیصلہ کردیا ہے :

منکر نتواں گشت اگر دم زنم از عشق

ایں نشہ بمن گر نہ بود با دگرے ہست

البتہ یہ یاد رہے کہ حقیقت ' انسانی اعتراف کی منتظر نہیں ' اور دھواں جبھی اٹھتا ہے جب آگ سلگتی ہے - اگر آنکھوں میں بینائی ہے تو دیکھہ سکتے ہو :

فریاد حافظ ایں ہمہ آخر بہرزہ نیست

ہم قصۂ غریب و بیان عجیب ہست

(موثرات و داعیات دعوۃ)

اس مبحث میں سب سے زیادہ اہم نقطۂ نظر یہ ہے کہ داعی کے کاروبار اور مقاصد عمل کی نوعیت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ اگر وہ قربانی و بذل مال و متاع سے گریز کرنا بھی چاہے ' تو اسوقت تک نہیں کرسکتا جب تک کہ دعوۃ کی راہ سے بالکل باہر نہ آ جائے -

داعی خواہ کسی درجہ ' کسی قسم کا ہو ' لیکن اگر وہ داعی ہے ' کوئی دعوۃ ' کوئی پکار ' کوئی تبلیغ اپنے سامنے رکھتا ہے ' تو قدرتی طور پر اسکی زندگی اور زندگی کی تمام جد و جہد کا مقصد صرف یہی ہوگا کہ کسی نہ کسی طرح اپنی دعوۃ کی کامیابی کو دیکھے ' اور کسی نہ کسی طرح انسانوں کے دلوں کو اسکی طرف مائل کردے - اگر وہ مخلص نہیں ہے ' اگر سچا جوش و خروش اپنے اندر نہیں رکھتا ' اگر شہرت کا بھوکا ہے ' ناموری پر جان دیتا ہے ' دعوۃ و تبلیغ کے ذریعہ اپنی زندگی کو محترم اور اپنے اوقات کو پر شرف بنانا چاہتا ہے ' یا ان اغراض کے علاوہ اور کوئی غرض و مقصد نفسانی و ذاتی اپنے سامنے رکھتا ہے ' تو بھی بہ حیثیت داعی ہونے کے ' بہ حیثیت ایک خیال ' ایک عقیدے ' کیطرف انسانوں کو بلانے اور مائل کرنے کے خواہشمند ہونے کے ' کام کی نوعیت ہی اسے مجبور کریگی کہ لینے کا وہم بھی دلمیں نہ لائے ' اور دینے اور لٹانے کیلیے ہر وقت طیار رہے - اسکو دلوں کا رخ بدلنا ہے ' اسکے آگے عقائد و افکار کا انقلاب ہے ' وہ لوگوں سے انکی مالوفات و محبوبات کو چھڑانا چاہتا ہے ' وہ ان سے اعتقاد ' عمل ' اور اعتراف و تصدیق کا طالب ہے ' بس اگر اسکو ہزارہا روپیے دیکر ایک انسان بھی ملیگا ' لاکھوں اور کروڑوں اشرفیوں کے لٹانے سے ایک قلب مصدق بھی ہاتھہ آئیگا ' سب کچھہ دیکر اور کھو کر اسکے معاوضے میں ایک چہرے کو بھی اپنی طرف مائل پائیگا ' تو وہ کہیگا کہ یہ نقصان مال نہیں ' یہ اتلاف متاع نہیں ' یہ ضیاع وقت و نفس نہیں ' یہ تو کامیابیوں کی شہنشاہی ہے ' کامرانیوں کا تاج و تخت ہے ' فوز و مراد کی فتح ہے ' حصول و وصول کی بہشت ہے - یہ لٹنا نہیں ' لوٹنا ہے - یہ دینا نہیں ' لینا ہے - یہ کھونا نہیں ' پانا ہے - یہ خسران نہیں ' ربح ہے - یہ حبط اعمال نہیں ' فوز عظیم ہے - یہ موت نہیں ' حیات جاودانی ہے - کیونکہ یہی چیز اسکا مقصد تھی ' یہی مقام اسکا منزل مطلوب تھا - اگر وہ نام و نمود کا طالب تھا تو اسی میں ہے ' اگر وہ شہرت کا بھوکا تھا تو اسی راہ میں ہے ' اگر وہ عزت و شرف کا طالب تھا تو اسی میں ملیگی - وہ راہ دعوت میں آکر کھونے اور لٹانے سے بچیگا کیوں ؟ وہ تو کھونے ہی میں اپنی ہر غرض کو مخفی دیکھیگا -

لیکن برخلاف اسکے کاروبار تجارت کی نوعیت ہی ایسی ہے کہ وہ کھونے اور لٹانے کا تصور بھی نہیں کر سکتا - اگر خواب میں بھی اپنی ایک کوڑی کو گرے دیکھیگا ' تو اس زور سے چیخ ماریگا کہ بد نصیبی کا بندہ دیکھکر بھی ایسی بدحواسی کی چیخ نہیں نکال سکتی -

مخرج کے نقل حدیث تک کو جائز نہیں رکھنے ؟ حافظ ابن الصلاح کے مقدمہ کو دیکھیے کہ نوع اول کے آخر میں کیا لکھتے ھیں ؟ علامۂ نووی کی شرح مسلم کی تصریحات پر نظر ڈالیے کہ انہوں نے نقل و روایت کیلیے کیا شرائط بیان کیے ھیں ؟ انہی جدوں کے لیے طبقۂ محدثین متوسطین نے اصطلاح "الوجادہ" (بالکسر) وضع کی ' اور اسکی آٹھہ قسمیں قرار دیں جنکی رعایت کے بعد نقل حدیث جائز نہیں : السماع ' و القراۃ ' و الاجازہ ' و المناولہ ' و المکاتبہ ' و اعلام الشیخ ' و الوصیۃ بالکتابہ -

اسکے مقابلے میں آجکل کی حالت دیکھیے کہ اگر تصوف و مواعظ کی کسی کتاب میں کوئی روایت نظر سے گذر گئی ' تو بغیر علم اسناد و مخارج کے ہر صاحب عمامہ حق رکھتا ہے کہ بلا تامل استدلال و احتجاج کرلے اور پورے اطمینان سے کہدے کہ : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم - اور اگر متاخرین فقہاء و عامۂ مصنفین کے یہاں اسکا سراغ چل گیا ' تو پھر تو اسکی توثیق میں کوئی شبہ ھی نہ رہا ' اور جو شبہ کرے اسپر قطعاً انکار حدیث کا فتوی ہے !

بـل ھی فتنـــۃ و لکـن اکثر النـــاس لا یعلمـــون !

(معنی اختلاف صحابہ)

آئیے ' اس سے قطع نظر ھی کرلیں کہ اصل روایت کا کیا حال ہے ؟ اسکو دیکھیں کہ جن علماء نے اس روایت پر اعتماد کیا ہے ' وہ اختلاف سے کونسا اختلاف مراد لیتے ھیں ؟ مختلف مذھبوں ' جماعتوں ' عقیدوں ' اور صور و اشکال عبادات و اعمال کا اختلاف ' یا کوئی اور اختلاف ؟

یہ تو آپکو معلوم ہوچکا کہ الفاظ مشہورہ "اختلاف امتی رحمۃ" کی کوئی اصلیت نہیں ملتی ' البتہ اختلاف صحابہ کے رحمت ہونے کے متعلق ایک اسناد بیان کی گئی ہے ' بس دیکھنا یہ ہے کہ بصورت صحت روایت ' صحابہ کے اختلاف سے بھی کونسا اختلاف مراد ہے ؟

کیا وہ اختلاف ' جس نے کئی دن تک حضرۃ عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کے مکان کا محاصرہ کیا ' غذا اور پانی کو بند کیا ' اور بالاخر انکی مظلومانہ شہادت کا باعث ہوا ؟

کیا وہ اختلاف جسکی مختلف دو جماعتیں مدینہ اور مکہ سے نکلیں ' اور جسکا نام تاریخ نے " جنگ جمل " رکھا ہے ؟

اگر یہ نہیں تو کیا وہ اختلاف ' جسکی تلواریں صفین میں بے نیام ہوئیں ' اور جسکی بدولت صدہا صحابۂ کرام مقتول و شہید ہوے ؟

آپ یقیناً کہینگے کہ " اختلاف صحابہ " سے مراد یہ اختلاف تو کسی طرح نہیں ہوسکتا ' بلکہ کوئی اور اختلاف جو موجب جدال و جدال ہونے کی جگہ موجب رحمت و فیضان ہوسکتا ہے -

چنانچہ جن علماء نے اس روایت پر اعتماد کیا ہے ' ان میں سے بھی بعض نے صاف صاف تصریح کردی ہے کہ اختلاف سے مراد مذھب و جماعت اور فرقہ بندی کا اختلاف نہیں ہے - بلکہ فہم و تدبر مسائل ' اجتہاد و طرز اجتہاد ' استنباط و طرز استنباط ' مسالک مختلفۂ علم و عمل ' اور طریق سلوک و مجاہدات دینیہ کا اختلاف مراد ہے ' یا اور کوئی اسی طرح کا اختلاف جو امۃ کیلیے ایک نظیر اور اسوہ ہونے کے لحاظ سے ' نیز نتائج و اتباع کے لحاظ سے رحمت تھا -

اصل یہ ہے کہ روایت میں جسطرح " اختلاف " کا لفظ آیا ہے اور جس ترتیب سے آیا ہے ' وہ خود بتلا رہا ہے کہ اختلاف سے مقصود کیا ہے ؟

روایت کا موضوع یہ ہے کہ امۃ کیلیے عمل و اتباع کے اصول و مخارج کیا کیا ھیں ؟ فرمایا کہ سب سے پہلے کتاب اللہ ہے - قرآن حکیم میں جو کچھہ تمہیں دیدیا گیا اور جو کچھہ بتلا دیا گیا ' کسی حال میں اس سے اغماض و غفلت نہیں کرنا چاہیے - لیکن اگر ایسے معاملات پیش آجائیں کہ انکی تفصیل و جزئیات سے قرآن حکیم خاموش ہو ' تو سنت کی طرف متوجہ ہو ' اور دیکھو کہ حامل قرآن کا اسوۂ حسنہ کیا کہتا ہے ؟ اگر یہ بھی خاموش ہو تو پھر عہد نبوت کی صحبت یافتہ اور طیار کردہ جماعت کے اجتہاد اور قضایا ھیں ' انکو دیکھو کہ کیا روشنی بخشتے ھیں ؟

لیکن چونکہ فہم و استنباط مسائل و تعلیمات میں ہر دماغ ایک خاص حال رکھتا ہے ' اسلیے ضرور ہے کہ صحابہ کے اجتہادات میں بھی اختلاف ہو ' اور ایک ھی مسئلہ کے متعلق مختلف صحابہ مختلف رائیں رکھتے ہوں - پس فرمایا کہ انکے اس اختلاف اجتہاد اور تعدد طرق فہم و استنباط سے مایوس نہیں ہونا چاہیے ' بلکہ اپنے اندر حقیقت مرجعہ کو تلاش کرنا چاہیے - یہ اختلاف اجتہاد طبیعی ہے ' اور یہ کوئی مصیبت نہیں بلکہ رحمت ہے - اگر فہم و اجتہاد میں اختلاف نہوتا تو دنیا کی عقلی و دماغی ترقی رک جاتی -

چنانچہ یہ بالکل بیان واقعہ ہے - ہر شخص جانتا ہے کہ فہم و استنباط مسائل و طرق استدلال و اجتہاد میں صحابۂ کرام مختلف تھے ' مگر چونکہ جماعت بندی اور تمذھب و تحزب نہ تھا ' " الی اللہ و الی الرسول " کے آگے سب کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں ' اور ہر شخص اپنی راے و قیاس کو کتاب و سنت پر عرض کرتا تھا ' اسلیے انکا اختلاف یقیناً رحمت تھا ' جس سے شریعت کے حقائق ابھرے ' اور اسکا ہر گوشہ نمایاں ہوا - انکا اختلاف وہ اختلاف نہ تھا جو در اصل ایک عذاب الہی ہے ' اور جسکی نسبت امۃ مرحومہ کو وصیت کی گئی تھی کہ :

" لا تکونوا کالذین تفرقوا و اختلفوا من بعد ما جاءهم البینات اولائک لهم عذاب عظیم !

حضرۃ ابن عباس تمتع بالعمرہ الی الحج کے وجوب کے قائل تھے ' بعض دیگر صحابہ کو اس سے اختلاف تھا - جب عروہ نے انسے کہا کہ افراد حج افضل ہے ' تو انہوں نے کہا : تمتع رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم - عروہ نے کہا : ولاکن ابوبکر و عمر لم یفعلا - لیکن حضرۃ ابوبکر و عمر نے نہیں کیا - اسپر حضرۃ ابن عباس نے غضب ناک ہوکر اور " فردوہ الی اللہ و الرسول " کی روح القدس سے معمور ہوکر فرمایا : یوشـک ان تنـــزل علیکـم حجـــارۃ من السمـــاء - اقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ' و تقولون قالا ابوبکر و عمر ؟ ممکن ہے کہ تم پر آسمان سے سنگ باری ہو - میں کہتا ہوں کہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے ' اور اسپر تم حجۃ لاتے ہو کہ کہا ابوبکر و عمر نے ؟

چو غـلام آفتـابم ھـمـہ ز آفـتـاب گویم
نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

اسی واقعہ سے اندازہ کرلیجیے کہ " فردوہ الی اللہ و الرسول " کا کیا جاہ و جلال صحابۂ کرام کی نظروں میں تھا ؟ اور جب حالت یہ تھی تو ظاہر ہے کہ انکا اختلاف فہم و اجتہاد کیوں نہ موجب رحمت ہوتا ؟

صحابہ کے اندر سماع موتی میں اختلاف تھا ' لیلۃ الاسراء کے متعلق اختلاف تھا ' تیمم جنابت کے متعلق اختلاف تھا ' وجوب غسل از اکسال کے متعلق حضرۃ عایشہ کا فتوی اور تھا ' حضرۃ علی ' عثمان ' طلحہ ' ابو ایوب ' اور ابن کعب (رضی اللہ عنہم) کا فتوی دوسرا تھا ' لیکن ان میں سے کوئی اختـلاف بھی فتنۂ تحزب و تشیع (۱) تک منجر نہوا - یہی معنی " اختلاف اصحابی رحمۃ " کے ھیں ' اور فی الحقیقت یہ اختلاف رحمت الہی تھا -

چنانچہ حضرۃ عمر ابن عبد العزیز کا جو قول قتادہ نے نقل کیا ہے ' وہ صاف صاف واضح کر رہا ہے کہ مقصود اختلاف سے اسی قسم کا اختلاف ہے ' نہ کہ اختلاف تمذھب و تحزب - کیونکہ انہوں نے کہا کہ اگر اختلاف نہوتا تو امۃ کیلیے توسیع اور رخصت کی سہولت نہ ہوتی -

ابن حجر مکی نے یہ بھی لکھا ہے کہ : و قیل المراد اختلافهم فی الحرف و الصنائع - بعض نے یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں اختلاف

(۱) تشیع بمعنے فرقہ بندی اور گروہ گروہ ہو جانا - یہاں تشیع سے مقصود مصطلحہ فرقۂ شیعہ نہیں ہے -

(۲) بیہقی نے مدخل میں قاسم بن محمد کا قول بروایت سفیان عن افلح بن حمید نقل کیا ہے کہ : اختلاف اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ لعباد اللہ - اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اختلاف خدا کے بندوں کیلیے رحمت ہے -

(۷) قتادہ کہتے ہیں کہ عمر ابن عبد العزیز کہا کرتے تھے : ما سرنی لو ان اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم لم یختلفوا ' لانہم لو لم یختلفوا ' لم تکن رخصۃ - یعنی اگر آنحضرۃ کے اصحاب میں اختلاف نہوتا تو امۃ کیلیے آسانی اور رخصت کی وسعت نہوتی -

یہاں تک تو ہم نے حافظ سخاوی کی المقاصد سے نقل کیا ہے (صفحہ ۱۲ - مطبوعہ لکھنؤ) لیکن طبقات ابن سعد میں بھی قاسم بن محمد کا وہ قول موجود ہے جو بیہقی نے مدخل میں نقل کیا ہے کہ اختلاف اصحاب رسول اللہ رحمۃ للناس -

ابن حجر مکی نے بھی الدرالمنتثرہ میں اسکے مختلف طرق کو جمع کرنا چاہا ہے ' مگر ان میں جو قابل ذکر تھے وہ سب اوپر آگئے -

لیکن آپ دیکھہ رہے ہیں کہ ان تمام مخارج مندرجۂ صدر میں ایک صدا بھی ایسی نہیں ہے جس سے اس روایت کو کچھہ بھی تقویت مل سکے ' اور جس سے حسب اصول فن و قوم ثابت ہوسکے کہ یہ حدیث قابل احتجاج و استناد ہے -

اس حدیث کے تمام مخارج پر نظر ڈالیے - دفعہ ۲ سے لیکر ۷ تک جسقدر مخارج ہیں ' ان میں ایک حوالہ بھی ایسا نہیں ہے جس سے کوئی توثیق و سند حاصل کی جاسکے - طبرانی اور دیلمی کا حوالہ کوئی نئی سند نہیں ہے - وہی روایت ہے جو بیہقی نے مدخل میں درج کی ہے - نصر مقدسی کے متعلق زرکسی ' حافظ سخاوی ' اور ابن حجر مکی ' سب کہتے ہیں کہ مرفوعاً روایت کی ہے ' مگر ساتھہ ہی تصریح کرتے ہیں کہ اسناد معلوم نہیں ' اور جب اسناد معلوم نہیں تو محدثین کے نزدیک ایسا ہونا ہے کہ ایک مثت کیلیے بھی قابل قبول نہیں -

حافظ عراقی نے یہ بعض الفاظ اسی روایت کو لکھا ہے ' مگر اسناد اسکی بھی معلوم نہیں - حافظ سخاوی کہتے ہیں کہ اسکے نزدیک مرسل و ضعیف ہے لیکن اگر اسناد ملتی ہوتی تو معلوم ہوتا کہ ارسال میں بھی اسکا کیا حال ہے ' اور ضعف کے کیا کیا اسباب ہیں ؟

بیہقی نے ایک اور رسالہ میں بھی اسی روایت کو درج کیا ہے ' مگر حافظ سخاوی کی زبانی آپ سن چکے ہیں کہ بغیر اسناد ! پس وہ بھی کوئی نئی اور معتبر سند نہیں -

حدیث کے مخارج تو بس اسی قدر ہیں - اب اسکے بعد صحابہ و تابعین کے اقوال آئے ہیں - بیہقی نے مدخل میں قاسم بن محمد کا قول نقل کیا ہے کہ آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا اختلاف بندگان خدا کیلیے رحمت ہے - لیکن یہ قاسم بن محمد کا قول ہے - وہ آگے اوپر رفع نہیں دیتے -

اسی طرح قتادہ کہتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز کہا کرتے تھے کہ اگر صحابہ اپنے اجتہاد و استخراج مسائل یا تنوع طرق و عمل میں مختلف نہوتے ' تو امۃ کیلیے رخصت اور وسعت و سہولت نہوتی - اول تو یہ سرتاپا دوسری ہے ' اختلاف امتی کا اختلاف اصحابی کے عموم سے اسے کیا تعلق ؟ پھر جو کچھہ بھی ہے ' عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کا قول ہے -

آخر میں طبقات ابن سعد کا ذکر آیا ہے ' لیکن یہ بھی کوئی نئی سند نہیں - قاسم بن محمد کا وہی قول ہے جو بیہقی نے مدخل میں نقل کیا ہے -

اب صرف وہ ایک ہی روایت رہگئی جو دیلمی نے مسند الفردوس میں ' طبرانی نے معجم میں ' اور بیہقی نے مدخل میں درج کی ہے - اسکے سوا اور کوئی اسناد ہمارے سامنے نہیں ہے - لیکن اسکا یہ حال ہے کہ روایت حضرت ابن عباس کی ہے ' جسے ضحاک نے ' اور ضحاک سے "جویبر" نے روایت کی - ارباب فن و نظر کو معلوم ہے کہ حضرۃ ابن عباس کی روایت بذریعۂ ضحاک کا کیا حال ہے ؟ اور ائمۂ نقد کا کیا فیصلہ ہے ؟ یہ ضحاک ابن مزاحم البلخی مشہور مفسر ہیں ' لیکن انکی احادیث کے متعلق ائمۂ حدیث نے اختلاف کیا ہے کہ درخور قبول ہیں یا نہیں ؟ اگر اس اختلاف سے قطع نظر کر لیا جائے ' جب بھی یہ امر بالکل واضح طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے کہ انکی ملاقات حضرۃ ابن عباسؓ سے ثابت نہیں اور نہ انہوں نے خود ابن عباس سے کچھہ اخذ کیا ہے - اس بنا پر انکی تمام مرویات منقطع ہیں ' اور یہ روایت بھی اسی میں داخل -

پھر ضحاک کے بعد اسکا راوی "جویبر" ہے - یہ "جویبر" وہی جویبر ابن سعید الازدی الخراسانی ہیں ' جن سے محمد بن عبد اللہ فلسطینی اور سلام بن یزید وغیرہ نے فضائل قرآن و نکاح وغیرہ میں بڑا ذخیرہ روایت کیا ہے ' اور انکی مجروحیت کتب قوم میں مشہور ہے - ابن معین کہتے ہیں کہ "لیس بشی" یعنی وہ کچھہ نہیں - نسائی اور دار قطنی جیسے آئمۂ فن کا فیصلہ ہے کہ "متروک الحدیث" جوزجانی نے کہا کہ "لا یشتغل بہ" مدارسی نے کشف الاحوال میں ابن جوزی اور سیوطی کا نقد نقل کیا ہے کہ "متروک بمرۃ و قال فی کذاب المبتدء ہالک" (صفحہ ۲۹ - مطبوعہ لکھنؤ)

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ دیلمی وغیرہ کی روایت کو اگرچہ "اختلاف امتی" سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ صرف صحابہ کے اختلاف کے متعلق ہے ' تاہم اسکی صحت کیلیے بھی کوئی سامان ہمارے پاس نہیں ہے ' اور بہتر سے بہتر مخرج جو اسکا [illegible] ' اسکی اسناد بھی لائق احتجاج و اعتماد نہیں -

چنانچہ اسی بنا پر حافظ سخاوی نے لکھا ہے کہ :

و قد زعم کثیر من الائمہ انہ لا اصل لہ - (المقاصد صفحہ ۱۲)	اور ائمۂ فن میں سے ایک جماعت کثیرہ نے خیال کیا ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں !

اسکے بعد خطابی کی نسبت لکھا ہے کہ انہوں نے غریب الحدیث میں اسے لیا ہے ' اور جاحظ اور موصلی کے اس قول کا رد کیا ہے کہ " لو کان الاختلاف رحمۃ لکان الاتفاق عذابا ! " لیکن سوال اس رد و تغلیط کی نسبت نہیں ہے - کسی وجہ سے خطابی کی راے یہی ہوگی - لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اصول مقررۂ فن کے مطابق بھی انہوں نے کوئی سند لکھی ؟ یا توثیق و تصدیق کا خارج سے کوئی مزید اثر ڈالا ؟ اسکا حال یہ ہے کہ خود حافظ سخاوی ہی لکھتے ہیں : " ثم تشاغل الخطابی فی رد ہذا الکلام و لم یقع فی کلامہ شفاء فی عزو الحدیث ' و لکنہ اشعر بان لہ اصلاً عندہ " لیکن " اصلاً عندہ " کا حسن ظن ہمارے لیے کیا مفید ؟

کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را !

آپ پر واضح ہو کہ فن کا معاملہ نہایت نازک ہے ' اور اعتماد شخصی اور حسن ظن معتقدانہ یہاں کوئی چیز نہیں - متاخرین عموماً اس اعتماد کی بنا پر اکثر روایتیں قبول کرلیتے ہیں ' اور کہتے ہیں کہ جب علماء نے لکھا ہے ' گو انہوں نے سند نہیں لکھی مگر ضرور کوئی نہ کوئی سند انکے پاس ہوگی - یہ بات محض حسن ظن کیلیے تو اچھی چیز ہے ' لیکن اگر فن میں اس سے کام لیا جائیگا تو پھر کوئی فن فن باقی نہ رہیگا -

فن حدیث کے اصول ہیں ' قواعد ہیں ' جرح و نقد ہے ' ائمۂ فن کی تصریحات ہیں ' روایت ہے ' درایت ہے ! اور محدثین کرام رحمہم اللہ نے بالاتفاق ہمیں بتلا دیا ہے کہ جس حدیث کی سند نہ بتلائی جائے ' بلا تامل اسے رد کردو - پھر ہم ان بزرگوں کے اصولوں پر عامل ہوں ' یا انکی جمع و گردآوری پر ؟ کیا آپکو معلوم نہیں کہ محدثین کرام کی اصطلاحات میں کا یہ حال ہے کہ وہ بغیر سند اور حوالہ

اسیــران جنـگ
(۲)

گذشته نمبر میں اُن قوانین و دفعات کا خلاصه هم درج کرچکے هیں جو اسیران جنگ کے متعلق آج یورپ کے ادعاء تمدن و تہذیب کا (بشرطیکه موجوده عالمگیر جنگ کے بعد یه ادعاء باقی رها هو) سدرة المنتهی هے ' اور جس سے زیاده وه آزر کچهه نهیں کرسکتا - یه دفعات گذشته چالیس سال کے اندر بتدریج قرار پائے هیں ' اور سوئٹرزلینڈ کی آخری بین المللی کانگریس نے اپنا ایک پورا اجلاس انکی تکمیل میں خرچ کیا هے -

اس قانون کو پیش نظر رکهکر اب دیکهیے که هم اسلام کے اُس طرز عمل اور سلوک کی تفتیش میں نکلیں جو اُس نے اسیران جنگ کے ساتهه کیا هے - اور جس سے هم ایک " اسلامی قانون اسیران جنگ " کا استنباط کرسکتے هیں - لیکن اسکے لیے ضروری هے که ایک مختصر اور اجمالی نظر عرب جاهلیة کی حالت پر بهی ڈال لی جاے - کیونکه اسلام کا مبدء ظهور وهی ملک ' اور وهیں کی آب و هوا کی نشوؤنما تهی

(اهل عرب اور اسیران جنگ)

اسلام کے زمانے تک اگرچه مهذب قوموں میں فدیه لیکر اسیران جنگ کے رها کر دینے کا رواج هوگیا تها ' لیکن عموماً ایک انتقام کیش عرب جاهلی بغض و کینه کے جذبات پر مال و دولت کو قربان کردیتا تها -

چنانچه ایک عورت کو جب معلوم هوا که اوسکا بهائی عمرو اوسکے دوسرے مقتول بهائی کا خون بها لیکر صلح کرنا چاهتا هے ' تو اوسنے طنز آمیز لہجے میں انتقام لینے پر بیٹے کو اشتعال دلایا :

ودع عنـــك عمروا ان عمروا مسالم
وهل بطن عمـــرو غیر شبر لمطـــعم

عمرو کا ذکر نه کرو' وه تو آمادۂ صلح هے - عمرو کا پیٹ هے تو بالشت بهر کا - مگر پهر بهی نهیں بهرتا ' اسیلیے وه دیت لینا چاهتا هے :

فان انتـــم لم تثـــاروا و اتدیتم
فمشـــوا باذان النعـــام المصلم !

پس اگر تم لوگ خون کا انتقام نہیں لیتے ' اور خون بہا لیتے هو ' تو جاو ' اور هر جگه ذلت و خواری کے ساتهه رسوا پهرو !

اس بنا پر اهل عرب اسیران جنگ سے فدیه بهت کم لیتے تے ' اور اکثر نهایت بیرحمی کے ساتهه قتل کرڈالتے - حرب کلاب میں جب کنده کا سردار گرفتار هوا ' تو قیس بن عاصم نے پہلے اپنی کمان سے اوسکے دانت توڑ ڈالے ' پهر اپنے سردار نعمان بن جساس کے بدلے میں اُسے قتل کرڈالا - بنو عبده نے جب محرق غسانی اور اوسکے بهائی حبش بن دلف کو قید کیا تو فوراً دونوں کی گردنیں ماردیں - عامر بن مالک نے سعید بن زرارہ کے ساتهه اس قدر سختیاں کیں که وه حالت قید هی میں مرگیا - زمانۂ اسلام میں حباب کو بهی بنو عامر نے قید کرکے اسی طرح قتل کردیا تها -

پهر اهل عرب اگر قیدیوں کے ساتهه کچهه زیاده فیاضی کرتے بهی تهے ' تو وه یہی تهی که ذلت کا ایک داغ دیکر انهیں رها کرتے !

عون ابن احوص نے معاویه ابن جون کو گرفتار کیا تو پیشانی کے بال کاٹ کر رها کیا - قبیلۂ بنو یربوع نے جب عرب کے مشهور بادشاه منذر بن السماء کے بیٹے قابوس کو ایک معرکه میں قید کرلیا ' تو اسی قسم کا ذلت آمیز برتاؤ کیا -

آج مهذب دنیا حالت قید میں بادشاهوں کے ساتهه شریفانه برتاؤ کرنے پر فخر کرتی هے ' لیکن اهل عرب اونکی تذلیل و تحقیر کو اپنا مایۂ ناز سمجهتے تهے اور یہی عرب کی اصلی فطرۂ حریة هے چنانچه عرب کا مشهور شاعر عمرو بن کلثوم کهتا هے :

فابو بالنهــاب و بالسبایا * و ابنا بالملوک مصفدینا

یعنی عام لوگ تو مال غنیمت اور معمولی قیدیوں کو لیکر چلتے ' مگر هم بادشاهوں کو هتکڑیاں پهنا کر لاتے - (۱)

لونڈیوں کے ساتهه اس سے بهی زیاده وحشیانه برتاؤ کیا جاتا تها - یہاں تک که قید کی حالت میں اون سے هر قسم کا تمتع جائز سمجها جاتا - عمرو بن عمرو نے جب قبیله بنو عبس کے بهت سے قیدی گرفتار کیے تو ایک لونڈی سے تمتع بهی کیا - اسی بنا پر فروۂ مسعوده نے (که فروه عرب کا دشمن تها) عرب پر اخلاقی پستی کا بهی الزام لگایا هے ' کیونکه وه قیدی عورتوں سے جبراً علائق پیدا کرتے - صاحب عقد الفرید اور ابن قتیبه نے اسے بالتفصیل لکها هے -

(اسلام اور اسیران جنگ)

اســلام دنیا میں آیا تو پہلے معرکۂ جهاد هی میں اوسکے سامنے اسیران جنگ کا مسئله پیش هوا - چنانچه غزوۂ بدر میں جب آنحضرۃ صلی الله علیه وسلــم کے سامنے ستر قیدی پیش کیے گیے ' تو اونکے بارے میں آپ نے حضرت ابوبکر سے مشوره کیا - اونهوں نے فدیه لیکر رها کردینے کی راے دی - لیکن حضرت عمر رضی الله عنه نے اس سے اختلاف کیا ' انهوں نے کها که دشمنان حق کو فدیه لیکر چهوڑنا کیسا ؟ هر مسلمان شخص کو چاهیے که خود اپنے هاتهوں سے اپنے عزیزوں کو قتل کرکے محبت حق کا ثبوت دے - لیکن آنحضرت صلی الله علیه وسلم نے حضرت ابوبکر رضی الله عنه کی راے پر عمل فرمایا ' اور فدیه لیکر تمام قیدیوں کو رها کردیا -

مفسرین کرام کے نزدیک حضرت عمر رضی الله عنه هی کی راے صحیح تهی - وه کهتے هیں که اسی بنا پر آنحضرت صلی الله علیه وسلم کے طرز عمل پر خدا نے یه عتاب آمیز آیت نازل فرمائی :

ما کان لنبی ان تکون له اسری حتی یثخن فی الارض - تریدون عرض الــدنــیا و الــلـه یرید الاخرة ' والله عزیز حکیم - لولا کتاب من الله سبق ' لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم - فکلوا مما

پیغمبر کیلیے قیدی بنانا اوسوقت تک کیلیے جائز نهیں جبتک که وه فرض جهاد کو پوری طرح ادا نه کرلے - تم لوگ دنیوی مال و دولت کے بهوکے هو اور خدا تو صرف آخرۃ کا ثواب چاهتا هے - وه غالب اور حکیم هے - اگر خدا کا حکم پہلے سے نه هوچکا هوتا ' تو جو مال تم نے لیا هے اوسکی پاداش میں تم پرجزا

(۱) اس حصے کیلیے بلوغ الارب - ذکر ایام العرب از ص - ۹۱ - تا ص - ۸۳ کا مطالعه بهتر هوگا - کیونکه اسمیں احوال جاهلیة کے اکثر مطالب یکجا کردیے هیں -

سے مقصود مختلف حرفتوں اور صنائع کا اختلاف ہے - اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اختلاف تشیع و تمذہب کا مقصود نہیں -

(اختلاف صحابہ اور قرآن)

حضرۃ عمر ابن عبد العزیز نے عزائم و رخص کی طرف اشارہ کیا ہے' اور یہ بتلایا ہے کہ مقصود اختلاف افکار نہیں بلکہ اختلاف اعمال ہے - یعنی اگر تمام صحابۂ کرام ایک ہی طرح کی عملی زندگی بسر کرتے' تو ایک طرف تو تقسیم عمل کے قدرتی اصول کی بنا پر صدہا اعمال ضروریہ کا دروازہ بند ہوجاتا' دوسری طرف جو نمونہ امۃ کیلئے قائم ہوتا' وہ نا قابل عمل و اتباع ہوتا -

حضرات صحابۂ کرام کو ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے عمل صالح اور طلب مصالح کے وہ تمام مختلف طریقے اختیار کیے جنکا ہر امۃ عادلہ و صالحہ کے اندر ہونا ضروری ہے - سب ایک ہی راہ جہد و طلب کے عامل نہ تھے - ایک جماعت تھی جس نے تفقہ فی الدین کی طرف زیادہ توجہ کی' اور علوم نبوبہ کی حامل و محافظ ہوئی - ایک جماعت تھی جس نے زیادہ وقت جہاد و قتال فی سبیل اللہ میں صرف کیا اور دشمنان حق سے شریعۃ کو محفوظ کیا - ایک گروہ تھا جس نے طلب معاش صالح اور تجارت و کسب حلال پر زیادہ وقت صرف کیا اور اسطرح انکی تاجرانہ زندگی بھی اشاعۃ حق و تبلیغ احکام و تائید و نصرۃ دین کا ذریعہ بنی - غور کیجیے کہ جو کچھہ کہہ رہا ہوں' کس طرح ٹھیک ٹھیک قرآن حکیم سے ماخوذ ہے - خود اللہ تعالی نے سورۂ مزمل کے آخر میں صحابۂ کرام کے مجموعی اعمال مقدسہ و طیبہ کی تصویر کھینچی ہے :

ان ربک یعلم انک تقوم ادنی من ثلثی اللیل و نصفه و ثلثه' و طائفة من الذین معک و اللہ یقدر اللیل و النہار' علم ان لن تحصوه فتاب علیکم فاقرؤا ما تیسر من القران' علم ان سیکون منکم مرضی' و اخرون یضربون فی الارض' یبتغون من فضل اللہ' و اخرون یقاتلون فی سبیل اللہ' فاقرؤا ما تیسر منه' و اقیموا الصلواۃ و اتوا الزکاۃ و اقرضوا اللہ قرضا حسنا - (۷۳ : ۲۰)	"بیشک تمہارا پروردگار تمہاری ہر حالت کی خبر رکھتا ہے' اور تم جو کچھہ کرتے ہو' سب اسکے سامنے ہے - وہ جانتا ہے کہ تم راتوں کو تقریباً دو تہائی رات تک یا آدھی آدھی رات اور ایک تہائی پہر تک دوق عبادت میں مستغرق کھڑے رہتے ہو' اور تمہارے اصحاب میں سے بھی ایک جماعت اس عالم میں تمہارے ساتھہ ہوتی ہے - اللہ نے رات اور دن کی تقسیم اوقات کی ایک تقدیر کردی ہے' اور وہی انکا اندازہ فرما ہے - اسکو یہ بھی معلوم ہے کہ تم ان اوقات عبادت کو نباہ نہیں سکتے' پس اس نے تم پر سے اسقدر شدید عبادت اٹھادی - یہ ضروری نہیں کہ تم آدھی آدھی رات اور تین تین پہر تک خداوند کے حضور کھڑے رہو- ہاں یہ کہ

جسقدر بھی آسانی کے ساتھہ رات کی نوافل میں قرآن پڑھسکو' پڑھلیا کرو - خدا کو معلوم ہے کہ تم میں بعض عبادت گذار ایسے ضعیف الجسم ہیں کہ اگر آدھی آدھی رات تک اسی طرح عبادت کرینگے تو بیمار ہوجائینگے' اور خدا کا عبادت سے یہ مقصود نہیں - وہ جانتا ہے کہ کچھہ لوگ ان میں ایسے ہونگے جو تجارت اور کسب رزق نیز حصول فوائد و نعائم کی تلاش میں سفر کرینگے' اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ سفر کی حالت میں ایسی شدید عبادت کو بھی جاری رکھیں - نیز وہ خبردار ہے کہ ان میں بعض لوگ حق و صداقت کیلیے دشمنان اسلام سے لڑتے ہیں' انکے شب و روز زیادہ تر اسی میں بسر ہونگے - پس چاہیے کہ راتوں کو وقت کی قید اوٹھا دو' جسقدر آسانی سے ہوسکے' قرآن کو نماز میں پڑھو - اور صلواۃ الہی کو قائم کرو' زکواۃ ادا کرو' اپنے مال دولت کو خدا کی راہ میں لٹاؤ' یہ گویا اللہ کو قرض حسنہ دینا ہے جسکا بدلہ اسکے خزانے سے دونوں جہانوں میں ملیگا" -

اللہ اللہ! وہ کیا لوگ تھے جنکے اعمال کی یہ تصویر و تقسیم تھی' اور وہ کیسی پاک روحیں تھیں' جنکی شان نثاریوں اور عبادت

گذاریوں کا حال ایک عاشقانہ محبت و شفقت کے لہجہ میں خود خدا تعالی نے فرمایا' اور انکے ذکر ذکی کو صفحات کلام اللہ میں ہمیشہ کیلیے ثبت کردیا : فہم جلساء اللہ' لا یشقی جلیسہم' وہم الذین قال فی حقہم : لئن سئلنی لاعطینه' و لئن استعاذنی لاعیذنه- (بخاری)

بہر حال ان آیات کریمہ میں ضمناً قرآن حکیم نے خود ہی بتلادیا ہے کہ صحابہ کرام کی راہ عمل مختلف تھی - فرمایا کہ بعض فضل الہی کی تلاش میں سیر و سیاحت کرتے ہیں' اور بعض جہاد فی سبیل اللہ کی راہ میں نکلتے ہیں - پھر کیوں آپ اس روایت میں لفظ اختلاف کا یہی مطلب نہ قرار دیں کہ آنکا طریق کار حسب اصول تقسیم عمل مختلف تھا' اور یہ اختلاف قطعاً رحمت ہے' اور ایسی رحمت عظیم کہ اگر نہو تو دنیا کے عمران و تمدن کی بنیادیں ہل جائیں -

اس سے بھی ایک دو قدم اور آگے بڑھیے' اور دیکھیے کہ عزائم و رخص کے لحاظ سے بھی فی الحقیقت صحابہ کرام کی راہیں مختلف تھیں اور ان میں باہم اختلاف تھا - حضرۃ ابو ذر زہد و نسک میں منہمک تھے' حضرۃ عثمان بن مظعون اور حضرۃ عبد اللہ بن عمر پر استغراق عبادۃ و ترک لذائذ دنیوی کا غلبہ تھا' حضرۃ ابن کعب' ابن مسعود' ابن عباس' حفظ و درس علوم پر زیادہ وقت صرف کرتے تھے' مگر حضرۃ عثمان ابن عفان نے کسب و تجارت پر اوروں سے زیادہ توجہ کی - پس اگر صحابہ میں یہ اختلاف نہوتا اور سب کے سب مثل حضرۃ ابو ذر اور ابن مظعون کے زہد و ترک لذائذ میں مستغرق ہو جاتے' تو نتیجہ یہ نکلتا کہ انکا نمونہ امۃ مسلمہ میں آگے چلکر وہ غلو اور حرج پیدا کردیتا جو اہل کتاب کے رہبان میں پیدا ہوا' اور جسکو اسلام نے دور کیا : و رہبانیة ابتدعوہا لیکن اگر سب کے سب مثل امیر معاویہ اور عمرو ابن العاص کے دہاء و سیاست اور محبت نعیم و زینة و ریاست میں منہمک ہوجاتے' تو تمام امۃ محض مادیۃ و جسمانیۃ ہی میں غرق ہوجاتی اور روحانی لذتوں کا کوئی بھوکا نہ رہتا - لان القدوۃ و الاسوۃ اشد تاثیرا فی نفوس البشر من التعالیم القولیۃ و العلمیۃ - فہذا ہو الاختلاف الذی کان رحمۃ للامۃ -

یہ جو کچھہ عرض کیا گیا' یقین کیجیے کہ قرآن حکیم ہی کی بخشی ہوئی روشنی ہے' اور اپنی راہ یہی ہے کہ ہر روشنی جو آنکھہ دیکھے' اسکا اکتساب نور اسی آفتاب ہدایت سے کیا جاے - خود یہی زیر بحث روایت بتلاتی ہے کہ سب سے پہلے کتاب اللہ سے اخذ فیصلہ کرو' اور اسلیے ہر روایت کو بھی سب سے پہلے کتاب اللہ پر عرض کرنا چاہیے - اختلاف کی نوعیت کے متعلق سورہ مزمل کی آیات اوپر گذر چکی ہیں - اب ایک اور آیت آخر سورۂ توبہ کی تلاوت کیجیے :

و ما کان المومنون لینفروا کافة' فلو لا نفر من کل فرقة منہم طائفة لیتفقہوا فی الدین و لینذروا قومہم اذا رجعوا الیہم' لعلہم یحذرون (۹ : ۱۲۴)	سارے مسلمان تو اسی کام کیلیے ہوکر نہیں نکل سکتے' پس کیوں نہ ایسا ہو کہ ہر جماعت میں سے ایک گروہ اس غرض سے نکلے کہ دین کے علم و احکام کو حاصل کرے' اور دین کا مبلغ و داعی بنکر اپنی قوم میں واپس جاے اور باطل پرستی کے نتائج سے اسکو ڈراے -

اس آیۃ کریمہ میں بتلایا ہے کہ سب لوگ خدمت دین کی ایک ہی شاخ کے نہیں ہو جا سکتے - تقسیم عمل کا قدرتی طریقہ اختیار کرنا چاہیے کہ ہر جماعت میں سے ایک گروہ اپنے اپنے حلقوں میں تبلیغ دین کا کام اپنے ذمے لیلے' اور اپنے وقت کو حصول علم دین میں خرچ کرے - پس یہی اختلاف صحابہ کے مختلف گروہوں کا تھا جو امۃ کیلیے رحمت ہوا' اور یہی رحمت ہے جس سے اب ہم محروم ہیں -

کرلیا تھا ' اورعام طورپر ڈاکہ مارتے پھرتے تھے - آپ نے اونکی گرفتاري کیلیے فوج بھیجي مگر جب وہ گرفتار ھوکر آے تو سب او آزاد کردیا - چنانچہ عرب نے اونکو عتقاء (آزاد شدہ) کا خطاب دیا - آگے چل کر اھي نام سے اونھوں نے ایک مستقل قبیلہ کي شکل اختیارکرلي ' اوربعہد عمرو بن عاص مصر میں آباد ھوگئے -

(واقعۂ شمامہ بن آثال)

مالي معاوضہ کي سب سے زیادہ توقع امراء اور رؤساء سے ھوسکتي تھي ' اسلیے اگر اسلام نے فدیہ کو حصول دولت و مال کا ذریعہ بنایا ھوتا ' تو وہ سب سے زیادہ امراء کے آگے اپنے دامن کو وسیع کرتا - لیکن اوس نے امراء کو بھي اوسي طرح آزاد کردیا ' جسطرح وہ ایک غریب بدوي کو آزاد کر دیتا تھا - صحابۂ کرام اھل یمامہ کے سردار شمامہ بن آثال کو گرفتار کرکے لاے ' اور مسجد کے ایک ستون سے باندہ دیا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاے تو اوس سے پوچھا کہ تیرے پاس کیا ھے ؟ اوس نے کہا : " اگر آپ قتل کرنا چاھتے ھیں تو میرے پاس خون میں خون ھے ' اگر احسان کرنا چاھتے ھیں تو میرے پاس زبان شکرگذار ھے ' اور اگر مال چاھتے ھیں ' تو جس قدر مطلوب ھو باساني دیا جاسکتا ھے " آنحضرت سنکر واپس گئے اور دوسرے دن پھر یھي سوال کیا ' اوس نے بھي اپنے پہلے ھي جواب کا اعادہ دیا - آپ آج بھي واپس گئے ' تیسرے دن پھر وھي سوال کیا ' اوس نے پھر وھي پہلا جواب دیا - آپنے حکم دیا کہ بلا کسي معاوضے کے اسے بالکل آزاد کردو ! وہ آزاد ھوکر مسجد سے نکلا تو ایک کھجور کے درخت کے پاس جاکر پہلے غسل کیا ' پھر مسجد میں آکر کلمۂ توحید پڑھا اور کہا :

" اے محمد ! خدا کي قسم ' دنیا میں میرے لیے تمہارے چھرہ سے زیادہ مکروہ کوئي چھرہ نہ تھا - لیکن آج مجھے تمہارے رخسار سب سے زیادہ محبوب نظر آتے ھیں - میرے نزدیک تمہارے مذھب سے زیادہ مبغوض کوئي مذھب نہ تھا ' لیکن آج تمہارا دین مجھے تمام مذاھب سے زیادہ عزیز معلوم ھوتا ھے - میں تمہارے شہر سے زیادہ کسي شہر کو قابل نفرت نہیں سمجھتا تھا ' لیکن آج تمہارا شہر مجھے تمام شہروں سے زیادہ دلفریب نظر آتا ھے - میں عمرہ کي غرض سے چلا تھا - راستے میں آپ کي فوج نے مجھے قید کرلیا - اب آپ کا کیا حکم ھے " ؟

آپ نے اوسکو عمرہ ادا کرنے کا حکم دیا - لیکن جب وہ مکہ میں آیا تو اھل مکہ نے طعنہ دینا شروع کیا کہ " یہ گمراہ ھوگیا " لیکن اوس نے کہا : " تم غلط کہتے ھو - میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس مسلمان ھوا ھوں ' پھر گمراہ میں ھوں یا تم ؟ اب جبتک آنحضرت حکم نہ دینگے ' یمامہ سے مکہ میں گیہوں کا ایک دانہ بھي نہ آسکیگا " - (۱)

(آستانۂ اسلام اور غلامان عرب)

غلاموں کے ساتھہ آنحضرت کے اس کریمانہ برتاؤ کي شہرت ھوئي ' تو کفار مکہ کے بہت سے غلام آپکي خدمت میں بھاگ بھاگ کر آئے کہ آپ کے دامن کرم میں پناہ لیں - یہ رنگ دیکھکر کفار نے آپکو خط لکھا کہ " ان غلاموں کو آپ کے مذھب سے کوئي خوش اعتقادي نہیں ھے ' صرف آزادي کي کشش اونکو آپ کي خدمت میں کھینچ لیگئي ھے " صحابہ نے بھي اسکي تائید کي اور کہا : " کفار سچ کہتے ھیں - آپ ان کو واپس کردیجیے " لیکن آنحضرت صحابہ پر سخت برھم ھوے اور فرمایا : " اب ان کو واپس نہیں کیا جاسکتا - یہ خدا کي راہ میں آزاد ھیں " (۲) کفار کا بیان کیونکر سچ ھوسکتا

(۱) مسلم جلد ۲ - ص - ۷۵
(۲) ابو داود جلد ۲ - ص - ۱۳

تھا ؟ انھوں نے کہا کہ ان غلاموں کو اسلام سے کوئي خوش اعتقادي نہیں جو اُسکے آستانۂ کرم پر آزادي کیلیے آئے ھیں ' لیکن اگر یہ سچ تھا کہ وہ آزاد ھونے کیلیے آئے تھے تو اسکا یہي مطلب تھا کہ وہ مسلمان ھونے کیلیے آئے تھے - کیونکہ اسلام اسکے سوا کیا ھے کہ وہ ھر طرح کے دماغي و جسماني غلاموں کو آزاد کردینے کیلیے ظاھر ھوا ؟

(اسیران بنو قریظہ)

تمام غزوات میں آپ نے بظاھر سب سے زیادہ سختي بنو قریظہ کے ساتھہ کي تھي جنھوں نے اپنے تخلف عھد و میثاق سے اپنے تئیں سخت سے سخت تشددات کا مستحق بنا دیا تھا ' لیکن اون کے قیدي بھي آپ کے لطف و مراعات سے محروم نہ رہے ' اور آپ نے بہت سے قیدیوں کو آزاد کردیا (۱)

(قیدیوں کي ضروریات)

دور جدید کے فیاضانہ قانون کي رو سے قیدیوں کے بدن سے زیور یا کپڑا نہیں اوتارا جاسکتا ' لیکن اسلام کي فیاضي نے صرف اتنا ھي نہیں کیا بلکہ خود قیدیوں کو کپڑا بھي پہنا دیا - غزوۂ بدر میں جب حضرۃ عباس رضي اللہ عنہ آپ کے سامنے برھنہ کھڑے ھوے ' تو آپنے اونکو عبد اللہ بن سلول کي قمیص لیکر پہنائي - یہ اوسي احسان کا معاوضہ تھا کہ آپ نے اوسکے مرنے کے بعد اپنا کرتہ اوسکے کفن کیلیے دیا تھا - قبیلۂ ھوازن کے قیدیوں کي تعداد تقریباً ۶ ھزار تھي ' لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو کپڑا پہنا کر واپس کیا - (۲)

(اسیران جنگ کے جذبات کي رعایت)

قید کي حالت میں جسماني تکلیفوں سے زیادہ انسان کے جذبات کو صدمہ پہونچتا ھے ' لیکن آج تک دنیا کي کسي قوم نے قیدیوں کے جذبات کا لحاظ نہیں رکھا - صرف اسلام ھي ایک ایسا مذھب ھے جس نے جسم کے ساتھہ قیدیوں کي روح کو بھي سکھہ پہونچایا ھے - قید کي حالت کا وہ منظر نہایت درد انگیز اور رقت خیز ھوتا ھے جب بھائي بھائي سے ' بیٹا باپ سے ' شوھر بي بي سے بجبر ایک غیر متعین مدت کیلیے جدا کردیے جاتے ھیں - لیکن اسلام نے قید کي حالت میں ھمیشہ عزیزوں کي باھمي یکجائي سے اونکے لیے تسکین کا سامان مہیا کیا - جب حضرت علي نے ایک لونڈي کو اوسکي لڑکي سے جدا کرنا چاھا تھا ' تو آنحضرت نے اسکي ممانعت فرمائي تھي (۳) یھي وجہ ھے کہ اسلام نے کبھي قیدیوں کے مذھبي جذبات و عقائد سے بھي تعرض نہیں کیا - مدینہ میں یہود کے مذھبي اثر نے اس قدر وسعت حاصل کرلي تھي کہ اگر کسي عورت کے بچے زندہ نہیں رھتے تھے تو وہ نذر مانتي تھي : " اگر اوسکا بچہ زندہ رھیگا تو وہ اوسکو یہودي بنائیگي " - چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہود بنو نضیر کو جلا وطن کیا ' تو اون میں اس قسم کے بہت سے بچے بھي تھے - انصار نے انکو روکنا چاھا ' لیکن اسپر یہ آیت نازل ھوئي :

لا اکــراہ فــي الــدین — مذھب میں اکراہ و جبر نہیں
قــد تبیــن الــرشــد — بلا شبہ اب حق باطل کے مقابلے
مــن الغــي - (۴) — میں بالکل واضح و روشن ھوگیا ھے -

(مباداہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کے ساتھہ قیدیوں کا مبادلہ بھي کیا ھے - ابن سلمہ کا بیان ھے :

" جب قبیلہ بنو فزارہ پر حملہ کیا گیا ' تو میں اوس قبیلہ کي

(۱) طبقات ابن سعد جلد ۲ - صفحہ - ۵۴
(۲) ایضاً جلد ۲ - ص - ۱۱۱
(۳) ابو داود جلد ۲ - ص - ۱۲
(۴) ابو داود جلد ۲ - ص - ۹

غنمتم حلالا طيبا" و اتقو الله" ان الله غفور رحيم (انفال)

سخت عذاب نازل ہوتا - مگر اب جو کچھ مال غنیمت میں تم نے لوٹا ہے ' اوسکو حلال اور پاک چیزوں کی طرح کھاؤ' بلا شبہ اللہ بڑا معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے -

لیکن ترمذي کي ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت کو اسیران بدر کے فدیہ سے کوئي تعلق نہیں ' بلکہ وہ مال غنیمت کے متعلق نازل ہوئي ہے :

فلما كان يوم بدر وقعوا في الغنائم قبل ان تحل لهم' فانزل الله : لولا كتاب من الله لمسكم فيما اخذتم عذاب عظيم (ترمذي كتاب التفسير ص - ٥٠٣)

جب معرکۂ بدر پیش آیا تو مال غنیمت کے حلال ہونے سے پیشتر ہي لوگوں نے لوٹنا شروع کردیا - اسپر خدا نے یہ آیت نازل فرمائي کہ اگر خدا کا حکم پہلے سے نہ ہوچکا ہوتا ' تو جو کچھ تم نے لوٹا ہے اوسکي پاداش میں تم پر بڑا عذاب نازل ہوتا -

یہي وجہ ہے کہ اس آیۃ کي تفسیر میں بر بناء احادیث صحیحہ ہمارا مسلک عام مفسرین کي راہ سے الگ ہے ' اور اسکي پوري تحقیق سورۂ انفال و توبہ کي تفسیر سے معلوم ہوسکیگي -

غزوۂ بدر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کا جو طرز عمل رہا ' اوس سے بھي ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت نے فدیہ پر کوئي اثر نہیں ڈالا - چنانچہ آپ نے غزوۂ بني مصطلق میں تمام اسیران جنگ کو فدیہ لیکر رہا کردیا تھا - (١)

(فدیہ کا مقصد)

اسلام اگرچہ فدیہ کا موجد نہ تھا ' بلکہ زمانۂ قدیم سے جو رسم چلي آتي تھي 'وہي جاري رہگئي تھي ' با ایںہمہ اسلام کا طرز عمل اس معاملہ میں تمام دنیا سے مختلف تھا - اعمال کے نتائج کا اثر خود عمل سے نہیں ظاہر ہوتا بلکہ نیت سے ظاہر ہوتا ہے - اختلاف نیت سے ایک ہي عمل کا نتیجہ مختلف صورتوں میں ظاہر ہو سکتا ہے - گذشتہ قوموں نے فدیہ کي جو رسم قائم کي تھي ' اوس سے اسیران جنگ پر احسان تو ضرور ہوجاتا تھا ' لیکن وہ بالکل عارضي تھا - اونہوں نے اسے مال و دولت جمع کرنے کا ایک ذریعہ بنا لیا تھا - قدیم قوموں میں بہت سے جنرل اسیکي بدولت دولت مند ہوگئے - لیکن اسلام نے اسکا دائرہ صرف روحاني کے احسان تک ہي محدود کردیا - چنانچہ کفار نے جب ایک سردار کي لاش کو فدیہ دیکر واپس لینا چاہا تھا ' تو آنحضرت نے صاف انکار کردیا تھا (٢) اسلام نے اگر فدیہ کو مالي فائدہ حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا ہوتا تو فدیہ لیکر لاشوں کا واپس کرنا زندہ انسانوں کي واپسي سے زیادہ آسان اور بے ضرر تھا - حضرت ابوبکر رضي اللہ عنہ نے اسیران بدر کے متعلق فدیہ لینے کا جو مشورہ دیا تھا ' اوس سے صرف مالي فائدہ اوٹھانا مقصود تھا - چنانچہ اونہوں نے صاف صاف کہدیا تھا کہ اس سے فوجي مصارف میں مدد ملیگي - پس اگر اس آیت کا وہي شان نزول تسلیم کرلیا جاے جسکو حضرات مفسرین کرام نے بتایا ہے' تو اوس سے بھي صرف یہي نتیجہ نکلتا ہے کہ فدیہ کو دنیوي فوائد کے حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں بنانا چاہیے - چنانچہ خدا خود کہتا ہے :

تریدون عرض الدنیا و الله یرید الاخرة !

تم دنیوي فوائد چاہتے ہو اور خدا تمہارے لیے آخرۃ کا ثواب چاہتا ہے -

لیکن اس سے فدیہ لیکر بطور احسان رہا کردینے کي نفي لازم نہیں آتي - اور دراصل اس مبحث سے اس آیۃ کو کوئي تعلق ہي نہیں -

(١) ترمذي ص - ٢٩٤
(٢) طبقات ابن سعد جلد ٢ - ص - ٩٤

مگر اسلام کا دریاے کرم ان خس و خاشاک کا بھي پابند نہیں ہوسکتا تھا - آنحضرت نے اگرچہ بعض موقعوں پر فدیہ قبول کرلیا تھا ' لیکن آپ عموماً قیدیوں کو بغیر کسي مالي معاوضے کے آزاد فرمادیا کرتے تھے - فدلہ بنو مصطلق کے بعض اسیران جنگ سے اگر آپنے فدیہ لیا ' تو قیدیوں کا ایک گروہ بلا معاوضہ بھي رہا کردیا (١)

و كان منهم من من عليه رسول الله صلى الله عليه و سلم' و منهم من افتدى ' فلم يبق امراة من بني المصطلق الا رجعت الى قومها (طبقات ابن سعد جلد ٢ - ص - ٤٦)

اونکے بعض قیدیوں کو آپ نے احساناً رہا کردیا ' اور بعض سے فدیہ لیا - اسطرح بنو مصطلق کي ہر گرفتار شدہ عورت اپني قوم میں واپس چلي گئي - اور ایک عورت بھي نہ بچي جو قید میں رہگئي ہو !

(غزوۂ دومۃ الجندل)

غزوۂ دومۃ الجندل میں تقریباً اکثر بچے اور عورتیں قید کرلي گئي تھیں - لیکن جب ابو زید مسلمان ہوکر آپ کي خدمت میں حاضر ہوا اور اونکے رہا کرنے کي درخواست کي ' تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے حضرت علي کے ذریعہ حضرت زید بن حارثہ کو حکم دیا :

ان يخلي بينهم و بين حرمهم (ابن سعد جلد ٢ ص ٤٦)

اونکي عورتوں کو بالکل آزاد کردو -

(بني تمیم و ہوازن)

غزوۂ بني تمیم میں صحابہ گیارہ عورتوں اور تیس بچوں کو گرفتار کر لاے - آنحضرت نے اونکو رملہ بنت حارث کے گھر میں بند کردیا ' لیکن جب اوس قبیلہ کے سردار آئے اور اونکو دیکھکر قیدیوں نے رونا پیٹنا شروع کیا ' تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے تمام قیدیوں کو اونکے ساتھہ رہا کرکے واپس کردیا (٢)

غزوۂ ہوازن میں علاوہ بہت سے مال غنیمت کے ٦ ہزار زن و مرد گرفتار ہوے تھے (٣) لیکن جب وہ لوگ مسلمان ہوکر آپ کي خدمت میں حاضر ہوے اور مال غنیمت کے واپس کرنے کي درخواست دی ' تو آپنے فرمایا : " مال اور قیدي دونوں واپس نہیں کیے جاسکتے - ایک کو اختیار کرسکتے ہو " اونلوگوں نے قیدیوں کو واپسي کیلیے انتخاب کیا - چونکہ تمام قیدي تقسیم کردیے گئے تھے ' اسلیے آنحضرت نے ایک خطبہ دیا ' جسکا مطلب یہ تھا :

" جو لوگ قیدیوں کو بخوشي واپس کرنا چاہیں وہ واپس کردیں - لیکن اگر کچھ لوگ مالي معاوضہ چاہتے ہوں تو چاہیے کہ صبر کریں - اسکے بعد میرے حصہ میں جو مال خمس کا آئیگا ' میں اوس میں سے ہر قیدي کے عوض ٦ اونٹ دیدونگا "

لیکن تمام صحابہ نے قیدیوں کو بخوشي واپس کردیا (٤)

(قاتلوں کے ساتھہ سلوک)

بعض حالتوں میں آپ پر دشمنوں نے کمینگاہوں سے نہایت خداعانہ حملے کیے ہیں اور وہ گرفتار ہوکر آے ہیں - کفار مکہ کي ایک جماعت نے جو ٨٠ - اشخاص سے مرکب تھي ' عین نماز فجر میں آپ پر حملہ کرنا چاہا اور صحابہ نے اونکو گرفتار کرلیا - لیکن آپنے ان کو بھي بغیر کسي مالي معاوضہ کے بلا تامل آزاد کردیا (٥)

عہد نبوت میں متعدد قبائل کے ڈاکوؤں نے ایک جتھہ قائم

(١) طبقات ابن سعد جلد ٢ - ص - ١١٦
(٢) طبقات ابن سعد جلد ٢ - ص - ١١١
(٣) یہ واقعہ ابو داؤد ' بخاري ' مسلم' سب میں ہے -
(٤) ابو داؤد جلد ٢ - ص - ١٠
(٥) مقریزي جلد ٢ - ص - ٧٨

مرحوم مولانا شبلي نعماني

حياة علمي و ادبي پر ايک سرسري نظر

گذشته سال کي ايک صحبت

گذشته سال ايک يادگار جلسه مسلم انسٹي ٹيوٹ هال کلکته ميں زير صدارت جسٹس سيد حسن امام منعقد هوا تها - اس غرض سے که يه عاجز شمس العلما مولانا شبلي نعماني مرحوم کي حياة علمي و ادبي کے متعلق لکچر دے -

کسي کثير التصانيف مصنف کي علمي زندگي کے متعلق (على الخصوص جبکه وه مختلف علوم سے تعلق رکهتي هو) ايک دو گهنٹے کي صحبت ميں کيا کہا جاسکتا هے ؟ تاهم ايک تقرير کي گئي ' اور چونکه مجمع هر طرح کا تها ' اسليے کوشش کي گئي که خالص علمي مباحث کا خشک مذاکره هي نهو ' بلکه زياده تر انهي پہلوؤں پر نظر ڈالي جاے ' جو عام طور پر بهي کوئي ادبي و علمي بصيرة سامعين کے ليے رکهتے هيں -

ميرے ايک عزيز و مخلص مولوي محمد يعقوب صاحب نے اس تقرير کے نوٹ بطور خود لے ليے تهے - وه انکو مرتب کرکے اس غرض سے ميرے پاس لاے که کسي بيان ميں غلطي تو نهيں رهگئي هے - چنانچه وه کاغذ ليکر ميں نے رکهه ليا - ليکن اسکے بعد نه تو مجهے اسکي ياد آئي اور نه مولوي صاحب نے ياد دهاني کي ضرورت سمجهي - آج ايک سال کے بعد ايک ضرورت سے کاغذات کو ديکهنے لگا تو يه پورا مضمون نکل آيا - مضمون نے پچهلے سال گذشته کا وه زمانه ياد دلايا جب ميں نے ان کاغذات کو حوالۂ تسيان کيا تها ' اور اس ياد کے ساتهه هي مولانا شبلي مرحوم ' اور انکي نا قابل فراموش علمي و ادبي صحبتيں ياد آگئيں !

جرت الرياح على مكان ديارهم * فكانهم كانوا على ميعاد !

اگرچه يه ايک مختصر زباني اور سرسري تقرير تهي ' اور پهر اسکے بهي يه نامکمل و متفرق نوٹ هيں ' تاهم خيال آيا که گذشته کي هر ياد ' اور رفته کا هر تذکره کچهه نه کچهه دلچسپي ضرور رکهتا هے - اسے شائع کرديا جاے تو بہتر هے - ممکن هے که اسکے سرسري اشارات سے کوئي مفيد بات کسي کو معلوم هوجاے - اور پهر تذکرۂ علم و ارباب علم بهر حال عدم تذکره سے بہتر هے :

(آغاز تقرير)

" ميں اس موثر اور عظيم الشان اجتماع پر اس هال کو مبارکباد ديتا هوں ' اسليے نهيں که انسانوں کا ايک بهت بڑا مجمع مجهے اپنے ارد گرد نظر آتا هے کيونکه مجامع هميشه هوتے هيں اور هميشه هونگے - اسليے نهيں که شوق اور محويت کا ايک غير معمولي اجتماع ميرے سامنے هے ' کيونکه ميں نے اس سے بهي وسيع تر حلقه هاے محويت و ذوق ديکهے هيں ' اور اسليے بهي نهيں که ايک منتخب اور تعليم يافته صحبت يہاں منعقد هوگئي هے ' کيونکه ايسا بارها هوا هے ' اور يه ميرے ليے کوئي نئي چيز نهيں - مگر اے حضرات ! صرف اسليے که آج کا اجتماع ان تمام موجبات تبريک سے بهي بڑهکر ايک خصوصيت اپنے اندر رکهتا هے ' اور وه کسي متمدن اور زنده اجتماع کيليے سب سے بڑي عظمت هے جو دنيا ميں حاصل هو سکتي هے - همارا آج کا اجتماع طاقت کے ماتم ميں نهيں هے ' جسکا ماتم هميشه کيا جاتا هے - همارا ماتم دولت کے لٹنے کا نهيں هے جسکے ليے غلام دولت مجمعوں نے هميشه ماتم کيا هے - همارا ماتم دنيوي عزتوں کيليے نهيں هے جسپر حلقه بگوشان دنيا نے هميشه سينه کوبي کي هے - هم کو کسي دنيوي عز و جاه کي کشش کهينچ کر يہاں نهيں لائي هے جسکي طاقتور زنجيروں نے هميشه بندۂ هوس انسانوں کو مقيد کيا هے - بلکه آج هم صرف علم اور فن کے ماتم کيليے يہاں جمع هوئے هيں ' جسکي تقديس سب سے بالاتر اور جسکي عظمت کے آگے دنيا کي هر بڑي سے بڑي قوت بهي هيچ هے - (چيرز) هم ايک ايسے انسان کے غم ميں اشکبار هيں جو ايک فقير بے نوا تها ' جسکو کسي طرحکي دنيوي عزت حاصل نه تهي ' جو نه کبهي بڑے بڑے ايوانوں ميں رها ' اور نه چاندي سونے کے خزانے اپنے وارثوں کيليے اسنے جمع کيے (چيرز) البته اس نے دنيوي شہنشاهيوں کي جگه چاليس سال تک سلطان علم کي خدمت گذاري کي (چيرز) پس مبارک هے وه اجتماع جو علم اور ارباب علم کيليے هو ' اور مبارک هو تم که آج طاقت ' حکومت ' عزت ' اور دولت کي جگهه ' صرف علم اور اهل علم کي عظمت کيليے جمع هوے هو (چيرز) "

اسکے بعد مقرر نے اصل موضوع پر توجه کي ' اور اپني مشکلات کو ظاهر کيا - انهوں نے کہا که " آپ اعلان ميں پڑه چکے هيں ' که ميرا موضوع " مولانا شبلي مرحوم کي حيات علمي و ادبي " هے ' ليکن حيران هوں که ڈيڑه دو گهنٹے کي صحبت کے اندر ايک چهل ساله علمي زندگي کے متعلق آپکو کيا بتلا سکتا هوں ؟ اس قسم کے علمي موضوعوں کيليے بهت کافي وقت کي ضرورت هے - همارے سامنے ايک ايسي زندگي هے جو يکسر تصنيف و تاليف ميں بسر هوئي ' اور جسکي تصنيف و تاليف کا ميدان نهايت وسيع تها - اگر صرف ايک فن هي کا تذکره هوتا تو اسکے ليے بهي ايک مختصر صحبت کافي نه تهي - يہاں تو مختلف علوم کي تصنيفات و مباحث کے مسائل درپيش هيں ' اور جن ميں بعض ايسے علوم بهي هيں جنکا ذوق باهم متضاد و مختلف هے - انهوں نے ايک هي زندگي ميں ايک هي وقت کے اندر تاريخ ' سيرة ' کلام ' فقه ' حديث ' اور ادب و شعر کے متعلق تصنيفات مرتب کي هيں ' اور اسليے هميں بهي ايک هي وقت کے اندر علوم دينيه کے خشک اور مقدس مباحث کے ساتهه عالم حسن و عشق اور ادب و شعر کي گليوں ميں بهي سراغرساني کرني هے - پهر اس سے بهي مشکل تر يه که کسي مصنف کي زندگي پر نقد و بحث کرنے کے ليے خالص علمي بحث کي ضرورت هے - اس نے جن مواضيع پر اپني مصنفات يادگار چهوڑي هيں ' انکے مقاصد اور اطراف و متعلقات کو واضح کرنا چاهيے - پهر ان مقاصد کيليے جو ذخيره متقدمين کا موجود هے ' اسکي حالت کو بکثرت مثاليں ديکر اور اقتباسات پيش کرکے ذهن نشين کرنا چاهيے - اسکے بعد دکهلانا چاهيے که ايک ايسے متفرق ' غير مرتب ' غير منظم ' اور پريشان سامان سے کيونکر ايک کامل و جامع اور مرتب و منظم عمارت طيار کي گئي ؟ اور اجتهاد فکر ' دقت نظر ' وسعت مطالعه ' اور حسن اخذ و استدلال نے کس طرح ان تمام نقصوں کو پورا کرديا جو قلت مواد اور تساهل مصنفين سے پيدا هوگئے تهے ؟

ليکن علاوه قلت وقت کے يه ايک ايسي خشک بحث هوگي جو شايد بعض طبائع پر شاق گذرے -

پهر اس سے بهي مقدم تر امر فن تصنيف و تاليف کا تذکره هے اور اسکے بغير ميري بحث کامل نهيں هوسکتي - تصنيفات کي مختلف قسميں هيں ' اور مجهے بتلانا چاهيے که انکے فرائض و مقاصد کيا کيا هيں ؟ نيز يه که ايک مصنف کے ليے [illegible] دماغي ' حسن مطالعه ' اور وسعت معلومات کيونکر بهم هوسکتے هيں ' اور همارے فقيد علم و فن کا ان ضروري ارکان ثلاثۂ تصنيف ميں کيا حال تها ؟

ايسي حالت ميں آپ سمجهه سکتے هيں که اس موضوع کو قلت وقت نے کسقدر مشکل کرديا هے ؟ تاهم مجهے کچهه نه کچهه کہنا هے اور اسي موضوع پر کہنا هے - ميں مختصر اشارات سے کام لونگا ' اور کوشش کرونگا که اس علمي زندگي ميں جو عبرتيں اور بصيرتيں خواستگاران علم و بزرگي کيليے پوشيده هيں ' انهيں اپنے سفر بيان کے هر قدم پر نماياں کروں - کيونکه ان تمام مذاکرات و بيانات کا مقصد اصلي يهي هے : لقد كان في قصصهم عبرة لاولى الالباب "

ایک عورت کو گرفتار کر لایا - اسکے ساتھہ اوسکي نو خیز لڑکي بھي تھي - حضرت ابو بکر رضي الله عنه امیر الجیش تھے ' انھوں نے مال غنیمت کو تقسیم کیا تو وہ لڑکي مجھہ کو ملي - میں اوسکو مدینه لے آیا - بازار میں حسن اتفاق سے آنحضرت کا سامنا ہو گیا - آپ نے اوس لڑکي کو دیکھہ کر فرمایا کہ اس عورت کو مجھہ کو ہبه کردو - میں نے کہا : خدا کي قسم میں نے اب تک اسے ہاتھہ بھي نہیں لگایا ہے ' اور اب اسکو آپ کي نذر کرتا ہوں ! لیکن آپنے اوس لڑکي کو لیکر اهل مکه کے پاس واپس بھیجدیا ' اور کفار نے اوسکے عوض میں متعدد مسلمان قیدیوں کو رہا کر دیا " (۱)

(واقعۂ حضرت صفیه)

اس واقعه سے ایک دوسرے اهم مسئله کا فیصله کیا جاسکتا ہے ' آنحضرت کے زمانے میں امراء کے خاندان کي جو عورتیں گرفتار ہوکر آئیں ' اون میں جویریه اور صفیه کے ساتھہ آپنے خود نکاح فرمایا - چونکه وہ اور باتوں کے ساتھہ حسن و جمال میں بھي نہایت ممتاز تھیں ' اسلیے یورپ اسکو بد گماني کي نگاہ سے دیکھتا ہے ' لیکن واقعه یه ہے کہ آنحضرت قید کي حالت میں بھي شرفاء کي عزت کا ہمیشه لحاظ رکھتے تھے - صفیه پہلے دحیۂ کلبي کے حصه میں آئي تھیں ' لیکن وہ ایک امیر وقت کے خاندان کي چشم و چراغ تھیں ' ظاہر ہے کہ ایک رئیسه کے حفظ مراتب کا دحیه لحاظ نہیں رکھہ سکتے تھے - جویریه اپنے بدل آزادي کیلیے جسطرح پریشان حال پھرتي تھیں ' وہ اونکے لیے بھي سخت توہین کا باعث تھا - اور صفیه نے تو خود اس خیال کو ظاہر بھي کردیا تھا - اس بنا پر آنحضرت نے اونکي اس ذلت کو گوارا نہیں کیا ' اور خود اونکے ساتھہ نکاح کرکے اونکي خانداني عزت میں اور اضافه کر دیا - چنانچه آپ کے طرز عمل سے صحابه کو خود بھي اسکا احساس ہو گیا تھا - صفیه کو ایک شخص نے یه کہکر آنحضرت کي خدمت میں پیش کیا :

یا نبي الله ! اعطیت دحیة صفیة بنت حي ابن اخطب سید قریظة و النضیر ' لا تصلح الا لک - (۲)

یا رسول الله ! آپ نے صفیه کو جو حي ابن اخطب سردار قریظه و نضیر کي لڑکي ہے ' دحیه جیسے معمولي شخص کے حوالے کیا ہے - لیکن وہ صرف آپ ہي کیلیے موزون ہے -

(مطعم بن عدي)

آنحضرت احسان کے معاوضے میں بھي قیدیوں کو رہا فرمادیا کرتے تھے - زمانۂ جاهلیة میں مطعم بن عدي نے آپ کے ساتھہ ایک احسان کیا تھا - اسکا آپ پر اس قدر اثر تھا کہ جب اسیران بدر آپ کي خدمت میں حاضر کیے گئے تو آپ نے فرمایا : " اگر مطعم بن عدي آج زندہ ہوتا اور وہ ان قیدیوں کے معاملے میں گفتگو کرتا ' تو میں سبھوں کو رہا کر دیتا "

(وحشیانه مراسم کا انسداد)

لیکن سب سے زیادہ آپ نے اون مظالم اور اون ذلت آمیز طریقوں کو مٹایا ' جو غلاموں کے متعلق تمام عرب میں رائج تھے - عرب میں یه ایک نہایت درد انگیز طریقه جاري ہوگیا تھا کہ غلاموں کے ہاتھہ پانوں باندھکر نہایت بیدردي سے قتل کردیتے تھے - چنانچه بنو عامر نے حضرت خبیب کو اسي طریقه سے قتل کیا تھا - پس آپنے نہایت سختي کے ساتھہ اس ظلم و وحشت کو روک دیا -

لونڈیوں کے ساتھہ بغیر انقضاء مدت کے لوگ تعلق کرلیتے تھے - یہاں تک کہ حامله لونڈیاں بھي اس سے مستثنی نه تھیں - لیکن

(۱) ابو داود جلد ۲ - ص - ۱۲

(۲) مسلم جلد ۱ - ص - ۵۴۹ کتاب النکاح

آنحضرت نے نہایت سختي کے ساتھہ اس کي بھي ممانعت فرمائي - آپنے ایک لڑائي میں ایک حامله لونڈي کو دیکھکر فرمایا : " شاید اسکے آقا نے اسکے ساتھہ یکجائي کي ہے " صحابه نے بھي آپ کے خیال کي تائید کي - اسپر آپنے فرمایا :

هممت ان العنه لعنة تدخل معه في قبره (۱)

جي میں آتا ہے کہ اس فعل کے کرنے والے پر ایسي دائمي لعنت بھیجوں جو اسکي قبر تک اسکے ساتھہ جاے !

پھر غزوۂ اوطاس میں عام حکم دیدیا :

لا توطاء حاملة حتی تضع ' و لا غیر ذات حمل ' حتی تحیض حیضة (۲)

حامله لونڈیوں سے وضع حمل کے قبل نزدیکي نه کي جاے ' نیز غیر حامله عورتوں سے بھي اوسوقت تک علحدگي ضروري ہے جب تک کہ اون پر ایک مہینه طہارت ایام مخصوصه کا نه گذر جاے -

(رقاصه لونڈیاں)

زمانۂ جاهلیة میں عموماً لونڈیوں سے رقص و سرود کا کام لیا جاتا تھا ' اور اس قسم کي لونڈیوں کا ایک خاص طبقه پیدا ہوگیا تھا جسکو " قینه " کہتے تھے - اس طبقه میں وہ لونڈیاں نہایت مودب سمجھي جاتي تھیں ' جو عین محفل کے اندر لمس و مس کا حیا سوز موقع دیتي تھیں - اس بے حیائي کا اثر اونکي وضع و لباس سے بھي ظاہر ہوتا تھا - وہ نہایت ڈھیلا ڈھالا کرته پہنتي تھیں - اوسکا گریبان نہایت کشادہ اور کھلا ہوتا تھا - چنانچه طرفه نے ان لونڈیوں کا ذکر اپنے مشہور قصیدۂ معلقه میں نہایت تفصیل سے کیا ہے ' اور ارباب فن کو معلوم ہے -

عرب جاهلیة کي یه حالت بعینه قدیم تمدن روم سے ملتي جلتي ہی جسکي رقاصه اور مغنیه عورتوں کے نیم برہنه لباس کي تصویریں اور تماثیل تم نے دیکھي ہونگي - آج یورپ کا لباس محفل رقص جسکو " فل ڈریس " کا عجیب و غریب لقب دیا گیا ہے :

بر عکس نہند نام زنگي کافور

اسي کا بقایا ہے ' اور اس سے عرب جاهلیة کي رقاصه لونڈي کے کھلے گریبان اور منظر عریاني کا اندازہ کیا جاسکتا ہے -

بہت سے لوگ جبراً لونڈیوں سے بدکاري کرواتے تھے ' اور اس طریقه سے مالي فائدہ اوٹھاتے تھے - آج بھي تمام متمدن قوموں میں یه ہو رہا ہے -

لیکن اسلام کي اخلاقي تعلیم نے ان تمام وحشیانه رسموں کو مٹا دیا - قران حکیم کي مندرجۂ ذیل آیت پر غور کرو :

و لا تکرهوا فتیاتکم علی البغاء ان اردن تحصنا لتبتغوا عرض الحیاة الدنیا و من یکرههن فان الله من بعد اکراههن غفور رحیم (۲۴ : ۳۳)

اور اپني لونڈیوں کو زنا پر دنیوي فائدہ کیلیے مجبور نه کرو جبکه وہ پاکدامن رہنا چاہتي ہیں ' اور جو لوگ اونکو مجبور کرتے ہیں ' سو اس جبر کے بعد اگر وہ مرتکب زنا ہوجائیں تو خدا بڑا ہي معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے -

اسطرح لونڈیوں نے قعر مذلت اخلاقي سے نکل کر ایک نئي شریفانه زندگي کے عالم میں قران حکیم کي بدولت قدم رکھا - یہاں تک کہ قرآن نے اونکو " فتاة " کا خطاب دیا ' جسکے معني عربي میں شریف لڑکي کے ہیں ' لونڈي نہیں کہا -

(باقي آینده)

(۱) ابو داود جلد ۱ - ص - ۲۹۲ کتاب النکاح

(۲) ابو داود جلد ۱ - ص - ۲۹۲

بھی با قاعدہ مطالعہ نہیں کیا ہے ' وہ ایک بڑی سے بڑی کتاب کو اُٹھا لیتے ہیں اور محض ایک سرسری نظر ڈالکے اور ادھر ادھر سے دیکھکے بہترین معلومات حاصل کرلیتے ہیں - انکی نظروں کو کام کی باتوں سے کچھہ ایسی مقناطیسیت ہوجاتی ہے کہ وہ جب صفحوں پر پڑتی ہیں تو صرف کام کی باتوں ہی پر پڑتی ہیں ' اور انکے بیکار اطراف کو اسطرح چھوڑ دیتی ہیں گویا انکے غیر مفید ہونے کی نسبت وہ پہلے سے فیصلہ کرچکی ہیں ! - اس حقیقت کی صرف وہی لوگ تصدیق کرسکتے ہیں جنپر یہ فیضان علم کھل چکا ہے ' کیونکہ یہ بحث و استدلال کا مسئلہ نہیں ہے - زیادہ تر ذوق و کیفیت کا سوال ہے " -

درمیان میں لکچرر نے اور بہت سے نکات مطالعہ اور فن تصنیف و تالیف کے متعلق بیان کیے ' پھر مولانا شبلی مرحوم کی بعض تصنیفات کو مثال کیلیے چنکر اپنے تمام گذشتہ بیانات کو منطبق کیا ' اور دکھلایا کہ انھوں نے اسلامی تاریخ کی تدوین و تہذیب کے ان مشکل ترین مراحل کو کیونکر کامیابی کے ساتھہ طے کیا ' اور پرانے مصالحہ سے کیسی باقاعدہ اور منظم عمارتیں کھڑی کیں ؟

اسی سلسلہ میں انھوں نے طریق استدلال ' تعلیل واقعات ' توجیہ امور ' اور ترتیب و انطباق حوادث پر بھی بحث کی -

پھر فرمایا کہ " مختلف فنون کے مطالعہ کا ذکر آگیا ہے ' اور میں بتلانا چاہتا ہوں کہ ہمارے فقید ملت کی ایک خصوصیت " جامعیت ذوق " بھی تھی "

انھوں نے کہا کہ " اس تعلیم یافتہ مجمع میں جو میرے سامنے ہے ' یہ کہنا مزید تفصیل کا محتاج نہوگا کہ ایک ہی وقت میں مختلف علوم کا مطالعہ اور ذوق پیدا کرنا ایک ایسی خصوصیت ہے جو ہمیشہ اور ہر علمی عہد میں کمیاب رہی ہے - علی الخصوص ایسی چیزوں کا ایک ہی وقت میں ذوق صحیح پیدا کرنا جو باہم متضاد سمجھی جاتی ہوں - ایک دماغ ایک ہی وقت میں فلسفہ اور شاعری کا مطالعہ نہیں کرسکتا ' اور بہت مشکل ہے کہ ایک شخص تاریخ کے ساتھہ ادب اور کلام کا بھی مطالعہ جاری رکھے - قدماء اہل اسلام میں بھی جامعیت کی مثالیں زیادہ نہیں ملینگی - حضرت امام غزالی کی احیاء علوم الدین جس درجہ کی کتاب ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں - تصوف و اخلاق ' معارف شریعت ' اور علوم اسرار الدین میں حجۃ اللہ البالغہ کو مستثنی کردینے کے بعد اور کوئی کتاب اسکے سامنے نہیں لائی جاسکتی - مگر ساتھہ ہی فن حدیث کے متعلق اسقدر بے احتیاط کتاب ہے کہ اکثر صوفیوں اور حکماء الاھیین کے اقوال کو حدیث قرار دیدیا ہے ' اور اسرائیلیات سے تو اسکے متعدد ابواب مملوء ہیں - چنانچہ امام حجۃ الاسلام علامہ ابن تیمیہ کو کہنا پڑا کہ " کلامہ فی الاحیاء غالبہ جید ' لکن فیہ اربع مواد فاسدۃ : مادہ فلسفیۃ و مادۃ کلامیۃ و مادۃ الاحادیث الموضوعہ " الخ

لیکن اس سے امام غزالی کے جلالۃ مرتبۃ پر کوئی اثر نہیں پڑتا ' کیونکہ وہ متکلم ' حکیم ' فقیہ ' اور صوفی تھے ' نہ کہ محدث و ناقد حدیث - و لکل فن رجال -

لیکن مولانا شبلی مرحوم کو اگر ہم ایک ہی وقت کے اندر مختلف علوم کے مطالعہ میں منہمک پاتے ہیں ' تو اسکی قدر شناسی سے انکار نہیں کرنا چاہیئے - انھوں نے ایک ہی زندگی میں متعدد زندگیوں کے کام انجام دیے - انکی تصنیفات انکے تعدد مذاق و تنوع مطالعہ کی شہادت دیتے ہیں - وہ ایک ہی وقت میں مورخ خلفاء ' مورخ ملوک ' مورخ علوم ' اور پھر ادیب ' انشا پرداز ' اور شاعر تھے - جاؤ تم نے دیکھا ہوگا کہ تاریخ و کلام کی علمی صحبتوں سے اٹھکر حسن و عشق کی شاعرانہ بزموں میں نغمہ طراز ہیں ' اور ادب و شعر کی مجلسیں ان کی دقیقہ سنجیوں سے رونق پا رہی ہیں ! "

(باقی آیندہ)

بصائر و حکم

فلسفۂ اجتماع

اور جنگ

(۱)

دنیا اور دنیا کی دلچسپیاں نہایت مختلف ہیں - ایک شخص فلسفہ سے دلچسپی رکھتا ہے ' دوسرا شعر و سخن سے - ایک شخص حسن شوخ پر جان دیتا ہے ' دوسرا سادہ اداؤں پر - ایک شخص مسجد میں شب بیداری کرتا ہے ' دوسرا کسی میکدہ میں - ایک شخص شہر کی تنگ گلیوں میں ذوق نظارہ کو پورا کرتا ہے ' دوسرا کھلے ہوے میدانوں میں - غرض دنیا کے اسی اختلاف مذاق نے ہر چیز کو باکار اور محبوب و مرغوب بنا دیا ہے - اور اسکے دسترخوان کی کوئی غذا بیکار نہیں -

لیکن دنیا کی تمام چیزوں میں صرف جنگ ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے ہر شخص یکساں دلچسپی رکھتا ہے - زاهدان شب گذار بھی واقعات جنگ کو اسی ذوق و شوق سے سنتے ہیں ' جس طرح ایک ماہر سیاست میدان جنگ کی خبروں پر کان لگاے رکھتا ہے - ہیگ کانفرنس کا حال کتنے لوگوں کو معلوم ہے جو " صلح " اور " امن " کیلیے قائم ہوئی تھی ؟ لیکن موجودہ جنگ کے واقعات بچے بچے کی زبان پر ہیں اور کوئی فرد بشر نہیں جسے اسکی خونین سرگذشتیں معلوم نہوں !

پس زمانۂ " جنگ " میں تمام دنیا متحد المذاق اور متحد الخیال ہوکر ایک نئی " جماعت " بن جاتی ہے - زمانۂ جنگ میں دنیا ایک انجمن ہوتی ہے ' جس میں صرف جنگ ہی کے واقعات بار بار دہراے جاتے ہیں - تمام انجمنوں کے چراغ بجھہ جاتے ہیں ' صرف لڑائی کی آگ دنیا کی اس مشترک انجمن کیلیے شمع ہوتی ہے - " جماعت " کے متعلق تم کو معلوم ہے کہ اسکے اعمال کبھی ترتیب عقلی کے پابند نہیں ہوتے - جماعت صرف جذبات کی مخلوق ہے - اسلیے یہ " کائنات منفعلۂ جنگ " نہایت زود اعتقاد ' سریع الانفعال ' اور یکسر خیال پرست ہوتی ہے - جنگ کے ساتھہ ہی سریان خیال کی ایک برقی رو تمام دنیا میں دوڑ جاتی ہے - ایک بات جہاں کسی زبان سے نکلی ' تمام دنیا اوسیکا کلمہ پڑھنے لگتی ہے -

قواے عقلیہ بالکل بیکار ہو جاتے ہیں ' دنیا پر صرف قوت غیر شاعرہ حکومت کرتی ہے ' ہر بات نہایت آسانی سے قبول کرلی جاتی ہے ' درایت کا تمام دفتر پارینہ اُلٹ دیا جاتا ہے ' مبالغہ ہر واقعہ کا جزو لازمی ہوجاتا ہے ' ہر واقعہ کی اصلی صورت مسخ کردی جاتی ہے ' دوست و دشمن میں کوئی تفریق نہیں کی جاتی - آج ایک فریق کی فتح پر اظہار مسرت کیا جاتا ہے ' تو کل دوسرے فریق کی شجاعت کی داد دی جاتی ہے - ایک جہاز پورے بیڑے کی طاقت حاصل کرلیتا ہے - ایک سپاہی لاکھوں افراد سے زیادہ قوی تسلیم کرلیا جاتا ہے - لوگ اوس سے اوسی قدر مرعوب ہوجاتے ہیں ' جس قدر ایک عظیم الشان بحری طاقت اور ایک کثیر التعداد مجموعۂ افواج سے مرعوب ہوسکتے تھے -

اسکے بعد انہوں نے مختصر طور پر تصنیفات کي بلحاظ موضوع و مقاصد چند قسمیں بیان کیں' اور سب سے پہلے مولانا مرحوم کی تاریخي تصنیفات کو بحث کیلیے منتخب کیا -

اس سلسلے میں انہوں نے سب سے پہلے اسلام کے تاریخي ذخیرہ کيّ ایک مختصر تاریخ بیان کي - انہوں نے کہا کہ " اگرچہ اسلام کي تدوین تاریخ کے مختلف دور ھیں' مگر میں تسہیل بیان و اختصار مطلب کي غرض سے انھیں صرف دو بڑي قسموں میں تقسیم کردیتا ھوں' یعنی قدماء مورخین کا دور جو سنه ۹۰ سے شروع ھوتا ھے' جبکه بروایۃ ابن الندیم بعض روایات غزوات قلمبند کي گئیں' اور متاخرین مورخین کا دور جنہوں نے چوتھي صدي کے بعد نئي ترتیبات و مقاصد سے تاریخیں مدون کیں "

اسکے بعد انہوں نے قدماء کي خصوصیات تحریر و تدوین کو بیان کیا' اور دیر تک اسکي تفصیل مثالوں کو پیش کرکے ذھن نشین کرتے رھے - مثلاً انہوں نے کہا کہ " سادگي بیان' سلسلۂ روایت' صحت نقل' عدم تاثر موثرات سیاسیۃ و دینیه' اور تمام اجزاے ضروریۂ واقعه نگاري کے لحاظ سے ھمارا اصلي ذخیرہ (مثل تمام علوم اسلامیه کے) صرف متقدمین ھي کا ھے - لیکن افسوس که یہي دولت اصلي ضایع ھوچکي ھے' اور مستشرقین یورپ علی الخصوص علم پرستان جرمني کي بدولت جو چند کتابیں میسر آگئي ھیں' وہ ھماري ضرورتوں کیلیے کافي نہیں ھیں - سب سے قدیم تر کتاب طبقات " ابن سعد " ھے جو صحابۂ کرام کا تذکرہ ھے' اور گذشته آٹھ سال کے اندر مستشرقین جرمن کي مساعي حسنه سے شایع ھوا ھے - اسکے بعد ابن قتیبه' ابو حنیفه' طبري' ابن الندیم' بلاذري' یعقوبي' اور ابن ھشام ھیں' اور تمام متاخرین تقریباً انھي کتابوں سے مواد اخذ کرتے ھیں "

پھر انہوں نے متاخرین کا ذکر کیا اور کہا : " مواد تاریخ کیلیے تقریباً یه تمام ذخیرہ بیکار ھے - کیونکه اول تو کوئي نئي شہادت نہیں' پھر ترتیب و تنظیم اور جزئیات تاریخ کے لحاظ سے بھي کچھه مفید نہیں " انہوں نے ابن خلدون کے مقدمه' مقریزي کي تاریخ مصر' اور اندلس کے مورخین کو اس عام تنزل تاریخي سے مستثنی کردیا' اور محي الدین مراکشي' ابن وزیر غرناطي' اور مقری کي بہت تعریف کي " جنہوں نے قرون مدینۃ اندلس کے متعلق بہترین مواد تاریخي جمع کیا' اور مذاق تصنیف کے تنزل اور تدوین علوم کي اس بد مذاقي سے محفوظ رھنے میں کامیاب ھوے جو تمام مشرق پر طاري تھا "

سلسلۂ بیان میں انہوں نے تاریخ مصنفات اسلامیۃ و عربیه کے متعلق جا بجا نہایت مفید اور دقیق اشارات کیے جو افسوس ھے که اردو مختصر نویسي کے رائج نہ ھونے کي وجه سے قلمبند نہیں کیے جا سکتے - مثلاً انہوں نے طرز تصنیف' طریق ترتیب' تنظیم مطالب' تقسیم ابواب و فصول' تبویب عناوین و مواضیع اور حسن ضبط و تسلسل بیان کے لحاظ سے بھي قدماء مصنفین کو متاخرین پر ترجیح دي' اور کہا کہ " تمام دنیا میں علوم و تمدن کي ترویج و ترقي کے ساتھه اقوام متمدنه کے علمي ذخیرہ میں بھي نئي نئي خوبیاں پیدا ھوئی ھیں' مگر تاریخ اسلام کا حال اس لحاظ سے نہایت عجیب اور بالکل برعکس ھے - یہاں مذھب' علم' اخلاق' اور سیاست' سب کي خوبیاں قدماء کے حصے میں آئیں' اور جسقدر زمانه گذرتا گیا' ترقي کی جگھه ھر شے میں انحطاط ھوتا گیا - حتی که آجکل کے ترقي یافته فن تصنیف کے لحاظ سے بھي تمام خوبیاں قدماء اھل اسلام ھي کے یہاں مل سکتي ھیں "

اسي سلسلے میں انہوں نے ایک نئي بات کہي جسپر ممکن ھے که عام طور پر تعجب کیا جاے -

جب وہ سلسلۂ بیان میں فن تدوین علوم کے متعلق قدماء کے حالات بیان کرنے لگے' تو انہوں نے اپنا خیال ظاھر کیا که " نه صرف عظمت موضوع و تقدس مضمون کے لحاظ سے' بلکه طرز تصنیف و ترتیب' ضبط مطالب' اور حسن تقسیم و تنظیم کے لحاظ سے بھي تمام تاریخ اسلام میں بہترین کتاب " صحیح بخاري " لکھي گئي ھے' اور کوئي اسلامي تصنیف اس تک نہیں پہنچ سکتي - امام بخاري کے بعد بقیه اصحاب صحاح و جامعین سنن و معاجم و مسانید نے نئے نئے اسلوب مطالب پیدا کیے" مگر کوئي کتاب صحیح بخاري تک نه پہنچ سکي' اور یه میں محض فن حدیث کي قدیم خوش اعتقادیوں کي بنا پر نہیں کہه رھا ھوں' بلکه یقین کیجیے که اس فن تصنیف کو پیش نظر رکھکے جو ترقي یافته علمي زبانوں میں آج پایا جاتا ھے' میں نے علي وجه البصیرۃ یه راے قائم کي ھے"

اسکے بعد انہوں نے مثالیں دیکر واضح کیا که اس تمام ذخیرہ کا کیا حال ھے ؟ متقدمین کي تصنیفات ناپید' اور متاخرین کا ذخیرہ غیر مفید :

" پھر یه حال بھي صرف مواد تاریخ و واقعات کے لحاظ سے ھے - طرز تصنیف و ترتیب و تفحص جزئیات و علل کي راھیں تو تقریباً بالکل مسدود ھیں - آجکل کے مصنف کے فرایض پچھلے مصنفین سے بالکل مختلف ھوگئے ھیں' اور اسکا کام بہت مشکل ھے - اب محض سلسلۂ سنین و اعصار سے واقعات غیر مربوط و غیر معلل کو جمع کردینا کسي مکمل تاریخ کا نام حاصل نہیں کرسکتا - فلسفۂ تاریخ کي وہ راہ جسے ابن خلدون نے پیدا کیا مگر ھمیں اسپر نه چلا سکا' اور جسے اب یورپ نے اپنا طریقۂ کار قرار دیا ھے' ھمارے سامنے ھے' اور ھمیں اسی پر چلنا چاھیے - غور کیجیے که اس لحاظ سے موجودہ زمانے کے ایک مورخ کے کیا فرائض ھیں ؟ "

اسکے بعد انہوں نے ان فرائض کي تشریح کي' اور پھر مثالیں دیکر بتلایا که " قدماء کے غیر مکمل اور متاخرین کے غیر مفید ذخیرہ سے ایک ایسي تاریخ کا مرتب کرنا کسقدر مشکل کام ھوگیا ھے - آجکل کي تاریخوں اور سیرتوں کے جو ضروري ابواب ھیں' ان میں سے ایک باب کیلیے بھي ھمیں مکمل ذخیرہ نہیں ملسکتا یه کمي اب صرف اجتہاد فکر' سلامتي ذوق' اعتدال راے' قوۃ استدلال و استنباط' اور بہت زیادہ وسعت مطالعه و نظر ھي سے دور ھوسکتي ھے - ھماري بہت سي قیمتي معلومات ھیں جنکو کوئي با قاعدہ جگه نہیں ملي ھے' مگر وہ کہیں نه کہیں پریشان اور آوارہ گرد ضرور موجود ھیں - اسقدر وسیع نظر ھوني چاھیے که صدھا غیر متعلق کتابوں سے آپ اپنے موضوع کا مواد حاصل کرسکیں - بہت ممکن ھے که جو تاریخي واقعه تاریخ ابن اثیر میں آپکو ملنا چاھیے تھا' وہ خوارزمي کے کسي خط میں آپ کو ملجاے اگرچه وہ ادب کي کتاب ھے - ھوسکتا ھے که آپ کسي اھم واقعه کي تفصیل کیلیے تمام تاریخوں کي ورق گرداني کرچکے ھوں اور ناکام رھے ھوں' لیکن وہ ایک کتاب حدیث کي شرح میں ملجاے' جہاں ضمناً اسکا کچھه تذکرہ آگیا ھے !

آپ ایک عمارت بنارھے ھیں' مگر اسکا مصالحه صدھا میلوں کے رقبه میں پھیلا ھوا ھے' اور ایسے ایسے گوشوں میں پوشیدہ ھے جنکا وھم و گمان بھي نہیں ھوسکتا - پس بہت ھي وسیع تلاش و تفحص کي ضرورت ھے' اور صرف ایک فن ھي کي نہیں' بلکه واقفیت عامه کي - ارباب کار سمجھه سکتے ھیں که یه کسقدر مشکل کام ھے ؟"

اسي سلسلے میں مطالعه کا ذکر آگیا' اور طالبان علم کیلیے نہایت مفید نکات انہوں نے بیان کیے - مثلاً انہوں نے کہا که " محض کثرت مطالعه ھي مفید نہیں ھے بلکه اصل شے " حسن مطالعه " و " قوت اخذ و نظر " ھے - بہت سي کتابوں کو پڑھکر بھي ایک شخص جاھل رھسکتا ھے - جب اخذ مطالب و تفحص نوادر کي قوت دماغ میں پیدا ھوجاتي ھے' تو پھر اسکي ضرورت نہیں ھوتي که ھر کتاب کو اول سے لیکر آخر تک پڑھا جاے' اور اسکے تمام کار آمد مطالب کے نوٹس لکھ جالیں - بڑے مصنفین نے کبھي

فلسفی ہو' لیکن جب وہ کسی عام واقعہ کے متعلق شہادت دے گا تو اوسکی حیثیت ایک مزدور کے علم و یقین سے زیادہ نہ ہوگی - جس آنکھہ اور کان سے ایک مزدور اوس واقعہ کو دیکھتا ہے اور سنتا ہے' اوسی کان سے سنکر' اوسی آنکھہ سے دیکھہ کر' ارسطو بھی شہادت کے کٹہرے میں کھڑا ہو گا - اگر وہ حالت شہادت میں عقلی اصول پر واقعات کا نقد کریگا' تو جج اسے اپنے فرائض کی توہین سمجھے گا اور سپاہی کو حکم دیگا کہ ارسطو کو توہین عدالت کی پاداش میں سزا دے !

سنہ ۱۸۴۸ع میں فرانس کے عام سیاسی معاملات میں شہادت لینے کیلیے مخصوص لوگ منتخب کیے جاتے تھے - مدرسین' اہل منصب' مصنف' اور انشا پردازوں کی شہادتوں سے عام ملکی مسائل کا فیصلہ کیا جاتا تھا - لیکن اب تاجر' زمیندار' معمولی ملازمین' اور حرفت پیشہ لوگوں کی شہادت لی جاتی ہے - جب شہادتوں کا مقابلہ کیا گیا تو دنیا نے حیرت سے دیکھا کہ نتائج میں کوئی فرق نہیں - چنانچہ بڑے بڑے ججوں نے اسکا اعتراف کیا ہے - ایک جج اپنے یاد داشت میں لکھتا ہے :

" اب شاہدوں کے انتخاب کا حق میونسپلٹی کو حاصل ہوگیا ہے' اور میونسپلٹی ہی سیاسی اغراض کے لحاظ سے ایک شہادت کو رد اور دوسرے کو قبول کرتی ہے - میونسپلٹی کے تعلق سے معمولی درجہ کے تاجروں کی شہادت قبول کی جاتی ہے' حالانکہ اس سے پہلے بڑے بڑے عہدہ دار شاہد بنائے جاتے تھے - لیکن گواہوں کی حالت میں اس سے کوئی محسوس فرق پیدا نہیں ہوا - نتائج جیسے پہلے تھے' ویسے ہی اب ہیں' اسکی وجہ یہ ہے کہ ججمنٹ تمام پیشوں کا عطر اور خلاصہ ہے - جو تعلیم یافتہ جماعت شہادت کے کٹہرے میں کھڑی ہوتی ہے' اوسکو اجتہاداً عام پیشہ ور لوگوں کے تجارب کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے - اسلیے نتیجہ وہی ہوتا ہے جو دوسری صورت میں تھا - روایت کے لحاظ سے ادنی درجہ کے لوگوں میں بھی ثقات کی کمی نہیں' اسلیے بصارت کے معاملات میں ہر شخص جج کو یکساں نتیجہ پر پہونچا سکتا ہے "

شاہدوں پر بھی واقعات خارجیہ کا اوسی طرح اثر پڑتا ہے' جسطرح ایک عامی پر پڑتا ہے - ایک جج کہتا ہے :

" ایک شگفتہ رو عورت مسکرا کر گواہوں کی سراسیمگی کو اپنا فریفتہ بنا لے سکتی ہے "

ایک بیرسٹر کا قول ہے :

" ایک دودھہ پلانے والی عورت' اور چند غریب یتیم بچوں کی مصیبت' گواہوں سے بلا تامل جھوٹ بلوا سکتی ہے "

اگر ایک شخص کوئی پولیٹکل یا تمدنی جرم کرتا ہے' اور گواہ سمجھتا ہے کہ ملک و قوم پر اسکا عام اثر ہوگا' تو وہ اوسکے خلاف نہایت بیدردانہ شہادت دیگا - لیکن اگر ایک شخص کسی لڑکی کو بھگا لیگیا ہے' تو شاہد کی شہادت میں بیرحمی کی وہ جھلک نظر نہ آئیگی - کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اس جرم کا کوئی عام قومی اور پبلک اثر نہیں پڑیگا -

گواہ اکثر نفوذ و اقتدار سے بھی متاثر ہوجاتے ہیں - ایک دولتمند' خطاب یافتہ' اور مشہور آدمی کے خلاف اگر کسی تعلیم یافتہ شخص کو شہادت دینی ہو' تو اوسکی حالت اوس سے بالکل مختلف ہوگی' جب وہ چور کے خلاف شہادت دیگا - ایک بیرسٹر کہتا ہے :

" وکلاء کو چاہیے کہ گواہوں کے حرکات و اشارات کو بار بار دیکھیں - جسطرح ایک عام آدمی سے خطاب کیا جاتا ہے' ٹھیک اوسی طرح اوس سے بھی خطاب کرنا چاہیے - شاہد پر جو خارجی اثر پڑ رہا ہے' اوس سے پورا فائدہ اوٹھانا چاہیے "

اسوۂ حسنہ

کائنات خلت

یا

تاریخ " امۃ مسلمۃ "

ما طفل کم سواد و سبق قصہ ہاے دوست
صد بار خواندہ و دگر از سر گرفتہ ایم

(۴)

(۵) سورۂ انعام کی آیۃ کریمہ کا پہلا ٹکڑا آپ پڑھچکے ہیں لیکن اسکے بقیہ حصہ سے بھی اس حقیقت پر روشنی پڑتی ہے :

و وهبنا له اسحاق و يعقوب كلاً هدينا و نوحا هدينا من قبل و من ذريته داؤد و سليمان و ايوب و يوسف و موسى و هارون و كذالك نجزي المحسنين - و زكريا و يحيى و عيسى و الياس كل من الصالحين - و اسماعيل و اليسع و يونس و لوطا و كلا فضلنا على العالمين - (۶ :)

اور ابراہیم کو ہم نے اسحاق و یعقوب کی نسل بخشی' اور نوح بھی جنکو انسے پہلے ہم نے راہ دعوۃ حق دکھلائی تھی ایسی ہی ایک نسل حق کی بخشش سے ممتاز ہوے تھے' اور انکی ذریت میں سے داؤد' سلیمان' ایوب' یوسف' موسی اور ہارون کو ہم نے پیدا کیا' جو اقوام و امم کی ہدایت کا وسیلہ بنے - یہ بہت ہی بڑی فضیلت ہے' اور جو صاحبان احسان ہیں' انکو اسی طرح خدا تعالی جزاء خیر دیتا ہے - نیز زکریا' یحیی' عیسی' اور الیاس کہ یہ سب کے سب صالحین میں سے تھے - اور اسماعیل' الیسع' یونس' اور لوط کہ ان سب کو ہم نے تمام جہاں میں فضلیت و امتیاز سے سر بلند کیا !!

سورۂ انعام کی یہ آیۃ اس لحاظ سے نہایت اہم ہے کہ جسطرح ایک مقام پر انبیاء کرام کی ایک بڑی تعداد کا یہاں ذکر کیا گیا ہے' اسطرح اور بہت کم کیا گیا ہے - اس آیۃ نے بغیر کسی پیچیدگی کے بالکل صاف صاف واضح کردیا ہے کہ حضرۃ ابراہیم کی دعوۃ موسسہ تھی' اسکے لیے انبیاء مجددین کا ایک بڑا سلسلہ قائم ہوا'

(پہلے کالم کا بقیہ مضمون)

پس نامہ نگاروں کی جماعت بھی عام افراد کی طرح ہر خبر سے متاثر ہوتی ہے - اگر جرمن قوم کا نامہ نگار ہے تو اسکو ہمیشہ جرمن جھنڈا ہی بلند نظر آئیگا - جرمنی کے مظالم کی داستان کتنی ہی درد انگیز ہو' جرمن نامہ نگار اسکی کوئی بہتر تاویل کرلے گا - مگر فرانس کا نامہ نگار اس میں اصلیت سے زیادہ مبالغہ کی رنگ آمیزی کرے گا - غرضکہ دنیا کی قدیم و جدید تاریخ پر اعتبار کرنے کا ہمارے پاس کوئی صحیح ذریعہ نہیں - قدیم عہد ظلمت کو جدید دور برق و کھربائیت نے کچھہ زیادہ روشن نہیں کیا - دنیا جسطرح پہلے تاریک تھی اب بھی ہے -

ساتھہ هي جماعت پر جو موثرات فرداً فرداً اثر ڈالتے تے' وہ اب مجموعي طور پر منظر عام پر آجاتے هیں. - دنیا کا سویا هوا نفوذ و اقتدار دفعتاً بیدار هوجاتا ہے - جنرل ' سپہ سالار' فوج ' سلاطین اپني زرق برق وردیوں کے ذریعہ اپنے ذاتي اقتدار کا مجموعي اثر ڈالتے هیں ' مذهب و وطنیت کا جوش تازہ کیا جاتا ہے ' مقرروں کي تقریریں میدان جنگ سے لیکر ایوان سلطنت تک میں آگ لگاتي رهتي هیں' تجارب قدیمہ کا بار بار اعادہ کیا جاتا ہے' کہا جاتا ہے کہ یہ قوم هماري. پراني دشمن ہے ' همارے تہذیب و تمدن کو اس نے سینکڑوں بار برباد کردیا ہے' بائیسکوپ میں فوجي نقل و حرکت کے تماشے دکھائے جاتے هیں - قلعے فتح کیے جاتے هیں' گرجوں میں آگ لگائي جاتي ہے ' دار العلوم اور کتب خانے لوٹ لیے جاتے هیں ' قوم دیکھتي ہے کہ همارے علوم و فنون کا ' هماري دولت و ثروت کا ' هماري گذشتہ مجد و عظمت کا' سرمایۂ کہن دفعتاً برباد هوا جاتا ہے - قوم زخمیوں کا چہرہ نہیں دیکھتي' اونکے چہرے کا زخم دیکھتي ہے - تلوار کي چمک ' توپ کي گرج ' کمان کي چرچراهٹ ' گھوڑوں کي هنہناهٹ ' جنگي جہازوں کے مستول ' لہراتے هوے پرچم ' رنگیں جھنڈے ' اور ان سب کا مجموعي ساحرانہ اثر' دنیا کے دفتر حواس کا شیرازہ درهم برهم کردیتا ہے - حقیقت صورت کے پردے میں چھپ جاتي ہے ' تکرار و اعادہ جسکا جماعت پر سب سے زیادہ اثر پڑتا تھا ' ایک عام چیز هوجاتي ہے - هر شخص خواهش کرتا ہے کہ دنیا کو دهراؤ ' واقعات کا اعادہ کرو' ایک هي خبر کو بار بار اغراق و شاعري کا اضافہ کرکے سناتے رهو!

ایک هي خبر مختلف اخباروں میں بار بار شائع هوتي ہے ' اور دنیا اوسکو مختلف زبانوں سے سنتي ہے - سریان خیال کا معنوي اثر عام هوجاتا ہے ' اور پریس کي مادي طاقت اوس میں اور بھي بال و پر لگا دیتي ہے -

پس زمانۂ جنگ میں دنیا جماعت کا ایک مشہور جوانگاہ بن جاتي ہے ' اور جماعت کے تمام موثرات نیچے سے ' اوپر سے ' اندر سے ' باهر سے ' مشرق سے ' مغرب سے ' جنوب سے ' شمال سے ' غرض هر طرف سے اپني پوري طاقت کے ساتھہ عمل کرنے لگتے هیں - اسلیے تمام دنیا اندهي هوجاتي ہے ' خیرہ سر هوجاتي ہے ' بیراهہ رو هوجاتي ہے - افلاطون اپنے رواق میں افلاطون تھا ' مگر ان موثرات کے هجوم میں وہ بھي مثل اوروں کے ایک انسان ہے - فلسفہ یہاں کیا کام دیسکتا ہے؟ وہ بھي اسي آب مدهوشي کا ایک گھونٹ پیکر عام حالت میں مدغم هوجاتا ہے !!

اس عالم میں دنیا واقعات کو مسخ کردیتي ہے ' رات کو خواب میں هوائي جہاز اوڑتا هوا دیکھتي ہے - تناقض واقعہ بن جاتا ہے' تمام متناقض واقعات کو وہ قبول کرلیتي ہے ' " التوحید في التثلیث و التثلیث في التوحید " کي حقیقت اوسکے لیے اوتني هي نا قابل انکار هوجاتي ہے' جتنا فلسفہ' تناقض و تضاد کے استحالہ کو بدیهي اور نا قابل انکار قرار دیتا تھا !

پس زمانۂ جنگ میں دنیا ایک ظلمت کدہ بن جاتي ہے ' جس میں تلوار کي چمک کے سوا دوسري روشني نظر نہیں آتي ' اور اسي برق عالم سوز کي چمک نے دنیا کو اندها کردیا ہے !

(نامہ نگاران جنگ اور فلسفۂ اجتماع)

اب بیسویں صدي میں نامہ نگاران جنگ نے [illegible] شروع کي ہے ' لیکن همکو اونکے فن روایت کا بھي نقد [illegible] اور انکي روایت کي حقیقت پر فلسفۂ اجتماع کي روشني میں نظر ڈالني چاهیے - بہت کم لوگ هونگے جنہوں نے اس حیثیت سے اس موضوع کا [illegible]

زمانۂ جنگ میں دنیا ایک نئي جماعت بن جاتي ہے ' اور اسکے تمام افراد کے معتقدات و خیالات ' بلکہ کان ' آنکھہ ' هاتھہ ' پاؤں ' سب ایک هو جاتے هیں - نامہ نگاران جنگ بھي اسي دنیا میں رهتے هیں ' اسلیے وہ بھي اسي نئي متحدہ جماعت کا ایک جزو هوتے هیں - کہیں باهر سے نہیں آتے - دنیا پر جن چیزوں کا اثر پڑسکتا ہے ' وهي اون پر بھي پڑتا ہے - بلکہ میدان جنگ کے مناظر هونیں اور اونکا دائمي مطالعہ اون پر جنگ کا سب سے زیادہ اثر ڈالتا ہے -

اگر دنیا اندهي ہے تو وہ بھي اندهے هیں ' اگر دنیا بہري ہے تو وہ بھي بہرے هیں - اسلیے وہ جو کچھہ دیکھتے هیں ' اور جو کچھہ سنتے هیں' وہ بھي اوتنا هي مشتبہ ' قابل جرح' اور غلط آمیز هوتا ہے - جتنا خود همارے مشاهدات و مرئیات - و لیس المسئول با علم من السائل ؟

پھر یہ کیسي عجیب بات ہے کہ جب دنیا اندهي هوتي ہے تو اندهوں سے بینائي مانگتي ہے ؟ جب وہ بہري هوجاتي ہے تو بہروں سے سامعہ طلب کرتي ہے ؟ جب محروم العقل هوجاتي ہے تو اپنے هي جیسے محروم العقل هستیوں سے عقل و دانائي کا سوال کرتي ہے ؟ جنگ کا جو عالمگیر اجتماعي اثر جماعت کے حواس و امیال پر پڑتا ہے ' اس سے نامہ نگاروں اور مورخین عصر کو کیوں مستثنی سمجھہ لیا جاے ؟ وہ بھي اسي جماعت کے افراد هیں جو جنگ کے جماعتي هیجان و انفجار جذبات کے سوا اور سب کچھہ کھوچکي ہے' اور عقل و استدلال و مشاهدات عقلیہ سے یکقلم محروم ہے - وہ نہ تو آسمان سے اوترے' اور نہ زمین هي شق هوئي تاکہ نامہ نگاروں کي ایک صف اسکے اندر سے ابھرتي - وہ جماعت هي کي اندهي نظر ' جماعت هي کے بہرے کان ' جماعت هي کے محروم العقل دماغ کو ساتھہ لیکر اس کوہ فراموشي کے عین دامنوں میں چلے گئے ' جسکا ساحرانہ اثر هزارها میلوں اور فرسخوں کے فاصلے سے تمام دنیا کو مسحور کررها تھا - پس جس سمندر کي لہریں دور کي بستیوں کو پیام هلاکت دے رهي تھیں ' وہ عین اسکے اندر کود گئے ' جس آتش فشاں پہاڑ کي باران سنگي دور دور کي آبادیوں کیلیے بارش هلاکت تھي ' وہ عین اسکے کناروں میں جاکر کھڑے هوگئے - اب وہ صرف اوروں جیسے ایک معطل دماغ هیں ' بلکہ اوروں سے زیادہ کھوے هوے ' اوروں سے زیادہ گم کردہ ' اوروں سے زیادہ عقل فراموش ' اوروں سے زیادہ مدهوش و حواس فروش !

کہا جاتا ہے کہ اونکي خبریں یقیني مشاهدات کا نتیجہ هوتي هیں ' لیکن اوپر کي مثالوں اور علم بدائت سے ثابت هوچکا ہے کہ جماعت کا مشاهدہ بالکل غلط هوتا ہے ' اور وہ بھي اسي جماعت کے زیادہ غلط بین افراد هیں -

نامہ نگاران جنگ کو جو خصوصیت تمام دنیا سے ممتاز کرتي ہے وہ یہ ہے کہ وہ ایک مخصوص جماعت هیں جنکو عیني گواهوں کي جماعت کہنا چاهیے ' اسلیے همکو گواهوں کي خصوصیات نفس پر بحث کرنا چاهیے' تاکہ انکي قوہ شہادت واضح هوسکے -

شہادت کیلیے عموماً تعلیم یافتہ اور روشن خیال لوگ منتخب کیے جاتے هیں ' لیکن جماعت تو عقل سے خالي هوتي ہے ' اسلیے اگرچہ وہ لوگ شخصي حیثیت میں بہت بڑے دانا و هوشمند تے ' لیکن جماعت میں داخل هوکر اونہوں نے بھي اپنے قواے عقلیہ کو بالکل کھو دیا ہے ' اور اونکي حیثیت ایک عام فرد کي سي هوگئي ہے -

عقل ایک روشني ہے ' لیکن روشني هر جگہہ کام نہیں دیتي - سورج کو هر شخص یکساں طور پر دیکھتا ہے ' لیکن یکساں طور پر اسکي روشني سے کام نہیں لیا جاتا - اسلیے شاهد کتنا هي بڑا

نہیں آتا تھا - اسلیے تمام متاخرین اس سے متاثر ہوے' اور اس مشکل سے بچنے کیلیے سب نے ضروری سمجھا کہ حضرت نوح هي کي طرف ضمیر کولیجائیں - یہاں تک کہ همارے جنہوں نے تو اختلاف کا ذکر بھي نہیں کیا - بطور ایک مسلم قول کے " ومن ذریته " کي تفسیر " و من ذریة نوح " هي کر دي !

جن لوگوں نے اس ضمیر کا مرجع حضرة ابراهیم کو قرار دیا ' انہوں نے تذکرۂ حضرة لوط و یونس کی مشکل کا کیا حل کیا ؟ اسکي تفصیل امام رازي نے نہیں کي حالانکہ پہلے قول کے دلائل بڑي تفصیل کے ساتھہ جمع کیے ' لیکن تفسیر بالروایة کے امام ' اور تمام طبقۂ مفسرین متاخرین میں اکمل و افضل ' حافظ ابوالفداء ابن کثیر (رحمة الله علیه) نے اپني بے نظیر تفسیر میں انکے دلائل نقل کیے هیں :

انه دخل في الـذرية تغليباً كما في قوله تعالى : " ام كنتم شهداء اذ حضر يعقوب الموت اذ قال لبنيه : ما تعبدون من بعدي ؟ قالوا : نعبد الهك واله آبائك ابراهيم و اسماعيل و اسحاق " فاسماعيل عمه و دخل في آبائـــه تغليبـــاً (بر حاشيۂ فتح البيان جلد ۴ صفحه ۹۳۰)

حضرة لوط کا ذکر اس سلسلہ میں بطور تغلیب کے آگیا ہے اگرچہ وہ نسل ابراهیمي سے نہ تھے ' جیسا کہ اس آیة میں ہے کہ " جبکہ یعقوب نے اپنے بیٹوں سے پوچھا : میرے بعد تم کس کي پرستش کروگے ؟ تو انہوں نے کہا : هم تیرے خدا اور تیرے آباؤ اجداد ابراهیـــم ' اسماعیل ' اور اسحاق کے خداء واحد کي پرستش کرینگے -

یہ ظاہر ہے کہ حضرة اسماعیل حضرة یعقوب کے چچا تھے ' باپ نہ تھے - لیکن اولاد یعقوب نے انکو بھي " آبائك " میں داخل کیا - پس جسطرح یہاں تغلیباً انکا نام لیا گیا ہے ' اسي طرح نسل ابراهیمي میں حضرة لوط کو بھي داخل کر دیا -

اس سے معلوم ہوا کہ جو محققین اس طرف گئے کہ ضمیر حضرة ابراهیم کي طرف عائد ہے ' وہ بھي اس مشکل سے بڑي طرح متاثر ہوے کہ حضرة لوط و یونس کا ذکر سلسلۂ ذریة میں کیوں آگیا ہے ؟ اور اسکے سوا اور کوئي حل نہ قرار دیسکے کہ حضرة لوط کو تغلیباً ذریة ابراهیم علیه السلام میں داخل کردیا جاے -

لیکن کیا یہ جواب تشفي بخش ہوسکتا ہے ؟ دلیل میں انہوں نے ایک آیة پیش کي ہے جسمیں اولاد یعقوب نے حضرة یعقوب کے چچا (حضرة اسماعیل) کو بھي اپنے آباء میں داخل کیا تھا ' لیکن کیا یہ مثال واقعي اس مشکل کا حل کردیتي ہے ؟

زیادہ غور کي ضرورت نہیں ' ایک سرسري نظر ڈالکر ہر شخص اندازہ کرسکتا ہے کہ یہ جواب نہ صرف ضعیف بلکہ ضعیف سے بھي کچھہ زیادہ ہے ' اور قرار دادہ تغلیب کے ثبوت میں جو آیة پیش کي گئي ہے ' اس سے پیش نظر مشکل کیلیے کوئي مدد نہیں ملتي -

بلا شبہ اولاد یعقوب نے حضرة اسماعیل کو بھي " آبائك " میں شامل کیا ' لیکن یہ کوئي طرز بیان کي مخصوص تغلیب نہیں ہے بلکہ لغت و زبان اور اطلاقات رسم و ملک کا عام سوال ہے - " چچا " اپني بزرگي اور رشتے کي عظمت کے لحاظ سے ہر جگہ مثل باپ کے سمجھا جاتا ہے ' اور علی الخصوص عربي زبان میں تو " اب " کا اطلاق بکثرت " عم " پر ہوتا ہے - خالہ کو بھي اهل عرب " ام " کہتے ہیں - " آذر " حضرة ابراهیم کے چچا تھے - باپ نہ تھے - توراة میں حضرة ابراهیم کے باپ کا نام " تارح " ہے ' اور حضرة ابن عباس ' مجاهد ' ابن جریح ' اور سدي نے اسکي تصریح کردي ہے - لیکن قرآن حکیم نے " آذر " کو اسي آیة کریمه کے آغاز میں حضرة ابراهیم کا " باپ " کہا : و اذ قال ابراهیم لابیه آذر - خود احادیث میں اس اطلاق کے شواهد ملسکتے ہیں - ایک موقع پر آنحضرت صلی الله علیه وسلم نے حضرت عباس کي نسبت فرمایا ردوا علی ابي - حالانکہ حضرة عباس آپکے چچا تھے - پس اگر " آبائک " میں حضرة اسماعیل داخل کیے گئے ' تو یہ ایک ایسي تغلیب ہے جو لغة عرب میں عام طور پر رائج ہے ' اور " اب " کا اطلاق " عم " پر بربناء لغة کیا جاسکتا ہے - بلکہ لغة کي بنا پر " اب " کے مفہوم کا دائرہ اس سے بھي زیادہ وسیع ہے - فن لغة و الفاظ قرآنیه کا ایک مسلم الثبوت امام لکھتا ہے :

" الاب " الوالد ' و يسمي كل من كان سببـــاً في ايجاد شي ' او اصلاحه او ظهوره ' ابا ' • • • • • و يسمي العـــم مع الاب ابوين ' وكذالك الام مع الاب والجد مع الاب - (مفردات امام راغب اصفہاني صفحه ۴)

" الاب " یعني باپ ' اور هر اس وجود کو جو کسي چیز کي ایجاد یا اصلاح یا ظہور کا سبب ہو ' اب کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں - • • • • • اور اهل عرب ابوین میں باپ کے ساتھہ چچا کو بھي داخل کرتے ہیں اور ماں اور دادا بھي اب کے ساتھہ تبعاً مفہوم میں داخل ہوسکتے ہیں -

لیکن اس سے یہ کیونکر ثابت ہوگیا کہ اُن اشخاص کو بھي کسي شخص کي نسل میں داخل کردیا جاسکتا ہے ' جو اسکي نسل سے نہیں ہیں ؟ " اب " کا اطلاق خود زبان عربي میں چچا پر ہوتا ہے اور اسلیے حضرة اسماعیل بھي آباء یعقوب میں شامل کیے گئے ' لیکن عربي میں ذریة کا اطلاق غیر ذریة و نسل پر کب ہوتا ہے کہ حضرة لوط اور حضرة یونس بھي " ذریة " کے اطلاق میں آسکتے ؟ مثال جو دي گئي ہے وہ یقیناً لغة کے مطابق ہے ' اور اسلیے بالکل ٹھیک ہے ' لیکن جس دعوے کیلیے اس سے شاهد کا کام لیا گیا ہے ' اسکے لیے لغة میں گنجائش کہاں ہے ؟ کہا گیا ہے کہ وہ بھي تغلیب ہے اور یہ بھي تغلیب ہے - لیکن وہ تو ایسي تغلیب ہے جو لغة نے کي ' عرف و رسم نے کي ' اور اسکے شواهد موجود ہیں ' مگر یہ کیسي تغلیب ہے جسکے لیے نہ تو لغة موید ہے ' نہ عرف و عوائد ' اور نہ اور کوئي وجہ و سبب ؟

غرضکہ قائلین قول ثاني نے جو وجہ بتلائي ہے وہ تشفي بخش نہیں ' اور لیس بشي میں داخل ہے -

(کشف حقیقت)

اب چاهیے کہ بطور خود اس آیة کریمه پر تدبر کریں -

بلا شبہ اس آیة میں " و من ذریته " کي ضمیر حضرة ابراهیم علیه السلام هي کي طرف عائد ہے ' اور جن مفسرین کرام نے اسکا مرجع حضرة نوح کو قرار دیا ہے ' انکي تفسیر بوجوہ متعددہ و بینه مرجوح ہے -

یہ بالکل واضح ہے کہ اِن آیات میں ابتدا سے حضرة ابراهیم علیه السلام کا تذکرہ ہو رہا ہے ' انہي کے فضائل و مدارج کي خبر دي گئي ہے ' انہي کي نسبت اپنے اس فضل و کرم کو بتلایا ہے کہ بقاء نسل و دوام ذکر کا مرتبہ عطا کیا گیا ' وهي ہیں جنکو حضرة اسحاق اور یعقوب کي سي اولاد و احفاد دي گئي ' جنکے ذریعہ نسل ابراهیمي نے ایک وسیع سلسلہ اقوام و انبیاء کا پایا -

اب درمیان میں حضرة نوح علیه السلام کي طرف صرف اسقدر اشارہ آگیا ہے کہ حضرة ابراهیم سے پہلے انپر بھي ایسا هي فضل الهي ہوا تھا ' لیکن یہ بالکل ایسا درمیاني و غیر مسلسل جملہ ہے ' جیسا هم لوگ درمیان میں جملۂ معترضہ بول جاتے ہیں - اور ترتیب بیان ' ربط مضمون ' احاطۂ موضوع ' سلسلۂ ما سبق ' داعیۂ مطالب ' یہ سب باتیں ثابت کرتي ہیں کہ اس درمیاني تذکرۂ نوح کے بعد بھي حضرة ابراهیم علیه السلام کا ذکر ہونا چاهیے - اگر ایسا نہیں

وہ سب کے سب دعوۃ ابراھیمي ھي کے ذیل میں داخل ھیں' کیونکہ یہ سب " ذریۃ ابراھیمي " کي نسبت سے بیان کیے گیے' اُن تمام انبیاء کرام میں سب سے زیادہ نمایاں اور عظیم الشان انبیاء چودہ تھے' جنکے نام بعض پیش نظر مقاصد کے لحاظ سے خاص طور پر لیے گئے ھیں -

لیکن قبل اسکے کہ اس آیۃ کریمہ سے ھم استدلال کریں' چند اھم مباحث کا صاف کردینا نہایت ضروري ھے' کیونکہ انکي وجہ سے اس آیۃ کا صاف صاف اور ایک ھي مطلب خواہ مخواہ کو پیچیدگیوں میں پڑ گیا ھے' اور حضرات مفسرین کرام رحمھم اللہ تعالی نے مختلف بحثیں اسکے ضمن میں چھیڑ دي ھیں -

(مرجع ضمیر " ذریۃ " و حقیقت " ذریۃ ")

یہ بالکل ظاھر ھے کہ اس آیۃ اور اسکے ماقبل کي آیتوں میں تذکرہ صرف حضرۃ ابراھیم علیہ السلام کے مقامات و درجات ھي کا ھے (جیسا کہ گذشتہ نمبر میں گذر چکا) اور درمیان میں مختصر ایک ضمني اشارہ حضرۃ نوح علیہ السلام کي جانب بھي کردیا گیا ھے' لیکن چونکہ حضرۃ نوح کے ضمني تذکرہ کے بعد پھر ایک ضمیر آگئي ھے' اسلیے حضرات مفسرین رحمھم اللہ کے سامنے یہ بحث آگئي کہ اس ضمیر کا مرجع کون ھے ؟ حضرۃ نوح یا حضرۃ ابراھیم ؟ (علی نبینا و علیھما السلام)

وضاحت مبحث کیلیے آیۃ کریمہ کا وہ ٹکڑہ پھر ایک بار پڑھ لیجیے :

و وھبنا لـه اسحاق و یعقوب کلا ھدینا' و نوحا ھدینا من قبل' و من " ذریتہ " داؤد و سلیمان و ایوب - الخ یعني ھم نے ابراھیم کو اسحاق اور یعقوب جیسا فرزند اور پوتا دیا' اور نوح جنکو اسے پہلے ھدایت کي' اور " انکي " ذریت میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب پیدا ھوے - الخ - چونکہ حضرۃ نوح کے ذکر کے بعد ھي " و من ذریتہ " (اور انکي ذریت میں سے) آگیا ھے' اسلیے سوال پیدا ھوگیا کہ یہ " انکي " کي ضمیر کس کي طرف راجع ھے ؟

یہ بالکل واضح تھا کہ تذکرہ اصلي حضرۃ ابراھیم کا ھے' اسلیے اس ضمیر کو بھي انھي کي طرف راجع ھونا چاھیے' لیکن حضرات مفسرین کو اسمیں ایک سخت مشکل نظر آئي - انھوں نے دیکھا کہ یہاں لفظ " ذریۃ " کا آیا ھے اور اسکے بعد متعدد انبیاء کرام کا ذکر کیا گیا ھے' پس اس ضمیر کا مرجع وھي ھوگا' جسکي ذریۃ اور نسل سے وہ تمام انبیاء متذکرۂ مابعد پیدا ھوے ھوں - لیکن جن انبیاء کا بعد میں ذکر کیا گیا ھے' اُن میں حضرۃ لوط اور حضرۃ یونس علیھما السلام کا بھي نام آیا ھے' اور یہ بالکل ظاھر ھے کہ حضرۃ لوط حضرۃ ابراھیم کے معاصر تھے - انکي نسل میں سے نہ تھے - اسي طرح اُنکے نزدیک حضرۃ یونس کو بھي نسل ابراھیمي سے تعلق نہ تھا - پس ضرور ھے کہ " و من ذریتہ " کي ضمیر کا مرجع حضرۃ نوح (ع) اور ترتیب بیان کے لحاظ سے بھي اسکا قریبي مرجع وھي ھیں - چنانچہ امام ابن جریر طبري رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ھیں :

و الھاء التي في قولـه : " و من ذریتـه " من ذکر نـوح' و ذالـك ان اللہ ذکر في سیاق الایات التي تتلو ھـذہ الایۃ' لوطا' و معلوم ان لوطا لم یکن من ذریۃ ابراھیم .... لو ارید بالذریۃ ذریۃ ابراھیم لما دخل یونس و لـوط فیھم' ولا شک ان لوطا لیس من ذریۃ ابراھیم و لکن من ذریۃ نوح' فلذالـك وجب ان تکون الھاء فی " الذریۃ " من ذکر نوح - (جلد ۷ صفحہ : ۱۷۲)

اور ضمیر کي " ھاء " جو " و من ذریتہ " میں ھے' حضرۃ نوح کے متعلق ھے - اسلیے کہ اللہ تعالی نے اس آیۃ کے سلسلے میں حضرۃ لوط کا بھي نام لیا ھے' اور یہ معلوم ھے کہ حضرۃ لوط حضرۃ ابراھیم کي نسل سے نہ تھے - ...... اگر قران کا مقصود لفظ " ذریۃ " سے حضرۃ ابراھیم کي " ذریۃ " ھوتا' تو انکي نسل میں حضرۃ لوط اور حضرۃ یونس کے ناموں کو کبھي داخل نہ کرتا' اور اسمیں کوئي شک نہیں کہ حضرۃ لوط حضرۃ ابراھیم کي نسل سے نہیں بلکہ حضرۃ نوح کي نسل سے تھے - اس بنا پر ضروري ھوا کہ " ذریتہ " کي " ھاء " کو ذکر حضرۃ نوح ھي میں سے قرار دیا جاے -

اس تفسیر کے مطابق تاویل عبارت یوں ھوگي کہ " و نوحا وفقنا للحق من قبل ابراھیم و اسحاق و یعقوب' و ھدینا ایضاً من ذریۃ نوح ؛ داؤد و سلیمان " یعني نوح کو ھم نے ابراھیم و اسحاق و یعقوب سے قبل راہ ارشاد دکھلائي' اور نیز نوح کي نسل میں سے داؤد و سلیمان وغیرھم کي بھي ھدایت کي -

تاھم چونکہ آیۃ کا موضوع اور سیاق و سباق کي ترتیب صاف صاف ظاھر کرتي تھي کہ اصل تذکرہ حضرۃ ابراھیم کا ھے نہ کہ حضرۃ نوح کا' اسلیے ایک جماعۃ محققین کي اس طرف بھي گئي کہ یہ ضمیر حضرۃ ابراھیم ھي کي طرف راجع ھے' اور اُنھی کی ذریۃ کي آگے چلکر مزید تشریح کي ھے -

چنانچہ امام رازي نے دونوں جماعتوں کے قول نقل کیے ھیں' اور دونوں کو " قیل " کے لفظ سے تعبیر کیا ھے' نیز قائلین ذکر نوح کے دلائل بھي زیادہ تفصیل سے بیان کیے ھیں :

قیل المراد و من ذریۃ نوح و یدل علیہ وجوہ (الاول) ان نوحا اقرب المذکورین - (الثاني) ذکر في جملتھم لوطا و ھو کان ابن اخ ابراھیم و ما کان من ذریتـه بل کان من ذریۃ نوح' و کان رسولاً في زمان ابراھیم (الثالث) ان ولد الانسان لا یقال انه ذریته فعلی ھذا اسمـاعیل ما کان من ذریۃ ابراھیم بل ھو من ذریۃ نـوح (الرابع) قیل ان یونس ما کان من ذریۃ ابراھیم - و القـول الثاني - ان الضمیـر عائد الی ابراھیم علیہ السلام و احتج القائلون بھذا القول بان ابراھیم ھو المقصود بالذکر في ھذہ الایات (ج۳-ص-۷۹)

" کہا گیا ھے کہ مراد اس ضمیر سے ذریۃ حضرۃ نوح کي ھے اور اسکے لیے متعدد وجوہ ھیں : (۱) اس ضمیر کیلیے سب سے زیادہ قریبي مرجع حضرت نوح ھي کا ھے - (۲) من جملہ انبیاء ذریۃ کے حضرۃ لوط ھیں' اور وہ حضرۃ ابراھیم کے بھتیجے اور انکے عہد کے ایک رسول تھے' انکي نسل سے نہ تھے - (۳) کسي آدمي کے بیٹے کو اُسکي نسل نہیں کہینگے - ذریۃ کا اطلاق اولاد کي اولاد در اولاد پر ھوتا ھے - پس اس بنا پر حضرۃ اسماعیل بھي حضرۃ ابراھیم کي ذریۃ میں نہ ھوے - ذریۃ حضرۃ نـوح کي ھـوئي' مگر انکا ذکر بھي اس سلسلے میں آیا ھے - (۴) حضرۃ یونس کا بھي نام آیا ھے اور کہا گیا ھے کہ وہ بھی نسل ابراھیمي سے نہ تھے - دوسرا قول اس آیۃ کي تفسیر میں یہ ھے کہ ضمیر حضرۃ ابراھیم ھي کي طرف راجع ھے - اس تفسیر کے قائلین نے اس دلیل سے حجۃ پکڑي ھے کہ ان آیات میں اصل مقصود حضرۃ ابراھیم کا تذکرہ ھے - پس ضرور ھے کہ انھي کي اُسل کا ذکر جاري رھے! "

چنانچہ عام متداول تفاسیر مثلاً مدارک و خازن وغیرہ میں تم پاؤگے کہ دونوں قول نقل کردیے ھیں' مگر ترجیح حضرۃ نوح کے مرجع ھونے کو دي ھے - اور قدماء میں امام ابن جریر کے علاوہ فراء' قشیري' ابن عطیہ (رحمھم اللہ) بھي اسي طرف گئے ھیں - بغوي نے زجاج کا یہ قول نقل کیا ھے : " کلا القولین جائز لان ذکرھما جمیعا قد جری " (دونوں طرح تفسیر کرنا جائز ھے کیونکہ دونوں کا وھاں ذکر کیا گیا ھے)

اصل یہ ھے کہ حضرۃ لوط اور حضرۃ یونس کے ناموں کا آ جانا ایک ایسي سخت مشکل سمجھي گئي' جسکا کوئي عمدہ حل نظر

چنانچہ فرمایا کہ : و من ذریته : داؤد ' و سلیمان ' و ایوب ' و یوسف ' و موسیٰ ' و هارون ' و کذالک نجزي المحسنین - و ذکریا ' و یحییٰ ' و عیسي ' و الیاس ' کل من الصالحین - و اسماعیل ' و الیسع ' و یونس ' و لوطا ' کلا فضلنا علی العالمین !

گو اسکا موقع نہیں لیکن کہنے کیلیے طبیعت میں ے اختیار بیقراري اٹھتي ہے کہ گو یہ مقام محض چند اسماء کو عطف کے ساتھہ جمع کردینے کا تھا ' لیکن بلاغت قرآني یہاں بھي اپنے اعجاز سے غافل نہیں - تم دیکھہ رہے ہو کہ ان چودہ نبیوں کے ناموں کو ایک ھي جملہ میں نہیں گن دیا ہے ' بلکہ اسکے تین ٹکڑے کردیے ھیں اور سب کے درمیان وقف ہے - پہلا ٹکڑہ " محسنین " پر ختم ہوا ' دوسرا " صالحین " پر ' تیسرا " عالمین " پر - ایک بہت بڑا نکتۂ بلاغت اسمیں یہ ہے کہ اگر ایک ھي جملۂ نامہ کے اندر یہ پورے چودہ نام آ جاتے ' تو وہ ناموں کے اجتماع کا اتنا بڑا جملہ ہو جاتا ' جسکو بیک دم پڑھنے سے طبیعت نہایت گراني و ثقالت محسوس کرتي - اسلیے بہ لحاظ اوصاف غالبہ ان انبیاء کي تین جماعتیں کردیں ' اور ہر جماعة کے اسماء کے بعد اُن کي زندگي کے اُن غالب اوصاف کي طرف اشارہ کردیا ' اور اسطرح ایک لنبا سلسلہ جسمیں یکے بعد دیگرے معطوف ہوتے ہوے چودہ نام آ جاتے ' تین چھوٹے چھوٹے ہم وزن جملوں میں منقسم ہوگئے -

بہرحال اس سلسلے میں بقیہ انبیاء کے متعلق تو بالکل ظاھر ہے کہ وہ حضرة ابراهیم کے بعد بني اسرائیل میں آے ' اور ھمارا استدلال یہ ہے کہ یہ تمام سلسلہ دعوة ابراهیمي کے مجددین ھي کا تھا - لیکن حضرة لوط ' حضرة یونس ' حضرة الیاس ' اور حضرة الیسع کے متعلق مفسرین کو مشکلات پیدا ہوگئي ھیں -

حضرة لوط کا ذکر اوپر آچکا ہے - حضرة یونس بھي انبیاء اسرائیل کے سلسلے کے ایک نبي ھیں جنکا اصلي عبراني نام " یوناہ " ہے - وہ " متی " کے بیٹے تھے - عہد عتیق کے صحائف میں عبدیاہ نبي کے بعد انکے ظہور و مواعظ کا بھي ایک مستقل تذکرہ ہے - مثل متعدد انبیاء متاخرین کے یہ بھي امة اسرائیلي کے آخري ماتم گذاروں میں سے تھے -

پس تعجب ہے کہ حضرات مفسرین (رحمہم اللہ) نے کیونکر یہ قرار دے لیا کہ حضرة یونس نسل ابراهیمي سے نہ تھے ؟ اور وہ مثل حضرة لوط کے نہوتے ' جب بھي وہ ذریة ابراهیمي ھي میں داخل تھے کیونکہ سلسلۂ بنو اسرائیل میں جتنے انبیاء کرام آئے ' سب کے سب دعوة موسسۂ ابراهیمي کے مجدد تھے - لیکن لطف یہ ہے کہ جسماني نسل کے اعتبار سے بھي حضرة یونس نسل یعقوب سے ھیں اور یعقوب حضرة اسحاق کے بیٹے تھے ' اور اسحاق حضرة ابراهیم کے (علیہم السلام) !

حضرت " الیاس " کے متعلق بھي لوگوں نے عجیب عجیب قیاسات کیے ھیں ' اور بعضوں کا یہ حال ہے کہ وہ انبیاء کے عبراني الاصل ناموں کیلیے عربي مادوں اور مصدروں کو ڈھونڈھتے ھیں - دراصل تورات میں جو نام " ایلیاہ " کي شکل میں تم دیکھتے ہو ' وھي عربي میں آ کر " الیاس " ہوگیا ہے - حضرة ایلیاہ کا مفصل تذکرہ کتاب سلاطین اول اور دوم ' دونوں میں موجود ہے - انکا ظہور " اخي اب " بادشاہ کے زمانے میں ہوا ' جو یہودي ہوکر بعل کے بتوں سے مرعوب ہوگیا تھا - انکے متعلق کتاب سلاطین دوم (۲ : ۱۰) میں لکھا ہے کہ جب یردن پار اترے ' تو ایک آتشیں رتھہ آسمان سے اترا - اور وہ یکایک غائب ہوگئے - صدیوں تو انھي کے دوبارہ ظہور کا انتظار تھا -

بہرحال یہ بھي ایک رسول اور مجدد اسرائیلي تھے ' اور دعوة ابراهیمي کي ذریة میں جسم و روح دونوں اعتبار سے داخل -

حضرة " الیسع " کے متعلق انسے بھي زیادہ غلط فہمیاں پیدا ہوئي ھیں ' اور انکي شخصیت کے متعلق کوئي صاف فیصلہ نہیں کیا گیا ہے -

بعض تو اس عام غلط فہمي کي بنا پر کہ یہ نام عربي ھیں ' انکے مصادر و مواد ڈھونڈھنے لگے ' بعض نے " الیاس " اور " الیسع " دونوں کو ایک قرار دیا ' بعض نے کہا کہ اسپر الف لام کا آنا اسکي عربیت کی پوري دلیل ہے -

اس سے بھي زیادہ آجکل کے بعض مدعیان تحقیق جدید نے ٹھوکر کھائي ہے ' اور لکھا ہے کہ تورات میں جس نبي کا نام " یسعیاہ " آیا ہے اور جنکا ایک صحیفہ بھي موجود ہے ' وھي الیسع ھیں -

لیکن دراصل یہ تمام تحقیقات بے سود ہے - مثل اور ناموں کے یہ نام بھي عبراني ہے ' مگر بغیر کسي تبدیلي کے بعینہ عربي میں آگیا ہے - کتاب سلاطین اول و دوم میں جہاں حضرت ایلیاہ کا ذکر کیا گیا ہے ' وہاں انکے ایک ساتھي " الیسع " بھي ھیں ' جو انکي غیبت کے بعد انکي نبوة کے وارث ٹھہرے ' اور جب یردن پار اُترے تو یریحو کے انبیاء زادوں نے پکارا : " ایلیاہ کي روح الیسع پر اُتري " (سلاطین ۲ : ۱۵)

اگر ھمارے مصنفین نے تورات کا مطالعہ کیا ہوتا ' تو یہ دقتیں پیدا نہ ہوتیں -

بہرحال حضرة " الیسع " علیہ السلام بھي قطعاً اسرائیلي ھیں ' اور اسلیے قطعاً حضرة ابراهیم علیہ السلام کي جسماني ذریة سے بھي ھیں ' اور اُنکي روحاني ذریة سے بھي ' وہ بھي مثل دیگر انبیاء بنو اسرائیل کے تجدید دعوة ابراهیمي کیلیے آے جو شریعت موسوي کے نام سے موسوم تھي -

(تفسیر آئمۂ اهلبیت علیہم السلام)

اور الحمد للہ کہ " و من ذریته " کي بھي تفسیر بعض ائمۂ اهلبیت کرام علیہم السلام نے بھي کي ہے ' اور في الحقیقت اُن خزائن و ینابیع علوم نبوت سے بڑھکر اور کون ہے جسکي تفسیر مقبول و مطلوب ہوسکتي ہے ؟

حجاج بن یوسف نے ایک مرتبہ حضرة امام باقر علیہ و علی اجدادہ و آبائہ الصلواة والسلام سے پوچھا کہ آپ لوگ حضرات حسنین علیہما السلام کو آنحضرة صلی اللہ علیہ و سلم کي ذریة قرار دیتے ھیں ' اور کہتے ھیں کہ یہ قرآن سے ثابت ہے - مگر میں نے تمام قرآن کا مطالعہ کیا ' مجھے کہیں انکا ذکر نہیں ملا -

اسپر حضرة امام علیہ السلام نے فرمایا :

الیس تقرء سورة الانعام "و من ذریته داؤد و سلیمان" حتی بلغ : و یحیی و عیسی " فقال : الیس من ذریة ابراهیم و لیس له اب ؟

" کیا تو نے سورۂ انعام میں یہ آیة نہیں پڑھي کہ : و من ذریته داؤد و سلیمان " اور کیا اسي سلسلہ میں حضرة عیسي علیہ السلام کا بھي نام نہیں آیا ہے ؟ اگر آیا ہے تو حضرة عیسیٰ حضرة ابراهیم کي ذریة کیونکر ہوے - حالانکہ انکا باپ نہ تھا ؟

جواب کا مطلب یہ ہے کہ جب حضرة مریم علیہا السلام کے نسب کي بنا پر خدا نے حضرة عیسیٰ کو ذریة ابراهیم قرار دیا ' تو پھر حضرة سیدة النساء فاطمة الزهراء علیہا السلام کے لخت جگر کیوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کي ذریة نہوں ؟

امام رازي وغیرہ نے اس جواب کو حضرة امام باقر علیہ السلام کي طرف نسبت دي ہے ' لیکن حافظ ابو الفداء نے بسلسلۂ روایت یحیی بن یعمر کي طرف منسوب کیا ہے - میں نے حضرات مفسرین اثنا عشریہ کي مصنفات اس غرض سے دیکھیں ' تو تفسیر صافي میں بعینہ حضرة امام کا مندرجۂ صدر قول ملگیا -

اس جواب سے ثابت ہوا کہ آیة انعام میں " و من ذریته " کي ضمیر کا حضرت ابراهیم کي طرف عود اسدرجہ مسلم تھا کہ جنب حضرة امام نے استدلال کیا ' تو معترضین تک میں کچھہ جواب نہ دیسکے -

نیز یہ کہ حضرات آئمۂ اهل بیت نبوة علیہم السلام کا بھي یہی مسلک تھا - و الحمد للہ علی ذالک -

ہے تو یہ ربط و نظم بیان کے بالکل خلاف ہے' اور لوگ اسے کلام الہي کیلیے جائز رکھیں' مگر ہم جائز نہیں رکھہ سکتے -

جن مفسرین نے اس راے کو قبول نہ کیا' بلا شبہ انہوں نے حقیقت شناسي کا زیادہ ساتھہ دیا' لیکن افسوس کہ جسقدر ذخیرہ همارے پاس موجود ہے' اسمیں انکي جانب سے کوئي تشفي بخش حل اُن مشکلات کا نہیں ملتا جو قائلین مذھب اول نے پیدا کردیے ھیں -

" ذریة " کے لفظ' اور حضرة لوط اور حضرة یونس کے تذکرہ نے کچھہ ایسا اوجھاؤ پیدا کردیا ہے کہ پہلي جماعت نے تو اسکو لا علاج قرار دیکر سرے سے ضمیر ہي کو وھاں سے ھٹا دیا' اور دوسري نے بھي تغلیب کے سوا اور کچھہ چارہ کار نہ دیکھا -

لیکن دراصل اسکا حل دوسرا ہے - ممکن ہے کہ ہم حقیقت سے کوئي قریب تر جگہ پالیں - " ذریة " کي ضمیر تو ضرور حضرة ابراھیم ھي کي طرف پھرتي ہے - اسمیں کوئي شک نہیں - لیکن " ذریة " کے لفظ سے یہاں مقصود محض جسماني نسل ھي نہیں ہے - انبیا کي ذریة اصلي' ذریة جسماني نہیں ھوتي' اور نہ جسماني نسل کوئي ایسي چیز ہے کہ اسے انبیاء کیلیے خدا ایک بہت بڑي نعمت قرار دے - بلکہ یہاں حضرة ابراهیم کي وہ عظیم الشان " ذریة " معنوي مراد ہے جو انکي " دعوة مؤسسہ " سے مثل حضرة نوح کے پیدا ھوئي اور پھیلي' اور جسکے بڑے بڑے مجدد وہ انبیاء ان علیہم السلام تھے' جنکے اسماء گرامي اس آیۃ کریمہ میں لیے گئے ھیں -

خدا تعالی یہاں اپنے احسان و فضل کا ذکر کررہا ہے' جو خصوصیت کے ساتھہ حضرة ابراھیم علیہ السلام پر مبذول ہوا -

اس احسان کا ایک ٹکڑہ تو خاص انکي ذات و عہد سے تعلق رکھتا تھا کہ اللہ نے انکے قلب کو تمام نقائص خارجیہ سے " ام " رکھا اور انکي فطرة اصلیۂ اسلامیہ کسي خارجي اثر ضلالت و نمائش بطالت سے مرعوب نہوئي' نیز انکو وہ " حجج الاھیہ " عطا کیے گئے جنکے ذریعہ انہوں نے اپنے پاس عقل و ادراک انساني کیلیے سب سے بڑا پیام ھدایت پایا' اور انکے مراتب معنویہ مرتفع و سربلند ھوے

دوسرا حصہ احسان الہي کا وہ ہے جسے قرآن حکیم بقاء ذکر اور لسان صدق " في الآخرین " کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے - اسکي حقیقت تم گذشتہ صحبتوں میں سن چکے ھو کہ مرتبۂ نبوت کي قوة " مؤسسہ " کي طرف اشارہ ہے' جو اپني دعوة کے ذریعہ ایک باقي و قائم امۃ صالحہ پیدا کردیتي ہے' اور اسطرح آنے والے قرن و اجیال میں اس دعوة کا سلسلۂ ھدایت ھمیشہ جاري و ساري رھتا ہے - انکي دعوة کے گھرانے اور نسل کي زندگي افراد و اشخاص کي موت و حیات کے دائرۂ اثر سے باھر ھوجاتي ہے - اگرچہ وجود مؤسس دنیا سے چلا جاے' لیکن اسکي " تاسیس " پر موت طاري نہیں ھوتي -

پہلے قسم کے احسان کا ذکر اس آیۃ میں وھاں ختم ھوتا ہے جہاں فرمایا کہ : و تلک حجتنا آتیناھا ابراھیم علی قومہ' نرفع درجات من نشاء' ان ربک حکیم علیم - اور دوسرا احسان بقاء دعوة اور " لسان صدق في الآخرین " کا وہ ہے جسکو یوں تعبیر کیا کہ : و وھبنا لہ اسحاق و یعقوب کلا ھدینا - نیز ھم نے حضرة ابراھیم کو اسحاق اور یعقوب جیسي اولاد و احفاد دي جنکے ذریعہ دعوة ابراھیمي کے بقاء و تسلسل کا سلسلہ شروع ہوا - اسرائیل (حضرة یعقوب) سے بنو اسرائیل کي امۃ پیدا ھوئي' اور انکي اصلاح و تجدید و احیاء کیلیے یکے بعد دیگرے انبیاء کرام (بہ تحت تاسیس ابراھیمي) آتے رہے -

پس وہ " ذریة " اور " نسل " جو حضرة ابراھیم کو خدا نے دي' جسم اور خون کي نسل نہیں ہے جسکے ماتحت تم حضرة لوط اور حضرة یونس کو کسي طرح نہیں لا سکتے' اور اسلیے حیران ھو - جسماني نسل حضرة ابراھیم کیلیے کوئي بڑا انعام نہ تھا' بلکہ کسي پیغمبر کیلیے اللہ کا ممتاز انعام نہیں ھوسکتا - انکا گھرانا دیوار و در کا احاطہ نہیں بلکہ حق اور تبلیغ حق کا رشتہ ہے' انکا وجود گوشت اور پٹھوں کا ڈھانچ نہیں بلکہ شریعۃ اور شریعۃ کي پکار ہے' انکا وطن مدر اور حجار کا کوئي منجمد ٹکڑہ نہیں' بلکہ سچائي اور راست بازي کے دعوة کا رقبہ ہے' پھر کیوں نہیں کہدیتے کہ انکي ذریة بھي جسم اور خون کي نہیں بلکہ دعوة الہي اور رسالۃ رباني کے بقاء و قیام کي ہے؟

ساري مشکل اس آیۃ کي تفسیر میں لفظ " ذریة " سے پیدا ھوگئي ہے کہ حضرة لوط اور حضرة یونس نسل ابراھیمي سے نہ تھے' اور یہ مشکل سر تا سر نتیجہ اسکا ہے کہ صنف " تاسیس " و " تجدید " کي جو حقیقت گذشتہ صحبتوں میں واضح کي گئي ہے' وہ پیش نظر نہیں ہے -

یہاں " ذریة " سے مراد دعوة ابراھیمي کي وہ " ذریة " ہے جو انکي دعوة " مؤسسہ " نے پیدا کي - وہ " مؤسس " تھے - مجدد نہ تھے - پس جو انبیاء مجددین دعوة ابراھیمي کے ذیل میں ظاھر ھوے' قرآن حکیم نے ان میں سے چند ناموں کي طرف یہاں توجہ دلائي ہے' اور درمیان میں حضرة نوح کي " تاسیس " کي طرف اشارۂ مماثلۃ کردیا ہے' تاکہ واضح ھوجاے کہ اللہ تعالی نے حضرت ابراھیم کو کیسا کچھہ مؤسس بنایا؟ اور کیسي نسل دعوة انسے پھوٹي اور پھیلي پھولي؟

سب سے پہلي دقت اس تفسیر میں حضرة لوط کے متعلق ہے کہ انکا نام کیوں آگیا ہے؟ لیکن یہ دقت' دقت ھي کب ہے جب کہ خود قرآن حکیم نے بتلا دیا ہے :

و ابراھیم اذقال لقومہ : اعبدوا اللہ و اتقوہ' ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون	اور ابراھیم نے جب قوم سے مخاطب ھوکے کہا : اللہ کي پرستش کرو اور اسي سے ڈرو - اگر تم سمجھہ رکھتے ھو تو تمہیں سمجھنا چاھیے کہ تمہاري
. . . .	فلاح اسي میں ہے . . . .
فآمن لہ لوط و قال اني مھاجر الی ربي' انہ ھو العزیز الحکیم -	لیکن قوم کي جہالت و ضلالۃ کیلیے یہ دعوة حق کچھہ سودمند نہ ھوئي' اور صرف لوط ابراھیم پر ایمان لاے -

تورات کتاب پیدایش سے معلوم ھوتا ہے کہ حضرة لوط حاران برادر تارح کے بیٹے اور حضرة ابراھیم کے بھتیجے تھے - (١١ : ٢٧)

اور قرآن حکیم کي مندرجۂ بالا آیت بتلاتي ہے کہ وہ حضرة ابراھیم پر ایمان لاے' اور انکي دعوة کے ساتھي ھوگئے - پس حضرة لوط گو حضرة ابراھیم کي نسل سے نہیں تھے' انکے بھتیجے تھے' لیکن چونکہ انکي دعوة' دعوة مؤسسۂ مستقلہ نہ تھي بلکہ دعوة ابراھیمي ھي کے تابع تھي' وہ اسي دعوة مؤسسہ کے ایک مجدد تھے' اسلیے وہ حضرة ابراھیم کي " ذریة رسالت " ھي میں داخل تھے' اور اسي لیے اس آیۃ میں انکو بسلسلۂ مجددین دعوة ابراھیمي شامل کیا گیا -

(مجددین دعوة ابراھیمي)

اس آیۃ کریمہ میں " و من ذریتہ " کے بعد سے " علی العالمین " تک جتنے انبیاء کرام کا ذکر کیا گیا ہے' وہ سب کے سب بلا استثناء دعوة مؤسسۂ ابراھیمیہ کے مجدد ھیں' اور اسي لیے " ذریة " ابراھیمي میں داخل -

انکي تعداد ١٤ - ہے' اور بیان میں ترتیب تاریخي نہیں ہے کیونکہ یہاں استقراء تاریخي مقصود نہ تھا' صرف دعوة مؤسسۂ ابراھیمي کي بقاء ذریۃ' اور قیام سلسلہ کو ظاھر کرنا تھا -

و النہار (۱۴ - ۲۷)
رات اور دن اور انکے خواص و موثرات کو بھی تمہارا تابع فرمان بنا دیا !

و سخرلکم اللیل و النہار و الشمس و القمر و النجوم مسخرات بامرہ (۱۶ : ۲)
رات، دن، سورج، چاند، سب کو تمہارے تابع کردیا کیونکہ تمام ستارے خدا کے حکم کے تابع ھیں -

غورکرو، ایک "مشرک" اور ایک "مسلم" کی زندگی میں کتنا فرق ہے ؟ مشرک پتھروں سے ڈرتا ہے کہ وہ خدا ھیں، ستاروں سے ڈرتا ہے کہ وہ خدا ھیں، کہنہ اور بوسیدہ قبروں کی اینٹوں سے ڈرتا ہے کہ وہ خدا ھیں، خود انسانوں سے ڈرتا ہے کہ وہ خدا ھیں، لیکن ایک مسلم کا عقیدہ یہ ہے کہ "فاطر السموات و الارض" کی ایک ذات کے سوا دنیا میں کوئی وجود نہیں جس سے ڈرا جاے - ایک مشرک اپنے کو دنیا کی ھرشے سے کمزور و حقیر سمجھتا ہے، لیکن ایک مسلم وجود ذات "عزیز و متکبر" کے سوا خود کو سب سے بلند اور سب سے اعلی سمجھتا ہے، کیونکہ ھر لحظہ اوسکے کان میں یہ آواز آتی رہتی ہے :

لِلّٰہ العـــزۃ و لرسولہ و للمومنین -
عزت صرف خدا کیلیے ہے، اوسکے رسول کیلیے ہے، اور مسلمانوں کیلیے ہے -

اے مشرک انسان ! تو کیوں خدا کے سوا اوروں کیطرف ھاتھہ پھیلاتا ہے ؟ کیا تو اونمیں سے بعض سے بہتر اور بعض کے برابر نہیں ہے ؟ اے مشرک انسان ! تو کیوں خدا کے سوا اوروں سے ڈرتا ہے ؟ کیا وہ بھی تیرے ھی طرح خدا کی مخلوق نہیں ؟ اے مشرک انسان ! تو خدا کو چھوڑ کر کن سے حاجت بر آری کی درخواست کرتا ہے ؟ کیا وہ خود خدا کے محتاج نہیں ؟ پس ایک ھی ہے جسکی طرف ھاتھہ پھیلانا ہے، ایک ھی ہے جس سے ڈرنا ہے، ایک ھی ہے جسکے آگے جھکنا ہے، ایک ھی ہے جسکے آگے گڑگڑانا ہے، ایک ھی ہے جسکو اپنے سے بالاتر سمجھنا ہے، اور ھاں ایک ھی ہے جس سے حاجت بر آری کی درخواست ہے :

قل افرایتم ما تدعون من دون اللہ ان ارادنی اللہ بضر ھل ھن کاشفات ضرہ ؟ او ارادنی برحمۃ ھل ھن ممســکات رحمتہ ؟ قل حسبی اللـــہ، علیـــہ یتـوکـل المتــوکلــون -
اگر خدا مجھے مصیبت پہونچانی چاہے تو کیا تمہارے معبود جنکو تم پکارتے ھو، اوس مصیبت کو دور کرسکتے ھیں ؟ اگر خدا اپنی رحمت مجھپر نازل کرنی چاہے تو کیا وہ روک سکتے ھیں ؟ ھاں کہدو کہ خدا ھی کا رشتہ بس کرتا ہے، بھروسہ کرنے والے صرف اوسیکی ذات پر بھروسہ کرتے ھیں !

پس جو مسلم ہے وہ خود دار ہے، کیونکہ خدا کے بندوں میں اوسکا کوئی ھمسر نہیں، پھر کس سے وہ اپنی ذات کو حقیر سمجھے اور اوسکے سامنے جھکے ؟ اوسنے صرف ایک ھی سے اپنی ذات کو حقیر سمجھا، اور اوسیکے سامنے جھکا -

جو مسلم ہے وہ آزاد ہے، کیونکہ مخلوقات میں کون بڑا ہے جس سے وہ ڈرے ؟ اوسنے ایک کو بڑا سمجھا اور اوسی سے وہ ڈرا -

مسلم خدا کے سوا کسی سے کیوں نہیں ڈرتا ؟ اسلیے کہ وہ دل سے اعتقاد رکھتا ہے کہ :

خدا کے سوا نفع و ضرر کسی کے ھاتھہ میں نہیں -
دنیا کی ھر قدرت و قوت کا مالک وھی ہے -
اوسکے سوا کسی میں قوت و قدرت نہیں -
مخفی دعاؤں کا سننے والا تنہا وھی ہے -
دنیا کی تمام قوتوں کی عنان حکومت صرف اوسی کے دست قدرت میں ہے -
عطاے موت و حیات و نفع و ضرر صرف اوسیکا کام ہے -
ھماری طرح دنیا کا ذرہ ذرہ اوسیکا محتاج ہے، پر وہ کسی کا محتاج نہیں -

(پہلے کالم کا بقیہ مضمون)

پھر کیونکر ممکن ہے کہ شدائد و خطرات کا مہیب دیو اوس مسلم کو خوفزدہ بنا سکے، جسکا قلب مطمئن خدا کے سوا کسی سے خوفزدہ نہیں ؟ اور کیونکر ممکن ہے کہ خوف و ھراس اوس دل پر قبضہ کرسکے جو خدا کے سوا کسی کے قبضہ میں نہیں ؟ اور ھاں کیونکر ممکن ہے کہ متکبرین کی ھیبت و عظمت، جبابرۂ عالم کا قہر و غضب، سپاھیوں کی تیغ و سنان، اور فرعونوں کا جاہ و جلال اوس انسان کو مرعوب کرسکے، جسکی نظر میں یہ سب کے سب ایک دست شل اور ایک عضو معطل سے زیادہ نہیں ؟

پھر جسکی یہ حقیقت ہے، کیونکر ممکن ہے کہ وہ شدائد و خطرات سے خوف کھاکر نصرت حق سے باز آ جاے ؟ اوسکا دل راستی اور سچائی کی سختیوں کو دیکھکر لرز جاے، اوسکی زبان قول حق سے خاموش رہے ؟ اوسکا قدم جادۂ صداقت سے متزلزل ھو جاے ؟ کیونکہ مسلم کی حقیقت یہ ہے کہ وہ خدا کے سوا دنیا میں کسی سے نہیں ڈرتا - اپنے نفع و ضرر کی باگ اوسکے سوا کسی کے ھاتھہ میں نہیں دیکھتا -

پھر کیا یہ سچ نہیں کہ مسلم فطرتاً خود دار ہے کہ اکثر مخلوقات سے وہ برتر اور بعض کے برابر ہے ؟ کیا یہ صحیح نہیں کہ مسلم فطرتاً آزاد اور حر ہے کہ خالق کے سوا وہ کسی مخلوق سے نہیں ڈرتا، کیونکہ قوتوں کا منبع اور قدرتوں کا مرکز اوسکی نظر میں ایک ھی ہے :

ان یمسسک اللہ بضر فلا کاشف لہ، و ان یمسسک بخیر فھو علی کل شیئ قدیر، و ھو القاھر فوق عبادہ، و ھو الحکیم الخبیر (انعام)
اگر وہ ضرر پہونچانا چاہے تو کوئی اوسکو ھٹانے والا نہیں، اور اگر نیکی و برکت دینا چاہے تو وہ ھر بات پر قادر ہے، وہ بندوں پر غالب ہے، وہ ھر نکتہ سے آگاہ ہے، اور ھر خبر سے واقف ہے -

تاریخ و عبر

امر بالمعروف و نہی عن المنکر

تاریخ معتزلہ کا ایک صفحہ

غیلان دمشقی

ذیل کے مضمون میں اور اسکے بقیہ سلسلے میں نہ تو ھمیں فرقۂ معتزلہ کے عقائد و کلام سے کوئی تعلق ہے، اور نہ انکے صحت و عدم صحت پر کوئی تبصرہ کرنا ہے - ایک ایسے دور میں جبکہ تمام نئے مصنفوں اور مصلحوں نے اپنے لیے راہ عمل صرف اعتزال ھی کی تقلید میں پائی ہے، اللہ تعالی نے اپنے فضل و کرم سے اس عاجز کی رھنمائی کی، اور اشاعرہ و معتزلہ، دونوں کی راھوں سے بلند تر ایک تیسری راہ حقیقت و استقامت دکھلا دی - اگر اسکی ھدایت و توفیق دستگیر نہ ھوتی تو سچ یہ ہے کہ ان دونوں راھوں کی دلدل بڑی ھی قدم گیر تھی :

بندۂ را کہ بفرمان خـــدا راہ رود
نگزارند کہ در بند زلیخـــا مانـــد

تمام عالم اسلامی نے حقیقت کو اشاعرہ کی وراثت میں دیدیا تھا - اب بعض نئے مصلحین اٹھے ھیں اور اعتزال کی مفقود و منہدم راہ از سر نو درست کرنی چاھتے ھیں - پر افسوس کہ سلف صالح اور قرون اولون کی اوس راہ کی کسی کو خبر نہیں، جو اوس وقت سے ہے جبکہ نہ تو اعتزال کی پکار بلند ھوئی تھی، اور نہ امام ابو الحسن اشعری کا وجود تھا - بہر حال یہ موقعہ اس تذکرہ کا نہیں - صرف یہ

مواعظ و خطب

الحــريــة فـى الاســلام

ان القـوة لله جميعــا (۲ : ۱۶۰)

اس سے پہلے که دنیا نور اسلام سے منور هو' انسان کا یه حال تها :

وہ دنیا کے ذرہ ذرہ کو خدا سمجهتا تها' جنگل کا هر بڑا درخت اوسکا خدا تها' زمین کا هر خوفناک ابترا اوسکا خدا تها' پہاڑ کا هر سیاہ پتهر اوسکا خدا تها - وہ سانپ کو پوجتا تها که سانپ دیوتا تها' وہ دریا کو پوجتا تها که دریا دیبي تهي' وہ پہاڑ کو پوجتا تها که وہ دیوتاؤں کا مسکن تها' وہ آگ کو پوجتا تها که وہ کبهی اگني دیبي تهي اور کبهی خدا کا مظهر تهي' وہ عام ستاروں کو پوجتا تها که وہ حکمران عالم تهے - وہ چاند اور سورج کو پوجتا تها که وہ نور اکبر تهے' وہ حیوانوں کو پوجتا تها که ان میں انسانوں سے زیادہ قوت تهي' وہ انسانوں کو بهي پوجتا تها که خدا کے اوتار تهے!

هندوستان جو علوم ریاضیه کا سرچشمه تها' پتهروں اور مورتوں کا بندہ تها' یونان جو علوم عقلیه کا مرکز تها' طرح طرح کے دیوتاؤں کا مسکن تها' مصر و بابل جو علم هیئة و فن تعمیر کے سب سے پہلے گهر تهے' ستاروں کے هیکل سے آباد تهے - دنیا اسي تاریکی میں گهري هوئي تهي' که کلدان میں "مسلم اول" کا ظهور هوا' جسے:

فلما جن علیه اللیل را کوکبا قال هذا ربي فلما افل قال لا احب الافلین - فلما را القمر بازغا قال هذا ربی فلما افل قال لئن لم یهدني ربي لا کونن من القوم الضالین - فلما را الشمس بازغة قال هذا ربي هذا اکبر' فلما افلت قال یا قوم اني بريء مما تشرکون' اني وجهت وجهي للذي فطر السموات و الارض حنیفا و ما انا من المشرکین -

رات کو ستاروں کو دیکها تو کہا یه میرا خدا هے' لیکن جب ستارے چهپ گئے تو اوسنے کہا: میں چهپ جانے والوں کو خدائي کیلیے نہیں پسند کرتا - پهر چاند نظر آیا تو پکار اٹها که یه میرا خدا هے' پر جب وہ ڈوب گیا' تو کہا: میرا سچا خدا میري هدایت نکرتا تو یقیناً میں گمراہ هو چکا تها! پهر دن کو جب سورج چمکتا هوا نکلا تو اوسنے کہا: هاں یه میرا خدا هے که یه سب سے بڑا هے' لیکن جب وہ بهي غروب هوگیا تو اوسنے اپني قوم کو مخاطب کیا: لوگو! میں ان سب سے تبري کرتا هوں جنکو تم خدا کا شریک بناتے هو' میں تمام جهوٹے معبودوں سے منهه پهیر کر اوس سچے خدا کیطرف رخ کرتا هوں جسنے آسمان و زمین کو پیدا کیا - میں اپنے خدا کا کسیکو شریک نہیں بناتا -

یه پہلا دن تها جب اسلام نے حقیقت انساني کے چہرے سے پردہ اٹهایا' اور اوسنے بتایا که اے انسان! تو مخلوقات کا بندہ نہیں - تو مخلوقات کا آقا هے - تو انکے لیے نہیں پیدا کیا گیا - وہ تیرے لیے پیدا کیے گئے هیں - تو انکا غلام نہیں بنایا گیا' وہ تیرے غلام بنائے گئے هیں تو تمام مخلوقات سے اشرف هے' اور تیري ذات ان تمام هستیوں سے ارفع هے - تو صرف خالق مخلوقات کا بندہ هے' اور آور تمام مخلوقات کا آقا هے - پهر تو جنکا آقا هے' حیف هے که انکو اپنا خدا بنائے اور انکے آگے غلامي کا سر جهکائے؟

و لقد کرمنا بني آدم و حملنهم فی البر و البحر و رزقنهم من الطیبت و فضلنهم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا: (۱۷ - ۷۱)

هم نے انسان کو عزت و بزرگي بخشي' اوسکو خشکي و تري میں سواري دي' اچهی چیزیں روزي کیں' اور اپني اکثر مخلوقات پر فضیلت کامل عطا کي -

اے انسان! تمام دنیا تیرے هي لیے بني هے - تو اسکي پرستش نکر:

الم تر ان الله سخر لکم ما فی الارض؟ (۲۲ - ۶۴)

کیا تم نہیں دیکهتے که خدا نے جو کچهه زمین میں هے' تمهارے لیے مسخر کردیا؟

هو الذي خلق لکم ما فی الارض جمیعا' (۲ : ۲۷)

خدا وهي ذات اقدس هے جسنے تمهارے لیے تمام زمین کي چیزیں پیدا کیں!

بلکه آسمان و زمین کي سب چیزیں تیرے هي لیے هیں - تو انکے لیے نہیں هیں - پس تو انکو خدا نه جان:

الم تروا ان الله سخر لکم ما فی السموات و ما فی الارض؟ (۳۱ : ۱۹)

کیا تم نہیں دیکهتے که آسمان و زمین کي تمام چیزیں تمهارے لیے خدا نے مسخر کردیں؟

و سخر لکم ما فی السموات و ما في الارض جمیعا (۴۵ : ۱۲)

خدا نے تمهارے لیے آسمان و زمین کي تمام چیزیں مسخر کردیں -

تو دریا کو دیبي نکهه که وہ تو تیري ضروریات کا ایک خزانہ هے:

سخر لکم البحر لتجري الفلک فیه بامره و لتبغوا من فضله (۴۵ - ۱۱)

تمهارے لیے دریا کو مسخر کردیا تاکه اوسمیں خدا کے حکم سے کشتیاں چلیں اور اپني رزق کو تلاش کرو -

و هو الذی سخر البحر لتاکلوا منه لحما طریا و تستخرجوا منه حلیة تلبسونها' و تری الفلک مواخر فیه و تبتغوا من فضله و لعلکم تشکرون (۱۶ : ۱)

خدا وهي ذات قدوس هے جسنے دریا کو مسخر کیا تاکه تم اوس سے تازہ گوشت کهاؤ' اوس سے اپني زیب و زینت کي اشیاء نکالو' اوسمیں تم دیکهتے هو که کشتیاں پاني کو پهاڑتي هوئي چلتي هیں' تاکه اوس سے خدا کي برکت تلاش کرو' اور اوسکا شکر ادا کرو -

تو حیوانات کو دیوتا نه سمجهه که وہ تیرے هي فائدہ کے لیے مخلوق هوے هیں:

و جعل لکم من الفلک و الانعام ما ترکبون' لتستووا علی ظهورہ ثم تذکروا نعمة ربکم اذا استویتم علیه' و تقولوا سبحان الذي سخر لنا هذا و ما کنا له مقرنین (۴۳ : ۱۲)

کشتي اور جانور تمهارے لیے پیدا کیے تاکه تم اونکي پیٹهه پر سیدهے سوار هو' پهر اپنے خدا کے احسان کو یاد کرو' اور کہو که پاک هے وہ ذات جسنے همارے لیے مخلوقات کو مسخر کردیا! هم اپني قوت سے انکو مسخر نه کرسکتے!

آگ دیبي نہیں وہ تو تیرے هي لیے پیدا هوئي هے:

والذي جعل لکم من الشجر الاخضر نارا (۳۷ : ۸۰)

خدا وہ هے جسنے سبز لکڑي سے تمهارے لیے آگ پیدا کي!

پہاڑ دیوتاؤں کا مسکن کیسے هو سکتا هے؟ وہ تو خود انسان کے تابع هے اور خدا کا فرمانبردار هے:

انا سخرنا الجبال معه یسبحن بالعشي و الاشراق (۳۸ : ۱۷)

هم نے داؤد نبي کیلیے پہاڑ کو مسخر کردیا که صبح و شام خدا کي تسبیح کریں -

آفتاب و مهتاب اور دیگر ستارے بهي اے انسان تیرے خدا نہیں' تو خود اونکا خداوند و آقا هے' اسلیے تو اونکو سجدہ نکر!

و سخر لکم الشمس و القمر دائبین و سخر لکم الیل

تمهارے لیے آفتاب و ماهتاب کو مسخر کردیا جو حرکت کرتے هیں' اور اسیطرح

سورۂ والتیـــن

[از مولانا مظہرالدین صاحب شیرکوٹی]

(۱)

انسان جب غور و فکر کی آنکھیں کھولتا ہے تو دیکھتا ہے کہ نیچے زمین ہے اور سر پر آسمان ہے - انکی وسعت اسکے خیال سے بالاتر اور انکی قدامت اسکے ادراک سے باہر ہے - ایک طرف وہ عظیم الشان پہاڑوں میں گھرا ہے ' جنکی چوٹیاں نامعلوم بلندیوں تک مرتفع ہیں' دوسری طرف بلاخیز سمندر کی لہریں اسکے ارد گرد طوفاں خیز ہیں' جن کے سامنے انسان کی ہستی تو کیا اسکی زمین بھی رائی کی طرح چھپ جاتی ہے - ان عظیم ترین ہستیوں سے قطع نظر کر کے جب وہ چھوٹے چھوٹے جسموں کی قوت پر توجہ کرتا ہے' تو اور زیادہ متعجب ہوتا ہے کہ ہستی و حیات کے یہ حقیر ذرات طاقت و عمل کی کیسی حیرت انگیز مثالیں اپنے اندر رکھتی ہیں ؟ ! !

وہ ڈسنے والے سانپوں کی برق رفتاری پر خیال کرتا ہے ' خونخوار جانوروں کی طاقت کو دیکھتا ہے ' ابر کے ایک معمولی ٹکڑے سے بڑے بڑے شہروں کا زیر و زبر ہونا اسکے سامنے آتا ہے ' پھونک سے اڑ جانے والی چنگاری کی قوت اسکے پیش نظر ہوتی ہے ' اور جب ان تمام مناظر قدرت کو اپنے سامنے لاتا ہے ' تو بے اختیار پکار اٹھتا ہے کہ اے ہستی انسانی ! تو کیا ہے ؟ تیری حقیقت کچھہ بھی نہیں ! بحر وجود میں پانی کا ایک بلبلہ ' عالم خلق میں ہوا کا ایک جھونکا' میدان تکوین میں مجموعۂ غبار کا ایک نقش پا !

لیکن سورۂ مبارکہ " والتین " میں قرآن حکیم نے اس خیال کی تردید کی ہے' اور شرف انسانی کے دلائل بینہ پیش کیے ہیں - اس نے بتایا ہے کہ عالم وجود کی دوسری چیزوں کے ساتھہ انسان کو کیا نسبت ہے ؟ بلا شبہ انسان پانی کا بلبلہ ہے ' مگر کونسا پانی ؟ وہ جو آب بقاء کا ایک سرچشمہ ہے ! کچھہ شک نہیں کہ انسان ہوا کا ایک جھونکا ہے' مگر کس ہوا کا ؟ وہ ' جو باغ وحدت کی ایک لہر ہے ! ہاں' یقیناً انسان کا وجود ایک نقش پا ہے ' مگر کیسا نقش پا ؟ وہ' جو وجود بحت کا سب سے زیادہ مکمل نشان ہے ! خلاصہ یہ کہ سریر ظہور کا تاجدار اور منصۂ شہود کی رونق' وجود انسانی ہی ہے !

انسان کا اشرف خلائق ہونا ایک ایسا بین دعوی ہے جسکے لیے احتیاج دلیل نہ تھی - لیکن اپنی ہستی سے خود فراموشی ہی' کبھی کبھی مانع کار ہو جاتی ہے' اور اکثر دنیا کے بڑے بڑے اعمال صرف اسی لیے ناتمام رہجاتے ہیں کہ انکے کرنیوالے اپنے آپ کو نہایت ضعیف و ناتواں سمجھکر ہمت ہار دیتے ہیں - لہذا ایک ایسے ناموس الہی کیلیے جو " تبیانا لکل شی " اور " نور مبین " کی حیثیت رکھتا ہو' ضرور تھا کہ انسانی فضیلت کی کامل حقیقت کو اسکے سامنے صاف صاف پیش کر دیے -

علاوہ ازیں یہ دین حنیف کے اوس اہم ترین رکن کی ایک تمہید اور مقدمہ بھی تھا' جسے میں' حضرۃ شاہ ولی اللہ (رحمۃ اللہ علیہ) کی اصطلاح میں " قانون مجازاۃ " کے لقب سے تعبیر کرونگا -

پس اس سورۃ کے مضمون کی تقسیم دو قسموں میں ہو سکتی ہے :
(۱) شرف انسانی کا ثبوت - (۲) قانون مجازاۃ -

(مبحث اول)

والتیـن والزیتـــون و طور سینین و ھذا البلد الامین' لقد خلقنا الانسان فی احسن تقـــویم -

انجیر' زیتون ' طور سینا ' مکۂ معظمہ ' اس دعوے پر شاہد ہیں کہ ہم نے انسان کو بہتر سے بہتر حالت میں پیدا کیا ہے -

" تقویم " کی تفسیر میں قاضی بیضاوی تعریر فرماتے ہیں :

تعدیل بان خص بانتصاب القامۃ و حسن الصورۃ و استجماع خواص الکائنات و نظائر سائر الممکنات (انتہی)

تقویم کے معنی تعدیل کے ہیں ' اور اوس سے مراد یہ ہے' کہ انسان سرو قامتی ' حسن صورۃ ' اور کائنات کے تمام خواص ' اور تمام ممکنات کی تمثیلات کا مجموعہ ہے -

اسی مضمون کو امام رازی ان الفاظ میں ادا کرتے ہیں :

" التقویم" تصییر الشیئ علی ماینبغی ان یکون فی التالیف و التعدیل یقال قومتہ تقویما فستقام و تقـــوم (انتہی)

تقویم کے معنی ہیں کسی شی کا ایسی حالت میں پیدا کرنا جسکے لائق وہ اپنی تالیف و تعدیل میں تھی - ایسے موقعہ پر جب کوئی شے چند چیزوں سے ترتیب دیکر بنائی گئی ہو اور وہ درست ہو' تو اہل عرب کہا کرتے ہیں : قومتہ تقویما فستقام و تقوم -

محدث ابن جریر طبری اپنی شہرۂ آفاق تفسیر میں " تقویم " کے مختلف معنی نقل کرتے ہوے اپنی راے ان الفاظ میں ظاہر فرماتے ہیں :

واولی الاقوال فی ذلک بالصواب ان یقال ان معنی ذلک فی احسن صورۃ و اعدلہا - (انتہی)

تقویم کے معنی میں بہترین قول یہ ہے کہ اسکے معنی احسن و اعدل حالت کے ہیں -

یہ تینوں مفسر اور انکے سوا اور مفسرین بھی اگرچہ ترتیب الفاظ و تعبیر مقصد میں مختلف ہیں ' تاہم منشاء و مآل سب کا ایک ہے - یہ ضرور ہے کہ بیضاوی نے نہایت مفصل اور جامع الفاظ میں " تقویم " کا مفہوم ادا کیا ہے ' جسکا خلاصہ یہ ہے کہ " کیا بلحاظ حسن صورت ' اور کیا بلحاظ بلندی قامت ' انسان تمام ممکنات کی تمثیل اور کل کائنات کے خواص کا مجموعہ ہے " اور یہ انسانی شرف کی بہت بڑی دلیل ہے کہ جو اوصاف (مثلاً حیوانات میں حرکت و ارادہ و انتقام ' نباتات میں نشو و نما ' ملائکہ میں طاعت رب کریم وغیرہ وغیرہ) فرداً فرداً دیگر مخلوقات میں موجود ہیں' وہ سب کے سب ایک وجود انسانی میں مکنون ہیں - فلینظر الناظرون و لیمعن المشتاقون -

اسی مضمون کو قرآن حکیم نے دوسرے مقامات پر بھی بیان کیا ہے - صرف اجمال و تفصیل کا فرق ہے ورنہ مقصود ایک ہے -

ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے :

و صورکم فاحسن صورکم - اے انسانو ! خدا نے تمکو بہترین صورت میں پیدا کیا ہے -

یہاں صورۃ سے مراد صرف نقش و نگار جسمانی یا خد و خال نہیں' بلکہ صور معقولہ و قواء ادراکیہ بھی ہیں - (کما صرح بہ الاصفہانی فی الذریعۃ و المفسرین فی تفسیرہم) --

دوسری جگہ جو بہت زیادہ مفصل ہے اسطور پر مذکور ہے :

واضح کرنا ھے کہ اپني راہ دوسري ھے ' اور اس عہد ضلالت کیش میں الحمد للہ کہ صراط مستقیم سے مہجور نہیں :

راھے کہ خضر داشت ز سر چشمہ دور بود
لب تشنگي ز راہ بگسـر بردہ ایـم ما !

لیکن عقائد و کلام سے باھر آکر تاریخي حیثیت سے اس نامور فرقہ کا مطالعہ کرنا چاھیے جو صدیوں تک مسلمانوں کي علمي و سیاسي زندگي کا ایک بہت بڑا رکن رھا ' اور جسمیں ھر علم و فن کے اساطین و واضعین پیدا ھوے - ھمارا موجودہ تاریخي ذخیرہ اس کے لیے بالکل بیکار ھے - تاھم بعض ذرائع ایسے بھي بچ رھے ھیں جنسے تھوڑا بہت سراغ لگ سکتا ھے - ھم چاھتے ھیں کہ گاہ گاہ بغیر کسي ترتیب کے بعض بصائر و حکم اسکے متعلق شائع کریں -

(امر بالمعروف و نہي عن المنکر)

جس زمانے میں فرقۂ معتزلہ نے نشو و نما پائي تھي ' اسلام تمام دنیا پر فیاضانہ حکومت کررھا تھا ' اور تمام دنیا اوسکے فیض عام سے گل بداماں ھورھي تھي - بالخصوص علماء و فقہاء کو سلاطین و خلفاء کي قدردانیوں نے مالامال کر دیا تھا -

لیکن اس حالت میں بھي اس فرقے نے اپنے دامن کو درھم و دینار کے چمکنے والے داغ سے آلودہ ھونے نہیں دیا - ایسے وقت میں جبکہ دست بہار پھولوں کا انبار لگا رھا تھا ' اور ابر کرم موتیوں کا منھہ برسا رھا تھا ' اس فرقہ نے اپنا دامن قناعت ھمیشہ سمیٹے ھوے رکھا ' اور خار زار حرص و طمع سے اولجھنے نہ دیا -

استغناء اور بے نیازي کي شان مختلف مظاھر میں نظر آتي ہے ' لیکن اوسکا اعلی ترین مظہر امر بالمعروف والنہي عن المنکر ھے - وہ ایک امانت الہي ھے جسکا بار سب سے پہلے علماء کے سر پر ڈالا گیا ھے : و لتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یأمرون بالمعروف و ینہون عن المنکر ' و اولئک ھم المفلحون (۳ : ۱۰۰)

لیکن اس گروہ کي راہ میں سب سے زیادہ درھم و دینار کے خزف ریزے حائل ھوتے ھیں - سلاطین بنو امیہ نے اسي درھم و دینار کي مہر لگاکر علماء کي زبانوں کو بند کرنا چاھا تھا ' لیکن علماء حق کي بے نیازي نے اس سنگ راہ کو ھمیشہ اپنے آگے سے ھٹایا ' اور اس فرض کے ادا کرنے میں جان تک سے دریغ نہ کیا - خلفاء بنو امیہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز نے وراثت شاھي میں جو خزانہ پایا تھا ' وہ اوس مال و متاع سے لبریز تھا جسکو دست تظلم نے سمیٹ سمیٹ کر اوس میں بھر دیا تھا ' اسلیے یہ دولت اون کے سینے کا بوجھہ تھي - وہ اوس سے خزانے کو خالي کرنا چاھتے تھے -

لیکن اس عادلانـــہ اقدام کي طـرف سب سے پہلے اونکو غیلان دمشقي نے توجہہ دلائي جو اکابر معتزلہ میں ایک مشہور نامور متکلم گذرا ھے - اوس نے اونکو ایک خط لکھا کہ :

" اے عمر ! تم نے اسلام کو ایک دلق کہن ' اور ایک بوسیدہ صورت میں پایا ھے ' اے وہ شخص جو تمام مردوں میں سے ایک مردہ ھے ' تو کوئي قابل تقلید راہ اور کوئي زبان سے راستہ بتانے والا آدمي نہیں پایا جس کي رھنمائي سے فائدہ اوٹھاے - آہ ' سنت کا چراغ بجھہ گیا ' بدعات کي تاریکي چھاگئي ' دنیا کو ڈرا یا گیا ھے ' عالم لوگ خود نہیں بولتے ' اور جاھلوں کو بولنے کي اجازت نہیں ملتي - امام کي ذات سے قوم نجات بھي پا سکتي ھے اور ھلاک بھي ھو سکتي ھے ' خدا خود کہتا ھے :

و جعلنا ھـــم ائمـــۃ یھدون بامـــرنا - ھم نے اونکو امام بنایا اور وہ ھمارے حکم سے رھنمائي کرتے ھیں -

یہي امام دنیا کو گمراھي سے بچاتے اور انکو تاریکي سے روشني میں لاتے ھیں ' لیکن ایک قسم کے امام اور بھي ھوتے ھیں :

و جعلنا ھم ائمـــۃ یدعون الي النـــار - اور ھم نے اونکو ایسا امام بنایا جو آگ کي طرف لوگوں کو بلاتے ھیں -

لیکن اس قسم کے ائمہ صاف صاف یہ نہیں کہتے کہ آگ کي طرف آؤ بلکہ دنیا کے سامنے گناھوں کا دروازہ کھولدیتے ھیں - تو اے عمر ! جو لوگ خود دنیا کو گناھوں کي دعوت دیتے ھیں ' کیا وہ دنیا کو گناھوں سے بچا سکتے ھیں ؟ کیا کوئي ایسا حاکم ھے ' جو اپنے اعمال پر خود نکتہ چیني کرتا ھے ؟ کیا کوئي ایسا قاضي ھے کہ جو فیصلہ خود کرتا ھے ' اسي فیصلہ کے خلاف ایک حاکم کو سزا بھي دیتا ھے ؟ کیا کوئي ایسا رھنما ھے جو دنیا کو سیدھي راہ دکھاتا ھے ' اور خود منزل مقصود سے بھٹک جاتا ھے ؟ کیا کوئي رحمدل انسان بھي تکلیف ما لا یطاق دیتا ھے ؟ یا لوگوں سے بجبر اطاعت کرواتا ھے ؟ کیا انصاف بھي ظلم پر آمادہ کر سکتا ھے ؟ کیا سچ بھي جھوٹ بول سکتا ھے ؟ "

یہ خط اگرچہ خلفاء بنو امیہ کے مظالم کا ایک اجمالي متن ھے ' لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز تو خود ھي اونکے ستون سلطنت کو گرا کر عدل و انصاف کا منارہ قائم کرنا چاھتے تھے ' اسلیے اونکو ایک معمار ھاتھہ آگیا - اونھوں نے خوش ھوکر خود غیلان کو طلب کیا ' اور اقامۃ عدل میں اوس سے اعانت کي درخواست کي - غیلان نے خزانہ اور توشہ خانہ کے انتظام کو اپنے ھاتھہ میں لیا ' اور عام منادي کردي کہ " خیانت پیشہ ظالموں کا ' اون ظالموں کا جنھوں نے رسول کي جانشیني کا تو دعوی کردیا ' لیکن رسول کے سنت کي تقلید نہ کي ' مال و متاع بک رھا ھے - جسکو لینا ھو وہ آے "

چنانچہ توشہ خانہ سے ایک موزہ نکلا جسکے دام ۳۰ هزار درھم اوٹھے - غیلان نے اوسکو ھاتھہ میں لیکر کہا : " لوگو ! خدا کے لیے بتاؤ ' کیا یہ لوگ امام بنکر دنیا کي رھنمائي کرسکتے تھے ؟ وہ ۳۰ ھزار درھم کے موزے اوس حالت میں پہنتے تھے جبکہ دنیا بھوک سے مرتي تھي "

اسي حالت میں ھشام ابن عبد الملک آگیا اور کہا : " یہ میري اور میرے باپ دادا کي علانیہ پردہ دري کررھا ھے - اگر موقع ملا تو اسکے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کردونگا " ھشام کے چلے جانے کے بعد غیلان اپنے دوست صالح کے ساتھہ آرمینیا کي طرف روانہ ھوگیا - ھشام نے موقع پاکر اوسکو گرفتار کرایا ' اور چند روز قید رکھکر صالح اور غیلان دونوں کے ھاتھہ پاؤں کٹوا دیے ' اور کہا " تمھارے خدا نے تمھارے ساتھہ کیا سلوک کیا ؟ " غیلان نے کہا " خدا یہ ظلم کیوں کرنے لگا ؟ یہ اوسنے کیا ھے جس پر خدا لعنت کرتا ھے " (مسئلۂ جبر و قدر کي طرف اشارہ تھا) اسکے بعد صالح نے پاني مانگا ' ھشام کے درباریوں نے جواب دیا کہ تمکو آب زقوم پینا پڑیگا جو دوزخیوں کے لیے مخصوص ھے - غیلان نے اس مایوسانہ جواب پر صالح کو تسکین دي ' اور وہ اسي حالت تشنگي میں شہید ھوگیا - غیلان نے نماز جنازہ پڑھي اور نماز سے فارغ ھوکر لوگوں کي طرف متوجہ ھوکر کہا " خدا ان ظالموں سے سمجھے ' انھوں نے زندہ حق کو مردہ ' اور مردہ باطل کو زندہ کیا ' شریف لوگوں کو ذلیل اور ذلیل لوگوں کو معزز بنایا " لوگوں نے اسکي اس آزادانہ تقریر سے متاثر ھوکر ھشام سے کہا " ھاتھہ پاؤں کاٹنے سے تو اوسکي زبان اور تیز ھوگئي " ھشام نے حکم دیا کہ اسکي زبان بھي کاٹ دي جاے - چنانچہ ایسا ھي کیا گیا ' اور شمع ھدایت کي لو ھمیشہ کیلیے خاموش ھوگئي : بل احیاء و لکن لا یشعرون !

یہ علماء حق تھے ' یہ اسلام کي بخشي ھوئي وراثت علم تھي اور یہ وہ ھستیاں تھیں جنکا افسانۂ حق تو آج پڑھلو مگر انکي نسل کي تلاش میں نہ نکلو ' کیونکہ وہ اب دنیاء اسلام میں نہیں بستي - ان علماء حق کے مقابلے میں آجکل کے اُن علماء منافقین و شیاطین اخرس کي ملعنت بھي ھمارے سامنے ھے جو اپني چند روٹیوں کیلیے ' یا کسي مدرسہ کي نوکري کیلیے ' یا کسي امیر کے مردے کے قل کي مٹھائي کیلیے ' یا شمس العلماء کے خطاب کے تحفظ کیلیے ' ایک چھوٹے سے چھوٹے حق کے اظہار کي بھي طاقت اپنے اندر نہیں رکھتے !

مہبط تھا - ابن جریر نے بھی اسی کو پسند فرمایا ہے - چنانچہ لکھتے ہیں :

و اولی الاقوال فی ذالک بالصواب قول من قال طور سینین جبل معروف -	صواب تر قول اس بارہ میں اوس شخص کا ہے جو کہتا ہے کہ طور سینین سے مراد مشہور و معروف پہاڑ ہے -

یہ شہادت ایک عجیب و غریب شہادت ہے جو ثابت کرتی ہے کہ ضعیف و ناتواں انسانی پتلہ میں مادی ترقی کی قوۃ کہاں تک ہے ' اور وہ اپنے کمال کے بازوؤں سے اوڑ کر کہاں تک پہونچ سکتا ہے ؟ اس سے پہلے تم بنی اسرائیل کی حالت پر غور کرو ' وہ ایک ایسی قوم تھی جس نے اسرائیلی برکت اور حضرۃ ابراهیم کے خدا کے وعدے کو فراعنہ کے قدموں میں پامال کردیا تھا - اوس بدبخت قوم نے فطرت کی سب سے زیادہ گراں قدر نعمت (یعنی حریۃ) کو همیشہ غیروں کی چوکھٹوں پر قربان کیا !

یہی بدنصیب بنو اسرائیل تھے جو انسانی عبدیۃ کے خون سے پیدا ہوئے - غلامی کے دودھ سے پلے - استبداد کی آب و ہوا میں بڑھتے رہے - یہاں تک کہ شرف قومی کا پاک جذبہ جسکی حفاظت دل کے خون اور دماغ کی روح سے ہونی چاہیے تھی ' فراموش کردیا گیا - آہ ' صرف یہی نہیں بلکہ اُنہوں نے دیکھا کہ ظالم مصریوں کی خون آشام تلواریں اپنی پیاس اونکے معصوم بچوں کے خون سے بجھاتی ہیں ' اور اونکی مخدرات کی عصمت کی فرعونیوں کے وحشت کدہ پر قربانی ہورہی ہے - یذبحون ابناءہم و یستحیون نساءہم - مگر تاہم اس بے حسی کی صدا سے باز نہ آے کہ : فاذہب انت و ربک فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون -

بد قسمت عبرانیوں کی یہ حالت تھی ' مگر جب جبل طور پر (جسکی قسم اس سورۃ میں کھائی گئی ہے) موسی علیہ السلام کو قانون ملة عطا ہوا ' اور اوسپر آیندہ نسل نے عمل کیا ' تو پھر وہ خلافت ہوئی کہ جو غلام تھے وہ شہنشاہ ہوگئے - جس قوم کو مصر میں سوکھی روٹیوں کے ٹکڑے بھی پیٹ بھرنیکے لیے چین سے نصیب نہ تھے ' اوسکے قدموں پر شام کے خزانے جمع کیے - کنعانیوں اور حبشیوں کے دلفریب سبزہ زاروں کی یہ قوم مالک ہوئی - اموریوں (۱) اور فرزیوں ' حویوں اور یبوسیوں ' کی دودھ و شہد بہانیوالی زمین اونکے قبضہ میں آگئی - اسی کے آفتاب جلالت و سطوت سے بابل و نینوا کے قصر جگمگا اوٹھے ' اور اسی کے رعب و شوکت نے مصر کے ایوانوں کو ہلادیا - یہ سب کیوں ہوا ؟ صرف اسلیے کہ پہلے وہ صراط مستقیم و راہ حق سے بے خبر تھی ' اور اب اوسپر عامل ہوگئی - پہلے وہ اوس قانون الہی سے جو طور پر نازل ہوا جو ترقی کے بے شمار اسرار سے معمور تھا ' محروم تھی اور اب اوسکی پرستار ہوگئی - پس خداوند تعالی نے اسی لیے طور کو جس سے ایک بہت بڑی قوم کے عروج و زوال کی تاریخ وابستہ تھی ' بطور شاهد کے پیش کیا ہے کہ دیکھو ' یہ طور شاہد ہے کہ انسان کو ہم نے اشرف ترین پیدا کیا - کیا باوجود ایک حقیر و ضعیف ہستی ہونے کے اسکی پرواز سب سے زیادہ بلند نہیں ہے ؟

جسطرح کہ پہلے جسم کی شہادت اور اسکے بعد روح کی شہادت بیان کی گئی تھی ' اسی طرح تیسری شہادت میں پہلے جسمانی و مادی ترقی کا ثبوت دیکر چوتھی شہادت اوسکی روحانی ترقی کی دلیل قرار پائی -

(۱) ان تمام الفاظ سے شام کے قبائل مراد ہیں ' اور یہ تلمیح ہے کتاب خروج ۳ / ۱۷ و ۱۷ کے اوس مضمون کیطرف جسمیں حضرۃ موسی علیہ السلام سے انعامات کا وعدہ کیا گیا تھا -

(بلد امین کی شہادت)

و ھٰذا البلد الامین - امین امن سے مشتق ہے ' جسکے معنی حفاظت کرنیکے ہیں - امانۃ کو امانۃ اسی لیے کہتے ہیں کہ اوسمیں حفاظت کی جاتی ہے - امین اگر اسم فاعل کا صیغہ ہے اور اپنے حقیقی معنی امن میں یہاں مستعمل ہے ' تو اسکے معنی ہونگے " حفاظت کرنیوالا " یا مثل قتیل بمعنی مقتول اسم مفعول کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے ' تو اسوقت اسکے معنی ہونگے محفوظ - بہر حال دونوں صورتوں میں بلد امین سے مراد مکہ معظمہ (زادہا اللہ شرفہا) ہے - کذا صرح الکشاف والرازی والبیضاوی وغیرهـم -

پہلی صورت میں مطلب یہ ہے کہ خانۂ کعبہ فارعن الدم (جو شخص کسیکو قتل کرکے بیت اللہ میں آ چھپے) کے قصاص سے اور جانوروں کے شکار سے جبکہ وہ حرم میں داخل ہوجائیں ' حفاظت کرنیوالا ہے - کیونکہ نص قرآنی میں دوسری جگہ "حرما آمنا" موجود ہے -

دوسری صورت میں مطلب یہ ہے کہ یہ کعبۂ محترمہ قتل و غارت ' جنگ و جدال وغیرہ سے محفوظ ہے - یہ چوتھی قسم ہے ' اور انسانی شرف کے جس شعبہ پر شہادت لائی گئی ہے ' اسکو ہم اوپر لکھہ آئے ہیں - اسکی تفصیل کیلیے ایک مختصر مقدمہ پیش نظر رہنا ضروری ہے -

محبت کے دو درجے ہیں - ایک یہ کہ محبوب اور اوسکے جمیع متعلقات سے الفت ہو - اوسکے دیار و لباس کی یاد بھی رہی دل پر اثر کرے جو اوسکی چشم بیمار کے اشارے کرتے ہیں - امرء القیس نے جب ایک سفر میں اپنی معشوقہ کی قیام گاہ کے آثار کو دیکھا ' تو بیخود ہوگیا ' اور یاران سفر سے کہنے لگا :

قفانبک من ذکری حبیب و منزل
بسقط اللوی بین الدخول فحومل

دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ محبوب کے سوا کسی سے محبت نہ ہو - اوسکا روے آتشیں قلب میں وہ آگ روشن کردے کہ ماسوا کی الفت خاکستر ہو جاے ' اور یہ عالم ہو :

جدھر دیکھتا ہوں اودھر تو ہی تو ہے !

یہ مرتبہ پہلے سے اعلی ہے اور اسی کا نام مرتبۂ خلت ہے ' جسکا نمونہ حضرت ابراہیم و اسمعیل علیہما السلام تھے - حضرت ابراہیم کیلیے تو یہ مقام ظاہر ہے کہ جب اون سے اونکے جگر گوشہ و چشم و چراغ اسمعیل کی قربانی کیلیے ارشاد ہوا تو وہ بلا تامل تیار ہوگئے ' اور اسپر حضرت باری سے یہ خطاب عطا ہوا :

واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا	اللہ تعالی نے ابراہیـم کو اپنا خلیل بنایا -

لیکن حضرت اسمعیل بھی اس مقام خلت سے محروم نہ تھے - چنانچہ جب راہ حق میں اونکو قربانی کرنیکے لیے کہا گیا (انی اذبحک فانظر ما تری) تو انہوں نے بلا تامل عرض کیا کہ اے باپ اگر آپ قربان کرنیکے لیے طیار ہیں ' تو میں بھی قربانی ہونے کے لیے حاضر ہوں -

یا ابت افعل ما تومر ستجدنی انشآء اللہ من الصابرین (۳۳ : ۷)

کعبہ مکرمہ جو انہی پرستاران حق و فداکاران ملت کی بناء کردہ تعمیر ہے ' گویا تعلیم خلت کی درسگاہ ہے ' جسکو یہ بزرگوار تعمیر کرتے جاتے تھے اور اپنے جذبۂ عشق میں معمور ہوکر کہتے جاتے تھے :

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم ' ربنا واجعلنا مسلمین	اے ہمارے خدا تو ہمارے اس کام بناء کعبہ کو قبول فرما اسلیے کہ تو ہی ہماری دعا کو سنے والا اور ہمارے کاموں کو جاننے والا ہے -

ولقد کرمنا بني آدم وحملناهم في البر والبحر ورزقناهم من الطيبات وفضلناهم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا -

ہم نے بنی آدم کو بزرگی عطا فرمائی اور تری و خشکی میں اونکے چلنے کیلیے سواریاں بنائیں - عمدہ عمدہ چیزیں عطا کردیں - یہانتک کہ مخلوقات کے اکثر حصہ پر اونکو فضیلت و سعادت حاصل ہے -

ان تمام آیات کو ایک دوسرے کے ساتھہ ملا کر پڑھنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ انکا مقصود فضیلت انسانی کا ثبوت ہے " سورۃ التین " میں اس دعوے کو مدلل و مصرح کیا گیا ہے ' اور ثبوت میں چار دلیلیں بصورت قسم پیش کی گئی ہیں -

محققین نے محاورات عرب و اشعار جاہلیۃ سے اسکا فیصلہ کردیا ہے کہ قسم اپنے ما بعد دعوی کیلیے شہادت و دلیل ہوتی ہے امام رازی سورۂ ذاریات کی تفسیر لکھتے ہوے شروع میں تحریر فرماتے ہیں :

ان الایمان اللتي حلف الله تعالی بها ' کلها دلائل اخرجها في صورۃ الایمان - مثاله قول القائل لمنعمه وحق نعمک الکثیرۃ ' انی لا ازال اشکرک - فیذکر النعم و هي سبب مفید لدوام الشکر -

" تمام وہ قسمیں جو اللہ تعالی نے قرآن شریف میں بیان فرمائی ہیں ' سب کی سب قسم کی صورتوں میں دلائل ہیں - جس طرح کوئی اپنے محسن کا شکریہ ادا کرنیکے لیے کہتا ہے : و حق نعمتک الکثیرۃ ' انی لا ازال اشکرک - اور اس قول میں نعمتوں کا ذکر دوام شکر کیلیے سبب قرار دیتا ہے "

اس مسئلہ کو پیش نظر رکھتے ہوے اب ہمارا فرض ہے کہ ہم یہ ثابت کریں کہ " لقد خلقنا الانسان في احسن تقویم " پر یہ چار قسمیں " تین ' زیتون ' طور سینین ' بلد امین " کیونکر دلیل ہوسکتی ہیں ؟

(تین و زیتون کی شہادت)

"تین" کے معنی بعض مفسرین نے دمشق کے ایک پہاڑ اور بعض نے بیت المقدس کے ایک پہاڑی مقام کے بیان کیے ہیں - لیکن یہ سب اقوال مرجوح ہیں - اور انکے ضعف کی طرف بعض دیگر مفسرین نے اشارہ بھی کیا ہے - مناسب ہی نہیں بلکہ ضروری ہے کہ اس کے معنی اوسی پھل کے لیے جائیں جسکو ہم اپنی زبان میں " انجیر " کہتے ہیں - اسیطرح زیتون سے بھی مراد وہی مشہور پھل ہے جس سے روغن نکالا جاتا ہے ' اور جو اہل عرب کی ہر دل عزیز و جان پرور غذا ہے -

ابن جریر لکھتے ہیں :

حدثنا ابن بشار ... عن الحسن في قول الله والتین والزیتون قال تینکم هذ الذي یوکل و زیتونکم هذ الذي یعصر

حضرت حسن سے مروی ہے کہ قرآن شریف میں تین سے مراد وہی پھل ہے جسے لوگ کھاتے ہیں - اور زیتون سے مراد وہی ہے جس سے روغن نکالتے ہیں -

امام رازی اپنے تفسیر میں تین و زیتون کے معنی بیان کرتے ہوے حضرت ابن عباس رضی اللہ کا قول نقل کرتے ہیں " هو تینکم و زیتونکم هذا " اے اہل عرب! تین و زیتون سے مراد یہی تمہارے مشہور پھل ہیں -

ان دونوں الفاظ کے معنی متعین ہونیکے بعد غور کرو کہ یہ شرف انسانی پر کسطرح شاہد ہیں ؟ تم جانتے ہو کہ انجیر ایک نہایت چھوٹا سا پھل ہے ' لیکن غذا و دوا میں بیشمار فوائد رکھتا ہے - ذائقہ کے لحاظ سے نہایت شیریں ہے - باعتبار طبی فوائد کے قاطع بلغم ' ملین طبع ' مطہر للدمن ' مسمن بدن وغیرہ ' اسکے معمولی خواص ہیں -

پس انجیر شاہد ہے کہ جسطرح یہ جسم صغیر ہوکر بیشمار فوائد کا مجموعہ ہے ' اسی طرح وجود انسانی بھی جسماً مختصر لیکن مختلف قوتوں کا پتلہ ' گونا گون جذبات کا سراپا ' بوقلموں اسرار کا مجسمہ ہے !

بیشک اسکی مٹھی بھر ہڈیوں کا ڈھانچ عالم تکوین کی غیر معدود کوہ پیکر ہستیوں کے سامنے کچھہ حقیقت نہیں رکھتا ' مگر ان ہڈیوں ہی میں وہ طاقت ہے جو پہاڑوں کی چوٹیوں اور سمندروں کے طوفانوں کو مسخر کرسکتی ہے !

دوسری شہادت زیتون کی ہے - وہ یہ کہ جسطرح زیتون میں روغن حلول کیے ہوے ہے ' اور زیتون کی قدر اوسکے روغن ہی کیوجہ سے ہے ' اسی طرح انسانی جسم میں بھی روح کا حلول ہے ' اور اسکا شرف بھی اوسکی روح ہی سے ہے - ورنہ انسان مٹی کا ایک ڈھیر یا حشرات الارض کی گھناؤنی غذا ہے اور بس -

یہاں پر دو سوال اور قابل غور ہیں - ایک یہ کہ جناب باری نے زیتون ہی کو شہادت کیلیے کیوں منتخب کیا ' جبکہ یہ فائدہ اور روغن دار پھلوں یا اسی قسم کے تخموں سے بھی حاصل ہوسکتا تھا ؟

اسکا جواب یہ ہے کہ اہل عرب جو قرآن کریم کے اولین مخاطب ہیں ' اونکے سامنے جو چیز بکثرت موجود تھی ' وہ زیتون ہے ' اور جو فوائد غذاء و دواء کے اعتبار سے آنہیں حاصل ہورہے تھے ' وہ بالکل اونپر واضح و آشکارا تھے -

دوسرا سوال یہ ہوسکتا ہے کہ جبکہ روح جسم سے اعلی و اشرف اور اوسپر حاکم ہے ' تو اسکی شہادت کو جسم کی شہادت سے مقدم ہونا چاہیے ' اور اسلیے والتین کی جگہ والزیتون کے لفظ سے سورۃ کو شروع کرنا چاہیے تھا - یہ درست ہے ' مگر یاد رکھنا چاہیے کہ دلیل و اثبات کے موقعہ پر مقدم ہونیکا وہ چیزیں حق رکھتی ہیں جو تجارب و محسوسات کے دائرہ میں ہوں - قطع نظر فلسفۂ جدیدہ کے جسکی بنیاد کا سنگ اولین ہی تجربہ ہے ' اگر ارسطو و افلاطون کے فلسفہ کو دیکھو - اور کم از کم علامہ بہاری کی سلم کے آخر میں برہان کی بحث سامنے رکھو ' تو معلوم ہوجائیگا کہ دلیل مفید یقین وہی ہوسکتی ہے جسکے مقدمات کی ترتیب امور بدیہیہ اور تجربہ پر ہو ' یا کم از کم ایسے مقدمات کیطرف اونکی تحصیل ہوتی ہو - بہرحال جسم اور اوسکے فوائد محسوس اور بالکل ظاہر ہیں ' اور روح غیر محسوس ہے - پس اسلیے جسم کی شہادت کو حق تھا کہ وہ روح کی شہادت پر مقدم ہو ' اور سورۃ کو والتین ہی کے لفظ سے شروع کیا جاے -

(نکتہ)

زیتون کے لفظ میں ایک اور لطیف اشارہ ہے - وہ یہ کہ جب زیتون سے روغن نکال لیا جاتا ہے تو اوس سے دوسرے فوائد کے علاوہ چراغ بھی روشن ہوسکتا ہے ' اور وہ اپنے ارد گرد تمام چیزوں کو منور کردیتا ہے - اسی طرح وہ روح جو قفس عنصری میں مقید ہے ' اگر بقدر طاقت بشری اوسکو بھی علائق مادیہ سے پاک و صاف کرلیا جاے ' تو پھر اس سے بھی بہت سی تاریک روحیں منور ' اور ظلماتی قلوب روشن ہوسکتے ہیں !

(طور سینین کی شہادت)

" طور سینین " کی تفسیر میں تمام مفسرین اپنی عادت قدیم کے موافق بہت سے احتمالات بیان کرتے ہیں ' مگر در اصل یہ سب تکلف ہے - اس سے مراد وہی پہاڑ ہے جو حضرۃ موسی کیلیے تجلی گاہ ربانی اور بنی اسرائیل کیلیے قانون شریعت کا

هر فرمایش میں البلاغ کا حواله دینا ضروری هے :

رینلڈ کی مسٹریز اف دي کورٹ ف لندن

یه مشهور ناول جو که سوله جلدوںمیں هے ابھي چھپ کر نکلی هے اور تھوڑي سي رهگئي هے - اصلي قیمت کي چوتھائي قیمت میں دیجاتي هے - اصلي قیمت چالیس ۴۰ روپیه اور اب دس ۱۰ روپیه - کپڑیکي جلد هے جسمیں سنهري حروف کي کتابت هے اور ۴۱۶ هاف ٹون تصاویر هیں تمام جلدیں دس روپیه میں وي - پي اور ایک روپیه ۱۴ - آنه محصول ڈاک -

امپیریل بک ڈپو - نمبر ۶۰ سریگوپال ملک لین - بئوبازار - کلکته

Imperial Book Depot, 60 Srigopal Mullick Lane, Bowbazar Calcutta.

نصف قیمت ور تبله انعام

همارا سائنس فکس فورٹ هارمونیم سریلا اور مضبوط سب موسم اور آب و هوا میں یکساں رهنے والا همارے خاص کارخانه میں گراساں لکڑي سے طیار کیا هوا هے اسوجه سے کبھي پوري قیمت اور کبھی نصف قیمت پر فروخت کرتے هیں - ایک مدة کیلیے یه قیمت رکھي گئی هے - ایک مرتبه منگوا کر آزمایش کیجیے - نہیں تو پھر آپکو افسوس کرنا پڑیگا - اگرچه مال ناپسند هوے تو تین روز کے اندر واپس کرنے سے هم واپس کرلیونگے - اس وجه سے آپ دریافت کرلیجیے که یه کمپنی کسی کو دھوکا نہیں دیتی هے - گرانٹی تین برس - سنگل ریڈ اصلی قیمت ۳۵ - ۴۰ - ۵۰ روپیه - اور اسوقت نصف قیمت ۱۹ - ۲۰ - ۲۵ روپیه - و ڈبل ریڈ اصلی قیمت ۶۵ - ۷۰ - ۸۰ - ۹۰ روپیه - و نصف قیمت ۳۲ - ۳۵ - ۴۰ - ۴۵ روپیه - هر ایک باجه کیواسطے مبلغ پانچ روپیه پیشگي روانه کرنا چاهیے اور اپنا پورا پته اور ریلوے اسٹیشن صاف صاف لکھنا چاهیے - هر ایک سنگل ریڈ کے ساتھه ایک ڈوري اور ڈبل ریڈ کے ساتھه ایک تبله و ڈوگی انعام دیا جاویگا - هندي هارمونیم سکھیا کا قیمت ایک روپیه هے -

نیشنل هارمونیم کمپنی ڈاکخانه شماه - کلکته

SALVITAE

یه ایک اتنا مجرب دوا اُن امراض کا هے که جسکي وجه سے انسان اپنی قدرتي قوت سے گرجاتا هے - یه دوا اُن کھوئي هوئي قوت کو پھر پیدا کر دیتي هے - قیمت ایک روپیه -

ASTHMA TABLETS

کسی قسم کا دمه اور کتنے هي عرصه کا هو اگر اس سے اچھا نه هو تو همارا ذمه - کھانسي کے لیے بھي مفید هے - قیمت ایک روپیه -

PILES TABLETS.

بواسیر خوني هو یا بادي - بغیر جراحي عمل کے اچھا هوتا هے - قیمت ایک روپیه -

S. C. Roy, M. A. Mfg. Chemists 36 Dharamtola Street, Calcutta

هر قسم کے جنون کا مجرب دوا

اسکے استعمال سے هر قسم کا جنون خواه نوبتي جنون ' مرگي والا جنون ' غمگین رهنے کا جنون ' عقل میں فتور ' بے خوابي وغیره وغیره دفع هوتي هے - اور وه ایسا صحیح و سالم هو جاتا هے که کبھي ویسا گمان تک بھي نہیں هوتا که وه کبھي ایسے مرض میں مبتلا تھا -

قیمت فی شیشي پانچ روپیه علاوه محصول ڈاک -

S. C. Roy, M. A. 167/3, Cornwallis Street, Calcutta.

امراض مستورات

کے لیے ڈاکٹر سیلم صاحب کا اوپھرالین

مستورات کے جمله السلم کے امراض - کا خلاصه نه آنا - بلکه اسوقت درد کا پیدا هونا - اور اسکے دیر یا هونیسے تشنج کا پیدا هونا - اولاد کا نهونا غرض کل شکایات جو اندروني مستورات کو هوتے هیں - مایوس شده لوگونکو خوشخبري دیجاتي هے که مفصله ذیل مستند معالجونکي تصدیق کرده دوا کو استعمال کریں اور لطف زندگاني حاصل کریں - یعني ڈاکٹر سیلم صاحب کا اوپھرالین استعمال کریں اور کل امراض سے نجات حاصل کرکے صاحب اولاد هوں -

مستند مدراس شاهد - ڈاکٹر ایم - سي - ننجنگا راؤ اول اسسٹنٹ کیمیکل اکزامنر مدراس فرماتے هیں - "میںنے اوپھرالین کو امراض مستورات کیلیے" نہایت مفید اور مناسب پایا -

مس ایف - جي - ویلس - ایل - ایم - ایل - آر - سي - پي ایند ایس - سي گوشا اسپتال مدراس فرماتي هیں :- "نمونے کي شیشیاں اوپھرالین کي اپنے مریض پر استعمال کرایا اور بیحد نفع بخش پایا" -

مس ایم - جي - ایم - براڈلي - ایم - ڈي - (برن) بي - ایس - سي - (لندن) سینٹ جان اسپتال ارکوناتي بمبلي فرماتي هیں : "اوپھرالین جسکو که میںنے استعمال کیا هے" زنانه شکایتوں کیلیے بہت عمده اور کامیاب دوا هے"

قیمت فی بوتل ۲ روپیه ۸ آنه - ۳ بوتل کے خریدار کیلیے صرف ۶ روپیه -

پرچه هدایت مفت درخواست آنے پر روانه هوتا هے -

Harris & Co., Chemists, Kalighat Calcutta

IMPERIAL FLUTE

بیلرین اور نہایت لاجواب قیمت سنگل ریڈ ۱۴ - ۱۸ - ۲۰ روپیه

قیمت ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۸ - ۳۵ روپیه

هر درخواست کے ساتھه ۵ روپیه بطور پیشگي آنا چاهیے -

GANGA FLUTE

قیمت سنگل ریڈ ۱۳ - ۱۷ - و ۲۰ - روپیه -

ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۷ - ۳۵ - روپیه

I mperial Depot. 60, Srigopal Mallick Lane Bowbazar, Calcutta.

پوبن ٹانین

ایک عجیب و غریب ایجاد اور حیرت انگیز غذا ' یه مہاکل مقوی ... کرتي هے - بڑمرده دلونکو تازه بناتي هے - یه ایک نہایت موثر ٹانک هے جوکه یکساں مرد اور عورت استعمال کر سکتے هیں - اسکے استعمال سے اعضاء رئیسه کو قوت ... هے - ... ایک بکس کی قیمت دو روپیه -

زینو ٹون

اس دوا کے بیروني استعمال سے ضعف باه ایکدم زائل هو جاتی هے اس کے استعمال کرتے هي آپ محسوس کرینگے قیمت ایک روپیه آٹھه آنه -

AYESHA

مُفرح دماغ - حسن کي افزایش - رگوں کي تازگي - بال کا بڑھنا یه سب باتیں اسمیں موجود هیں - نہایت خوشبودار - قیمت ۲ روپیه -

نمونه مُفت - مشوره مُفت - فهرست مُفت

Dattin & Co, Manufacturing Chemist, Post Box 141 Calcutta.

مفت! مفت!!

راے صاحب ڈاکٹر کے - سي - داس صاحب کا تصنیف کرده نوجوانوں کا رهنما و صحت جسماني و زندگي کا بیمه کتاب قانون عیاشي - مفت روانه هوگا -

Swasthy Sahaya Pharmacy, 30/2, Harrison Road Calcutta

لک ومن ذریتنا امة مسلمة لک وارنا مناسکنا وتب علینا انک انت التواب الرحیم - ربنا وابعث فیهم رسولا منهم یتلو علیهم اٰیٰتک ویعلمهم الکتاب والحکمة ویزکیهم انک انت العزیز الحکیم (۱ : ۱۴)

اے پروردگار ! اب تو همکو اپنا فرمانبردار بنده بنالے اور هماری نسل سے ایک مطیع و منقاد امة قائم کر - اے خدا اپنے ارکان عبادت همکو هدایت کر اور هم پر رحمت نازل فرما کیونکه تو هي تواب و رحیم ہے - اور پهر اس امة میں ایک ایسا رسول مبعوث فرما جو اونهیں سے هو' وہ رسول تیری آیات انکو سنائے اور تیری کتاب و حکمت کی باتیں انکو سکھائے - تو سب کچھ کرسکتا ہے ' اسلیے که تو سب پر غالب اور سرچشمه حکمت ہے -

پس درسگاه خلت میں ملت ابراهیمی اس پر شاهد ہے که انسانی روح کہانتک ترقی کرسکتی ہے ' اور اسکی انتہا کیا ہے ؟ معلوم هوگیا که اسکی ترقی اس حد تک ہے جہاں پہونچکر ایک هي مقصود ' ایک هي مطلوب ' اور ایک هی شاهد و مشهود سامنے هوتا ہے ' جسکی چشم و ابرو کے اشاروں اور دهن حق طلب کی مسرات پر اپنی عزیز ترین چیزونکو بهي قربان کردیا جاتا ہے -

اے گم گشتگان طریق حق ! اگر دین حنیف تمهارے هاتهوں میں' اسمعیلی خون تمهاری رگوں میں' اور ابراهیمي دعاء کی امة مسلمه تم هو' تو پهر تمهارے لیے ذریعۂ فلاح و نجات وهي جذبه خلت ' وهي جوش محبت ' وهي سوداء عشق ' وهي طریق ابراهیمي ہے ' جسکی شہادت تمهارا کعبۂ مکرمه بزبان حال پیش کر رہا ہے - اور اسکی صدا اوسکے در و دیوار سے آرهی ہے -

حضرۃ شاه ولي الله نے حجة الله البالغه میں اس امر کو مفصل بیان کیا ہے که روح و جسم کا وجود اور اونکا اجتماع دوسرے جانداروں میں بهی ہے - لیکن حصول سلطنت اور مقام خلت جن پر تیسری و چوتهی قسم شاهد ہے ' یه انسان هی کیساتھ مخصوص ہے - ان دو آخری خصوصیتوں میں سے پہلے قوه حیوانیه انسانیه ' اور دوسری قوه ملکوتیه کا خاصه ہے - پس انسان کے قوی' ان فوائد و منافع کے انکشاف کے بعد اون ہے جو انسان کیسے هوسکتا ہے که : لقد خلقنا الانسان في احسن تقویم ؟

(اشتهـار)

اکسیر اعظم یا زندگی کی بہار

(ایجاد کرده حکیم حافظ ابو الفضل محمد شمس الدین)

—:o:—

" ایک سریع الاثر اور مجرب مرکب "

ضعف دماغ و جگر کیلیے یه ایک مجرب اور موثر دوا ہے - خصوصا ضعف معده اور ان ماٰیوس کن امراض کیلیے جنکا سلسله بعض اوقات خود کسی دیک مسلسل هوتا ہے ایک بے خطا اور آزموده مرکب ہے - صحت کی حالت میں اگر اسکا استعمال کیا جائے تو اس سے پهر اور کوئی شے محافظ صحت نہیں هوسکتی -

قیمت فی شیشی ۲ - روپیه محصول ڈاک ۲ - آنه

المشتهر : منیجر دی یونانی میڈیکل اسٹورس فوارا صحت نمبر ۱۸/۱ زین اسٹریٹ ڈاکخانه ویلسلی - مدراس

الهـــلال :

(از جناب مولانا السید مرتضی نو نهروی)

جب دوسرے سال دفعتاً یه نورانی پرچه نظر فقیر سے گزرا تها تو میں نے محرر و مدیر الهلال جناب علامه دوراں' وحید الزماں مولانا ابوالکلام آزاد کو لکها تها که یه هلال نہیں ہے - اسکا نام " البدر" هونا مناسب ہے - اسلیے بدرية کے افق پر تدریجا حرکت و ترقی نہیں کی ہے بلکه بدو تکوین هي سے وہ بدر ہے - لہذا مستحق تسمیۃ البدر عین الکمال روزگار ہے - لیکن اس قمر کو محاق میں چند روز رهنا پڑا - ان ایام ظلمت میں افکار اهل علم و بصیرت کے اندر جو ماتم برپا تها اوس ماتمگساری کا بزبان حال یه نوحه تها :

خون دل خود کن که شرابے به ازیں نیست
آتش بجگر زن که کبابے به ازیں نیست

مگر بمقتضاے : والقمر قدرناه منازل حتی عاد کالعرجون القدیم - اب پهر تاریکي محاق سے نکلکر' عالم اسلام و علوم و ادب کو منور کرنے لگا' اور سماے حرية راے' و معرفت قرآنی' و حقائق حکمة و بیان یزدانی کا آفتاب عالمتاب بنکر نصف النهار و نقطه وسط النهار پر چمکنے لگا -

هنود و براهمه اور عوام شیعه قمر در عقرب کی نحوست کے قائل هیں - گو جناب مجلسي حق الیقین جلد ۱۴ بحار میں بقاعده هیئة و ریاضی اسکی تضعیف پر مائل هیں - دفاتر روایات اهل سنة و جماعت بهي اس روایت سے خالی نہیں هیں مگر محدثین و ناقدین نے اسکو قابل وثوق نہیں سمجها ہے - بہر حال هم اسے عقربیة کے خطرات سے بالکل الگ الگ ہے' اور امید ہے که البلاغ کے بلوغ رشد وکمال کا یه روز دنیاے اسلام میں بهیرا عید عید و تقریب نشاط هو' جو کسی رسم و قید کی پابند نہیں !

هماری آرزوؤں اور امیدوں نے بصورت البـــلاغ اپنا ظهور موفور السرور کیا ہے' مگر قلم جادو نگار علامه عصر حضرت آزاد هی کا ہے - وهي غلغلۂ آفریں عالم ارواح و معانی سے بلند ہے ' وهی علم و فن کی رنگینی ہے' وهي معارف قرآنیه کی نور افشانی ہے جس پر فصاحت و بلاغت هزارها سجده کرتی ہے' وهی معارف افکار اور آزادی راے کا نظاره ہے جو پہلے تها' وهي انکشاف حقائق و علوم ہے جو اسکی خصوصیت تهی' وهي معارف قرآنیه و سنن کی جلوه فرمائیاں هیں جنکے لیے وه غالمگیر شہرت حاصل کرچکا ہے بتفهم و تامل و تبصر -

بهر رنگیکه خواهی جامه می پوش * من انداز قدت را می شناسم

البـــلاغ نقیر کی نظر سے گزرا تو زبان پر یه شعر جاری هوا :

یا بدردجی برصله لحیـــانی * اذ زارکـــم بهجره اوذـــانی
بالله علیک عجل سفلک دمی * لا طاقة لي بلیلة الهجـــران

ایک ماهـوار تاریخی رســاله

میں ایک ماهوار تاریخی رساله جاری کرنے کا مصمم اراده رکهتا هوں' جو تہذیب اخلاق اور تہذیب نفس کا کام انجام دیکر هر ملک و قوم کی صحیح تاریخ پیش کرسکیگا ' پہلا نمبر انشاءالله معاً جنوری میں شایع هوجائیگا - احباب کی خدمت میں گذارش ہے که اس نگارش کے ملاحظه فرمانے هي آپنے اراده سے مطلع فرمائیں که آیا آپ رساله کی (جسکا نام عبرت هوگا) خریداری پر آماده هیں ؟ نیز اپنے قیمتي مشوره اور اعانت سے دریغ نه فرمائیں - رساله کی قیمت صرف ایک روپیه ششماهی ' اور ضخامت بیس چالیس صفحات هوگي - مجهکو مخاطب کرنیکے لیے ذیل کا پته کافي ہے

اکبر شـــاه خان - نجیب آباد

هٰذا بلاغ للناس ولینذروا بہٖ ولیعلموٓا
انما ہو الٰہ واحد ولیذکر اولوا الالباب (۱۴ : ۵۲)

جلد ۱ | کلکتہ : جمعہ ۸ - ۱۵ - ربیع الاول سنہ ۱۳۳۴ ہجری | نمبر - ۶-۷
Calcutta : Friday, January 14, 21, [ ] 1916.

ترجمان القرآن

یعنی قرآن حکیم کا اردو ترجمہ ' از خامۂ ایڈیٹر الہــلال

انسانی صحائف و اسفار کے حقیقی حامل و مبلغ حضرات انبیاء کرام و رسل عظام ہیں - پس انکی تبلیغ و تعلیم اور نشر و ترویج کا مقدس کام دراصل ایک پیغمبرانہ عمل ہے ' جس کی توفیق صرف انہی لوگوں کو مل سکتی ہے جنہیں حق تعالی انبیاء کرام کی معیت و تبعیت کا درجہ عطا فرماتا ہے ' اور انکا نور علم براہ راست مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ ہوتا ہے : وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء -

ہندوستان کی گذشتہ قرون اخیرہ میں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کی توفیق ملی ' وہ حضرت شاہ عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان تھا - انکے فرزند حجۃ الاسلام ' اعلم العلماء ' مجدد العصر ' حضرا شاہ ولی اللہ قدس سرہ تھے ' جنہوں نے سب سے پہلے قرآن حکیم کے ترجمہ کی ضرورت الہام الہی سے محسوس کی ' اور فارسی میں اپنا عدیم النظیر ترجمہ مرتب کیا - انکے بعد حضرۃ شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہما کا ظہور ہوا ' اور اردو زبان میں ترجمۃ القرآن کی بنیاد استوار ہوئی - شکر اللہ سعیہم ' و جعل الجنۃ مثواہم !

اس واقعہ پر ٹھیک ایک صدی گذر چکی ہے ' لیکن یہ کہنا کسی طرح مبالغہ آمیز نہ سمجھا جائیگا کہ نشر و تبلیغ قرآن حکیم کی جو بنیاد اس خاندان بزرگ نے رکھی تھی ' اسکی تکمیل کا شرف حق تعالی نے ایڈیٹر الہلال کیلیے مخصوص کردیا تھا ' جنہوں نے بعض داعیان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فہم حقائق و معارف قرانیہ ' و ضروریات و احتیاجات وقت کو ملحوظ رکھکر قرآن حکیم کا یہ اردو ترجمہ نہایت سلیس ' علم فہم ' معنی خیز ' حقیقت فرما عبارت میں مرتب کیا ہے ' اور بحمد اللہ نہ زیر طبع ہے -

یہ ترجمہ کیسا ہے ؟ ان لوگوں کیلیے جو الہلال کا مطالعہ کرچکے ہیں ' اسکا جواب دینا بالکل غیر ضروری ہے -

یہ ترجمہ حامل المتن ٹائپ کی جگہہ لیتھو میں چھاپا جارہا ہے تاکہ ارزاں ہو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب کے مطالعہ میں آسکے - قیمت فی جلد چھہ روپیہ رکھی گئی ہے - لیکن جو حضرات اس اعلان کو دیکھتے ہی فہرست بھیجدینگے ' ان سے صرف ساڑھے چار روپیہ لیے جائینگے - درخواستیں اور روپیہ منیجر البلاغ کے نام بھیجنا چاہیے -

فی

مقاصد القرآن

هـذا بـيـان لـلـنـاس و هـدى و موعظة للمتقين (۳ : ۳۳)

یعنی قرآن حکیم کی مفصل تفسیر' از خامہ اڈیٹر الہلال

اس تفسیر کے متعلق صرف اسقدر ظاہر کردینا کافی ہے کہ قرآن حکیم کے حقائق و معارف اور اوسکی محیط الکل معلمانہ دعوة کا موجودہ دور جس قلم کے فیضان سے پیدا ہوا ہے' یہ اسی قلم سے نکلی ہوئی مفصل اور مکمل تفسیر القرآن ہے !

یہ تفسیر موزوں کتابی تقطیع پر چھپنا شروع ہوگئی ہے - ہر مہینے کے وسط میں اسکے کم سے کم ۹۴ اور زیادہ سے زیادہ ۱۰۰ صفحے اعلی درجہ کے ساز و سامان طباعة کے ساتھہ شائع ہوتے رہینگے - اس سلسلے کا پہلا نمبر جسمیں نصف حصہ مقدمۂ تفسیر اور نصف سورۂ فاتحہ کی تفسیر کا ہوگا' انشاء اللہ ۱۵ - صفر کو شائع ہوجائیگا - قیمت سالانہ ۱۴ - صفر تک چار روپیہ - بعد کو پانچ - روپیہ -

اڈیٹر الہلال کی راے

میں ہمیشہ کلکتہ کے یورپین فرم " جیمس مرے " کے یہاں سے عینک لیتا تھا - اس مرتبہ مجھے ضرورت ہوئی تو میسرز ایم - اِن احمد - اینڈ سنز (نمبر ۱-۱۵ ربن اسٹریٹ کلکتہ) سے کئی مختلف قسم کی عینکیں خرید کیں' اور میں اعتراف کرتا ہوں کہ وہ ہر طرح پر اور عمدہ ہیں' او ر یوروپین کارخانوں سے مستغنی کردیتی ہے - مزید برآں مقابلۃً قیمت بھی ارزاں ہیں - کام بھی جلد اور وعدہ کے مطابق ہوتا ہے

آپکو واجبی قیمت پر ہر قسم کی اصلی پتھر کی عینک مضبوط صحیح وقت دینے والی گھڑیونکی ضرورت ہو
تو ان میں سے ایک - بطور آزمایش لیں - رعایتی قیمت وغیرہ کی لالچ میں پڑکر دھوکا نہ کھائیں -

صرف اپنی عمر و دور و نزدیک کی بینائی کی کیفیت تحریر فرمانے پر ہمارے لایق و تجربہ کار ڈاکٹرونکی تجویز سے اصلی پتھر کی عینک بذریعہ وی - پی کے ارسال خدمت کی جائیگی - اسپر بھی اگر آپ کے موافق نہ آئے تو بلا اجرت بدل دیجائیگی -

عینک نکل کمانی مع اصلی پتھر کے قیمت ۵ روپیہ سے آٹھہ روپیہ تک -

عینک رولد گولڈ کمانی مع اصلی پتھر کے قیمت دس روپیہ سے پندرہ روپیہ تک - محصول ڈاک وغیرہ ۹ - آنہ -

ہر نظر (یعنی نزدیک و دور دیکھنے) کی عینک قیمت بالترتیب سے ۵ روپیہ زیادہ -

۱ - انگما واچ پتلی خوشنما مضبوط و صحیح وقت کی گارنٹی ۳ سال مع محصول ۵ روپیہ -

۲ - ڈبل کیس خوبصورت و مضبوط وقت کی سچی گارنٹی ۳ سال مع محصول ۹ روپیہ -

۳ - چاندیکی ڈبل کیس مثل کورالیزر کے وقت کی سچی گارنٹی ۳ سال مع محصول ۱۰ روپیہ -

۴ - نکل کیس و میکا واچ نہایت پائدار وقت کی نہایت سچی گارنٹی ۵ سال مع محصول ۱۷ - روپیہ -

۵ - ریسٹ واچ ہاتھہ کی زیب دینے والی مع تسمہ گارنٹی چار سال مع محصول ۱۵ - روپیہ سے ۲۲ - روپیہ تک -

ایم - اِن - احمد اینڈ سنز تاجران عینک و گھڑی نمبر ۱ - ۱۵ ربن اسٹریٹ ڈاکخانہ ویلسلی کلکتہ

جسکا درد وہی جانتا ہے ' دوسرا کیونکر جان سکتا ہے

یہ سچ ہے سردی کے موسم میں تندرست انسان کا جان بلب ہوجاتا ہے - سردی ہٹانے کیلیے بندوبست کیے جاتے ہیں - لیکن افسوس بدقسمتی سے دمہ کے مریض نا قابل برداشت تکلیف دمہ پریشان ہوتے ہیں' اور رات دن سانس پھولنے کیوجہ سے دم نکلے جاتے ہیں' اور نیند تک حرام ہو جاتی - دیکھیے ! کیا اوسکا کسقدر تکلیف ہے - لیکن افسوس ہے کہ اس لا علاج مرض کی بازاری دوا زیادہ تر نشہ اشیاء اور دھتورہ' بھنگ' بلا ڈونا' پوٹاس - اے او دالڈ' دیکر بنتی ہے - اسلیے فائدہ ہونا تو درکنار مریض بے موت مارا جاتا ہے - ڈاکٹر برمن کی کیمیائی اصول سے بنی ہوئی دمہ کی دوا انمول جوہر ہے - یہ معمولی سی بات نہیں ہے بلکہ ہزاروں مریض اس مرض سے شفاء پاکر مداح ہیں - آپنے بہت خرچ کیا ہو لیکن ایک مرتبہ اسے بھی آزمائیں - اسمیں نقصان نہیں - قیمت ایک روپیہ چار آنہ فی شیشی - محصول ۵ آنہ - اس دوا کی دو خاص فوائد ہیں - (۱) ایک خوراک میں دمہ دبتا ہے - (۲) اور کچھہ روز استعمال سے جڑ سے چلا جاتا ہے اور جبتک استعمال میں رہے درد نہیں ہوتا ہے -

ڈاکٹر ایس کے برمن - منبر ۵ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

Printed & Published by Q. Ahmed at the AL-BALAGH Press, 4½, Ripon Lane Calcutta.

Tel. Address: "Albalagh," Calcutta.
Telephone No 648

AL-BALAGH.

Chief Editor:
Abul Kalam Azad,
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly „ Rs. 6-12

جلد ۱

کلکتہ : جمعہ ۸ - ۱۵ - ۲۲ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۴ ھجري
Calcutta : Friday, January 14, 21, 28 1916.

نمبر ۶-۷-۸

البلاغ كي اشاعت ميں تاخير اور اينده كيليے اعلان

اينده سے البلاغ بدستور قديم هفته وار شايع هوگا

(۱) البلاغ كي اشاعت ميں ابتك نهايت بدنظمي رهي - ابتدا ميں اراده كيا تها كه كچهه دنوں تک مهينے ميں دوبار شائع كيا جاے' اور اسطرح جو وقت اس سے بچے وه تصنيف و تاليف ميں صرف هو' ليكن تجربے سے ثابت هوا كه اپنے ليے ايام اشاعت كي هر صورت يكساں هے' اور كام كي كثرت و قلت دل كي جمعيت اور دماغ كے استعداد پر موقوف هے' صرف وقت هي كا سوال نهيں هے - محنت اور ذمه داري ميں اس سے كوئي فرق نهيں آتا' صرف اتني تبديلي هو جاتي هے كه چار مرتبه كي جگه دو مرتبه كام كا اختتام و آغاز هوتا هے - مگر يه تبديلي اپني مشكلات كيليے كچهه زياده سودمند نهيں -

(۲) اس سے بهي بڑهكر يه كه ابتك يكے بعد ديگرے كچهه ايسے افكار و حالات گرد و پيش رهے' جنكي وجه سے طبيعت برابر بجهي رهي' اور انهماک و محويت عمل كا شعله نه بهڑک سكا - اوروں كي خبر نهيں' مگر اپنے كاموں كو ديكهتا هوں تو يهي انهماک اور محويت ميري زندگي كي اصلي قوت اور ميرے تمام ضعف جسم و ناتواني صحت كا علاج حقيقي هے :

اے تو افلاطون و جالينوس ما !

ليكن اب تک يه حال رها كه البلاغ كي تحرير و ترتيب ميں ميرے ليے وه لذت و كيفيت هي نه تهي' جو اپنے ذوق و شوق كے تمام كاموں ميں پاتا هوں' اور جو اگر مجهه سے چهين لي جاے تو ميري قوة شغل و عمل يكسر هلاک هوجاے - اسي كا نتيجه هے كه نه تو البلاغ كے كسي نمبر كو اسكي اصلي تقسيم و ترتيب كے مطابق طيار كيا گيا' نه تمام ابواب و فصول هي شروع هوسكے' اور نه پيش نظر مطالب مهمه كيليے زبان كهلي - صرف يهي خيال سامنے رها كه كسي نه كسي طرح البلاغ مرتب هوكر نكل جاے اور سلسله جاري رهے -

(۳) ليكن الحمد لله كه ميرے دلكي افسردگيوں كا موسم اب بدل گيا هے' كيونكه مجهسے باهر بهي تبديلي هوئي هے - اب ميں مستعد هوں كه اپنا جسقدر وقت البلاغ كيليے نكالوں' ذوق و انهماک كے ساتهه خرچ كروں' اور پرچه بهي هفته وار شائع هو - مجهے معلوم هوا هے كه تاخير اشاعت دوستوں پر بهت شاق هے -

(۴) اس نمبر كي اشاعت ميں بهت دير هوگئي - يه تين هفتوں كي مجموعي اشاعت هے - اُن احباب كرام سے اميد وار معافي هوں جنهوں نے هميشه ميري مشكلوں اور معذوريوں پر نظر ركهكر ميري كمزوريوں كو معاف كيا هے :

سخن طرازي و دانش هنر نظيري نيست
قبول درست مگر نالهٔ حزيں گردد

(۵) آينده نمبر سے انشاء الله هر جمعه كو البلاغ ڈاک ميں پڑ جائيگا' اور بهت سي تبديلياں اسكي ترتيب و مضامين ميں نظر آئيں گي - الهلال كے زمانے ميں اكثر بزرگوں نے لكها تها كه رساله كے مضامين كو طرز تحرير و انتخاب مباحث كے اعتبار سے دو بڑي قسموں ميں منقسم كرديا جاے - چند مضامين نهايت آسان و سهل زبان اور تمام دقيق مطالب و علمي اشارات سے معرى هوں' تاكه هر شخص ان سے دلچسپي حاصل كرسكے' اور چند مضامين مخصوص طور پر اهل علم و نظر هي كيليے هوں' اور صرف انهي كو رساله اپنے مطالب دقيقه' مباحث مهمه' اور انشاء مخصوص كيليے محدود كردے -

اگرچه يه طريق تبليغ و درس ابتدا سے پيش نظر رها هے' ليكن آينده سے اسكي مزيد كوشش كي جائيگي' اور انشاء الله البلاغ كے هر نمبر كے مضامين ميں يه تقسيم ملحوظ رهيگي - الهلال كے جسقدر ابواب مضامين تهے' وه بهي اب انشاء الله بالالتزام البلاغ ميں آپ ملاحظه فرمائينگے - بعض كے مضامين مرتب هوچكے هيں' ليكن ابتک انكي اشاعت كيليے جگه نه نكل سكي -

البيان و ترجمان القرآن

كيليے احباب كرام كو كسي قدر اور انتظار كرنا چاہيے - حتى الامكان پوري كوشش كر رها هوں كه كسي نه كسي طرح اسكا سلسله جلد شروع هو جاے - تفسير اور ترجمه شائع هوجاتا ليكن [illegible] مقدمه كي وجه سے [illegible] هوگئي كيونكه ضروري معلوم هوا كه پهلے [illegible] كے ساتهه مقدمه پورا [illegible] كرديا جاے [illegible] اميد هے كه [illegible] زياده انتظار نه كرنا پڑيگا - البيان كا جب تک پهلا نمبر شائع نهيں هوا هے' رعايتي قيمت كے بهيجنے كي مهلت باقي هے -

"كتاب مرقوم يشهده المقربون" (۸۳ : ۲۱)
" في ذالك فليتنافس المتنافسون ! " [۸۳ : ۲۶]

السحر الحلال في مجلدات الہلال

گاہ گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

(۱) " الہـــلال " تمام عالم اسلامی میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو ایک ہی وقت میں دعوۃ دینیۂ اسلامیہ کے احیاء ' درس قرآن و سنت کی تجدید' اعتصام بحبل اللہ المتین کا واعظ ' اور وحدۃ کلمۂ امۃ مرحومہ کی تحریک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیہ' و فصول ادبیہ ' و مضامین و عناوین سیاسیۃ و فنیہ کا مصور و مرصع مجموعہ تہا - اسکے درس قرآن و تفسیر اور بیان حقائق و معارف کتاب اللہ الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشہاد قرآنی نے تعلیمات الاہیہ کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے ' وہ اسدرجہ عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شـدیـد مخـالفین و منـکرین تـک اسکی تقلیـــد کرتے ہیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور ہیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جملہ ' ایک ایک ترکیب ' بلـکہ علم طرق تعبیر و ترتیب ' و اسلوب و نسج بیان اس وقت تـک کے تمام اردو ذخیرہ میں مجددانہ و مجتہدانہ ہے -

(۲) قـرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الاہیہ کے احکام کو جامع دین و دنیا اور حاوی سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپنی خصوصیات کے لحاظ سے کوئی قریبی مثال تمام عالم اسلامی میں نہیں رکھتا-

(۳) وہ تمام ہندوستان میں پہلی آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکی تمام سیاسی و غیر سیاسی معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کی' اور سیاسی آزادی و حریت کو عین تعلیمات دین و مذہب کی بنا پر پیش کیا - یہاں تـک کہ دو سال کے اندر ہی اندر ہزاروں دلوں ' ہزاروں زبانوں ' اور صدہا اقلام و صحائف سے اس حقیقت کو معتقدانہ نکلوا دیا !

(۴) وہ ہندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادی و عملی الحاد کے دور میں توفیق الہی سے عمل بالاسلام والقران کی دعوت کا از سر نو غلغلہ بپا کردیا ' اور بلا ادنی مبالغہ کے کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار متشککین ' مذبذبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام ' راسخ الاعتقاد مومن ' صادق الاعمال مسلم ' اور مجاہد فی سبیل اللہ مخلص ہوگئے ہیں - بلکہ متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر کے شہر ہیں جن میں ایک نئی مذہبی بیداری پیدا ہوگئی ہے : و ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم !

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جہاد فی سبیل اللہ کے جو حقائق و اسرار اللہ تعالی نے اسکے صفحات پر ظاہر کیے ' وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و موہبت خاص ہے -

(۶) طالبان حق و ہدایت' متلاشیان علم و حکمت' خواستگاران ادب و انشاء' تشنگان معارف الاہیہ و علوم نبویہ' غرضکہ سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعہ اور کوئی نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی ہوجاتی ہوں- وہ مقالات و فصول عالیہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے' جن میں سے ہر فصل و باب بجائے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے ' اور ہر زمانے اور ہر وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید ہوتا ہے-

(۷) چھہ مہینے کی ایک جلد مکمل ہوتی ہے - فہرست مواد و تصاویر بہ ترتیب حروف تہجی ابتدا میں لگا دی گئی ہے - ولایتی کپڑے کی جلد ' اعلی ترین کاغذ ' اور تمام ہندوستان میں وحید و فرید چھپائی کے ساتھہ بڑی تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلی اور دوسری جلد دوبارہ چھپے گی - تیسری' چوتھی اور پانچویں جلد کے چند نسخے باقی رہگئے ہیں - تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتھی جلد میں (۱۲۵) سے زاید ہاف ٹون تصویریں بھی ہیں' اس قسم کی دو چار تصویریں بھی اگر کسی اردو کتاب میں ہوتی ہیں تو اسکی قیمت دس روپیہ سے کم نہیں ہوتی

(۹) با ایں ہمہ قیمت صرف سات روپیہ ہے- ایک روپیہ جلد کی اجرت ہے-

تذکار مقدس

ماہ ربیع الاول

ولادۃ نبوي - صلی اللہ علیہ و سلم

و ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین !

جب زمین پیاسي ہوتي ہے تو رب السماوات و الارض پاني برساتا ہے' جب انسان اپني غذا کیلیے بیقرار ہوتا ہے تو وہ موسم ربیع کو بھیجدیتا ہے' جب خشک سالي کے آثار چھا جاتے ہیں' تو آسمان رحمت پر بدلیاں پھیل جاتي ہیں :

الله الذي يرسل الرياح فتثير سحابا فيبسطه في السماء كيف يشاء و يجعله كسفاً فترى الودق يخرج من خلاله ' فاذا اصاب به من عباده ' اذا هم يستبشرون - (۳۰ : ۷۴)

وہ خدا ہي تو ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے' اور ہوائیں بادلوں کو اپني جگہ سے ابھارتي ہیں' اور جسطرح اسکي مرضي نے انتظام کردیا ہے' بادل فضا میں پھیل جاتے ہیں - پس تم دیکھتے ہو کہ انکے اندر سے مینہ برسنے لگتا ہے اور تمام زمین سرسبز و شاداب ہوجاتي ہے - پھر جب وہ اپنے بندوں پر جو بارش سے مایوس ہوگئے تھے' پاني برسا دیتا ہے' تو وہ کامیاب و خرم ہوکر خوشیاں منانے لگتے ہیں !!

خدا کي تمام مثالیں اور دانائیاں جو وہ اپنے بندوں کي ہدایت کیلیے کھولتا ہے' ہمیشہ عام اور قدرتي مظاہر سے تعلق رکھتي ہیں' تاکہ زمین کي ہر مخلوق انکي تصدیق کرسکے اور ان سے دانائي حاصل کرسکے - وہ ایسے تغیرات و حوادث اور غیر فطري و صناعي چیزوں کا ذکر نہیں کرتا جنکو دیکھنے اور سمجھنے کیلیے کسي خاص طرح کي زندگي' خاص طرح کے علم' اور خاص طرح کے گرد و پیش کي ضرورت ہو - بلکہ اسکي ہر تعلیم ایسي عام اور خالص فطري حالات سے متعلق ہوتي ہے' جسکو سنکر جنگل کا ایک چرواہا اور متمدن آبادیوں کا ایک فیلسوف' دونوں یکساں اثر کے ساتھ خدا کي سچائي کو پاسکتے ہیں - پس اگر تم نے فلسفہ و حکمت نہیں پڑھا ہے' اگر تم نے اجرام سماویہ کے دیکھنے کیلیے کسي رصد خانے کي قیمتي دوربین نہیں پائي ہے' اگر تم کو مادہ کے خواص کا تجربہ نہیں ہے' اگر تم کسي دار العلوم کے اندر برسوں تک نہیں رہے ہو' اگر تم صحرائي ہو' اگر تم پہاڑوں کي چوٹیوں پر گوشہ نشیں ہو' اگر پھونس کي ایک چھت اور بانسوں کی ایک شکستہ دیوار ہي رہنے اور بسنے کیلیے تمہارے حصے میں آئي ہے' اور اسطرح تم نہیں جانتے کہ اپنے خدا کو آسمان کے عجیب و غریب ستاروں کے اندر کیونکر دیکھو اور اسکے حسن و جمال کو عناصر و ذرات خلقۃ کي آمیزش و آویزش کے اندر کیونکر ڈھونڈھو' تا ہم تم انسان ہو' تم کو روح دي گئي ہے اور تم زمین پر بستے ہو' تم آسمان کي ہر بدلي کے اندر' بادلوں کے ہر ٹکڑے کے اندر' ہواؤں کے ہر جھونکے کے اندر' باران رحمت کے ہر قطرہ کے اندر' اپنے خداوند حي و قیوم کو' اسکي حکمت و قدرت کو' اسکي رافت و رحمت کو' اسکے پیار اور محبت کو دیکھہ سکتے ہو اور اسے پاسکتے ہو - تم میں سے کون ہے جس نے اُمید و بیم کي نظروں سے کبھي آسمان کو نہیں دیکھا ہے' اور اسکي بجلیوں کي چمک اور بادلوں کي گرج کے اندر اپني کھوئي ہوئي امید کو نہیں ڈھونڈھا ہے ؟

و من آیاته یریکم البرق خوفا و طمعا -

اور قدرت الہي کي ایک بڑي نشاني یہ ہے کہ جب زمین پیاسي ہوتي ہے اور خشک سالي کے آثار ہر طرف چھا جاتے ہیں' تو وہ آسمان پر بارش کي علامتوں کو پیدا کردیتا ہے' اور تم امید و بیم کي نظروں سے انہیں دیکھتے ہو !

پھر وہ کون ہے کہ جب تم اور تمہاري تشنہ و بیقرار زمین پاني کے ایک ایک قطرہ کیلیے ترس جاتي ہے' خاک کا ایک ایک ذرہ رطوبت و نموء کیلیے بیقرار ہو جاتا ہے' کرۂ ارضي اپني بیخودانہ حرکت میں آفتاب کے آتشکدہ سے قریب تر ہوتي جاتي ہے' اسکي تمام کائنات نباتاتي اپنا حسن و جمال فطري کھودیتي ہے' پرند اپنے گھونسلوں میں' ٹہنیاں درختوں میں' اور انسان اپنے گھروں میں پاني کیلیے ماتم کرتا اور ہردم آسمان کي گرم و خشک فضاء کي طرف مایوسي کي نگاہیں اٹھاتا ہے' تو وہ اپني محبت و ربوبیت کے نقاب میں آتا ہے' اور مایوسي کے بعد امید کا' نا مرادي کے بعد مراد کا' موت کے بعد زندگي کا پیام زمین کے ایک ایک ذرہ تک پہنچا دیتا ہے ؟

و ينزل من السماء ماء فيحيي به الارض بعد موتها ' ان في ذالك لايات لقوم يتفكرون !

اس کي ربوبیت و رحمت کو دیکھو کہ جب تم امید و بیم کي نظروں سے آسمان کو دیکھتے ہو اور تمام زمین پر مردني اور ہلاکي چھا جاتي ہے' تو وہ آسمان سے پاني برساتا ہے اور زمین پر موت کے بعد زندگي طاري ہو جاتي ہے - یقیناً قدرت الہي کي اس نمود میں صاحبان فکر و عقل کیلیے بڑي ہي نشانیاں رکھي گئي ہیں !

(۲)

یہ وہ انتظام الہي ہے جو پروردگار عالم نے انسان کے جسم کي غذا کیلیے کیا ہے' پھر کیا اس نے انسان کي روح کیلیے کچھہ کیا ہوگا ؟ وہ رب الارباب جو زمین کي پکار سنکر اسے پاني دیتا [illegible] جسم کي بیقراري دیکھکر اسے غذا بخشتا ہے' کیا سرزمین روح و معني کي تشنگي کیلیے کچھہ نہیں رکھتا' اور دل کي بھوک [illegible] اسکے خزانوں میں کوئي نعمت نہیں ؟

وہ کہ اسکي محبت زمین کي مٹي کو خشک نہیں دیکھہ سکتي' [illegible] درختوں کي ٹہنیوں کو وہ سبز پتوں اور سرخ پھولوں کي زیبائش سے محروم نہیں رکھتا' کیا روح انساني کو ہلاکت و بربادي کیلیے چھوڑ دیگا' اور عالم انسانیۃ کا مرجھا جانا [illegible] خوش آئیگا ؟ وہ رب العالمین جو تمہارے جسم کو غذا دیکر موت سے بچاتا [illegible] کیونکر ممکن ہے کہ تمہاري روح کو ہدایت دیکر [illegible] سے نہ بچاے ؟

جب فرعون نے حضرۃ موسی علیہ السلام سے [illegible]

من ربکما یا موسی ! (۲۰ : ۵۱)

تمہارا پروردگار کون ہے [illegible] موسی

تو حضرۃ موسی نے نہ صرف اپنے رب العالمین کي نسبت خبر ہي دي' بلکہ اسکي ربوبیت کي دلیل قطعي و فطري [illegible] چند لفظوں میں فرمادي :

ربنا الذي اعطی کل شي خلقه ثم هدی (۲۰ : ۵۲)

ہمارا رب وہ ہے' جو [illegible] اسلیے اسکي ربوبیت نے کائنات کي ہر چیز کو اسکي خلقي ضروریات بخشیں' پھر اسکے بعد انکي ہدایت کردي تاکہ صحیح اور فطري طریقہ پر کاربند رہکر اپني خلقت کے مقصد کو حاصل کریں -

پس اس نے کہ زمین کي مٹي کے اندر قوۃ نشوونما رکھي' اور پھر پاني برسا کر اسکي ہدایت کردي' یعنے اسکے آگے نفوذ و عمل کي راہ کھولدي' اور جس کي ربوبیت نے عالم ہستي کے ایک ایک ذرہ کیلیے خلقت اور ہدایت' دونوں کا سامان کردیا' انسان کو بھي جسم اور روح دونوں کے ساتھہ پیدا کیا ہے' اور اسکے لیے بھي خلقت اور ہدایت' دونوں کا سامان رکھتا ہے -

اسکي ربوبیت نے جسطرح جسم کیلیے زمین کے اندر طرح طرح کے خزانے رکھے ہیں' اسي طرح روح کي غذا کیلیے بھي اسکے

مہد القول و الفعال

ما نبودیم بدیں مرتبہ راضی غالب
شعر خود خواهش آں کرد کہ گردد فن ما !

البلاغ کی پچھلی دو اشاعتوں میں اس عاجز نے مشرب تجارت اور راہ دعوۃ کے متعلق جو کچھہ عرض کیا تھا ' امید ہے کہ احباب کرام کے پیش نظر ہوگا -

پس اس سلسلے میں سب سے پہلی حقیقت جو میں آنکے آگے واضح کرنا چاھتا ھوں ' یہ ہے کہ وہ ایک مرتبہ الہلال و البلاغ کے متعلق اچھی طرح سمجھہ لیں کہ اسکے تمام کام اصولاً کس قسم میں داخل ھیں ؟ اگر ایسا کیا گیا تو وہ صدھا فروعی اور جزئی معاملات صاف ھو جائینگے جو ھمیشہ پیش آتے رھتے ھیں ' اور جنکے لیے نہ تو میرے پاس وقت ہے کہ بار بار کہوں ' اور نہ دوستوں کا وقت بیکار ہے کہ مقصد اصلی کی جگہ محض شخصی حالات و معاملات کی سماعت میں ضائع ھو -

گذشتہ صحبتوں میں یہ حقیقت ایک حد تک واضح ھوچکی ہے کہ تجارت اور دعوۃ کی راھیں بالکل متضاد ھیں ' اور ایک وقت میں دونوں کا رشتہ جمع نہیں کیا جا سکتا - تجارت حاصل کرنا چاھتی ہے مگر دعوۃ کی پہلی شرط کھونا ہے -

اخبار نویسی اور تجارتی مطبوعات کی تمام شاخیں تجارت کے ماتحت ھیں ' اور یورپ جو تحریر و تصنیف کے اس طریق کا موجد ہے ' اسکو تجارت ھی کے اصول پر چلا رہا ہے -

ھر اُس شخص کو جسکی نظروں سے میرے مطبوعہ کاموں کی ایک سطر بھی گذری ہے ' اور نیز ھر اُس شخص کو جس تک میری آواز پہنچ سکتی ہے ' یہ معلوم ھوجانا چاھیے کہ میں تاجر نہیں ھوں ' اُس خدا کیلیے جسکی زمین لاکھوں کروروں تجارت کاموں اور تجارت کے قافلوں سے رکی ھوئی ہے ' یہ کچھہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اپنے ھر بندے کو تاجر ھی بنائے - اُسکی ربوبیت و رحمت انسان کو ھر طرح کا دل ' ھر طرح کا دماغ ' ھر طرح کا فکر ' اور ھر طرح کا عشق بخش سکتی ہے ' اور کسی شخص اور جماعت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اگر اپنے اندر کسی چیز کو نہ پائے تو ساری دنیا کو اس سے محروم سمجھے :

این نشہ بمن گر نبود با دگرے ھست !

پس میں جو کچھہ اور جیسا کچھہ بھی ھوں ' لیکن اس حقیقت کے اظہار کیلیے اپنی زندگی کے ھر اثر کو شاھد رکھتا ھوں کہ میں تاجر نہیں ھوں ' اور تجارت نہیں کرتا - خالق فطرۃ نے مجکو تجارت کی کوئی چھوٹی سے چھوٹی استعداد بھی نہیں دی ' اور ابتدائے عمر سے جن حالات و موثرات کے ماتحت رکھا ' انکی دنیا تجارت کی دنیا سے اسقدر دور ہے کہ اگر میں خود چلکر وھاں جانا بھی چاھوں تو نہیں پہنچ سکتا -

بلا شبہ میں نے پریس کھولا ' اور یقیناً میں نے ایک رسالہ جاری کیا ' لیکن یہ صرف اسلیے کیا کہ اظہار خیال اور تبلیغ مقصد کا اس سے بہتر اور زود عمل طریق اور کوئی نہ تھا ' اور میرے پاس اتنی دولت نہ تھی کہ میں مفت چھاپکر تقسیم کیا کرتا -

پس میرے تمام کاموں کی بنیاد تبلیغ ہے ' نہ کہ تجارت - میری اخبار نویسی کو تم اخبار نویسی نہ قرار دو ' کیونکہ میں نے اسے ضمناً اختیار کیا ہے اور وہ میرا اصلی کام نہیں ہے - میں نے اگر اسے اختیار کیا تو یہ ھندوستان کی اخبار نویسی اور مطبوعہ اشاعات کیلیے بہتر ھوا اور اسکے لیے ترقی کی ایک بالکل نئی راہ کھلی ' مگر خود میرے لیے اسمیں کوئی شرف نہیں ' کیونکہ میرے کاموں کیلیے اصل راھیں دوسری تھیں :

ما نبودیم بدیں مرتبہ راضی غالب
شعر خود خواهش آں کرد کہ گردد فن ما !

یہ ایک اصولی بنیاد ہے - اب اسکے ماتحت طرز عمل و طریق کار کی تمام چیزیں آ جاتی ھیں -

اگر تمھارے سامنے الہلال کی پوری زندگی موجود ہے ' تو تم صدھا نشانیاں اسکی پا سکتے ھو کہ تجارت اور تجارتی زندگی و اوضاع سے اسکی زندگی کی ھر شاخ بالکل متضاد تھی -

تجارتی زندگی کیلیے سب سے پہلی چیز پریس کا نفع و نقصان تھا ' لیکن دنیا جانتی ہے کہ اس چیز سے زیادہ میں نے کسی چیز سے بے پروائی نہیں کی ' اور مال و محنت کے نقصان کے سوا اس سے کوئی تجارتی معاوضہ مجھے حاصل نہ ھوا -

مجھے ملک کے دولتمند و دولت بخش طبقہ سے یکقلم بے پروا اور کنارہ کش رھنے کی خدا نے توفیق دی ' جو راہ دعوۃ کی اولین شرط مگر راہ تجارت کیلیے بربادی اور موت ہے - مجھے ارباب دولت کے عطیوں اور اعانتوں کو بلا تامل رد کردینے کی قوت ملی جسکے بغیر راہ تبلیغ میں ایک قدم بھی نہیں اُٹھایا جاسکتا لیکن جسکا تصور بھی تجارتی اخبار نویسی کیلیے گناہ ہے - میں نے اپنے کاموں کی کوئی قیمت (اُس قیمت کے سوا جو کاغذ اور سیاھی کی ھر الہلال کے پڑھنے والے نے دی) کبھی بھی کسی انسان سے نہ چاھی ' اور کبھی بھی اس کیلیے کسی انسان کے چہرہ پر میری نگاہ نہیں پڑی - یہ اللہ کا احسان ہے ' اسکا فضل و کرم ہے ' اسکی ذرہ نوازی ہے ' اور میری طرف سے تم میں سے ھر شخص کو اجازت ہے کہ ان ذکروں کو میرا غرور اور گھمنڈ قرار دے ' مگر میں راہ تبلیغ کو باز کرنے کیلیے اور طلبگاران دعوۃ کے آگے نمونہ رکھنے کیلیے یہ سب کچھہ کہتا ھوں اور ھمیشہ کہونگا :

می گویم و بعد از من گویند بسالہا !

میں نے تجارت کی دکان نہیں کھولی تھی ' اسلیے کبھی بھی میں نے اپنے کار و بار کے نفع و نقصان کو تجارت کے ترازو سے نہ تولا - میرا میزان سود و زیاں دوسرا تھا ' اور با وجود اسکے کہ الہلال پریس جاری کرکے میں نے اپنا وہ سب کچھہ کھودیا جو مال دنیوی میں سے میرے پاس تھا ' میرے منافع اور فوائد کا خزانہ اتنا وسیع و عظیم ہے کہ آج ھندوستان میں کسی انسان کے پاس نہ اتنی چاندی ہے اور نہ اتنا سونا ہے ' نہ لعل و جواھر ھیں ' نہ زمین کی زراعت - میں اپنی آنکھوں سے دیکھہ رھا ھوں کہ اس سرزمین میں سب سے بڑا دولت مند آدمی میرے سوا اور کوئی نہیں -

فیالیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی و جعلنی من المکرمین -

پھر تم اُس کی نسبت کیا کہتے ھو جس نے خاک دی اور اسکے معاوضے میں سونا پایا ؟ میں نے تین چار سال تک اپنی تبلیغ و دعوۃ کی تجارت کی ' اور زخارف دنیوی کی ایک حقیر پونجی اسمیں لگا کر کھو دی - لیکن دیکھو کہ خدا نے اسکے معاوضہ میں ھزاروں انسانوں کے دل ' لاکھوں مسلمانوں کی روحیں ' متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور بستیاں ' ان کے عقائد و اعمال کی تبدیلیاں ' صدھا مومنین کاملین اور عباد اللہ مخلصین کی ایمان پرستیاں ' اور ان سب سے بھی بڑھکر یہ کہ کلمۂ حق و قرآن کا ایک انقلابی دور عظیم میرے خزانۂ اقبال میں کسطرح جمع کردیا ہے ؟

سکندر دنیاے قدیم کا سب سے بڑا فاتح تھا' جس نے تمام دنیا سے اپنے تخت کی پوجا کرانی چاہی' لیکن دنیا اگر اسکی پیدایش کو یاد رکھے تو یہ یاد کن واقعات کی یاد ہوگی ؟

یہ دنیا کی ویرانیوں' ہلاکتوں' اور غلامیوں کی لعنتوں کا ایک بہت بڑا سرمایہ ہوگا جو اسے ہاتھہ آئیگا !

دنیا میں جسقدر پادشاہ پیدا ہوے' اگر تم انکی زندگی کے تمام کارناموں کا حاصل معلوم کرنا چاہو' تو اسکے سوا اور کچھہ نہوگا کہ وہ جتنے بڑے پادشاہ تھے' اتنے ہی زیادہ انسانوں کو غلام بنانے والے تھے' اتنے ہی زیادہ انکی فطری قوتوں کیلیے پتھر تھے' اتنے ہی زیادہ انکی قدرتی حرکت و نشو کیلیے زنجیر تھے' اور اتنے ہی زیادہ خدا کی عطا کردہ جبلت صالحہ اور انسان کے نوعی شرف و احترام کیلیے انکے اندر بربادیوں اور ہلاکتوں کی نحوست تھی -

پس جنکا وجود خود دنیا کیلیے ایک زخم تھا' وہ انکی یاد میں اپنی گم شدہ شفا کیونکر پاسکتی ہے ؟

(۷)

حکماء کی حکمت' فلاسفہ کا فلسفہ' صناعوں کی ایجادیں بلا شبہ تاریخ عالم کے اہم واقعات ہیں' لیکن اگر وہ اپنی یاد کے آگے دنیا کو جھکانا چاہتے ہیں' تو انہیں بتلانا چاہیے کہ انہوں نے اپنی حکمت سرائیوں اور عجیب عجیب ایجادوں سے دنیا کے اصلی دکھہ اور زمین کی حقیقی مصیبت کیلیے کیا کیا ؟ آسمان کی فضاء میں ان گنت ستاروں کی قطاریں پھیلی ہوئی ہیں - بلا شبہ وہ شخص بہت بڑا غور کرنے والا دماغ اور بڑی ہی کاوش کرنے والی نظر رکھتا تھا جس نے ہم کو سب سے پہلے بتلایا کہ یہ بڑے بڑے ستارے ہیں' ان میں ثوابت ہیں' سیارات ہیں' اور انکی حرکتوں کے معین اوقات و ایام ہیں - لیکن دنیا جب ستاروں کی یہ بہت بڑی سچائی نہیں جانتی تھی' تو اس وقت بھی بیمار تھی' اور یہ معلوم کرکے بھی بیمار ہی رہی - اسکا اصلی دکھہ یہ نہ تھا کہ انسان آسمان کے متعلق تھوڑا جانتا ہے' بلکہ ہمیشہ سے وہ اس ایک ہی مرض میں گرفتار رہی ہے کہ انسان خود اپنی نسبت' اپنی فطرۃ صالحہ کی نسبت' اپنی راہ سعادت کی نسبت کچھہ بھی نہیں جانتا -

اس صناع کو اگر تم بڑا سمجھتے ہو جسنے انسان کیلیے فن تعمیر ایجاد کیا' تاکہ وہ پائدار مکانوں اور خوبصورت چھتوں کے نیچے بیٹھے' تو تمہیں بتلانا چاہیے کہ انسان درختوں کے نیچے بیٹھکر نیک اور سچا انسان نہ تھا' مگر بڑے بڑے محلوں کے اندر جاکر اس نے اپنی گم شدہ حقیقت پالی ؟ دنیا کا اصلی مرض انسانیت حقیقی کی گم شدگی ہے - سعادت انسانی اور امن ارضی ہی وہ نعمت ہے جسکی ڈھونڈھہ میں ابتدا سے کائنات کا ذرہ ذرہ تہ و بالا ہو رہا ہے - پھر بتلاؤ کہ اگر یہ بڑے بڑے صناع اور موجد ہی انسانیت کی سب سے بڑی بڑائی رکھتے ہیں' تو انکی ایجادوں نے انسان کو کسقدر امن دیا ؟ کسقدر سلامتی بخشی ؟ کہاں تک صراط سعادت پر چلایا ؟ طلسم حیات انسانی کا کونسا راز انشاء کیا ؟ خدا اور بندوں کے رشتوں کو کہاں تک جوڑا ؟ پھر اگر وہ یہ نہ کرسکے تو دنیا انکی ایجادات کو اپنے خزانے میں رکھہ سکتی ہے' پر انکی یاد میں اسکے لیے کوئی خوشی نہیں ہوسکتی' کیونکہ انہوں نے اسکے اصلی دکھہ کیلیے کچھہ نہیں کیا !

(۸)

اچھا' دنیاے قدیم کے ذخیرہ میں جو کچھہ تھا اسے چھوڑ دو' کلدان و بابل اور یونان و اسکندریہ کے کھنڈر اور مسمار شدہ آثار کے اندر اگر دنیا کیلیے کچھہ نہ تھا' تو بہت ممکن ہے کہ آج لنڈن اور برلن و پیرس کی عجیب و غریب آبادیں اور عقل و فہم کو مبہوت کردینے والے تمدن کے اندر دنیا کو وہ چیز ملجاے' جسکے لیے ابتداے خلقت سے ہول و سرگشتہ رہی ہے !

موجودہ تمدن یورپ کی ابتدا جن بڑے بڑے دعووں سے ہوتی ہے' ضرور ہے کہ وہ سب کے سب اس وقت تمہارے سامنے ہوں' کیونکہ ہماری موجودہ صحبت انکے اعادے کی متحمل نہیں - ہم کو بتلایا گیا تھا کہ موجودہ تمدن کو دنیا کے قدیم تمدنوں سے کوئی مشابہت نہیں - ان کی مختلف شاخوں میں باہم ربط و علاقہ نہ تھا' انکی بنیادیں صحت و حقیقت پر نہ تھیں' وہ انسانی علم و عمل کی تمام شاخوں کو بیک وقت متدل نہ کرسکی تھیں' انہوں نے معلومات و اعمال میں کوئی صحیح نظم و ترتیب پیدا نہیں کی' اور انہیں اپنے تمدن کی اشاعت اور پھیلاؤ کے وہ ذرائع حاصل نہ تھے جنکے ذریعہ ہم نے تمام کرۂ ارضی کو علم و تمدن کا ایک گھر بنا دیا ہے - پس گذشتہ تمدنوں کی ناکامی سے موجودہ تمدن کی ناکامی پر استدلال نہیں کیا جاسکتا - یہ اور اسی طرح کے دعوے تھے' جنسے موجودہ تمدن کی فضاء بھر گئی تھی' اور جنکے ذریعہ اعلان کیا جاتا تھا کہ دنیا میں سب سے بڑی طاقت موجودہ تمدن کی ہے' حالانکہ سب سے بڑا صرف خدا ہے :

لقد استکبروا فی انفسهم وعتوا عتواً کبیرا - (۲۵ : ۲۱)	بلا شبہ انہوں نے یہ کہکر اپنے اندر بڑا گھمنڈ پیدا کیا اور بڑی سخت درجہ کی سرکشی کی !

سو اب تم دیکھو کہ دنیا اپنے اعتراف کا سر جھکانے کیلیے جب تمدن کے اس سب سے بڑے مغرور بت کی طرف جاتی ہے' تو اسے کیا جواب ملتا ہے ؟

آج تمدن کے ابلیسانہ گھمنڈ کا ملعون بت چور چور کردیا گیا ہے' اور خدا کا وہ زبردست اور بے پناہ ہاتھہ جو قوم ثمود و عاد' اور بڑی بڑی آبادیوں' اور بڑے بڑے خیموں والوں کو سزا دیچکا تھا' اپنے جلال اور ہولناکی کی آتشیں چمک دکھلا رہا ہے - تم یورپ کی موجودہ جنگ اور متمدن اقوام کی باہمی قتل و خوں ریزی پر چار پایوں کی طرح نہیں بلکہ انسانونکی طرح نظر ڈالو' اور دیکھو کہ یہ کیا ہے جو تمہارے سامنے ہو رہا ہے ؟ یہ تمدن اور وحشت کی پیکار نہیں ہے' یہ علم اور جہل کی ٹکر نہیں ہے - یہ تمدن ہے جو تمدن سے ٹکرا رہا ہے' یہ علم ہے جو علم کو ذبح کر رہا ہے' یہ صناعت ہے جو صناعت کو پیس رہی ہے' یہ ایجاد کا مغرور شیطان ہے' جو ایجاد ہی کے شیطان لعین کو ڈس رہا ہے' اور اسطرح تمدن کا گھمنڈ ہی ہے جو تمدن کے گھمنڈ کو ریزہ ریزہ اور پاش پاش کر رہا ہے :

یخربون بیوتهم بایدیهم - (۵۹ : ۲۰)	اپنے گھروں کو وہ اپنے ہاتھوں ہی سے اجاڑ رہے ہیں -

پس اگر مسکین دنیا ان انسانوں کو یاد رکھنا چاہتی ہے جو تمدن کے پادشاہ تھے' علم کے فرمان فرما تھے' اور ایجاد و صناعت کے دیوتا تھے' تو تم اسکا ہاتھہ پکڑو' اور اسے آج یورپ کے ان میدانوں کے سامنے لیجاکر کھڑا کردو' جہاں تمدن و علم کا تخت عظمت و اجلال آگ اور لہو کی بدلیوں اور دھویں اور زہریلی گیسوں کی مسموم فضاء کے اندر بچھایا گیا ہے' اور مسمار عمارتوں کے کھنڈروں' سرخ سرخ خون کی ندیوں' اور انسانوں کی تڑپتی ہوئی لاشوں کے تودوں پر اسکے سنہری ستون عظمت نصب کیے گئے ہیں - پھر اس سے کہو کہ وہ اپنی احسانمندی اور شکر گذاری کیلیے ان عظیم الشان انسانوں میں سے کسی بڑائی کو چھانٹ لے' جو آج گیہوں اور جو کیلیے روتے ہیں کیونکہ ہوا میں اوڑنے کے آلات اور پانی کو مفرد اجزا میں بدل لینے کا علم انکے لیے کچھہ کام نہ آیا !!

وہ ان میں سے کس کو اپنی پرستش اور یاد کیلیے چنیگی ؟ کیا وہ اس سب سے بڑے فلسفی کو یاد کریگی' جو چودھویں صدی عیسوی میں آیا اور اس نے تجربہ کی راہ کھولی' جس راہ نے کہ انسانوں کو ہلاکت اور خونریزی کے سب سے زیادہ روح پاش آلات تک پہنچادیا ؟ وہ کیمسٹری کے اس دیوتا کو یاد کریگی جسپر موجودہ تمدن کو سب سے زیادہ ناز ہے اور جس نے ایسی زہریلی گیسیں'

آسمانوں کي وسعت معمور ہے - جسطرح جسم کي غذا اور زمین کي مادي حیات و نمو کیلیے آسمانوں پر بدلیاں پھیلتیں' بجلیاں چمکتیں' اور موسلا دھار پاني برستا ہے - ٹھیک اسي طرح اقلیم روح و قلب کي فضاء میں بھي تغیرات ہوتے ہیں - یہاں اگر زمین کي مٹي پاني کیلیے ترستي ہے' تو وہاں بھي انسانیت کي محرومي ہدایت کیلیے تڑپنے لگتي ہے - یہاں پتے جھڑتے ہیں' ٹہنیاں سوکھنے لگتي ہیں' اور پھولوں کے رنگین ورق بکھر جاتے ہیں' تو تم کہتے ہو کہ آسمان کو رحم کرنا چاہیے - وہاں بھي جب سچائي کا درخت مرجھا جاتا ہے' نیکي کي کھیتیاں سوکھ جاتي ہیں' عدالت کا باغ ویران ہوجاتا ہے' اور خدا کے کلمۂ حق و صدق کا شجرۂ طیبہ دنیا کے ہر گوشے اور ہر حصہ میں بے برگ و بار نظر آنے لگتا ہے' تو اسوقت روح انسانیت چیختي ہے کہ خدا کو رحم کرنا چاہیے - یہاں زمین پر موت طاري ہوتي ہے تو خدا کي بارش اسے زندگي بخشتي ہے- وہاں انسانیت ہلاک ہوجاتي ہے تو خدا کي ہدایت اسے پھر اٹھا کر بٹھا دیتي ہے :

وهـــو الذي يرسل الرياح بشرا بين يـدى رحمتـه ' حتى اذا اقلـت سحابا ثقالا سقناه لبلد ميـت ' فانـزلنا به الماء فاخرجنا به من كل الثمـــرات ' كذالك نخرج الموتى لعلـــكم تذكرون - (۷ : ۵۵)

اور وہ پروردگار عالم ہي تو ہے کہ بارش سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے جو باران رحمت کے آنے کي خـوشخبـري سنا دیتي ہیں - یہاں تک کہ جب اسکا وقت آجاتا ہے تو وہ وزني بادلوں کو حرکت دیتي ہیں' اور ہم انہیں ایک ایسے شہر کے اوپر لیجا کر پھیلا دیتے ہیں جو ہلاک ہوچکا ہے اور زندگي کیلیے پیاسا ہے - پھر پاني برستا ہے اور زمین کي موت کو زندگي سے بدلدیتا ہے - اسکي نمو بخشي سے طرح طرح کے پھل پیدا ہوتے ہیں اور مخلوقات اپني غذا حاصل کرلیتي ہے- ٹھیک اسي طرح ہم مردوں کو بھي اٹھاتے ہیں- اور یہ جو کچھ کہا گیا ہے سو دراصل ایک مثال ہے' تاکہ تم دانائي اور سمجھ حاصل کرو-

(۳)

عالم انسانیت کي فضاء روحاني کا ایک ایسا ہي انقلاب عظیم تھا جو چھٹي صدي عیسوي کے وسط میں ظاہر ہوا - وہ رحمت الہي کي بدلیوں کي ایک عالمگیر نمود تھي جسکے فیضان عام نے تمام کائنات ہستي کو سرسبزي و شادابي کي بشارت سنائي' اور زمین کي خشک سالیوں اور محرومیوں کي بد حالي کا دور ہمیشہ کیلیے ختم ہوگیا - وہ خداوند قدوس جس نے سینا کي چوٹیوں پر کہا تھا کہ میں اپني قدرت کي بدلیوں کے اندر آتشیں بجلیوں کے ساتھ آؤنگا' اور دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ میرے جاہ و جلال الہي کي نمود ہوگي' سو بالآخر وہ آگیا' اور سعیر و فاران کي چوٹیوں پر اسکے ابر کرم کي بوندیں پڑنے لگیں !

یہ ہدایت الہي کي تکمیل تھي' یہ شریعت رباني کے ارتقاء کا مرتبۂ آخري تھا' یہ سلسلۂ ترسیل رسل و نزول صحف کا اختتام تھا' یہ سعادت بشري کا آخري پیام تھا' یہ وراثت ارضي کي آخري بخشش تھي' یہ امۃ مسلمہ کے ظہور کا پہلا دن تھا' اور اسلیے یہ حضرۃ ختم المرسلین و رحمۃ للعالمین محمد بن عبد اللہ کي ولادت باسعادت تھي - صلی اللہ علیہ وعلی آلہ و صحبہ و سلم -

(۴)

یہي واقعۂ ولادۃ نبوي ہے جو دعوۃ اسلامي کے ظہور کا پہلا دن تھا' اور یہي ماہ ربیع الاول ہے جسمیں اس امۃ مسلمہ کي بنیاد پڑي جس کو تمام عالم کي ہدایت و سعادت کا منصب عطا ہونے والا تھا - یہ ریگستان حجاز کي بادشاہت کا پہلا دن نہ تھا' یہ عرب کي ترقي و عروج کے باني کي پیدایش نہ تھي' یہ محض قوموں کي طاقتوں کا اعلان نہ تھا' اسمیں صرف نسلوں اور ملکوں کي بزرگي کي دعوۃ نہ تھي' جیسا کہ ہمیشہ ہوا ہے' اور جیسا کچھ کہ دنیا کي تمام تاریخ کا انتہائي سرمایہ ہے' بلکہ یہ تمام عالم کي رباني بادشاہت کا یوم میلاد تھا' یہ تمام دنیا کي ترقي و عروج کے باني کي پیدایش تھي' یہ تمام کرۂ ارضي کي سعادت کا ظہور تھا' یہ تمام نوع انساني کے شرف و احترام کا قیام عام تھا' یہ انسانوں کي پادشاہتوں' قوموں کي بڑائیوں' اور ملکوں کي فتوحات کا نہیں' بلکہ خدا کي ایک ہي اور عالمگیر پادشاہت کے عرش جلال و جبروت کي آخري اور دائمي نمود تھي ! !

بس یہي دن سب سے بڑا ہے' کیونکہ اسي دن کے اندر دنیا کي سب سے بڑي بڑائي ظاہر ہوئي - اسکي یاد نہ تو قوموں سے وابستہ ہے اور نہ نسلوں سے' بلکہ وہ تمام کرۂ ارضي کي ایک عام اور مشترک عظمت ہے' جسکو وہ اسوقت تک نہیں بھلا سکتي جب تک کہ اسکو سچائي اور نیکي کي ضرورت ہے' اور جب تک کہ اسکي زمین اپني زندگي اور بقاء کیلیے عدالت و صداقت کي محتاج ہے -

(۵)

دنیا میں بڑے بڑے انقلابات ہوے ہیں - یہ انقلابات خاص خاص انسانوں کے وجود سے تعلق رکھتے ہیں' اسلیے ان انسانوں کي پیدایش کے ایام کو بھي دنیا عظمت کے ساتھ یاد رکھنا چاہتي ہے' اور اس اعتبار سے اسکي یادگاروں کي فہرست بڑي ہي طویل ہے - اسمیں پادشاہوں کے زر نگار تختوں کي قطاریں ہیں' فاتحوں کي بے پناہ تلواروں کي جھنکار ہے' سپہ سالاروں کے زرہ بکتر کي ہیبت ہے' حکیموں کي حکمتوں اور دانائیوں کے دفاتر ہیں' فلاسفہ و علماء کے علوم و صحائف کے خزائن ہیں' صناعوں کي ایجادیں ہیں' وطن پرستوں کے مواعظ ہیں' قومي پیشواؤں اور ملکي داعیوں کي جانفشانیوں اور سر فروشیوں کي داستانیں ہیں - لیکن سوال یہ ہے کہ دنیا اگر اپني عظمت کے اصلي دن کو یاد رکھنا چاہتي ہے' تو ان میں سے کس کو یاد رکھے ؟

ان میں سے کون ہے جس نے دنیا کو سب سے بڑي چیز دي ہے' تاکہ وہ بھي سب سے پہلے اور سب سے زیادہ اوسیکي یاد کو پیار کرے ؟

(۶)

آؤ' ہم سب سے پہلے بڑے بڑے اولوالعزم شہنشاہوں کو دیکھیں جنھوں نے دنیا کے بڑے بڑے رقبوں کو نوک شمشیر پر رکھ لیا' اور ایسے ایسے عجیب و غریب ایوانوں اور محلوں میں بسے جنکي دیواریں اور چھتیں چاندي سونے اور لعل و جواہر سے بنائي گئي تھیں - انھوں نے بہت زیادہ مال و متاع جمع کیا' انکے پاس لوہے کے بہت زیادہ آلات خونریزي تھے' اور انکي اطاعت و غلامي میں انسانوں کا سب سے بڑا گلہ تھا - پس انکي پیدایش کے واقعہ کو بھي سب سے زیادہ عظیم الشان اور قابل یادگار ہونا چاہیے -

لیکن اگر دنیا انکي پیدایش کو یاد رکھے' تو بتلاؤ کہ دنیا کیلیے انھوں نے کیا کیا ؟ انکي فتوحات بہت وسیع تھیں' اور انکي وہ دولت جو انھوں نے زمین کي بستیوں کو اجاڑ کر لوٹي تھي' بڑے بڑے وسیع رقبوں کے اندر آئي تھي' لیکن دنیا کو اس سے کیا ملا کہ دنیا کي گردن انکي یاد کے آگے جھکے ؟ اگر وہ بہت بڑے فاتح تھے' تو اسکو یوں کہو کہ انھوں نے سب سے زیادہ زمین کو ویران کیا' سب سے زیادہ انسانی آبادیوں کو اجاڑا' سب سے زیادہ خون کي ندیاں بہائیں' اور سب سے زیادہ خدا کے بندوں کے گلے میں اپني غلامي کي لعنت کا طوق ڈالا - پھر کیا دنیا اپني ویرانیوں' اپنے قتل و غارت' اپنے نہب و سلب' اور اپني غلامي کي ملعنت کے ناپاک دنوں کو یاد رکھے؟ اور جنکي ابلیسیت نے یہ لعنت پھیلائي تھي' انکي پیدائش کي نحوست پر خوشیاں منائے ؟

صرف تورات کو قائم کرنے آیا ہوں‘ خود کوئی نئی دعوت نہیں لایا- (متی ۵ : ۱۷) اُنھوں نے تصریح کی کہ میرا مشن صرف بنی اسرائیل کی اصلاح تک محدود ہے - نیز اُنھوں نے غیر قوموں میں منادی کرنے سے روکا (۱) اور ہمیشہ اپنے کاموں اور اپنی وصیتوں میں اپنی تعلیم کو اسرائیل کے گھرانے تک ہی محدود رکھا - پس در اصل اُنھوں نے جو کچھہ بھی خدمت کرنی چاہیے‘ وہ محض بنی اسرائیل نامی ایک مسخ شدہ قوم کی تھی- تمام دنیا کیلیے اُنکے پاس کچھہ نہ تھا -

پھر اُنکا ظہور اُس وقت ہوا جبکہ روم کی ظالمانہ حکومت نے شام کے مقدس مرغزاروں کو روند ڈالا تھا‘ اور بت پرست قوموں کی جابر و مستبد گورنمنٹیں دنیا کے بڑے حصے کو اپنا غلام بنائے ہوے تھیں‘ لیکن اُنھوں نے نہ تو اس ظلم و طغیان کے متعلق کچھہ کہا‘ اور نہ اس سے کچھہ تعرض کیا ۔

پہلی صدی مسیحی کے بعد جسقدر مسیحی قومیں دنیا میں آباد ہوئیں‘ اُنکو حضرۃ مسیح کی تعلیم و دعوت سے کچھہ تعلق نہ تھا‘ اور وہ سر تا سر یونان کے ایک تعلیم یافتہ یہودی پولس کے مذہب کی پیرو تھیں- پولس نے تمام حواریان مسیح کے مذہب کے خلاف غیر اسرائیلی انسانوں کو بپتسما دینا شروع کیا‘ اور اسطرح روم و یونان کے مختلف جزیروں اور دیہاتوں میں ایک نیا گروہ پیدا کرلیا- پس اگر دنیا حضرۃ مسیح کی طرف جھکنا چاہیگی‘ تو دنیا کو اُنکے کارنامۂ حیات کے لیے بمشکل ایک چوتھائی صدی ہاتھہ آئیگی‘ جسکے اندر انکے تربیت یافتہ حواریوں کے اعمال نظر آ سکتے ہیں ۔ اور یہ چند سال فضائل و محاسن اخلاق کا کیسا ہی عمدہ نمونہ پیش کریں‘ لیکن ان میں دنیا کیلیے کوئی عام پیام نجات نہیں ہے-

پھر اس سے بھی قطع نظر کرو- نتائج کی بحث بعد کو آتی ہے‘ سب سے پہلے دعوۃ‘ اعلان‘ ادعاء‘ اور نفس تعلیم کا سوال ہے - دنیا حضرۃ مسیح کی یاد پر کیونکر قناعت کرلے جبکہ خود انہوں نے دنیا کیلیے کچھہ نہ کیا‘ بلکہ ہمیشہ اسے ٹھکرایا‘ مردود کیا‘ اور اسکے ساتھیوں کو‘ اسکے دوستوں کو‘ اور اس سے رشتہ رکھنے والوں کو خدا کی پادشاہت کی مہربانی سے محروم بتلایا؟ حتی کہ ایک آخری فتوی دیدیا " تم خدا اور دنیا‘ دونوں کی خدمت نہیں کرسکتے " (متی ٦ : ٢٥) " اونٹ کا سوئی کے ناکے سے نکل جانا اس سے آسان ہے کہ دولت مند خدا کی پادشاہت میں داخل ہو " (متی ١٩ : ٢٣)

اس سے بھی درگذر کرو‘ اور اِسکی بہتر سے بہتر توجیہہ جو کرسکتے ہو کرلو- نیز پولس کی دعوۃ ہی کو حضرۃ مسیح علیہ السلام کی دعوۃ تسلیم کرلو‘ اور ان تمام قوموں کو جنھوں نے مسیح کے نام پر بپتسما کا پانی اپنے اوپر چھڑکا‘ مسیحی دعوۃ کا پھل مان لو‘ لیکن پھر بھی مسیحی تحریک کی پوری تاریخ کا کیا حال ہے؟ جبتک مسیحیت دنیا پر حکمراں رہی‘ جسوقت تک مسیحی مذہب کا دینی تسلط انسانوں سے اطاعت کراتا رہا‘ اور جب تک کہ مسیحی راہنماؤں اور خلیفوں کی غلامی سے دنیا نے انحراف نہ کیا‘ تاریخ شاہد ہے کہ اُس وقت تک اُسکا وجود دنیا کیلیے‘ دنیا کے علم و تمدن کیلیے‘ آبادی و عمران کیلیے‘ اخلاق و پاکیزگی کیلیے‘ اور ان سب سے بڑھکر یہ کہ انسان کی فطری حریت اور شرف انسانیۃ کیلیے ایک بدترین لعنت رہا‘ جس نے جلایا‘ ویران کیا‘ مسمار کیا‘ قتل کیا‘ جیل خانے بھرے‘ زبانوں پر مہریں لگائیں‘ انسانی دماغوں کو معطل کیا‘ لیکن انسان اور انسانیت کی راستی و ترقی کیلیے چند لمحوں کا بھی ایک دور پیدا نہ کیا - مشہور مورخ گیزو‘ سیدیو‘ لامارٹ‘ اور ڈریپر اس بارے میں ہمارے لیے بہترین راوی ہیں -

لیکن جس وقت سے کہ مسیحیت کی قوۃ نے شکست کھائی- تمدن کا غیردینی دور شروع ہوا‘ مذہبی جماعتوں اور مذہبی خلافت (پوپ) کے حلقۂ غلامی سے یورپ آزاد ہوگیا‘ تو اسوقت سے یورپ کے موجودہ تمدن کی بنیاد پڑی اور مسیحی قوموں نے ترقی شروع کی -

اگر تم کہتے ہو کہ دنیا کیلیے سب سے بڑی عظمت مسیحی مذہب کے بانی میں تھی‘ تو خود اسکے بانی ہی نے ہمیں معیار حق و باطل بھی بتلا دیا ہے کہ " درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے " (مرقس ١٩ : ١٦) پس دنیا اگر مسیحی مذہب کی پیدایش کے اندر اپنی خوشی کو ڈھونڈتی ہے‘ تو اسکو انسان کی امن و سلامتی اور فطرۃ کی آزادی و سعادت کی جگہ قتل و غارت اور ہلاکت و غلامی کی یادگار کا جشن منانا پڑیگا - کیونکہ مسیحیت کے درخت کا صرف یہی پھل ہمارے سامنے ہے -

پھر کیا دنیا اسکے لیے طیار ہے ؟

یہ جو کچھہ تھا‘ مسیحی اقوام کی تاریخ قدیم کی بنا پر تھا‘ لیکن اگر اسپر گذشتہ دو صدیوں کے واقعات و نتائج کا بھی اضافہ کردیا جاے جو اقوام یورپ کے اعمال تمدن سے وابستہ ہیں‘ تو دنیا کی مایوسی اور زیادہ درد انگیز ہو جاے -

اسکے بعد مذاہب عالم میں آرین نسلوں کی دعوتیں ہمارے سامنے آتی ہیں لیکن افسوس کہ دنیا کیلیے انکے پاس بھی کوئی پیام سعادت نہیں - عظیم الشان گوتم بدھہ کی تمام تعالیم و وصایا کا ما حصل یہ بتلایا جاتا ہے کہ " نجات دنیا کے ساتھہ رہکر حاصل نہیں ہوسکتی " پس دنیا کو جن لوگوں نے ٹھکرادیا‘ دنیا انکے پاس جاکر کیا سکھہ حاصل کریگی ؟ پھر اس نے جو کچھہ بھی بتلایا اور سکھلایا ہو‘ لیکن قوموں اور ملکوں کے دائرہ ہی میں اسکی دعوۃ محدود رہی - ہندوستان میں اُسے شکست ملی تو جاپان اور چین میں جاکر محدود ہوگئی - پس زمین اپنی اس مصیبت کیلیے جو رقبوں اور ملکوں میں محدود نہیں ہے‘ عظیم الشان بدھہ سے کیا حاصل کرسکتی ہے ؟

ہندوستان کے مذہبی ذخیرۂ تعلیمات اور اُنکی پر اثر قدامت کی وقعت سے ہم انکار نہیں کرسکتے‘ تاہم دنیا کیلیے اُنکے بانیوں کی عظمت کے اندر کیا خوشی ہوسکتی ہے جبکہ کوہ ہمالہ کی دیواروں اور بحرعرب کی موجوں سے باہر بھی دنیا ہے‘ مگر ہندوستان کے مذہبی داعیوں نے صرف ہندوستان کے اندر بسنے والوں ہی کو اپنی ہدایتیں سپرد کیں -

(١٠)

پس دنیا اگر اپنی نجات کیلیے بیچین ہے تو اسکے لیے راحت اور تسکین کا پیام صرف ایک ہی ہے‘ اور صرف ایک ہی کی زندگی میں ہے- اسکا دکھہ ایک ہی ہے‘ اسلیے اسکی شفا کے نسخے بھی ایک سے زیادہ نہیں ہوسکتے- اسکا پروردگار ایک ہے‘ جو اپنے ایک ہی آفتاب کو اسکے خشک و تر پر چمکاتا‘ اور ایک ہی طرح کی بدلیوں سے اسکے آباد و ویرانہ کو شاداب کرتا ہے‘ پس اُسکی ہدایت و رحمت کا آفتاب بھی ایک ہی ہے‘ اور گو بہت سے ستارے اسکی روشنی سے اکتساب نور کرتے ہوں‘ مگر ان سب کا مرکز و مبدء نورانیت ایک ہی ہے :

قرآن حکیم نے آفتاب کو " سراج " کہا :

وجعلنا سراجاً وهاجاً (٧٨ : ١٣) اور ہم نے آسمان میں سورج کے چراغ کو بڑا ہی روشن بنایا -

اور اِسی طرح اُسکے ظہور کو بھی " سراج " کہا جسکی ہدایت و رحمت کی روشنی تمام کرۂ ارضی کی ظلمتوں کیلیے پیام صبح تھی :

(۱) غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور نہ سامریوں کے کسی شہر میں داخل ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا (متی ٩ : ٦)

ایسے مہلک بم اور شل ' اور ایسے بے پناہ مرکبات بنادیے جنکے آگے انساني جماعتیں بالکل بے بس هوجاتي هیں' اور منٹوں کے اندر بڑي بڑي آبادیاں موت کي لعنت سے بهر جاتي هیں ؟ اچها ' بهاپ کي طاقت کے موجد کو بلاؤ ' اسکي بڑائي کیسي عجیب تهي جس نے بهاپ کي غیر معلوم طاقت کو انسان کے تابع کردیا ؟ لیکن آه ! وه اُس دنیا کیلیے کیا کرے جو موت کي نہیں' بلکه زندگي کي بهوکي هے ' اور دیکهه رهي هے که بهاپ کے شیطان هي کے اندر وه سب سے بڑي بے پناه خباثت هے' جس نے آج جنگ کے میدانوں میں مختلف بهیسوں اور مختلف صورتوں کے اندر موت کي سب سے بڑي پهنکار ماري هے ' اور تمام انساني علم و دانائي اسکے بچاؤ کیلیے بیکار هے ؟

پهر کیا دنیا تمدن و علم کے اُن مغرور بانیوں کي پیدائش پر خوشیاں منائے جنہوں نے اسکي موت اور هلاکت کیلیے تو سب کچهه کیا' پر اسکے امن و سلامتي اور سعادت و طمانیت کیلیے کچهه نه کرسکے ؟ انکے پاس انسان کے اڑنے ' سمندروں کے اندر جانے ' بجلي کو قابو میں کرنے ' هوا کے تموج اور ذرات کو اپنے نامه و پیام کا سفیر بنانے ' اور خود بخود بجنے والے باجوں اور بڑي تیزي سے چلنے والي سواریوں کیلیے تو بڑا ذخیره هے ' لیکن انسان کو نیک اور راست باز بنانے ' خدا کي عدالت و صداقت سے زمین کو معمور کرنے ' امن اور راحت کي پادشاهت کے قائم کرنے ' ظلم و فساد کے بیج سے زمین کو صاف کرنے ' طاقت اور حکم کے جبر سے ضعف اور ناتواني کو بچانے ' اور انسانوں کو درندوں اور سانپوں کي طرح نہیں' بلکه انسانوں کي طرح بسادینے کیلیے کچهه بهي نہیں هے !

تم نے یورپ کے تمدن کي کتوں کي طرح لوٹ کر اور بهیڑوں کی طرح چلکر همیشه پرستش کي هے ' اور مذهب کي تعلیمات کي هنسي اڑائي هے که وه اخرة اخرة کہتا هے مگر یورپ کي طرح دنیا کیلیے کچهه نہیں بتلاتا ' لیکن شاید تم آج قرآن حکیم کي اس آیت کو سمجهه سکو جسکے متعلق حدیث صحیح میں آیا هے که اسکي تلاوت آخري زمانے کے فتنه سے بچائیگي :

هل ننبئکم بالاخسرین اعمالا ؟ الذین ضل سعیهم في الحیواة الدنیا و هم یحسبون انهم یحسنون صنعا اولائک الذین کفروا بایات ربهم و لقائه فحبطت اعمالهم فلا نقیم لهم یوم القیامه وزنا - (۱۸ : ۱۰۴)	تم کو بتلاؤں که سب سے زیاده ناکام و نامراد کام کرنے والے کون هیں ؟ وه جنکي تمام قوة سعي صرف دنیا کي زندگي سنوارنے هي میں کهوئي گئي اور جهل حقیقت نے ان میں یه گهمنڈ پیدا کردیا که وه بہت هي خوبیوں کا کام کر رهے هیں ' یهي لوگ هیں جنهوں نے الله کي نشانیوں اور اسکے رشتے کو نه سمجها

اور اس سے انکار کیا ' پس انکا تمام کیا دهرا برباد گیا ' اور قیامت کے دن انهیں کوئي وزن نصیب نهوگا -

دوسري جگه ارباب کفر کے اعمال یه بتلائے :

یعلمون ظاهرا من الحیاة الدنیا و هم عن الاخرة غافلون -	صرف دنیا کي زندگي کا ایک ظاهري پہلو انهوں نے جان لیا هے اور وه آخرة کے علاقوں سے بالکل غافل هوگئے هیں !

" اخرة " سے مقصود یه نہیں هے که دنیا اور دنیا کے اعمال ترک کردیے جائیں' بلکه اسکي عملي تفسیر یورپ کي موجوده زندگي کو سمجهو جسنے اپنے تئیں صرف دنیا هي کیلیے وقف کردیا اور اسکے گهمنڈ میں وه الله اور اوسکے رشتے کیلیے کوئي وقت اور فکر نه نکال سکي- نتیجه یه نکلا که اس نے وه چیز تو حاصل کرلي جسکا نام تمدن رکها گیا هے' لیکن وه شے حاصل نه کرسکي جو انسان کیلیے امن حقیقي کي راه ' اور سلام و سعادت فطري کي صراط مستقیم هے -

(۹)

تم کہه سکتے هو که یه اُن انسانوں کا حال هے جنکي بڑائیاں صرف جسم و ماده تک محدود تهیں - لیکن اگر دنیا کیلیے اُونکي پیدایش کي یاد میں کوئي تسکین اور راحت نہیں هے تو وه ان تمام صفوں سے باهر آجائیگي ' اور دنیا کے بڑے بڑے مذهبوں کے دامن میں پناه لیگي - وه بانیان مذهب کي عظمتوں کا نظاره کریگي ' وه خدا کے رسولوں اور اُسکے پاک پیاموں کے پیغامبروں کو ڈهونڈهیگي !

هاں' اگر دنیا ایسا کرے تو یه في الحقیقت اُسکي مصیبتوں کا خاتمه هوگا ' اُسکے دائمي درد اور بیقراریوں کیلیے سکهه اور راحت کي ایک حیات بخش کروٹ هوگي ' اور وه بلا شبهه منزل مقصود کو پالیگي - قرآن حکیم نے بهي اُسکے دکهه کا یهي علاج بتلایا هے ' اور جبکه وه پادشاهوں' قومي پیشواؤں' کا هنوں' اور علم و مذهب کے جهوٹے مدعیوں کے دامن غرور میں لپٹي هوئي تهي ' تو اسے وصیت کي که وه سچائي کے رسولوں اور خدا کے داعیوں کي راه اختیار کرے' اور اُنهي کی زندگي کو اپنا نصب العین بنائے :

اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیهم	خدا یا تو همیں صراط مستقیم پر چلا - وه صراط مستقیم جو تیرے نبیوں'

صدیقوں ' شهیدوں ' صالح بندوں کي راه عمل هے !

لیکن دیکهنا یه هے که اس میدان میں بهي آکر وه کونسي زندگي هے' جس نے اعمال دعوة کے اندر دنیا کو پیام امن و سعادت ملسکتا هے ؟

دنیا میں آج جو بڑے بڑے مذاهب موجود هیں' وه علم الاقوام کي تقسیم کے مطابق دو قسموں میں منقسم کیے جا سکتے هیں - ایک سمیٹیطیقي سلسله هے جسکے ما تحت یهودي اور مسیحي قومیں ابتک دنیا میں باقي هیں - دوسرا آرین سلسله هے جس سے گوتم بدهه اور هندوستان کے تمام داعیان مذاهب وابسته هیں -

پهر دنیا کیلیے اگر سب سے بڑا رسول یهودي مذهب کي تاریخ میں هے' تو وه حضرة موسی علیه السلام کي زندگي اور انکي پیدایش کو سب سے بڑا واقعه قرار دیگي - لیکن اگر امن نے ایسا کرنا چاها تو اسے یه سمجهنے کا حق حاصل هے که حضرة موسی علیه السلام کے اعمال حیاة میں اپنے لیے پیام امن ڈهونڈے - حضرة موسی کي حیاة مقدس کا سب سے بڑا کار نامه یه هے که انهوں نے مصر کي ایک جابر و ظالم گورنمنٹ کے پنجۂ استبداد سے بني اسرائیل کو نجات دلائي ' اور اسے غلامي کي ناپاکي سے نکالکر جو انسانیت کیلیے سب سے بڑي ناپاکي هے' حکومت اور امن و عزت کي طهارت تک پهنچادیا -

بلا شبه اُنهوں نے اپني قوم یعنی بني اسرائیل کي نسل کیلیے بڑا هي مقدس جهاد کیا ' اور یه انکا یادگار عالم اسوۂ حسنه هے جسکي دنیا کو تقدیس کرني چاهیے - لیکن سوال یه هے که اُنهوں نے تمام دنیا کیلیے کیا کیا ؟ دنیا صرف بني اسرائیل هي کا نام نہیں هے - غیر الهي عبودیت کي زنجیریں صرف بني اسرائیل هي کے پاؤں میں نہیں تهیں ' بلکه کرۂ ارضي کي تمام آبادي کے پاؤں اس کے بوجهه سے زخمي تهے' پس دنیا کیلیے وهي تلوار محبوب هوسکتي هے جو صرف فرعون کي ڈالي هوئي زنجیروں هي کو نه کاٹے ' بلکه دنیا کے تمام فرعونوں کے تخت غرور کو اُلٹ دے ؟

انهوں نے صرف بني اسرائیل کو غلامي سے نجات دلائي ' مگر تمام دنیا غلامي سے نکلنے کي آرزو مند هے -

دوسرا سب سے بڑا اسرائیلي مذهب مسیحي تحریک کا هے - لیکن مسیحي دعوت کي تعلیم همارے سامنے هے - اسکے علاوه مسیحیت سے منسوب قومیں جو کچهه کهینگي' هم اُنهیں حضرة مسیح کے نام سے قبول نہیں کرسکتے - حضرت مسیح نے کہا که میں

متاع ہے' اور تم اپنے ان پاک جذبات کی جتنی بھی حفاظت کرو کم ہے - تمہارا یہ عشق الہی ہے ' تمہاری یہ محبت ربانی ہے ' تمہاری یہ شیفتگی انسانی سعادت اور راست بازی کا سر چشمہ ہے' تم اُس وجود مقدس و مطہر کی محبت رکھتے ہو جسکو تمام کائنات انسانی میں سے تمہارے خدا نے ہر طرح کی محبوبیتوں اور ہر قسم کی محمودیتوں کیلیے چن لیا ' اور محبوبیۃ عالم کا خلعت اعلی صرف اسی کے وجود اقدس پر راست آیا - کرۂ ارضی کی سطح پر انسان کیلیے بڑی سے بڑی بات جو لکھی جاسکتی ہے' زیادہ سے زیادہ عشق جو کیا جاسکتا ہے ' اعلی سے اعلی مدح و ثنا جو کی جاسکتی ہے ' غرضکہ انسان کی زبان انسان کے لیے جو کچھہ کہہ سکتی اور کرسکتی ہے' وہ سب کا سب صرف اُسی ایک انسان کامل و اکمل کیلیے ہے ' اور اسکا مستحق اسکے سوا کوئی نہیں :

مقصود ما ز دیر و حرم جز حبیب نیست
هر جا کنیم سجدہ بـــداں آستـــاں رســد

و للہ در مـا قال :

عبـاراتنـا شتی و حسنك واحد
و كل الــــی ذاک الجمال يشير !

(وحــدہ لا شـریک)

خدا کی الوہیت و ربوبیت جس طرح وحدہ لا شریک ہے کہ کوئی ہستی اُسکی شریک نہیں ' اسی طرح اس انسان کامل کی انسانیۃ اعلی اور عبدیت کبری بھی وحدہ لا شریک ہے کیونکہ اُسکی انسانیت و عبدیت میں کوئی اسکا ساجھا نہیں' اور اُسکے حسن و جمال فردانیت کا کوئی شریک نہیں :

منــزہ عــن شریــک في محاسنه
فجوهر الحسن فيـــه غيـــر منقسم

یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم میں تم دیکھتے ہو کہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلواۃ و السلام کا ذکر جہاں کہیں کیا گیا ' وہاں اُن سب کو اُنکے ناموں سے پکارا ہے' اور انکے واقعات کا بھی ذکر کیا ہے تو انکے ناموں کے ساتھہ کیا ہے - لیکن اس انسان کامل' اس فرد اکمل' اس صفات عبدیۃ کے وحدہ لا شریک کا اکثر مقامات میں اسطرح ذکر کیا ہے کہ نہ تو اُسکا نام لیا گیا ' نہ ہی کسی دوسرے وصف سے نامزد کیا گیا ' بلکہ صرف " عبد " کے لفظ سے اسکے پروردگار نے اُسے یاد فرمایا :

سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی -

کیا پاک ہے وہ خداوند قدوس جس نے ایک رات اپنے "عبد" کو مسجد حرام سے مسجد اقصی تک کی سیر کرائی !

سورۂ جن میں فرمایا :

و انــہ لمــا قام عبد اللہ يدعــوہ كادوا يكونـــون عليه لبدا -

اور جب اللہ کا بندہ (عبد) تبلیغ حق کیلیے کھڑا ہوتا ہے تاکہ اللہ کو پکارے ' تو کفار اُسکو اِسطرح گھیر لیتے ہیں گویا قریب ہے کہ اُس پر آ گرینگے !

سورۂ کہف کو اس آیۃ سے شروع کیا :

الحمد للــہ الذي انزل علی عبدہ الكتـــاب -

تمام تعریفیں اللہ کیلیے ہیں جسنے اپنے " عبد " پر کتاب اُتاری -

سورۂ فرقان کی پہلی آیت ہے :

تبـــارک الذيّ نـزل الفرقان علی عبدہ ليكون للعـــالمیـن نـذيـرا -

کیا ہی پاک ذات ہے اُسکی جسنے " الفرقان " اپنے " عبد " پر اُتارا تاکہ وہ تمام عالم کی ضلالتوں کیلیے ڈرانے والا ہو !

اسی طرح سورۂ نجم میں کہا : فاوحی الی " عبدہ " ما اوحی ' حدید میں کہا : ینزل علی " عبـدہ " آیات - پس ان تمام مقامات میں آپکا اسم گرامی نہیں لیا' بلکہ اسکی جگہ صرف " عبد " فرمایا - حالانکہ بعض دیگر انبیاء کے لیے اگر عبد کا لفظ فرمایا ہے تو اسکے ساتھہ نام کی تصریح بھی کردی ہے - سورۂ مریم میں حضرۃ ذکریا کیلیے فرمایا : ذکر رحمـــۃ ربك عبـــدہ ذکریا - سورۂ ص میں کہا : و اذکر عبدنا داؤد - نیز : و اذکر عبدنا ایوب -

اس خصوصیت و امتیاز سے اسی حقیقت کو واضح کرنا مقصود الہی تھا کہ اس وجود گرامی کی عبدیۃ اور بندگی اس درجۂ آخری و مرتبۂ قصوی تک پہنچ چکی ہے جو انسانیۃ کی انتہا ہے' اور جسمیں اور کوئی عبد اس عبد کامل کا شریک و سہیم نہیں - پس عبدیۃ کا فرد کامل وہی ہے' اور اسلیے بغیر اضافت و نسبت کے صرف "عبد" کا لقب اسکو ناموں اور علموں کی طرح پہچنوا دیتا ہے - کیونکہ تمام کائنات ہستی میں اُسکا سا اور کوئی عبد نہیں !

پس یہ وہ تھا کہ اسکے صفات الاہیہ کا یہ حال ہے' اسکی انسانیت و عبدیۃ کی وحدت اسطرح فرمانفرمائے جمیع کائنات ہے' اسکی محبت و محبوبیت کا خود رب السماوات والارض نے اعلان کیا' اور اسکی رحمت کو اپنی ربوبیت کی طرح تمام عالمین پر محیط کردیا' اُسکو اللہ نے اپنی صفات رافت و رحمت سے متصف فرمایا ' اور اگر اپنے آپکو الرحمن الرحیم کہا تو اسے بھی بالمومنین روف الرحیم قرار دیا - اسکو تمام قرآن حکیم میں کبھی بھی نام لیکر نہ پکارا ' بلکہ کبھی صدائے عزت سے نوازا کہ یا ایہا الرسول اور کبھی طریق محبت سے پکارا کہ یا ایہا المزمل ! اسکے وجود کی عزت و عظمت کو اپنی عزت کی طرح اپنے بندوں پر فرض کردیا ' اور جابجا حکم دیا کہ تعزروہ و توقروہ (اسکی عزت کرو اور اسکی توقیر بجا لاؤ) پھر وہ کہ اسکی محبوبیتوں اور عظمتوں کا یہ حال تھا کہ اسکا وجود مقدس و اطہر تو بڑی چیز ہے ' وہ جس آبادی میں بسا اور جس شہر کی گلیوں میں چلا پھرا ' اسکی عزت کو بھی خدائے زمین و آسمان نے تمام عالم میں نمایاں کیا :

لا اقسـم بهـذ البـــلد و انت حل بهذ البلد -

ہم مکہ کی قسم کھاتے ہیں مگر اسلیے کہ تیرا وجود اُسکی سرزمین میں رہا اور بسا ہے !

و من مــذهبي حب الديـــار لاهلهـــا
و للنـــاس فيما يعشقـــون مـــذاهب

پس جسکی قدوسیت و جبروتیت کا یہ مرتبہ ہو ' اُسکی یاد میں جتنی گھڑیاں بھی کٹ جائیں' اُسکے عشق میں جتنے آنسو بھی بہ جائیں' اُسکی محبت میں جتنی آہیں بھی نکل جائیں' اور اُسکی مدح و ثنا میں جسقدر بھی زبانیں زمزمہ پیرا ہوں ' انسانیت کا حاصل' روح کی سعادت ' دل کی طہارت ' زندگی کی پاکی' اور ربانیت و الاہیت کی بادشاہی ہے - و للہ در ما قال :

راہ تو بہـر قـــدم کہ پویند خوش ست
وصل تو بہـر سبب کہ جویند خوش ست !
روے تو بہـر دیـدہ کہ بینند نکوست
نام تو بہـر زبـان کہ گویند خوش ست !

(جشن حصول و ماتم ضیاع)

لیکن جبکہ تم اس ماہ مبارک میں یہ سب کچھہ [illegible] اس ماہ کے واقعۂ ولادت کی یاد میں خوشیں مناتے ہو' [illegible] مسرتوں کے اندر تمہیں کبھی اپنا وہ ماتم بھی یاد آتا ہے جسکے بعد اب تمہاری کوئی خوشی نہیں ہو سکتی ؟ کبھی تم نے اس حقیقت پر بھی غور کیا ہے کہ یہ کس کی پیدایش ہے جسکی یاد کیلیے تم سر و سامان جشن کرتے ہو ؟

انـــا ارسلناک شاھداً و مبشراً و نذیراً و داعیاً الی اللہ باذنہ و سراجاً منیـــرا -	اے پیغمبر اسلام! ھم نے تمکو دنیا کے آگے حق کی گواھی دینے والا' سعادت انسانیۃ کی خوشخبری پھیلانے والا' اللہ کی طرف اُسکے بندوں کو بلانے

والا' اور دنیا کی تاریکیوں کیلیے ایک چراغ نورانی بناکر بھیجا -

پس تمام کرۂ ارضی کی روشنی کیلیے یہی ایک آفتاب ھدایت ھے' جسکی عالم تسخیر کرنوں کے اندر دنیا اپنی تمام تاریکیوں کیلیے نور بشارت پاسکتی ھے' اور اِس لیے صرف وھی ایک ھے جسکے طلوع کے پہلے دن کو دنیا کبھی نہیں بھلا سکتی' اور اگر اس نے بھلا دیا ھے تو وہ وقت دور نہیں جب اسے کامل عشق و شیفتگی کے ساتھہ صرف اسی کے آگے اجھکنا پڑیگا' اور اُسی کو اپنا کعبۂ امید بنانا پڑیگا -

اس مقدس پیدایش نے دنیا میں ظاھر ھوکر یہ نہیں کہا کہ میں صرف بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلانے آیا ھوں' بلکہ اس نے کہا کہ تمام عالم انسانیت کو غیر الٰہی غلامیوں سے نجات دلانا میرا مقصد ظہور ھے - اس نے صرف اسرائیل کے گھرانے کی گم شدہ رونق ھی سے عشق نہیں کیا' بلکہ تمام عالم کی اُجڑی ھوئی بستی پر غمگینی کی' اور انکی دوبارہ رونق و آبادی کا اعلان کیا - اس نے اُس خدا کی محبتوں کی طرف دعوۃ نہیں دی جو صرف سینا کی چوٹیوں یا ھمالہ کی گھاٹیوں میں بستا ھے' بلکہ اُس رب العالمین کی طرف بلایا جو تمام نظام ھستی کا پروردگار ھے' اور اسلیے تمام کائنات عالم کو اپنی طرف بلا رھا ھے - ھم کو دنیا میں سکندر ملتا ھے جس نے تمام عالم کو فتح کرنا چاھا تھا' لیکن ھم دنیا کی پوری تاریخ میں خدا کے کسی رسول کو نہیں پاتے جس نے تمام عالم کی ضلالتوں اور تاریکیوں کے خلاف اعلان جہاد کیا ھو - اسکا صرف ایک ھی اعلان ھے جو آغاز خلقت سے ابتک کیا گیا ھے' اور اسلیے اگر دنیا نسلوں' قوموں' اور رقبوں کا نام نہیں ھے بلکہ مخلوقات الٰہی کی اُس پوری نسل کا نام ھے جو کرۂ ارضی کی پیٹھہ پر بستی ھے' تو وہ مجبور ھے کہ ھر طرف سے مایوسی کی نظریں ھٹا کر صرف اس ایک ھی اعلان علم کے آگے جھک جاے اور صرف اسی کی پیدایش کے دن کو اپنی عمر کا سب سے بڑا دن یقین کرے:

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبـــدہ لیـکون للعالمین نذیرا (۲۵ : ۱)	کیا ھی پاک اور برکتوں کا سرچشمہ ھے ذات اُسکی جس نے اپنے برگزیدہ بندے پر الفرقان نازل کیا تاکہ وہ قوموں

اور ملکوں ھی کیلیے نہیں بلکہ تمام عالموں کی ضلالت کیلیے توڑنے والا ھو!

دنیا میں جسقدر داعیان حق و صداقت کے اعلانات موجود ھیں' اگر دنیا انکو بھلا دیگی' تو یہ صرف قوموں اور ملکوں کی سعادت کی فراموشی ھوگی' کیونکہ اس سے زیادہ انہوں نے کچھہ نہ کہا' لیکن اگر ربیع الاول کو اس نے بھلا دیا' تو یہ تمام کرۂ ارضی کی نجات کو بھلا دینا ھوگا' کیونکہ ربیع الاول کی رحمت کسی ایک سرزمین کیلیے نہیں بلکہ تمام عالمین کیلیے تھی -

(II)

یہاں تک جو کچھہ حوالۂ قلم ھوا' یہ محض ایک تمہید تھی اور اسلام کی رحمت عامہ کا ایک سرسری مطالعہ لیکن اسکے بعد اصلی سوال ھمارے سامنے آتا ھے - یعنی اس پیدایش نے دنیا کی حقیقی اور عالمگیر مصیبت کیلیے کیا کیا؟ اور انسانیت کی سعادت و ارتقاء فطری کی کیونکر تکمیل کی؟ اس مبحث عظیم کا احاطہ و استقصاء تو ممکن نہیں' لیکن چند سرسری اشارات آیندہ نمبر میں ملینگے -

مواعظ و خطب

ماہ ربیـــع الاول

اور جشن تذکار ولادت نبوی صلی اللہ علیہ و سلم

آن رازکہ در سینــہ نہانســت نہ وعظ ســت
بر دار تواں گفــت' بہ منبر نہ تواں گفــت!

عزیزان ملت! ماہ ربیع الاول کا ورود تمہارے لیے جشن و مسرت کا ایک پیغام عام ھوتا ھے - کیونکہ تم کو یاد آجاتا ھے کہ اسی مہینے کے ابتدائی ھفتوں میں خدا کی رحمت عامہ کا دنیا میں ظہور ھوا' اور اسلام کے داعی برحق کی پیدایش سے دنیا کی دائمی غمگینیاں اور سرگشتگیاں ختم کی گئیں - صلی اللہ علیہ و علی الہ و صحبہ و سلم -

تم خوشیوں اور مسرتوں کے ولولوں سے معمور ھوجاتے ھو' تمہارے اندر خدا کے رسول برحق کی محبت و شیفتگی ایک بیخودانہ جوش و محویت پیدا کردیتی ھے - تم اپنا زیادہ سے زیادہ وقت اسی کی یاد میں' اسی کے تذکرہ میں' اور اسی کی محبت کے لذت و سرور میں بسر کرنا چاھتے ھو!

تم اسکے ذکر و فکر کی مجلسیں منعقد کرتے ھو' انکی آرایش و زینت میں اپنی محنت و مشقت کی کمائی بے دریغ لٹاتے ھو' خوشبودار اور تروتازہ پھولوں کے گلدستے سجاتے ھو' کافوری شمعوں کے خوبصورت فانوس اور برقی روشنی کے بکثرت کنول روشن کرتے ھو' عطر و گلاب کی مہک اور اگر کی بتیوں کا بخور جب ایوان مجلس کو اچھی طرح معطر کردیتا ھے' تو اسوقت مدح و ثنا کے زمزموں اور درود و سلام کے مقدس ترانوں کے اندر اپنے محبوب و مطلوب مقدس کی یـاد کو ڈھونڈھتے ھو' اور بسا اوقات تمہاری آنکھوں کے آنسو اور تمہارے پر محبت دلوں کی آھیں اسکے اسم مبارک سے والہانہ عشق کرتیں اور اُسکے عشق سے حیات روحانی حاصل کرتی ھیں!

پس کیا مبارک ھیں وہ دل جنھوں نے اپنے عشق و شیفتگی کیلیے رب السماوات و الارض کے محبوب کو چنا! اور کیا پاک و مطہر ھیں وہ زبانیں جو سید المرسلین و رحمۃ للعالمین کی مدح و ثنا میں زمزمہ سنج ھولیں!

مصلحـت دیـد مـن آنست کہ یاراں ھمہ کار
بگذارنـنـــد و خـــم طـــرۂ یارے گیـــرند!

انھوں نے اپنے عشق و شیفتگی کیلیے اسکی محبوبیت کو دیکھا' جسکو خود خدا نے اپنی چاھتوں اور محبتوں سے ممتاز کیا' اور انکی زبانوں نے اُسکی مدح و ثنا کی' جسکی مدح و ثنا میں خود خدا کی زبان' اسکے ملائکہ اور قدوسیوں کی زبان' اور کائنات ارضی کی تمام پاک روحوں اور سعید ھستیوں کی زبان' انکی شریک و ھم نوا ھے:

ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبـی' یا ایھا الذین امنـوا' صلـوا علیـہ و سلـموا تسلیمـا (۳۳ : ۵۶)

(کائنات ھستی کی محبوبیۃ اعلیٰ)

بلا شبہ محبت نبوی اور عشق محمدی نے یہ پاک ولولے اور یہ مخلصانہ ذوق و شوق تمہاری زندگی کی سب سے زیادہ قیمتی

وہ جو کچھ لایا اسمیں غمگینی کی چیخ نہ تھی ' ماتم کی آہ نہ تھی ' ناتوانی کی بے بسی نہ تھی ' اور حسرت و مایوسی کا آنسو نہ تھا ' بلکہ یکسر شادمانی کا غلغلہ تھا ' جشن و مراد کی بشارت تھی ' کامیابی و عیش فرمائی کی بہار تھی ' طاقت اور فرمان فرمائی کا اقبال تھا ' امید اور یقین کا خندۂ عیش تھا ' زندگی اور فیروز مندی کا پیکر و تمثال تھا ' فتح مندی کی ھمیشگی تھی' اور نصرۃ و کامرانی کی دائمی :

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنـزل علیھـم المـلائکـۃ الا تخافــوا ولا تحزنوا و ابشروا بالجنـۃ التی کنـتم توعـــدون - نحن اولیائکم فی الحیٰوۃ الدنیا والاخرۃ و لکم فیھا ما تشتھی انفسکم و لکم ما تدعون -

اللہ کے وہ صالح بندے جنھوں نے دنیا کی تمام طاقتوں سے کٹ کر کہا کہ اللہ ھی ھمارا رب ھے اور اسکے سوا کوئی نہیں' پھر ساتھہ ھی اسپر جم گئے اور ثابت قدمی کے ساتھہ اپنی خدا پرستی کو قائم کیا ' سو یہ وہ لوگ ھیں کہ کامرانی و فتح مندی کیلیے خدا نے انکو چن لیا ھے : وہ اپنی ملائکہ نصرت کو انپر بھیجتا ھے جو ھردم پیام شادمانی و کامیابی پہنچاتے ھیں کہ نہ تو تمھارے لیے خوف ھے اور نہ کسی طرح کی غمگینی - دنیا کی زندگی میں بھی تم خدا کی نصرۃ و حمایت سے فتح مند و کامیاب ھوگے اور اخرۃ میں بھی خدا کی مہربانیوں سے بامراد - اللہ کی تمام نعمتیں صرف تمھارے ھی لیے ھیں ' تم جو نعمت چاھوگے تمھیں ملیگی اور جس چیز کو پکاروگے پاؤگے -

(لا تھنوا ولا تحزنــوا)

کیونکہ وہ جو ربیع الاول میں آیا ' اس نے کہا کہ غم اور ناکامی انکے لیے ھونی چاھیے جنکے پاس کامیابی و نصرۃ بخشنے والے کا رشتہ نہیں ھے' پر وہ جو جنھوں نے تمام انسانی اور دنیاوی طاقتوں سے سرکشی کرکے صرف خدا کی قدوس طاقت کے ساتھہ وفاداری کی' اور اس ذات کو اپنا دوست بنالیا جو ساری خوشیوں کا دینے والا اور تمام کامیابیوں کا سر چشمہ ھے' تو وہ کیونکر غمگینی پاسکتے ھیں' اور خدا کے دوستوں کے ساتھہ اسکی زمین میں کون ھے جو دشمنی کرسکتا ھے ؟

ذالك بان اللہ مولی الذین آمنــوا ' وان الـکافــرین لا مولیٰ لھم (۴۷ : ۱۲)

اسلیے کہ اللہ مومنوں کا دوست اور حامی ھے مگر کافروں کا نہیں جنھوں نے اس سے انکار کیا -

جن پاک روحوں نے خدا کی سچائی اور کلمۂ حق و عدل کی خدمت گذاری کیلیے اپنے آپکو وقف کردیا' وہ کسی سے نہیں ڈرسکتے' البتہ انکی ھیبت و قہاریت سے دنیا کو ڈرنا چاھیے :

فلا تخافوھم' وخـافون ان کنتـــم مــومنین (۳ : ۱۷۰)

دشمنان حق کی شیطانی ھیبتوں سے نہ ڈرو' اللہ سے ڈرو اگر فی الحقیقت تم مومن ھو-

دنیا میں متضاد سے متضاد اجزا باھم جمع ھوسکتے ھیں - آگ اور پانی ممکن ھے کہ ایک جگہ جمع ھو جائیں ' شیر اور بکری ھوسکتا ھے کہ ایک گھاٹ سے پانی پی لیں' لیکن خدا کا " ایمان " اور " انسان کا خوف " یہ دو چیزیں ایسی متضاد ھیں جو کبھی بھی ایک دل میں جمع نہیں ھوسکتیں ' اور اگر ایک بد بخت ایمان الہی کا دعوا کرکے انسان کے ڈر سے بھی کانپ رھا ھے ' تو تم اسے اُن کنکروں اور پتھروں کی طرح ٹھکرا دو جو انسان کی راہ میں لڑھکر آجاتے ھیں ' تاکہ دوڑنے والوں کیلیے ٹھوکر بنیں ' کیونکہ وہ ایمان کے یقین سے محروم ھے

لا تھــنوا ولا تحزنــوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین -

نہ ھراساں ھو اور نہ غمگین ھو' تمھیں سب پر غالب آنے والے ھو اگر تم سچے مومن ھو !

الا ان اولیـاء اللــہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون -

- یاد رکھو کہ جو لوگ اللہ کے دوست اور اسکے چاھنے والے ھیں ' انکے لیے نہ تو کوئی خوف ھے اور نہ کبھی وہ غمگین ھونگے !

(استـبـدال نعمت)

لیکن آج جبکہ تم عید میلاد کی مجلسیں منعقد کرتے ھو' تو تمھارا کیا حال ھے ؟ وہ تمھاری دولت کہاں ھے جو تمھیں دی گئی تھی ؟ وہ تمھاری نعمت کامرانی کدھر گئی جو تمھیں سونپی گئی تھی ؟ وہ تمھاری روح حیات کیوں تمھیں چھوڑ کر چلی گئی' جو تم میں پھونکی گئی تھی ؟ آہ ! تمھارا خدا تم سے کیوں روٹھہ گیا ؟ اور تمھارے اقا نے کیوں تم کو صرف اپنی ھی غلامی کیلیے نہ رکھا ؟ کیا ربیع الاول کے آنے والے نے خدا کا وعدہ نہیں پہنچایا تھا کہ عزت صرف تمھارے ھی لیے ھے ؟ اور اس دولت کا اب زمین پر تمھارے سوا کوئی وارث نہیں ؟

ان العزۃ للہ و لرسولہ و للمــومنیــن و لکن المنافقین لا یعلمون -

عزت اللہ کیلیے ھے' اسکے رسول کیلیے' اور مومنوں کیلیے' لیکن جن کے دل نفاق سے کھوے گئے وہ اس حقیقت کو نہیں جانتے -

پھر یہ کیا انقلاب ھے کہ تم ذلت کیلیے چھوڑدیے گئے ھو ' اور عزت نے تم سے منہہ چھپالیا ھے ؟ کیا خدا کا وعدۂ نصرۃ تم تک نہیں پہنچایا گیا تھا کہ :

و کان حقـا علینــا نصــر المومنین (۳۰ : ۴۷)

مسلمانوں کو نصرت و فتح دینا ھمارے لیے ضروری ھے - یہ کسی طرح نہیں ھوسکتا کہ ھم غیروں کو فتحیاب کریں اور مومن ناکام رھجائیں -

پھر یہ کیوں ھے کہ تم نے کامیابی نہ پائی اور کام و مراد نے تمھارا ساتھہ چھوڑ دیا ؟ کیا خدا کا وعدہ سچا نہ تھا ؟ اور کیا وہ اپنے قول کا پکا نہیں ؟ تم جو انسانوں کے وعدوں پر ایمان رکھتے اور انکے حکموں کے آگے گرنا جنتے ھو' خدا کے وعدۂ لا یخلف المیعاد کیلیے اپنے اندر ایمان کی کوئی صدا نہیں پاتے ؟ آہ ! نہ تو اسکا وعدہ جھوٹا تھا اور نہ اس نے اپنا رشتہ توڑا ' مگر تم ھی ھو' تمھاری ھی محرومی و بے وفائی ھے ' تمھارے ھی ایمان کی موت اور راستی کی حرمانی ھے جس نے اپنے پیمان وفا کو توڑا ' اور خدا کے مقدس رشتے کی عزت کو اپنی غفلت و بد اعمالی اور غیروں کی پرستش و بندگی سے بٹہ لگایا :

ذالـک بان اللہ لم یک مغیرا نعمۃ انعمھـا علی قــوم حتی یغیــروا مــا بانفسھم و ان اللہ لیس بظلام للعبید (۸ : ۵۵)

اسلیے کہ خدا کبھی کسی قوم کی نعمت کو محرومی سے نہیں بدلتا جب تک وہ قوم خود ھی اپنے اندر تبدیلی نہ کردے اور وہ اپنے بندوں کیلیے ظالم نہیں ھے کہ اُنکو بغیر جرم کے سزا دے -

خدا اب بھی غیروں کیلیے نہیں بلکہ صرف تمھارے ھی لیے ھے' بشرطیکہ تم بھی غیرونکے لیے نہیں بلکہ صرف خدا ھی کیلیے ھوجاؤ :

ان تنصرو اللہ ینصرکم و یثبت اقــدامکــم -

اگر تم خدا کے کلمۂ حق کی مدد کروگے تو اللہ بھی تمھاری مــدد کریــگا اور تمھارے اندر ثابت قدمی اور مضبوطی پیدا کردیگا -

(یــادگار حــــریت)

تم ربیع الاول میں آنے والے کی یاد اور محبت کا دعوا رکھتے ھو' اور مجلـسیں منعقد کرکے اسکی مدح و ثنا کی صدائیں بلند کرتے ھو' لیکن تمھیں کبھی بھی یہ یاد نہیں آتا کہ جسکی یاد کا تمھاری زبان دعوا کرتی ھے ' اسکی فراموشی کیلیے تمھارا ھر عمل گواہ ھے؟ اور جسکی مدح و ثنا میں تمھاری صدائیں زمزمہ سرا ھوتی ھیں' اسکی عزت کو تمھارا وجود بٹہ لگا رھا ھے ؟ وہ دنیا میں اسلیے آیا تھا تاکہ انسانوں کو انسانی بندگی سے ھٹاکر صرف اللہ کی عبودیت کی صراط مستقیم پر چلائے ' اور غلامی کی اُن تمام زنجیروں سے ھمیشہ کیلیے نجات دلا دے جنکے بڑے بڑے بوجھل حلقے اُنھوں نے اپنے پانوں میں ڈال لیے تھے :

یضع اسرھم و اغلالھــم التی کانـــت علیھـــم

پیغمبر اسلام کے ظہور کا مقصد یہ ھے کہ گرفتاریوں اور بندشوں سے انسان کو

یہ کون تھا جسکي ولادت کے تذکرہ میں تمھارے لیے خوشیوں اور مسرتوں کا ایسا عزیز پیام ہے ؟

آہ ! اگر اس مہینہ کي آمد تمہارے لیے جشن و مسرت کا پیام ہے' کیونکہ اسي مہینے میں وہ آیا جسنے تم کو سب کچھہ دیا تھا' تو میرے لیے اس سے بڑھکر اور کسي مہینے میں ماتم نہیں' کیونکہ اس مہینے میں پیدا ہونے والے نے جو کچھہ ہمیں دیا تھا' وہ سب کچھہ ہم نے کھو دیا - اسلیے اگر یہ ماہ ایک طرف بخشنے والے کي یاد تازہ کرتا ہے' تو دوسري طرف کھونے والوں کے زخم کو بھي تازہ ہو جانا چاہیے :

ما خانہ رمیدگان ظلمیم
پیغام خوش از دیار ما نیست

تم اپنے گھرونکو مجلسوں سے آباد کرتے ہو' مگر تمھیں اپنے دل کي اجڑي ہوئي بستي کي بھي کچھہ خبر ہے ؟ تم کافوري شمعوں کي قندیلیں روشن کرتے ہو' مگر اپنے دل کي اندھیاري کو دور کرنے کیلیے کوئي چراغ نہیں ڈھونڈھتے ؟ تم پھولوں کے گلدستے سجاتے ہو' مگر آہ' تمہارے اعمال حسنہ کا پھول مرجھا گیا ہے - تم گلاب کے چھینٹوں سے اپنے رومال و آستین کو معطر کرنا چاہتے ہو' مگر آہ تمہاري غفلت' کہ تمہاري عظمت اسلامي کي عطر بیزي سے دنیا کي مشام روح یکسر محروم ہے ! کاش تمہاري مجلسیں تاریک ہوتیں' تمہارے اینٹ اور چونے کے مکانوں کو زیب و زینت کا ایک ذرہ نصیب نہ ہوتا' تمہاري آنکھیں رات رات بھر مجلس آرائیوں میں نہ جاگتیں' تمہاري زبانوں سے ماہ ربیع الاول کي ولادت کیلیے دنیا کچھہ نہ سنتي' مگر تمہاري روح کي آبادي معمور ہوتي' تمہارے دل کي بستي نہ اجڑتي' تمہارا طالع خفتہ بیدار ہوتا' اور تمہاري زبانوں سے نہیں مگر تمہارے اعمال کے اندر سے اسوۂ حسنۂ نبوي کي مدح و ثنا کے ترانے اٹھتے : فانہا لا تعمی الابصار و لکن تعمی القلوب التي في الصدور :

مجھ یہ ڈر ہے دل زندہ' تو نہ مرجاے
کہ زندگاني عبارت ہے تیرے جینے سے !

پھر آہ وہ قوم' اور صد آہ اس قوم کي غفلت و ناداني' جسکے لیے ہر جشن و مسرت میں پیام ماتم ہے' اور جسکي حیات قومي کا ہر قہقہۂ عیش فغان حسرت ہوگیا ہے' مگر نہ تو ماضي کي عظمتوں میں اسکے لیے کوئي منظر عبرت ہے' نہ حال کے واقعات و حوادث میں کوئي پیام تنبہ و ہوشیاري ہے' اور نہ مستقبل کي تاریکیوں میں زندگي کي کسي روشني کو اپنے سامنے رکھتي ہے - اسے اپني کامجوئیوں اور جشن و مسرت کي بزم آرائیوں سے مہلت نہیں' حالانکہ اسکے جشن و طرب کے ہر ورود میں ایک نہ ایک پیام ماتم و عبرت بھي رکھدیا گیا ہے - بشرطیکہ آنکھیں دیکھیں' کان سنیں' اور دل کي دانائي غفلت و سرشاري نے چھین نہ لي ہو : و ان في ذالک لذکری لمن کان لہ قلب او القی السمع و ھو شھید !

(ظہور و مقصد ظہور)

ماہ ربیع الاول کي یاد میں ہمارے لیے جشن و مسرت کا پیام اسلیے تھا کہ اسي مہینے میں خدا کا وہ فرمان رحمت دنیا میں آیا جسکے ظہور نے دنیا کي شقاوت و حرماني کا موسم بدل دیا' ظلم و طغیان اور فساد و عصیان کي تاریکیاں مٹ گئیں' خدا اور اسکے بندوں کا ٹوٹا ہوا رشتہ جڑ گیا' انساني اخوت و مساوات کي یگانگت نے دشمنیوں اور کینوں کو نابود کردیا' اور کلمۂ کفر و ضلالت کي جگہ کلمۂ حق و عدالت کي پادشاہت کا اعلان عام ہوا :

لقد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین' یھدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام -

اللہ کے طرف سے تمہاري جانب ایک نور ہدایت اور کتاب مبین آئي - اللہ اسکے ذریعہ اپني رضا چاہنے والوں کو سلامتي اور زندگي کي راہوں پر ہدایت کرتا اور انکے آگے صراط مستقیم کو کھولتا ہے !

لیکن دنیا شقاوت و حرماني کے درد سے پھر دکھیا ہوگئي' انساني شر و فساد اور ظلم و طغیان کي تاریکی خدا کي روشني پر غالب ہونے کیلیے پھیل گئي' سچائي اور راست بازي کي کھیتیوں نے پامالي پائي' اور انسانوں کے بے راہ گلہ کا کوئي رکھوالا نہ رہا - خدا کي وہ زمین جو صرف خدا ہي کیلیے تھي' غیروں کو دیدي گئي اور اسکے کلمۂ حق و عدل کے غمگساروں اور ساتھیوں سے اسکي سطح خالي ہوگئي :

ظہر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس !

زمین کي خشکي اور تري دونوں میں انسان کي پیدا کي ہوئي شرارتوں سے فساد پھیل گیا اور زمین کي صلح و فلاح غارت ہوگئي !

پھر آہ ! تم اسکے آنے کي خوشیاں تو مناتے ہو' پر اسکے ظہور کے مقصد سے غافل ہوگئے ہو' اور وہ جس غرض کیلیے آیا تھا' اسکے لیے تمہارے اندر کوئي ٹیس اور چبھن نہیں ؟

یہ ماہ ربیع الاول اگر تمہارے لیے خوشیوں کي بہار ہے' تو صرف اس لیے کہ اسي مہینے میں دنیا کي خزان ضلالت ختم ہوئي' اور کلمۂ حق کا موسم ربیع شروع ہوا - پھر اگر آج دنیا کي عدالت سموم ضلالت کے جھونکوں سے مرجھا گئي ہے' تو اے غفلت پرستو ! تمھیں کیا ہوگیا ہے کہ بہار کي خوشیوں کي رسم تو مناتے ہو' مگر خزاں کي پامالیوں پر نہیں روتے ؟

(آتشین شریعت)

اس موسم کي خوشیاں اس لیے تھیں کہ اسي میں اللہ کي عدالت کي وہ " آتشین شریعت " کوہ فاران پر نمودار ہوئي جسکي سعیر کي چوٹیوں پر صاحب تورات کو خبر دي گئي تھي' اور جو مظلومي کے آنسو بہانے' مسکیني کي آہیں نکالنے' ذلت و نامرادي سے ٹھکراے جانے کیلیے دنیا میں نہیں آئي تھي' بلکہ اسلیے آئي تھي تاکہ اعداء حق و عدالت ناکامي کے آنسو بہائیں' دشمنان الہي مسکیني کیلیے چھوڑدئے جائیں' ضلالت و شقاوت نامرادي و ناکامي کي ذلت سے ٹھکرائي جاے' اور سچائي و راستي کا عرش عظمت و اجلال نصرۃ الہي کي کامرانیوں اور اقبال و فیروزي کي فتح مندیوں کے ساتھہ تمام کائنات ارضي میں اپني جبروتیت و قدوسیت کا اعلان کرے - پس وہ اللہ کے ہاتھہ کي چمکائي ہوئي ایک تلوار تھي' جسکي ہیبت و قہاریت نے باطل پرستي کي تمام طاقتوں کو لرزا دیا اور کلمۂ حق کي پادشاہت اور دائمي فتح کي دنیا کو بشارت سنائي :

ھو الذي ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ و لو کرہ المشرکون -

وہ خدا ہي ہے جس نے اپنے رسول کو دنیا کي سعادت کے قیام اور ضلالت کي مقہوریت کیلیے دین حق کے ساتھہ بھیجا تاکہ وہ تمام دینوں پر اسے غالب کردے' پس اسکي حقانیت کي طاقت ہي آخر میں دائمي اور عام فتح پانے والي ہے اگرچہ مشرکوں پر ایسا ہونا بہت ہي شاق گذرے

وہ ذلت کا زخم نہ تھا بلکہ نامرادي کا زخم لگانے والا ہاتھہ تھا' وہ مظلومي کي تڑپ نہ تھي بلکہ ظلم کو تڑپانے والي شمشیر تھي' وہ مسکیني کي بیقراري نہ تھي' بلکہ دنیا کو بیقرار کرنے والوں نے اس سے بیقراري پائي' وہ درد و کرب کي کروٹ نہ تھي' بلکہ درد و کرب میں مبتلا کرنے والوں کو اس سے بے چیني کا بستر ملا -

الــديــن و السيــاســة

(١)
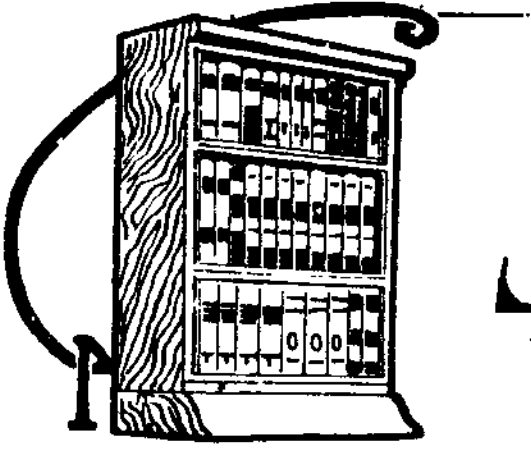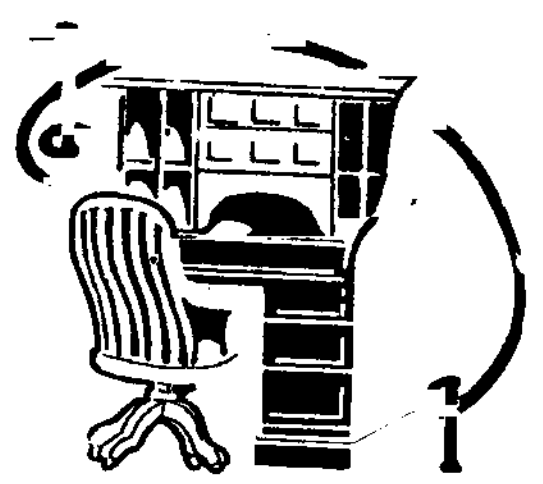
دنیوي حکومتوں نے اگرچہ سیاست کو ظلم و جور' تمرد و طغیان' خود غرضي و هواے نفس' کذب و فریب' دسائس و حیل' اور حرص و مطامع کا مرادف بنا دیا ' لیکن در حقیقت وہ ایک روحاني صداقت هے' جسپر دنیا کي تمام صداقتوں کي طرح ابتلاء و امتحان' ترقي و تنزل' اور ظهور و خفاء کے مختلف دور گذر چکے هیں - آغاز خلقت میں جب انسان جنگل کے تاریک گوشوں اور پہاڑوں کي اندھیري غاروں میں رهتا تها' تو سیاست بهي اوسکے تمام محاسن و فضائل کي طرح انهي تاریکیوں میں عزلت گزیں رهي - پھر جب دنیوي تمدن نے ترقي کي اور متمدن سلطنتیں قائم هوئیں' تو سیاست نے بهي اس تاریک افق سے سر نکالا ' اور سلاطین کے هواے نفس کے ساتهه ساتهه مدتوں تک دنیا پر جابرانہ حکومت کرتي رهي -

لیکن اوسکا یہ جابرانہ دور حکومت خدا کي مرضي کے مطابق نہ تها ' اسلیے وہ بادشاهوں کے عظیم الشان درباروں سے رخصت هوئي ' اُسنے تاج و تخت کو ٹهوکر لگائي ' اور مذهب کے دامن الهي کے دامن میں جاکر پناہ لي -

دنیا کي تمدني تاریخ میں یہ ایک عظیم الشان انقلاب تها ' اس نے دنیا کي غیر متحرک فضا میں شعاع آفتاب کي رعشہ دار اونگلیوں کي طرح ایک نوراني تموج پیدا کردیا ' جسکي پہلي لہر دریاے نیل سے اوٹهي ' اور پهر ریگستان عرب میں پہونچکر آب زمزم کي سطح ساکن کے اندر مل گئي !

(القــران الحكيــم)

قرآن حکیم ایک مجموعہ صداقت هے' اسلیے اوس نے دنیا کي تمام صداقتوں کے ساتهه سیاست کو بهي اپنے دامن میں سب سے پہلي جگہ دي' اور جو نور چند لمحوں کیلیے کوہ طور پر چمکا تها' وہ همیشہ اوسکے تاج حقیقت کا طرۂ زرنگار رها' سیاست الهي فرعون کے تاج و تخت کي ذمہ دار نہیں تهي' اوسکا کام ابو جهل و ابو سفیان کي سیادت کو محفوظ رکهنا نہ تها ' وہ دنیا میں صرف میزان عدل کے قائم کرنے کیلیے آئي تهي ' اسلیے اوس نے ایک فطري مذهب کي آغوش میں اپنے آپ کو نمایاں کیا ' کیونکہ فطرۃ هي ایک ایسي چیز هے جو خود عدل و انصاف سے سر مو تجاوز نہیں کرسکتي ' اور اگر وہ اپنے مرکز سے هٹ جاے تو دنیا کا تمام قدرتي نظام دفعۃ درهم برهم هو جاے -

(الــميـزان)

آفتاب و ماهتاب دنیا پر ایک لا زوال طاقت کے ساتهه حکومت کر رهے هیں ' اور اونکا دور حکومت سلاطین کي حکومت سے بہت زیادہ وسیع و طویل هے - گهنے درختوں کا سایہ بادشاهوں کے دامن دولت سے بہت زیادہ فراخ هوتا هے - امیر و غریب کو یکساں طور پر جگہ دینے کیلیے اوسکي آغوش هر وقت کهلي رهتي هے - آسمان کي حکومت سب سے زیادہ قدیم اور پائدار هے کہ وہ ازل هي سے تمام دنیا کے سر پر محیط هے - لیکن فطرت نے ان کو بهي خود سر' مغرور' اور سرکش نہیں بنایا ' بلکہ ایک عادلانہ نظام کا پابند کردیا هے ' اور اونهوں نے فطرۃ الهي کے آگے اپني اپني گردنیں جهکا دي هیں :

الشمس و القمر بحسبان و النجم و الشجر یسجدان و السماء رفعها و وضع المیزان (۵۵ : ۴)	سورج اور چاند ایک خاص نظام کے ماتحت گردش کر رهے هیں' درختوں نے بهي اپنے بلند سروں کو اوسي نظام کے آگے جهکا دیا هے'

یہ فطري نظام قدیم سے هے' خدا نے جب آسمان کو پیدا کیا اور اوسکو بلند کیا تو اوسي وقت ایک میزان عدل بهي قائم کردیا -

انسان فطرت کا اعلی ترین مظهر هے ' اس بنا پر خدا کي ان عظیم الشان مخلوقات کي طرح وہ بهي اسي فطرتي نظام عدل کا پابند هے ' اور اگر وہ خدا کي تمام مخلوقات میں بڑا هے تو اسکو خدا کے نظام عدل کا بهي سب سے زیادہ پابند هونا چاهیے - چنانچہ الله تعالی نے آفتاب و ماهتاب کي پابندیوں کے جلوے دکها کر انسان کو بهي اسي عادلانہ قانون کي پابندي کا حکم دیا :

الا تطغوا فی المیــزان و اقیموا الــوزن بالقسط و لا تخســرو المیــزان (۵۵ : ۸)	جسطرح آفتاب و ماهتاب ' درخت اور آسمان' اپنے محور و نظام عدل سے تجاوز نہیں کرتے ' اُسي طرح تم بهي اس میزان عدل کو پوري عدالت کے ساتهه قائم رکهو' اور اوس میں کسي قسم کي کمي بیشي نہ کرو !

(عـــدالت الهي)

یهي نظــام عــدل هے جو سیاست مذهبي کي روح هے - مذهب دنیا میں اسیکے پهیلانے کیلیے آیا تها ' لیکن انسان کا دست ستم همیشہ اس نظام کو درهم برهم کرتا رها هے ' اسلیے فطرت الهي همیشہ اوسکو سزا بهي دیتي رهتي هے' اور سیاست کا میزان همیشہ قوت هي سے قائم رہ سکتا هے -

فطرت کي عدالت دنیوي عدالتوں سے بالکل مختلف مگر اون سے زیادہ منصف هے - دنیوي عدالتیں سزائیں دیتي هیں ' لیکن جرم و سزا میں کوئي مناسبت نہیں ڈهونڈهتیں - اگر ایک شخص نے چوري کي هے تو عدالت حکم دیتي هے کہ وہ تین برس تک ایک عمارت کے اندر قید کردیا جاے ' اگر ایک شخص نے مکر و فریب سے کسي کو دهوکا دیا هے تو عدالت اسکے اخلاقي مرض کا یہ علاج تجویز کرتي هے کہ روز ایک من گیهوں پیسے - مگر فطرت جرم و سزا میں همیشہ دقیق مناسبت تلاش کرتي هے ' اور اوسي مناسبت کي بنا پر سزا دیتي هے - مثلاً جن قوموں نے احکام الهي کي خلاف ورزي کي' میزان عدل و قسط کو پامال کیا' اور خدا کے بندوں پر ظلم و جبر کے ساتهه مسلط هوگئے' تو خداوند تعالی نے بهي اون پر اپني عظیم الشان مخلوقات کو مسلط کردیا '

نجات دلائے' اور غلامي کے جو طوق اُنھوں نے اپني گردنوں میں پہن رکھے ھیں' اُنکے بوجھ سے رھائي بخشے -

اس نے کہا کہ اطاعت صرف ایک ھي کي ھے اور حکم و فرمان صرف ایک ھي کیلیے سزاوار ھے :

ان الحکم الا لله - حکم و طاقت کسي کیلیے نہیں ھے مگر صرف الله کیلیے !

اس نے سب سے پہلے انسان کو اسکي چھني ھوئي آزادي و حریت واپس دلائي اور کہا کہ مومن نہ تو بادشاھوں کي غلامي کیلیے ھے' نہ کاھنوں کي اطاعت کیلیے' نہ کسی اور انساني طاقت کے آگے جھکنے کیلیے' بلکہ اسکے سر کیلیے ایک ھي چوکھٹ' اسکے دل کیلیے ایک ھي عشق' اسکے پاؤں کیلیے ایک ھي زنجیر' اور اسکي گردن کیلیے ایک ھي طوق اطاعت ھے - وہ جھکتا ھے تو اسي کے آگے' روتا ھے تو اسي کے لیے' اعتماد کرتا ھے تو اسي کي ذات پر' ڈرتا اور لرزتا ھے تو اُسي کي ھیبت سے' امید کرتا ھے تو اسي کي رحمت پر - وہ مشرک نہیں ھے کہ خدا کي طرح انسانوں کو بھي ھیبت اور قہاریت کي صفت بخشے :

ارباب متفرقون خیر ام الله الواحد القهار؟ ما تعبدون من دونه الا اسماء سمیتمو ها انتم و اباؤکم ما انزل الله بها من سلطان - ان الحکم الا لله امر الا تعبدوا الا ایاه - ذالك الدین القیم و لکن اکثر الناس لا یعلمون -

پرستش اور غلامي کیلیے کئي اِک معبود بنا لینا اچھا یا ایک ھي خداے واحد و قہار کا ھو رھنا ؟ یہ جو تم نے اپني بندگي کیلیے بہت سی چوکھٹیں بنا رکھی ھیں' تو بتلاؤ ؟ انکي ھستي بجز اسکے کیا ھے کہ چند وھم ساز نام ھیں جو تم نے اور تمھارے بڑوں نے اپني گمراھي سے گھڑھ لیے اور مدت کي غفلت و رسم پرستي نے انکے اندر مصنوعي ھیبت و مرعوبیت پیدا کردي - حالانکہ خدا نے نہ تو انکے اندر کوئي طاقت رکھي اور نہ انکي معبودیت و محبوبیت کیلیے کوئي حکم اُتارا - یقین کرو کہ تمھاري غلامي کے یہ تمام مصنوعي بت کچھہ بھي نہیں ھیں - حکم و سلطاني دنیا میں نہیں ھے مگر صرف الله کیلیے' اس نے حکم دیا کہ پرستش نہ کرو مگر صرف اسي کي - یہي انسان کي فطرة صالحہ کي راہ ھے اور اسلیے یہي دین قیم ھے

اور دیکھو کہ اس نے انسان کي حریت صادقہ اور آزادي حق کو کس طرح مثالوں کي دانائي میں سمجھایا :

ضرب الله مثلاً : عبداً مملوکا لا یقدر علی شئ' و من رزقناه منا رزقاً حسناً' فهو ینفق منه سراً و جهراً' هل یستون؟ (١٦ : ٧٧)

الله ایک مثال دیتا ھے - یوں فرض کرو کہ ایک شخص ھے جو کسي دوسرے انسان کا غلام ھے - خود اسے کوئي اختیار حاصل نہیں - وہ اپني کسي چیز پر بازجودیکہ اُسیکي ھے' کچھہ قدرت نہیں رکھتا اور صرف اپنے آقا کے حکموں کا بندہ ھے - مگر اسکے مقابلے میں ایک دوسرا آزاد و خود مختار انسان ھے جسپر کسي انسان کي حکومت نہیں' اسے اپني ھر چیز پر قدرت و اختیار حاصل ھے' اور جو کچھہ خدا نے دیا ھے' وہ اسے ظاھر و پوشیدہ' جس طرح چاھتا ھے بے دھڑک خرچ کرتا ھے' تو کیا یہ دونوں آدمي ایک ھي طرح کے ھوے ؟ کیا دونوں کي حالت میں کوئي فرق نہیں ؟ اگر فرق ھے تو پھر وہ کہ اُسکا مالک صرف خدا ھي ھے' اور وہ کہ اُسکے گلے میں اِنسانوں کي اطاعت کے طوق پڑے ھوے ھیں' دونوں ایک طرح کے کیسے ھوسکتے ھیں ؟

پس اگر ربیع الاول کا مہینا دنیا کیلیے خوشي و مسرت کا مہینا تھا' تو صرف اسلیے کہ اسي مہینے میں دنیا کا وہ سب سے بڑا انسان آیا جسنے مسلمانوں کو اُنکي جیب سے بڑي نعمت' یعني " خدا کي بندگي اور انسانونکي آقائي " عطا فرمائي' اور اسکو الله کي خلافت و نیابت کا لقب دیکر خدا کي ایک ناک و محترم امانت ٹھہرایا - پس ربیع الاول انساني حریت کي پیدایش کا مہینا ھے' غلامي کي موت اور ھلاکت کي یادگار ھے' خلافت الہی کي بخشش کا اولین یوم ھے' وراثت ارضي کي تقسیم کا اولین اعلان ھے - اسي ماہ میں کلمۂ حق و عدل زندہ ھوا' اور اسي میں کلمۂ ظلم و فساد اور کفر و ضلالت کي لعنت سے خدا کي زمین کو نجات ملي -

لیکن آہ' تم کہ اس ماہ حریت کے ورود کي خوشیاں مناتے ھو' اور اسکے لیے ایسي طیاریاں کرتے ھو' گویا وہ تمھارے ھي لیے اور تمھاري ھي خوشیوں کیلیے آیا ھے' خدا را مجھے بتلاؤ کہ تم کو اس پاک اور مقدس یادگار کي خوشي منانے کا کیا حق ھے ؟ کیا موت اور ھلاکي کو اسکا حق پہنچتا ھے کہ زندگي اور روح کا اپنے کو ساتھي بنائے ؟ کیا ایک مردہ لاش پر دنیا کي عقلیں نہ ھنسینگی اگر وہ زندوں کي طرح زندگی کو یاد کریگی ؟ ھاں یہ سچ ھے کہ آفتاب کي روشني کے اندر دنیا کیلیے بڑي ھي خوشي ھے' لیکن ایک اندھے کو کب زیب دیتا ھے کہ وہ آفتاب کے نکلنے پر آنکھوں والوں کي طرح خوشیاں منائے ؟

پھر تم بتلاؤ کہ تم کون ھو ؟ تم غلاموں کا ایک گلہ ھو جس نے اپنے نفس کي غلامي' اپني خواھشوں کي غلامي' ما سوی الله رشتوں کی غلامي' اور غیر الہي طاقتوں کي غلامي کي زنجیروں سے اپنی گردن کو چھپا دیا ھے - تم پتھروں کا ایک ڈھیر ھو' جو نہ تو خود ھل سکتا ھے اور نہ اسمیں جان اور روح ھے' البتہ چور چور ھوسکتا اور ایک دوسرے پر پٹکا جاسکتا ھے - تم غبار راہ کي ایک مشت ھو' جسکو ھوا اُڑا لیجائے تو اُڑ سکتي ھے' ورنہ وہ خود صرف اسلیے ھے تاکہ ٹھوکروں سے روندي جائے اور جولان قدم سے پامال کي جائے - فیا للرزیة و یا للمصیبة !

گلگونۂ عارض ھے نہ ھے رنگ حنا تو
اے خوں شدہ دل' تو تو کسي کام نہ آیا !

پھر اے غفلت کي ھستیو' اور اے بیخبري کي سرگشتۂ خواب روحو ! تم کس منہ سے اسکی پیدائش کی خوشیاں مناتے ھو جو حریت انساني کی بخشش' حیات روحي و معنوي کے عطیہ' اور کامراني و فیروز مندي کی خسروي و ملوکي کیلیے آیا تھا ؟ الله الله غفلت کي نیرنگي اور انقلاب کي بوقلموني ! ماسوی الله کي عبودیت کي زنجیریں پاؤں میں ھیں' انسانوں کي مملوکیت و مرغوبیت کے حلقے گردنوں میں' ایمان بالله کے ثبات سے دل خالي' اور اعمال حقہ و حسنہ کي روشني سے روح محروم ! ان سامانوں اور طیاریوں کے ساتھہ تم مستعد ھوے ھو کہ ربیع الاول کے آنے والے کي یاد کا جشن مناؤ' جسکا آنا خدا کي عبودیت کي فتح' غیر الہي عبودیت کي ھلاکت' حریت صادقہ کا اعلان حق' عدالت حقہ کي ملوکیت کی بشارت' اور امۃ عادلہ و قائمہ کے تمکن و قیام کي بنیاد تھا ! فما لها اولاء القوم' لا یکادون یفقهون حدیثا !

پس اے غفلت شعاران ملت ! تمھاري غفلت پر صد نعاں و حسرت' اور تمھاري سرشاریوں پر صد ھزار نالۂ و بکا' اگر تم اس ماہ مبارک کي اصلي عظمت و حقیقت سے بے خبر رھو اور صرف زبانوں کے ترانوں' در و دیوار کي آرائشوں' اور روشني کي قندیلوں ھي میں اسکے مقصد و یادگاري کو گم کردو - تمکو معلوم ھونا چاھیے کہ یہ ماہ مبارک امۃ مسلمہ کي بنیاد کا پہلا دن ھے' خداوندي بادشاھت کے قیام کا اولین اعلان ھے' خلافت ارضي و وراثت الہي کي بخشش کا سب سے پہلا مہینا ھے - پس اسکے آنے کي خوشي اور اسکے تذکرہ و یاد کي لذت ھر اُس شخص کي روح پر حرام ھے' جو اپنے ایمان اور عمل کے اندر اس پیغام الہي کي تعمیل و اطاعت اور اس اسوۂ حسنہ کی پیروي و تاسي کیلیے کوئي نمونہ نہیں رکھتا : فبشر عبادي الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه' اولائك الذین هدٰها هم الله و اولائك هم اولو الالباب !

انتہائی درجہ تک پہونچ چکی تھی' اور انبیاء علیہم السلام نے زبانی وعظ و نصائح اور ہدایت و ارشاد کا جو طریقہ اختیار کر رکھا تھا' وہ دنیا کیلیے کافی نہ تھا - اب دنیا قوت کے نشہ میں بالکل چور چور ہوگئی تھی' اور ایسی حالت میں اوسکا مقابلہ صرف قوت ہی سے کیا جاسکتا تھا - انسان پر فطرت نے جو ذمہ داریاں عاید کردی تھیں' تمدن کی ترقی اور جذبات و عواطف کی رقت و لطافت نے اونکے احساس کو اور بھی سریع الاشتعال بنادیا تھا' اسلیے قلب کی یہ حرکت ہاتھہ پاؤں میں بھی جنبش پیدا کرنا چاہتی تھی' اور انسان زبان کے ساتھہ ہاتھہ سے بھی کام لینا چاہتا تھا -

(دعوۃ موسوی)

اس آتشکدہ کی آگ سب سے پہلے مصر کی سرزمین میں بھڑکی' جسکو فراعنہ نے ظلم و عدوان' اور تمرد و طغیان کا جولانگاہ بنا دیا تھا' جہاں ایک قوم کے ساتھہ اسر و غلامی کی حالت میں جانوروں کی طرح سلوک کیا جاتا تھا' غلامی کی لعنت کی زنجیریں اسکے پاؤں میں تھیں' اور انسانی حکومت کی پرستش کا داغ پیشانی پر' یہ ظالمانہ طرز عمل صرف فرعون کے قصر شاہی تک ہی محدود نہ تھا' بلکہ اوسکا نظارہ ہر گلی کوچے میں نظر آتا تھا - حاکم قوم اپنی قومی حکومت کے گھمنڈ میں بنی اسرائیل کے ہر فرد کو اپنا زر خرید غلام سمجھتی تھی' اور اوسکو یقین تھا کہ سرزمین کنعان کا یہ مہجور گلہ صرف اسی لیے ہمیں دیا گیا ہے تاکہ چار پایوں کی طرح ہمارے آگے جھکے' اور کتے کی طرح ہماری جوتیوں کی گرد چاٹے - پس خدا تعالی کے ایک اولو العزم' صاحب قوت و نفوذ' اور ذکی الحس بندے نے راہ جور و ستم کا یہ درد انگیز نظارہ دیکھا' اور ایک مظلوم اسرائیلی شخص کی اچانک فریاد' اور غیرت قومی کے فوری احساس نے اوسکے جذبات رقیقہ کے برقی خزانے میں آگ لگا دی :

و دخل المدینة علی حین غفلة من اهلها فوجد فیها رجلین یقتتلان هذا من شیعته و هذا من عدوه فاستغاثه الذی من شیعته علی الذی من عدوه فوکزه موسی فقضی علیه قال هذا من عمل الشیطان انه عدو مضل مبین (۱۴ : ۲۸)

اور ایک ایسی حالت میں جب کہ تمام شہر غافل تھا' موسی شہر میں آے' اور دو آدمیوں کو دیکھا کہ لڑ رہے ہیں' اون میں ایک موسی کی قوم کا تھا' دوسرا اوسکے دشمن کے گروہ کا - موسی کو دیکھکر اوسکی قوم کے آدمی نے اپنے دشمن کے مقابلہ میں مدد مانگی - موسی نے اوسکی مدد کی - اوسکے دشمن کو ایک گھونسا مارا اور وہ مرگیا - موسی نے اپنے دل میں کہا کہ یہ تو ایک شیطانی کام ہوگیا' بے شک شیطان انسان کا دشمن اور گمراہ کن ہے -

اسکے بعد اگرچہ فرعون کے غلبہ اور جبر و استبداد کے خوف سے موسی علیہ السلام گھبرا گئے' لیکن قومی حمیت کی آگ دل میں برابر سلگتی رہی - سوء اتفاق سے دوسرے دن پھر یہی ناگوار موقعہ پیش آگیا :

فاصبح فی المدینة خائفا یترقب فاذا الذی استنصره بالامس یستصرخه قال له موسی انک لغوی مبین - فلما اراد ان یبطش بالذی هو عدو لهما' قال یموسی! اترید ان تقتلنی کما قتلت نفسا بالامس ان ترید الا ان تکون جبارا فی الارض و ما ترید ان تکون من المصلحین (۱۷ : ۲۸)

اب موسی شہر میں خوف زدہ ہوکر چھپنے لگے' اتفاق سے پھر وہی پہلا سا موقع پیش آگیا - اور جس شخص نے کل اون سے مدد طلب کی تھی' اوس نے آج پھر اون سے فریاد کی - موسی نے کہا تو تو بڑا گمراہ آدمی ہے - پھر جب موسی نے اوس قبطی پر حملہ کرنا چاہا جو اون دونوں کا دشمن تھا' تو اوس نے کہا : کیوں موسی ! جسطرح تم نے کل ایک آدمی کو مارڈالا ہے - ویسے آج اوسیطرح مجھے بھی قتل کرنا چاہتے ہو؟ تم زمین میں ظالم بنکر رہنا چاہتے ہو امن دوست بننا تمھیں پسند نہیں؟

(ہجرت)

اب تمام شہر میں اس واقعہ کی شہرت ہوگئی' اور حضرت موسی علیہ السلام کے سامنے جلا وطنی کا وہ مقدس مرحلہ پیش آگیا' جو ہر حقانی جد و جہد کی پہلی منزل ہے :

و جاء رجل من اقصا المدینة یسعی - قال یموسی ان الملاء یاتمرون بک لیقتلوک فاخرج انی لک من النصحین - فخرج منها خائفا یترقب - قال رب نجنی من القوم الظلمین (۱۹ : ۲۸)

شہر کے کنارے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا اور کہا کہ اے موسی ! ارکان سلطنت تمہارے قتل کے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں - اب تم یہاں سے نکل جاؤ' میں تمہیں خیر خواہانہ مشورہ دیتا ہوں - موسی شہر سے خوف زدہ ہوکر خفیہ طور پر نکلے' اور خدا کی جناب میں دعا مانگی کہ : خداوندا ! مجھکو ظالموں کے پنجہ سے نجات دے !

(حریت کا بیرونی مرکز)

مصر سے نکل کر اونکو خدا کے اوس صالح بندے کی باریابی کا شرف حاصل ہوا جو مصر کی غلامانہ اور مستبدانہ آبادی کی جگہ آزادی کی آب و ہوا میں آزادانہ زندگی بسر کررہا تھا' اور حضرۃ موسی کی دعوۃ حریت کیلیے یہ دوسری منزل تھی کہ ایک آزاد و خود مختار سرزمین میں رہکر آنے والے وقت کیلیے طیار ہوں :

فلما جاءه و قص علیه القصص قال لا تخف نجوت من القوم الظلمین (۲۵ : ۲۸)

جب حضرت موسی علیہ السلام حضرت شعیب کے پاس مدین میں آے' اور اون سے اپنے واقعات بیان کیے' تو اونھوں نے اونکی حوصلہ افزائی کی اور کہا مت ڈرو' تم نے ظالم قوم کے پنجہ سے نجات حاصل کرلی -

(تکمیل و اعلان)

مذہبی حیثیت سے یہ پہلا قدم تھا جو سیاست کی طرف بڑھایا گیا تھا - لیکن قومی حمیت کی جو آگ حضرت موسی علیہ السلام کے دل میں سلگ رہی تھی' اس کیلیے اس سے بھی زیادہ حرارت درکار تھی - چنانچہ جب فرعون کے تخت و تاج کے الٹنے کا وقت آگیا تو آتشکدہ طور نے اپنی حرارت کو اونکی دل کے کانون مقدس کے اندر مشتعل کردیا :

فلما قضی موسی الاجل و سار باهله آنس من جانب الطور نارا قال لاهله امکثوا انی آنست نارا لعلی آتیکم منها بخبر او جذوة من النار لعلکم تصطلون - فلما اتها نودی من شاطی الواد الایمن فی البقعة المبارکة من الشجرة ان یموسی انی انا الله رب العالمین (۲۹ : ۲۸)

جب موسی نے شعیب کی خدمت میں اپنے درس و نکرے دن پورے کرلیے اور اپنے اہل و عیال کو لیکر وہاں سے چلے' تو طور کے دامن میں ایک آگ نظر آئی - اونھوں نے اپنی بیوی سے کہا : تم لوگ ٹھہرو' میں اوس آگ کا پتہ لگاؤں' یا آگ کا کوئی انگارا ساتھہ لے آؤں تاکہ تمھارے تاپنے کے کام آے - لیکن جب وہ اوس آگ کے پاس پہونچے تو وادیی ایمن کے کنارے سے ایک ربانی صدا آئی : اے موسی یہ آگ نہیں ہے جسکے لیے تم دوڑے ہو' بلکہ میں ہوں تمام دنیا کا پالنے والا !!

جنهوں نے انکے سر غرور و طغیان کو چور چور' ریزہ ریزہ' پاش پاش کردیا :

كذبت ثمود و عاد بالقارعه فاما ثمود فاهلكوا بالطاغيه و اما عاد فاهلكوا بريح صرصر عاتيه ' سخرها عليهم سبع ليال و ثمنية ايام حسوما فترى القوم فيها صرعي كانهم اعجاز نخل خاويه ' فهل ترى لهم من باقيه ؟ (٥ : ٦٩)

ثمود و عاد نے هلا دینے والي چیز یعنی قیامت کا انکار کیا جو خدا کي عدالت کا دن تها - پس هم نے دنیا هي میں اسکا نمونه دکها دیا ' ثمود کي قوم زلزلہ سے تباه کردي گئي ' اور عاد پر آندهي کا طوفان آیا جو متصل سات رات اور آٹهه دن تک قائم رها - وه لوگ اوس میں گرے هوے کهوکهلے درختوں کي طرح نظر آتے تهے ' وه که اپني آبادیوں اور عمارتوں پر ناز کیا کرتے تهے اور ظلم و فساد کے غرور میں عذاب الهي سے غافل تهے' آج زمین پر انکي ایک یادگار بهي نهیں دکهائي جاسکتي !

ایک مدت تک اسي نظام عدل اور اصول فطرت کي بنا پر دنیا میں قومیں بنتي بگڑتي رهیں - جب تک دنیا میں کوئي قوم یا کوئي سلطنت عدل و انصاف کے قیام کے ذریعه خود صالح رهي ' اور اپنے ساتهه دوسروں کي بهي اصلاح کی ' اوسوقت تک وه هلاکت و بربادي سے محفوظ رهي :

وما كان ربك ليهلك القرى بظلم و اهلها مصلحون - (٥ : ٦٩)

تمهارا پروردگار کسي آبادي کو اوسوقت تک هلاک نهیں کرتا جب تک که وه اصلاح کی خدمت انجام دیتي هے -

دنیا کي بادشاهت و سیاست صرف اصلاح کہلاتي هے - " اصلاح" اور " افساد " کي تشریح کا یه موقع نهیں ممکن هے سورۂ انبیاء میں بار بار پڑهچکے هو :

ان الارض يرثها عبادي الصلحون (١٠٥ : ٢٢)

زمین کے وارث صرف همارے صالح بندے هوے اور هوں گے -

لیکن بر خلاف اسکے جب کسي قوم نے عدل کو ظلم سے ' اور اصلاح کو افساد سے بدل دیا ' اور خدا کے بندوں کو خدا کی غلامي سے هٹاکر اپنا غلام بنانا چاها تو وه دفعة هلاک کردي گئي :

الم تر كيف فعل ربك بعاد ارم ذات العماد التي لم يخلق مثلها في البلاد و ثمود الذين جابو الصخر بالواد و فرعون ذي الاوتاد الذين طغوا في البلاد فاكثروا فيها الفساد فصب عليهم ربك سوط عذاب (٥ : ٨٩)

کیا تم نهیں دیکهتے که تمهارے پروردگار نے عاد ارم کے ساتهه کیا سلوک کیا ' جو ایسے قوي و متمدن تهے که دنیا میں ویسي قوي قوم اب تک پیدا نهیں هوئي؟ اور قوم ثمود جنهوں نے اپنے رهنے کیلیے پهاڑوں کو تراشکر گهر بنائے تهے' اور فرعون جو اپني شان و شوکت خسروي کیلیے خیمه و خرگاه رکهتا تها؟ یه وه لوگ تهے جنهوں نے انساني آبادیوں میں فتنه و ظلم کا بڑا سر اوٹهایا تها' اور عدل و اصلاح کي جگه اون میں فساد پهیلا رکها تها - پس مالک الهي نے اپنے تازیانهٔ عذاب کو حرکت دی اور ان سب کو نابود کردیا -

ان آیات کریمه نے ظلم و عدوان اور تمرد وطغیان کے نتائج هي کي تصریح نهیں کي بلکه اسکے سر چشمهٔ اصلي کي طرف اشاره بهي کردیا' یعني قوت کا صحیح استعمال جس طرح دنیا کے نظام عدل و معیار انصاف کو قائم رکهه سکتا هے ' اوسي طرح اوسکا غلط استعمال اس شیرازه کو درهم و برهم بهي کردیتا هے -

(عذاب الهي کا پهلا دور)

لیکن هواے نفساني قوت کا مرکز ثقل اکثر بدل دیتي هے ' اور جب تک کوئي روحاني طاقت ان اغراض فاسده کي مقاومت نهیں کرتي' قوت همیشه بیراه روي اختیار کرتي رهتي هے - ان قوموں نے دنیا میں ظلم و عدوان کي جو آگ بهڑکا دي تهي' اسکی وجه صرف یه تهي که انکے ضمیر کا احساس بالکل فنا هوگیا تها - وه وسیع ملک رکهتے تهے ' دولت و ثروت کا ذخیره اونکے پاس تها ' زور و قوت جسماني نے پهاڑوں کو اونکے لیے زم بنادیا تها - لیکن زمین صالح تهي - اوس نے نیکي کے تخم کیلیے اسي آغوش کهول دیا تها ' اور عدل و انصاف کا حسمه اسي ایک ایک مسام سے ابل سکتا تها - اگر یه قومیں زمین کی اصلاح پر آماده هوتیں تو وه بهی ارنکو صالح قوم کا خطاب دیتي ' اور اپنے آپ کو همیشه کیلیے اونکے قدموں کے نیچے ڈالدیتي' لیکن اونهوں نے زمین کو اپني اغراض فاسده کا مرغزار بنایا ' اور اوس میں گل و ریحان کے بجاے کانٹے بوے ' اسلیے جو چیزیں نیکي کے بیج کي تربیت و نشو و نما کر سکتی تهیں' وهی اون کیلیے عذاب الهي بن گئیں - ثمود کو خود زمین هي نے پیس دیا ' عاد کي هلاکت خود هوا هي کا کام تها ' اور فرعون کو خود دریاے احمر هي نے نگل لیا -

خداوند تعالی نے قران حکیم کي دوسري آیتوں میں اسي اصول کو نهایت وضاحت کے ساتهه بیان فرمایا هے :

فاما من طغى و آثر الحيوة الدنيا فان الجحيم هي الماوى - واما من خاف مقام ربه و نهى النفس عن الهوى فان الجنة هي الماوى (٣٧ : ٧٩)

لیکن جو شخص سرکش هوا اور دنیوي زندگي کو آخرت پر ترجیح دی تو اسکا ٹهکانا صرف جهنم هے ' لیکن جو شخص خدا سے ڈرا ' اور اپنے دل کو اون نفساني خواهشوں سے روکا جو ظلم و تمرد اور طغیان و فساد کي طرف لیجاتي هیں تو اوسکا ٹهکانا جنت هے -

(عذاب الهي کا دوسرا دور)

لیکن دنیا کي ترقي کے ساتهه قوانین فطرت نے بهي ترقي کی هے اور اس ترقي کي حرکت نهایت عجیب و غریب هے - دنیا کي هر چیز ترقي کرتي هے تو بڑهتي هے' ابهرتي هے' پهیلتي هے ' لیکن قوانین فطرت کي نشو و نما بالکل اسکے بر عکس هوئي - اونهوں نے ترقي کي تو سکڑنا شروع کیا ' اور سمٹ کر انسان کے گرد جمع هو گئے - وه پہلے خاک کے ذرات میں ملے هوے تهے' هوا کے امواج میں بکهرے هوے تهے ' پاني کي موجوں کے ساتهه بهتے هوے تهے' اسلیے جب کوئي قوم نظام عدل کی خلاف ورزي کرتي تهی ' تو خاک کے تودوں ' هوا کے جهونکوں ' اور دریا کی لهروں کے اندر هیجان پیدا هوتا تها' اور وه زمین کي زلزله انگیزیوں ' هوا کے قیامت خیز تموج ' اور سمندر کي طوفاني لهروں کي صورت میں نمود کرکے پیس ڈالتے تهے ' اوڑا لیجاتے تهے ' بہا کر ساحل عدم تک پهونچا دیتے تهے - لیکن اب اونهوں نے صرف انسان هی کے دل و دماغ کو اپنا نشیمن بنایا که وه تمام مظاهر فطرت کا مجموعه تها ' پس اب اون تمام ذمه داریوں اور اون تمام فرائض کا بوجهه صرف انسان هي کے سر پر آگیا' جس کو آسمان و زمین نے اپنے کندهے سے پهینک دیا تها :

انا عرضنا الامانة على السموات والارض والجبال فابين ان يحملنها واشفقن منها و حملها الانسان انه كان ظلوما جهولا (٣٣ : ٧٢)

هم نے اپني امانت کو آسمان و زمین اور پهاڑوں کے سامنے پیش کیا ' لیکن سب نے اوسکے اوٹهانے سے انکار کیا' اور اوس سے ڈرگئے - لیکن انسان آگے بڑها' اور اس بوجهه کو اوٹها لیا - بلا شبه ایسا کرکے اس نے اپنے اوپر ظلم بهي کیا اور بڑي هي نادانستگي کی -

انبیاء کرام کا ظهور اسي ترقي کي مکمل صورت تهي' لیکن آغاز فطرت سے انساني قوت نے جو بے راه روي اختیار کي تهي' اب وه اسے

اسکے معني هين " دفع الحق " کے ' یعنے کسي ایسي چیز کو دیدینا جو لینے والے کا حق تها ' تم نے اپنے پاس سے اسے نہیں دیا - یہي وجه هے که اداء خراج ' اداء جزیه ' اداء امانت ' عربي میں بکثرت آتا هے - خراج اور جزیه حکومت کا حق هے - امانت ' امانت رکھنے والے کي چیز هے - اسے واپس دینا ' اسکے حق کو ادا کرنا هے - پس حضرة موسی نے " ادوا " فرمایا یعنے ایک ایسي چیز مانگي جو فرعون کي ملکیت نه تهي ' حضرة موسی کا حق تها - اس سے ثابت هوتا هے که رعایا کسي قوم کے ظلم و ستم کا تختۂ مشق نہیں بنائي گئي هے ' اگر خدا نے کسي گروہ کو کسي شخص کے هاتهه میں دیدیا هے تو اوسکا یه مقصد نہیں هے که وہ اوس سے آله بے جان کي طرح کام لے اور اپنا غلام بنالے ' اگر ایک قوم کسي ضعیف فرقه کي قسمت کی مالک هوگئي هے ' تو وہ اوسکو اپنے اغراض ذاتي و قومي کا ذریعه نہیں بنا سکتي - رعایا صرف ایک امانت الهي هے ' اور جب کوئي قوم اس امانت میں خیانت کرتي هے تو خدا اوسکو واپس لیکر اپنے دوسرے امانت دار بندوں کے حوالے کردیتا هے -

پهر اونهوں نے بنو اسرائیل کو " عبـاد الله " کے لفظ سے تعبیر کیا ' جس میں یه اشاره تها که رعایا بادشاهوں کي محکوم هوکر اونکي غلام نہیں بن جاتي ' بلکه اوسکے گلے میں غلامي کا صرف ایک هي حلقه ڈالا گیا هے ' اور وہ حلقه صرف خدا کي عبودیت کا هے - وہ " عباد الله " هیں - " عباد السلاطین " نہیں هیں - انکو خدا کي بندگي کیلیے پیدا کیا گیا هے - انسانوں کے تخت غرور کے آگے جهکنے کیلیے نہیں بنایا گیا - پهر اونهوں نے اپنا تعارف " رسول امین " کے لقب سے کرایا ' جس سے یه ظاهر کرنا مقصود تها که فرعون نے امانت الهي میں خیانت کي ' اسلیے خدا اب اپني امانت کو ایک دوسرے امین بندے کے سپرد کرنا چاهتا هے -

خدا نے اپنے صالح بندوں کو جہاں کہیں تاج و تخت کي بشارت عظیمه دي هے ' اوس سے حکومت کرنے کي صلاحیت هي مراد هے ' اور دنیا کي جس سلطنت نے سیاست کے اس اصول زریں کو پامال کردیا ' وہ دفعتاً برباد هوگئي - دنیا کے جبابره میں فرعون نے سب سے زیاده بیدردي کے ساتهه اس اصول کو پامال کیا تها ' وہ بنو اسرائیل کو نه صرف غلام بلکه اپني جائداد غیر منقوله سمجهتا تها ' اور اونکے واپس کرنے پر کسي طرح راضي نہیں هوتا تها ' اسلیے حضرة موسیٰ نے جبراً اونکو چهین لینا چاها که جبر کا علاج صرف جبر هي سے هوسکتا هے - خدا تعالی نے حکم دیا :

فاسر بعبادي لیلا انکم متبعون (۴۴ : ۲۲)

میرے بندوں کو لیکر راتوں رات نکل جاؤ ' تمهارا تعاقب کیا جائیگا -

(عذاب الهي کا ظهور)

حضرت موسي علیه السلام اس امانت الهي کو لیکر نکلے تو حسب اطلاع الهي فرعون نے ایک عظیم الشان لشکر کے ساتهه اونکا تعاقب کیا - اب اگرچه اس قسم کے سرکشوں کي سزا کیلیے خدا نے خود انسان هي کو مسلط کردیا تها ' اور دوسري فطري مخلوقات نے اپنا یه منصب انسان هي کو دیدیا تها ' تاهم فرعون کي هلاکت و بربادي میں سب نے کچهه نه کچهه حصه لیا - دریاے احمر کي موجیں اونکو نگل گئیں ' خوش فضا باغوں نے اونکا ساتهه چهوڑدیا ' زمین سے اوبلنے والے چشمے اون سے علحده هوگئے ' لہلہاتي هوئي کهیتیاں اون سے روٹهه گئیں ' اور آسمان و زمین تک کو اون پر رحم نه آیا :

و اترک البحر رهوا انهم جند مغرقون - کم ترکوا من جنت و عیون و زروع و مقام کریم و نعمة کانوا فیها فکهین کذلک و اورثنها قوما آخرین ' فما بکت علیهم السماء والارض وما کانوا منظرین (۴۴ : ۲۳)

هم نے موسی کو حکم دیا که دریا کو ساکن چهوڑدو اور نکل بهاگو - فرعون اپنے لشکر سمیت اوسمیں ڈوب جائیگا ' چنانچه حکم الهي پورا هوا ' اور وہ سب کے سب دریا کي لہروں میں نابود هوگئے - پهر دیکهو که یه کون لوگ تهے ؟ انکي کیسي شان و شوکت تهي ؟ کیسا جاہ و جلال تها ؟ کیسا گهمنڈ اور کیسي شرارتوں سے بهري هوئي صدائیں تهیں ؟ لیکن بالاخر خدا کے عذاب سے کوئي طاقت انهیں نه بچاسکي - کسقدر سرسبز باغ ' کیسي کیسي دلفریب نہریں ' شاداب و پرثمر زراعت گاهیں ' عالیشان و پر تکلف عمارتیں ' عیش و نشاط کي نعمتیں ' غرضکه وہ سب کچهه جو دنیوي جاہ و جلال میں سے انکے پاس تها اور جنکے اندر وہ بیفکري کے مزے اوڑا رهے تهے ' اپنے بعد چهوڑ گئے ' اور هم نے دوسري قوموں کو انکا وارث بنایا جو ان پر قابض هوگئیں ' اور باوجود اس درد انگیز انقلاب کے نه تو آسمان هي انپر رویا اور نه زمین هي نے آنسو بہاے ' اور نه انکو اپني حالت کے اصلاح کي مہلت دیگئي - کیونکه مہلت پوري هوگئي تهي ' اور آسمان و زمین کا خداوند جب ناراض هو جاے تو پهر تمام کائنات هستي میں کون هے جو ان بدبختوں سے راضي هوسکتا هے ؟

(سیاست حقه کا آخري ظهور)

قوت اگرچه سیاست کا جزو لازمي هے ' لیکن اوس میں رحم و تلطف اور رفق و ملاطفت کي بهي آمیزش کي جا سکتي هے ' چنانچه حضرت موسی علیه السلام کو خدا نے جب فرعون کے پاس بهیجا ' تو سب سے پہلے اسي پیغمبرانه اخلاق کے اظهار کي تلقین کي :

اذهبا الی فرعون انه طغی فقولا له قولا لینا لعله یتذکر او یخشي (۴۹ : ۲۰)

اے موسی تم اور هارون فرعون کے پاس جاؤ کیونکه وہ سرکش هوگیا هے ' باینهمه اوسکے ساتهه نرمي سے گفتگو کرنا - شاید وہ عبرت حاصل کرے ' یا اوسکے دل میں خوف خدا پیدا هو جاے -

(اخـلاق اور سیاست)

لیکن فرعون کے جبر و استبداد ' غرور و عناد ' اور حکومت ابلیسي کے گهمنڈ نے اوسکو حضرت موسی علیه السلام کے دریاے لطف کے ایک قطرے سے بهي تشنه لب رکها ' اور دریاے احمر کي لہروں میں اونکي معجزانه قوت نے نہایت عبرت ناک طور پر بحر عدم کے ساحل تک پہونچا دیا - تاهم الهي سیاست فطرتاً رحم کے ساتهه هم آغوش رهنا چاهتي تهي - فرعون کو اوسکے تمرد نے اگرچه اس تلطف آمیز سیاست سے فائده اوٹهانے کا موقع نہیں دیا ' لیکن جب دنیا کے ساتهه تمدن نے اور زیاده ترقي کي ' تو اخلاق و سیاست کي تصویریں ایک مرقع میں نظر آگئیں - اسلام اسي اخلاق و سیاست کا مجموعه هے -

لیکن هر اجتماع و ترکیب سے پہلے اسکے متفرق اجزاء کا الگ الگ هونا ضروري هے ' اور هر اعتدال کیلیے افراط و تفریط کا وجود لازمي هے ' سیاست کا ایک جزو یعني قوت کو تو حضرت موسی علیه السلام نے پیدا کردیا تها ' اور اوس کي آخري نمایش دریاے احمر میں هوچکي تهي ' لیکن دوسرا جزو یعني اخلاق اب تک معدوم تها - حضرت عیسی علیه السلام نے اوسکو بهي پیدا کردیا ' اور اوسکے حریف یعني سیاست و قوت کي رگ گردن کاٹ ڈالي ' یہود تهوس پتهر کي طرح سخت تهے ' لیکن حضرة مسیح نے اپني معجزانه آتش بیانیوں سے اونکو اس قدر گداز کردیا که وہ ایک سیال مادہ بن گئے ' جو هر قوت کے سامنے جهک جاتا تها ' لچک جاتا تها ' دب جاتا تها !

اگر کوئي شخص اونکے گال پر ایک طمانچه مارتا تها تو انهوں نے کہا که وہ اپنا دوسرا گال بهي اوسکے سامنے پیش کردینگے ' اگر کوئي شخص ایک میل اون کو بیگار لیجانا چاهتا تها تو وہ دو میل تک اوسکا بوجهه پہونچادیتے تهے - اظهار قوت کا سب سے بڑا ذریعه حکومت هے لیکن اونهوں نے دنیوي حکومت کیلیے کچهه نه چاها ' اور صرف خدا کے غریب بندوں هي کو آسماني حکومت کي بشارت دي - قوت

خدا تعالی کو دنیا کے ایک سب سے بڑے سرکش اور مستبد بادشاہ' اور سب سے بڑی ظالم حکمراں قوم کو ہلاک کرنا منظور تھا' اسلیے وہ خود ھی دنیا میں اوتر آیا جیسا کہ وہ ہمیشہ انکی جہل و فیروزبت کی فضا میں اوترتا رہا ہے' اور حضرت موسی علیہ السلام کے وجود مطہر کے اندر سے اس نے اپنی پاک حریت اور انسانیت کی مدنی آزادی کے ظہور کا اعلان کردیا - لیکن ابھی حضرت موسی اس راہ کے پہلے مرحلہ میں تھے' اور اقتضاے بشریت سے انکے دل میں خوف و ہراس باقی تھا - وہ جب اپنی تنہائی اور فرعونیوں کی کثرت و قوت کا مقابلہ کرتے تھے تو قدرتی طور پر انکے اندر ہراس پیدا ہوجاتا تھا - پس قوۃ مربیۃ الہی نے سب سے پہلے انکے قلب کو مختلف طریقوں سے عزم و ثبات کا کامل جوہر بخشا' اور دکھلا دیا کہ طاقت صرف انسانوں کی قلت و کثرت ھی میں مخفی نہیں ہے' حق اور ربانی نصرت کی روح سے معمور ہوکر ایک تنہا انسان لاکھوں انسانوں پر غالب آسکتا ہے - چنانچہ سب سے پہلے انہیں حکم دیا :

و ان الق عصاک' فلما راھا تھتز کانھا جان ولی مدبرا ولم یعقب - یموسی اقبل ولا تخف انک من الامنین (۲۸ : ۳۱)

اے موسی اپنی لاٹھی پھینک دو! جب موسی نے اپنی لاٹھی کو دیکھا تو وہ سانپ کی طرح حرکت کررھی تھی' وہ ڈرے اور پیٹھ پھیر کر بھاگے - خدا نے کہا اے موسی! تم پیٹھ پھیرنے کیلیے پیدا نہیں کیے گئے ہو - تمہارا کام صرف آگے بڑھنا ہے' آگے بڑھو' کیونکہ تمہیں آگے ھی بڑھانے کیلیے یہ سب کچھ دیا گیا ہے' خوف نکرو' تم ہمیشہ امن میں رہوگے -

موسی علیہ السلام کے ہاتھ نے اب تک اگرچہ تلوار کا قبضہ نہیں پکڑا تھا' لیکن خدا نے اونکو دکھا دیا کہ جو ہاتھ حق کی حمایت میں اوٹھتا ہے' اسکے پاس گو لوہے کی تلوار نہو لیکن وہ خود اپنی انگلیوں کے اندر ھی تلوار کی چمک رکھتا ہے :

اسلک یدک فی جیبک تخرج بیضاء من غیر سوء اضمم الیک جناحک من الرھب فذنک برھانن من ربک الی فرعون وملائہ انھم کانوا قوما فاسقین (۲۸ : ۳۲)

اپنے گریبان میں ہاتھ ڈالو' وہ اوسکے اندر سے چمکتا ہوا نکلیگا - اور اس سے تمہیں کچھ نقصان نہ پہنچیگا - اپنے بازو کو سمیٹ لو' تمہارے خدا کی طرف سے فرعون اور اسکی قوم کیلیے یہ دو نشانیاں ہیں' یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے عدالت الہی کے قانون کو توڑ دیا تھا اور اللہ کی اطاعت سے باہر ہوگئے تھے -

حضرت موسی علیہ السلام اب اگرچہ ان معجزانہ آلات حرب سے مسلح ہوگئے' لیکن سیاسی میدان میں تلوار کی چمک اور توپوں کی گرج سے زیادہ دل کی قوت اور زبان کی طاقت و روانی کام آتی ہے' اسلیے اونہوں نے اپنی کمزور زبان کا عذر کیا :

قال رب انی قتلت منھم نفسا فاخاف ان یقتلون و اخی ھرون ھو افصح منی لسانا فارسلہ معی ردا یصدقنی انی اخاف ان یکذبون (۲۸ : ۳۳)

الہی! اونکی قوم کے ایک آدمی کو میں نے مار ڈالا ہے - ایسا نہ ہو کہ وہ اوسکے عوض میں مجھکو قتل کردیں' میرا بھائی ہرون مجھسے زیادہ فصیح و فتحور ہے' اوسکو میرا حامی بناکر میرے ساتھ کردے کہ وہ میری تصدیق کرے' ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ مجھے جھٹلائیں

خدا نے اونکی تمام دعائیں قبول کیں اور حضرۃ ہارون علیہ السلام کی مدد سے اونکے دست و بازو کو قوی تر کردیا :

قال سنشد عضدک باخیک و نجعل لکما سلطانا فلا یصلون الیکما بایتنا انتما و من اتبعکما الغلبون (۲۸ : ۳۵)

خدا نے کہا : ہم تیرے بھائی کے ذریعہ تیرے دست و بازو کو قوی کردینگے اور تم دونوں کو اپنے معجزات قاہرہ کی برکت سے ایسا غلبہ عطا کردینگے کہ وہ لوگ تمہارے پاس پہونچ بھی نہ سکینگے - صرف تم اور تمہارے ساتھیوں ھی کو غلبہ حاصل رہیگا -

(حضرت موسی کا مطالبہ)

خدا تعالی نے ان معجزات قاہرہ اور ان بشارات عظیمہ کے ساتھ حضرت موسی علیہ السلام کو فرعون کے پاس بھیجا - فرعون مشرک بھی تھا' مے نوش بھی تھا' بدکار بھی تھا' فاسق بھی تھا' فاجر بھی تھا - غرض وہ سب کچھ تھا جو دنیا کا ایک سیاہ کار اور شریر و ظالم انسان ہوسکتا ہے -

لیکن اب غور کرو کہ تفسیر قران کا دوسرا اہم مقام تمہارے سامنے ہے' اور افسوس کہ تم نے قران کا حق فہم کبھی بھی ادا نہ کیا - حضرت موسی علیہ السلام ایک پیغمبر حق تھے - توحید الہی' رد شرک و اصنام پرستی' تزکیہ نفس و اخلاق' درس کتاب و حکمت' انکے فرائض نبوت کے حقیقی ارکان ہیں - انکا مخاطب ایک مشرک و فاجر بادشاہ اور ایک مشرک و فاجر حکمران قوم تھی - اگر " سیاست " اور " دین " دو الگ الگ چیزیں ہیں جیسا کہ نادانی اور جہل کے ابلیس نے تمہیں سمجھایا ہے' اور اگر ایک قوم کو غلامی سے نجات دلانا ایک غیر دینی عمل ہے جیسا کہ بد بختانہ تم سمجھتے آئے ہو' تو اب ضرور تھا کہ حضرۃ موسی کی دعوت و تبلیغ بھی اس چیز سے بالکل الگ رہتی جسکا نام تم نے " سیاست " رکھا ہے - وہ آتے اور فرعون سے سب کچھ چاہتے' مگر وہ نہ چاہتے جو نہ تو دین ہے اور نہ پیغمبرانہ دعوۃ کا کوئی جزو حقیقی' مگر قران حکیم تمہارے سامنے موجود ہے - خدا نے فرعون کو نہ تو توحید کی دعوت دی' نہ اوسکی شراب کی بوتلیں توڑ ڈالیں' نہ اوسکی سیہ کاریوں کا جائزہ لیا' بلکہ حضرت موسی علیہ السلام کو اس دعوت کا صرف ایک ھی مقصد بتاکر رخصت کیا :

اذھب الی فرعون انہ طغی (۲۵ : ۲۰)

فرعون کے پاس جاو کیونکہ وہ بڑا سرکش اور ظالم ہوگیا ہے -

حضرت موسی علیہ السلام اوسکے پاس آے' اور اونہوں نے بجز اسکے اور کچھ نہ کہا کہ :

ان ادوا الی عباد اللہ انی لکم رسول امین (۴۴ : ۱۷)

خدا کے بندوں یعنی قوم بنی اسرائیل کو مجھے واپس دیدو جسے تم نے اپنا محکوم بنا رکھا ہے - میں تمہارے پاس ایک امانت دار رسول بنکر آیا ہوں -

تم نے غور کیا یعنی حضرۃ موسی نے فرعون کے آگے اپنی تبلیغ کا مقصد یہ نہیں کہا کہ فسق و فجور چھوڑ دو' گناہ اور شرارت سے باز آجاؤ' نیک زندگی اختیار کرو' پاک طریقوں پر عمل کرو' بلکہ اولین مطالبہ یہ کیا کہ خدا کے جن بندوں کے پاؤں میں تو نے اپنی محکومی اور غلامی کی زنجیریں ڈالدی ہیں' انہیں چھوڑ دے اور مجھے واپس دیدے - خدا نے مجھے اس قوم کا امین بنایا ہے - اسکے بندوں کو میں آزادی دلاؤنگا - محکومی کی جگہ ایک حکمراں قوم بناؤنگا - خدا کے بندے خدا کی امانت ہیں - تو ظالم و مستبد ہے - اسلیے تو اس امانت کا مستحق نہیں - یہ شرف اللہ نے مجھے عطا فرمایا ہے کہ میں اس امانت کو ٹھیک ٹھیک اپنے پاس رکھونگا !

یہ مطالبہ اگرچہ نہایت مختصر الفاظ میں کیا گیا' لیکن درحقیقت وہ سیاست کی روح' سیاست کا مغز' اور سیاست کی حقیقی تفسیر تھا : پہلے تو حضرت موسی علیہ السلام نے اپنا مطالبہ " ادوا " کے لفظ سے کیا " ادوا " کا اصل " الاداۃ " ہے اور

صرف کیا کرتے تھے - متبعین اسلام کو کفار مکہ کی سفیہانہ آویزشوں پر صبر و تحمل کا جو حکم دیا گیا تھا ' وہ نہ تو کسی قسم کی کمزوری پر مبنی تھا ' اور نہ اوس سے اخلاق مسیحی کی تکمیل مقصود تھی ' بلکہ سیاسی مصالح کی بنا پر قوت کے ذریعہ قوت کے خزانے کو ایک اجتماع عظیم اور مقصد وحید کیلیے جمع کرنا اور محفوظ رکھنا مقصود تھا - چنانچہ جب اس سیاست الہی کے اظہار کا وقت آگیا ' اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ :

یا ایہا النبی جاهد الکفار و المنفقین و اغلظ علیہم (۷۳ : ۹)	اے پیغمبر کفار اور منافقین سے جہاد کرو ' اور انکے ساتھہ پوری سختی سے پیش آو -

تو قوت کا یہ سرچشمہ دفعتاً اوبل پڑا ' اور وہی نقیر و مظلوم مسلمان جنہوں نے سالہا سال تک دشمنان حق کے مظالم خاموشی کے ساتھہ سہے تھے ' اس جوش و قوت کے ساتھہ سر فروشی کیلیے طیار ہوگئے کہ آگ کے شعلے ' سمندر کی موجیں ' پہاڑوں کی چوٹیاں ' تیروں کی بارش بھی انکے سیلاب کو نہ روک سکی :

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم شاور حین بلغہ اقبال ابی سفیان ' فقام سعد بن عبادہ فقال ایانا ترید یا رسول اللہ والذی نفسی بیدہ لو امرتنا ان نخیضها البحر لاخضناها ولو امرتنا ان نضرب اکبادها الی برک الغماد لفعلنا (مسلم ج - ۲ - ص - ۸۴)	آنحضرت کو جب معلوم ہوا کہ ابو سفیان نے بدر کی طرف پیش قدمی کی ہے تو آپنے صحابہ سے مشورہ کیا ' انصار میں سے سعد بن عبادہ اوٹھے اور کہا : کیا آپ کا روی سخن ہماری طرف ہے ؟ اوس ذات کی قسم جس کے ہاتھہ میں ہماری جان ہے ' اگر آپ فرمائیں تو ہم دریا میں

گہس پڑیں ' اور اپنے سینوں کو تلواروں کی میان سے ٹکرادیں -

لیکن یہ سیلاب ایک معتدل قوم کے دل سے اومنڈا تھا ' اسلیے وہ دریاے احمر کی موجوں کی طرح ہر جسم کے نگلنے کیلیے اندھا دھند تیار نہ تھا ' بلکہ اسکا حال بالکل مختلف تھا - جو تنکا اوس کی سطح پر جسقدر جنبش پیدا کرتا تھا ' اوسی قدر مساوی وہم وزن طاقت کے ساتھہ وہ آگے تھپیڑے بھی لگاتا تھا :

فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم و اتقوا اللہ واعلموا ان اللہ مع المتقین (۱۹۰ : ۲)	جو شخص تم پر ظلم کرے ' تم بھی اوسپر اوسی قدر ظلم کرو جس قدر اوس نے تم پر کیا ہے ' اس سے آگے بڑھنے میں خدا سے ڈرو اور یقین

رکھو کہ خدا صرف پرہیز گاروں کے ساتھہ ہے -

سیاست و اخلاق کے جو اجزاء شریعت موسوی و عیسوی میں الگ الگ بکھرے ہوے پڑے تھے ' اسلام نے اون میں باہم ترکیب دیدی ' اور رحمت اور فیاضی سے سیاست پر اخلاق کے جزء کو غالب کردیا - لیکن مضمون بہت طویل ہوگیا ہے اور ہم اس بحث کو نہیں چھیڑنا چاہتے - یہ ایک مستقل عنوان ہے ' اور اللہ تعالی درس و بیان معارف اسلامیہ کی ہم سب کو توفیق عطا فرماے -

بہر حال صفوۃ القول یہ کہ اسلام جسطرح اخلاق و عقائد اور عادات و خصائل کا مکمل مجموعہ ہے ' اوسی طرح سیاسیات میں بھی وہ ایک کامل ترین مذہب ہے - اور سیاست صحیحہ اور دین الہی دو الگ الگ حقیقتیں نہیں ہیں ' بلکہ دین حق کا اہم ترین مقصد سیاست حقہ کا قیام ہی ہے - اس حقیقت کو صرف وہی سمجھہ سکتا ہے جسنے قرآن حکیم کو پڑھا ہے ' مگر قرآن کے پڑھنے والے زیادہ نہیں ہیں -

یہی وجہہ ہے کہ جب عقائد و عبادات کے تمام ارکان قائم ہوگئے تو اونکے ساتھہ اوسکے سرچشمۂ سیاست یعنی حکومت کی بھی تکمیل ہوگئی ' اور دنیا کو اوسکی تکمیل کا مژدہ سنا دیا گیا : الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا -

بصائر و حکم

جنگ اور مطالعۂ علم النفس

(۲)

(سپاہیوں کی روایت)

واقعات جنگ کے متعلق نامہ نگاروں سے زیادہ قابل اعتبار شہادت خود فوجی سپاہیوں کی خیال کی جاتی ہے - لیکن اوسکی حقیقت بھی سراب سے زیادہ نہیں - چنانچہ ذیل کی مثال سے اسکی تشریح ہوسکتی ہے جو پیرس کے ایک اخبار میں شائع ہوئی تھی اور ہم اسے موسیو لیبان کی زبانی نقل کرتے ہیں :

"دریا میں طوفان آیا اور تند ہوا کے جھونکوں نے ایک اسٹیمر کو جنگی جہاز سے دور پھینکدیا - طوفان اور برق و باد کے تھمنے کے بعد جہاز اوسکی تلاش میں روانہ ہوا - دن کا وقت تھا ' سورج نہایت تیزی کے ساتھہ چمک رہا تھا ' مطلع بالکل صاف تھا - ایک شخص نے ایک ڈوبتے ہوے اسٹیمر کی طرف اشارہ کیا ' تمام لوگوں کی نگاہیں اوسکی طرف اوٹھہ گئیں - ہر سپاہی نے دیکھا کہ ایک اسٹیمر ھچکولا کھا رہا ہے ' اور اوسپر ڈوبنے کی خبر دینے والی جھنڈیاں لہرا رہی ہیں - کپتان نے فوراً ایک کشتی بھیجی کہ اوسکو بچاے - کشتی نہایت سرعت سے آگے بڑھی - جو لوگ اس کشتی میں تھے ' وہ جوں جوں ڈوبنے والے اسٹیمر سے قریب ہوتے جاتے تھے ' اونکو مصیبت زدہ لوگوں کا ایک غول نظر آتا جاتا تھا ' وہ ڈوبتے تھے ' اوچھلتے تھے ' ہاتھہ پاؤں مارتے تھے ' شور و شغب کرتے تھے - لیکن جب کشتی قریب پہونچی تو معلوم ہوا کہ یہ سب وہم کی کرشمہ سازیاں تھیں ' نہ اسٹیمر تھا ' نہ ڈوبنے والے آدمی - ساحل کے قریب چند سرسبز درختوں کی ٹہنیاں کاٹ کے دریا میں ڈال دی گئی تھیں ' جنکو ہوا کے جھونکے حرکت دیتے تھے ' وہی ٹہنیاں اسٹیمر ' جھنڈیاں ' ڈوبنے والے آدمیوں کا غول ' غرضکہ سب کچھہ بنگئی تھیں " ! !

اس مثال سے ثابت ہوتا ہے کہ فوج کے مشاہدات میں وہم کی قوت اختراعی کسطرح عمل کرتی ہے ' اور سریان خیال اوس وہم پرستی کو کیونکر عام کردیتا ہے -

فوج کے سپاہیوں سے زیادہ خود سپہ سالاروں کی شہادت وقیع ہوتی ہے - لیکن اون کی رپورٹیں عموماً سپاہیوں کے بیان سے مرتب کی جاتی ہیں ' اور سپاہیوں کی شہادت کی جو وقعت ہے اوسکا آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں - یہ رپورٹ جب کسی محکمہ کے سامنے پیش ہوتی ہے تو وہ اوسکو بدل دیتا ہے ' اور جدید رپورٹ مرتب کرتا ہے - یہ رپورٹیں فوجی افسر اعلی کی خدمت میں پیش ہوتی ہیں ' وہ ان سب کو بدلکر ایک نئی رپورٹ لکھتا ہے ' اس حک و محو اور تغلیط و ترمیم میں اصل حقیقت بالکل گم ہو جاتی ہے -

پس ہم جنگ کے متعلق یقینی طور پر صرف اتنا جان سکتے ہیں کہ کس نے فتح پائی اور کسنے شکست کھائی - اسکا علم بھی آخر میں ہوسکتا ہے ' اور صرف اسی کا انتظار کرنا چاہیے -

(جنگ اور تمدن)

مصائب جنگ میں تمدن کی بربادی سب سے بڑی مصیبت ہے ' ہم مال و دولت کی بربادی کی تلافی کرسکتے ہیں ' مقتولین جنگ

کي نمائش کيليے جنگ ناگزير هے ' ليکن اونهوں نے کہا که اپنے دشمنوں کو بهي پيار کرو - غرض حضرت موسي عليه السلام کے زمانے میں قوت جس درجه افراط تک پهونچ گئي تهي ' ٹهیک اوسي کے مقابل حضرة مسيح نے اوسکو درجه تفريط تک پهونچا دیا - انکے اپنے اپنے وقتوں میں دونوں چیزیں صحیح اور عین اعتدال تهیں -

(امـــة وسطـــا)

اس بنا پر اعتدال کلي و دائمي کیلیے جس قسم کے انکے افراط و تفریط کي ضرورت تهي ' اب وه پوري هو گئي ' اور نوع انسان ارتقاد جس جامع و مکمل مذهب کو ڈهونڈه رهي تهي ' اوسکے ظهور کا وقت آگيا - پس زبان الهي نے اوس معتدل امت کے پیدا هونے کي بشارت دنیا کو سنا دي :

وكذالك جعلنـا كم امة وسطا لتكونوا شهداء على النـاس و يكون الـرسول عليكم شهيدا (۱۳۷ : ۲)	اسي طرح هم نے تمکو ایک عدل و وسط کي قوم بنایا ' تاکه تمام دنیا کیلیے نمونه بنو ' اور پیغمبر تمهارے لیے نمونه هو -

داعي مذهب اسلام نے اس " امة وسطا " کیلیے ایک اعلی نمونه قائم کردیا - حضرت موسي عليه السلام کو جونکه ایک سخت طاقتور بادشاه اور سخت جابر قوم کا مقابله کرنا تها ' اسلیے خدا نے اونکو نطرتاً پر جـلال بنایا تها - اسي بنا پر فرعون کے سامنے نرم کلامي کي تلقين کرنا پڑي ' لیکن پیغمبر اسلام خود هي فطرتاً رحم و شفقت ' کرم و رافت ' عفو و درگذر کا خلق عظیم تها :

فبما رحمة من الله لنت لهم و لو كنت فظا غليظ القلب لا نفضـــوا مـن حـولـك (۳ : ۱۵۳)	یه الله کي رحمت هے که تم اونکے لیے فطرتاً نرم خو پیدا کیے گئے ' اور اگر تم سخت و سنگدل هوتے تو لوگ تمهارے گرد جمع هي نه هوتے اور بهاگ جاتے -

حضرت موسي عليه السلام سے اپني قوم کي ذلت برداشت نه هوسکي ' اور وه چند دنوں کے بعد اسکو لیکر چلے گئے - لیکن پیغمبر اسلام نے کامل ۱۳ برس تک اپني قوم کي هدایت یاب هونے کا انتظار کیا ' طرح طرح کي تکلیفیں برداشت کیں ' اور اپنے متبعین کو مختلف قسم کے جسماني مصائب میں مبتلا دیکها ' تا اینهمه خدا نے اونکے صبر و سکون کا اعلی ترین معیار بتلادیا ہے :

و اصبر نفسك مع الذين يدعـون ربهـم بـالغـدوة و العشي يريدون وجهه و لا تعد عينك عنهـــم (۲۷ : ۱۸)	اونلوگوں کے ساتهه رهکر صبر کرو جو صبح و شام اپنے خدا کي پکار میں سرگرم رهتے هیں ' اور صرف خدا کي مرضي تلاش کرتے هیں ' اپني نگاه ان سے نه پهیرو -

کفر زار مکه بهي ایک ایک کنکري اگرچه اوسکے متبعین کو ٹهوکر لگانا چاهتے تهي ' لیکن ان لوگوں نے داعي اسلام کے اسوۂ حسنه کي اس عدیم النظیر طاقت کے ساتهه تقلید کي که ایک نظر کو بهي نگاه گرم سے نه دیکها ' بلکه بعض موقعوں پر تو وه کیا که اخلاق مسیحي اسکے آگے هیچ هے :

و عباد الـــرحمن الذين يمشون على الارض هونا و اذا خـاطبهم الجـهلون قالوا سلاما (۶۴ : ۲۵)	اور خـدا کے وه بنـدے جو زمین پـر آهسته آهسته چلتے هیں - اور جب جاهل اونکو نامعقول طریقے سے مخاطب کرتے هیں تو وه کهتے هیں که تم سلامت رهو - همیں اپني راه چلنے دو !

لیکن اسي ضعف میں اونکي قوت کا راز بهي چهپا هوا تها - دنیا میں ایک هي اصول متضاد نتائج پیدا کرتا هے - کبهي تو قوت دبکر بالکل فنا هوجاتي هے ' اور کبهي وه جسقدر دبائي جاتي هے اوسیقدر ابهرتي بهي هے ' اور آهسته آهسته اپنے بکهرے هوے اجزاء کو جمع کرلیتي هے - پاني کي سوتیں بعض اوقات تو خاک پتهر کے اندر دب کر بالکل خشک هوجاتي هیں ' لیکن کبهي اندر هي اندر مقدار پیدا کرکے زمین کے اندروني حصے میں اپنا جال پهیلا دیتي هیں ' اور ایک دن چشمه کي صورت میں اوبل پڑتي هیں - یه کوئي تعجب انگیز بات نہیں - قوت کي موت اور اوسکي زندگي در حقیقت تربیت هي پر موقوف هے - حضرت عیسي عليه السلام چونکه یہود کي شقاوت کو توڑنا چاهتے تهے اسلیے اونهوں نے اپنا ایک خاص مظلومانه نمونه قائم کیا ' لیکن پیغمبر اسلام مسلمانوں کو ایک طاقتور قوم و عزیز ترین هستي بنانا چاهتا تها - وه آسمان کي پادشاهت غریبوں اور مسکینوں کو نهیں دینا تها بلکه دنیا کي بادشاهت کي بشارت سے مسکینوں کو صاحب تاج و تخت بنانے آیا تها ' اسلیے اسنے ابتدا هي سے اون کو عزم و استقلال کي تعلیم دي - اور ایک بلند تر مطمح نظر کیلیے تیار کیا - چنانچه اوس مظلومي کے زمانے میں جب که ارض مکه کي ایک ایک کنکري مسلمانوں کو ٹهوکر لگاتي تهي اور دندوي عیش و نعم کے تمام دروازے اونپر بند هوگئے تهے ' آپ نے خدا کي نصرت سے معمور هوکر بشارت دي که آج ظالم و جبر کے شهروں کو اٹها او ' کل کو تمام دنیا تمهارا تربیت او اپناگي :

شكونا الـى رسول اللـه صلى الله عليه و سلم قلنا له الا تستنصر لنا الا تدعو الله لنا ؟ قال كان رجل فيمن قبلكم يحفر له في الارض فيجعل فيه فيجاء بالمنشـار فيوضع على راسه فيشق باثنين و ما يصده ذلك عن دينه و يمشط بـامشاط الحديـد ما دون لحمه من عظم او عصب و ما يصده ذلـك عن دينه والله ليتمن هذا الامر حتى يسير الراكب من صنعاء الى حضر موت لا يخاف الا الله - (بخاري جزء ۴ - ص ۲۰۱)	صحابه کہتے هیں که هم نے آنحضرت سے اپنے مصائب کي شکایت کي ' اور کہا که آپ همارے لیے خدا سے مدد نهیں مانگتے اور اوسکي درگاه میں دعا نهیں کرتے ؟ آپ نے فرمایا که گذشته قوموں میں ایسے راسخ العزم لوگ تهے که زمین میں گڑھے کهود کر انهـیں ڈال دیا جاتا تها ' پهر آرے سے اونکے دو ٹکڑے کردیے جاتے تهے اور لوهے کي کنگهیاں اونکے بدن پر چلائي جاتي تهیں جو اونکي رگوں اور هڈیوں تک سے الگ کردیتي تهیں - تاهم یه آزمائشیں بهي اونکو سچائي سے نهیں هٹا سکتي تهیں - خدا کي قسم دین اسلام اسقدر کامل اور غالب هوگا که ایک سوار یمن سے حضرموت تک اسطرح بے خوف و خطر چلا جائیگا که خدا کے سوا اوسکو کسي چیز کا ڈر نهوگا -

دنیا کے خزائن و دفائن میں قوت کا خزانه سب سے زیاده قیمتي اور مستحق حفاظت هے - اسلیے اوسکو هر وقت اور هر جگهه آساني کے ساتهه صرف نهیں کیا جاسکتا - هر چیز اجزاء کي تقسیم سے فنا هوجاتي هے ' اور کوئي عظیم الشان نتیجه پیدا نهیں کرسکتي - عرب جاهلیة سے زیاده فیاضي کے ساتهه کسي قوم نے جنگي قوت کو خرچ نه کیا هوگا - لیکن انتشار و پراگندگي کے سوا اس سے کوئي نتیجه حاصل نه هوا :

لا يقاتلونكم جميعاً الا في قرى محصنة او مـــن وراء جدر باسهم بينهم شديد ' تحسبهم جميعا و قلوبهم شتى ذالك بانهم قوم لا يعقلون	وه متفق هوکر تم سے نهیں لڑ سکتے ' صرف قلعه بند گانوں میں یا کسي دیوار کي آڑ میں چهپکر حمله کرینگے - وه باهم نهایت سخت جنگ کرتے تهے ' اسلئے تم اونکو ایک متحده جماعت سمجهتے هو ' لیکن جماعت صرف اتفاق هي سے پیدا هوتي هے اور اونکے دلـوں میں اتـفاق کهاں ؟ وه ایک نادان و بے عقل قوم هے ' اتفاق و اجتماع قواء کے فواید نهیں سمجهتي -

لیکن تکمیل مذهب ' نشر امن و سلام ' اور عدل و انصاف کے قیام کا جو مقصد اسلام کے پیش نظر تها ' وه ایک متفقه جماعت اور متحده قوت کا محتاج تها ' اسلئے وه اپني قوت کا خزانه اوس طریقے نهیں صرف کرسکتا تها ' جس احمقانه طریقے سے اهل عرب

اتحدہ جنگ کي صورت میں نمایاں ہوگا - سلطنتیں اسي بنا پر ایک جھوٹي سي جھوٹي بات پر گرفت کرتي رهتي هیں - صلیبي لڑائیاں ایک دن میں نہیں قائم ہوئیں ' عیسائي پادریوں نے ایک مدت تک مسلمانوں کي وحشت کي داستان سنا سنا کے تمام یورپ کو اس جنگ پر آمادہ کیا تها - شورش فرانس سو برس کي آتش بیانیوں کا نتیجہ تهي - دولۃ عثمانیہ کا جمہوري انقلاب ایک مدت کي کوششوں کا حاصل تها - غدر سنہ ٥٧ - ایک زمانہ کي بدگمانیوں کي آخري شکل تهي -

حقیقت یہ هے کہ جماعت کسي محکم عقیدے کي پابند نہیں هوتي ' اسلیے کوئي عقیدہ کتنا هي صحیح و مستحکم هو' مگر دفعتاً اوسکے دماغ پر کوئي اثر نہیں ڈال سکتا - البتہ وہ اوسکو سنتي هے اور اپنے دماغ میں محفوظ رکهتي هے - یہ برق کا خزانہ نہیں هوتا جس میں دفعتاً آگ لگ جاے ' البتہ جماعت پر خیالات عرضیہ نہایت قوي اثر ڈالتے هیں - عقائد محکمہ ایک پہاڑ هیں ' لیکن پہاڑ میں جنبش نہیں هوتي ' برخلاف اسکے عام اور وقتي افکار پاني کي ایک رو هیں جو پہاڑوں کو بهي هلا دیسکتي هے - پاني کتنا هي تیڑها ترچها هوا کرے لیکن اوسکي قوت میں کوئي فرق نہ آئیگا - اسیطرح عام خیالات کتنے هي متناقض اور ایک دوسرے سے لڑرہے هوں اور ادنی درجہ کے هوں ' تاهم جماعت پر اونکا یکساں اثر پڑتا هے - حامیان جنگ صلیبي نے التوحید في التثلیث کي اوتني هي محافظت کي تهي ' جسقدر مسلمانوں نے کلمہ توحید کي - غدر سنہ ٥٧ ایک معمولي بات پر برپا هوگیا تها - شعبدہ گر مختلف رنگ کي ڈبیہ اپنے جهولي سے نکالتے هیں ' اور جماعت سب کو یکساں دلچسپي سے دیکهتي هے - وہ اون میں تلازم ' تشابہ ' اتحاد ' مناسبت ' ربط و توافق نہیں ڈهونڈهتي ' اسي طرح وقتي اسباب سے جو عقائد و خیالات پیدا هو جاتے هیں ' جماعت اونهي کے سہارے پر چلتي هے ' اور اون میں مناسبت نہیں ڈهونڈهتي - یہي وہ موقع هے جہاں جماعت کے لیڈر کو دور اندیشي سے کام لینا چاهیے - اوس نے عقائد محکمہ کا جو بیج ایک مدت سے بویا تها ' اوسکے کاٹنے کا وقت یہي هے - اوسکو چاهیے کہ ان وقتي عوارض و اسباب سے کام لیکر قوم کے دماغ کو میدان جنگ کے ٹیلیفون سے دفعتاً ٹکرا دے - دنیا کي تمام لڑائیوں میں توپ اور گولے کے حملوں کا بڑے شوق سے نظارہ کیا جاتا هے ' حالانکہ وہ ایک دماغي حملہ هوتا هے - کارتوس سپاهي کے پیٹي سے نہیں نکلے جاتے ' بلکہ ناسہ دماغ سے نکلے جاتے هیں جس میں ایک مدت سے بهر دیے گئے تهے - یہي وجہ هے کہ زمانہ جنگ میں دماغي انتشار کیوجہ سے اکثر ملکوں میں بغاوتیں هوجاتي هیں - اسي ڈر سے شکست کي خبروں کو چهپایا جاتا هے ' فتح و ظفر کي جهوٹي خبریں اڑائي جاتي هیں - پس اگر همکو جنگ کي حقیقي مصیبتوں سے بچنا هے ' تو زرہ اور خود سے زیادہ اپنے دماغ کو مضبوط کرنا چاهیے کہ ان خیالات عرضیہ کي کہیں ٹهوکر نہ کہا جاے -

(استــــدراک)

گذشتہ اشاعۃ میں بہ تحت " بصائر و حکم " جو مضمون " فلسفۂ اجتماع اور جنگ " کے عنوان سے نکلا تها ' اسي سلسلے کا یہ دوسرا نمبر هے - لیکن چونکہ اپنے ربط و ترتیب بیان میں ایک مستقل حیثیت رکهتا هے ' اسلیے نئے عنوان سے درج کردیا گیا -

اس مضمون میں اور اس سے قبل کے تمام آن مضامین میں جو بصائر و حکم کے ذیل میں شائع هوے هیں ' اور جہاں جہاں واقعات سے استدلال کیا گیا هے ' وہ سب کے سب موسیو لیبان صاحب تمدن عرب و هند کي ایک تصنیف سے ماخوذ هیں ' جسکا ترجمہ سعد پاشا زغلول وزیر مصر نے " روح الاجتماع " کے نام سے شائع کیا هے -

اُسوۂ حسنہ

اسوۂ محمدی صلی اللہ علیہ و سلم کا ایک صفحہ

اعمال نبوت بہ حیثیت محتسب

(احـــتساب)

احتساب ایک سنہري زنجیر هے ' جس میں تمدن ' اخلاق ' مذهب ' اور معاشرت کے تمام جزئیات جکڑے هوے هیں - اگر اس کي بندشیں ڈهیلي پڑ جائیں ' تو دفعتاً نظام عالم کي ایک ایک کڑي درهم برهم هو جاے - اسي غرض سے دنیا نے احتساب کو مختلف صورتوں میں قائم رکها - خاندانوں اور کنبوں نے مختلف رسم و رواج اختیار کیے جنکي خلاف ورزي موجب ملامت بلکہ بعض اوقات قومي جرم خیال کي جاتي هے - سلطنتوں نے قوانین بنائے جو انسان کو ایک خاص نظام کے ماتحت هر قسم کي مادي ' اخلاقي ' اور مذهبي ترقي کرنے کا موقع دیتے هیں - حکماء نے فلسفہ اخلاق ایجاد کیا ' جو اخلاقي قوانین کي پیروي پر جمعیۃ بشري کو مجبور کرتا هے -

اگر یورپ کو اپني تہذیب پر فخر هے کہ وہ انسان کي هر فرو گذاشت پر سختي کے ساتهہ گرفت کرتي هے ' اگر رومن لا کو اپنے اوپر ناز هے کہ وہ دنیا کے قواے متضادہ کو اپنے مرکز سے هٹنے نہیں دیتا - اگر یونان کو اپنے فلسفۂ اخلاق پر گهمنڈ هے کہ وہ اخلاقي قواء کي تربیت کرتا هے ' تو همکو اون کے بڑے بول سے مرعوب نہیں هوجانا چاهیے - هم رسم و رواج کے غلام نہیں هیں کہ یورپ کے قوانین معاشرت پر فریفتہ هو جائیں ' هم قانوني سختیوں کے برداشت کرنے کے خوگر نہیں هیں کہ اپنے هاتهہ کو هر هتکڑي کے حوالے کردیں - قیاسات عقلي هماري غذاے روحاني نہیں هے کہ یونانیوں کے طلسم میں پهنس جائیں ' بلکہ همارے رگ اور پٹهے ایک پاک مذهب کے سلسلے میں جکڑے هوے هیں ' همارے گوشت و خون پر چمڑے کي جگہ مذهب کا غلاف چڑها هوا هے ' همارے قلب کو ایک غیر متزلزل مذهبي احساس حرکت دے رها هے ' پس همکو هر دلفریب رسم و رواج ' هر مرعوب کرنے والے قانون ' اور هر متحیر کردینے والے فلسفہ کو چهوڑ کر اپني باگ صرف اسلام هي کے هاتهہ میں دیدیني چاهیے ' اور اسپر فخر کرنا چاهیے کہ :

رشتــــہ در گردنم افگنــــدہ دوست
میبرد هر جا کہ خاطـر خواہ اوست

مذهب کي قوت احتساب ان تمام چیزوں سے بالا تر هے - یہي وجہ هے کہ اللہ تعالی نے هم پر آنحضرۃ (صلی اللہ علیہ و سلم) کا اتباع فرض کر کے همکو تمام دنیا کي مادي و اخلاقي غلامي سے آزاد کر دیا هے :

لقد کان لکم في رسول اللہ اسوۃ حسنــــۃ -	یقیناً تمهارے لیے اللہ کے رسول کي زندگي میں پیروي و اتباع کیلیے بہترین نمونہ رکها گیا هے -

اللہ تعالی نے یہ نہیں فرمایا کہ تم رسول اللہ کي تقلید کرو کیونکہ ایک شخص کي تقلید کرنے سے دوسرے اشخاص کي تقلید کي نفي نہیں هو جاتي - بلکہ یہ فرمایا کہ تمهاري تقلید صرف

کي ياد بهي بهلا ديسکتے هيں ' ضجررحين کے زخموں سے بهي آنکهه بند کرلےسکتے هيں ' ليکن هم تاريخ کو بهلا نهيں سکتے ' وه هميشه همارے سامنے رهيگي ' اور اگر همکو يه يقين هے که تاريخ واقعات کو وه نهايت آب و رنگ کے ساتهه همارے سامنے پيش کرتي هے ' اونپر کذب و مبالغه کا رنگ چڑها هوا هے ' تو اسکي پهانس همارے دلوں کيليے تلوار کي نوک سے بهي زياده تکليف ده هوگي -

جنگ اگر جنگ هے تو مثل اور تمام مصائب کے اس تاريخي غلطي کي مصيبت بهي اوسکے ليے لازمي هے - ليکن ايک جماعت نے تمدن و تهذيب کي چادر کے اندر ايک خوشنما خواب ديکها هے ' اور وه يهي هے که اسکي تعبير ايک صلح عام کي صورت ميں ظاهر هوکر جنگ کے ساتهه جنگ کے تمام مصائب کا بهي خاتمه کرديگي - اگر يه تعبير صحيح هے تو همکو اسکا خير مقدم کرنا چاهيے - فلسفۂ تاريخ کا سنگ بنياد کها جاتا هے که ابن خلدون نے رکها هے ' ليکن اگر اس زمانه ميں جنگ کا هميشه کيليے خاتمه هوجاے ' تو اوسکے حقيقي نتائج اب ظاهر هونگے ' اور دنيا کي صحيح تاريخ کا دور جديد بيسويں صدي سے از سر نو شروع هوجائيگا -

ليکن هم کهيں حالت خواب ميں فريب تو نهيں کهاتے ؟
کيا تمدن جنگ کو مٹا سکتا هے ؟

چند ظاهر بيں لوگ مايوسانه جواب اس بنا پر ديتے هيں که فن جنگ کي جديد ترتيب ' مصارف قواے بحريه و بريه کي وسعت ' آلات مهلکه کي ايجادات نے تو اور زياده جنگ کے دست و بازو کو قوي کرديا هے - پهر عالمگير صلح کي تشکيل کيونکر ممکن هے ؟ ليکن يه تو کوئي مايوسي کي وجه نهيں - بگاڑنا بنانے سے زياده آسان هے جس دولت نے بحر و بر ميں يه خزانه لٹايا هے ' وهي اوسکو سميٹ بهي سکتي هے - جن دماغوں نے جديد فوجي نظام قائم کيا هے ' وهي اوسکو درهم برهم بهي کرسکتے هيں ' جن مشينوں نے مهلک آلات جنگ ڈهالے هيں ' وهي اونکو پهر خاک آلود لوهے کے قالب ميں ڈهال بهي سکتے هيں - يه کام بهت آسان هے ' اور مادي طاقت اسکو بآساني کرسکتي هے -

ليکن اصلي بحث يه هے که کيا همارا دل بهي قساوت کے جذبات سے خالي هوسکتا هے ؟ فوجي بارکيں سپاهيوں سے خالي کردي جائيں ' کارخانوں سے توپوں کے ڈهالنے کي مشينيں نکال دي جائيں بارود کے مخازن سے بارود نکالکر گيهوں بهر ديا جاے ' ليکن انسان کے دل و دماغ کے اندر جو کچهه هے ' اسے کيونکر نکالکر پهينکديں ؟

کيا تمدن رحمدلي پيدا کرتا هے ؟ جذبات و تمدن ميں کيا علاقه هے ؟ تمدن کا اصلي کام کيا هے ؟

يهي سوالات جنگ و صلح کا فيصله کرسکتے هيں ' اگر علم و تهذيب کي برکت سے دنيا جنگ کو مٹانا چاهتي هے تو يه ايک دماغي جهاد هے ' اسليے اسپر صرف عقلي حيثيت هي سے بحث کرني چاهيے - اس ميدان ميں زنگ آلود تلوار اور جوهر دار خنجر ' دونوں بيکار هيں - تمدن نظام عالم ميں کسي قسم کي کمي نهيں کر سکتا - وه ايک ذره کو بهي نهيں مٹا سکتا - اوس کا کام کسي جديد چيز کو پيدا کرنا نهيں هے ' بلکه دنيا کے مواد کو مختلف قالب ميں بدلدينا هے -

دنيا پہلے زمين پر بيٹهه کر کهاتي تهي ' اب ميز کرسي پر کهاتي هے ' پہلے همارے دسترخوان پر پتوں کے اندر کهانا چنا جاتا تها ' اب رنگين تشترياں سامنے رکهي جاتي هيں ' پہلے هم چلو سے پاني پيتے تهے ' اب گلاس ميں پيتے هيں - ماده ايک هے ' ليکن مختلف قالبوں ميں جلوه گر هورها هے - جنگ بهي دنيا کي ايک قديم ذهني و مادي طاقت هے - تمدن اسکو مٹا نهيں سکتا ' اوسکي شکل کو بدل سکتا هے - آج يورپ و ايشياء کے بحر و بر ميں جو طوفان خيز نظاره نظر آتا هے ' وه تمدن کي اسي ترقي يافته جنگ کي ايک مهيب شکل هے - کها جاتا هے که تمدن اسکو مٹا دے گا ' ليکن اگر وه اس ميں کامياب هوا تو وه تمدن نهيں ' بلکه وحشت هے - اگر تمدن تمدن هے تو اوسکا حقيقي فرض يه هے که وه اسکو اور زياده ترقي دے ' اور وه اپنے فرض کو پوري مستعدي کے ساتهه انجام دے رها هے ' پس جنگ کو مٹانا بعينه تمدن کو مٹانا هے - تمدن جذبات کو بهت زياده لطيف و رقيق کرديتا هے ' وحشي قوميں گالي گلوچ کو معمولي بات سمجهتي تهيں ' ليکن تمدن کے زمانے ميں اسي پر لڑائياں چهڑ جاتي هيں - وحشي قوميں صرف اپنے قبيله کي نگراني کرتي تهيں ' ليکن ڈاوننگ اسٹريٹ کا دفتر خارجيه آج هر اوس طالب العلم کي مردم شماري کر رها هے جو جرمني ميں رهتے هيں اور اپنے آپ کو انگريزي سلطنت کا شهري باشنده کهتے هيں - اخبارات کي اشاعت معمولي سے معمولي واقعه کو بهي اهم بنا ديتي هے جو آگے چل کر جنگ کا سبب بن جاتے هيں - پس هم کو يقين کرنا چاهيے که تمدن اسباب جنگ کو اور زياده ترقي ديتا هے اور بهت زياده ترقي ديگا -

جنگ تو پهر بهي ايک بهت بڑي مصيبت هے ' ليکن تمدن نے دنيا کي کس مصيبت کو کم کيا هے ؟ تعليم کي اشاعت کے ساتهه ساتهه جرائم نے بهي غير معمولي ترقي کي هے ' فرانس کا ايک جج کهتا هے : " اسوقت چار هزار مجرموں ميں صرف تين هزار طالب العلم هيں " اوس نے مجرموں کي جو فهرست مرتب کي هے ' اوس سے ثابت هوتا هے که زياده تر جرم وهي نوجوان طلباء کرتے هيں ' جنسے انکے اصلي پيشه کي تعليم چهڑا دي گئي هے اور علوم و فنون کي نري تعليم دي جاتي هے -

کميت کے ساتهه اگر کيفيت کا لحاظ کيا جاے تو تعليم کا چهره اور بهي سياه نظر آئيگا - پہلے ساده طريقه سے جرائم کيے جاتے تهے ' اب اون ميں علمي آفرينش کرلي گئي هے - جو چيز برقي صندوق ميں رکهي جاتي هے ' وه بجلي هي کي کنجي سے کهولي جاتي هے - پس تمدن دنيا کے ايک ذرے کو بهي نهيں مٹا سکتا ' البته ذرے کو آفتاب بنا ديتا هے - بيسويں صدي ميں فلسفه کتني هي ترقي کرجاے ' ليکن جنگي تاريخ اوتني هي مشتبه رهيگي جسقدر وه اوس دن تهي ' جب قابيل نے اپنے بهائي کے اوپر تلوار اوٹهائي تهي - يهي وجه هے که قرآن حکيم ميں غزوات اسلاميه کا حال بهت کم مذکور هے ' اور مغازي کے دفتر کو صحاح ستہ نے نهايت مختصر کرديا هے - اکثر صحابه مغازي کے متعلق بهت کم روايت کرتے تهے ' اور اس باب ميں اسلام کي تاريخ کو ايک خاص درجۂ امتياز حاصل هے -

(دماغ کا اثر جنگ پر)

ليکن هر قوت کا ايک رد عمل بهي هوتا هے ' اگر هم کسي گيند کو زمين پر پٹکيں تو وه اوچهل کر هماري طرف آئيگا - يهي فطري اصول جنگ اور دماغ کے اثرات پر بهي راست آتا هے - جنگ دماغ کو ايک فانوس خيال بناديتي هے ' ليکن دماغ پر صرف جنگ هي کا حمله نهيں هوتا ' بلکه کبهي کبهي دماغ بهي ميدان جنگ پر حمله کرديتا هے - اگر تم کسي قوم کے مظالم کي ' وحشت کي ' خونريزي کي ' داستان ايک قوم کو بار بار سناتے رهو ' اوسکي طرف سے قوم کے دلوں ميں بدگماني پيدا کرتے رهو ' اوسکے اعمال کو بد ترين شکل ميں دکهاتے رهو ' تو آهسته آهسته دماغ اوس سے متاثر هوتا رهيگا ' رفته رفته کاسۂ دماغ ميں يه قطرے جمع هوکر ايک دن چهلک جائينگے ' اور وهي دن هوگا جب مقدمات جنگ کا شعله ايک

امام حسین علیہ السلام نے ایک مرتبہ بچپن میں صدقہ کی ایک کھجور اوٹھاکر منہہ میں ڈال لی - آپکی نگاہ پڑی تو فوراً ٹوکا: "کخ کخ" کیا تمہیں خبر نہیں کہ ہمارا خاندان صدقہ نہیں کھاتا" (۱)

آپ ایک مرتبہ شب کو حضرت علي (ع) اور حضرت فاطمہ کے پاس آے اور فرمایا : "تملوگ اوٹھکر تہجد نہیں پڑھتے ؟" حضرت علي علیہ السلام نے جواب دیا "یا رسول اللہ ! ہماری نیند اور بیداری تو خدا کے اختیار میں ہے ' اگر وہ جگائیگا تو جاگینگے " آنحضرت خاموش ہوگئے مگر اپنی ران پر افسوس کے ساتھہ ہاتھہ مارا اور یہ آیت پڑھی :

کان الانسان اکثر شي جدلا	آدمي بڑا ہي جھگڑا لو ہے -

(۲)

(احتساب قوم)

اگرچہ وہ تمام جزئي مواقع جہاں آنحضرت نے احتساب کا فرض ادا کیا ہے ' احتساب قومي کے تحت میں داخل ہیں ' لیکن آپ نے کلي طور پر دو موقعوں پر نہایت بلیغ تشبیہ کے ساتھہ اپني اس خصوصیت کا اظہار تمام قوم کے سامنے فرمایا -

ایک موقع پر فرمایا :

" میري اور میري شریعت کي مثال بعینہ اوس شخص کي سي ہے ' جس نے ایک قوم کے پاس آکر یہ وحشت انگیز خبر سنائي کہ میں نے اپني آنکھوں سے ایک لشکر تمہاري طرف آتے ہوے دیکھا ہے ' میں ایک نذیر عریاں ہوں (عرب میں کسي اہم و انقلابي واقعہ کي خبر ننگے ہوکر دیتے تھے) پس تمکو ہوشیار ہوجانا چاہیے - چنانچہ ایک گروہ نے اوسکا کہنا مانا اور وہ رات ہي رات بچکے نکل گیا اور دوسرے گروہ نے اوسکو جھٹلایا ' نتیجہ یہ ہوا کہ لشکر نے دھاوا مارا ' اور اوسکا استیصال کردیا "

دوسرے موقع پر آپ نے فرمایا :

" میري اور تمام لوگوں کي مثال اوس شخص کي سي ہے جس نے آگ بھڑکائي ' جب آگ کي روشني چاروں طرف پھیلي تو پروانے اوس پر ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے ' اوس نے پروانوںکو آگ میں جانے سے روکنا چاہا ' لیکن وہ سب اوسکے قابو میں نہ آ سکے اور آگ میں گھس گئے -

اسي طرح میں تم لوگوں کي کمر پکڑ کر کھینچتا ہوں تاکہ آگ میں داخل ہونے نہ پاؤ ' لیکن لوگ اوسمیں گھسے جاتے ہیں" (۳)

(عقــائـد)

آنحضرت کي بعثت کا سب سے بڑا مقصد تصحیح عقائد تھا - عقائد میں بد ترین چیز شرک في اللہ تھي ' اور آنحضرت نے صرف شرک ہي کے مٹانے کیلیے جہاد کیا جو احتساب کي آخري منزل ہے - لیکن اسکے علاوہ اور بھي بہت سے عقائد ہیں - جو علم دسترس سے باہر ہیں - اگر عام لوگوں کو اون میں غور و فکر کرنے کا موقع دیا جاے ' تو مذہبي عقائد میں بہت سے مفاسد پیدا ہوجائیں ' اور اسلامي عقائد کي سادگي فنا ہوجاے جو اسلام کا سب سے بڑا زیور ہے - اسي غرض سے آنحضرت نے مسلمانوں کي یہ خصوصیت قرار دي تھي کہ وہ غیر ضروري چیزوں میں وقت ضائع نہیں کرتے - چنانچہ عہد نبوت میں جب کبھي اس قسم کے مواقع پیش آے ہیں ' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سختي کے ساتھہ صحابہ کو زجر و توبیخ کي ہے -

(۱) بخاري جزء ۲ - ص - ۱۲۸

(۲) بخاري جزء اول - ص - ۵۰

(۳) بخاري جزء ۸ صفحہ ۱۰۱ - ۱۰۲

ایک مرتبہ صحابہ مسئلہ قضا و قدر کے متعلق مباحثہ کر رہے تھے ' جس نے آگے چل کر مسلمانوں کے دو عظیم و حریف مذہبي فرقے پیدا کردیے - آنحضرت نے دیکھا تو چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہوگیا ' اور فرمایا :

لہذا خلقتم تضربون القرآن بعضہ بعض لہذا هلك الامم قبلكم (۱)	کیا تملوگ اسي لیے پیدا کیے گئے ہو ؟ تملوگ قرآن کو کو ٹکڑے ٹکڑے کررہے ہو ' گذشتہ قوموں کو اسي قسم کے مسائل نے برباد کردیا ہے

اسلام نے اگرچہ عرب جاہلیت کے تمام توہم آمیز عقائد کو مٹادیا تھا ' تاہم بعض باتیں باقي رہ گئي تھیں ' اور کبھي کبھي اونکا ظہور ہوجاتا تھا - عرب کا خیال تھا کہ جب کوئي بڑا شخص مرتا ہے تو سورج میں گہن لگ جاتا ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراهیم نے انتقال کیا تو اتفاق سے اوسي دن سورج میں گہن بھي لگ گیا - لوگوں کو خیال ہوا کہ یہ حضرت ابراهیم ہي کي موت کا اثر ہے - لیکن آپنے فوراً اس خیال سے لوگوں کو روکا ' اور فرمایا : " چاند اور سورج میں کسي کے مرنے جینے سے گہن نہیں لگتا "

(عبــادات)

عبادات چونکہ روزکي چیز تھي جس میں سہو و غفلت اور بے عنواني کا پیدا ہونا ضروري تھا ' اسلیے آنحضرت کو اس کے متعلق احتساب کي اکثر ضرورت پیش آتي تھي (۲) - اسلام نے اداے نماز کیلیے جماعت کو واجب کردیا تھا ' لیکن اکثر لوگ اس میں غفلت کرتے تھے - ایک مرتبہ آنحضرت نے جماعت میں چند اشخاص کو ڈھونڈھا تو نہیں پایا ' نہایت برہم ہوے اور فرمایا : " جي میں آتا ہے کہ ایک شخص کو امام بناکر خود اون لوگوں کے پاس چلا جاؤں اور لکڑیوں کا ڈھیر لگاکر اونکو آگ میں پھونک دوں (۳)

بعض لوگ جب امامت کرتے تھے تو نماز میں طول دیتے جس سے کارو باري اور ضعیف لوگ گھبرا جاتے تھے - ایک شخص نے اسي بنا پر امام کي شکایت کي ' آپ کو معمول سے زیادہ غصہ آگیا ' اور فرمایا " تم لوگوں کو مذہب سے متنفر کررہے ہو - امام کو نماز میں تخفیف کرني چاہیے ' کیونکہ اون میں مریض ' ضعیف کارو باري ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں (۴)

نماز کا اصلي مقصد خشوع و خضوع ہے ' لیکن جب کسي کے طرز عمل سے انکا ظہور نہیں ہوتا تھا تو آنحضرت اسکو ٹوکتے فرماتے تھے - ایک بار ایک شخص نے نہایت عجلت کے ساتھہ نماز پڑھي - نماز پڑھ چکا تو آپنے فرمایا : " نماز کو پھر دوہراؤ تم نے نماز پڑھي ہي نہیں - اوس نے تین بار نماز دوہرائي اور آپ نے تینوں بار ٹوکا ' آخر میں اوس نے کہا : " اب میں اس سے بہتر نہیں پڑھ سکتا " آپنے تکبیر ' قرات ' رکوع ' سجود ' قیام و قعود کے وہ طریقے بتاے جن سے اطمینان ' سکون ' وقار ' اور اعتدال کا اظہار ہوتا تھا - (۵)

عبــادات اور مقــدمات عبادات کے متعلــق آپ نہایت معمولي اور جزئي باتوں پر بھي گرفت فرماتے تھے - ایک بار سفر میں تھے ' نمــاز عصر کا وقت آگیا ' صحابہ نے پانوں کا مسح کیا آپ نے دیکھا تو دور سے چلاکر آواز دي :

(۱) سنن ابن ماجہ - ص - ۱۰

(۲) بخاري جزء ۲ - ص - ۳۴

(۳) صحیح مسلم مطبوعہ مصر جلد ۱ - ص - ۲۴۳

(۴) بخاري جزء ۱ - ص - ۲۹

(۵) بخاري جزء ۱ - ص - ۱۴۸

اسي پاک ذات ميں محدود ہے ' کیونکہ تمہیں اعمال صالحہ کا يہ خزانہ دوسري جگہہ نہیں مل سکتا - اس طرز بیان سے نہ صرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کا اتباع لازم کردیا گیا ' بلکہ ساتھہ ھي دوسرے تمام بڑے بڑے انسانوں کے اتباع کي نفي بھي کردي ' اسلیے صرف ایک ھی آفتاب ہے جسکي روشني ظلمت زار دنیا کي ھر انـدھیري راہ اور ھر تیـرہ و تاریک راستے میں ھماري رھنمائي کرسکتي ہے :

چو ءـلام آفتــابم همــه ز آفتــاب گــويم
نه شبم نه شب پرستم که حدیث خواب گویم

اسي آفتاب کي روشني سے اور سیارے بھي نور حاصل کرتے ھیں ' اسلیے اونکا اتباع بھي ھم پر واجب ھو جاتا ہے :

خيـــر القـــرون قرني '	بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے ' اسکے بعد
ثـــم الـــذين يلـــونهم	ان لوگوں کا دور جو اسکے بعد آئینگے '
ثـــم الـــذين يلـــونهم -	پھر وہ لوگ جو اسکے بعد ان اسوہ ھاے حسنہ کي تقلید کرینگے -
اصحـــابي كالنجـــوم -	میرے اصحاب مثل ستارے کے ھیں -

اسي بنا پر اللہ تعالی نے قرآن حکیم میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم اور صحابہ کرام کي اس خصوصیت کا بار بار ذکر کیا ہے

و هـو الـرسـول النبـي الامـي المكـتوب فـي التوراة و الانجيـل : يامر بالمعروف و ينهى عن المنكر و يحل لهم الطيبات و يحرم عليهم الخبائث - (۷ : ۱۵۹)	اور يہ وھي پیغمبر امي ہے ' جسکي بعثت توراۃ و انجیل میں لکھي ھوئي ہے - وہ نیکي کے کاموں کا حکم دیتا ہے ' برائیوں سے روکتا ہے - پاک و مفید چیزوں کو انپر حلال ' اور ناپاک و مضر چیزوں کو حرام کرتا ہے -
كنتم خير امة اخرجت للنـــاس تـــامرون بالمعـروف و تنهـون عن المنكر و تومنون بالله	تم لوگ بہترین امت ھو جنکو نکالا نے دنیا کي ھدایت و رھنمائي کیلیے نمایاں کیا - تم نیکي کا حکم دیتے ھو ' برائي سے روکتے ھو ' اور خدا پر ایمان لاتے ھو !

لیکن ان آیتوں کي عملي تفسیر ھمکو صرف احادیث کي کتابوں میں ڈھونڈھنا چاھیے ' جنکے ذریعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم اور صحابۂ کرام کے مواقع احتساب کے ایک ایک جزئیات کا پتہ لگ سکتا ہے ' اور اس سے ثابت ھوتا ہے کہ خدا نے ھدایت و ارشاد کیلیے جو آفتاب و سیارے پیدا کیے تھے ' وہ ھمیشہ ضیاء گستر رھتے تھے -

(اسوۂ نبوي)

احتساب کي ترتیب اصلاح نفس سے شروع ھوکر بالترتیب محتسب کے قبیلہ ' اور قوم تک منتہی ھو جاتي ہے - جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرض احتساب کو اسي ترتیب کے ساتھہ ادا فرمایا ہے -

(اصلاح نفس)

آنحضرت کي ذات پاک جامع فضائل تھي " اللہ تعالی نے آپ کے تمام زلات کو معاف کردیا تھا ' باینہمہ آپ اس کثرت سے نماز پڑھتے تھے کہ پاؤں پھول کر پھٹ پھٹ جاتے تھے - صحابہ نے اس ریاضت شاقہ کو دیکھکر عرض کیا " یا رسول اللہ ! خدا نے تو آپ کے تمام اگلے پچھلے گناھوں کو معاف کر دیا ہے ' پھر آپ کیوں اس قدر مصروف عبادت رھتے ھیں ؟ آپ نے فرمایا :

افلا اكون عبدا شكورا ؟ (۱)	کیا میں خدا کے شکر گذار بندہ ھونے کي کوشش نہ کروں ؟

(۱) بخاری مطبوعہ برلن ص - ۹۹ جزء - ۸

چنانچہ جب کبھي اس قسم کے مواقع پیش آتے تھے جو قلب کو خدا کي طرف سے پھیر دیسکتے تھے ' یا نفس میں غرور و تکبر پیدا کرسکتے تھے ' تو آپ نہایت سختي کے ساتھہ اونکا انکار فرماتے - حضرت عائشہ رضي اللہ عنہا نے گھر میں ایک پردہ لٹکا رکھا تھا جس میں تصویریں بني تھیں ' آپ کي نظر پڑي تو فرمایا :

اميطي عنا قرامك فانه لاتــزال تصاويره تعرض في صلاتي (۱)	ھمارے سامنے سے اپنا پردہ ھٹالو کیونکہ اوسکي تصویریں ھمیشہ میري نماز میں خلل انداز ھوتي رھتي ھیں -

ایک صحابي نے بطور تحفہ کے آپ کو حریر کا ایک جبہ دیا ' آپ نے اسکو پہنکر نماز پڑھي - نماز سے فارغ ھونے کے بعد نہایت ناگواري سے اوتارکر پھینکدیا اور فرمایا :

لا ينبغي هذا للمتقين (۲)	يہ پرھیز گاروں کے قابل نہیں ہے -

غرور و کبر کا سرچشمہ مدح و تعریف ہے ' امراء و سلاطین کو اسي مرض نے دنیا کي تمام چیزوں سے بالا تر بنا دیا ہے ' آنحضرت اگرچہ خیرالبشر تھے ' لیکن اگر کوئي شخص آپ کو انبیاے سابقین پر ترجیح دیتا تھا ' تو آپ اسکو منع فرماتے تھے - ایک صحابي اور ایک یہودي میں جھگڑا ھو گیا - صحابي نے غصہ میں قسم کھائي اور کہا " اسي خدا کي قسم جس نے محمد کو تمام دنیا سے افضل بنایا ہے " یہودي نے بھي قسم کھائي اور کہا : " اس خدا کي قسم جس نے موسی کو تمام دنیا پر ترجیح دي ہے " صحابي نے اسپر غصہ میں آکر یہودي کے منہہ پر طمانچہ مارا ' اس نے آنحضرت سے شکایت کي - آپ نے حکم دیا کہ " مجھے موسی پر ترجیح نہ دو " (۳)

(احتساب قبیلہ و خاندان)

خیرات گھر ھي سے شروع ھوتي ہے ' اسي بنا پر اللہ تعالی نے آنحضرت کو حکم دیا تھا : و انذر عشيرتك الاقربين ' اپنے خاندان کے قریبي رشتہ داروں کے آگے حق کو پیش کرو اور عذاب الہي سے ڈراؤ - جب یہ آیت نازل ھوئي تو آپ نے اپنے تمام قبیلہ اور تمام خاندان کو جمع کرکے ایک پیغمبرانہ لہجہ میں اس حکم الہی کو سنایا :

" یا معشر قریش ! یا معشر بني عبد مناف ! یا معشر بني قصی ! یا معشر بني عبد المطلب ! اے فاطمہ محمد کي بیٹي ' تم سب اپنے آپ کو دوزخ کي آگ سے بچاؤ ' کیونکہ میں تمہیں قیامت کے دن کچھہ بھي نفع و نقصان نہ پہونچا سکوں گا ! اے فاطمہ تجھکو مجھہ سے صرف جسماني تعلق ہے ' اور میں رشتے کي بیل کو صرف دنیا ھي میں سرسبز و شاداب رکھہ سکوں گا " (۴)

یہ ایک عام احتساب تھا ' لیکن مخصوص مواقع پر بھي آپ ازواج مطہرات اور اھل و عیال کو نیکي کي ترغیب دیتے ' اور برائي سے روکتے رھتے تھے - ام سلمہ سے روایت ہے کہ آپ ایک رات کو اٹھے اور فرمایا : " سبحان اللہ ! آسمان سے فتنۂ و فساد کي بارش ھو رھي ہے " اور برکات و فضائل کے خزانے کھل گئے ھیں - حجروں میں سونے والیوں کو (ازواج مطہرات) کو جگادو کیونکہ دنیا کي بہت سي کپڑے پہننے والي عورتیں آخرت میں برہنہ نظر آئینگي " (۵)

آپ نے تنزہ نفس اور استغناء و قناعت کیوجہ سے باوجود فقر و فاقہ کے اپنے اوپر اور اپنے تمام خاندان کے اوپر صدقہ کو حرام کردیا تھا -

(۱) بخاري جزء ۱ - ص - ۷۰
(۲) بخاري جزء ۴ - ص - ۸۰
(۳) بخاري جزء ۸ - ص - ۱۰۸
(۴) ترمذي صفحہ ۵۲۹ کتاب التفسیر -
(۵) بخاري جزء ۲ - ص - ۳۰

واپس آیا - آپ نے اسي غرض سے دوسري مرتبه پهر اوسيكو بهيجا ' اسپر بهي كچهه اثر نه هوا تو تيسري بار فرمايا : " جاكر اون عورتوں كے منه ميں خاک جهونک دو " (۱)

جنازه كے متعلق بهي اسي قسم كي متعدد رسميں پيدا هوگئي تهيں - مثلاً اهل عرب جنازه كے ساتهه سواري پر جاتے تهے - آنحضرت صلى الله عليه و سلم نے چند اشخاص كو ديكها كه وه ايک جنازه كے ساتهه سوار هوكر جا رهے هيں - فرمايا : " كيا تمهيں شرم نهيں آتي كه فرشتے پيدل هيں اور تم سواري پر جا رهے هو ؟ " (۲)

جنازه كي مشايعت صرف كرته پهنكر كرتے تهے' اظهار غم كيليے چادر اوتار ڈالتے تهے' چادر عرب كا عام لباس تها - آنحضرت نے اسي وضع ميں چند اشخاص كو ديكها تو فرمايا : " كيا جاهلية كے طريقه پر عمل كررهے هو ؟ " (۳)

جنازه ميں عورتيں بهي عموماً شريک هوتي تهيں ' چنانچه آپ نے چند عورتوں كو بيٹهے هوے ديكها تو پوچها " كيوں بيٹهي هو ؟ بوليں : " ايک جنازے كا انتظار هے " فرمايا : " كيا اوسكو غسل دوگي ؟ " اون سبهوں نے كہا " نهيں " پهر فرمايا " تو كيا لاش كو كاندها دوگي " اون سبهوں نے كہا " نهيں " پهر فرمايا " تو كيا لاش كو قبر ميں اوتاروگي ؟ " بوليں " نهيں " - تو آپ نے فرمايا : " پهر واپس جاؤ " (۴)

عرب كي فخر پسند طبيعت هميشه باپ دادا كے كارناموں كا ذكر نهايت بلند آهنگي سے علي رؤس الاشهاد كرتي تهي - يهاں تک كه زمانهٔ حج ميں بهي يه داستان پارينه تازه كي جاتي تهي :

واذكروا اسم الله كذكركم آباءكم او اشد ذكرا - اس كو " مناشرت " كهتے تهے - فخر و غرور كے اظهار كا يه طريقه اكثر بڑي بڑي نزاعيں قائم كرديتا تها - اسلام نے اس رسم كو بالكل هي مٹا ديا - ليكن اسكا اثر مختلف صورتوں ميں پهيل گيا تها ' منجمله اونكے ايک صورت يه تهي كه باپ دادا كے نام كي قسم كهاتے تهے - ايک مرتبه حضرت عمرؓ نے بهي قسم كهائي - آپنے فرمايا : " خدا باپ دادا كے نام كي قسم كهانے سے منع كرتا هے ' صرف خدا كي قسم كهاني چاهيے ' ورنه خاموشي بهتر هے " (۵)

(اخـــلاقي اصـــلاح)

آنحضرت صلى الله عليه و سلم كي بعثت كا اصلي مقصد اصلاح اخلاق و تزكيه نفس تها ' جسكو خود آپ نے ظاهر فرما ديا تها :

انما بعثت لاتمم مكارم الاخلاق - ميں اخلاق كي تكميل كيليے مبعوث هوا هوں -

اور يه مقصد هميشه آپ كے پيش نظر رهتا تها ' اصولي طور پر آپنے اخلاق كے متعلق جو اصلاحيں كيں ' وه اونكے علاوه هے ' جزئي طور پر جب كسي شخص سے كسي قسم كي بد اخلاقي كا ظهور هوتا تها تو آپ فوراً اوسكو تنبيه فرماديتے تهے - چنانچه احاديث ميں اسكي به كثرت مثاليں ملتي هيں ' جنكے جزئيات كي تفصيل حسب ذيل هے :

(انســداد گداگــري)

اسلام نے زكواة كا ايک مستقل نظام قائم كرديا كيونكه خاص خاص لوگ اوسكے حقيقي مستحق تهے ' ليكن عام طور پر اسلام گداگري اور مفت خواري كو نهايت ذليل پيشه قرار ديتا هے - يهي وجه هے كه آنحضرت صلى الله عليه و سلم غير مستحق لوگوں كو اس سے نهايت سختي كے ساتهه روكتے تهے -

---

(۱) صحيح - مسلم جلد ۱ - ص - ۳۴۵
(۲) سنن ابن ماجه - ص - ۲۵۰
(۳) سنن ابن ماجه - ص - ۲۵۱
(۴) سنن ابن ماجه - ص - ۲۶۹
(۵) بخاري جزء ۸ - ص - ۲۷

ايک مرتبه ايک انصاري نے آپ سے سوال كيا ' آپنے پوچها : " تمهارے گهر ميں كچهه پونجي بهي هے " اوس نے كہا " ايک ٹاٹ هے جسكو اوڑهتا بچهاتا هوں - ايک پياله هے جس ميں پاني پيتا هوں " - آپنے فرمايا " اوسكو جاكر لے آؤ " وه جاكر اوٹها لايا ' آپنے تمام صحابه كے سامنے اوسكو بغرض فروخت پيش كيا - ايک صحابي نے ايک درهم پر لينا چاها ' دوسرے صحابي نے قيمت ميں اضافه كركے دو درهم پر لے ليا - آپنے دونوں درهم اوس انصاري كے حوالے كيے اور فرمايا " ايک درهم كا غله ليكر گهر ميں دے آؤ ' دوسرے درهم كا ايک بسولا خريد كر ميرے پاس لاؤ " وه بسولا خريد لايا ' آپنے خود دست مبارک سے اوس ميں دسته لگايا ' اور حكم ديا كه " جنگل ميں جاكر لكڑي كاٹو اور بيچو - ۱۵ دن تک ميں تمهاري صورت نه ديكهوں - " وه لكڑي كاٹ لايا اور اوسكو فروخت كيا - دس درهم هاتهه آئے - اس رقم كو ليكر آنحضرت كي خدمت ميں حاضر هوا - آپنے فرمايا : " اس رقم سے كچهه غله اور كچهه كپڑا خريد كر كهاؤ پهنو ' گداگري سے يه بهتر هے ' وه تو آدمي كے چهرے كا داغ هے - صرف اپاهج لوگوں كيليے هي جائز هوسكتي هے " (۱)

(رشــوت خـــواري)

عدل و انصاف كي بربادي اور ظلم كي روح خبيث كا سب سے بڑا سبب رشوت خواري هے - عهد نبوت ميں چونكه آنحضرت كے فيض صحبت سے صحابه كا معيار اخلاق نهايت بلند هوگيا تها - اسليے رشوت خواري كي مثاليں نهيں ملتيں - تاهم جب كبهي كسي كے طرز عمل پر رشوت كا شبهه بهي هوتا تها تو آنحضرت اوسپر تنبيه فرماتے تهے - حكام و عمال كو اكثر رشوتيں نذر و هديه كے ذريعه سے دي جاتي هيں - آنحضرت كے زمانه ميں بهي اسي قسم كا ايک واقعه پيش آيا - آپنے قبيلهٔ ازد كے ايک شخص كو صدقه وصول كرنے كيليے بهيجا ' اوس نے واپس آكر آنحضرت كے سامنے صدقه كا مال پيش كيا اور كہا " اتنا مسلمانوں كا مال هے اور اس قدر مجهے هديتاً ملا هے " چونكه اس قسم كا هديه رشوت كا ذريعه بن سكتا تها اور اگر علانيه اسكا انسداد نه كيا جاتا تو لوگ بهي اس طريقه سے فايده اوٹهاتے ' اسليے آپ نے ايک خطبه ديا اور فرمايا : " اس عامل كو ديكهو جو كهتا هے كه يه مال مسلمانوں كا اور يه مال ميرا هے - ذرا وه اپنے گهر ميں تو بيٹهه كے ديكهے كه اوسكے پاس هديه آتا هے يا نهيں ؟ (۲)

(خيانت كا انسداد)

معاملات ميں سب سے زياده خيانت' چالاكي' اور خدع و فريب كا موقعه تجارتي كاروبار ميں مل سكتا هے ' اسليے آنحضرت خاص طور پر اسكي طرف اپني توجه مبذول ركهتے تهے - ايک مرتبه بازار ميں سے گذرے اور ايک شخص كے غله كے ڈهيرے كے اندر هاتهه ڈال كے ديكها تو نمي محسوس هوئي - چونكه بهيگنے سے غله كا وزن بڑه جاتا هے اسليے آپ نے فرمايا : " جو شخص دهوكا ديتا هے ' وه هم ميں سے نهيں هے " (۳)

عرب ميں چونكه غله بهت كم آتا تها ' اسليے جب باهر سے سوداگر غله لاتے تهے تو لوگ شهر سے باهر هي تخميناً خريد ليتے تهے' ليكن اس سے كئي طرح كے نقصانات پيدا هوتے تهے - اولاً تو تمام شهر محروم ره جاتا تها ' دوسرے يه ايک غير معين وغير معلوم بيع تهي ' اسليے آنحضرت صلى الله عليه و سلم نے اس سے روكا - آپ عموماً لوگوں كو اسپر سزا ديتے تهے (۴)

---

(۱) سنن ابن ماجه - ص - ۳۹۷
(۲) صحيح مسلم جلد ۲ - ص - ۱۱۳
(۳) سنن ابن ماجه - ص - ۴۰۳
(۴) بخاري جزء ۳ - ص - ۹۸

ويل للاعقاب من النار (١)   ايڑيوں كيليے آگ كا عذاب ہے -

ابتداے اسلام ميں نماز كے قيام و ادا كي حالت بالكل ابتدائي تهي اور تمام جزئيات و فروعات ابهي واضح نہيں هوے تهے - اس طرح كا بتدريج ارتقاء مذهب كي هر تعليم ميں هوتا ہے - موجودہ حالت ايک مدت كے تغيرات كے بعد پيدا هوئي تهي - چنانچه ابتدا ميں اكثر لوگ مسجد كے اندر تهوک ديتے تهے - ايک مرتبه آپ نے مسجد ميں تهوک كا دهبه ديكها ' خود اوٹهے اور اپنے دست مبارک سے اوسكو مٹا ديا ' پهر فرمايا : " نماز ميں هر شخص خدا سے سرگوشي كرتا ہے ' اسليے كسي شخص كو قبله كي طرف تهوكنا نہيں چاهيے ' البته دائيں بائيں ' يا اپنے پاؤں كے نيچے تهوک سكتا ہے - (٢)

(يهاں يه واضح رہے كه اسوقت مسجد كا فرش پخته نه تها - صحن مسجد اور عام سطح زمين ميں سوا حدود عمارت كے اور كوئي امتياز قائم نه تها - ريتلي زمين تهي اور وہ هر طرح كي رطوبت جذب كرليتي تهي - ليكن اب مسجدوں كا داخلي حصه پخته هوتا ہے ' پس وهاں تهوكنا مسجد كي صفائي اور نمازيوں كے حقوق نشست و مقام پر حمله كرنا ہے -)

(بدعت)

نظام مذهبي كا سب سے زيادہ خطرناک مرض بدعت ہے ' آنحضرة صلى الله عليه وسلم كے زمانے ميں اگرچه اسلام اس مرض ميں مبتلا نہيں هوسكتا تها تاهم جاهلية كے زمانے كي بہت سي بدعتوں كي جهلک كبهي كبهي نظر آجاتي تهي - اسليے آپ هميشه اونكے مٹانے ميں مصروف رهتے تهے -

بدعت كي اگرچه مختلف قسميں اور مختلف مظاهر هيں ليكن اسكي بدترين شكل رهبانيت اور جوگ ہے ' جو يهود و نصارى كے مذهب كا جزء بن گئي ہے - و رهبانية ابتدعوها - عرب پر چونكه يهود و نصارى كا مذهبي اثر غالب تها ' اسليے وهاں اس قسم كي بدعات بيدا هوگئي تهيں ايک مرتبه آنحضرت نے ايک بڑهے آدمي كو ديكها كه اپنے دو بيٹوں كے كاندهے پر هاتهه ركهه كے جا رها ہے ' آپ نے پوچها يه كيا معامله ہے ؟ لوگوں نے كہا " اس نے پيدل چلنے كي نذر ماني ہے - ضعف كيوجه سے بيٹوں كے سهارے چلتا ہے " آپ نے فرمايا : " اوس نے اپنے آپ كو كيوں عذاب ميں مبتلا كر ديا ہے ؟ خدا اس سے بے نياز ہے " عقبه بن عامر كي بہن نے خانه كعبه تک ننگے پاؤں پيدل جانے كي منت ماني ' اور عقبه كو آنحضرت كے پاس بهيجا كه پوچهه آئيں - آنحضرت نے فرمايا : " سواري پر بهي جا سكتي ہے " (٣)

ايک مرتبه آپ خطبه دے رهے تهے اور لوگ نہايت سكون و اطمينان كے ساتهه بيٹهه كر سن رهے تهے ' ليكن ايک شخص كهڑا تها - آپ نے دريافت فرمايا تو معلوم هوا كه اوس نے نذر ماني ہے كه هميشه كهڑا رہے گا ' سايے ميں نه بيٹهے گا ' كسي سے بات چيت نه كرے گا ' اور روزہ ركهے گا - آنحضرت نے حكم ديا كه اوسكو بيٹهنا چاهيے ' سايے ميں آنا چاهيے ' گفتگو كرني چاهيے ' اور روزہ كو بهي پورا كرنا چاهيے (٤)

اسي طرح آپ كو ايک شخص نظر آيا جسكو ايک آدمي ناک ميں نكيل ڈالكر خانه كعبه كا طواف كرا رها تها - آپ نے اوسكي ناک كي رسي كاٹ دي اور فرمايا " اسكا هاتهه پكڑ كر طواف كراؤ " (٥)

---

(١) بخاري جزء ١ - ص - ٢٧
(٢) بخاري جزء ١ - ص - ٨٦
(٣) صحيح مسلم جلد ٢ - ص - ١٧
(٤) بخاري جزء ٨ - ص - ١٤٣
(٥) بخاري جزء ٨ - ص - ١٤٣

ليكن ان بدعات سے زيادہ ان اصولوں كا مٹانا ضروري تها جن كي بنا پر بدعات پيدا هوتي هيں - بدعت كا سب سے بڑا سرچشمه ' تشدد آميز مذهبي انهماک ہے - يہي وجه ہے كه اسلام نے اپنے نظام عبادت كو نہايت سهل و آسان طريقے پر قائم كيا ہے ' اس لحاظ سے اگرچه خود اسلام كے سنگ بنياد پر بدعت كي عمارت نہيں قائم كي جاسكتي تهي ' تاهم ابتداء ميں صحابه كا ايک پرجوش و مخلص گروہ نہايت شدت كے ساتهه عبادت ميں مصروف رهنا چاهتا تها - جب آنحضرت نے ايک دن چهوڑ كے روزہ ركهنا شروع كيا ' تو اكثر صحابه نے بهي اسكي تقليد كي - ليكن آپ كو نظر آيا كه يہي چيز بدعت كا پيش خيمه بهي ہے - آپ نے صحابه كو سختي كے ساتهه منع فرمايا - اسپر بهي لوگ باز نہيں آے ' تو معمول كے خلاف متصل روزہ ركهنا شروع كرديا كه لوگ خود گهبرا كر باز آجائيں گے - (١) عبد الله بن عمرو رضى الله عنه كو كثرت صوم و صلاة سے اسي بنا پر روكديا تها - حضرت سلمان رضى الله نے حضرت ابو الدرداء رضى الله كو بهي شدت زهد سے منع فرمايا تها ' اور آپ نے اونكي تائيد كى تهي (٢)

(رسم و رواج كا انسداد)

رسم و رواج كو جب استحكام هوجاتا ہے تو بدعات كي طرح اونكا چهوڑنا بهي نہايت شاق گذرتا ہے - حالانكه اكثر حالتوں ميں وہ بدعات سے كم ضرر رساں ثابت نہيں هوتيں ' اور بڑي قيامت يه ہے كه بعض اوقات مذهبي حيثيت پيدا كرليتي هيں -

عرب ميں بہت سے مضر رسميں قائم هوگئي تهيں جن كي پابندي نہايت ضروري خيال كي جاتي تهي ' اسليے بدعات كے ساتهه ساتهه ان كا بهي انسداد كيا گيا -

عرب كے جذبات نہايت رقيق و نصف تهے ' اسليے وہ اعزہ و اقارب كي موت سے نہايت متاثر هوتے تهے جسكا اظهار مختلف حيثيتوں سے كيا جاتا تها - عورتيں نہايت شدت كے ساتهه ميت پر گريه و بكا كرتي تهيں ' منه نوچنا ' بال منڈوا ڈالنا ' گريباں چاک كردينا ' شوهر كي موت پر برسوں تک خاص خاص پابنديوں كے ساتهه گهر سے باهر رهكر ماتم كرنا ' عرب كي عورتوں كا عام شعار تها - آنحضرت نے ان تمام رسوم كو نہايت سختي سے مٹايا ' ليكن شخصي حالتوں كے علاوہ ميت پر قومي حيثيت سے بهي ماتم كيا جاتا تها - يعني قبيله كي بہت سي عورتيں جمع هوكر ميت كے محاسن و فضائل بيان كرتيں اور باهم روتي تهيں ' اسي رسم كا نام " نياحه " ہے - آنحضرت كے زمانے تک يه رسم قائم تهي ' ليكن آپ كے سامنے جب كبهي اس قسم كے مواقع پيش آے تو اس طرح كي عورتوں كو سختي كے ساتهه تنبيه كي -

حضرت ام سلمه كو جب اپنے شوهر كے انتقال كي خبر ملي تو به حسرت بوليں : " مسافر مسافرت ميں مرا - اوس پر اسقدر گريه و بكا كروں گي كه يادگار رہے گا " چنانچه اس غرض سے اوٹهيں تو عرب كے دستور قديم كے مطابق ايک عورت نے گريه و بكا ميں اونكا ساتهه دينا چاها - آنحضرت نے ديكها تو فرمايا : " كيا اوس گهر ميں شيطان كو داخل كرنا چاهتي هو جس سے خدا نے اوسكو نكال ديا ہے " (٣)

جب حضرة جعفر بن ابي طالب كے قتل كي خبر آئي تو اونكي عورتوں نے اسي طريقه سے نوحه كرنا شروع كيا - ايک شخص نے آنحضرت كو خبر كي - آپ نے منع كرنے كا حكم ديا ليكن وہ ناكامياب

---

(١) بخاري جزء ٨ - ص - ١٧٤
(٢) بخاري جزء ٨ - ص - ٣٢
(٣) صحيح مسلم جلد ١ - ص - ٣٤٠

مشابہت ھو جاتي ' تو آپ فوراً ٹوکدیتے - ایک مرتبہ حضرت ام سلمه دوپٹا اوڑہ رھي تھیں - آپ نے دیکھا تو فرمایا :

لیة لا لیتین — ایک تہ کرکے اوڑھو دو تہ نہ کرو

کیونکہ دو تہ کرنے سے عمامہ کے ساتھہ مشابہت پیدا ھوجاتي تھي' جو مردوں کی خاص وضع ہے - آپ کو اسپر اسقدر اصرار تھا کہ ایک عورت نے پردہ سے آپ کو ایک خط دینا چاھا ' اسکے ھاتھوں میں منہدي نہ تھي - آپ نے فرمایا : یہ مرد کا ھاتھہ ہے یا عورت کا ؟ اسنے کہا میں عورت ھوں ' فرمایا " اگر تم عورت ھو تو منہدي لگاؤ "

اکثر عورتیں نہایت غیر محتاط لباس پہنتي تھیں - اسکے متعلق خود قرآن حکیم میں آیتیں نازل ھوئي ھیں - خود آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم جب کبھي اس قسم کي بی احتیاطي ملاحظہ فرماتے تھے تو فوراً روکدیتے تھے - حضرت اسماء بنت ابي بکر آپ کے سامنے باریک کپڑا پہن کے آئیں تو آپ نے منہ پھیر لیا ' پھر فرمایا : " عورت بلوغ کے بعد صرف منہ اور ھاتھہ کھلا رکھہ سکتي ہے " (۱) -

عورتیں عموماً راستوں میں مردوں کے دوش بدوش چلتي تھیں - ایک مرتبہ آپ مسجد سے نکلے تو دیکھا کہ مرد و عورت دونوں ساتھہ ساتھہ راہ میں چل رہے ھیں ' آپ نے فرمایا : " تم کو درمیان راہ چلنے کا کوئي حق حاصل نہیں ' تم کو راستے کے کنارے چلنا چاھیے " اسکے بعد سے عورتیں دیواروں سے لگ کر چلنے لگیں - اس قسم کے بیسیوں واقعات کتب حدیث میں مذکور ھیں :

(رفع نزاع باھمي و اصلاح ذات البین)

اسلام نے مسلمانوں پر سب سے بڑا احسان الہي یہ جتایا ہے :

فاصبحتم بنعمته اخوانا — خدا نے تمکو باھم دشمني کے بعد بھائي بھائي بنادیا -

لیکن باھمي اختلاف و تنازع سے یہ رشتۂ اخوت ٹوٹ سکتا تھا ' اسلیے آنحضرت کے فرائض احتساب میں سب سے اھم فرض رفع نزاع تھا - چنانچہ جب کبھي آپ کو کسي شور و فساد خانگي کي خبر ملتي تو آپ جاتے اور اصلاح فرماتے - ایک مرتبہ آپ کو خبر ملي کہ قبیلہ بني عمرو بن عوف میں باھم کچھہ نا چاقي پیدا ھوگئي ہے - آپ چند صحابہ کے ساتھہ تشریف لیگئے ' اور معاملہ کے سلجھانے میں اسقدر دیر لگي کہ نماز کا وقت آگیا - چنانچہ حضرت بلال کے درخواست کرنے پر حضرت ابوبکر نے نماز پڑھائي (۲)

عبداللہ بن سلول ایک بار نہایت گستاخانہ پیش آیا ' یہاں تک کہ صحابہ سے ضبط نہو سکا اور وہ لڑنے بھڑنے پر تیار ھوگئے ' اسپر عبد اللہ بن سلول کے حامي بھي اٹھے ' اور فریقین باھم دست و گریباں ھوگئے ' لیکن آنحضرت نے مسلمانوں کو سمجھا بجھاکر الگ کیا اور فرمایا کہ صلح فساد سے بہتر ہے (۳)

واقعہ حک کے متعلق خود مسلمانوں کے دو قبیلوں اوس و خزرج میں سخت نزاع قائم ھوگئي ' اور دونوں فریق آمادہ جنگ ھوگئے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو سمجھا بجھا کر ٹھنڈا کیا -

(مـراعـاة ادب)

آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کو بزرگوں کے ادب و تعظیم کا نہایت خیال رھتا تھا ' معمولي باتوں پر بھي گرفت کرتے تھے - ایک موقع پر جب حضرت عبد اللہ بن مسعود کے چھوٹے بیٹے نے گفتگو میں مسابقت کرني چاھي تو آپ نے فوراً ٹوکدیا :

الکبر الکبر (۴) یعني پہلے بڑے کو بولنے دو !

---

(۱) ابو داؤد جلد - ۲ - ص - ۲۱۱

(۲) ابو داؤد جلد - ۲ - ص - ۲۱۸

(۳) ابو داؤد جلد - ۲ - ص - ۲۱۱

(۴) ابو داؤد جلد - ۲ - ص - ۳۶۰

اسئلة و اجوبتها

حکومۃ شوری اور اسلام

خلافۃ راشدۂ اسلامیہ کا نظام جمہوري

منہاج نبوۃ اور شوری

(از جناب مولوي مصباح الدین صاحب - لشکر گوالیار)

عرصہ ھوا الہلال میں جناب نے اسلام کے حکم شوری اور خلافۃ راشدہ کے نظام حکومت کے متعلق ایک مضمون تحریر فرمایا تھا ' اور دھلي کے کسي شخص نے اسپر اعتراض کیا تھا - خاکسار نے وہ مضمون جو پیسہ اخبار میں شائع کیا گیا تھا ' حضور کي خدمت مبارک میں بھیجا تھا اور استدعا کي تھي کہ اس مسئلہ کو ایک بار بالکل واضح کردیا جاے - جناب نے از راہ کرم لکھا تھا کہ عنقریب اسپر توجہ کي جائیگي - اسکے بعد جب الہلال میں " القارعہ " کے عنوان سے جناب نے مسئلہ خلافۃ اسلامي پر مضمون لکھا تو اسمیں یہ بھي لکھا تھا کہ اسلام نے اپنا نظام حکومت ایک خاص طرح کا جمہوري قرار دیا ہے ' اور کوئي حکومت اسلامي نہیں ھوسکتي جب تک کہ وہ پارلیمنٹري طرز حکومت پر عامل نہو - اسپر بھي بعض لوگوں نے اعتراض کیا تھا ' اور اس وقت مکرر خاکسار نے جناب کو اس اھم مسئلہ پر توجہ دلائي تھي ' لیکن صد افسوس کہ اسکے بعد مقدس الہلال کي اشاعت بند ھوگئي ' اور دل کي حسرت دل ھي میں رہگئي -

اب تیسري بار جناب کو زحمت دیتا ھوں اور ملتمس ھوں کہ البلاغ میں اس کے لیے بھي کچھہ جگہ نکالي جاے - معترضین کا بیان ہے کہ خلافت راشدہ کا طرز حکومت ایک طرح سے شخصي تھا - ایک شخص خلیفۃ المسلمین ھوتا تھا ' اور سب اسکي متابعت کرتے تھے - حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید کو معزول کردیا اور باوجود مخالفت کے مسلمانوں کے مشورہ کي کچھہ پروا نہ کي - حضرۃ ابوبکر نے منکرین زکواۃ سے قتال کیا اور بہت سے صحابہ اسکے مخالف تھے - پس پارلیمنٹ کہاں ھوئي اور ارکان شوری کي راے کي متابعت خلیفہ کیلیے کیونکر واجب ھوئی ؟ وغیرہ وغیرہ - ضرورت اسکي ہے کہ سب سے پہلے جناب خلفاء راشدین کے طرز حکومت کو واضح فرمادیں تاکہ موجودہ زمانے کي اصطلاحات پارلیمنٹ وغیرہ کو اس سے ملاکر معلوم کیا جاسکے کہ کسقدر حالت مختلف اور کسقدر متحد تھي ؟ خاکسار نے الفاروق کو اسي خیال سے بار بار دیکھا تاکہ کم از کم حضرۃ عمر کے عہد کا نمونہ صاف ھوجاے ' لیکن تشفي نہوئي - بعض حضرات کا یہ بھي خیال ہے کہ جب تک سلطان عبد الحمید سریر آراے خلافت تھے ' اس وقت تک دولۃ عثمانیہ ٹھیک ٹھیک اسلامي خلافۃ کي مصداق تھي ' لیکن اسکے بعد یورپ کے اثرات سے متاثر ھوکر نوجوان ترکوں نے شورش کي ' اور انکو معزول کرکے تمام رشتۂ حکومت اپنے ھاتھوں میں لے لیا - اب سلطان ترکي کوئي اختیار نہیں رکھتے ' اور تمام اختیار پارلیمنٹ کے ھاتھہ میں ہے - اسمیں عیسائي ممبر بھي ھیں ' یہودي ممبر بھي ھیں ' ہنود بھي ھیں - اب امیر المومنین کي اسلامي طاقت محض برائے نام ہے -

(حفظ الید و حفظ اللسان)

اسلام نے ایک عظیم الشان اخلاقی اصول یہ قائم کیا تھا :

المسلم من سلم المسلمون من یدہ و من لسانہ -	مسلمان وہ ہے ' جس کے ہاتھہ اور زبان سے مسلمانوں کو ایذا نہ پہونچے -

اس اصول کی خلاف ورزی کا اثر اگرچہ ہر موقع پر برے نتائج پیدا کرتا ہے ' تاہم برابر درجہ کے لوگ انتقام لیکر اپنے دل کو تسکین دے لیتے ہیں کمزور انسانوں کو تو اسکا بھی موقعہ نہیں ملسکتا - چنانچہ اس قسم کے موقعوں پر جب کوئی شخص اس اخلاقی جرم کا مرتکب ہوتا تھا ' تو آپ فوراً ٹوکدیتے تھے - حضرت ابو ذر غفاری فرماتے ہیں کہ میںنے اپنے غلام کو ماں کی گالی دی - آپ نے فرمایا " تم اوسکو گالی دیتے ہو ؟ تم میں زمانۂ جاہلیت کا اثر ابھی باقی ہے - تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں - جنکو خدا نے تمہارے سپرد کردیا ہے - جو تم کھاؤ ' وہی اونکو کھلاؤ - جو تم پہنو ' وہی اونکو پہناؤ ' اور اونکی طاقت سے زیادہ اون سے کام نہ لو ' اگر لیتے ہو تو اونکی اعانت کرو " (١)

حضرت ابو مسعود انصاری کہتے ہیں : " میں اپنے غلام کو مار رہا تھا - یکایک پیچھے سے ایک آواز آئی کہ اے ابو مسعود ! ہوشیار ! خدا کو تم پر اس سے زیادہ قدرت حاصل ہے - میںنے پیچھے مڑ کے دیکھا تو آنحضرت تھے " حضرت ابو مسعود پر اس کا یہ اثر پڑا کہ اونہوں نے غلام کو آزاد کردیا (٢)

(مداحی کا انسداد)

انسان خوشامد پسند ہے ' اور مداحی اس دبی ہوئی چنگاری کو اور بھی ابھار دیتی ہے - امرا و سلاطین کو اسی نے تباہ کردیا آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کو خود مدح سے نفرت تھی اور لوگوں کو بھی اس سے منع فرماتے تھے - چنانچہ ایک آدمی نہایت مبالغہ آمیز طور پر ایک شخص کی مدح کررہا تھا ' آپ نے دیکھا تو فرمایا : " تم نے اوسکو ہلاک کردیا " (٣)

(عیش پرستی کا انسداد)

عیش پرستی بظاہر تمدن کا زیور ہے ' لیکن درحقیقت اسکے اندرونی نظام کا اصلی گھن یہی چیز ہے - آنحضرت کی زندگی نہایت سادہ تھی ' آپ تمام لوگوں کو اسی سادگی کی تعلیم دیتے تھے ' اور جب کبھی کوئی چیز اسکے خلاف نظر سے گذرتی تو اوس سے بیزاری ظاہر فرماتے تھے -

ایک مرتبہ آپ راستے سے گذرے تو ایک بلند عمارت نظر آئی - آپ نے فرمایا کسکا مکان ہے ؟ لوگوں نے ایک انصاری کا نام لیا - آپ خاموش ہوگئے ' لیکن دل میں بات رکھہ لی - وہ انصاری آپ کی خدمت میں حاضر ہوے اور سلام کیا ' آپ نے منہہ پھیر لیا - اونہوں نے کئی بار سلام کیا لیکن آپ کا اعراض بدستور قائم رہا - اونہوں نے اپنے دوستوں سے آنحضرت کی ناراضی کا سبب پوچھا - تو لوگوں نے واقعہ بیان کیا - وہ فوراً گئے اور اوس مکان کو منہدم کردیا - آپ دوسری بار اوس طرف سے گذرے تو فرمایا کہ وہ عمارت کیا ہوگئی ؟ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ! صاحب خانہ نے آپ کی ناراضی کے خوف سے اوسکو گرادیا - آپنے فرمایا ہر وہ گھر جو ضرورت سے زائد ہو ' صاحب خانہ پر وبال ہے - (٤)

ایک مرتبہ آپ کسی لڑائی سے واپس آے ' حضرت عائشہ نے شوق و محبت سے گھر کو ایک نہایت رنگین پردہ سے سجادیا آپ تشریف لاے تو حضرت عائشہ نے سلام کیا لیکن آپ کے

(١) بخاری جزء ١ - ص - ١١

(٢) ابو داود ص - ٣٤٧ - جلد

(٣) بخاری جزء - ٣ - ص - ١٧٧

(٤) ابو داود جلد - ٢ - ص - ٣٥٦

چہرہ سے ناراضی کے آثار ظاہر ہوے اور سلام کا جواب تک نہیں دیا - پھر خود اپنے دست مبارک سے پردے کے دو ٹکڑے کردیے اور فرمایا کہ خدا نے ہمکو مٹی اور پتھر کے آراستہ کرنے کا حکم نہیں دیا ہے - (١)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھہ بھی اس قسم کے مواقع پیش آے ہیں -

(عفت و عصمت)

اسلام پاکبازی اور عفت کی تعلیم دینے کیلیے آیا تھا :

والذین لفروجہم حفظون	کامیاب مسلمان وہ ہیں جو عفیف اور پاکباز ہیں -

اس بنا پر جب کبھی اس قسم کے مواقع پیش آتے تھے جن سے مسلمانوں کی اس خصوصیت پر حرف آسکتا تھا ' تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم فوراً اوس سے تعرض فرماتے تھے -

حضرت فضل ابن عباس نہایت وجیہ آدمی تھے ' زمانہ حج میں آنحضرت نے اونکو اپنے ساتھہ سوار کرلیا تھا - ایک خوشرو عورت آنحضرت کی طرف فتوی پوچھنے کیلیے بڑھی - فضل نے اوسکو شوق کی نگاہوں سے دیکھنا شروع کیا ' آنحضرت نے خود دست مبارک سے اونکی ٹھڈی پکڑ کر اونکا منہ اوسکی طرف سے پھیر دیا - (٢)

یورپ کو آج اپنے تہذیب و تمدن پر بڑا ناز ہے اگرچہ یورپ کی اخلاقی حالت کے اصلی منظر نہایت نفرت انگیز ہیں - بظاہر ہر انگریز کو ستر عورت کا خیال رہتا ہے اور کسی نے کسی انگریز کو راہ میں برہنہ تن بہت کم دیکھا ہوگا ' لیکن اسلام کی تہذیب اس بارے میں صرف نمائشی لباس آرائی ہی کو کافی نہیں سمجھتی - ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے ایک شخص کو میدان میں برہنہ نہاتے ہوے دیکھا ' فوراً منبر پر تشریف لاے اور ایک عام خطبہ دیا :

ان اللہ حی ستیر یحب الحیاء و الستر فاذا غسل احدکم فلیستتر	خدا صاحب حیا اور پردہ دار ہے ' وہ حیا اور ستر پوشی کو پسند کرتا ہے پس تم میں سے جو کوئی غسل کرے چاہیے کہ پردہ ڈال لیا کرے

آنحضرت کو ستر عورت کا اسقدر خیال تھا کہ ایک مرتبہ مسور بن مخرمہ نے ایک بھاری پتھر اوٹھایا - اس حالت میں اونکا تہبند گرگیا - آپ نے فوراً ٹوکا کہ کپڑا اوٹھاؤ - برہنہ نہ ہو (٣) لیکن یورپ کی ستر پوشی کا یہ حال ہے کہ غسل خانوں ' حماموں ' بحری ساحلوں ' اور پیراکی کے حوضوں میں صدہا متمدن انسان برہنہ ہوکر ایک دوسرے کے سامنے ہوتے ہیں -

(اصلاح شئون النساء)

اس معاملہ میں عورتوں کی حالت مختلف حیثیتوں سے قابل توجہ و محتاج اصلاح تھی - عرب میں مخنثوں کا ایک گروہ موجود تھا ' جو علانیہ گھروں میں آتا جاتا تھا - ایک بار ایک مخنث نے ازواج مطہرات کے سامنے ایک عورت کے محاسن ذوق [illegible] کی نظر و ذوق سے بیان کیے - آنحضرت نے فوراً حکم دیا کہ یہ لوگ گھر میں نہ گھسنے پائیں (٤)

عرب کی عورتوں میں جو بد اخلاقیاں پھیل گئی تہیں ' ان میں ایک بد اخلاقی یہ بھی تھی کہ بعض عورتیں مردوں کی وضع اختیار کرتی تھیں - آنحضرت نے ان پر عموما لعنت بھیجی ہے - لیکن جب کبھی کسی عورت کی وضع کو موزوں سے بلا قصد بھی

(١) ابو داود ص - ٢١٦ - جلد - ٢

(٢) بخاری جزء - ٨ - ص - ٥١

(٣) ابوداود جلد - ٢ - ص - ٢٠١

(٤) مسلم جلد - ٢ - ص - ٢٤٤

عن ابن شہاب کان عمـــر بن الخطاب اذا نزل الامر المعضل دعا الفتيـــان فاستشارهـــم ليقتفي حـــدة عقـــولهـــم (کنز العمال ج-۱-ص-۱۶۳)

زهري روايت کرتے هيں که حضرت عمر کو جب کوئي مشکل مسئله پيش آتا تو نوجوانوں کو طلب فرماتے اور ان سے مشورہ ليتے ' تاکه انکي ذهانت عقل کا اتباع کريں -

بلاذري جو مشهور مورخ هے ' ايک ضمني موقع پر لکهتا هے :

کان للمهاجرين مجلس في المسجد فکان عمـــر يجلس معهم و يحدثهـــم عما ينتهي اليه من امر الافاق (فتوح البلدان -)

مسجد نبوي ميں مهاجرين کی ايک مجلس تهي - حضرت عمر انکے پاس بيٹهتے تهے اور ملک کے جو واقعات ان تک پهونچتے تهے انکو بيان کرتے تهے -

قرآن و حديث کے بعد فقه کا درجه هے - فقه اسلامي کا تيسرا رکن اجماع هے ' جو مشورۂ ملت کي سب سے کامل اور محتاط حد هے - يعني علماے امت کا کسي مذهبي غير منصوص مسئله پر اور قوم کے ارباب سياست کا کسي طريقه سياست پر اتفاق کرنا - آنحضرة نے جماعت کي اکثريت کو هميشه ايک بالاتر جگه دي - کبهي فرمايا که لا تجتمع امتي على الضلالة - ميري امة کبهي بهي ضلالت پر اجماع نهيں کرسکتي - کبهي ارشاد هوا که يد الله على الجماعة - جماعت پر الله کا هاتهه هے - اس سے متخلف نه کرو - شخصيت کے مقابله ميں جماعت کي قوت کو قائم کرنا جمهوريت کي اصلي بنياد هے ' اور اس سے بڑهکر اسکے ليے تصريح کيا هوسکتي هے ؟

ان تصريحات کے علاوه تاريخ و احاديث کے بکثرت واقعات هيں جن سے ثابت هوتا هے که خود آنحضرت باتباع حکم الهي اور تمام خلفاے راشدين باقتداے سنت نبوي ' هر امر اهم ميں لوگوں سے مشوره ليتے تهے ' اور مسائل پر اجماع کرتے تهے - مسجد نبوي اسلام کي مجلس عمومي يا سينيٹ تهي - اکابر مهاجرين و انصار ارکان خاص ' اور عام مسلمان ارکان عام تهے - مدينه کي گليوں ميں الصلوۃ جامعة کي ندا انعقاد مجلس کا اعلان کرديتي - اس قسم کي مجالس ميں جو واقعات پيش هوے ' انکي ايک مختصر فهرست ذيل ميں هم پيش کرتے هيں :

(عهد نبوت)

طريقۂ اذان ' تکذيب واقعۂ افک ' جنگ بدر ميں آگے بڑهنا ' بدر کے کنويں پر مقيم هونا ' فديۂ اسيران جنگ بدر ' جنگ احد ميں مدينه سے نکلکر لڑنا ' غزوۂ خندق ميں مدينه کے اندر محصور هوکر لڑنا ' ايام خندق ميں حمله آوروں سے مدينه کي ايک تہائي پيداوار پر صلح کرنيکي بحث ' حديبيه ميں جنگ کا مسئلۂ ' وغيره

(عهد خلافـــت راشده)

کتابت قرآن ' قتال اهل ارتداد ' جنگ شام ' مجوسيوں سے جزيه لينے کي بحث ' ملک عراق و شام کو فوج کي جاگير ميں دينے کا مسئله ' نهاوند کي لڑائي ميں حضرت عمر کي شرکت کي بحث ' بعض عمال و حکام کا تقرر ' امراء فوج کا انتخاب ' تقسيم غنيمت ' فوج کي تنخواه ' سنه هجري کا تعين ' غسل جنابت بغير خروج ' ترتيب دفاتر ' وبا زده ملک ميں داخل هونے کي بحث ' تجارت غير قومي پر محصول ' جنگ افريقه ' بيت المال کا تعلق و تصرف ' وغيره ذالک -

شخصي اور غير شخصي حکومتوں ميں بڑا فرق يهي هے که شخصي حکومتوں ميں هميشه سلاطين و ملوک نے ملک کي آمدني کو اپني خاص چيز سمجها هے ' جسپر وه هر قسم کا اختيار تصرف و اقتدار کا رکهتے هيں ' اور اپنے فوائد ذاتي سے بچا کر جو کچهه رعايا کيليے خرچ کرتے هيں ' اسکو اپنا احسان قرار ديتے هيں ليکن دستوري و جمهوري حکومت کي سب سے پهلي خصوصيت يه هے که محاصل ملکي کو انکے دست قهر سے نجات دلاے ' کيونکه وه پبلک کي چيز هے ' اور پبلک هي کي ضرورتوں ميں اسکو صرف هونا هے - البته رئيس ملک کو اپني خدمات و انتظام کے معاوضه ميں بقدر ضرورت اس سے ديا جاسکتا هے - ليکن يه ايک ايسي مساوات هے جسکي تعميل يورپ کي دستوري حکومتوں ميں بهي اب تک نهوسکي ' اور لاکهوں روپے هر سال ملوک و سلاطين اور ارکان خاندان شاهي کے اسراف و نشاط کيليے ديے جاتے هيں - هم الحرية في الاسلام کے ايک نمبر ميں سلاطين يورپ اور پريسيڈنٹ جمهوريت فرانس و امريکه کي تنخواهوں کا حال درج کرکے اسکا مقابله خلفاء راشدين کي تنخواهوں سے کرچکے هيں -

ليکن اسلام اپنے اول ظهور سے اسپر عامل هے - ملک کي آمدني کو وه مال الله اور پهر مال المسلمين سمجهتا هے ' اور اسي ليے خزانۂ ملکي کا نام اسکي اصطلاح ميں بيت مال المسلمين هے يعني تمام مسلمانوں کے مال کا خزانه ! -

عهد نبوت ميں خراج و جزيه کي جو رقم ممالک مفتوحه سے آتي تهي ' آپ اس سے صرف اسقدر ليتے جسقدر ايک فقير الحال شخص کي نا گزير ضرورتوں کيليے لا بدي هے ' اور تمام رقم ملک کے اهل حاجت کي امداد اور مسلمانوں کي عام ضروريات ميں صرف هوتي تهي - اکثر ايسا هوتا تها که بادشاه عرب بهوک سے پيٹ پر پتهر باندهتا تها ' اسکے گهر ميں مهينوں چولها نهيں جلتا تها ' اکثر راتونکو چراغ ميں تيل تک ميسر نه آتا تها ' ليکن خزانۂ ملکي سے وه اس حالت ميں بهي ايک پيسه لينا گواره نکرتا تها - جب اسنے وفات پائي تو اسکي زره ايک يهودي کے هاں چند سير جو پر رهن تهي !

حکومت کو ذاتي ملک نه قرار دينے پر سب سے بڑي دليل يه هے که آپ نے اپنا جانشين اپنے کسي عزيز کو مقرر نهيں کيا -

خلفاے راشدين بهي اس آسوۂ حسنه کے بهترين نمونه تهے ' خلفاے اربعه ميں سے کسيکو بهي يه حق نه تها که بمعاوضۂ خدمت ملکي چند درهم ماهوار سے زياده حاصل کرے - حضرت ابو بکر رضي الله عنه اپنے آغاز ايام خلافت ميں بهي تجارت کرتے تهے ' اور اپنے ليے بيت المال سے کچهه نه ليتے تهے ' جب خدمات خلافت کي گرانباري سے مجبور هو گئے اور تجارت کيليے وقت نه نکال سکے تو مسلمانوں کے مشوره کے بعد خود بهي بقدر احتياج لينے لگے - حضرت عمر بهي بيت المال سے حق مقرره سے زياده نهيں ليتے تهے ' اور اس حق مقرره کي بهي خود انهوں نے تفصيل کر دي تهي - يعني گرمي اور جاڑوں کيليے دو جوڑے کپڑے ' ايک متوسط الحال قريشي کيطرح اهل و عيال کے اخراجات ' حج کيليے سال ميں ايک بار سواري ' اور بس !

ايک بار ايک مسلمان نے صرف اس بنا پر انکي اطاعت سے انکار کيا که اسکو شبهه هوا که حضرت عمر نے اپنے حق سے زياده چادر ليلي هے - بيت المال سے ايک اونٹ گم هوتا تها تو حضرت عمر (ض) گهبرا جاتے تهے که ميں جوابده هوں - کار و بار خلافت کيليے جب چراغ جلاتے تهے تو فراغت کے بعد فوراً بجهاديتے تهے که اب مجهے اس سے فائده اٹهانے کا حق نهيں

ايک بار حضرت عمر کي بيوي نے ايک مسلمان قاصد کي معرفت جب وه خلافت کے طرفسے قسطنطنيه جا رها تها ' قيصر کي بيوي کو کچهه تحفه بهيجا - قيصرۂ نے رومي قاصد کے هاتهه ايک گرانبها هديه حضرت عمر کي بيوي کے ليے بهيجديا - حضرت عمر کو جب معلوم هوا تو گهر ميں تشريف لاے اور وه گرانبها هديه ليکر بيت المال ميں داخل کرديا ' اور فرمايا " يه عام مسلمانوں کي چيز هے ' کيا اس سے پهلے بهي قيصر نے تمهکو هديه بهيجا تها ؟ "

البـــلاغ :

آپ نے ایک نہایت اهم دیني اور تاریخي بحث چهیڑدي هے جو بغیر اسکے صاف نہیں هوسکتي که نہایت شرح و بسط کے ساتهه نظر ڈالي جاے - آپکے سوال کو میں چند ٹکڑوں میں منقسم کردیتا هوں تاکه بسہولت تمام پہلو بحث میں آسکیں :

(۱) خلافة راشدهٔ اسلامیه کا طرز حکومت جسکو آنحضرة صلی الله علیه وسلم نے " علی منہاج النبوة " فرمایا یعنے وہ طریق نبوة پر کاربند هوگي' کیا تها ؟

(۲) موجوده پارلیمنٹري طرز حکومت اور اسلامي طریق شوری-

(۳) ایک ایسا دارالشوری جسمیں غیر مسلم ارکان بهي هوں' کیا اسلامي دارالشوری هوسکتا هے ؟

الهلال کي جلد (۳) میں جو سلسلهٔ مضامین " الحریة في الاسلام " کے عنوان سے شائع هوا هے' آپ اسپر مکرر نظر ڈال لیں - نہایت شرح و بسط کے ساتهه اس مسئله کا حل شرعي اسمیں موجود هے اور ایک طالب حق کو کفایت کرتا هے - البته یه سلسله نا تمام رهگیا تها' اور ایک پورا ٹکڑه جو " حکم شوری " کے عنوان پر لکها گیا تها' اس خیال سے شائع نہوا که زیاده مفصل و مدلل کرکے شائع کرنا مقصود تها - لیکن اس ٹکڑے کو بهي اب شائع کردیا جاتا هے- یه ایک مختصر اور اجمالي نظر هے - آپکے مطالعه میں آجاے - اسکے بعد بقیه سوالات کا جواب عرض کرونگا -

(حکـــم شوری)

یعني تمام داخلي و خارجي معاملات ملکي اور امور انتظامي و قانوني ملک کے اهل الراے اور وکلاء ملت اشخاص کے مشوره سے انجام پائیں' اس مسئلهٔ کے اثبات و تفصیل سے پہلے ایک تمہید کی ضرورت هے -

هر دستوري (مقید بقانون) حکومت کیلیے ایک اصولي قانون هوتا هے' جو باهمي مشوره سے منفصل هوکر آینده تمام قوانین کیلیے ایک اصول موضوعه اور سنگ بنیاد قرار پاتا هے - یورپ کے جمہوري و پارلیمنٹري دور نے اسے " قانون اساسي " کے لفظ سے تعبیر کیا هے - حکومت همیشه اس بنیادي قانون کي متابعت پر مجبور هوتي هے اور جتنے قوانین و اصول وضع هوتے هیں' سب کے سب اسي اولین قانون اساسي کے ماتحت رهتے هیں - اسکي تمام دفعات اصولي و کلي هوتي هیں - وه جزئیات سے کوئي تعلق نہیں رکهتا - هر شاخ حکومت و نظام سلطنت کیلیے اصولي دفعات وضع کردیتا هے -

اسلام کا بهي ایک قانون اساسي هے یعني " قرآن اور اسکي عملي تفسیر جسکا نام " سنت " هے - اسي پر تمام قوانین اسلامي کي بنیاد هے -

اسلام کا یه قانون اساسي دنیا کے تمام دیگر قوانین اساسیه کے خلاف انسانوں کا گهڑا هوا نہیں هے بلکه اوس مقنن اعظم کي ناموسات هیں جسکے قوانین فطرت سے دنیا کا ذره ذره جکڑا هوا هے' اور جسکے کلمات و سنن میں کبهي تغیر و تبدل نہیں هوسکتا: لا تبدیل لکلمات الله - و لن تجد لسنة الله تبدیلا -

اس قانون اساسي کے ماورا جو معاملات ملکي اور امور انتظامي و قانوني هیں' اسلام کا حکم هے که وه همیشه باهمي مشوره عام سے طے هوں - مسجد نبوي هماري مجلس شوری تهي - مہاجرین و انصار مجلس کے ارکان خاص' اور عام مسلمان اسکے ارکان عام تهے - " الصلوة جامعة " انعقاد مجلس کا اعلان تها' آنحضرت صلی الله علیه وسلم جو مشورهٔ انساني سے مستغني تهے' وه بهي بربناے تعلیم امت استشاره فرماتے تهے اور تمام خلفاے راشدین کا بهي یہ عمل تها - همکو اس مسئله میں زیاده کاوش کي ضرورت نہیں' خود قرآن حکیم نے اس مسئله کو فیصل کردیا ہے :

و شـــاورهـم في الامر — معاملات حکومت میں مشوره کرلیا کرو ! (۳-۱۵۳)

دوسري جگه صحابه کرام کي توصیف و مدح میں خدا فرماتا هے :

وامرهـــم شوری بینهم (۴۲-۳۶) — انکے معاملات حکومت باهمي مشوره سے طے هوتے هیں -

پہلي آیة نے حکم دیا' اور دوسري نے اسکي تعمیل کي خبر دیدي -

پہلي آیت کي تفسیر میں صاحب فتح البیان نے ایک مشہور عالم ابن خواز منداد کا یهه قول نقل کیا هے :

واجب علی الولاة مشاورة العلماء فیمـــا لایعلمون و فیمـــا اشکل علیهم من امور الدنیا و مشاورة وجوه الجیش فیمـــا یتعلق بالحرب و وجوه الناس فیما یتعلق بالمصالح و وجوه الکتاب والعمال والوزراء فیما یتعلق بمصالح البلاد و عمارتها (ج-۲-ص-۱۳۰-مصر) — حکام ملک پر ان معاملات میں جنکو وه نہیں جانتے اور دیگر امور دنیاوي میں واقف کاروں سے' معاملات جنگ میں افسران فوج سے' مصالح عامه میں معززین ملک سے' اور معاملات ملکي میں اهل دفتر و حکام و وزرا سے مشوره کرنا واجب هے -

وه امام یا سلاطین جو حکم شوری کي تعمیل نہیں کرتے' امام قرطبي حسب ذیل فتوی انکے متعلق نقل کرتے هیں :

لا خلاف في وجوب عزل من لا یستشیر اهل العلم و الدین - (فتح البیان ج - ۲ - ص - ۱۳۰) — جو خلیفه اهل علم و اهل دین سے مشوره نه کیا کرے' اوسکي معزولي کے واجب هونے میں کسي کو اختلاف نہیں -

" الحریة فی الاسلام " کي گذشته صحبتوں میں هم حکم شوری کي تشریح کرچکے هیں - اب دیکهنا چاهیے که عمل کي حیثیت سے اسلام نے اسکا کیا نمونه پیش کیا ؟ آنحضرت صلی الله علیه وسلم کے متعلق حضرت عائشه کي شهادت هے که :

ما رایت رجلاً اکثر استشارة للرجال من رسول الله صلعم - (رواه البغوي) — میں نے رسول الله سے زیاده کسیکو اس بارے میں نه پایا که لوگوں سے مشوره کرتے هوں کیا جاے -

حضرة ابو هریره سے مروي هے :

ما رایت احداً اکثر مشورة لاصحابه من رسول الله صلعم (رواه الترمذي) — میں نے آنحضرت صلعم سے زیاده کسیکو اپنے اصحاب سے مشوره لیتے نہیں دیکها -

حضرت ابو بکر صدیق رضی الله عنه نے عمرو بن عاص کو لکها تها

ان رسول الله صلعم شاورنا في الحرب فعلیك بـــه (کنز العمال - ج - ۱ - ص ۱۶۲) — رسول الله صلعم امور جنگ میں هم لوگوں سے مشوره کرتے تهے' بس تم بهي ایسا هي کیا کرو

اس حدیث سے نه صرف آنحضرت کا طرز عمل ظاهر هوتا هے بلکه حضرت ابوبکر کا بهي اصول عمل واضح هوجاتا هے -

اسکے بعد حضرت عمر کا دور هے - اونہوں نے مہاجرین و انصار کي باقاعده مجلسیں قائم کیں' اون سے همیشه امور مملکت میں مشوره لیا - عام مسلمانوں کو بهي هر مسئله میں اعتراض کا حق حاصل تها' عهد فاروقي کي تاریخ ان واقعات سے اسقدر لبریز هے که انکو کسي ایک مضمون میں ضمناً سمیٹنا ممکن نہیں - مثالاً چند واقعات حوالهٔ قلم هیں:

انکار برابر قائم رہا - اسکے بعد ایک تاجر نے ایک نگینہ کھدوایا اور دس درہم اُجرت دی - ابو مسلم نے ان درہموں کو گھر میں لاکر عورتوں کے سامنے پھینک دیا ' اور کہا : " میں دس سال سے متصل یہ کوشش کررہا ہوں کہ تمکو مال حرام نہ کھلاؤں "

جعفر بن حرب کا باپ پادشاہ کے درباریوں میں تھا ' اسلیے وہ اپنی دولت اور جائداد کو ہمیشہ مشتبہ نگاہ سے دیکھتا تھا - چنانچہ آخر عمر میں تمام مال و دولت چھوڑ کر برہنہ تن گھر سے نکل گیا ' اور ستر پوشی کیلیے ایک تالاب میں جاکر بیٹھہ گیا - اسی حالت میں ایک دوست کی نگاہ پڑگئی ' اوس نے ایک کرتہ پہنا کر تالاب سے باہر نکالا -

عیسی بن صبیح نے بھی اسی اشتباہ کی بنا پر مرنے سے پہلے اپنی تمام دولت لٹادی -

محدثین کرام کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ علم و مذہب کی خدمت پر کسی سے ایک حبہ معاوضہ لینا پسند نہیں کرتے تھے - تاریخ معتزلہ میں بھی اس خصوصیت کے نظائر بکثرت ملتے ہیں - جعفر بن مشیر نہایت فقیرانہ زندگی بسر کرتا تھا - ایک بار اوس نے خطبہ نکاح پڑھا ' اور ایک تاجر اوسکی طلاقت لسانی پر فریفتہ ہوگیا - وہ فوراً اپنے گھر گیا اور پانسو اشرفیاں جعفر بن مشیر کے یہاں بھجوادیں - لیکن جعفر نے اونکو واپس کردیا - لوگوں نے کہا : " آپ بادشاہوں کے عطیہ کو تو واپس ہی کردیتے تھے لیکن یہ تو تاجر کا مال ہے ' اور اوس نے اپنے ہاتھہ سے کمایا ہے " جعفر نے کہا : " ہاں لیکن میں اپنی خوش بیانی پر معاوضہ لینا نہیں چاہتا "

معتزلہ اگرچہ زہد و قناعت کی بنا پر تعلقات سلطنت سے ہمیشہ احتراز کرتے تھے ' یہاں تک کہ ابو القاسم عبید اللہ بن احمد کو ایک مرتبہ امور سلطنت سے کچھہ تعلق پیدا ہوگیا تو آخر میں اونہوں نے اس سے توبہ کی ' لیکن اگر یہ گروہ نظام سلطنت کا جزو بنایا جاتا ' تو ہمیشہ کیلیے ظلم کی بنیاد متزلزل ہوجاتی ' اور عدل و انصاف کا منارہ دوبارہ قائم ہوجاتا - عمال کے مظالم کا سب سے بڑا سبب حرص و ہوا ہے جو خزانہ شاہی سے زیادہ اون کے جیب و دامن کو بھرتی رہتی ہے - لیکن علماء حق مال و دولت سے بالکل بے نیاز تھے ' اسلیے وہ ان مناصب پر فائز ہوکر احتساب کے غرض کو پوری قوت و نفوذ کے ساتھہ ادا کرسکتے تھے - واثق باللہ کے زمانے میں جب تحصیلداروں کا ظلم حد سے گذر گیا تو اوس نے حکم دیا کہ تمام عہدہ داروں کی نگرانی کیلیے صیغہ مال میں صرف فرقہ معتزلہ ہی کے لوگ منتخب کیے جائیں - چنانچہ قاضی ابن ابی داؤد نے ابو یعقوب شحام کا انتخاب کیا ' اور خضل بن مروان کی نگرانی کی خدمت اوسکو تفویض کی نتیجہ یہ ہوا کہ فضل کا جو ہاتھہ رعایا کی ہر چیز کی طرف بے روک ٹوک بڑھتا تھا ' اب احتساب کی سخت زنجیروں میں جکڑ گیا ' اور اوسکی مطلق العنانی دفعتاً جاتی رہی -

(معتزلہ کی علمی زندگی)

اسلام نے جو آزادی فکر اور حریت اظہار تمام غیر مذاہب کو بخشی تھی ' اسکو مسلمانوں کی علمی ترقی ' اور خلفاے عباسیہ کی بے تعصبی نے اور زیادہ ترقی دیدی تھی - اسلیے ہر فرقہ نہایت آزادی کے ساتھہ اپنے مذہبی عقائد کا اظہار کر سکتا تھا ' اور عموماً بحث و مناظرہ کا بازار گرم رہتا تھا - یہ میدان معتزلہ کی علمی خدمات کا بہترین جولانگاہ بنا -

قدیم مذاہب میں یہود و نصاری کا فرقہ مدت سے اسلام کا حریف مقابل رہچکا ہے اسلیے معتزلہ نے اونکی مذہبی کتابوں کا کافی مطالعہ کیا تھا ' ابراہیم بن سیار نظام نے توراۃ و انجیل اور زبور کو مع شروح و تفاسیر کے ازبر یاد کرلیا تھا - واصل بن عطاء نے فرقہ مانویہ کے رد میں ایک مستقل کتاب لکھی تھی جو عموماً بڑی پڑھائی جاتی تھی - ابو یعقوب نے مخالفین اسلام کے رد میں مختلف کتابیں تصنیف کیں ' ابو علی نے اسی غرض سے علم نجوم میں مہارت حاصل کی اور منجمین کے رد میں ایک کتاب لکھی -

لیکن معتزلہ نے سب سے زیادہ ملاحدہ و دہریہ کی طرف توجہ کی - ملاحدہ میں ایک شخص ابن الراوندی تھا جسکا پورا نام ابو الحسین احمد بن یحیی ہے - وہ بعض ذاتی اغراض سے ملحد ہوگیا اور الحاد کی تائید میں متعدد کتابیں لکھیں - ایک کتاب خود قرآن حکیم کے رد میں لکھی تھی جسکا نام واسغ تھا ' ایک کتاب میں موحدین کا رد کیا تھا ' ایک کتاب تمام انبیاء کے رد میں تصنیف کی تھی جسکا نام فرید تھا ' ایک کتاب معتزلہ کی ہجو میں بھی لکھی تھی - وہ نہایت تنگدست تھا ' اور غالباً شکم پروری ہی کی غرض سے ملحد ہوگیا تھا ' اسلیے دوسرے مذاہب کی تائید میں بھی معاوضہ لیکر اُجرتی کتابیں لکھدیا کرتا تھا - بعض کتابوں میں یہود و نصاری اور ثنویہ اور ارباب تعطیل کے مذاہب باطلہ کی تائید کی تھی -

معتزلہ نے اس فتنہ کے دبانے کیلیے ہر قسم کی کوششیں کیں ' پہلے بادشاہ کو اوسکے قتل پر آمادہ کیا ' لیکن ابن راوندی نے بھاگ کر کوفہ کے ایک یہودی کے دامن میں پناہ لی اور وہیں مرگیا ' اوسکے بعد اُسکی تصنیفات کے رد میں معتزلہ کی مجموعی طاقت نے حصہ لیا - فضائح المعتزلہ کا رد ابو الحسین نے کیا جسکا نام النقض والانتصار ہے - کتاب الفرید کی تغلیط ابو ہاشم نے کی ' شیخ ابو علی ابو الحسین خیاط اور زبیری نے اوسکے رد میں بکثرت کتابیں لکھیں - ابو بکر محمد بن ابراہیم نے اوسکی چاروں کتابوں کا رد کیا -

لیکن ان مذہبی سرگرمیوں میں قلم سے زیادہ معتزلہ نے زبان سے کام لیا - تمدنی ترقیوں نے بغداد کو ہر فرقہ ' ہر مذہب ' اور ہر گروہ کا مرکز بنا دیا تھا ' اسلیے بغداد کے اندر دجلہ کی لہروں کے ساتھہ مختلف عقائد اور مختلف خیالات کا تلاطم بھی برپا رہتا تھا - خلفاے عباسیہ کی علمی بے تعصبی نے ہر گروہ کو اظہار خیالات کا نہایت فیاضانہ موقع دیا تھا ' اس آزادی سے یہودی ' سوفسطائی ' ثنوی ' مجوسی ' سب کے سب یکساں فائدہ اوٹھاتے تھے - خیالات کے اس تراکم اور زبان کی اس آزادی نے مناظرہ کا ایک اکھاڑا قائم کردیا ' خلفاے بنو عباس کے دربار میں اگرچہ دوسرے سامان آرائش کے ساتھہ ' فقہاء ' محدثین ' اور ادباء کا گلدستہ بھی سجایا جاتا تھا ' لیکن اس دنگل کے مرد میدان صرف معتزلہ ہی ہوسکتے تھے -

لیکن اون مناظروں میں اس زمانہ کی طرح محض علمی زور آزمائیاں نہیں ہوتی تھیں ' بلکہ وہ اشاعت اسلام کا سب سے بڑا ذریعہ تھے ' اور اسی غرض سے معتزلہ نے اوس کو اپنی علمی طاقت کا جولانگاہ بنایا تھا - ایک مرتبہ فرقہ سمنیہ کے ایک شخص نے جہم بن صفوان معتزلی سے پوچھا : " کیا کوئی چیز حواس خمسہ کے ادراک سے باہر بھی ہے ؟ " جہم نے کہا " نہیں " اوس نے پھر پوچھا : " تم نے اپنے خدا کو کس حاسہ کے ذریعہ سے پہچانا ؟ " جہم بند ہوگیا ' لیکن اوس نے واصل بن عطاء سے بذریعہ خط و کتابت کے جواب دریافت کیا ' واصل نے جواب دیا کہ " حواس خمسہ کے علاوہ ایک چیز عقل اور حجت بھی ہے ' زندہ اور مردہ میں عقل ہی کے ذریعہ سے تفریق کی جا سکتی ہے ' ہوشیار اور دیوانے کو دلیل ہی کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے " جہم نے اوسکو یہی جواب دیا ' متعرض نے کہا " یہ سچ ہے ' لیکن یہ کسی دوسرے کی بتائی ہوئی بات معلوم ہوتی ہے " جہم نے اسکا اعتراف کیا ' چنانچہ معترض

اس واقعه سے زیاده واضح اور زیاده روشن حضرت عمرؓ کا وه خطبه ہے جسمیں اونہوں نے خلیفه اور عام اهل ملک کے حقوق مالی کا ذکر کیا ہے :

انما انا وما لکم کولی الیتیم ان استغنیت استعففت و ان افتقرت اکلت بالمعروف ' لکم علی ایها الناس خصال فخذونی بها ' لکم علی ان لا اجتبی شیئاً من خراجکم و لا مما افاء الله علیکم الا من وجهه ' ولکم علی اذا وقع فی یدی ان لا یخرج منی الا فی حقه ' ولکم علی ان ازید فی اعطیا تکم (کتاب الخراج ابو یوسف - ص ۶۷)

تمہارے مال کی اور میری مثال ایک یتیم کے مربی کیطرح ہے ' اگر مین مستغنی هونگا تو کچهه نه لونگا اور اگر محتاج هونگا تو حسب دستور کچهه کهانیکو لے لونگا - لوگو ! مجهپر تمہارے چند حقوق هیں جنکا تمکو مجهسے مطالبه کرنا چاهیے - مجهپر تمهارا حق ہے که ملک کا خراج اور مال غنیمت بیجا طور سے جمع نکروں ' مجهپر تمہارا حق ہے که جب میرے هاتهه تمہارا خراج و غنیمت آئے تو میرے هاتهه سے بیجا طور سے نه نکلے ' مجهپر تمہارا حق ہے که میں تمہارے وظائف میں اضافه کروں -

الله الله ! آج رعایا گورنمنٹوں سے اپنا حق مانگتی ہے اور نہیں ملتا ' اور ایک زمانے میں مسلمانوں کو عادت دلائی گئی تهی که اگر وه اپنا حق مانگنا بهول جائیں تو خود پادشاه وقت انکو یاد دلائے که تمہیں مجهسے مطالبه کرنا چاهیے !!

حضرت عثمان رضی الله عنه کا بهی خود اپنے متعلق یهی طرز عمل تها ' آخر ایام میں جب بعض اعزه کے متعلق طرفداری کا میلان ان سے ظاهر هوا تو فوراً مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت انکی طرف سے مشتبه هوگئی - حضرت علی علیه السلام کو بهی بشدت اسی پر عمل تها - عبد الله بن زمعه نے جب ان سے بلا استحقاق کچهه طلب کیا تو فرمایا :

ان هذا المال لیس لی و لك و انما هو فیئ للمسلمین !

یه مال نه میرا ہے اور نه تیرا ' یه عام مسلمانوں کی آمدنی ہے -

(نهج البلاغة ص - ۹ ۴۸)

ولید بن عبد الملک دمشق میں جب بے انتہا مصارف سے جامع مسجد بنوا رها تها تو مسلمانوں نے فوراً اعتراضات کیے که بیت المال کا اسقدر روپیه کیوں بیکار صرف کیا جا رها ہے ؟ حضرت عمر بن عبد العزیز سلطنت کے کاغذات دیکهنے کیلیے ایک خاص چراغ رکهتے تهے جسمیں بیت المال کا تیل ڈالا جاتا تها ' اور اپنے ذاتی مطالعه کیلیے دوسرا چراغ رکهتے تهے جسمیں اپنی ذاتی تنخواه سے تیل ڈالتے تهے -

کیا ان واقعات کے بعد بهی اسمیں شبه هوسکتا ہے که حکومت اسلامیه کا نظام دستوری یا جمہوری نه تها ؟ کیا اس سے بہتر مثال حکومت عامه کی کوئی قوم پیش کرسکتی ہے ؟ کیا تاریخ ماضی کے خزانه میں اس سے بہتر کوئی نظیر موجود ہے ' اور مستقبل کو اس سے بہتر نمونه ملسکتا ہے ؟

یه تو مسلمانوں کی حکومة ماضیه کا افسانه تها جو اونکی مذهبی تعلیمات کی سطح پر ٹهیک تیره سو برس هوے که قائم هوئی تهی ' لیکن آج مسلمانوں نے اگر زندگی حاصل کی ہے ' اگر مذهبی احساس اونمیں پهر پیدا هوگیا ہے ' اگر جوهر و روح اسلام کے وه پهر طالب هیں ' تو دین کے بعد اونکی سب سے پہلی کوشش دنیا کی صحیح سیاست کیلیے هونی چاهیے ' کیونکه اسلام نے دین اور سیاست کو الگ الگ نہیں رکها ہے - وه ایک هی حقیقت شرعی ہے - قرآن حکیم نے ' احادیث نے ' تاریخ اسلام نے ' همکو جس طرز سیاست کی آب و هوا میں زنده رکهنا چاها ہے ' اوسی میں همارے لیے زندگی ہے ' اور اوسکے بغیر موت ہے -

تاریخ و عبر

تاریخ معتزله کا ایک ورق

نظائر و امثال

(۲)

معتزله میں اگرچه دعوة حق کی آخری منزل شهادت سے گذر جانیکا فخر صرف غیلان دمشقی هی کو حاصل هوا ' تاهم احتساب کی وه خصوصیت جو کسی گروه کو سلاطین سے بے نیاز ' جاه پرستی سے متنفر ' مناصب دنیا سے بیزار کردیتی ہے ' اس فرقه کے هر فرد میں نمایاں طور پر نظر آتی ہے -

محمد بن اسمعیل عسکری کی بے نیازی کا یه عالم تها که ایک بار بادشاه وقت نے اونکے پاس خط بهیجا - سلاطین کے خطوط دنیادار اشخاص کی تاریخ زندگی کا روشن صفحه هوتے هیں - لیکن اوس نے نہایت بے پروائی سے کہا : " میں ذره هاے خاک کے برابر بهی اس خط کی وقعت نہیں کرتا " -

جعفر بن بشر اگرچه اس عسرت کے ساتهه زندگی بسر کرتا تها که وه مستحقین زکوة میں داخل هوگیا تها ' تاهم جب اوس کو ایک بادشاه نے دس هزار درهم کا عطیه دینا چاها ' تو اوس نے صاف انکار کردیا ' البته ایک دوست کے دو درهم قبول کر لیے - لوگوں نے اسکی وجه پوچهی - اوس نے کہا : " جن لوگوں کو دس هزار کی ضرورت ہے ' وه مجهه سے زیاده اوسکے مستحق تهے - میری ضروریات کیلیے یه دو درهم کافی هیں "

ابوبکر محمد بن ابراهیم کو ایک بادشاه نے عطیه لینے پر اسقدر مجبور کیا که اوسکے ناخنوں میں کیلیں ٹهکوادیں - با اینهمه اوس نے قبول نہیں کیا -

صله و عطیه هی کی خصوصیت نه تهی ' بلکه علماے حق کو هر اوس چیز سے احتراز تها جو سلاطین و امراء کی طرف منسوب هوتی تهی - ابو عبد الله حسین بن علی کی فاقه مستی اس درجه تک پہنچ گئی تهی که ایک مرتبه ابو الحسن ازرق اوسکے پاس آیا - دیکها تو وه تصنیف و تالیف میں مصروف تها - ابو الحسن نے حجرے میں پانی ڈهونڈها تو نہیں ملا ' ادهر اودهر نگاه دوڑائی ' کهانے پینے کی کوئی چیز نظر نہیں آئی ' اوس نے تعجب کے ساتهه پوچها که " آپ اس فاقه مستی میں کیونکر تصنیف و تالیف کرتے هیں ؟ " حسین بن علی نے کہا : " اگر میں مشاغل علمیه کو چهوڑ دوں تو کیا سامان معاش فراهم هوجائیگا ؟ " ابو الحسن نے کہا " نہیں " حسین بن علی نے کہا " تو پهر وقت ضائع کرنے سے کیا فائده ؟ تصنیف و تالیف میں مصروف رهنا هی بہتر ہے "

لیکن با اینهمه اسکے زهد کی یه کیفیت تهی که عضد الدوله اوسکے لیے خوان شاهی سے طعام خاصه بهیجتا تها ' اور وه اوس میں سے ایک لقمه بهی منهه میں نہیں ڈالتا تها -

ابو مسلم نقاش ایک معتزلی تها جو نگینه پر نام کهودا کرتا تها - ایک مرتبه ایک امیر کا خادم ایک نگینه لیکر آیا ' اوس نے نام کهودنے سے انکار کردیا - خادم نے کہا : " اگر اجرت کم ہے تو میں اس سے زیاده دیسکتا هوں " چنانچه اوس نے سو دینار تک اجرت دینا چاهی ' لیکن ابو مسلم نے منظور نہیں کیا - یہاں تک که گهر میں سے اسکی عورتوں نے پکارا : " تنگدستی سے هم سب کا برا حال هورها ہے ' اس رقم سے انکار کردینا کسی طرح مناسب نہیں " لیکن اوسکا

آل انڈیــا محمڈن کانفـرنس

اور دعـــوۃ اســلامي

اواخر نومبر میں اس عاجز نے صاحبزادہ آفتاب احمد خان جوائنٹ سکریٹري کانفرنس کو رجسٹرڈ خط کے ذریعہ اطلاع دي کہ وہ سالہاے گذشتہ کي طرح امسال بھي کانفرنس کے پروگرام میں میري تقریر کیلیے وقت رکھیں' اور میـري تقریر کا موضوع " صراط مستقیم " ہوگا -

اس خط کے جواب میں صاحبزادہ صاحب نے جو خط لکھا ' اور اسکے جواب میں جو خط میں نے بھیجا ' ان دونوں کي نقل حسب ذیل ہے - میں بیمار ہوں' اور اس اشاعت میں اسکے متعلق اور کچھہ نہیں لکھہ سکتا - آیندہ نمبر میں انشاء اللہ لکھونگا - یہ محض ایک شخصي مسئلہ نہیں ہے' بلکہ کانفرنس کے اصول مباحث و مواعظ کا ایک عام سوال پیدا ہوگیا ہے' اور مسلمانوں کو معلوم کرنا چاھیے کہ اسکے احاطہ کے اندر اسلام کي دعوۃ و تعلیم کیلیے گنجایش ہے یا نہیں ؟

(۱)

(صاحبزادہ صاحب کا خط)

میں گذشتہ پانچ ہفتوں میں والدہ صاحبہ کي علالت اور اپنے جوان کمعمر بھانجے کي علالت اور انتقال کے سبب سے سخت پریشانیوں میں رہا ' اور نیز چونکہ آپکے خط کے مضمون کے متعلق مجھکو جناب والا آنریري سکریٹري صاحب کانفرنس اور دیگر ممبروں سے مشورہ کرنا تھا ' اسلیے جواب میں دیر ہوئي - معاف فرمائیں -

آپکو معلوم ہے کہ اِس کانفرنس کے وجود کا مقصد اور موضوع تعلیمي تحریک کي اشاعت اون اصول کے مطابق ہے جو سرسید علیہ الرحمۃ نے قائم کي' اور جنپر علي گڈہ کي تحریک مبني ہے - پس کانفرنس کے پلیٹ فارم پر جو کچھہ بھي تعلیمي تجاویز پیش ہوں اور اونکے متعلق جو کچھہ تقریریں ہوں' اون سب میں اصلي غرض کا ملحوظ رہنا لازمي امر ہے - کانفرنس میں جو تعلیمي مسایل یا مسلمانونکي تعلیمي ضرورتوں کے متعلق جو تجاویز پیش ہوں' اون سے اتفاق یا اختلاف کرنیکا ہر ایک ممبر کو حق ہے - لیکن کانفرنس کے وجود کا جو مقصد اور موضوع ہے' اوسپر کانفرنس کے پلیٹ فارم پر حملہ کرنیکا کسیکو حق نہیں - اسقدر تمہید کے بعد اب میں آپکو آپکي وہ تقریر یاد دلاتا ہوں جو گذشتہ سال راولپنڈي کے اجلاس کانفرنس میں آپنے فرمائي تھي - اور جس میں آپنے فرمایا تھا کہ کانفرنس کي تعلیمي تحریک اِس قسم کي ہے جیسے کہ کسي مردہ کو موم روغن کے ذریعہ سے زندہ کرنیکي کوشش کرنا - اِس سے مجھکو بحث نہیں کہ آپنے جس راے کا اظہار کیا تھا' وہ صحیح ہے یا کیا؟ لیکن یہ میں ضرور عرض کرونگا کہ کانفرنس کے پلیٹ فارم پر اس قسم کي تقریر قطعاً اون مقاصد کے منافي ہے جنکے لیے یہ کانفرنس قائم ہے - سالہا سال کي کوشش کے بعد بڑي مشکلات کا سامنا کرکے راولپنڈي میں کانفرنس کا اجلاس اس غرض سے کیا گیا تھا کہ سرحد کے مسلمانونکو تعلیم کي طرف توجہ ہو' اور شمال مغربي اضلاع میں جو اسلامي خطہ ہے اور جو جہل کي تاریکي کیوجہ سے نہایت پستي کي حالت میں ہے' اوس میں تعلیم کے ذریعہ سے بیداري کے سامان پیدا ہوں - چنانچہ حتی الامکان مختلف تحریکوں اور لکچروں کے ذریعہ سے حاضرین کو تعلیمي تحریک کي طرف متوجہ کرنے کي کوشش کي گئي تھي - لیکن آپنے آخري اجلاس میں جو تقریر فرمائي' اوس کا لازمي نتیجہ یہ تھا کہ جو اثر کانفرنس کے مقاصد کي تائیـد میں پیدا ہـوا تھا ' وہ بہت کچھہ زایل ہوگیا - ایسي حالت میں سب سے اول یہ امر صاف ہو جانا ضروري ہے کہ جس تعلیمي تحریک کي اشاعت کیلیے یہ کانفرنس قائم ہے اور جن اصول کے مطابق اور جن مقاصد کیلیے سر سید علیہ الرحمۃ نے اسکي بنا قایم کي ہے' اونکو آپ ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے مفید اور ضروري سمجھتے ہیں یا نہیں ؟ اور اونکو قوم میں مقبول عام کرانے کي کوشش کرنا کانفرنس کے ممبروں کا فرض تصور کرتے ہیں یا نہیں ؟ اس امر کي نسبت جواب آنے پر جناب کے اول خط کے متعلق جواب عرض کیا جاویگا - والسلام -

خاکسار : آفتاب احمد

(۲)

(خـــط کا جـواب)

جس دن آپکا والا نامہ پہنچا' اُسي دن سے نزلۂ و درد گلو میں مبتلا ہوں' تمام کام معطل ہیں - آج تھوڑي سي مہلت ملي تو سب سے پہلے جناب یاد آے -

افسوس ہے کہ مجھے اُن حوادث کی خبر نہ تھي جنکا ذکر جناب نے آغاز خط میں کیا ہے' ورنہ تاخیر جواب کیلیے کسي طرح اظہار شکایت نہ کرتا - انا للـہ و انا الیہ راجعون' وعظـم اللہ اجورکم بمصائبکم -

میں آپکا شکرگذار ہوں کہ آپنے اپنے خیالات صاف صاف ظاہر کردیے ' اور اُن مصنوعي اور نمایشي عذرات سے بالکل کام نہ لیا جو آجکل ایسے مواقع میں عموماً اخفاء اصلیت کیلیے کام میں لاے جاتے ہیں - یہي شـان ایک مسلمان کي تمام معاملات میں

(بقیہ مضمون صفحۂ ۲۸ کا)

بادشاہ سندہ نے ہارون الرشید کو لکھہ بھیجا کہ " میں نے اپ کے مذہب اور اپ کي قوم کے متعلق جو باتیں سني تھیں' انپر یقین نہیں کرتا تھا ' لیکن اج انکي تصدیق ہوگئي " ہارون الرشید کو یہ خط پڑہ کے سخت رنج ہوا اور بے اختیار پکار اٹھا " کیا اب کوئي ایسا شخص نہیں رہا جو مذہب اسلام کي حمایت کرے ؟ " لوگوں نے کہا " ہاں ! اے امیر المومنین ! ایسے لوگ ہیں' مگر اسوقت انکي زبانیں بند کردیگئي ہیں' اور انمیں سے اکثر تو قید خانوں میں پڑے ہوے سڑرہے ہیں" ہارون الرشید نے علماء معتزلہ کو بلوایا اور اس مسئلہ کا جواب پوچھا - اِنھي لوگوں میں ایک لڑکا بھي تھا - اسنے کہا " یہ سوال ھي صحیح نہیں ' کیونکہ ہر مخلوق حادث ہوتي ہے اور خدا قدیم ہے' اسلیے وہ اپنا مثل پیدا ھي نہیں کر سکتا - قدرت کا یہاں کوئي سوال نہیں ! "

ہارون الرشید اس جواب سے اسقدر خوش ہوا کہ اوسي لڑکے کو مناظرہ کیلیے ہندوستان بھیجنا چاہا لیکن لوگوں نے کہا کہ اور مسائل بھي پیش آئینگے - ایسے شخص کو بھیجنا چاھیے جو علم کلام کے تمام مسائل پر حاوي ہو - چنانچہ اس غرض کیلیے معمر معتزلي کا انتخاب ہوا' لیکن اوس برہمن نے جس نے فقیہ موصوف کے ساتھہ مناظرہ کیا تھا ' اپني رسوائي کے خوف سے راستے میں زہر دلوا دیا -

(استـــدراک)

معتزلہ کے یہ تمام حالات زیادہ تر قاضي ابوبکر یحیی کي تاریخ معتزلہ سے لیے گئے ہیں جسے پچھلے دنوں ڈاکٹر ارنلڈ نے شائع کیا تھا - بعض بعض واقعات مقریزي کي تاریخ مصر جلد دوم اور ابن خلکان وغیرہ سے بھي ماخوذ ہیں -

خود واصل کے پاس آیا' اوس سے بالمشافہ بحث کی' اور اس فرقۂ العناد کے تمام لوگ مسلمان ہوگئے!

ابو الہذیل علاف سرگروہ معتزلہ کو مناظرہ میں نہایت کمال حاصل تھا' وہ مخالف کو چند فقروں میں بند کردیتا تھا - بالخصوص مجوس اور فرقۂ ثنویہ کے ساتھہ جو مناظرے کیے ہیں' وہ خاص طور پر شہرت رکھتے ہیں - انہی مناظروں کے اثر نے تین ہزار آدمیوں کو اوسکے ہاتھہ پر مشرف باسلام کرایا!

معتزلہ کے مناظروں کا عام اثر اسلیے ہوتا تھا کہ وہ ہر شخص کو عقلی گورکھہ دھندوں میں پھنسانا نہیں چاہتے تھے' بلکہ اکثر سیدھا سادھا جواب دیدیتے تھے' جو معترض کے دل میں اتر جاتا تھا - ایک مرتبہ ابوالہذیل کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا: "مجھے قران مجید کی بعض آیتوں میں شبہہ ہے اسکو حل کرنا چاہتا ہوں - لوگوں نے اس غرض کے لیے آپ ہی کا نام بتایا ہے" ابوالہذیل نے پوچھا "آپ کو کیا شبہہ ہے؟" اس نے کہا: "مجھے قران کی بعض آیتیں متناقض اور بعض اصول عربیت کے مخالف معلوم ہوتی ہیں" ابو الہذیل نے کہا "میں اُن میں سے ہر ایک کا الگ الگ جواب دوں یا ایک عام تقریر کردوں جو سب کا جواب ہو جاے" اس نے کہا "ایک کلی جواب بہتر ہوگا" ابو الہذیل نے کہا:

"آپ کو یہ معلوم ہے کہ آنحضرت شرفاے عرب میں سے تھے' اور انکی زبان مستند مانی جاتی تھی - آپ یہ جانتے ہیں کہ آنحضرت کا شمار عقلاے عرب میں کیا جاتا تھا - آپ سے یہ بھی مخفی نہیں کہ اہل عرب نے آنحضرت سے مناظرے کیے' آپ کو ان کوششوں کا بھی علم ہے جو اہل عرب نے آپ کی تکذیب میں کیں! تو کیا ایک معمولی درجہ کے آدمی کے بہکانے سے آپ اُنلوگوں کے اقوال کو چھوڑدیتے ہیں جو عربی لغت کے سب سے بڑے ماہر تھے؟ اور جنہوں نے بہت سے مناظروں کے بعد اسلام کو قبول کیا تھا؟"

اس نے اسی وقت کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا -

فن مناظرہ میں سب سے زیادہ ضرورت انتقال ذہنی اور قوت حافظہ کی ہوتی ہے - ابوالہذیل کا حافظہ اس قدر قوی تھا کہ اسنے ایک مجلس مناظرہ کے اندر سات سو عربی اشعار استشہاد میں پیش کیے!

صالح بن عبد القدوس ایک مجوسی تھا اوس نے ایک مرتبہ مناظرہ میں دعوی کیا کہ "عالم ہستی نور و ظلمت کی ترکیب سے پیدا ہوا ہے" ابو الہذیل نے سوال کیا کہ "ان دونوں کے امتزاج سے کوئی تیسری چیز پیدا ہوئی' یا نور و ظلمت کی حقیقت میں کوئی تغیر پیدا ہوا؟" صالح نے کہا "نہیں عالم صرف نور و ظلمت کا نام ہے' امتزاج نے کوئی تیسری چیز نہیں پیدا کی" - ابوالہذیل نے کہا "اصول فلسفہ کی بنا پر دو متضاد عناصر کی ترکیب سے ہمیشہ ایک تیسری حقیقت پیدا ہوتی ہے' اور اگر ترکیب و انضمام سے یہ حقیقت جدیدہ وجود میں نہیں آے تو سمجھنا چاہیے کہ وہ عنصر متضاد نہیں تھے' بلکہ صرف ایک ہی عنصر تھا -"

صالح ساکت ہوگیا -

صالح اور ابوالہذیل میں ہمیشہ مجلس مناظرہ گرم رہتی - ابوالہذیل اوس پر اس قدر غالب آگیا تھا کہ ہنسی مذاق میں بھی اوسکو زیر کردیتا تھا - ایک بار صالح کا ایک صغیر السن بچہ مرگیا' ابو الہذیل اوسکی طرف سے گذرا تو نہایت افسردہ پایا - ابوالہذیل نے کہا "تم کی کیا بات ہے؟ آدمی تو تمہارے نزدیک صرف ایک سبزۂ روئیدہ ہے" اوس نے کہا "مجھے صرف یہ افسوس ہے کہ اوس نے میری کتاب الشکوک نہیں پڑھی" ابو الہذیل نے کہا "کتاب الشکوک کس فن کی کتاب ہے؟"

صالح نے کہا "میںنے ایک کتاب لکھی ہے جسکو پڑھ کر ہر چیز میں شک پیدا ہوجاتا ہے" ابو الہذیل نے کہا "تو پھر اوسکا مرنا بھی مشکوک ہے' اور اس میں بھی شبہہ ہے کہ اوس نے وہ کتاب پڑھی یا نہیں؟"

اسی ظریفانہ طریقہ سے ابو القاسم عبد اللہ بن احمد نے بھی ایک سوفسطائی کو بند کردیا تھا اور اوس نے اپنے عقائد سے توبہ کرلی تھی -

معتزلہ نے فن مناظرہ میں اسقدر شہرت حاصل کی کہ وہ اکثر مناظروں میں جج مانے جاتے تھے - مسئلہ نسخ شریعت میں ایک شخص نے کسی یہودی سے گفتگو کی اور بات اسقدر بڑھی کہ ابو القاسم معتزلی کو دونوں نے حکم مانا -

رفتہ رفتہ مناظرہ کا ذوق اسقدر عام ہوگیا کہ خود خلفا نے بھی اوس میں حصہ لیا اور دربار شاہی بھی مجلس مناظرہ بن گیا' لیکن اس بزم کی شمع بھی معتزلہ ہی تھے - ایک مرتبہ مامون الرشید نے ابو الہذیل علاف اور زادان ثنوی سے مناظرہ کرایا' سوء اتفاق سے جعفر برمکی مجلس مناظرہ میں شریک نہوسکا' لیکن فرط شوق سے خود زادان کے پاس پہونچا اور اس مناظرہ کے متعلق جو واقعات تھے اوسکی تصدیق کرنی چاہی - زادان نے کہا "یہ واقعات سچ ہیں' لیکن اسکا کیا علاج کیا جاے کہ تمہارے ہی یہاں مجلس ہوتی ہے' اور تمہارا ہی بادشاہ اوسکا صدر نشین ہوتا ہے"

(ہندوستان میں مجلس مناظرہ)

اب ان مناظروں کی شہرت بغداد سے نکل کر اقصاے ہند تک پہونچی - چنانچہ بادشاہ ہندوستان (سندھ) نے ہارون الرشید کو کہا کہ "آپ اس قوم کے بادشاہ ہیں جو اپنے مذہب کو صرف تلوار کے ذریعہ سے پھیلانا جانتی ہے' لیکن اگر آپ کو اپنے مذہب کی صداقت پر اعتماد ہے تو مناظرہ کیلیے ایک عالم کو بھیجدیجیے - اگر آپ کا مذہب حق ہوگا تو میں مسلمان ہوجاؤنگا' ورنہ آپ کو ہمارے مذہب میں داخل ہونا پڑیگا" یہ وہ زمانہ تھا جبکہ فقہا کی مخالفتوں سے ہارون الرشید نے معتزلہ کو بحث و مناظرہ سے روکدیا تھا' بلکہ اکثر معتزلہ کو قید کردیا تھا' اسلیے مناظرہ کیلیے ایک فقیہ کو بھیجنا پڑا - فقیہ موصوف جب بادشاہ ہندوستان کے دربار میں پہونچے' تو اوس نے نہایت تعظیم کی اور ہندوستان کے تمام پنڈتوں کو جمع کیا -

مناظرہ شروع ہوا تو ان میں سے ایک برہمن نے پوچھا: حقانیت کی کیا دلیل ہے؟ فقیہ موصوف نے ثوری' سفیان' شعبی' اور ابن عون کے سلسلہ سے روایت شروع کی - برہمن خاموشی کے ساتھہ تمام روایتوں کو سنتا رہا' جب وہ سلسلہ روایت ختم کر چکے تو اس نے کہا "جس شخص کی حدیثیں آپ نے سنائی ہیں' اسکی نبوت پر کیونکر یقین کیا جاسکتا ہے"؟ عالم موصوف نے قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھ دیں جن میں آنحضرت کو نبی اور پیغمبر کہا گیا تھا' برہمن نے کہا "اسکا کیا ثبوت ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے؟ ممکن ہے کہ پیغمبر نے اسکو خود ہی گڑھ لیا ہو" اب وہ بالکل خاموش ہو گئے - اوسنے اصول اسلام کو چھوڑ کر علم کلام کے ایک خاص مسئلہ پر گفتگو شروع کی - اسنے پوچھا "کیا تمہارا خدا قادر ہے؟ انہوں نے کہا "ہاں" اسنے کہا "تو کیا وہ اپنا مثل بھی پیدا کر سکتا ہے" فقیہ موصوف نے جواب دیا "یہ تو علم کلام کا مسئلہ ہے' ہملوگ اسکو بدعت سمجھتے ہیں"

اب برہمن نے بادشاہ کی طرف مخاطب ہوکر کہا "میں نے تو پہلے ہی کہدیا تھا کہ مسلمانوں کی قوم ایک جاہل قوم ہے' وہ صرف تلوار کے ذریعہ سے اپنے مذہب کو پھیلا سکتی ہے"

و خبر داز هو - گذشته صدي کے تمام مسائل اصلاح و دعوۃ میں سے آپ حضرات کو صرف سر سید مرحوم هي کي تحریک کا حال معلوم هے - اسکے استغراق سے مہلت نہیں - آپ کو کیا معلوم که مسئله " تحریک جدید " و " دعوۃ تعلیم جدید " (متعلق اهل اسلام) خود ایک موضوع مستقل هو گیا هے ' اور گذشته صدي کے اندر تمام عالم اسلامي نے اسپر نظر ڈالي هے ' اور ایک وسیع لٹریچر اسکا موجود هے - اسکے دیکھنے سے ایک شخص اُن تمام مشارب و مذاهب و طرق و اسالیب کو معلوم کر سکتا هے جو اس مسئله سے تعلق رکھتے هیں ' اور اسلام کي دیني تعلیمات اور مسلمانوں کے قومي خصائص و مقومات کے علم صحیح کا اسدر اکتفا کرکے حقیقت شناسي کے طرف قدم اٹھا سکتا هے - میرے گذشته دس سال کے لیل و نہار ' سفر و حضر ' صحت و مرض ' هر حال کے مطالعۂ دائمي کا ایک خاص موضوع یه چیز بھي رهي هے - آپکو سنکر تعجب هوگا که مختلف رسائل و اخبارات و مجلات عالم اسلامي کے سوا ' خاص اسي موضوع پر کم از کم پچاس کتابیں میري نظر سے گذري هیں ' جنکے وجود کا بھي خبر داران هند کو علم نہیں - پھر اسکے ساتھه هي الحمد لله میں نے اس بارے میں ایک مجتہدانه بصیرۃ پائي هے ' اور اسلامي تاریخ کے استقرائي نتائج نے میري مدد کي هے ' اور قرآن و سنة نے مجھے دلائل و براهین کے ساتھه بتلایا هے که اس مسئله کي صحیح و سعید راہ کیا هے ؟ والله یهدي من یشاء الی صراط مستقیم -

پس اس بارے میں میرا تخاطب آپ حضرات سے نہیں هے ' اور نه میں اس بارے میں آپ حضرات سے کچھه کہنا چاهتا هوں - یه موضوع دوسرا هے ' اور اسکي کائنات اس دنیا سے بالکل مختلف هے جسمیں آپ لوگ بستے هیں - موجوده مسئله سے اسکا کوئي تعلق نه تھا ' اور یه بالکل بے سود تھا که آپنے اپني خواهش کو کانفرنس کے ایک اصول کي شکل میں پیش کر دیا -

آپ لوگوں کا دعوا هے که آپ سر سید مرحوم کے مشن کے داعي هیں - سر سید کا بڑا کارنامه یه بتلایا جاتا هے که انہوں نے تقلید کا قلع و قمع کیا اور اجتہاد رائے کا دروازه کھولنا چاها - لیکن آپ لوگ خود هي ایک بدترین تقلید اعمي میں گرفتار هوگئے هیں ' اور یه تقلید اُس تقلید سے هزار درجه افسوس ناک هے جو مقلدین فقه هدایه یا مقلدین تفسیر جلالین و مدارک کي بیان کي جاتي هے - تاهم میں اس بارے میں کچھه نه کہونگا ' کیونکه کہنا بیکار هے - " تقلیـد " کا پہلا خاصه یه هے که سوال کا جواب نہیں ملسکتا :

و لکن لا حیـاۃ لمن تنـادي

(۳) بہر حال آپنے میرے شخص خاص کے معاملے کو کانفرنس کا اصولي مسئله بناکر ایک اهم بحث چھیڑ دي هے ' جسکو اگر صاف نه کیا گیا تو کانفرنس کے دروازوں پر مسلمانوں کیلیے قفل چڑھادیے جائینگے - اسکا صاف کرنا تو اب ناگزیر هوگیا هے - لیکن ان دو چار دنوں کے اندر آپکے لیے کچھه ضروري نہیں هے که ایک شخصي معاملے کو کسي اصول موضوعه کے حوالے کرکے الگ هو جائیں -

(۴) سر دست اس مسئله کو یوں صاف کیا جاسکتا هے که آپ مجھسے شخصاً دریافت کر لیں که آینده کانفرنس میں کس موضوع پر تقریر کرونگا ؟ اور پھر اس سے اندازه کریں که یه تقریر کیسي هوگي ؟

میں نے پہلے آپکو لکھا تھا - اب بالتشریح لکھتا هوں که میري تقریر کا موضوع " صراط مستقیم " هوگا - اسکي تشریح ' اور وه بیانات جو قرآن حکیم نے صراط مستقیم کے متعلق کیے هیں ' اس موضوع کے کسي حصه کو نه تو سر سید کے تعلیمي مشن سے کوئي تعلق هے اور نه کچھه لسکي بحث هے - یه ایک خالص مذهبي موضوع هے اور از سرتا پا قرآن و سنة سے متعلق -

(۵) الحمد لله که خدا نے هندوستان کے هر گوشے کو میري آواز کي پذیرائي کیلیے آماده کردیا هے اور هر جگه هزار ها دل پیدا کردیے هیں جو میري هر آواز کے استقبال کیلیے مستعد هیں - و اما بنعمة ربك فحدث - کوئي روک جو آپ حضرات اسکے لیے پیدا کریں ' سودمند نہیں هوسکتي ' اور گیند کي قوت جذب کا فعل جس قوۃ سے هوتا هے ' اتني هي طاقت سے قوۃ دفع جواب بھي دیتي هے - راولپنڈي میں خود آپ لوگوں نے میري مخالفت کرکے پبلک کو اپنے سے بدظن کرایا ' اور پھر اسکے نتائج لازمي هیں - علی الخصوص پونا کو تو میں آپسے زیاده جانتا هوں - کانفرنس کا پنڈال آپ مجھپر بند کرکے دیکھه لیں ' میں کسي اور گوشے میں خدا اور اسکے رسول کا پیغام مسلمانوں کو پہنچا سکتا هوں - میرا ذاتي نقصان اس سے کچھه نہوگا ' اور اگر کوئي شخص اس حماقت میں گرفتار هے که کانفرنس کا پلیٹ فارم میرے لیے ایک بہت هي بڑي عجیب و غریب دولت هے جس سے محروم هوکر لٹ جاؤنگا ' تو اسکي حماقت بہت هي افسوس ناک هے - اگر آپ لوگ سمجھتے هیں که کانفرنس میں میري تقریر روک کر کوئي بڑي کامیابي حاصل کر سکتے هیں ' تو بسم الله ' اسکا بھي تجربه هوجائے ' جیسا که چار پانچ سال سے بیسیوں تجربے آپ لوگ کرچکے هیں - مجھے الله اور اسکے رسول کي ان تعلیمات کو کہنا ' لکھنا ' مدون کرنا هے ' جنکو میري بصیرۃ حق سمجھتي هے ' اور میرا معامله اب وهاں تک پہنچ گیا هے که اب لوگوں کے بد ارادے اسکے لیے بالکل خارج از بحث هیں - مولوي نذیر احمد مرحوم کا ترجمة القرآن آپکے پاس شاید هوگا - اسمیں سوره جن کو نکالیے اور کسي وقت فرصت ملے تو اس آیت پر غور کیجیے :

و انه لما قام عبد الله یدعوه ' کادوا یکونون علیه لبدا -

ضـــرورت مارچ سنه ۱۹۱۶ع میں

ایک قومي بلا فیس تعلیم دینے والے اسکول کي هیڈ ماسٹري کے لیے ایک ایم - اے پاس مسلمان اور سکنڈ ماسٹري کے لیے تین تجربه کار گریجویت کي ضرورت هے -

تنخواه یا دیگر باتوں کا فیصله بذریعه خط و کتابت طے هوسکتا هے - درخواستیں معه نقل سرٹیفکٹ پوسٹ بوکس نمبر ۳۷۱ - رنگون آني چاهیے -

P. O. Box No. 371
Rangoon,

ایجنٹوں کیلئے کمیشن

هندوستان کے تمام اردو ' بنگله ' گجراتي ' اور مرهٹي هفته وار رسالوں میں البلاغ پہلا رساله هے جو باوجود هفته وار هونے کے روزانه اخبارات کي طرح بکثرت متفرق فروخت هوتا هے - تمام ملک ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک اسکي اشاعت کے استقبال کیلیے چشم براه هے - پس اگر آپ ایک عمده اور کامیاب تجارت کے متلاشي هیں تو ایجنسي کیلیے درخواست بھیجیے ' کمیشن معقول دیا جاتا هے - اور تبلیغ حق اور اشاعة معارف قرانیه کا ثواب اخروي مزید براں -

ہونی چاہیے - اگر ہم سب ایسا ہی کیا کریں تو نصف اندرونی اختلافات کا خاتمہ ہوجائے -

لیکن جناب نے اپنے خط میں (معاف فرمائیگا) ترتیب مقدمات و طرز استدلال کے ایسے متعدد مسامحات جائز رکھے ہیں جنکی وجہ سے مجھے عرض جواب میں بڑی ہی مشکل پیش آگئی ہے - اگر ان امور کی نسبت لکھتا ہوں' تو صفحوں کے صفحے چاہییں' مگر نہ مجھے اسکی مہلت نہ آپکو - اعراض کرتا ہوں تو جو خلط مبحث آپنے کردیا ہے' وہ اسی مقصود کو صاف و واضح نہیں ہونے دیتا - ایک چیز آپکی اور آپکے ہم خیال بزرگوں کی خواہش ہے' اور ایک چیز کسی کام کے اصول و مقصد اور شرائط وغیرہ کا مسئلہ - کچھ ضروری نہیں نہ پہلی چیز کی بنیاد ثانی الذکر ہی پر رکھی جائے - آپ اگر دونوں مسئلوں کو الگ رکھتے تو بات زیادہ صاف اور روشن ہوتی -

آپ نے کیسی تعجب انگیز غلطی کی ہے جبکہ خود ہی ایک مقدمہ قائم کیا ہے اور قبل اسکے کہ مخاطب اسے تسلیم کرے' یا اسکا مقدمۂ مسلمہ ہونا ثابت ہوجاے' پوری شکل بھی قائم کرلی ہے اور پھر نتیجہ بھی نکال لیا ہے ؟

آپ لکھتے ہیں کہ "کانفرنس کا موضوع تعلیمی ہے" یہ بالکل ٹھیک ہے اور اسکا نام ہی اسکے لیے شاہد :

گواہ عاشــق صادق در آستیں باشــد !

لیکن اسکے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ "ان اصولوں کے مطابق جو سرسید مرحوم نے قائم کیے" گذارش ہے کہ مقدمہ کا یہ ٹکڑا کہاں سے ماخوذ ہے ؟ میں اسے تسلیم نہیں کرتا - کانفرنس کے مقاصد کی فہرست' دفعات و قواعد' شرائط و ضوابط' عہد اولی کی مجلسیں' ارکان اساسی کی تقریریں' خود سید صاحب کی تقریر جو انہوں نے علی گڈہ کے دونوں جلسوں اور لاہور میں کی' نیز اسکی تمام رپورٹیں' یہ تمام ذخیرہ موجود ہے - میں بہت ممنون ہونگا اگر آپ انسے ثابت کردکھائیں کہ خود سید صاحب مرحوم نے یہ کہاں لکھا ہے ؟ اور کانفرنس کی تحریروں کے متعلق یہ فیصلۂ امر و نہی کس نے قرار دیا ہے ؟

بلا شبہ سر سید مرحوم اسکے بانی تھے' لیکن بانی ہونے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ مسئلۂ تعلیم کو انہوں نے ایک خاص اصول کے ماتحت کرکے کانفرنس کے حوالے کردیا ہے' اور اب اسکے پلیٹ فارم پر اسکے ایک حرف سے بھی انحراف و اختلاف جائز نہیں ؟

قرآن حکیم سے ہمارے مجتہدین و فقہاء مسائل کا استخراج کیا کرتے ہیں - اس استخراج و استنباط کی انہوں نے متعدد قسمیں قرار دی ہیں - ایک یہ کہ صاف صاف کسی آیت میں کوئی حکم ہو اسکو " صـراحـة الـنص " کہیں گے - ایک یــہ کہ صاف صاف حکم نہو' لیکن اور طرق بیان سے دلالت ہوتی ہو یا اشارہ کیا گیا ہو' تو اسکے لیے " دلالة النـص " اور " اشارة النـص " وغیرہ اصطلاحات قائم کی ہیں -

آپکے لیے بھی یہ دروازہ باز ہے - صراحة النص کا تو اصلی مطالبہ ہے' لیکن خیر' دلالة النص ہی سہی - کسی نہ کسی طرح یہ واضح کردیجیے کہ جناب کا پیش کردہ اعتقاد فلاں نص سرسید سے ماخوذ ہے -

یا للعجب ! آپ لوگ فخر کرتے ہیں اگر ایک نصرانی کانفرنس کے پلیٹ فارم پر آکر بہت سی ایسی باتیں کہہ جاے جو آپکے عقائد و اغراض کے بالکل ضد ہوں' لیکن آپ لوگونکا اعتقاد یہ ہے کہ کوئی مسلمان اختلاف نہیں کرسکتا ؟

پھر کیا آپکو یاد نہیں رہا کہ آپکا یہ مقدمہ کس طرح ہمیشہ پامال کیا جاچکا ہے' اور کتنی نظیریں اسکے لیے مخالف و ضد موجود ہیں ؟

کیا بمبئی کانفرنس کے پریسیڈنٹ مسٹر بدرالدین طیب جی نہیں بنائے گئے جو بکسر علی گڈہ کی تحریک ہی کے مخالف تھے ؟ کیا انہوں نے اپنے اختتامی ایڈریس کے اندر وہ کچھہ نہ کہا جو سر سید مرحوم کے مشن اور عقائد و اصول تعلیم کے سرتا سر خلاف تھا؟ انسے یہ شرط نہیں کرائی گئی تھی !

سر سید مرحوم پردۂ نسواں کے کسقدر اشد شدید حامی تھے ؟ اور خارجی تعلیم نسواں کے ولولوں پر کیسے غضب ناک ہوجاتے تھے ؟ حتی کہ میر ممتاز علی کے رسالہ حقوق نسواں کو پھاڑ کر ردی کے ٹوکرے میں ڈالدیا تھا' لیکن آپکے پیشروؤں نے مسٹر طیب جی کو صدر بنایا' اور انہوں نے پردہ کی علانیہ مخالفت پریذیڈنشل ایڈریس میں کی -

پھر دوسری دہلی کانفرنس کی صدارت کیلیے سر آغا خاں لاے گئے' انہوں نے مسلمانوں کے تنزل کے جو اسباب اساسی بتلاے' ان میں عورتوں کا پردہ بھی تھا - کیا یہ سر سید کے عقائد کے خلاف نہ تھا ؟

ابھی پونا کانفرنس کا صدر آپنے جسٹس عبد الرحیم کو بنایا ہے جو سر سید کے بہت سے بنیادی اصولوں ہی کے مخالف ہیں - کیا انسے بھی آپنے یہ مقدمہ طے کرا لیا ہے ؟ آپکو معلوم ہے کہ وہ ایڈریس میں کیا کہیں گے ؟ آپکو معلوم نہیں مگر مجھے معلوم ہے -

مدراس کانفرنس کا صدر ایک مسیحی عہدہ دار (جسٹس اٹم) تھا - اس مقدمہ کا اثر زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ سر سید مرحوم کے مذہب تعلیم سے انحراف نہو - لیکن ایک مسیحی شخص کے متعلق تو یہ سوال بھی پیدا ہوسکتا تھا کہ کہیں وہ نفس اسلام کے خلاف کوئی بات نہ کہدے - آپ تو اسوقت اس جگہہ پر نہ تھے' لیکن مرحوم محسن الملک کے کاغذات میں اس اقرار نامے کی نقل تلاش کیجیے جو انہوں نے جسٹس موصوف سے کرایا تھا !

پہلی لکھنؤ کانفرنس میں تو خود سر سید مرحوم نے مرحوم سجاد حسین ایڈیٹر اودھ پنچ سے یہ مقدمے طے نہ کیا' حالانکہ بڑی ضرورت اس مقدمے کی اس وقت تھی - معلوم نہیں آپکو وہ واقعات معلوم ہیں یا نہیں ؟

معاف فرمائیگا' آپنے یہ ایک اصولی سوال چھیڑ دیا ہے' اور اسکے معنی یہ ہیں کہ آل انڈیا کانفرنس جسکو تمام مسلمانوں کی نیابت دی جاتی ہے' اپنے پلیٹ فارم کیلیے ایک خاص مذہب رکھتی ہے' اور جو اسکے خلاف راے رکھتا ہو' اسے وہاں قدم رکھنے کا حق نہیں - یہ کانفرنس کا ایک خطرناک اقفال ہے' اور ضروری ہے کہ ایک بار اس مسئلہ کو پبلک کے سامنے ٹھیک ٹھیک فیصل کرلیا جاے - آجتک کسی کو بھی اسکا خیال نہیں ہوا تھا -

(۲) بہر حال یہ تو آپکا مقدمہ ہے - رہی اصلی حقیقت تو یہ بھی صحیح نہیں کہ میں نے راولپنڈی کانفرنس میں کانفرنس کے مقاصد کو سامنے رکھکر اسکا رد کیا تھا - بلکہ اسکا مقصد عام طور پر مسئلۂ دعوۃ و اصلاح کا مبحث تھا' اور یہ دکھلانا مقصود تھا کہ مسلمانوں کی ہر دعوۃ کو اصولاً مذہبی ہونا چاہیے' اور اسیکے واسطہ سے تعلیم بھی پھیلانی چاہیے' یہ نہیں ہونا چاہیے کہ مذہب سے الگ ہوکر ایک مستقل تعلیمی دعوت قرار دی جاے' جسمیں کبھی کامیابی نہیں ہوسکتی -

نیز یہ کہ اسلام میں "تعلیم" کی کوئی علحدہ دعوۃ نہیں ہے - اسکی دعوۃ ایک ہی ہے' اور اسی کے اندر سب کچھہ موجود ہے -

لیکن معاف فرمائیگا' یہ جو کچھہ کہا گیا' اسکو آپ حضرات بالکل نہیں سمجھہ سکتے' بلکہ قدیم و جدید جماعتوں میں آج کوئی گروہ ایسا موجود نہیں ہے جو اس حقیقت کا صحیح اندازہ شناس اور محرم

کے فن میں اُستاد تھے : مخرمة بن نوفل' جبیر بن معطم' عقیل بن ابي طالب - علم الانساب عرب کا موروثي فن تھا' اور خاص کر یہ تینوں (۱) بزرگ اس فن کے لحاظ سے تمام عرب میں ممتاز تھے - حضرت عمر نے اُن کو بلاکر یہ خدمت سپرد کي کہ تمام قریش اور انصار کا ایک دفتر تیار کریں' جس میں ہر شخص کا نام و نسب مفصلاً درج ہو - اِن لوگوں نے ایک نقشہ بناکر پیش کیا' جس میں سب سے پہلے بنو ہاشم' پھر حضرت ابوبکر کا خاندان' پھر حضرت عمر کا قبیلہ تھا - یہ ترتیب اُن لوگوں نے خلافت و حکومت کے لحاظ سے قرار دي تھي - لیکن اگر وہ قائم رہتي تو خلافت خود غرضي کا آلہ بن جاتي - حضرت عمر نے فرمایا " یوں نہیں بلکہ آنحضرت کے قرابت داروں سے شروع کرو' اور درجہ بدرجہ جو لوگ جسقدر آنحضرت سے دور ہوتے گئے ہیں اسي ترتیب سے اُن کے نام آخر میں لکھتے جاؤ - یہاں تک کہ جب میرے قبیلے تک نوبت آے تو میرا نام بھي لکھو" اس موقع پر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ خلفاے اربعہ میں سے حضرت عمر کا نسب سب سے آخر میں جاکر آنحضرت سے ملتا ہے - غرض اِس ہدایت کے موافق رجسٹر تیار ہوا' اور حسب ذیل تنخواہیں مقرر ہوئیں : (۲)

تقسیم مراتب	تعداد تنخواہ سالانہ
جو لوگ جنگ بدر میں شریک تھے -	۵ - ہزار درہم
مہاجرین حبش اور شرکاے جنگ اُحد -	۴ - ہزار درہم
فتح مکہ کے پہلے جن لوگوں نے ہجرت کي -	۳ - ہزار درہم
جو لوگ فتح مکہ میں ایمان لاے -	۲ - ہزار درہم
جو لوگ جنگ قادسیہ اور یرموک میں شریک تھے -	۲ - ہزار درہم
اہل یمن -	۴۰۰ درہم
قادسیہ اور یرموک کے بعد کے مجاہدین -	۳۰۰ - درہم
بلا امتیاز مراتب -	۲۰۰ - درہم

جن لوگوں کے نام درج دفتر ہوے' اُن کي بیوي بچوں کي تنخواہیں بھي مقرر ہوئیں - چنانچہ مہاجرین اور انصار کي بیویوں کي تنخواہ ۲۰۰ سے ۴۰۰ درہم تک اور اہل بدر کي اولاد ذکور کي دو دو ہزار درہم مقرر ہوئي - اس موقع پر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جن لوگوں کي جو تنخواہ مقرر ہوئي' اُن کے غلاموں کي بھي وہي تنخواہ مقرر ہوئي' اور اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اسلام کے نزدیک غلاموں کا کیا پایہ تھا ؟

جسقدر آدمي درج رجسٹر (۳) ہوے' اگرچہ سب درحقیقت فوج کي حیثیت رکھتے تھے' لیکن اُن کي دو قسمیں قرار دي گئیں :

(۱) جو لوگ ہر وقت جنگي مہمات میں مصروف رہتے تھے - گویا یہ فوج نظام یعني با قاعدہ فوج تھي -

(۲) جو لوگ معمولاً اپنے گھروں پر رہتے تھے' لیکن ضرورت کے وقت طلب کیے جاسکتے تھے - اُن کو عربي میں "مطوعہ" کہتے ہیں' اور آجکل کي اصطلاح میں اس قسم کي فوج کو والنٹیر کہا جاتا ہے - البتہ فرق اتنا ہے کہ آجکل والنٹیر تنخواہ نہیں پاتے -

فوجي نظم و نسق کا یہ پہلا دیباچہ تھا' اور اسوجہ سے اسمیں بعض بے ترتیبیاں بھي تھیں - سب سے بڑا غلط مبحث یہ تھا کہ فوجي تنخواہوں کے ساتھہ پولیٹکل تنخواہیں بھي شامل تھیں اور دونوں کا ایک ہي رجسٹر تھا - لیکن رفتہ رفتہ یعني سنہ ۲۱ ھ میں حضرت عمر نے اس صیغے کو اسقدر مرتب اور منتظم کردیا کہ غالباً اس عہد تک کہیں اور کبھي نہیں ہوا تھا - چنانچہ ہم ایک ایک جزئي انتظام کو اس موقع پر نہایت تفصیل سے لکھتے ہیں اس سے معلوم ہوگا کہ عرب کے ابتداے تمدن میں انتظامات فوجي کي اسقدر شاخیں قائم کرنا اور ایک ایک شاخ کا اس حد تک مرتب اور با قاعدہ ہونا اُسي شخص کا کام تھا جو فاروق اعظم کا لقب رکھتا تھا -

اس صیغے میں سب سے مقدم اور اُصولي انتظام کو ملک جنگي حیثیت سے مختلف حصوں کے اندر تقسیم کردینا تھا - حضرت عمر نے سنہ ۲۰ ھ میں فوجي اور ملکي حیثیت سے ملک کي دو تقسیمیں کیں : ملکي اور فوجي - ملکي کا حال دیواني انتظامات کے ذکر میں گزر چکا - فوجي حیثیت سے چند بڑے بڑے مرکز قرار دیے جنکا نام (۱) " جند " رکھا' اور یہي اصطلاح آجتک قائم ہے - اُن کي تفصیل یہ تھي : مدینہ' کوفہ' بصرہ' موصل' فسطاط' مصر' دمشق' حمص' اردن' فلسطین - حضرت عمر کے زمانے میں فتوحات کي حد اگرچہ بلوچستان کے ڈانڈے سے مل گئي تھي' لیکن جو ممالک آئیني ممالک کہے جاسکتے تھے

(۱) جاحظ نے کتاب البیان و التبیین (جلد دوم صفحہ - ۳۷ مطبوعہ مصر) میں لکھا ہے کہ تمام قریش میں چار شخص اشعار عرب اور انساب و اخبار کے حافظ تھے' مخرمہ بن نوفل' ابوالجہم' حویطیب بن عبد العزي' عقیل بن ابیطالب -

(۲) تنخواہوں کي تفصیل میں مختلف روایتیں ہیں - میں نے کتاب الخراج صفحہ - ۲۴ و مقریزي جلد اول صفحہ ۹۲ و بلاذري صفحہ - ۴۴۸ و یعقوبي صفحہ ۱۷۵ و طبري صفحہ ۲۴۱۱ کے بیان کو حتی الامکان مطابق کرکے لکھا ہے -

(۳) اس موقع پر ایک امر نہایت توجہ کے قابل ہے - وہ یہ ہے کہ بہت سے ظاہر بینوں کا خیال ہے کہ حضرت عمر نے تمام عرب کي جو تنخواہیں مقرر کیں' اُسکو فوجي صیغے سے چنداں تعلق نہیں' بلکہ یہ رفاہ عام کي غرض سے تھا - لیکن یہ نہایت غلط خیال ہے' اولاً تو یہاں مورخوں نے اس واقعہ کا شان نزول بیان کیا ہے' لکھا ہے کہ ولید بن ہشام نے حضرت عمر سے کہا : " قد جئت الشام فرایت ملوکہا قد دونوا دیوانا و جندواً فانفذ بقولہ " یعني میں نے شام کے بادشاہوں کو دیکھا ہے

(پہلے کالم نمبر ۳ کا بقیہ نوٹ)

کہ وہ دفتر اور فوج رکھتے ہیں - آپ بھي دفتر بنائیے اور فوج مرتب کیجیے - چنانچہ حضرت عمر نے ولید کے قول پر عمل کیا - دوسرے یہ کہ جن لوگوں سے جنگي خدمت نہیں لیجاتي تھي اور قدیم جنگي خدمتوں کا استحقاق بھي نہیں رکھتے تھے' حضرت عمر اُنکي تنخواہ نہیں مقرر کرتے تھے - اسي بنا پر مکہ کے لوگوں کو تنخواہ نہیں ملتي تھي - فتوح البلدان میں ہے : " ان عمر کان لا یعطي اہل مکة عطاءً و لا یضرب علیہم بعثا " یہي وجہ تھي کہ جب صحرا نشین بدوؤں نے حضرت ابو عبیدہ سے تنخواہ کي تقرري کي درخواست کي' تو اُنہوں نے فرمایا کہ جب تک آبادي میں رہنے والوں کي تنخواہیں مقرر نہو جائیں' صحرا نشینوں کا روزینہ نہیں مقرر ہوسکتا - البتہ اسمیں شک نہیں کہ اول اول فوج کے رجسٹر میں اور بھي بہت سي قسم کے لوگ شامل تھے - مثلاً جو لوگ قرآن مجید حفظ کرلیتے تھے' یا کسي فن میں صاحب کمال تھے' لیکن استقراء سے معلوم ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ یہ خلط مبحث جو بضرورت اختیار کیا گیا تھا' مٹتا گیا - چنانچہ اسي مضمون میں آگے اسکي بحث آتي ہے -

(۱) جند کي تحقیق کے لیے دیکھو فتوح البلدان صفحہ ۱۳۲ مورخ یعقوبي نے واقعات سنہ ۲۰ - ہجري میں لکھا ہے کہ اِس سال حضرت عمر نے فوجي صدر مقامات قائم کیے' لیکن مورخ مذکور نے صرف فلسطین' جزیرہ' موصل' اور قنسرین کا نام لکھا ہے' یہ صریح غلطي ہے -

مختارات

الحرب فی الاسلام

اســـــه

ہزم اسلام اور نظام فوجي

الہـــلال نمبر ۳ میں ایک مضمون عنوان بالا سے شائع هوا تها ' جو رسالہ مرجارج زیدان ایڈیٹر الهـــلال قاهره کے مضامین سے ماخوذ تها - اسمیں ظاهر کیا گیا تها که حجاج بن یوسف (عهد عبد الملک اموي) تک مسلمانوں کا تمدن فوجي نظام سے محروم تها ' حجاج نے سب سے پہلے ایک با قاعده نظام کي بنیاد ڈالي اور رومي نظام سے اصول و قواعد اخذ کیے -

اس مضمون کے ساتھه هم نے ایک مختصر نوٹ لکھا تها' اور اس خیال کي تغلیط کرتے هوے وعده کیا تها که آینده اشاعتوں میں اس موضوع پر مفصل بحث کرینگے -

هم نے لکھا تها که مسلمانوں کا فوجي نظام نه تو عبدالملک اموي کے زمانے میں قائم هوا ' اور نه حجاج بن یوسف کو اسمیں کچهه دخل هے - خلافة راشده کے ابتدائي دور هي میں اسکي باقاعده بنیاد پڑ گئي تهي' اور قدماء مورخین کے علاوه کتب حدیث کے ضمنی اشارات و آثار سے بهي اسپر روشني پڑتي هے -

اسي اثناء میں همیں معلوم هوا که شمس العلماء مولانا شبلي نعماني مرحوم نے الفاروق میں ایک مستقل عنوان سے اسپر نظر ڈالي هے' اور تمام شواهد و واقعات جمع کردیے هیں - الفاروق کے دیکھنے سے اس خیال کي پوري تصدیق هوئي - فی الحقیقت جس وسعت و تحقیق کے ساتھه انهوں نے اس بحث کو لکھدیا هے' اسپر سوا چند حدیث الطبع کتابوں کے شواهد اور بعض آثار صحابه کے' اور کچهه اضافه نہیں هوسکتا -

همارا عرصه سے خیال تها که " مختارات " کے عنوان سے ایک نیا باب رسالہ میں بڑهایا جاے - اسکا مقصد یه هو که بعض اهم اور قدیم مصنفات کے مفید مقامات و ابواب اقتباس و تہذیب کے بعد درج کیے جائیں - صدها کتابیں هیں جو شائع هو چکي هیں ' لیکن عام و سرسري نظر و مطالعه کي رو میں انکے اهم مقامات بهي دب گئے هیں - ضرورت هے که انهیں از سر نو ابهارا جاے اور بعنوان مدبب ملک کے سامنے پیش کیا جاے -

غیر مطبوعه مصنفات کے مفید ابواب و حصص بهي اسمیں درج کیے جاسکتے هیں ' اور عربي و انگریزي کتب کے تراجم و منقولات اسکا اصلي موضوع هے -

چنانچه " مختارات " کے باب کو اس اشاعة سے شروع کیا جاتا هے' اور سب سے پہلے فاروق کے اس حصه کو شائع کرتے هیں - الهلال و البلاغ کي تحریر و تصنیف کي تاریخ میں یه پہلا موقعه هے' کسي اردو کتاب کا کوئي حصه اسمیں نقل کیا گیا هے' بلکه یوں کہیے که موجوده عہد کي کسي کتاب سے کوئي چیز نقل کي گئي هے - لیکن امید هے که موضوع کي اهمیت اور منقول عنه کتاب کي ادبي وقعت اسي کي مستحق تصور کي جائیگي -

(عرب جاهلیة اور نظام فوجي)

عرب میں شاهان یمن وغیره کے یہاں فوج کا کوئي منتظم بندوبست نہیں تها - اسلام کے آغاز تک اسکي ضرورت هي نہیں پیش آئي - حضرت ابوبکر کے عہد میں صرف اسقدر هوا که خلافت کے پہلے سال غنیمت سے جسقدر بچا ' وه سب لوگوں پر دس دس روپے کے حساب سے تقسیم کردیا گیا - دوسرے سال آمدني زیاده هوئي تو یه تعداد دس سے بیس تک پہنچ گئي ' لیکن نه تو فوج کي کچهه تنخواه مقرر هوئي ' نه اهل فوج کا کوئي رجسٹر بنا ' اور نه کوئي محکمه جنگ قائم هوا -

حضرت عمر رض کي اوائل خلافت تک بهي یهي حال رها ' لیکن سنه ۱۵ هجري میں حضرت عمر نے اس صیغے کو اسقدر منتظم اور باقاعده کردیا که اسوقت کے لحاظ سے تعجب هوتا هے -

(حضرت عمر کا فوجي نظام)

حضرت عمر کے توجه کرنے کے مختلف اسباب بیان کیے گئے هیں - عام روایت یه هے که حضرت ابوهریره جو بحرین کے حاکم مقرر کیے گئے تهے' پانچ لاکهه درهم لیکر مدینه میں آئے' اور حضرت عمر کو اس کي اطلاع دي - پانچ لاکهه کي رقم اس وقت اسقدر اعجوبه چیز تهي که حضرت عمر نے فرمایا : جیز هے ! کہتے کیا هو ؟ انهوں نے پهر پانچ لاکهه کہا - حضرت عمر نے فرمایا : تم کو گنتي بهي آتي هے ؟ ابوهریره نے کہا هاں ! یه کہکر پانچ دفعه لاکهه لاکهه کہا - حضرت عمر کو یقین آیا تو مجلس شوری منعقد کي' اور راے پوچهي که اسقدر زر کثیر کیونکر صرف کیا جاے ؟ حضرت علي' حضرت عثمان' اور دیگر صحابه نے مختلف تجویزیں پیش کیں - ولید بن هشام نے کہا که میں نے شام کے والیان ملک کو دیکھا هے که ان کے یہاں فوج کا دفتر اور رجسٹر مرتب رهتا هے - حضرت عمر کو یه راے پسند آئي اور فوج کي اسم نویسي اور ترتیب دفتر کا خیال پیدا هوا -(۱) ایک اور روایت میں هے که راے دهنده نے سلاطین عجم کا حواله دیا ' اور یهي روایت قرین قیاس هے' کیونکه جب دفتر مرتب هوا تو اس کا نام دیوان رکھا گیا ' اور یه فارسي لفظ هے - دبستان ' دبیر ' دفتر ' دیوان ' سب ایک ماده کے الفاظ هیں جنکا مشترک ماده " دب " ایک پہلوي لفظ هے' جسکے معنے نگاه رکھنے کے هیں -

(تمام ملک کو فوج بنانا)

بهر حال سنه ۱۵ هجري میں حضرت عمر نے فوج کا ایک مستقل محکمه قائم کرنا چاها - اس باب میں ان کي سب سے زیاده قابل لحاظ جو تجویز تهي' وه تمام ملک کو فوج بنانا تها - انهوں نے اس مسئلے کو که هر مسلمان فوج اسلام کا ایک قدرتي سپاهي هے' باقاعده طور سے عمل میں لانا چاها - لیکن چونکه ابتداء میں ایسي تعمیم ممکن نه تهي' اسلیے اول قریش اور انصار سے کام شروع کیا - مدینه منوره میں اسوقت تین شخص بہت بڑے نساب اور حساب و کتاب

(۱) مقریزي صفحه ۹۲ اور فتوح البلدان صفحه ۴۴۹ -

تھے' آباد کیے - (۱) سنه ۱۹ھ میں جب یزید بن ابي سفیان کا انتقال ہوا تو اُن کے بھائي معاویه نے حضرت عمر رضي الله عنه کو اطلاع دي که سواحل شام پر زیادہ تیاري کي ضرورت ہے - حضرت عمر نے اُسي وقت حکم بھیجا که تمام قلعوں کي نئے سرے سے مرمت کرائي جاے' اور اُن میں فوجیں مرتب کیجائیں' اس کے ساتھ تمام دریائي منظرگاھوں پر پہرہ والے تعینات کیے جائیں' اور آگ روشن رہنے کا انتظام کیا جاے (۲) -

اسکندریه میں یه انتظام تھا که عمرو بن العاص کي افسري میں جسقدر فوجیں تھیں' اُس کي ایک چوتھائي اسکندریه کے لیے مخصوص تھي' ایک چوتھائي ساحل کے مقامات میں رھتي تھي' باقي آدھي فوج خود عمرو بن العاص کے ساتھ فسطاط میں اقامت رکھتي تھي - یه فوجیں بڑے بڑے وسیع ایوانوں میں رھتي تھیں' اور ھر ایوان میں اِن کے ساتھ ایک عریف رھتا تھا' جو اُن کے قبیله کا سردار ھوتا تھا اور جسکي معرفت اُن کو تنخواھیں تقسیم ھوتي تھیں - ایوانوں کے آگے صحن کے طور پر وسیع افتادہ زمین ھوتي تھي (۳) -

سنه ۲۱ھ میں جب ھرقل نے دریا کي راہ سے مصر پر حمله کرنا چاھا' تو حضرت عمر نے تمام سواحل پر فوجي چھاؤنیاں قائم کردیں - یہاں تک که عمرو بن العاص کي ماتحتي میں جسقدر فوج تھي' اُسکي ایک چوتھائي اِنھي مقامات کے لیے مخصوص کردی (۴) - عراق میں بصرہ و کوفه اگرچه خود محفوظ مقام تھے' چنانچه خاص کوفه میں چالیس ہزار سپاھي ھمیشه موجود رھتے تھے اور انتظام یه تھا که اِن میں سے دس ہزار بیروني مہمات میں مصروف رہتے جائیں (۵)' تاھم اِن اضلاع میں عجموں کي جو فوجي چھاؤنیاں پہلے سے موجود تھیں' از سرنو تعمیر کرکے فوجي قوت سے مضبوط کردی گئیں - حزیبه اور زابوقه میں سات چھوٹي چھوٹي چھاؤنیاں تھیں' وہ سب نئے سرے سے تعمیر کردی گئیں (۶) -

صوبۂ خوزستان میں نہایت کثرت سے فوجي چھاؤنیاں قائم کي گئیں' چنانچه نہر تیری' مناذر' سواق الاھواز' سرق' ھرمزان' سوس' بنیان' جندی سابور' مہرجانقذق' یه تمام مقامات فوجوں سے معمور ھوگئے (۷) - رے اور آذر بایجان کي چھاؤنیوں میں ھمیشه دس ہزار فوجیں موجود رھتي تھیں -

---

(۱) فتوح البلدان صفحۂ ۱۵۰ میں ہے: و رتب ابو عبیدة بالس جماعة من المقاتلة' واسکنھا قوماً من العرب الذین کانوا بالشام فاسلموا بعد قدوم المسلمین الشام -

(۲) فتوح البلدان صفحۂ ۱۲۸ میں ہے: ان معاویة کتب الي عمر بن الخطاب بعد موت اخیه یزید' یصف له حال السواحل' فکتب الیه في مرمة حصونها و ترتیب المقاتلة فیھا و اقامة الحرس علی مناظرھا و اتخاذ المواقید لھا -

(۳) مقریزي جلد اول صفحۂ ۱۶۷ میں ہے: و کان لکل عریف قصر ینزل فیه بمن معه من اصحابه و اتخذوا فیه اخاید -

(۴) دیکھو طبري صفحۂ ۲۵۹۴ و مقریزي صفحۂ ۱۶۷

(۵) تاریخ طبري صفحۂ ۱۸۰۵ میں ہے و کان بالکوفة اذاذاک اربعون الف مقاتل' و کان یغزو ھذین الثغرین ری و آذربیجان ھم عشرة الاف في کل سنة - فکان الرجل نصیبه في کل اربع سنین غزوة -

(۶) فتوح البلدان صفحۂ ۴۵۰

(۷) طبري صفحۂ ۲۶۵۰ -

(فوجي چھاؤنیاں کس اُصول پر قائم کي تھیں)

اِسي طرح اور سیکڑوں چھاؤنیاں جا بجا قائم کي گئیں' جن کي تفصیل کي چنداں ضرورت نہیں - البته اِس موقع پر یه بات لحاظ کے قابل ہے که اِس سلسلے کو اسقدر وسعت کیوں دیگئي تھي اور فوجي مقامات کے انتخاب میں کیا اُصول ملحوظ تھے؟ اصل یه ہے که اسوقت تک اسلام کي فوجي قوت نے اگرچه بہت زور اور وسعت حاصل کرلي تھي' لیکن بحری طاقت کا کچھه سامان نه تھا - اُدھر یوناني مدت سے اس فن میں مشاق ھوگئے تھے - اسوجه سے شام و مصر میں اگرچه کسي اندروني بغاوت کا کچھه اندیشه نه تھا' کیونکه اھل ملک باوجود اختلاف مذھب کے مسلمانوں کو عیسائیوں سے زیادہ پسند کرتے تھے' تاھم رومیوں کے بحری حملوں کا ھمیشه کھٹکا لگا رھتا تھا - اس کے ساتھه ایشیاے کوچک ابھي تک رومیوں کے قبضے میں تھا' اور وھاں اُنکي قوت کو کوئي صدمه نہیں پہنچا تھا - اِن وجوہ سے ضرور تھا که سرحدي مقامات اور بندرگاھوں کو نہایت مستحکم رکھا جاے - یہي وجه تھي که حضرت عمر نے جسقدر فوجي چھاؤنیاں قائم کیں' انھي مقامات میں کیں' جو یا تو ساحل پر واقع تھے' یا ایشیاے کوچک کے ناکے پر تھے - عراق کي حالت اِس سے مختلف تھي' کیونکه وھاں سلطنت کے سوا ملک کے بڑے بڑے رئیس جو مرزبان کہلاتے تھے' اپني بقاے ریاست کے لیے لڑتے رھتے تھے' اور دب کر مطیع بھي ھوجاتے تھے تو اُن کي اطاعت پر اطمینان نہیں ھوسکتا تھا - اِس لیے اِن ممالک میں ھر جگه فوجي سلسله قائم رکھنا ضروري تھا که مدعیان ریاست بغاوت کا خواب نه دیکھنے پائیں -

(فوجي دفتر کي وسعت)

حضرت عمر نے اس سلسلے کے ساتھه انتظامات کے اور صیغوں پر بھي توجه کي' اور ایک ایک صیغے کو اسقدر منتظم کردیا که اُسوقت کے تمدن کے لحاظ سے ایک معجزہ سا معلوم ھوتا ہے فوجوں کي بھرتي کا دفتر جسکي ابتداء مہاجرین اور انصار سے ھوئي تھي' وسیع ھوتے ھوتے قریباً تمام عرب کو محیط ھوگیا - مدینه سے عسفان تک جو مکه معظمه سے دو منزل اِدھر ہے' جسقدر قبائل آباد تھے' ایک ایک کي مردم شماري ھوکر رجسٹر بنے - بحرین جو عرب کا انتہائي صوبه ہے بلکه عرب کے جغرافیه نویس اسکو عراق کے اضلاع میں شمار کرتے ھیں' وھاں کے تمام قبائل کا دفتر تیار کیا گیا - کوفه' بصرہ' موصل' فسطاط' حیرہ' وغیرہ میں جسقدر عرب آباد ھوگئے تھے' سب کے رجسٹر مرتب ھوے - اِس بیشمار گروہ کي علی قدر مراتب تنخواھیں مقرر کي گئیں' اور اگرچه اِن سب کا مجموعي شمار تاریخوں سے معلوم نہیں ھوتا' تاھم قراین سے معلوم ھوتا ہے که کم سے کم آٹھه دس لاکھه ھتیار بند آدمي تھے - ابن سعد کي روایت ہے که ھر سال تیس ہزار نئي فوج فتوحات کیلیے بھیجي جاتي تھي (۱) کوفه کي نسبت علامۂ طبری نے تصریح کي ہے که وھاں ایک لاکھه آدمي لڑنے کے قابل بساے گئے' جن میں سے ۴۰ ہزار باقاعدہ فوج تھي - یعني اُن کو باري باري سے ھمیشه رے اور آذر بایجان کے مہمات میں حاضر رھنا ضرور تھا -

(سالانه بھرتي)

یہي نظام تھا جس کي بدولت ایک مدت تک تمام دنیا پر عرب کا رعب و داب قائم رھا' اور فتوحات کا سیلاب برابر بڑھتا گیا - جسقدر اس نظام میں کمي ھوتي گئي' اسي قدر عرب کي طاقت میں ضعف آتا گیا - سب سے پہلے امیر معاویه نے اسمیں تبدیلي کي یعني شیرخوار بچوں کي تنخواہ بند کردي - عبد الملک بن مروان

---

(۱) کنز العمال صفحه ۳۳۱ - امام مالک نے موطا میں ۳۰ ہزار کے بجاے ۴۰ ہزار کي تعداد بیان کي ہے -

وه صرف عراق ' مصر ' جزيره ' اور شام تھے - چنانچه اسي اصول پر فوجي صدر مقامات بھي انھي ممالک ميں قائم کيے گئے - موصل جزيره کا صدر مقام تھا - شام کي وسعت کے لحاظ سے وهاں متعدد صدر مقام کرنے ضرور تھے' اس ليے دمشق ' فلسطين ' حمص ' اردن' چار صدر مقام قرار ديے - فسطاط کي وجه سے جو اب قاهره سے بدل گيا ' تمام مصر پر اثر پڑتا تھا - بصره' کوفه ' يه دو شهر فارس ' خوزستان ' اور تمام مشرق کي فتوحات کے دروازے تھے

(بارکيں ' سواري ' اور رسد)

ان صدر مقامات ميں جو انتظامات فوج کے ليے کيے تھے' حسب ذيل تھے :

(١) فوجوں کے رهنے کے ليے بارکيں تهيں - کوفه ' بصره' فسطاط ' يه تينوں شهر دراصل فوج کے قيام اور بود و باش کے ليے آباد کيے گئے تھے - موصل ميں عجميوں کے زمانے کا ايک قلعه' چند گرجے' اور معمولي مکانات تھے - هرثمه بن عرفنجه ازدي (گورنر موصل) نے حضرت عمر کي هدايت کے بموجب داغ بيل ڈال کر اسکو شهر کي صورت ميں آباد کيا ' اور عرب کے مختلف قبيلوں کے ليے جدا جدا محلے بسالے -

(٢) هر جگه بڑے بڑے اصطبل خانے تھے جن ميں چار چار هزار گھوڑے هر وقت ساز و سامان کے ساتھ تيار رهتے تھے - يه صرف اس غرض سے مهيا رکھے جاتے تھے که دفعتاً ضرورت پيش آجائے تو ٣٢ - هزار سواروں کا رساله فوراً تيار هوجائے - (١) سنه ١٧ - هجري ميں جزيره والوں نے دفعتاً بغاوت کردي تو يهي تدبير کليد ظفر تھهري - ان گھوڑوں کي پرداخت اور تربيت ميں نهايت اهتمام کيا جاتا تھا - مدينهٔ منوره کا انتظام حضرت عمر نے خود اپنے اهتمام ميں رکھا تھا - شهر سے چار منزل پر ايک چراگاه (٢) تيار کرائي تھي' اور خود اپنے غلام کو جسکا نام هني تھا ' اسکي حفاظت اور نگراني کے ليے مقرر کيا تھا - ان گھوڑوں کي رانوں پر داغ کے ذريعه سے يه الفاظ لکھے جاتے تھے: " في سبيـــل اللــه " (٣) کوفه ميں اسکا اهتمام سلمان بن ربيعة الباهلي کے متعلق تھا' جو گھوڑوں کي شناخت اور پرداخت ميں کمال رکھتے تھے' يهاں تک که اُن کے نام ميں يه خصوصيت داخل هوگئي تھي ' اور سلمان الخيل کے نام سے پکارے جاتے تھے - جاڑوں ميں يه گھوڑے اصطبل خانے ميں رکھے جاتے تھے - چنانچه چوتھي صدي تک يه جگه " آري " کے نام سے مشهور تھي جس کے معنے اصطبل خانه کے هيں' اور اسي لحاظ سے عجمي اسکو آخور شاه جهاں کهتے تھے - بهار ميں يه گھوڑے ساحل فرات پر عاقول

(١) تاريخ طبري صفحهٔ ٢٥٠٣ ميں هے : كان لعمر اربعة الف فرس' عدة لكون ان كان يشتيها في قبلة قصر الكوفة - و بالبصرة نحو منها - و قيمه عليهــا جزء بن معاوية و في كل مصر من الامصار الثمــانية على قدرها - فان نابتتهم نايبة ركب قوم و تقدموا الى ان يستعد الناس -

(٢) حضرت عمر نے گھوڑوں اور اونٹوں کي پ[illegible] اور پرداخت کے ليے عرب ميں متعدد چراگاهيں تيار کرائي تهيں - سب سے بڑي چراگاه مقام ربذه ميں تھي جو مدينهٔ منوره سے ٣ - منزل کے فاصلے پر نجد کے ضلع ميں واقع هے - يه چراگاه دس ميل لمبي اور اسيقدر چوڑي تھي - دوسري مقام ضريه ميں تھي جو مکه معظمه سے سات منزل پر هے - اسکي وسعت هر طرف سے چھه چھه ميل تھي' اسميں قريباً ٤٠ هزار اونٹ پرورش پاتے تھے - ان چراگاهوں کي پوري تفصيل خلاصة الوفا باخبار دار المصطفى مطبوعه مصر صفحه ٢٥٥ و ٢٥٦ ميں هے -

(٣) کنز العمال جلد - ٩ - صفحه - ٣٣١ -

کے قريب شاداب چراگاهوں ميں چرائے جاتے تھے - سلمان همیشه گھوڑوں کي تربيت ميں نهايت کوشش کرتے تھے' اور هميشه سال ميں ايک دفعه گھوڑ دوڑ بھي کراتے تھے -

خاص کر عمده نسل کے گھوڑوں کو اُنھوں نے نهايت ترقي دي - اس سے پہلے اهل عرب نسل ميں ماں کي پروا نهيں کرتے تھے - سب سے پہلے سلمان نے يه امتياز قائم کيا - چنانچه جس گھوڑے کي ماں عربي نهيں هوتي تھي' اُسکو دوغلا قرار ديکر تقسيم غنيمت ميں سوار کو حصے سے محروم کرديتے تھے - (١)

بصره کا اهتمام جزء بن معاويه کے متعلق تھا جو صوبهٔ اهواز کے گورنر ره چکے تھے -

(٣) فوج کے متعلق هر قسم کے کاغذات اور دفتر انهي مقامات ميں رهتا تھا -

(٤) رسد کے ليے جو غله اور اجناس مهيا کي جاتي تھيں' وه انهي مقامات ميں رکھي جاتي تھيں ' اور يهيں سے اور مقامات کو بھيجي جاتي تھيں -

(فوجي چھاؤنياں)

ان صدر مقامات کے علاوه حضرت عمر نے بڑے بڑے شهروں اور مناسب مقامات ميں نهايت کثرت سے فوجي چھاؤنياں قائم کيں' اور عرب کو تمام ممالک مفتوحه ميں پھيلا ديا - اگرچه يه ايک عام اُصول تھا که جو شهر فتح هوتا تھا' اُسي وقت ايک مناسب تعداد کي فوج وهاں متعين کردي جاتي تھي (٢) جو وهاں سے ٹلتي نه تھي چنانچه حضرت ابو عبيده نے جب شام فتح کيا ' تو هر هر ضلع ميں ايک ايک عامل مقرر کرديا جس کے ساتھ ايک معتد به فوج رهتي تھي ' ليکن امن و امان قائم هونے پر بھي کوئي بڑا ضلع يا شهر ايسا نه تھا جهاں فوجي سلسله قائم نهيں کيا گيا هو -

سنه ١٧ هجري ميں حضرت عمر نے جب شام کا سفر کيا تو اُن مقامات ميں جهاں ملک کي سرحد دشمن کے ملک سے ملتي تھي' يعني ملک' بنج' رعبان ' قورس ' تيزين ' انطاکيه' وغيره (عربي ميں اُن کو فروج يا ثغور کهتے هيں) ايک ايک شهر دوره کيا اور هر قسم کا فوجي نظم و نسق اور مناسب انتظامات کيے - جو مقامات دريا کے کنارے پر واقع تھے اور بلاد ساحليه کهلاتے تھے (يعني عسقلان ' يافا ' قيساريه ' ارسوف ' عکا ' صور ' بيروت ' طرسوس ' صيدا ' ايلس ' لاذقيه) چونکه روميوں کي بحري طاقت کي زد پر تھے' اس ليے اسکا مستقل جداگانه انتظام کيا ' اور اسکا افسر کل عبد الله بن قيس کو مقرر کيا - (٣) بالس چونکه غربي فرات کے ساحل پر تھا اور عراق سے هم سرحد تھا' اسليے وهاں فوجي انتظام کے ساتھ اسقدر اور اضافه کيا که شامي عرب جو اسلام قبول کرچکے

(١) کتب رجال ميں سلمان بن ربيعه کا تذکره ديکھو -

(٢) فتوح البلدان صفحهٔ ١٢٨ ميں هے : و كان المسلمون كلما فتحوا مدينة ظاهرة او عند ساحل رتبوا فيها قدر من يحتاج له اليه من المسلمين - فان حدث في شي منها حدث من قبل العدو سربوا اليها الامداد - اور صفحهٔ ١٥ ميں هے : و ولي ابو عبيد كل كورة فتحها عاملا و ضم اليه جماعة من المسلمين و شحن النواحي المخوفة -

(٣) تاريخ طبري صفحهٔ ٢٥٢٣ - اصل عبارت يه هے قسم عمر الارزاق و سمي الشواتي و الصوايف و سد فروج الشام و مسالحها و اخذ يدرر بها' و سمي ذلك في كل كورة' و استعمل عبد الله بن قيس علي السواحل من كل كورة -

هر فرمایش میں البلاغ کا حواله دینا ضروری هے

رینلڈ کی مسٹریز اف دی کورٹ ف لنڈن

یه مشهور ناول جو که سوله جلدوںمیں هے ابهي چهپ کر نکلی هے اور تهوڑي سي رهگئي هے - اصلي قیمت کي چوتهائي قیمت میں دیجاتي هے - اصلي قیمت چالیس ۴۰ روپیه اور اب دس ۱۰ روپیه - کپڑیکي جلد هے جسمیں سنهري حروف کي کتابت هے اور ۳۱۶ هاف ٹون تصاویر هیں تمام جلدیں دس روپیه میں وي - پي اور ایک روپیه ۱۴ - آنه محصول ڈاک -

امپیریل بک ڈیپو - نمبر ۶۰ سریگوپال ملک لین - بئوبازار - کلکته

Imperiai Book Depot, 6o Srigopal Mullick Lane,
Bowbazar Calcutta.

نصف قیمت اور

تبله انعام

همارا سائنس فکسن فورٹ هارمونیم سریلا اور مضبوط سب موسم اور آب و هوا میں یکساں رهنے والا همارے خاص کارخانه میں گراساں لکڑي سے طیار کیا هوا هے اسوجه سے کبهي پوري قیمت اور کبهي نصف قیمت پر فروخت کرتے هیں - ایک ماه کیلیے یه قیمت رکهی گئی هے- ایک مرتبه منگواکر آزمایش کیجیے - نهیں تو پهر آپکو افسوس کرنا پڑیگا - اگرچه مال ناپسند هوے تو تین روز کے اندر واپس کرنے سے هم واپس کرلیوینگے - اس وجه سے آپ دریافت کرلیجیے نه یه کمپنی کسی کو دهوکا نهیں دیتی هے - گرانٹی تین برس - سنگل ریڈ اصلی قیمت ۳۵ - ۴۰ - ۵۰ روپیه - اور اسوقت نصف قیمت ۱۹ - ۲۰ - ۲۵ روپیه - و ڈبل ریڈ اصلی قیمت ۶۵ - ۷۰ - ۸۰ - ۹۰ روپیه - و نصف قیمت ۳۲ - ۳۵ - ۴۰ - ۴۵ روپیه - هر ایک باجه کیواسطے مبلغ پانچ روپیه پیشگي روانه کرنا چاهیے اور اپنا پورا پته اور ریلوے اسٹیشن صاف صاف لکهنا چاهیے - هر ایک سنگل ریڈ کے ساتهه ایک گهڑي اور ڈبل ریڈ کے ساتهه ایک تبله و ڈگی انعام دیا جاویگا - هندسي هارمونیم سکهها کا قیمت ایک روپیه هے -

نیشنل هارمونیم کمپني ڈاکخانه شمله - کلکته

SALVITAE

یه ایک اتنا مجرب دوا اُن امراض کا هے که جسکي وجه سے انسان اپنی قدرتي قوت سے گرجاتا هے- یه دوا اُن کهوئي هوئي قوت کو پهر پیدا کر دیتي هے - قیمت ایک روپیه -

ASTHMA TABLETS

کسی قسم کا دمه اور کتنے هي عرصه کا هو اگر اس سے اچها نه هو تو همارا ذمه - کهانسي کے لیے بهي مفید هے- قیمت ایک روپیه -

PILES TABLETS.

بواسیر خوني هو یا بادي - بغیرجراحي عمل کے اچها هوتا هے - قیمت ایک روپیه -

S. C. Roy, M. A. Mfg. Chemists 36 Dharamtola Street, Calcutta.

هر قسم کے جنون کا مجرب دوا

اسکے استعمال سے هر قسم کا جنون خواه نوبتي جنون ' مرگي والا جنون ' غمگین رهنے کا جنون' عقل میں فتور ' بے خوابي وغیره وغیره دفع هوتي هے - اور وه ایسا صحیح و سالم هو جاتا هے که کبهی ایسا گمان تک بهي نهیں هوتا که وه کبهی ایسے مرض میں مبتلا تها -

قیمت فی شیشي پانچ روپیه علاوه محصول ڈاک -

S. C. Roy, M. A. 167/3, Cornwallis Street, Calcutta.

امراض مستورات

کے لیے ڈاکٹر سیلم صاحب کا اوبهرالین

مستورات کے جمله اقسام کے امراض کا خلاصه نه آنا - بلکه اسوقت درد کا پیدا هونا - اور اسکے دیر با هونیسے تشنج کا پیدا هونا - اولاد کا نهونا غرض کل شکایات جو اندروني مستورات کو هوتے هیں - مایوس شده لوگونکو خوشخبري دیجاتي هے که مندرجه ذیل مستند معالجونکي تصدیق کرده دوا کو استعمال کریں اور ثمره زندگاني حاصل کریں یعني ڈاکٹر سیلم صاحب کا اوبهرالین استعمال کریں اور کل امراض سے نجات حاصل کرکے صاحب اولاد هوں -

مستند مدراس شاهي - ڈاکٹر ایم سی ننجنڈا راؤ اول اسسٹنٹ کیمیکل اگزامنر مدراس فرماتے هیں " میںنے اوبهرالین کو امراض مستورات کیلیے " نهایت مفید اور مناسب پایا -

مس ایف - جي - ریلس - ایل - ار بل آر - سي - پي ایلڈ ایس - سی گوشا اسپتال مدراس فرماتی هیں :- " نمونے کي شیشیاں اوبهرالین کي اپنے مریض پر استعمال کرایا اور بیحد نفع بخش پایا " -

مس ایم جي - ایم - براڈلي ایم - ڈي (لنڈن) بي - ایس - سي - (لنڈن) سینٹ جان اسپتال ارکاٹ بمبلي فرماتي هیں : " اوبهرالین جسکو که میںنے استعمال کیا هے " زنانه شکایتوں کیلیے بہت عمده اور کامیاب دوا هے "

قیمت في بوتل ۲ روپیه ۸ آنه - ۳ بوتل کے خریدار کیلیے صرف ۶ روپیه -

پرچه هدایت مفت درخواست آنے پر روانه هوتا هے

Harris & Co., Chemists, Kalighat Calcutta.

IMPERIAL FLUTE

بهترین اور نهایت لاجواب قیمت سنگل ریڈ ۱۴ - ۱۸ - ۲۰ روپیه

قیمت ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۸ - ۳۵ روپیه

هر درخواست کے ساتهه ۵ روپیه بطور پیشگي آنا چاهیے -

GANGA FLUTE

قیمت سنگل ریڈ ۱۳ - ۱۷ - و ۲۰ - روپیه -

ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۷ - ۳۵ - روپیه

I mperial Depot. 60, Srigopal Vallick Lane
Bowbazar, Calcutta.

پوپن ٹائین

ایک عجیب و غریب ایجاد اور حیرت انگیز غذا ... دماغی ... کو دفع کرتي هے - پژمرده ... کو تازه بناتي هے - یه ایک نهایت ... ٹانک هے جوکه یکساں مرد اور عورت استعمال کرسکتے هیں - اسکے استعمال سے ... رکهنے کو قوت پهر ملتي هے - هسٹریا وغیره کو بهي ... هے ... لیے ... قیمت دو روپیه -

زینو ٹون

اس دوا کے بیروني استعمال سے ... ایکبارگي ... جاتي هے اس کے استعمال کرنے هي آپ محسوس ... قیمت ایک روپیه ...

AYESHA

مفرح دماغ - حسن کي افزایش - رگوں کي تازگي - بال کا بڑ ... باتیں اسمیں موجود هیں - نهایت خوشبودار - قیمت ۲ روپیه -

نمونه مُفت - مشوره مُفت - فهرست مُفت

Dattia & Co, Manufacturing Chemist Post Box 141 Calcutta

مفت! مفت!!

راے صاحب ڈاکٹر کے - سي - داس صاحب کا تصنیف کرده نوجوانوں کا رهنما و صحت جسماني و زندگي کا بیمه کتاب ... عیاشی - مفت روانه هوگا -

Swasthy Sahaya Pharmacy, 30/2, Harrison Road Calcutta

نے اور بھی اسکو گھٹایا، اور معتصم باللہ نے سرے سے فوجی دفتر میں سے عرب کے نام ہی نکال دیے، اور اُسی دن درحقیقت حکومت بھی مسلمانوں کے ہاتھہ سے نکل گئی - یہ ایک اتفاقیہ جملہ بیچ میں آگیا تھا - ہم پھر حضرت عمر کے فوجی نظام کی طرف واپس آتے ہیں - حضرت عمر نے فوجی دفتر کو یہاں تک وسعت دی کہ اہل عجم بھی اُسمیں داخل کیے گئے - یزد گرد شاہنشاہ فارس نے دیلم کی قوم سے ایک منتخب دستہ تیار کیا تھا جس کی تعداد چار ہزار تھی، اور جند شاہنشاہ یعنی فوج خاصہ کہلاتا تھا - یہ فوج قادسیہ میں کئی معرکوں کے بعد ایرانیوں سے علحدہ ہو کر اسلام کے حلقے میں آگئی - سعد بن ابی وقاص گورنر کوفہ نے ان کو فوج میں داخل کرلیا، اور کوفہ میں آباد کرکے اُن کی تنخواہیں مقرر کردیں (۱) -

(فوجی اقوام)

چنانچہ اسلامی فتوحات میں ان کا نام بھی جا بجا تاریخوں میں آتا ہے - یزد جرد کی فوج ہراول کا سردار ایک بڑا نامی افسر تھا جو سیاہ کے لقب سے پکارا جاتا تھا - سنہ ۱۷ ہجری میں یزد گرد اصفہان کو روانہ ہوا تو سیاہ کو تین سو سواروں کے ساتھہ جن میں ستر بڑے بڑے نامی پہلوان تھے، اصطخر کی طرف بھیجا کہ ہر ہر شہر سے چیدہ بہادر منتخب کرکے ایک دستہ تیار کرے - ابو موسی اشعری نے جب سنہ ۲۰ ہجری میں سوس کا محاصرہ کیا تو یزد گرد نے سیاہ کو حکم دیا کہ اس چیدہ رسالے کے ساتھہ ابو موسی کے مقابلے کو جائے - سوس کی فتح کے بعد سیاہ نے مع تمام سرداروں کے ابو موسی سے چند شرائط کے ساتھہ امن کی درخواست کی - ابو موسی کو شرائط پر راضی نہ تھے، لیکن بہیئت واقعہ سے حضرت عمر کو اطلاع دی - حضرت عمر نے لکھہ بھیجا کہ تمام شرائط منظور کر لیے جائیں - چنانچہ وہ سب کے سب بصرہ میں آباد کیے گئے اور فوجی دفتر میں نام درج کرکے اُن کی تنخواہیں مقرر کردی گئیں - انمیں سے چھہ افسروں کی (جن کے نام یہ ہیں: سیاہ، خسرو، شہریار، شیرویہ، شہرویہ، افرودین) ڈھائی ڈھائی ہزار اور سو سو بہادروں کی دو دو ہزار تنخواہ مقرر ہوئی - تستر کے معرکہ میں سیاہ ہی کی تدبیر سے فتح حاصل ہوئی تھی - (۲)

باذان نوشیروان کی طرف سے یمن کا گورنر تھا، اُسکی ماتحتی میں جو ایرانی فوج تھی، اُسمیں سے اکثر مسلمان ہوگئے تھے - اِن کا نام بھی دفتر فوج میں لکھا گیا - تعجب یہ ہے کہ فاروقی لشکر ہندوستان کے بہادروں سے بھی خالی نہ تھا - سندھ کے جات جنکو اہل عرب زط کہتے تھے، یزد گرد کے لشکر میں شامل تھے - سوس کے معرکہ کے بعد وہ اسلام کے حلقہ بگوش ہوے، اور فوج میں بھرتی کرکے بصرہ میں آباد کیے گیے - (۳)

یونانی اور رومی بہادر بھی فوج میں شامل تھے - چنانچہ فتح مصر میں اِن میں سے پانسو آدمی شریک جنگ تھے، اور جب عمرو بن العاص نے فسطاط آباد کیا تو یہ ایک جداگانہ محلے میں آباد کیے گئے - یہودیوں سے بھی یہ سلسلہ خالی نہ تھا، چنانچہ مصر کی فتح میں ان میں سے ایک ہزار آدمی اسلامی فوج کے ساتھہ شریک تھے - (۴)

غرض حضرت عمر نے صیغۂ جنگ کو جو وسعت دی تھی، اُس کے لیے کسی قوم اور کسی ملک کی تخصیص نہ تھی - یہاں تک کہ مذہب و ملت کی بھی کچھہ قید نہ تھی - والنٹیر فوج میں تو ہزاروں مجوسی شامل تھے جنکو مسلمانوں کے برابر مشاہرے ملتے تھے - فوج نظام میں بھی مجوسیوں کا پتہ ملتا ہے، چنانچہ اسکی تفصیل غیر قوموں کے حقوق کے ذکر میں آئیگی - لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ صیغۂ جنگ کی یہ وسعت جسمیں تمام قوموں کو داخل کرلیا گیا تھا، صرف اسلام کی ایک فیاضی تھی، ورنہ فتوحات ملکی کے لیے عرب کو اپنی تلوار کے سوا اور کسی کا کبھی ممنون ہونا نہیں پڑا - البتہ اِس سے بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ جن قوموں سے مقابلہ تھا، اُنہیں کے ہم قوموں کو اُن سے لڑانا فن جنگ کا بڑا اُصول ہے :

که خرگوش هر مرز را هم شگفت
سگ آن ولایت تواند گرفت

جیسا کہ ہم اوپر لکھہ آے ہیں، ابتداے انتظام میں فوجی صیغہ صاف صاف جداگانہ حیثیت نہیں رکھتا تھا - یعنی جو لوگ اور اور حیثیتوں سے تنخواہیں پاتے تھے، اُن کے نام بھی فوجی رجسٹر میں درج تھے، اور اُسوقت یہی مصلحت تھی - لیکن حضرت عمر نے اب یہ پردہ بھی اُٹھا دینا چاہا - شروع شروع میں تنخواہ کی کمی بیشی میں قرآن خوانی کے وصف کا بھی لحاظ ہوتا تھا، لیکن چونکہ اس کو فوجی اُمور سے کچھہ تعلق نہ تھا اسلیے حضرت عمر نے اسکو صیغۂ تعلیم سے متعلق کرکے اِس دفتر سے الگ کردیا - چنانچہ سعد بن وقاص کو یہ الفاظ لکھہ بھیجے : لا تعط علی القرآن احد -

(تنخواہوں میں ترقی)

اسکے بعد تنخواہوں کی ترقی کی طرف توجہ کی، وہ فوج کو زراعت، تجارت، اور اس قسم کے تمام اشغال سے بزور باز رکھتے تھے، اس لیے ضرور تھا کہ اُن کی تمام ضروریات کی کفالت کی جاے، چنانچہ اس لحاظ سے تنخواہوں میں کافی اضافہ کیا گیا - ادنی سے ادنی شرح جو ۲۰۰ سالانہ تھی ۳۰۰ کردی - افسروں کی تنخواہ سات ہزار سے لیکر دس ہزار تک بڑھا دی - بچوں کی تنخواہ دودھہ چھوڑنے کے دن سے مقرر ہوتی تھی، اب حکم دیدیا کہ پیدا ہونے کے دن ہی سے مقرر کردی جاے -

(رسد کا انتظام)

رسد کا بندوبست پہلے صرف اسقدر تھا کہ فوجیں مثلاً قادسیہ میں پہونچیں تو آس پاس کے دیہات پر حملہ کرکے جنس اور غلہ لوٹ لائیں، البتہ گوشت کا بندوبست دارالخلافت سے تھا یعنی حضرت عمر مدینۂ منورہ سے بھیجا کرتے تھے - (۱) پھر یہ انتظام ہوا کہ مفتوحہ قوموں سے جزیہ کے ساتھہ فی کس ۲۵ آثار غلہ لیا جاتا تھا اور وہ رسد کے کام میں آتا تھا - مصر میں غلہ کے ساتھہ روغن زیتون، شہد، اور سرکہ بھی وصول کیا جاتا تھا جو سپاہیوں کے لیے سالن کا کام دیتا تھا - جزیرہ میں بھی یہی انتظام تھا - لیکن اِسمیں رعایا کو زحمت ہوتی تھی چنانچہ حضرت عمر نے آخر میں اس کے بجاے نقدی مقرر کردی (۲) جسکو رعایا نے نہایت خوشی سے قبول کیا -

---

(۱) فتوح البلدان صفحہ ۲۸۰ -

(۲) طبری واقعات سنہ ۱۷ ہجری ذکر فتح سوس و فتوح البلدان از صفحۂ ۳۷۲ تا ۳۷۵ -

(۳) فتوح البلدان صفحہ ۳۷۹

(۴) مقریزی نے صفحہ ۲۹۸ میں ان سب کے حالات کسی قدر تفصیل سے لکھے ہیں -

(۱) فتوح البلدان صفحۂ - ۲۵۶ - اصل عبارت یہ ہے : فاذا احتاجوا الی العلف و الطعام، اخرجوا خیولا فی البر فاغارت علی اسفل الفرات، و کان عمر یبعث الیہم من المدینۃ الغنم والجزر -

(۲) فتوح البلدان صفحۂ ۱۷۸ و ۲۱۶ -

هذا بلاغ للناس ولينذروا به وليعلموا
انما هو اله واحد وليذكر اولوا الالباب (۱۴ : ۵۲)

جلد ۱ | کلکتہ : جمعہ ۲۲ - ۲۹ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۴ ھجری | نمبر - ۸ - ۹
Calcutta : Friday, 28th Jan. & 4th Feb. 1916.

ترجمان القرآن

یعني قرآن حکیم کا اردو ترجمہ' از خامۂ ایڈیٹر الہلال

آسماني صحائف و اسفار کے حقیقي حامل و مبلغ حضرات انبیاء کرام و رسل عظام هیں - پس انکي تبلیغ و تعلیم اور نشر و توزیع کا مقدس کام دراصل ایک پیغمبرانہ عمل ہے' جس کي توفیق صرف انهي لوگوں کو مل سکتي ہے جنهیں حق تعالی انبیاء کرام کي معیت و تبعیت کا درجہ عطا فرماتا ہے' اور اونکا نور علم براہ راست مشکواۃ نبوت سے ماخوذ هوتا ہے : و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء -

هندوستان کي گذشتہ قرون اخیرہ میں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کي توفیق ملي' وہ حضرت شاہ عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان تها - انکے فرزند حجۃ الاسلام' امام الاعلام' مجدد العصر' حضرۃ شاہ ولي اللہ قدس سرہ تهے' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حکیم کے ترجمہ کي ضرورت الہام الهي سے محسوس کي' اور فارسي میں اپنا عدیم النظیر ترجمہ مرتب کیا - انکے بعد حضرۃ شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیهما کا ظهور هوا' اور اردو زبان میں ترجمۃ القرآن کي بنیاد استوار هوئي - شکر اللہ سعیهم' و جعل الجنۃ مثواهم !

اس واقعہ پر ٹهیک ایک صدي گذر چکي ہے' لیکن یہ کہنا کسي طرح مبالغہ آمیز نہ سمجها جائیگا کہ نشر و تبلیغ قرآن حکیم کي جو بنیاد اس خاندان بزرگ نے رکهي تهي' اسکي تکمیل کا شرف حق تعالی نے ایڈیٹر الہلال کیلیے مخصوص کردیا تها' جنهوں نے بعض داعیان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز' و بلاغت و انشاء مخصوص' و فہم حقائق و معارف قرآنیہ' و ضروریات و احتیاجات وقت کو ملحوظ رکهکر قرآن حکیم کا یہ اردو ترجمہ نہایت سلیس' عام فہم' معني خیز' حقیقت نما عبارت میں مرتب کیا ہے' اور بحمد اللہ کہ زیر طبع ہے-

یہ ترجمہ کیسا ہے ؟ ان لوگوں کیلیے جو الہلال کا مطالعہ کرچکے هیں' اسکا جواب دینا بالکل غیر ضروري ہے-

یہ ترجمہ حامل المتن ٹائپ کي جگہہ لیتهو میں چهاپا جارها ہے تاکہ ارزاں هو' اور بچوں' عورتوں' سب کے مطالعہ میں آسکے- قیمت في جلد چهہ روپیہ رکهي گئي ہے- لیکن جو حضرات اس اعلان کو دیکهتے هي قیمت بهیجدینگے' انسے صرف ساڑهے چار روپیہ لیے جائینگے - درخواستیں اور روپیہ منیجر البلاغ کے نام بهیجنا چاهیے -

نوٹ :- ڈبل نمبر هونے کي وجہ سے قیمت في پرچہ چهہ آنہ

فی

مقاصد القرآن

هـذا بيـان لـلـنـاس، و هـدی و موعظة للمتقين (۳ : ۱۳۳)

یعنی قرآن حکیم کي مفصل تفسیر، از خامه اڈیٹر الهلال

اس تفسیر کے متعلق صرف اسقدر ظاهر کردینا کافي هے که قرآن حکیم کے حقائق و معارف اور اوسکي محیط الکل معلمانه دعوة کا موجوده دور جس قلم کے فیضان سے پیدا هوا هے، یه اسي قلم سے نکلي هوئي مفصل اور مکمل تفسیر القرن هے !

یه تفسیر موزوں کتابي تقطیع پر چهپنا شروع هوگئي هے - هر مهینے کے وسط میں اسکے کم سے کم ۶۴ اور زیاده سے زیاده ۱۰۰ صفحے اعلی درجه کے ساز و سامان طباعة کے ساتهه شائع هوتے رهینگے - اس سلسلے کا پهلا نمبر جسمیں نصف حصه مقدمهٔ تفسیر اور نصف سورهٔ فاتحه کي تفسیر کا هوگا، انشاء الله عنقریب شائع هوجائیگا - قیمت سالانه ۲۵ - ربیع الاول تک چار روپیه - بعد کو پانچ - روپیه -

Tel. Address: "Albalagh," Calcutta.
Telephone No. 648

AL-BALAGH.

Chief Editor:
Abul Kalam Azad,
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly Rs. 6-12

البلاغ

مراسلات و رسیل قلم تحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - ریپن لین
کلکتہ

ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

نمبر ۹ — کلکتہ : جمعہ ۲۹ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۴ ہجری — جلد ۶
Calcutta : Friday, February 4, 1916.

دعـــوة الی القـــران

(۱) قرآن حکیم کي اشاعة اور تبلیغ مسلمانوں کا قومی عشق تھا - اُنھوں نے جو کچھہ کیا صرف اسي کیلیے کیا' اور اُنکي تاریخ محامد و فضائل میں جو کچھہ بھي ھے صرف اسي کے لیے ھے - انھوں نے اپنا وطن چھوڑا تو اُسی کیلیے' عزیز و اقربا سے مہجور ھوے تو اُسي کي خاطر' مال و دولت لٹایا تو اُسي کي یاد میں' انکي تلواریں بے نیام ھوئیں تو اسی کي صولت کیلیے' اور انکي گردنوں کا خون بہا تو اُسی کے عشق میں! آہ' انکي قومي زندگي کي عام صدا یہ تھي:

اِن صـــلاتي و نسکي	میري عبادت' میري قرباني' میرا جینا
و محـیاي و ممـاتي	میرا مرنا' غرضکہ زندگي اور زندگي میں
لـلہ رب العـــالمین -	جو کچھہ ھے' سب کچھہ اللہ کیلیے ھے
	جو تمام جہانوں کا پروردگار ھے ؟

لیکن انقلاب زمانہ نے آج اُسي قوم کو اِس حالت تک پہنچادیا ھے کہ قرآن کي تبلیغ کي راہ میں ایثار نفس اور فدویت جسم و جان کی توقع کیا کي جاے' مال و دولت کے کسي حقیر حصے کا انفاق بھي ناپید ھوگیا ھے !!

(۲) حدیث صحیح میں آیا ھے کہ میري اُمة پر ایک وقت ایسا آئیگا جب ایک چھوٹي سی نیکي اتنا ثواب حاصل کریگي' جسقدر بڑي سے بڑي نیکي آج حاصل کرتي ھے' کیونکہ جب تاریکي بہت بڑھجاے اور روشني کي تمام قندیلیں بجھہ جائیں' تو اسوقت دیاسلائي کي ایک تیلي بھي بہت قیمتي ھوتي ھے' اور اگر ایک ٹمٹماتا ھوا دیا بھي میسر آجاے تو اُسے بجلي کے لیمپ سے بڑھکر لوگ غنیمت سمجھتے ھیں

یقیناً وہ وقت آگیا - تاریکي ھر طرف ھے مگر روشني کا کوئي سامان نہیں کرتا - ایسي حالت میں اگر کسي طرف سے ایک ھلکي سي شعاع بھي نظر آجاے تو اُسکي ویسي ھي عزت کرني چاھیے جیسي روشني کے عہد میں کسي قیمتي سے قیمتي فانوس کي کیا کرتے تھے -

(۳) ترجمان القرآن اور البیان کي توسیع اشاعة کیلیے بعض احباب کرام جو کچھہ سعي کررھے ھیں' میں اُسے اِسي نظر سے دیکھتا ھوں' اور چاھتا ھوں کہ لوگ بھي اسی نظر سے دیکھیں - ان دونوں کتابوں کیلیے سب سے بڑي ضرورت اس چیز کي ھے کہ غیر مستطیع مسلمانوں میں (اور وھي مسلمان سب سے زیادہ اسکے مستحق ھیں) اسکي اشاعة کا انتظام کیا جاے' اور مسلمانوں کا کوئي حلقہ اور کوئي طبقہ ایسا باقي نہ رھے جسکے اندر اسکے چند نسخے نہ پہنچ جائیں - علی الخصوص انگریزي و عربي مدارس کے طلباء' مساجد کے ائمہ و حفاظ' اور بالعموم تمام علماء کرام و ارباب ھوس و وعظ اسکے اصلي مخاطب ھیں - ان میں سے ھر شخص اپنے ساتھہ ایک بڑا دائرہ دعوة و اثر کا رکھتا ھے' اور اگر قرآن حکیم کے فہم و درس کي صحیح راہ اُسکے آگے کھل جاے تو ھزاروں مسلمانوں کے اندر تبدیلي پیدا ھوجاے -

(۴) سو الحمد للہ کہ بعض ارباب اخلاص کو اللہ نے اِسکي توفیق دي ھے کہ اُنکي متعدد جلدیں لیکر مفت تقسیم کریں' اور اسطرح اُنھوں نے ایک ایسے عہد میں جبکہ انفاق في سبیل اللہ کی سچي مثالیں ناپید ھو رھي ھیں' اور مسلمانوں کے مال و دولت میں خدا' اور اسکے کلمۂ حق کے لیے کوئي حصہ نظر نہیں آتا' ایمان باللہ اور عشق کلام الہي کا ایک قابل صد عزت نمونہ پیش کیا ھے -

اس سلسلے میں سب سے زیادہ مستحق ذکر حاجي عبد الشکور صاحب ھیں جنھوں نے تفسیر البیان کي پچاس جلدوں کي قیمت بھیجدي ھے - ان جلدونکو وہ اپنے وطن میں تقسیم کرینگے -

لیکن سب سے زیادہ قابل تقلید نمونہ اُن احباب بہاولپور کا ھے جنھوں نے اپني ایک رسمي اور تفریحي صحبت کي دلاویزیوں پر اللہ کے کلام مقدس کي تبلیغ کو ترجیح دي ھے !

جناب شیخ محمد عبد اللہ صاحب بہاولپور سے لکھتے ھیں :

" میرے ایک دوست مسٹر علي احمد خان بي - اے ھیں جنکي تنخواہ میں اللہ کے فضل سے پچاس روپیہ کا اضافہ ھوا ھے - اس ترقي کي خوشي میں دوستوں کي خواھش تھي کہ چاء اور شیریني کي کوئي صحبت منعقد ھو' لیکن سب کي یہ راے قرار پائي کہ چند لمحوں کي بیفائدہ صحبت کي جگہ اگر دین کي کوئي خدمت ھوجاے اور خدا کا کلام اسکے بندوں تک پہنچ جاے' تو یہ بڑي ھي سعادت کي بات ھوگي - پس ھم سب نے قرار دیا کہ جو روپیہ ٹي پارٹي میں خرچ کرنے کیلیے نکالا گیا تھا' اس سے آپکے ترجمة القرآن کے نسخے منگواے جائیں اور ارباب دل میں مفت تقسیم کیے جائیں - چنانچہ ۳۰ روپیہ کا مني آرڈر مرسل خدمت ھے - ترجمان القران کي قیمت میں محسوب ھو' اس روپیہ سے جسقدر نسخے آپ بھیجیں گے' مسٹر موصوف کے احباب میں تقسیم کردے جائینگے "

اللہ تعالی مسٹر موصوف اور انکے تمام دوستوں کو اس عمل خیر کیلیے جزاء خیر دے - بظاھر یہ ایک معمولي سا واقعہ ھے' لیکن غور کیجیے تو مسلمانوں کیلیے محبت قرآني کا ایک بہت بڑا نمونہ ھے - اگر لوگ اِسي طرح اپنے اولین فرض اسلامي کو محسوس کریں' تو بغیر کسي بہت بڑے دنیوي نقصان کے گوارا کیے وہ اللہ کي خدمت کیلیے بہت کچھہ کر سکتے ھیں -

اسي طرح شیخ عبد الحمید صاحب (رسولپور ضلع میرٹھہ) نے چند جلدوں کي قیمت بھیجدي ھے' اور چند قومي لائبریریوں کا پتہ لکھا ھے کہ انکي جانب سے مفت وھاں بھیجدي جائیں.

"كتاب مرقوم يشهده المقربون" (۸۳ : ۱۸)

"في ذالك فليتنافس المتنافسون !" [۸۳ : ۲۳]

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

(۱) "الہلال" تمام عالم اسلامی میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو ایک ہی وقت میں دعوۃ دینیۂ اسلامیۃ کے احیاء ' درس قرآن و سنت کی تجدید ' اعتصام بحبل اللہ المتین کا واعظ ' اور وحدۃ کلمۂ امۃ مرحومہ کی تحریک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیہ ' و فصول ادبیہ ' و مضامین و مقالات سیاسیہ و دینیہ کا مصور و مرصع مجموعہ تھا - اسکے درس قرآن و تفسیر اور بیان حقائق و معارف کتاب اللہ الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشہاد قرآنی نے تعلیمات الاہیہ کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے ' وہ اسدرجہ عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید مخالفین و منکرین تک اسکی تقلید کرتے ہیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور ہیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جملہ ' ایک ایک ترکیب ' بلکہ عام طریق تعبیر و ترتیب ' و اسلوب و رسم بیان اس وقت تک کے تمام اردو ذخیرہ میں مجددانہ و مجتہدانہ ہے -

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الاہیہ کے احکام کو جامع دین و دنیا اور حاوی سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپنی خصوصیات کے لحاظ سے کوئی قریبی مثال تمام عالم اسلامی میں نہیں رکھتا۔

(۳) وہ تمام ہندوستان میں پہلی آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکی تمام سیاسی و غیر سیاسی معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کی ' اور سیاسی آزادی و حریت کو عین تعلیمات دین و مذہب کی بنا پر پیش کیا - یہاں تک کہ دو سال کے اندر ہی اندر ہزاروں دلوں ' ہزاروں زبانوں ' اور صدہا اقلام و صحائف سے اس حقیقت کو معتقدانہ نکلوا دیا !

(۴) وہ ہندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادی و عملی الحاد کے دور میں توفیق الہی سے عمل بالاسلام والقرآن کی دعوت کا از سرِ نو غلغلہ بپا کردیا ' اور بلا ادنی مبالغہ کے کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار مشککین ' مذبذبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام ' راسخ الاعتقاد مومن ' صادق الاعمال مسلم ' اور مجاہد فی سبیل اللہ مخلص ہوگئے ہیں - بلکہ متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر کے شہر ہیں جن میں ایک نئی مذہبی بیداری پیدا ہوگئی ہے : و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم !

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جہاد فی سبیل اللہ کے جو حقائق و اسرار اللہ تعالی نے اسکے صفحات پر ظاہر کیے ' وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و مرحمت خاص ہے ۔

(۶) طالبان حق و ہدایت ' متلاشیان علم و حکمت ' خواستگاران ادب و انشاء ' تشنگان معارف الاہیہ و علوم نبویہ ' غرضکہ سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعہ اور کوئی نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی ہوجاتی ہوں - وہ مقالات و فصول عالیہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے ' جن میں سے ہر فصل و باب بجائے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے ' اور ہر زمانے اور ہر وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید ہوتا ہے۔

(۷) چھہ مہینے کی ایک جلد مکمل ہوتی ہے ۔ فہرست مواد و تصاویر بہ ترتیب حروف تہجی ابتدا میں لگا دی گئی ہے ۔ ولایتی کپڑے کی جلد ' اعلی ترین کاغذ ' اور تمام ہندوستان میں وحید و فرید چھپائی کے ساتھہ بڑی تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلی اور دوسری جلد دوبارہ چھپے گی - تیسری ' چوتھی اور پانچویں جلد کے چند نسخے باقی رہگئے ہیں - تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتھی جلد میں (۱۲۵) سے زاید ہاف ٹون تصویریں بھی ہیں ' اس قسم کی دو چار تصویریں بھی اگر کسی اردو کتاب میں ہوتی ہیں تو اسکی قیمت دس روپیہ سے کم نہیں ہوتی

(۹) با ایں ہمہ قیمت صرف سات روپیہ ہے - ایک روپیہ جلد کی اجرت ہے ۔

دمي كي بڑي بڑي چٹانوں كو پاني كي طرح بہا ديسكتي ہے' تو
.. تو اسكے سعادت مند فرزندوں كا گھرانا اور اسكے عشاق قديم كي
... محفل تهي - يہاں تو گفت و شنود حسن و عشق'
و قول و قرار وصل و وصول كي جگه صرف ايک تبسم اميد نواز
هي ديوانه بنا دينے كيليے كافي تها :

شنيـده ام كه سگاں را قـلاده مي بنـدي
چـرا بگـردن حافـظ نمي نهـي رسنے ؟

پس وه اطـاعت شعاران عشق اپنے پر اسرار و غير مـرئي
معشوق كے حكموں كے آگے سچے عاشقوں كي طرح گرگئے' اور اپنے
وجود كو ايک فرماں بردار مركب بناكر اسكے سپرد كرديا - پهر
كس قدر نادان هيں وه لوگ جو سواري كے ايک چارپاے كي تو
شكايت كرتے هيں' مگر اسكو نہيں ديكهتے جسكے هاتهه ميں اسكي
لگام تهي' اور جسكے بوجهه نے اس مسكين كي پيٹهه پر قابو پايا
تها؟ اولـئك حـزب الشيطان ؟ الا ان حـزب الشيطان هـم الخاسرون

(۱۹ : ۵۹)

قرآن حكيم نے همكو شيطان كا ايک بڑا خاصه يه بهي بتلايا ہے كه
وه اپنے وفادار غلاموں كو ايک كام كا حكم ديتا ہے' ليكن جب وه اسكي
تعميل كرتے هيں تو دنيا سے كہتا ہے كه مجهے اس كام سے كيا واسطه ؟

كمثل الشيطان اذ قـال للانسان اكفر' فلما كفر قال اني بري منـك ! (۱۶ : ۵۹)

انكي مثال شيطان كي سي ہے - اس نے انسان سے كہا كه كفر و ضلالت اختيار كر' جب انسان نے اس حكم كي تعميل كي تو پهر وه الگ هوگيا' اور
كہنے لگا كه مجهے اس كام سے كوئي واسطه نہيں - ميں تيرے كفر سے
بالكل بري الذمه هوں -

پس يه بيفائده ہے اگر آج بهي وه ظاهر كرے كه مجهے اس شر و
فساد سے كوئي واسطه نہيں اور ميں اس سے بري الذمه هوں' كيونكه
همیں اسكي قديمي عادت معلوم ہے' اور اگرچه هميشه سب كچهه
وهي كرتا ہے' پر هميشه اپنے كو الگ دكهلاتا اور ظاهر كرتا ہے كه اسے
كوئي سروكار نہيں -

ياد ركهو كه شر و فساد جسقدر ہے شيطان هي كي وسوسه اندازي
كا نتيجه ہے' ورنه اسلام كا كوئي چهوٹا سے چهوٹا فرزند بهي راه فساد
اختيار نه كرتا : ان الشيطان للانسان عدوا مبين -

اسي وسوسه اندازي كا نتيجه تها كه ليگ سے پہلے بهي شر و فساد
پيدا هوا' اور اجلاس كے اندر بهي - پس همارا جو كچهه بهي
معامله ہے' وه جهل و ناداني كي ان پتليوں سے نہيں ہے جو دنيا
كے سامنے ناچ رهي تهيں' بلكه جو كچهه بهي ہے وه اس خوفناک
آسيب سے ہے جسكي روح انكے اندر حلول كر گئي تهي' اور جب
وه چيخ رہے تهے تو اسي كي آواز انكے حلقوں سے نكل رهي تهي !

اس سے بهي بڑهكر قابل تذكره شرارت اُن لوگوں كي ہے جو
ليگ كے گذشته اجلاس كے اثرات و نتائج كي نسبت طرح طرح كي
غلط فهمياں پهيلاتے هيں' اور اس هنگامه كے واقعات كو اس انداز
سے بيان كرتے هيں' گويا انهوں نے ليگ كے اجلاس كو بالكل كهوديا -

ليكن هم كو يقين ہے كه يه تمام كوششيں بيكار هيں' اور غلط
فهمي خواه كتني هي سخت هو ليكن انسان كي بينائي نہيں
چهين سكتي - گذشته اجلاس كي كاميابي و ناكامي كا اندازه صرف
اس چيز سے كيا جاسكتا ہے كه اجلاس كا مقصود اصلي كيا تها' اور وه
حاصل هوسكا يا نہيں ؟

يه بالكل ظاهر ہے كه اس سال ليگ كے بمبئي ميں منعقد
كرنے كا كوئي مقصد اسكے سوا نه تها كه هندو مسلمانوں كے ملكي
اتفاق كي طرف سعي و طلب كا ايک نماياں قدم بڑهايا جاے'
اور موجوده حالات و مقتضيات كے مطابق مسلمانوں كي طرف سے
ايک زنده سياسي آواز بلند هوسكے -

يهي مقصد تها جسكے ليے ايک جماعت اس بات پر اڑ گئي كه
ليگ كا اجلاس ضرور بمبئي هي ميں منعقد كيا جاے' اور اسكے
فوائد كے يقين كا اسقدر اسپر استغراق طاري هوا كه انعقاد كي خوشي
ميں باهمي راضي نامه كي ايک بد ترين اور قابل صد نفرت شكل
بهي اس نے منظور كرلي -

يه راضي نامه وه ہے جسكو سر سيد علي امام كي اس "صلح
فرما" خصوصيت كا دوسرا عمل سمجهنا چاهيے جسكا پہلا عمل
مسئله مسجد كانپور كي مشهور "صلح" ہے -

اس راضي نامه كا مقصد يه تها كه ليگ كے اجلاس ميں سوا
تين تجويزوں كے جنكے الفاظ تک قرار پا چكے تهے' اور كوئي كارروائي
نه كي جاے : وفاداري' توسيع عهد ويسراے' اور ايک كميٹي كا
انعقاد -

اب اسكے بعد واقعات پر نظر ڈاليے اور ديكهيے كه يه تمام
مفسدانه ساز و سامان جو راضي نامه كے بعد بهي جاري ركهے گئے'
اُس مقصد اصلي كو كہاں تک نقصان پہنچا سكے جو ليگ كے انعقاد
سے مقصود اصلي تها ؟

آل انڈيا مسلم ليگ' اسكے كاموں' اسكي كاركن جماعت" اور
اسكے سر پرستوں كے طريق عمل كے متعلق ابتدا سے هماري ايک
خاص طرح كي راے رهي ہے' اور جو اُن دونوں جماعتوں كے افكار
سے بالكل مختلف ہے جنكو موجوده ليگ كے موافقين و مخالفين
كے نام سے پكارا جاتا ہے - با ايں همه هم يقيني طور پر ديكهه رہے هيں
كه ليگ كے آغاز وجود سے ليكر اس وقت تک اگر اسكا كوئي اجتماع
ايسا هوا ہے جسكو نسبتاً مفيد و كامياب كہا جاسكے' تو وه يهي
عجيب و غريب اجتماع تها جو باوجود ان تمام مفسدانه طاقتوں
اور مفسدانه ساز و سامان مقاومت كے ساحل بمبئي پر منعقد هوا -

انعقاد كا پہلا مقصد يه تها كه هندو مسلمانوں كے ملكي اتحاد
كي طرف ايک زياده نماياں اور موثر قدم بڑهايا جاے - اسكو كوئي
قوة فساد نه روک سكي - نه افساد و اضلال كي طاقتوں كا وه سب
سے بڑا هولناک بت روک سكا جسكے چہرے پر نقاب رهتا ہے' اور نه
اسكے مندر كے وه پجاري روک سكے جو اسكے پر اسرار حكموں پر رقص
عبادت كرتے هيں - ليگ اور كانگريس كے اجلاس ايک شهر ميں
هوے' ليگ كے ممبر هوم رول ليگ ميں شريک هوے' اور ماڈريٹ
كانگريسي پارٹي سے زياده اظهار جوش كے ساتهه اسكي كارروائي
ميں حصه ليا' پهر كانگريس ميں شريک هوے' اور ممبران
كانگريس ليگ ميں آے - يه چيز في نفسه هماري نظروں ميں
كوئي ايسي وقيع چيز نہيں ہے - مگر چونكه كانگريس اور مسلمانوں
كي تفريق كو هميشه ايک بت بناكر مسلمانوں نے پوجا ہے' اسليے
اسكا پاش پاش هونا هر طرح ايک اهم واقعه هونے كي استعداد
ركهتا ہے -

اس سے بهي اهم تر چيز يه تهي كه مسلمانوں كے سياسي
مجمع سے ايک ايسي آواز اٹهے جسميں كچهه جان هو' اور جسكي
روح كو وقت كا فرضي اور وهمي سوال اٹهاكر هلاک نه كيا جاسكے -
سو اس ميں كوئي شک نہيں كه مسٹر مظهر الحق كا ايڈريس
اس اعتبار سے ليگ كي تمام تاريخ كا حاصل زندگي ہے' اور باوجود
هجوم مشكلات و احاطۂ موانع كے اُنهوں نے جسقدر بهي اظهار
حقيقت كي توفيق پائي' وه هميشه يادگار رهيگي -

انكے ايڈريس ميں جو كچهه موجود ہے' وه بلحاظ وقت كي
مشكلات كے اسقدر وقيع ہے' كه اسكي وقعت پر غير موجود كا افسوس
غالب نہيں آ سكتا -

مسلم لیگ

مسلم لیگ کے گذشتہ اجلاس کا تذکرہ اخبارات و رسائل کے صفحات اور بحث و مذاکرہ کی صحبتوں میں قریب الاختتام ہے - کامل چار ہفتے اسپر گذر چکے' اور ہر شاہد و سامع نے اسکے نقد و بحث میں کچھہ نہ کچھہ حصہ لیا - تاہم بہت سی ضروری باتیں اب تک باقی ہیں' اور اس سے بھی زیادہ یہ کہ اصلیت کو مشتبہ کرنے کیلیے چند مفسدانہ غلط فہمیاں پھیلائی جارہی ہیں -

جنوری کے اوائل میں اگر ہمیں فرصت ملتی تو بہ تفصیل اس واقعہ کی نسبت لکھتے - لیکن اب تفصیل کا موقعہ نہیں رہا - صرف ان غلط فہمیوں کی طرف اشارہ کردینا چاہتے ہیں' جنکا اثر واقعہ کی عارضی حیثیت کی جگہ اصولی نتائج و عبر پر پڑتا ہے -

اس سلسلے میں سب سے پہلی چیز جو سامنے آتی ہے' وہ مسلمانان بمبئی کے اندرونی اختلافات کا مسئلہ ہے' جسکو عام طور پر لیگ کے ہنگامہ کی اصلی علت قرار دیا جاتا ہے -

ہم اس تعجب اور حیرانی کے ظاہر کرنے کیلیے الفاظ نہیں پاتے' جسکے ساتھہ ہم نے ان تحریروں کو پڑھا ہے جو بعض مدعیان علم و واقفیت نے شائع کی ہیں' اور جنکے اندر وہ یقین کے ساتھہ ظاہر کرتے ہیں کہ مسلمانان بمبئی کے سیاسی اختلاف اور پارٹی فلینگ نے لیگ کے جلسے کو اس مصیبت سے دو چار کیا !

دنیا میں علم و یقین کے حاصل کرنے کا ذریعہ مشاہدہ ہے' سماع ہے' روایت ہے' قیاس صحیح ہے' اور تواتر و تسلسل واقعات ہے - ہم حیران ہیں کہ لیگ کے اجلاس بمبئی کے متعلق یہ تمام ذرائع موجود ہیں' اور ان میں سے ہر ذریعہ صاف صاف یقین دلا رہا ہے کہ اس ہنگامہ کو نہ تو مسلمانان بمبئی کے کسی سیاسی اختلاف آراء سے تعلق تھا' اور نہ مختلف سیاسی جماعتوں کی کشمکش سے - یہ جو کچھہ ہوا' اسکی علۃ اصلی صرف ایک ہی تھی' اور وہ صرف اسی مخفی طاقت کی کارفرمائی تھی جو ہمیشہ خود تو پس پردہ رہتی ہے' لیکن اپنے تنخواہ دار سپاہیوں کو آگے بھیجدیتی ہے - تاکہ میدان رزم میں خیمہ نشیں سپہ سالار کے احکام کی تعمیل کریں -

لیگ کے اجلاس سے پہلے جو کچھہ ہوا' اور لیگ کے اجلاس کے اندر جو کچھہ ہوا' دونوں کی پوری سرگذشت دنیا کے سامنے موجود ہے - اور وہ اس حقیقت کو اسدرجہ روشن و واضح صورت میں نمایاں کر رہی ہے کہ ہندوستان کے مخفی دسائس و فریب کی پوری تاریخ میں ایسا بے نقاب جلوہ کبھی بھی نظر نہیں آیا تھا -

ان نادانوں یا دانستہ حق پوشوں کا بیان ہے کہ لیگ نے اس سال کانگریس سے ملنا چاہا' اور ہندوستان کے مستقبل کی امیدوں میں وہ یک قلم ہندوں کے ہمدوش کھڑی ہوگئی - مثل آزر ستانات کے بمبئی میں بھی مسلمانوں کا ایک گروہ اس بدعت کا مخالف موجود تھا - اس نے پہلے کوشش کی کہ جلسہ نہو - پھر جب سید علی امام نے بمبئی میں راضی نامہ کرانے کی یادگار عزت حاصل کی' تو مجبوراً ساتھہ ہوگیا - تاہم اختلاف شدید تھا - اسکی دانشمندی و سیاست فہمی کسی طرح بھی گوارا نہیں کرسکتی تھی کہ مسلمان ہندوں کے ساتھہ ملکر اپنے آپکو تباہ کر ڈالیں - پس وہ ایک مجاہد حق جماعت کی طرح جہاد فی سبیل الحق کیلیے طیار ہوگیا' اور شہر کے بدمعاشوں اور اراذل کی ایک پلٹن طیار کرکے لیگ پر حملہ کردیا -

لیکن جن لوگوں کو اخبارات کے صفحوں پر اسطرح علانیہ کذب سرائی سے عار نہیں آتا' کیا وہ بتلاسکتے ہیں کہ جس جماعت نے لیگ کی مخالفت میں حصہ لیا' اس میں وہ کون لوگ ہیں جنکو سیاست فہمی اور قوم پرستی کا یہ خلعت عطا ہورہا ہے ؟ کیا پچاس ساٹھہ آدمیوں کی وہ جماعت جو وزیٹروں کے حلقہ میں آکر بیٹھہ گئی تھی' اور جسے صرف یہ تعلیم دی گئی تھی کہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد "شیم شیم" کا نعرہ بلند کرتے رہنا' چنانچہ وہ مسکین اپنے پیشواؤں کے شور و غل پر بھی اسی آموختہ کو دہرا دیتے تھے ؟ اگر وہ نہیں تو پھر کیا علی خاں معروف بہ عبد الرؤف جو پرانی گاڑیوں کو رنگا کرتا ہے' اور جس غریب کو یہ بھی نہیں معلوم کہ کانگریس کیا بلا ہے اور لیگ کس جانور کا نام ہے ؟ اگر وہ بھی نہیں تو پھر کیا بمبئی کے بدمعاشوں کا وہ سردار جو اسٹیج کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا تھا اور جو لیگ سے اپنے سیاسی اختلاف کو اس ماہرانہ جملے میں ادا کرتا تھا کہ " میرا ملک کابل کیوں ہندوں کو بخش رہے ہو " ؟ اگر یہ لوگ صرف مزدور تھے' اور سیاست کا معلم وہی تھا جسکے ذریعہ انہوں نے مزدوری پائی' تو پھر کیا سلیمان قاسم مٹھا کے روپیوں کی تھیلیوں میں اس سیاسی فہم و تدبر کو ڈھونڈھیں' حالانکہ روپیہ سے آلو اور بمبئی کے بدمعاش' دونوں چیزیں خریدی جاسکتی ہیں مگر نہ تو عقل خریدی جاسکتی ہے اور نہ علم !

لطف کی بات یہ ہے کہ ان بحث کرنے والوں میں اکثر لوگ وہ ہیں جو خود بمبئی میں موجود تھے' لیکن انکی واقفیت کا یہ حال ہے کہ بیچارے علی خاں سندھی کو " مولانا عبد الرؤف " کے لقب سے لکھتے ہیں' اور سمجھتے ہیں کہ یہ کوئی بمبئی کا بڑا لیڈر ہے جس نے بھرے جلسے میں مخالفت کی' اور محض سیاسی اختلاف کی وجہ سے شور و غل مچایا - حالانکہ بمبئی کا ہر شخص اس شخص کے حالات سے واقف ہے' اور ہر جگہ اس قسم کے باجے بازاروں میں بکثرت ملتے ہیں' جنکو کوکدیا جائے تو بجتے رہینگے -

بہر حال بمبئی میں لیگ کے موقعہ پر جو کچھہ ہوا' اسکو کسی سیاسی اختلاف و جماعت بندی سے کوئی تعلق نہیں - ہر شخص جانتا ہے کہ ہندو مسلمانوں کا اتحاد ان لوگوں کی نظروں میں کس درجہ مہیب چیز ہے' جنہوں نے اپنی کامیابیوں کا محل تفریق عناصر کی بنیاد پر تعمیر کیا ہے' اور علی الخصوص موجودہ حالات میں کانگریس اور لیگ کا یکجا ہونا اور مل جلکر ایک کمیٹی بنانا' انکے مقاصد کیلیے کس درجہ ہولناک ہے ؟ بمبئی میں انہی مقاصد سے لیگ کو منعقد کیا جاتا تھا - پس کوشش کی گئی کہ اسکی راہ میں موانع پیدا کیے جائیں - اسکے لیے ہمیشہ سے ایک ہی طریقہ اختیار کیا جاتا ہے' اور وہ ہم سب کو معلوم ہے - شیطان کو کبھی بھی انسانوں نے اپنے سامنے نہیں دیکھا ہے'! اسکی وسوسہ اندازیوں نے ہمیشہ انسانوں ہی کو اپنی سواری کا گدھا بنایا ہے :

الذي يوسوس في صدور الناس من الجنة و الناس -

پس شیطان اس موقعہ پر بھی اپنے ابلیسانہ تخت فساد کے ساتھہ اترا' اور اس نے اپنے فرمان بردار اور اطاعت شعار فرزندوں کو پیدا کیا - جنجب اسکی نگاہ لطف کی ایک پر اسرار گردش ثابت

گلستاں کا ہر حرف اور ہر لفظ سعدی کا کلام نہیں ہے' لیکن گلستاں سعدی کی ہے - اسلیے وہ حقیقت جو انفراد حروف و اصوات کے علاوہ ہے' اسی کا نام گلستاں ہوگا اور وہی سعدی کی تصنیف ہے -

پس " قرآن " جس کتاب کا نام ہے ' وہ کسی اعتبار سے بھی مخلوق نہیں ہوسکتی - معتزلہ نے اسے مخلوق قرار دیکر ایک طرف تو آن بحثوں کا دروازہ کھولا جو اسلام کیلیے سب سے بڑا فتنہ تھا ' دوسری طرف قرآن کی الہی عظمت و قدوسیت کے اعتقادی اساس کو بھی سخت صدمہ پہنچنے کا امکان پیدا کردیا - قرآن کی ربانی و الہی عظمت کا اعتقاد اسلام کی تمام کائنات زندگی کی اصلی روح تھی - پس اگر آغاز عہد ہی میں اسکی پوری حفاظت نہ کی جاتی تو بہت جلد وہ وقت آجاتا جب لوگ تورات اور انجیل کی طرح قرآن حکیم کی عزت الہی کو بھی غارت کردیتے -

اللہ تعالی نے فرزندان اسلام کی سب سے بڑی مقدس و حامل شریعۃ جماعۃ یعنی محدثین کرام کو اس بدعۃ مضلہ کے انسداد کیلیے کھڑا کردیا ' اور آنھوں نے اپنا خون بہاکر اس مسئلہ کے دست برد سے قرآن حکیم کی حفاظت کی -

(مسئلہ کی اہمیت)

آجکل کے بعض ارباب علم و نظر کا خیال ہے کہ اس قسم کی بحثیں جنکے لیے ہمارے سلف صالح اور علماء حق نے ایک عظیم الشان داخلی جہاد کیا ' اور اکثر اوقات اپنی زندگیوں تک کی قربانی کردی ' محض ایک لفظی نزاع تھی ' اور صرف سوء فہم و کج ذہنی نے انکو اہم و رفیع بنا دیا تھا -

وہ ان لوگوں کی عقلوں پر تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اُن سے زیادہ عقلمند ہیں کیونکہ ان بحثوں کی بے وقعتی و بے اثری کو خود مندانہ محسوس کررہے ہیں - لیکن افسوس کہ ہم ان سے متفق نہیں ہوسکتے - یہ مسائل جس عہد میں پیدا ہوے' وہ اسلام کی نشو و نماء اجتماعی کا ابتدائی عہد تھا - اسکے سرچشمے بہت کم بہہ رہے تھے' اور ایک تنکا بھی آنکی راہ میں آ جاتا تھا تو خوف ہوتا تھا کہ یہی تنکے جمع ہوکر ایک دن بڑی بڑی نہروں کے دہانوں کو بند کردینگے - محدثین کرام نے اس حقیقت کو سمجھا ' اور اسلام کی حفاظت کیلیے کمر بستہ ہوگئے - آنکی مثال آس حالت عاشق کی سی تھی' جو اپنے معشوق کے تلووں میں ایک کانٹے کی چبھن بھی دیکھتا ہے تو اس زور سے چیختا ہے' گویا آوسکے پہلو میں خنجر نے شگاف دیدیا - وہ آس ایک ایک تنکے ' ایک ایک کانٹے ' اور مٹی کے ایک ایک ذرے کیلیے اپنی گردنوں کو ذبح کرا دینا چاہتے تھے جو اسلام کی راہ میں آ جائیں' اور اسکی صراط مستقیم کو آلودہ کرنا چاہیں - اگر اس وقت اللہ تعالی فرزندان اسلام کی اس سب سے زیادہ برگذیدہ جماعت کے دلوں کو اپنے الہام سے معمور نہ کردیتا ' اور وہ ایک داخلی جہاد عظیم کرکے ان تمام فتنوں کا سد باب نہ کرتے ' تو آج دنیا میں اسلام کی بھی وہی حالت ہوتی جو دنیا کے تمام محرف و مسخ مذاہب کی نظر آرہی ہے ' اور اسکی حقیقی تعلیم کو بھی طرح طرح کی بدعات و محدثات کا سیلاب بہا لیگیا ہوتا -

آج تمہارا حال یہ ہے کہ اسلام کی گردن پر تلواریں چلتی ہیں ' تو تمہیں اتنا بھی صدمہ نہیں ہوتا جتنا کسی انگلی کے پوروں میں سوئی کی خلش سے ہو سکتا ہے - تم اُن پاک روحوں اور خدا کے کلمۂ حق کے جاں نثاروں کی حالت کا کیا اندازہ کر سکتے ہو جو اسکی راہ میں ایک تنکے کے آجانے سے بھی اسطرح بیچین ہوجاتے تھے' گویا انکے بستر پر دھکتے ہوے انگارے بچھا دیے گئے !

قرآن حکیم کی جس حفاظت و عظمت پر تم آج ناز کرتے ہو' یہ در اصل انھی محدثین کرام کی حق پرستیوں کا نتیجہ ہے جنھوں نے اسکو بھی گوارا نہ کیا کہ کوئی نئی آواز قران کیلیے اٹھائی جاے' اور کوئی بات ایسی اسکی نسبت کہی جاے جو اسکی غیر انسانی عظمت کی تنزیہ و تقدیس کو بٹہ لگاے -

پھر اس سے بھی قطع نظر کرو - یہ مسئلہ محض ایک لفظی نزاع ہی کب تھا ؟ معتزلہ کہتے تھے کہ قران مخلوق و حادث ہے - ہر مسلمان کو اسکا اعتقاد رکھنا چاہیے - اور اس طرح قرآن کیلیے ایک ایسی بات کہتے تھے اور ایک ایسی بات کا اقرار کرانا چاہتے تھے جسکا اقرار نہ تو خود قران نے کرایا اور نہ رسول نے کچھہ کہا ' پھر کیا یہ ایک سخت فتنہ نہ تھا جو نئی نئی اعتقادی بدعتوں کا ابلیسی دروازہ کھولتا تھا ؟ اور کیا یہ شریعۃ پر اضافہ کرنا اور اسلامی اعتقاد کی ترمیم نہ تھی ؟

محدثین کرام نے جن مقاصد کی بنا پر اس طرح کے تمام فتنوں کی مخالفت کی اور کسی شکل میں بھی انکو گوارا نہ کیا ' واقعات نے ثابت کردیا ہے کہ وہ یکسر صحیح و واقعی تھے - ہم دیکھہ رہے ہیں کہ انھی مسائل نے بالآخر اسلام کی حقیقی تعلیم کو طرح طرح کی خارجی ضلالتوں سے آلودہ کیا ' اور ان کوششوں کے بعد بھی اسلامی عقائد غیر دینی اثرات و اختلاط سے محفوظ نہ رہ سکے - صرف محدثین کرام ہی کا ایک گروہ ایسا نظر آتا ہے جنکے دلوں کو اللہ نے اپنی حفاظت میں لے لیا تھا - نہ تو انقلابات علمی کے موثرات انکی استقامت حق پر غالب آسکے - اور نہ انسانی افکار و اوہام کی دلکشیاں انکے دلوں کو جمال قران و سنت کے عشق سے پھیر سکیں - فی الحقیقت یہی وہ پاک جماعت تھی جسکے لیے زبان نبوت نے اول روز ہی حکم سنادیا تھا : لا یزال طائفۃ من امتی قائمین علی الحق ' حتی یاتی امر اللہ وہم غالبون -

بہر حال علماء حق اور محدثین کرام نے اس بدعۃ شدیدہ اور فتنۂ عظیمہ کا اس قوۃ و سرفروشی کے ساتھہ مقابلہ کیا کہ تمام دنیا کی حق پرستی و امر بالمعروف کی تاریخ میں اسکے واقعات یاد گار رہینگے -

اگر یہ مسئلہ صرف عامۂ معتزلہ تک محدود رہتا ' تو پیروان اسلام کے سواد اعظم کیلیے (جو اُسکا مخالف تھا) کوئی مصیبت نہ تھی ' یہ صرف بحث و دلائل کا میدان ہوتا اور زبان و قلم کا جہاد اسکے لیے کافی تھا ' لیکن مصیبت یہ تھی کہ حکومت وقت نے اس مذہب کا ساتھہ دیا ' اور بعض خلفاء عباسیہ نے معتزلہ کے ساتھہ ہوکر خلق قران کے مسئلہ کو بجبر پھیلانا چاہا - انھوں نے حکومت کے زور ' سزاؤں کے اعلان ' قیدخانوں کی زنجیروں ' اور جلادوں کی تلواروں کو حرکت دی ' اسلیے یہ علمی مسئلہ ' علمی نہ رہا ' بلکہ ارباب حق کیلیے ابتلاء و آزمایش کی ایک ہیبت ناک ہولناکی بنگیا -

(مامون الرشید کا استبداد)

خلفاے عباسیہ میں مامون الرشید عباسی ایک عجیب و غریب حکمراں گذرا ہے - اسکی زندگی میں بعض چیزیں بالکل متضاد جمع ہوگئی تھیں - وہ ایک طرف علوم اسلامیہ کا ماہر تھا ' عربیۃ کا کامل الفن تھا ' علم و حکمت کا عاشق اور حریت و آزادی کا حامی تھا - اسکی حریت پسندی نے دنیا کے تمام مذہبوں کو مطلق العنان چھوڑ دیا تھا - الحاد آزاد تھا ' ثنویت کی پرسش نہ تھی ' مانویت علانیہ ظاہر کی جاتی تھی ' مزدکیۃ کیلیے کوئی در نہ تھا ' یونان و ایران کے جن ملحدانہ مذاہب کو کبھی بھی پناہ نہ ملی تھی ' وہ بغداد کے گلی کوچوں میں پرورش پا رہے تھے -

لیکن دوسری طرف اسلام کے اندرونی مذاہب و اختلافات کے میدان میں آکر دیکھیے ' تو اسکے ہاتھہ میں استبداد کی بے پناہ تلوار اور زبان پر جبر و قہر کے سخت سے سخت احکام نظر آتے ہیں !

مامون الرشید کے اسی استبداد داخلی کے سلسلے میں مسئلۂ خلق قرآن کا فتنۂ عظیمہ بھی ہے' جسنے تیسری صدی ہجری میں علماء حق کیلیے ابتلاء و امتحان کا ایک نہایت نازک وقت پیدا کردیا تھا - اُس نے معتزلہ کا مذہب خلق قبول کرلیا ' اور اسی کو حق و باطل اور اسلام و کفر کا معیار قرار دیا - اس نے چاہا کہ

الامــر بالمعــروف والنهي عن المنكــر

تاریخ عہد عباسیہ کا ایک صفحہ

مسئلۂ خلق قرآن اور مناظرۂ دربار مامون الرشید

علماء سلف کي حریت حقہ اور دعــوۃ الی الحق کا ایک نظارہ !

اسلام کے ابتدائي عہدوں میں جن مسائل نے سب سے پہلے اختلاف و تفریق کي بنیادیں رکھي ھیں' اور مسلمانوں کو کتاب و سنت کے صراط مستقیم اور صحابۂ کرام کے اسوۂ حسنہ سے انحراف کي راہ دکھــلائي ھے ' ان میں سے ایک معــرکۃ الاراء اور شدید الاختلاف مسئلہ " خلق و قدم قران " کا بھی ھے -

(مسئلہ خلق قران)

مسئلۂ " خلق و قدم قرآن " سے مقصود یہ تھا کہ الله کا کلام جو ھمارے پاس ایک کتاب کي شکل میں موجود ھے ' اسمیں الفاظ ھیں اور معاني ھیں ' الفاظ کي آواز ھے جو مختلف حرکات زبان و اطراف زبان سے بنتي اور نکلتي ھے - معاني کے حقائق متصورہ ھیں جنکا وجود معقولي بھي ھے اور وجود خارجي بھي - پس ان اعتبارات سے قران قدیم ھے یا حادث ؟ مخلوق ھے یا غیر مخلوق ؟

اس مسئلہ کو فلسفہ اور فلسفہ داں اقوام کے اختلاط نے پیدا کیا تھا - اسلام کي اصلي سر زمین ان لا حاصل اور قواء عملیہ کو بیکار کرنے والي کاوشوں سے بالکل پاک تھي - آنحضرۃ صلی الله علیہ وسلم نے ھمیشہ اُن سوالات سے صحابہ کو روکا جو انکي عملي زندگي اور انکے نصب العین سے اُنکو ھٹانے والے تھے - اسلام نے عمل سعادت کي ایک ھي سیدھي راہ کھول دي تھي' اور وہ چاھتا تھا کہ مسلمان صرف اسي کي رھروي میں مشغول رھیں - آپکے بعد تمام عہد صحابہ بھي اسي حال میں بسر ھوا - لیکن بنو امیہ کي حکومت نے نظام خلافۃ اسلامي میں ایک انقلاب عظیم کرکے اسکي اجتماعي قوت کي نشوؤ نما روک دي' اور نئے نئے فتنوں اور ھلاکتوں کا دروازہ کھول دیا - ایک بڑا فتنہ علوم عقلیۂ قدیمہ اور مذھب کا غیر صالح اختلاط تھا - ایک طرف نو مسلم عجمي اقوام اپني تمام پراني بحثوں اور کاوشوں کو اپنے ساتھہ لائیں' دوسری طرف اھل کتاب اور مجوسي علماء حکومت امویہ کي تمام شاخوں اور محکموں پر حاوي ھوگئے - ان لوگوں نے جہاں اپني مذھبي روایتیں مسلمانوں میں پھیلائیں' وھاں فلسفیانہ مباحث قدیمہ کا وہ دفتر پارینہ بھي کھولدیا" جو اسکندریہ و سوریا کے کھنڈروں اور جندیسا پور و مدائن کے اطلال و آثار کے اندر مدفون ھوچکے تھے -

در اصل اس سوال کو پیدا کرنا ھي ایک سخت ضلالت اور مسلک شریعۃ سے انحراف تھا - قران الله کا کلام ھے جسکو خدا کے رسول نے ھم تک پہنچایا - ھماري معلومات اسکي نسبت صرف اسي قدر ھے اور اس سے ھدایت حاصل کرنے کیلیے اتنا علم کافي ھے - وہ مخلوق ھے یا قدیم ؟ یہ سوال نہ تو خود قرآن نے ھمارے سامنے کیا ' نہ الله کے رسول نے ' نہ تربیت یافتگان عہد نبوت نے - پس جو کچھہ ضروري تھا ' وہ وھي تھا جو بتلا دیا گیا ' اور جو نہیں بتلایا گیا وہ ضروري ھي نہیں ھے ' اور اسکي فکر و کاوش میں ھمارے لیے کوئي سعادت نہیں -

سلف صالح اور محدثین کرام کا یہي مسلک تھا ' اور صرف اسي راہ میں امن تھا - لیکن افسوس کہ مسلمان اُن فتنوں سے نہ بچ سکے جو ان سے پہلے کي قوموں میں موجب ضلالت ھو چکے تھے -

پھر قدم و حدوث کے اعتبار سے بھي دیکھا جاے تو مسئلہ بالکل واضح تھا ' اور اسکي حقیقت ایک ھي تھي - الله اور اسکي تمام صفات کاملہ قدیم ھیں - اسکي ایک صفت کلام بھي ھے - قران الله کا کلام ھے' پس حروف و اصوات و الفاظ کي جس مرتبہ و منظمہ شکل میں وہ موجود ھے ' اسکي حقیقت نظمي و ترتیبي کو بھي قدیم ھي ھونا چاھیے -

لیکن فلسفیانہ کاوشوں نے ایک صاف بات کو پیچیدہ بنا کر نظر و بحث کي اور راھیں بھي کھولدیں - فرقہ معتزلہ نے جو فلسفہ و معقولات یوناني سے متاثر ھوچکا تھا ' اس مسئلہ کو بالکل دوسري نظر سے دیکھا - انھوں نے کہا کہ قرآن حکیم آنحضرۃ صلی الله علیہ وسلم پر نازل ھوا - اس سے پہلے نہ تھا - وہ ایک با معني عبارت ھے - عبارت جملوں سے مرکب ھے ' جملے الفاظ سے ' اور الفاظ حروف سے - یہ حروف اور یہ الفاظ جب ھماري زبان سے نکلتے ھیں' تو ھماري آواز ھوتے ھیں جو اس سے پہلے نہ تھی' اور جسکا حدوث ھمارے ھي حلق و زبان سے ھوا - پس ان اعتبارات سے قران مخلوق ھے ' قدیم نہیں ھو سکتا - علاوہ بریں الله ھر شے کا خالق ھے - قران بھي اشیاء میں داخل ھے - اسے بھي مخلوق ھونا چاھیے -

ان خیالات سے معتزلہ نے سخت ٹھوکر کھائي - انھوں نے دعوا کردیا کہ قران مخلوق ھے ' اور اسطرح گمراھي و فساد کا ایک بڑا دروازہ امۃ پر کھولدیا - انکي ھدایت فلسفیانہ کاوشوں کے اندر گم ھوگئي - وہ یہ نہ سمجھے کہ اصوات حروف کا مخلوق ھونا جو انسان کا فعل ھے ' دوسري چیز ھے - اور قران کا مخلوق ھونا جو ایک حقیقت نظمي و ترتیبي کا نام ھے ' بالکل دوسري - قران حکیم کو کسي اعتبار سے بھي مخلوق و حادث نہیں کہہ سکتے - وہ نہ تو حرفوں کا نام ھے اور نہ ان آوازوں کا جو انسان کے حلق سے نکلتي ھیں - " الحمد لله رب العالمین " کا ھر حرف اور ھر لفظ اپني انفرادي حالت میں جو آواز پیدا کرتا ھے' اور انکي حرکات صوتیہ سے جو تموج ھوا کے ذرات میں ھوتا ھے' یقیناً حادث ھے - لیکن ساتھہ ھي وہ قران بھي نہیں ھے - قران تو اُس حقیقت نظمي کا نام ھے جو ان حرفوں کي ایک خاص الہي ترتیب و تنظیم سے متشکل ھوئي" اور " الحمد لله رب العالمین " بنکر لسان وحي پر جاري ھوئي - وہ قدیم ھے ' اسلیے کہ خدا بھي قدیم ھے -

کا فرض ادا کریں - لیکن اسمیں بڑی ہی مشکلیں تھیں - ہر قدم پر اسکا خوف لگا تھا کہ کہیں مامون کے مقابلہ سے پہلے ہی گرفتار نہ کرلیے جائیں، یا قتل کا فتوی نہ دیدیا جاے -

وہ اللہ کی طرف جھکے، اس راہ میں اسکی نصرۃ غیبی سے مدد چاہی، اور ایک خاص تدبیر کرکے جمعہ کے دن جامع رصافہ میں پہنچے - انکا چھوٹا سا لڑکا بھی انکے ساتھہ تھا -

(جامع رصافہ میں کلمۂ حق کا اعلان)

نماز جمعہ ابھی ختم ہی ہوئی تھی کہ لوگوں نے حیرت و تعجب کے ساتھہ ایک عجیب واقعہ دیکھا - ایک شخص جو اپنی صورت اور لباس سے مکہ کا باشندہ معلوم ہوتا ہے، پہلی صف میں کھڑا ہوگیا ہے، ایک چھوٹا سا بچہ اسکے بالمقابل ایک ستون سے پیٹھہ لگاے اسکی طرف نگراں ہے، اور باواز بلند باہم سوال و جواب ہو رہا ہے :

اجنبی نے پکار کر پوچھا : " میرے بیٹے ! قران کی نسبت تو کیا کہتا ہے ؟ "

بچے نے پکار کر جواب دیا : " کلام اللہ، منزل، غیر مخلوق - اللہ کا کلام، اتارا ہوا، غیر مخلوق ! ! "

آہ، یہ چند لفظ تھے جو ایک بچے کی زبان سے نکلے، لیکن فی الحقیقت انہی کے اندر دعوۃ حق اور امر بالمعروف کی ایک کائنات ایمانی مخفی تھی - یہ وہ صدا تھی جسکے لیے اس وقت بغداد کا ایک ایک ذرہ پیاسا تھا، لیکن اسکی در و دیوار کو برسوں سے نصیب نہیں ہوئی تھی - صرف ایک بار اس جملہ کو کہدینا ہی وہ جہاد اعظم تھا، جسکی فضیلت کے آگے ایک ہزار برس کی شب ہاے عبادت اور روزہاے صیام بھی کچھہ حقیقت نہیں رکھتے تھے !

اسلیے نہیں کہ خلق قران کا مسئلہ دعوۃ حق کی قوتوں کے خرچ کرنے کیلیے سب سے بڑا مصرف تھا، اور اسلیے بھی نہیں کہ اس صدا کے ایک بار بلند ہوجانے سے وہ جیل خانے کھل جاسکتے تھے جنکے اندر علماء حق محبوس تھے، اور وہ زنجیریں ٹوٹ جا سکتی تھیں جو امام احمد بن حنبل اور محمد بن نوح کے پانوں میں پڑی تھیں، بلکہ صرف اسلیے کہ جبر و استبداد غیر شرعی سے ایک کلمۂ حق کو کہنا جرم قرار دیدیا گیا تھا، اور انسان کا ہاتھہ بڑھرہا تھا تاکہ خدا کی کھولی ہوئی زبانوں کو بند کردے - پس اس وقت زمین کے ہر اس بسنے والے پر جو خدا کو جانتا اور خدا کے رشتے کو اپنے دل میں رکھتا تھا، فرض ہوگیا تھا کہ اس انسانی جبر کو توڑے، اور خدا کی وفاداری کیلیے انسانی اطاعت سے سرکش ہو جاے -

اس وقت برسوں کے کاموں اور صدیوں کے ارادوں کی ضرورت نہ تھی، بلکہ صرف ایک ہی مقدس لمحہ کی جسکے اندر صداے حق کی ایک نذر آواز بلند ہوجاے - اس ایک آواز کا بلند کردینا ہی اصلی کام تھا - اسکے بلند کردینے کے بعد یہ سوال نہیں کیا جاسکتا کہ اس نے کام کیا کیا؟ حق کا کہنا جب جرم ہوجاے تو حق کا کہدینا ہی سب سے بڑا کام ہے !

اگر شیخ عبد العزیز کنانی اسکے بعد ہی قتل کردیا جاتا، جب بھی اسکے کام کی عظمت کا ایک ذرہ بھی نہ گھٹتا :

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جایر	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : سب سے زیادہ فضیلت والا جہاد کلمۂ حق ہے جو کسی جابر بادشاہ کے مقابلہ میں کہا جاے -

(حاکم پولیس اور شیخ کی گفتگو)

اس سوال و جواب کی ایک ہی صدا نے تمام مسجد کے اندر تہلکہ مچادیا - لوگ حیرت سے دم بخود ہوگئے اور حیران ہوکر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے - بہت سے لوگ بھاگے کہ اب کوئی بڑی ہی مصیبت آنے والی ہے - لیکن شیخ عبد العزیز بے خوف و ہراس اپنی جگہ پر کھڑے تھے، اور انکا لڑکا سامنے کے ستون سے ٹیک لگاے دوبارہ منتظر سوال تھا !

اتنے میں کوتوال شہر سپاہیوں کی ایک جماعت لیکر مسجد میں پہنچ گیا، اور شیخ عبد العزیز اور انکے لڑکے کو گرفتار کرکے اپنے صیغہ کے رئیس اعلی کے دفتر میں لے گیا، جسکو آجکل کی اصطلاح میں پولیس کمشنر کہنا چاہیے - اس وقت بغداد کا پولیس کمشنر عمرو بن مسعدہ تھا - دونوں میں حسب ذیل گفتگو ہوئی :

عمرو بن مسعدہ پولیس کمشنر : " کیا تم پاگل ہو ؟ "

شیخ عبد العزیز : " نہیں "

عمرو : کسی نے تمہیں بہکایا ہے ؟

شیخ : نہیں -

عمرو : خود کشی کرنا چاہتے ہو ؟

شیخ : نہیں - الحمد للہ میں صحیح العقل ہوں، اپنے ہوش و حواس میں ہوں اور علم و معرفۃ رکھتا ہوں -

عمرو : کسی نے تم پر ظلم کیا ہے - تم مظلوم ہو؟

شیخ : نہیں -

عمرو بن مسعدہ نے کوتوال سے کہا کہ اسے پوری نگرانی و حفاظت کے ساتھہ میرے مکان میں پہنچا دو - سپاہیوں کی جماعت نے شیخ کو گھیر لیا، دو آدمیوں نے انکےدونوں ہاتھہ اپنے اپنے ہاتھوں میں لے لیے اور پولیس کمشنر کے مکان میں داخل ہوے -

عمرو بن مسعدہ (کمشنر پولیس) انسے پہلے ہی مکان پہنچ گیا تھا، اور صحن میں ایک آہنی کرسی پر بیٹھا تھا - ایک نہایت ہی مکلف اور مطلا افسر پولیس کی وردی اسکے جسم پر تھی (۱) شیخ کو اپنے سامنے کھڑا کرکے اس نے مزید تحقیق شروع کی :

عمرو : تم کہاں کے رہنے والے ہو؟

شیخ : مکہ معظمہ کا -

عمرو : آج مسجد میں تمنے جو کچھہ کیا اس سے تمہارا مقصد کیا تھا ؟

شیخ : طلبت القربۃ الی اللہ و رجاء الزلفی لدیہ ! (اللہ کے قرب کی طلب، اور اس کے رضا کی امید !)

عمرو : نہیں، تمہارا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کے ذریعہ شہرت حاصل کرو، اور چونکہ تم اسکے نتائج سے ناواقف ہو اسلیے حماقت سے سمجھتے ہو کہ یہ شہرت وسیلۂ رزق ہو جائیگی اور لوگوں سے مال و دولت لوٹ سکوگے -

شیخ : اگر اعلان حق کے سوا اور کوئی خیال میرے سامنے تھا، تو وہ صرف یہ تھا کہ کسی طرح امیر المومنین کے حضور تک پہنچوں، اور انکی موجودگی میں اس مسئلہ کی نسبت مدعیان خلق قران سے مناظرہ کروں

عمرو : سبحان اللہ ! اسکی بھی آپکو جرأت ہے ؟

شیخ : تم کو میری خواہش پر تعجب کرنے اور حقارت کی نظر ڈالنے کا کوئی حق نہیں - تم امیر المومنین کو سب سے بڑا سمجھتے ہوگے، مگر میں خدا کو سب سے بڑا یقین کرتا ہوں !

عمرو : اچھا، یہی سہی، پھر کیا تم طیار ہو کہ امیر المومنین کے دربار میں اس عقیدہ کو ظاہر کرو اور علماء سے مناظرہ کرو؟

شیخ : الحمد للہ، اللہ کی مدد سے بالکل طیار ہوں - صرف یہی ایک چیز ہے جس نے مجھے یہاں تک پہنچایا، اور میں نے دیدہ و دانستہ ایک ایسے شدید خطرہ میں اپنے آپکو اور اپنے عزیز بچے کی جان کو ڈالدیا - خدا کی مقدس کتاب کی عزت برباد ہورہی ہے، اور اسکی نسبت اس بات کا اقرار لیا جارہا ہے جسکا اقرار

(۱) شیخ عبد العزیز نے اپنے رسالہ میں یہاں " شوار " کا لفظ لکھا ہے - شوار سے مقصود وہ خاص لباس ہے جو اس زمانے کے افسران فوج و پولیس کی سرکاری وردی ہوتی تھی -

اپني حکومت کے جبرو قہر سے لوگوں کو مجبور کرے' اور اُس چیز کا اقرار کرائے جسکے لیے شریعت نے اُنھیں کوئي حکم نہیں دیا ھے - بلا شبہ وہ اپنے بھائي امین الرشید کو قید خانے کي کوٹھري میں قتل کرا سکتا تھا ' او ر یقیناً اسکے بھیجے ھوے جلادوں کي تلواروں میں یہ قدرت تھي کہ مسکین امین کے تکیے کي ڈھال پر غالب آ جائیں ' لیکن اسکي پوري حکومت اور حکومت کي تمام طاقتیں بھي اس سے عاجز تھیں کہ حاملین شریعت او ر علماء حق کے استقامت و ثبات پر غالب آسکیں ' اور انکو حق و ھدایت کي اُس راہ سے پھرادیں جسپر انکا یقین او ر نور ایمان اُنھیں چلا رھا تھا !

تاہم فتنہ عظیم تھا ' اور اسکے قہارانہ نتائج نے وہ سب کچھہ کیا جو ایسے مواقع میں ہمیشہ ھوا ھے - بہت سے علماء حق قید ھوے ' بہت سے جلا وطن کیے گئے ' بعض خاک و خون میں بھي تڑپے ' او ر بہتوں کے قدم جادۂ ثبات سے ڈگمگا بھي گئے -

(فتنہ کي ابتدا)

غالباً سب سے پہلے سنہ ۲۱۲ - ھجري میں مامون الرشید نے خلق قرآن کے مسئلہ کا سرکاري طور پر اعلان کیا اور دار الخلافۃ میں بحث و مباحثہ کا بازار گرم ھوا - لیکن جبر و تشدد کي ابتدا سنہ ۲۱۸ سے نظر آتي ھے ' جبکہ مامون الرشید پوري قوت کے ساتھہ آمادہ ھوگیا تھا کہ تلوار کے زور سے خلق قرآن کا مذھب مسلمانوں میں پھیلا دے -

چنانچہ اسي سنہ میں اس نے ایک فرمان اسحاق بن ابراھیم گورنر بغداد کے نام بھیجا - فرمان کا مضمون یہ تھا کہ تمام علماء شہر کو جمع کرو - جو لوگ خلق قرآن کا اقرار کریں اُنھیں چھوڑ دو ' جو انکار کریں اُنکي نسبت خبر دو - پھر دوسرا فرمان بھیجا کہ بشر بن ولید الکندي قاضي القضاۃ اور ابراھیم بن مہدي اگر انکار کریں تو قتل کردیے جائیں - لیکن انکے علاوہ دیگر منکرین خلق قرآن کو صرف قید کردیا جاے - (ابو الفداء - جلد دوم - صفحہ - ۳۱)

ابراھیم بن مہدي کے قتل کا تو پولیٹکل اسباب سے وہ خواستگار ھي تھا - لیکن بشر بن ولید کیلیے قتل کي سختي اسلیے تھي کہ وہ قاضي القضاۃ تھے - افسوس کہ ان دونوں کا ثبات اس پہلي آزمایش ھي میں ھلاک ھوگیا ' اور خلق قرآن کا اقرار کرکے اپني جان بچالي ' اور بہت سي کمزور روحوں نے بھي انکا ساتھہ دیا ' لیکن علماء حق کي ایک مقدس جماعت ایسي بھي تھي جسکے لیے حکومت کي تلواروں اور دنیوي عقوبتوں کے فرمانوں سے بڑھکر خدا کا فرمان ھیبت و سطوت رکھتا تھا - اُنھوں نے صاف انکار کردیا ' او ر قید خانے کي بیڑیاں خوشي خوشي پہن لیں - اس جماعت حق کا سرتاج وہ وجود مقدس و مبارک تھا ' جسکو شریعت کے احیاء و تجدید اور کتاب و سنت کے مسلک قویم کے اعلان و حفظ کي خدمت درگاہ الہي سے سپرد ھوئي تھي ' اور جسکي قرباني کو خدا نے اس فتنہ کے استیصال کیلیے روز ازل ھي سے چن لیا تھا - یعني حضرۃ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جو في الحقیقت تمام ائمۂ سلف میں اپني مخصوص فضیلتوں کي بنا پر ایک ھي شخص ھیں ' جنکو " امام اھل سنت و الجماعۃ " کے لقب سے پکارا جا سکتا ھے -

ھم اس مضمون کے دوسرے نمبر میں امام موصوف کي اس یادگار قرباني کا حال بہ تفصیل لکھینگے ' یہاں صرف اسي قدر اشارہ کرکے ایک دوسرے واقعہ کي طرف متوجہ ھوتے ھیں -

(جــامع رصــافــہ)

اس واقعہ کے بعد ھي مصائب و محن کا ایک سیلاب امنڈ آیا ' اور تمام بغداد کانپ اُٹھا - علماء کے سامنے صرف دو ھي راھیں تھیں - یا اس چیز کا اقرار کریں جسکا اقرار شریعت نے انسے نہ کرایا ' یا جلاد کي تلوار دیکھیں اور قید خانے کي زنجیروں سے ھم آغوش ھوں -

بہتوں نے بغداد سے ھجرت کي ' بہتوں نے گھر سے نکلنا بند کردیا ' بہتوں کي عزلت گزیني یہاں تک بڑھي کہ جمعہ کي جماعت کي شرکت بھي ترک کردي - لیکن کسي کو اسکي جرأت نہیں ھوتي تھي کہ مامون الرشید کي سطوت و جلال کے مقابلے کیلیے اٹھے ' او ر اس جبر و قہر اور تسلط غیر شرعي سے آگے روکے -

مامون نے گذشتہ واقعات ھي پر قناعت نہ کي ' بلکہ استبداد و جبر کا ایک قدم اور آگے بڑھایا - بغداد کي سب سے بڑي مسجد " جامع رصافہ " تھي جو رصافہ کے شرقي جانب واقع تھي ' اور جسکا صحن ھمیشہ علماء ملت کے درس و مواعظ کي مجلسوں سے پر رھتا تھا - مامون نے حکم دیا کہ فقہاء و محدثین میں سے کوئي عالم مسجد میں درس نہ دے ' اور نہ لوگوں کے مجمع میں بیٹھے - صرف بشر مریسي اور محمد بن جہم کیلیے یہ منصب مخصوص ھے جو اکابر معتزلہ ' اور خلق قرآن کے دعاۃ میں سے تھے -

انھي دونوں شخصوں کے ھاتھہ میں تمام فقہاء و محدثین کي موت و حیات کا رشتہ دیدیا تھا - جو عالم مسئلۂ خلق قرآن کي مخالفت میں ایک لفظ بھي زبان سے نکالتا تھا ' پولیس اسے گرفتار کرلیتي تھي ' اور انکے سامنے لیجاتي تھي - وہ جو حکم دیتے تھے اسکي معاً تعمیل کي جاتي تھي - علماء کا ایک بہت بڑا گروہ جو اپنے اندر سچائي کیلیے دکھہ اٹھانے کي طاقت نہیں رکھتا تھا ' بظاھر انکا ھم زبان بنگیا تھا ' اور نفاق کے سپر پر انکي تلوار کو روکتا تھا -

یہ متوحش خبریں بہت جلد تمام عالم اسلامي میں پھیل گئیں ' اور ھر شہر میں اسي فتنہ کا چرچا ھونے لگا -

(شیخ عبد العزیز الکناني)

مکۂ معظمہ میں اس وقت ایک عالم حق اور محدث عصر شیخ عبد العزیز بن یحیی کناني تھے - انھوں نے جب اس فتنہ کا حال سنا اور مامون کے قہر و جبر ' معتزلہ کے استیلاء ' اور علماء کي خاموشي کي سرگذشتیں معلوم کیں ' تو غیرت حق کے جوش اور امر بالمعروف کي روح ایماني کے اضطراب سے بے اختیار ھوگئے اور عزم بالجزم کرلیا کہ اس فتنہ کے انسداد کي راہ میں اپني زندگي قربان کردینگے - وہ اپنے رسالہ میں (جو خاص طور پر اسي واقعہ کي نسبت لکھا ھے اور جسکا قلمي نسخہ جامع اموي دمشق کے کتب خانہ میں محفوظ ھے) لکھتے ھیں :

اتصــل بي و انا بمکۃ ما ابتلي بـہ النــاس في بغــداد وکیـفیۃ استطـال علیہــم بشر المـریسي و لبس علي امیر المومنین و عامۃ اولیائہ ' فاطـار نومي و خرجت من بلــدي ' متوجھا الی ربي ' و اسالہ سلامتي - حتی قدمت بغداد فشاھدت من غلظ الامر و امتداد اضعاف ما کان یتصـــل بي -	میں مکہ میں تھا جب مجھکو بغداد کے واقعات معلوم ھوے کہ کس طرح مسلمان ایک سخت مصیبت میں مبتلا ھوگئے ھیں ' اور کس طرح بشر مریسي انپر سختیاں کر رھا ھے ' او ر کس طرح امیر المومنین اور ارکان سلطنت پر انسکا داؤ چل گیا ھے - پس میں غفلت سے چونکا او ر اپنے شہر سے نکلا - اللہ کي طرف میري نظر تھي اور اسي کے فضل و نصرۃ سے اپني سلامتي کا خواستگار تھا - یہانتک کہ بغداد تک پہنچ گیا اور اپني آنکھوں سے تمام حالت دیکھي - مجھپر روشن

ھوا کہ معاملہ اس سے بدرجہا زیادہ سخت و پر مصیبت ھے جتنا میں نے سنا تھا - انتہی :

ھم شیخ موصوف کے رسالے سے اس سفر حق اور جہاد امر بالمعروف کے واقعات نقل کرتے ھیں -

(ورود بغــداد)

شیخ عبد العزیز بغداد پہنچے اور یہاں کے تمام حالات معلوم کیے - سب سے پہلا مرحلہ یہ تھا کہ وہ کسي طرح مامون الرشید کے دربار تک پہنچیں ' اور اس مسئلہ کے متعلق امر بالمعروف

تربیت عسکریه
اور
قرآن حکیم

انسان نہایت سرکش اور متمرد ہے ' اوس نے بارہا حقوق الہي میں دست اندازي کي ہے ' اوسکي عظمت و جبروت کے سراپردۂ جلال کو چاک چاک کرنا چاہا ہے ' اوسکے دامن توحید پر چنگل مارا ہے ' اور پتھروں بلکہ کنکریوں تک کو اوسکا شریک بنا دیا ہے -

اوس نے خدا کي پاکي و قدوسیت کو بھي اپنے انساني جذبات کے ساتھہ ملوث کرنا چاہا ' اور اوسکے صالح بندوں کو اوسکا بیٹا بنایا : سبحانہ و تعالی عما یقولون علوا کبیرا (١٧ :)

اوس نے کبھي کبھي غرور و تکبر کے گھمنڈ میں آکر خود اپنا نسب نامہ بھي خدا کے ساتھہ جوڑ دیا ہے ' اور اسطرح اپنے خاندان کو تمام دنیا سے اونچا کرنا چاہا ہے ! تعالی اللہ عما یشرکون !

اوس نے خدا کے بھیجے ہوے پیغمبروں کو ساحر ' مجنون پاگل اور دیوانہ کہا ہے ' اونکو طرح طرح کي اذیتیں دي ہیں ' اونکے ساتھہ ہر موقع پر گستاخي کي ہے ' بلکہ کبھي کبھي خدا کے ان صالح بندوں کو قتل بھي کردیا ہے -

لیکن اس سرکش انسان کا خون اس قدر گران قیمت اور بیش بہا ہے کہ اس تمرد و طغیان پر بھي خدا نے اوسکي حرمت کو قائم رکھا - لیکن جب سرکشي و عصیان نے بہت زیادہ سر اوٹھایا ' اور خدا کے دائرۂ عفو و کرم کے حدود سے آگے بڑھگئي تو قانون تعذیب الہي کو بھي حرکت ہوئي ' اور خدا نے ظالم قوموں پر اپني عظیم الشان مخلوقات کو مسلط کردیا - انھوں نے اوسکو بد اعمالیوں کي پوري پوري سزا دي - ثمود کو زمین نے پیس کر غبار بنا دیا ' عاد کو ہوا کے جھونکے خس و خاشاک کي طرح اوڑا لیگئے ' قوم نوح کو طوفان کا ریلا تنکے کي طرح بہا لیگیا ! وکذالک اخذ ربک اذا اخذ القری وھي ظالمۃ ' ان اخذہ الیم شدید ! (١١ :)

(حقوق العباد)

لیکن تاہم خدا نے اپنے حقوق کي حفاظت و احترام کیلیے [illegible] خون [illegible] خدا نے [illegible] کي بڑي بڑي [illegible] قوموں کو [illegible] نسل [illegible] ' اونکي یادگاروں کو [illegible] ' لیکن وہ [illegible] اوسکے دامن پر خون [illegible] دھبہ بھي نظر نہیں آیا -

البتہ جب انسان نے حقوق الہي کے حدود سے بھي آگے قدم بڑھایا ' اور خود اپنے بھائیوں کے فطري حقوق کو پامال کرنا چاہا ' اونکے ملک چھین لیے ' اونکي آزادي و خود مختاري سلب کرلي ' اونکے بچوں کي آزادانہ نشو و نما روکدي ' انکي زمینوں پر اپنے عیش و نشاط کے محل تعمیر کیے ' انکے جسم سے نکلے ہوے پسینے اور گردنوں سے بہے ہوے خون سے اپني تشنگي ظلم کو تسکین دي ' اور پوري قوم و ملک کو اپني قومي سیادت و عظمت کیلیے ایک آلۂ بیجان بنا لیا تاکہ اپني قدرتي حرکت کو چھوڑ کر صرف اونھي کے اشاروں پر حرکت کریں ' تو اس وقت خدا نے بھي اپنے شکنجۂ عذاب کو پہلے سے زیادہ سخت کیا ' اور جو سیاست الہي پہلے سے قائم تھي ' اوسکا رنگ بالکل بدل گیا - پہلے سیاست رباني کا منصب صرف آسمان و زمین اور ابر و دریا کو حاصل تھا ' جنکي عذاب کي چکي چند لمحوں کے اندر قوم کي قوم کو پیس ڈالتي تھی ' مگر اب یہ خدمت خود انسان ھي کو ' بلکہ صرف انسان کے ہاتھہ کي دس انگلیوں کو سپرد کردي گئي - انسان جب تک خدا کے حقوق کو پامال کر رہا تھا ' خدا اپني عظیم الشان مخلوقات کے ذریعہ سے اونکو عذاب دیتا تھا - اب خود انسان کے حقوق روندے جارہے تہے ' اسلیے خدا نے بھي انسانیۃ کي عزت و احترام کو قائم رکھنے کیلیے خود انسان ھي کو کھڑا کردیا !

زمانۂ وحشت میں انسان نے کتنے انسانوں کے حقوق پامال کیے ہونگے ؟ کتنے انسانوں کو قتل کردیا ہوگا ؟ کتنے بچے ذبح کردیے ہونگے ؟ کتنی عورتوں کے سر سے چادر عصمت اوتار لي ہوگي ؟ ان حقوق کے تحفظ کیلیے تلواریں بھي چمکي ہونگي ' نیزوں نے بھي اپني رواني دکھائي ہوگي ' کمانوں کي چڑ چڑاہٹ کي آواز سے بھي وحشت کدۂ عالم گونج اٹھا ہوگا ' لیکن تاریخ نے ان واقعات کو یاد نہیں رکھا ' وہ اسوقت موجود نہ تھي - اسلیے وہ بھي ان قوموں کے ساتھہ جنگل کے تاریک گوشوں اور پہاڑوں کے تنگ غاروں میں گم ہوگئي - البتہ زمانۂ تمدن کي تاریخ نے اس قسم کے سیکڑوں واقعات کو اب تک ازبر رکھا ہے ' اور اس آموختہ کے یاد کرنے میں سب سے زیادہ زبان تیغ نے مدد دي ہے - خون کے دھبوں نے اونکے نقوش رنگین کو کبھي مٹنے نہ دیا -

(DIVIDE AND RULE.)

تربیت عسکري کیلیے پہلي چیز ایک متحدہ قومیت کا پیدا ہونا ہے - محض انسانوں کي ایک بھیڑ سے متمدن فوج نہیں بن سکتي جب تک کہ قومیت کي روح ایک متحد جماعت پیدا نہ کردے - باہمي اتفاق و اتحاد کي زنجیریں سب کے پاؤں میں ہوں ' کسي ایک مقصد کے عشق اور ایک حکم کي اطاعت میں سب کے سب ایک بن جائیں - یہی وجہ ہے کہ جو حکومتیں اپنے جبر و استبداد کے قائم کرنے کیلیے کسی قوم کے متحدانہ جذبات کو [illegible] چاہتي ہیں ' وہ سب سے پہلے سیاسي فریب و دسائس کے ذریعہ اوس میں پھوٹ ' نفاق ' بغض ' کینہ ' اور باہمي انتقام کے جذبات خبیثہ پیدا کرکے اونکي جمعیت کو توڑ دیتي ہیں ' اور اسطرح رفتہ رفتہ اونکي قومیت فنا ہو جاتي ہے -

لیکن اس خدع و فریب کي ضرورت اسوقت ہوتي ہے ' جب قوم میں کچھہ لوگ بیدار دماغ ' متحرک اعصاب ' اور مضطرب دل رکھتے ہوں ' اور سیاست کي چھپي ہوئي چالوں کے زہر آلود اثر سے متاثر ہوتے رہتے ہوں - لیکن جب کوئي قوم دل و دماغ کھوکر

خدا اور اسکے رسول نے نہیں کیا - مسلمانوں کي زبانوں کو خدا نے کھولا ہے' مگر تم بند کر رہے ھو' اور بغیر کسي جرم و قصور کے بندگان خدا طرح طرح کي تکلیفوں میں مبتلا ہو رہے ہیں - پس میں علم رکھتا ھوں' مجھے شریعت کي معرفة خدا نے عطا فرمائي ھے' میرا فرض ھے کہ اس فتنہ کے انسداد کي کوشش کروں - نتیجہ الله کے ھاتھہ میں ھے -

عمرو : اچھي بات ھے - تم امیر المومنین کے دربار تک پہنچا دے جاؤگے' لیکن اگر وھاں پہنچکر تم نے اپنا کوئی اور مقصد ظاھر کیا اور ثابت ہوگیا کہ اس مسئلہ کا اظہار محض ایک بہانہ تھا تو پھر؟

(اس مسئلہ کے خلاف بحث کرنے کیلیے دربار میں جانا اسوقت ایک ایسي عجیب بات تھي کہ کسي طرح عمرو بن مسعدہ کو اسکا یقین نہیں آتا تھا - وہ سمجھتا تھا کہ کوئي اور دنیوي مقصد ھے - دربار تک پہنچنے کیلیے اس مسئلہ کو وسیلہ بنا لیا ھے -)

شیخ : اگر ایسا ھوا تو میرا خون تمہارے لیے حلال ھے -

عمرو : تمہارے خون کے حرام ھونے میں تو مجھے اب بھي شبہ ھے' جبکہ تم امیر المومنین کے حکم کي علانیہ مسجد میں توھین کرچکے ھو -

شیخ : حکم صرف خدا اور اسکے قرآن کا ھے -

عمرو بن مسعدہ نے گھوڑا طلب کیا' اور کوتوال سے کہا کہ میں دربار کي طرف جاتا ھوں' تم شیخ اور اسکے لڑکے کو سپاھیوں کے حلقہ میں لیکر پیچھے پیچھے آؤ -

شہر کي تمام خلقت ان عجیب و غریب باپ بیٹوں کو حیرت اور افسوس کي نظروں سے دیکھہ رھي تھي' جنھوں نے موت کي تلاش میں بغداد کا سفر کیا تھا' اور اب اسکے منہ میں بیخوف و خطر جا رہے تھے!

راہ میں انہوں نے لوگوں کي آوازیں سنیں جو کہہ رہے تھے :

" دارالخلافۃ میں باھر کے مسافر زندگي اور راحت کیلیے آتے ھیں' لیکن انہوں نے موت کے عشق میں اپنا گھر چھوڑا "

کیا واقعي ان دونوں نے موت کیلیے اپنے وطن عزیز کو چھوڑا تھا؟

ھاں' مگر اس موت کیلیے جو تمام امۃ مرحومہ کو استبداد کي موت سے نجات دلاکر حریت حقہ کي زندگي بخشنے والي تھي!

بل احیاء و لکن لا یشعرون!

قصر شاھي بغداد کے شرقي حصہ میں تھا - یہ مجمع دجلہ کو عبور کرکے ایوان خلافت تک پہنچا' اور عمرو بن مسعدہ شیخ کو کوتوال کي حفاظت میں چھوڑکر خود اندر گیا - کچھہ عرصہ کے بعد واپس آکر شیخ سے کہا :

" میں نے تمہارا حال امیر المومنین کي خدمت میں عرض کیا کہ تم مسئلہ خلق قرآن کي نسبت ان علماء دار الخلافۃ سے مناظرہ کرنا چاھتے ھو جو خلق کے قائل ھیں - امیر المومنین نے اسے منظور فرمایا - پیر کے دن مجلس مناظرہ منعقد ھوگي' امیر المومنین بہ نفس نفیس شریک مجلس ھونگے - اگر پیر تک کیلیے کسي شخص کو اپني ضمانت میں پیش کرو تو تمہیں رھا کردیا جائے"

شیخ نے کہا : " میں مسافر ھوں' کسي شخص سے یہاں جان پہچان نہیں رکھتا کہ اسکي ضمانت پیش کرسکوں' علی الخصوص ایسي حالت میں کہ ایک شاھي مجرم ھوں' میرے لیے کسے کوئي ھے کہ اپني جان مصیبت میں ڈالدیگا؟"

عمرو نے کہا : " خیر' ھم تم پر اعتماد کرتے ھیں - جب تم اپنے عقیدے میں ایک خیال کو حق سمجھکر اسکے لیے ایسي پر خطر جرات کر رہے ھو' تو یقیناً تم جھوٹ نہیں بول سکتے - تم جاؤ اور اپنے معاملہ پر غور کرو - اگر اب بھي تم اس جنون سے باز آجاؤ تو تمہاري مسافرت پر رحم کرکے امید ھے کہ امیر المومنین تمہاري کل کي جرات کو معاف کردیں "

جرات حق کي پہلي برکت اور خدا کي نصرۃ کا پہلا نظارہ دیکھو کہ افسر شاھي جو اسلیے تھا کہ شیخ کو سزا دے' خود بخود اسپر اعتماد کرتا ھے اور بغیر کسي کي ضمانت لیے رھا کردیتا ھے :

ان تنصر الله' ینصرکم - (اگر تم خدا کے کلمۂ حق کي مدد کروگے تو خدا بھي تمھاري مدد کریگا)

(مناظـــرہ کے دن)

مامون الرشید نے تمام علماء دار الخلافۃ کو پیر کے دن دربار شاھي میں حاضر ھونے کا حکم دیدیا - شیخ عبد العزیز پیر کے دن قصر شاھي میں حاضر ھوے تو کوتوال کو اپنا منتظر پایا - وہ عمرو بن مسعدہ کے سامنے لے گیا' عمرو نے دیکھتے ھي کہا :

" امید ھے کہ اب تمہیں عقل آ گئي ھوگي' اور تم اس جنون سے باز آ گئے ھوگے جسکا نتیجہ قتل کے سوا اور کچھہ نہیں ھے - تم امیر المومنین کے حکم و عقیدے کي اس سختي سے مخالفت کرنا چاھتے ھو - اسکا نتیجہ تلوار کے سوا اور کچھہ نہ دیکھوگے - اب بھي اس حماقت سے باز آ جاؤ تو میں وعدہ کرتا ھوں کہ معافي دلا دونگا - نیز شاھي انعام و اکرام اور جاگیر و ریاست سے تم مالا مال کردیے جاؤ گے کیونکہ تمہارے اندر شجاعت کا جوھر موجود ھے "

لیکن شیخ عبد العزیز کیلیے یہ تمام باتیں بے سود تھیں - انہوں نے کہا : " حق مظلوم ھوگیا ھے - میں اسے پھر قائم کرنا چاھتا ھوں - مجھے جب اپني زندگي کي پروا نہیں تو مال و جاگیر کا ذکر کیا کرتے ھو؟ "

برو ایں دام بر مـــرغ دگـــرنـــہ
کہ عنقــا را بلنـــد ست آشیـــانـــہ!

عمرو جوش تاسف سے کھڑا ھوگیا اور کہا : " افسوس تمہاري غربت پر اور صد افسوس تمہارے بچے کي یتیمي اور تمہاري بیوي کي بیوگي پر! میں تمہیں ھلاکت سے نکالنے کي کوشش کر رھاھوں مگر تم ھلاکت کے عشق میں دیوانے ھو رہے ھو"!

شیخ کي روح حق سے صداے یقین اٹھي : " الله کي رہ نصرۃ و اعانت جو صرف حق اور خدمت گذاران حق کیلیے ھے مجھے کبھي نہیں دلا سکتي' اور اگر میرے لیے الله نے اپني راہ میں موت ھي لکھدي ھے تو یہ شہادت ھے' پھر شہادت سے بڑھکر اور کونسي نعمت ھو سکتي ھے جسکا ایک مومن کو عشق ھو؟ "

عمرو نے جب دیکھا کہ سمجھانا بیکار ھے' تو صحبت ختم کردي اور مامون الرشید کو اسکے آنے اور آمادۂ مناظرہ ھونے کي اطلاع دي - پھر شیخ کو ایک ایسي جگہ بٹھادیا جہاں سے وہ تمام آنے والے لوگوں کو دیکھہ سکے' اور کہا کہ اجتماع کي تکمیل کے بعد تم حضرت شاھي میں طلب کیے جاؤ گے -

شیخ اپنے رسالے میں لکھتے ھیں کہ عمرو کو میري ھلاکت کا اسدرجہ یقین تھا کہ باوجود میري طرف سے مایوس ھونے کے ضبط نہ کر سکا' اور آخر میں پھر نصیحت کي :

فقد حرصت على [illegible] جهدي' وانت حرصت على سفك دمك جهدك! [illegible] يا عمرو! معونة الله [illegible] الطف من ان [illegible] ومن يتوكل على الله فهو حسبه!

میں نے تمہاري نجات و سلامتي کیلیے وھاں تک کوشش کي جہاں تک میرے امکان میں تھا' مگر افسوس کہ تم اپنا خون بہانے کیلیے حریص ھو اور اسکے لیے اپني پوري قوۃ سعي صرف کر رہے ھو - میں نے کہا : اے عمرو! الله کي اعانت اس سے زیادہ نرمي اور مہرباني رکھنے والي ھے کہ مجھے بھلادے' اور جس نے الله پر بھروسہ کیا' اسکو خدا بس کرتا ھے!

[لها بقية صالحة]

کو اورکہیں نہیں لے گئیں ' اسي کے محل تـک بحفاظت پہنچا دیا جسنے سر غرورر کو کچلنے کیلیے ایک دن یه شیر خوار بچه اٹهنے والا تها - پهر محل فرعوني کي عورتوں کو انپر مہربان کردیا ' انهوں نے اپنے بچوں کي طرح خاص شاهي محل کے اندر پرورش کي ' اور انکي والده هي انکي دایه قرار پائیں - اسمیں الله کي بڑي مصلحت یه تهي که حضرة موسی کي پرورش شاهي محل میں هوئي تو پاد شاهوں کے جاه و جلال باطل کا رعب انکے دل سے نکل جائیگا ' اور بچپن هي سے شاهانه زندگي ' سیاست و ملک داري کے طریقے ' اور ظالمانه حکومتوں کے تمام اسرار و خفایا ان پر منکشف هوجائینگے -

فالتقطه آل فرعون لیکون لهم عدوا و حزنا - ان فرعون و هامان و جنودهما کانوا خاطئین (۲۸ : ۷)

پهر اوسکو آل فرعون نے دریا سے نکال لیا ' اور اس بچے کو پرورش کیا تاکه آگے چلکر وه اونکا دشمن اور سرمایه رنج و غم بنے - بے شک فرعون هامان ' اور اونکا لشکر غلطي پر تها - جبکه اپنے دشمن کو اپنے گهر کے اندر پالرها تها !

(آغاز کار)

اسکے بعد آزمائش و ابتلاء کے متعدد موقعے پیش آے - اونهوں نے ایک ظالم شخص کو عین حالت ظلم میں قتل کردیا :

و دخل المدینة علی حین غفلة من اهلها ' فوجد فیها رجلین یقتتلان : هذا من شیعته و هذا من عدوه - فاستغاثه الذي من شیعته علی الذي من عدوه ' فوکزه موسی فقضی علیه - قال هذا من عمل الشیطان انه عدو مضل مبین ! (۲۸ : ۱۴)

اور جب که تمام لوگ غافل تھے موسی شہر میں آے ' اور اوسمیں دو آدمیوں کو جهگڑتے هوے دیکها ' اون میں ایک آدمي اونکي قوم کا تها ' اور دوسرا اونکے دشمن کے گروه کا - موسی کو دیکهکر اونکي قوم کے آدمي نے دشمن کے ظلم کي فریاد کي ' اور موسی نے اوسکو ایک ایسا گهونسا مارا که وه مرگیا - یه حال دیکهکر وه گهبراے که شیطان نے مجهے مصیبت میں پهنسا دیا - بے شک شیطان گمراه کن دشمن هے -

اب خدا نے ظلم و فساد اور انساني عبودیت و غلامي کي سر زمین سے اونکو دور کرنا چاها ' کیونکه ضرورت تهي که وه کسي ازاد مقام پر رهکر آنے والے وقت کیلیے طیار هو جائیں - پس وه نکلے اور ایک طرف خدا کي رهنمائي کے سہارے پر چل کهڑے هوے :

و لما توجه تلقاء مدین قال عسی ربي ان یهدیني سواء السبیل - (۲۸ : ۲۱)

جب موسی مصر سے نکل کر مدین کي طرف روانه هوے ' تو کہا که خدا مجهکو ضرور سیدها راسته دکهائیگا -

(درسگاه مدین)

خدا نے اونکي رهنمائي کي ' اور بخط مستقیم اونکو اپنے ایک صالح بندے کي آغوش تربیت میں ڈالدیا - وهاں اونهوں نے کامل آٹهه سال تک آزادي کي هوا میں اپنے جذبات حقه و قواء صالحه کو نشو و نما دي - پهر جب پلٹے تو فرعون کے تاج و تخت اولٹنے کیلیے تمام ساز و سامان نصرة سے مسلح تھے :

و ان الق عصاك فلما راها تهتز کانها جان ولی مدبرا و لم یعقب - یموسی اقبل و لا تخف ' انك من الامنین - اسلك یدك في جیبك تخرج بیضاء من غیر سوء ' و اضمم الیك جناحك من الرهب فذنك برهانان من ربك الی فرعون و ملائه انهم کانوا قوما فاسقین - (۲۸ : ۳۱)

اور هم نے موسی کو حکم دیا که اپني لاٹهي کو پهینک دو ' موسی نے اپنے هاتهه سے عصا پهینک دیا ' لیکن جب دیکها که وه سانپ کي طرح حرکت کر رها هے ' تو پشت پهیر کر بهاگے ' اور پهر اوس طرف رخ نه کیا - هم نے کہا اے موسی ! آگے بڑهو ' مطلق خوف نه کهاؤ تم محفوظ رهوگے ' پهر هم نے حکم دیا که اپنے هاتهه کو گریبان میں ڈالو ' وه چمکتا هوا نکلیگا - تمهارے خدا کي طرف سے فرعون اور اوسکے ارکان سلطنت کیلیے یه دو نشانیاں دیگئي هیں -

(سپه سالار جنگ)

فوج کي تنظیم و ترتیب کیلیے جس سپه سالار کي ضرورت تهي وه تمام آلات حرب سے مسلح هوگیا ' لیکن وه جن لوگوں سے اپني فوج کو مرتب کرنا چاهتا تها ' وه خود گرفتار زندان مصیبت تھے ' اسلیے اوس نے اپنا پہلا مطالبه جو فرعوني گورنمنٹ سے کیا ' وه اسي فوج کي رهائي کا مطالبه تها :

ان ادوا الي عباد الله اني لکم رسول امین (۴۴ : ۱۷)

خدا کے ان بندوں کو میرے حوالے کردو ' میں تمهارے پاس ایک امانت دار پیغمبر بن کے آیا هوں -

(داخلي تبلیغ)

لیکن فرعون نے جیسا که تمام ظالم بادشاهوں کا طریقه هے ' اونکے اس الهي مطالبه کو رد کردیا - پس ضرور هوا که اب کچهه دنوں تک مصر هي میں رهکر بنو اسرائیل کي تربیت و تعلیم کا انتظام کیا جاے ' اور صدیوں کي محکومي و غلامي نے جس درجه انکے فوجي قوی کو معطل کر دیا هے ' اسي درجه کي قوي و موثر تعلیم کے ذریعه انمیں حریت و استقلال کے عزائم پیدا کیے جائیں -

پس حکم الهي کے مطابق حضرة موسی علیه السلام اپني دعوة کي داخلي تبلیغ میں مشغول هوگئے اور بني اسرائیل کو آنے والے وقت کیلیے طیار کرنا شروع کردیا - اس طیاري کا طریقه اور اسکے اصول جو قران حکیم نے بتلاے هیں ' هم کسي دوسري صحبت میں انکي طرف متوجه هونگے -

(پہلي فوجي نمایش)

جب ایک اچهي مدت اسپر گذر گئي تو حکم الهي هوا که اب وقت آگیا هے که اس طیار کرده فوج کي حرکت شروع هوجاے - پس پہلي منزل یه هے که اب فرعوني گورنمنٹ کے ساز و سامان اور احکام و قوانین کي بالکل پروا نه کرو - وه بنو اسرائیل کو اپني غلامي سے نکلنے نہیں دیتي ' مگر تم اسکو اپنے ساتهه لیکر راتوں رات نکل کهڑے هو - تمهارا تعاقب کیا جائیگا ' لیکن عذاب الهي بهي اسکے تعاقب سے غفلت نہیں کریگا :

فاسر بعبادي لیلا انکم متبعون (۴۴ : ۲۲)

میرے بندوں کو لیکر راتوں رات نکل جاؤ ' کیونکه تمهارا تعاقب کیا جائیگا -

اونهوں نے حکم الهي کي تعمیل کي ' اور اسطرح فوج کیلیے جس اجتماع و انضمام کي ضرورت هوتي هے اوسکا قوام تیار هوگیا -

(روح عسکري)

لیکن فوج صرف آدمیوں کي اوس صف هي کا نام نہیں هے جو میدان جنگ میں دیوار کي طرح کهڑي کردي جاتي هے ' بلکه جسطرح دنیا کي هر حقیقت مادة و قوت سے مرکب هے ' اوسي طرح فوج بهي جسم و روح کے مجموعه کا نام هے - یه روح تلواروں کے چمکتے هوے جوهر میں نہیں مل سکتي ' اوسکا آشیانه شہسواروں کے خود میں نہیں هے ' وه حلقه دار زره کے جال میں مرغ رشته بپا کي طرح گرفتار نہیں هے ' اوس نے ان تمام قیود سے آزاد هوکر صرف سپاهیوں کے دل هي کو اپنا گهر بنایا هے - اسي گوشے میں اوسکي معجزانه طاقت کي کار فرمائیاں ظاهر هوتي هیں - فوج کي تعداد کي کمي بیشي سے اسپر کوئي اثر نہیں پڑتا - ایک سو اور ایک هزار کے اختلاف سے اسکي حقیقت بدل نہیں جاتي ' سامان جنگ کے عدم و وجود کو اسمیں کوئي دخل نہیں ' وه چاهے تو ایک انسان کے اندر چمک کر اسے ایک هزار انسانوں پر غالب کردے :

اپنے سر چشمۂ احساس کو بالکل فنا کردیتي ہے ' تو پھر ان فریب کاریوں کي ضرورت ھي نہیں ھوتي ' بلکہ سر بازار تلوار سے اوسکے نقش وجود کو حرف غلط کي طرح مٹا دیا جاتا ہے -

دنیا کي ملکي تاریخیں اس قسم کي بہت سي مٹي ہوئي قوموں کو نمایاں کرسکتي ہیں ' لیکن مذہبي تاریخ واقعات میں تسلسل و نظام اور ترتیب نہیں ڈھونڈھتي - وہ دنیا کو محض عبرت کا افسانہ سناتي ہے - اسلیے وہ صرف ایک اہم اور کثیر النتائج واقعہ کا انتخاب کرلیتي ہے ' جو تمام دنیا کیلیے مجموعۂ عبرت ہوتا ہے ' اور اسکو بار بار دنیا کے آگے پیش کرتي رہتي ہے - اس اصول ہي بنا پر اوس نے ہمکو صرف فرعون کے مظالم کي داستان سنائي ہے ' جسکا انتہائي ظلم و عدوان یہ تھا کہ وہ اپني اجنبي رعایا کے اندر پھوٹ ڈالکر اور نا اتفاقي ڈالکر حکومت کرتا تھا اور ایک گروہ کو ضعیف اور دوسرے کو قوي رکھتا تھا :

ان فرعون علا في الارض و جعل اہلہـــا شیعـــا یستضعف طائفة منہم - (۳ : ۲۸)

فرعون نے خدا کي زمین میں بہت سر اوٹھایا ' اور اوسکے رہنے والوں میں پھوٹ ڈالکر اُنکو گروہ در گروہ کردیا - و ان میں سے ایک جماعت کو کمزور رکھتا اور ابھرنے نہ دیتا -

مذہبي حکومتوں کے سوا ظلم ہر دنیوي سلطنت کا مایۂ خمیر ہے ' اور باوجود مختلف قسم کے مظالم کے وہ اپني زندگي کے وہ دن پورے کرلیتي ہیں جو خدا نے اونکے لیے مقرر کردیے ہیں - لیکن جب اونکي سلطنت ظلم کو اس انتہائي درجہ تک پہونچادیتي ہے کہ انساني حقوق کا اونکي ٹھکانا نہیں رہتا تو یہ اوسکي زندگي کا آخري دن ہوتا ہے - اسوقت اوسکا تاج و تخت اولٹ دیا جاتا ہے ' اور وہ صفحۂ ہستي سے حرف غلط کي طرح مٹا دي جاتي ہے -

آج بھي ہم دیکھہ رہے ہیں کہ خدا کا یہ قانون کس طرح کام کر رہا ہے ؟

(ظلم کي موت ھي سے عدل پیدا ہوتا ہے)

لیکن دنیا پر یکے بعد دیگرے ہمیشہ متضاد قوتوں نے حکومت کي ہے ' رات کے جانے کے بعد ہمیشہ دن جلوہ گر ہوا ہے ' تاریکي کے بعد ہمیشہ روشني چمکي ہے ' سیاہي کے بعد ہمیشہ سفیدي نے ظہور کیا ہے - یہي حال حکومتوں اور سلطنتوں کا بھي ہے - جب ایک ظالم حکومت مٹتي ہے تو اوسکي جگہ اسیوقت ایک عادل سلطنت قائم ہو جاتي ہے - ظلم کا جانا ھي عدل کے ظہور کا پیام ہے ' اور رات اگر ختم ہوگئي ہے تو اسکے یہي معني ہیں کہ دن آگیا -

جب جابرانہ قوموں کي قوت فنا ہو جاتي ہے ' تو ایک عادلانہ نظام قائم ہوجاتا ہے - فرعون کي جابرانہ سلطنت کا زوال ایک دوسري قوم ہي عادلانہ حکومت کا مقدمہ تھا ' اسلیے خدا نے فرعونیوں کي ہلاکت کے ساتھہ ھي عدل الہي کے قیام کا بھي مژدہ سنا دیا :

و نرید ان نمن علی الـــذین استضعفـــوا في الارض و نجعلہم ائمة و نجعلہم الوارثین و نمکن لہم في الارض و نری فرعون و ہامان و جنودہما منہم ما کانوا یحذرون (۳ : ۲۸)

اور ہم اپنے دائمي قانون عدل کي بنا پر چاہتے ہیں کہ جو لوگ ہماري زمین میں کمزور بنا کر ایک مدت تک رکھے گئے ہیں ' اون پر احسان کریں ' اور اونکو دنیا کي پیشوائي عطا فرمائیں ' بڑي بڑي طاقتور قوموں کے تاج و تخت کے وھي وارث ہوں ' اور اونکي پادشاہت زمین پر قائم ہوجاے - فرعون و ہامان اور انکي حکمران قوم کو انکے طرف سے جس چیز کا کھٹکا تھا اور جسکے لیے وہ اونہیں کمزور رکھتے تھے ' وھي انکے سامنے لائینگے !

(انقلاب قوۃ و ضعف)

یہ تو سلطنت فرعوني کے انقلاب کي سرگذشت تھي ' لیکن غور کرو کہ اس آیۂ کریمہ کے اندر قران حکیم نے کس طرح اپنے ایک قانون الہي کي خبر دیدي ہے ؟ وہ بتلاتا ہے کہ دنیا قوت کے جاہ و جلال کي نمایش گاہ ہے ' اور کمزوروں کي ہلاکت کا مقتل ہے - طاقتور قومیں کمزوروں کو اپنا غلام و محکوم بناتي ہیں ' ان میں پھوٹ اور اختلاف ڈالتي ہیں ' انکے مختلف فرقوں اور مختلف گروہوں کو باہم ملنے نہیں دیتیں ' کیونکہ اگر وہ ملکر ایک ہو جائیں تو پھر کمزور نہ رہیں اور اتفاق و یگانگت کي طاقت اعلی ظالموں کا تخت و تاج اولٹ دے - یہي حال مصر میں بنو اسرائیل کا تھا -

لیکن اسکے ساتھہ ھي دنیا کا ایک مستثنی قانون بھي ہے ' اور خدا کے زبردست ہاتھہ کي گاہ گاہ چمک جانے والي حرکت بھي ہوتي ہے - جب ظلم اور طاقت کے شیطان کا غرور حد سے بڑھجاتا ہے تو ایسا بھي ہوتا ہے کہ دنیا طاقت والوں کي جگہ کمزوروں کا گھر بنا دي جاتي ہے ' اور وھي زمین جو کمزوروں کیلیے قتل گاہ تھي ' طاقت والوں کي تباہي و ہلاکت کا تماشا گاہ بن جاتي ہے - پس اُس دن چھوٹے بڑے کیے جاتے ہیں ' اور بڑوں کو چھوٹا بنایا جاتا ہے - وہ کہ کمزور کردیے گئے تھے ' وہ کہ بیکس اور بے نوا تھے ' وہ کہ صرف رونے ' ماتم کرنے ' بے بسي کي چیخیں مارنے ' اور لٹنے لٹانے کیلیے تھے ' وقت آتا ہے کہ احسان الہي کے سزاوار ٹھہرتے ہیں ' اور کمزوري کي جگہ طاقت کیلیے ' بیکسي کي جگہ فرمانروائي کیلیے ' رونے کي جگہ خوشیوں کیلیے ' ماتم کي جگہ عیش و کامراني کیلیے ' اور لٹنے کي جگہ لوٹنے کیلیے ' تمام عالم میں نمایاں ہو جاتے ہیں - قوۃ فرعوني کي جگہ قوۃ موسوي کي تلوار آن کي آن میں دنیا کو پلٹ دیتي ہے ' اور صدیوں کي گري ہوئي قومیں پھر جاہ و جلال رباني کے ظہور و قیام کیلیے دنیا کي وارث اور خلیفہ بنا دي جاتي ہیں !

(تربیت عسکري)

لیکن جسطرح تلوار کي آخري حرکت کسي سلطنت کي شہرگ کو کاٹ دیتي ہے ' اوسي طرح اوسکي پہلي جنبش نظام حکومت کو قائم بھي کردیتي ہے - حکومت سیاست کا سر چشمہ ہے ' اور سیاست کي پیاس ہمیشہ تلوار ھي کے پاني سے بجھي ہے - خدا تعالی حضرت موسی علیہ السلام کو فرعون کے تاج و تخت اولٹنے اور بنو اسرائیل کي حکومت قائم کرنے کیلیے ایک تیغ برہنہ کي صورت میں نمایاں کرنا چاہتا تھا ' اسلیے دیکھو کہ کس طرح اونکو بچپن ھي سے میدان جنگ کے شدائد و مصائب برداشت کرنے کا خوگر بنایا ' اور طرح طرح کي آزمایشوں میں ڈالدیا ؟ ابھي اونھوں نے دنیا میں پہلا ھي قدم رکھا تھا کہ ماں کے آغوش محبت سے جدا ہوگئے ' اور جس آغوش کي محبت سے زمین پر رینگنے والے کیڑے بھي محروم نہیں رہتے ' اللہ کي معلمانہ مشیت نے اپنے رسول اولوالعزم کو اس سے محروم کردیا - دریاے نیل کي طوفان خیز موجوں کي آغوش میں اونھیں ڈالدیا گیا کہ ایک دن دریا کے طوفان ھي میں سے انکو اپني راہ نکالني تھي :

و اوحینا الی ام موسی ان ارضعیہ فاذا خفت علیہ فالقیہ في الیم ولا تخافي ولا تحزني انا رادوہ الیک و جاعلوہ من المرسلین (۹ : ۲۸)

اور ہم نے موسی کي ماں کے دل میں یہ بات ڈالدي کہ اوسکو دودہ پلاے ' اور اگر فرعون کے ظلم کیوجہ سے اوسکي جان کا خوف ہو ' تو دریا میں ڈالدے - اور کسي قسم کا خوف یا غم نہ کرے ' ہم پھر اسکي گود میں اسکے لخت جگر کو واپس کردینگے ' اور اسکو اپنا پیغمبر بنائینگے -

حضرۃ موسی کي والدہ نے اپنے لخت جگر کو دریا کي لہروں کي آغوش میں ڈالدیا - لیکن نیل کي لہریں اس امانت مقدس

الحرب فی الاسلام

تاریخ اسلام اور نظام عسکری

(۲)

(رسد کا مستقل محکمہ)

رفتہ رفتہ حضرت عمر نے رسد کا ایک مستقل محکمہ قائم کیا ' جسکا نام اهراء تھا - چنانچہ شام میں عمرو بن عتبہ (۱) اس محکمہ کے افسر مقرر ہوے - "اهراء" هری کی جمع ہے - هری ایک یونانی لفظ ہے جسکے معنی گودام کے ہیں - چونکہ رسد کے یکجا جمع ہوے اور وهاں سے تقسیم ہوے کا دستور یونانیوں سے لیا گیا تھا ' اس لیے نام میں بھی وهی یونانی لفظ قائم رہا - تمام جنس اور غلہ ایک وسیع گودام میں جمع ہوتا تھا اور مہینے کی پہلی تاریخ فی سپاهی ایک من دس سیر کے حساب سے تقسیم ہوتا تھا - اسکے ساتھ فی کس ۱۲ سیر روغن زیتون ' اور ۱۲ سیر سرکہ بھی ملتا تھا - اس کے بعد اور بھی ترقی ہوئی ' یعنی خشک جنس کے بجاے پکا پکایا کھانا ملتا تھا - چنانچہ مورخ یعقوبی نے حضرت عمر کے سفر شام کے ذکر میں اسکی تصریح کی ہے -

(خوراک اور کپڑا اور بھتہ)

تنخواہ اور خوراک کے علاوہ کپڑا بھی دربار خلافت سے ملتا تھا ' جسکی تفصیل ردی کے ذکر میں آئیگی - ان تمام چیزوں کے ساتھ بھتہ بھی مقرر تھا ' جسکو عربی میں "معونہ" کہتے ہیں - سواری کا گھوڑا سواروں کو اپنے اهتمام سے مہیا کرنا ہوتا تھا - لیکن جو شخص کم مایہ ہوتا اور اسکی تنخواہ بھی تھوڑی ہوتی اسکو حکومت کی طرف سے گھوڑا ملتا تھا - چنانچہ خاص اس غرض کے لیے حضرت عمر کے حکم سے خود دار الخلافہ میں چار ہزار گھوڑے ہر وقت موجود رہتے تھے - (۲)

بھتہ اور تنخواہ وغیرہ کی تقسیم کے اوقات مختلف تھے - شروع محرم میں تنخواہ ' فصل بہار میں بھتہ ' اور فصل کٹنے کے موسم خاص خاص جاگیروں کی آمدنی تقسیم ہوتی تھی - (۳) تنخواہ کی تقسیم کا یہ طریقہ تھا کہ ہر قبیلے کے ساتھ ایک عریف یعنی مقدم یا رئیس ہوتا تھا - فوجی افسر جو کم سے کم دس دس

(۱) تاریخ طبری صفحہ ۲۵۲۶ - اهراء کے معنی اور مفہوم کیلیے دیکھو لسان العرب اور فتوح البلدان صفحہ ۲۰۸ -

(۲) کتاب الخراج صفحہ ۲۷ - اصل عبارت یہ ہے : "کان لعمر بن الخطاب اربعة الاف فرس فاذا کان فی عطاء الرجل خفة او کان محتاجا اعطاه الفرس"

(۳) طبری صفحہ ۲۴۸۶ - اصل عبارت یہ ہے "و امر بهم بمعاونهم فی الربیع من کل سنة و باعطیاتهم فی المحرم من کل سنة و بفیئهم عند طلوع الشعری فی کل سنة ' و ذالک عند ادراک الغلات"

سپاهیوں پر افسر ہوتے تھے ' اور جو امراء الاعشار کہلاتے تھے ' تنخواہ اُن کو دیجاتی تھی - وہ عریف کو حوالہ کرتے تھے ' اور عریف اپنے اپنے قبیلے کے سپاهیوں کے حوالہ کردیتا - ایک ایک عریف کے متعلق ایک ایک لاکھ درہم کی تقسیم تھی - چنانچہ کوفہ و بصرہ میں سو عریف تھے جن کے ذریعے سے ایک کرور کی رقم تقسیم ہوتی تھی - اس انتظام میں نہایت احتیاط اور خبرگیری سے کام لیا جاتا تھا - عراق میں امراے اعشار نے تنخواہوں کی تقسیم میں بے اعتدالی کی ' تو حضرت عمر نے عرب کے بڑے بڑے نساب اور اهل الراے مثلاً سعید بن عمران اور مشعلہ بن نعیم وغیرہ کو بلا کر اسکی جانچ پر مقرر کیا - چنانچہ ان لوگوں نے دوبارہ نہایت تحقیق اور صحت کے ساتھ لوگوں کے عہدے اور روزینے مقرر کیے ' اور دس دس کی جگہ سات سات سپاهی پر ایک ایک افسر مقرر کیا - (۱) عریف کا تقرر بھی فاروقی ایجادات سے تھا ' جسکی تقلید مدتوں تک کی گئی - کنز العمال باب الجہاد میں بیہقی کی روایت ہے "اول من دون الدواوین و عرف العرفا عمر بن الخطاب"

تنخواہوں میں قدامت اور کارگزاری کے لحاظ سے وقتاً فوقتاً اضافہ ہوتا رہتا تھا - قادسیہ میں زہرہ ' عصمہ ' ضبی وغیرہ نے بڑے مردانہ کام کیے تھے ' اسلیے اُن کی تنخواهیں دو دو ہزار سے ڈھائی ڈھائی ہزار ہوگئیں - مقررہ رقموں کے علاوہ غنیمت سے وقتاً فوقتاً جو هاتھ آتا تھا اور علی قدر مراتب فوج پر تقسیم ہوتا تھا ' اسکی تو کچھ انتہا ہی نہ تھی - چنانچہ جلولاء میں نو نو ہزار اور نہاوند میں چھ چھ ہزار درہم ایک ایک سوار کے حصہ میں آئے تھے !

صحت اور تندرستی قائم رکھنے کے لیے حسب ذیل قاعدے مقرر تھے :

(اختلاف موسم کے لحاظ سے فوج کی تقسیم)

(۱) جاڑے اور گرمی کے لحاظ سے لڑائی کی جہتیں متعین کردی تھیں ' یعنی جو سرد ملک تھے ان پر گرمیوں میں ' اور گرم ملکوں پر جاڑوں میں فوجیں بھیجی جاتی تھیں - اس تقسیم کا نام شاتیہ اور صائفہ رہا اور یہی اصطلاح جنگ قائم ہے - یہاں تک کہ ہمارے مورخین مغربی مہمات اور فتوحات کو صرف "صوایف" کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں - یہ انتظام حضرت عمر نے سنہ ۱۷ ہجری میں کیا تھا - علامہ طبری لکھتے ہیں : "و سمی الشواتی و الصوائف - و سمی ذالک فی کل کورة"

(۲) فصل بہار میں فوجیں اُن مقامات میں بھیجدی جاتی تھیں ' جہاں کی آب و ہوا عمدہ اور سبزہ و مرغزار ہوتا تھا - یہ قاعدہ اول اول سنہ ۱۷ ہجری میں جاری کیا گیا جبکہ مدائن کی فتح کے بعد وهاں کی خراب آب و ہوا نے فوج کی تندرستی کو نقصان پہنچایا

(۱) یہ واقعات نہایت تفصیل کے ساتھ طبری صفحہ ۲۴۹۵ و ۲۴۹۶ ' و مقریزی صفحہ ۹۳ میں ہیں -

يا ايها النبي حرض المومنين على القتال ان يكن منكم عشرون صابرون يغلبوا مائتين وان يكن منكم مائة يغلبوا الفا من الذين كفروا بانهم قوم لا يفقهون (۸ : ۶۶)

اے پیغمبر مسلمانوں کو جہاد کیلئے آمادہ کرو' اگر تم میں بیس آدمی بھی ثابت ہوں گے تو وہ دو سو دشمنوں پر غالب آجائینگے' اور اگر تم میں سو آدمی بھی صبر کے ساتھ رہنے والے ہوئے تو ہزاروں کی ایک ہزار جمعیت پر غالب ہوجائیں گے -

عزم و استقلال اور صبر و ثبات کی طاقت صرف افراد کی کثرت سے پیدا نہیں ہوسکتی' اسکو آزادی کی زندگی ھی پیدا کرتی ھے جو افراد انسانی کی نشو و نما کی فطرتی تربیت گاہ ھے -

لیکن آزادی ایک ایسا جوھر ھے' جو دنیا میں تو اس قدر ارزاں ہوجاتا ھے کہ ھر ریگستان کے چمکتے ھوئے درے میں مل سکتا ھے' اور کبھی اس قدر گراں قیمت ہوجاتا ھے کہ صرف تاج شاھی کے چمکتے ھوئے ہیروں ھی میں اسکی جھلک نظر آتی ھے -

حضرت موسی علیہ السلام جس قوم کی تعلیم و تربیت کیلئے خدا کی طرف سے مامور ھوئے تھے' اوس کے اندر یہ جوھر بالکل مفقود ہوگیا تھا - فرعون کی غـلامی نے اوسکے تمام شریفانہ جذبات فنا کردیے تھے' اوس نے کبھی حکومت کا خواب بھی نہیں دیکھا تھا - حضرت موسی علیہ السلام کی پیغمبرانہ دعوۃ کی طاقت نے مومنین مخلصین کا ایک چھوٹا سا گروہ ضرور پیدا کردیا جس نے جذبۂ صادقہ کی روح سے معمور ہوکر فرعون کو للکارا تھا :

فاقض ما انت قاض انما تقضي هذه الحيواة الدنيا (۲۰ : ۷۵)

جو حکم چاھو ھمارے لیے دو' تمہاری حکومت زیادہ سے زیادہ اس دنیوی زندگی ھی کا فیصلہ کرسکتی ھے کہ ھمیں قتل کردے - اس سے زیادہ تم اور کیا کرسکتے ہو؟

لیکن یہ بھی صرف نور ایمان کی ایک جدید روح کی صدا تھی جسنے غلاموں کے ملک میں حریت حقہ کا غلغلہ بلند کرکے ایک نمونہ قائم کردیا' ورنہ بنو اسرائیل کے حلقے سے کبھی اِس قسم کی صدائیں بلند نہیں ہوسکتی تھیں -

(جہاد فی سبیل اللہ سے اعراض)

پس اس بنا پر بنو اسرائیل کی فوجی تعلیم و تربیت کیلیے صرف صحرائی مقام موزوں تھا' جہاں انسان کے سب سے پہلے آزادی کی ہوا ملتی ھے - یعنے آبادیوں اور بستیوں سے الگ کوئی صحرا یا میدان' جہاں نہ کسی کی حکومت ہو' نہ کسی انسان کا حکم - اور نہ غلامی کے غول ہوں اور خود مختار بستیوں کے جھنڈ' اسی قسم کے فطری ماحول میں رھکر وہ اپنی گم شدہ حریۃ کو تلاش کرسکتے تھے جو مصر کی آبادیوں میں کھو گئی تھی !

لیکن حضرت موسی علیہ السلام نے پہلے آنے والے جاہ و جلال و عظمت کو یاد دلاکر انکے جذبۂ شجاعت کو تازہ کرنا چاھا :

واذ قال موسی لقومه يا قوم اذكروا نعمت الله عليكم اذ جعل فيكم انبياء وجعلكم ملوكا وآتكم مالم يوت احداً من العالمين - يا قوم ادخلوا الارض المقدسة التي كتب الله لكم ولا ترتدوا على ادباركم فتنقلبوا خاسرين - (۵ : ۲۳)

جب موسی نے اپنی قوم سے کہا : اے لوگو خدا کی نعمتوں کو دیکھو' اوس نے تم میں پیغمبر پیدا کیے تھے' اب تمکو بادشاہ بناتا ھے' اور وہ عظمت عطا فرماتا ھے جو ابتک کسیکو بھی نہیں دی تھی - پس عزم اور ھمت کرو' اور ارض مقدس میں داخل ہوجاؤ - اُسکی حکومت صرف تمہاری ھی قسمت میں لکھدی گئی ھے' اور ھرگز بزدلوں کی طرح پیٹھ نہ پھیرو' اسکا نتیجہ بجز ناکامیابی و محرومی کے کچھہ نہ ہوگا -

لیکن یہ امتحان ایک ایسی قوم کیلیے سودمند نہ ھو سکا جو صدیوں سے غلامی کی لعنت میں گرفتار تھی - بنو اسرائیل کی بزدلی نے نہایت مایوسانہ جواب دیا :

قالوا يموسى ان فيها قوماً جبارين ' وانا لن ندخلها حتــى يخرجــوا منها - فان يخرجوا منهــا فانا داخلون (۲۵ : ۵)

اُن لوگوں نے جواب دیا کہ اے موسی ارض مقدس میں ایک نہایت ھیبتناک قوم رھتی ھے - ھم اُس میں ھرگز داخل نہیں ھو سکتے - وہ اپنے ساز و سامان اور طاقت سے ھمیں بیس ڈالینگے - جب تک کہ وہ ملک سے خود بخود نہ ھٹ جائیں' ھم اُسکا رخ نہ کرینگے -

اِس داخلہ سے مقصد شاھی جاہ و جلال کا منظر دکھانا مقصود نہ تھا' بلکہ بنو اسرائیل کی قدیم کھوئی ھوئی عظمت کو خلافت الہی کی صورت میں قائم کرنا تھا' اور خلافت الہی کے قائم کرنے کیلیے جس قسم کی شجاعت درکار ہوتی ھے' اُسکو صرف نور ایمان ھی قائم کرسکتا تھا - بنو اسرائیل کے دل اس کی حرارت سے خالی تھے - دو مخلص مومنوں نے اپنے نور ایمان کی حرارت سے اُنکے دلوں کو گرمانا چاھا :

قـال رجـلان من الـذين يخافــون انعم الله عليهما ادخلو عليهم الباب - فاذا دخلتمــوه فـانكم غالبون ' وعلى الله فتوكلوا ان كنتم مؤمنين - (۲۶ : ۵)

جو لوگ بیت المقدس میں داخل ہونے سے ڈر رھے تھے' انہیں میں سے دو آدمیوں نے جن پر خدا نے نور ایمان کے ذریعہ سے احسان کیا تھا کہا : جہاد فی سبیل اللہ سے انکار نہ کرو اور اللہ پر اعتماد کرکے ارض مقدس میں داخل ھوجاؤ - جب اُسکے انـدر داخل ھوجاؤ گے تو تم یقیناً غالب ھوگے - اگر تم مسلمان ھو تو خدا پر بھروسہ کرو -

لیکن اس پر بھی انکے دلوں میں حرارت پیدا نہ ھوئی' اور انہوں نے صاف جواب دیدیا :

قالوا يموسـى انا لــن ندخلهـــا ابدا ما داموا فيها ' فاذهب انت وربك فقاتلا انا ههنــا قاعدون - (۲۷ : ۵)

ان لوگوں نے کہا اے موسی ! جبتک یہ طاقتور لوگ اُس شہر میں ھیں' ھم اُسمیں ھرگز داخل نہیں ھوسکتے - تم اپنے خدا کے ساتھ جاکر لڑو' ھم اس جگہہ بیٹھہ کر تماشا دیکھینگے -

(چہل سالہ قیام صحراء)

اب حضرت موسی علیہ السلام کو بالکل مایوسی ھوگئی' اور اونھوں نے اس بزدل قوم سے علیحدہ ھونا چاھا :

قال رب اني لا املـك الا نفسي و اخي فا فرق بيننا و بين القوم الفسقين (۲۸ : ۵)

حضرت موسی نے کہا : خداوندا ! میں صرف اپنے وجود پر اور اپنے بھائی ھارون ھی پر اختیار رکھتا ھوں' اپنی قوم کی بزدلی اور روحانی موت کو کیا کروں ؟ اب مجھہ میں اور اس بدکار قوم میں علحدگی کردے -

لیکن حکم الہی ھوا کہ اے موسی ! تم مایوسی کیلیے پیدا نہیں کیے گئے ھو' تمہاری پیغمبرانہ استقامت کی طاقت کو ان مشکلوں کا مقابلہ کرنا چاھیے - بنی اسرائیل کو مدتوں کی غلامی نے جہاد فی سبیل اللہ کی مقدس راہ سے نا آشنا کردیا ھے - وہ چھوٹی چھوٹی راحتوں کے عاشق ھیں' بڑے مقصد کی راہ میں مصیبت اٹھانے سے جی چراتے ھیں - غلامی کی زندگی کا یہ لازمی نتیجہ ھے - پس اس سے نہ گھبراؤ اور انہیں یہاں سے نکالکر کسی آزاد و بے قید صحرا میں جا بساؤ' وھاں کی خالص اور فطری اب و ھوا میں ایک زمانہ بسر کریں - عہد غلامی کی پرورش یافتہ نسل مٹ جاے - ایک نئی مستعد نسل پیدا ھو' پھر وہ راہ جہاد کی مشکلات کو برداشت کرسکیگی :

قال فانها محرمة عليهم اربعين سنة يتيهون في الارض فلا تأس على القوم الفسقين (۲۹ : ۵)

خدا نے کہا : بیت المقدس کا داخلہ انکے لیے چالیس سال تک حرام ھوگیا' اب اسی سر زمین میں وہ سرگرداں رھینگے - حصول عظمت میں یہ چہل سالہ تاخیر انہی کی بزدلی کا نتیجہ ھے - پس ایسے لوگوں کی محرومی پر تمہیں افسوس نہیں کرنا چاھیے -

اسد سے دبل ضرور اپنے ساتھه رکھتا تھا - سوئیاں ' سوا ' ڈورا ' قینچی ' سوبالی ' توبڑا ' چھلنی (۱) "

(قلعه شکن آلات)

قلعوں پر حمله کرنے کے لیے منجنیق کا استعمال اگرچه خود آنحضرت کے زمانے میں شروع ہوچکا تھا ' چنانچه سب سے پہلے سنه ۸ ھ میں طائف کے محاصرے میں اس سے کام لیا گیا - لیکن حضرت عمر کے زمانے میں اسکو بہت ترقي هوئي ' اور بڑے بڑے قلعے اسی کے ذریعے سے فتح هوے ' مثلاً سنه ۱۶ ھ میں بہرسیر کے محاصرے میں ۲۰ منجنیقیں استعمال کی گئیں - محاصرے میں ایک اور آله تھا جسکو دبابه کہتے تھے - یه ایک لکڑي کا مکان ہوتا تھا جس میں اوپر تلے کئی درجے ہوتے تھے اور نیچے پہیے لگے ہوتے تھے - نقب زنوں اور تیر اندازوں کو اس کے اندر بٹھا دیا جاتا تھا - اسکو ریلتے هوے آگے بڑھاتے چلے جاتے - اس طرح قلعه کی جڑ میں پہنچ جاتے تھے اور قلعه کی دیواروں کو آلات کے ذریعے سے توڑ دیتے تھے - بہرسیر کے محاصره میں یه آله بھي استعمال کیا گیا تھا -

(سفر میـــنا)

راسته صاف کرنا ' سڑک بنانا ' پل باندھنا ' یعني جو کام آجکل سفر مینا کي فوج سے لیا جاتا هے ' اسکا انتظام بھي نہایت معقول تھا ' اور یه کام خاص کر مفتوحه قوموں سے لیا جاتا تھا - عمرو بن العاص نے جب فسطاط فتح کیا تو مقوقس ' والي مصر نے یه شرط منظور کي که فوج اسلام جدھر رخ کرے گي ' سفر مینا کي خدمتوں کو مصري انجام دیں گے (۲) - چنانچه عمرو بن العاص جب رومیوں کے مقابلے کے لیے اسکندریه کي طرف بڑھے تو خود مصري منزل بمنزل پل باندھتے ' سڑک بناتے ' اور بازار لگاتے گئے - علامهٔ مقریزي نے لکھا هے که چونکه مسلمانوں کے سلوک نے تمام ملک کو گرویده کرلیا تھا ' اس واسطے قبطي خود بڑي خوشي سے ان خدمتوں کو انجام دیتے تھے -

(خبررساني اور جاسوسي)

جاسوسي اور خبررساني کا انتظام نہایت خوبي سے کیا گیا تھا اور اسکے لیے قدرتي سامان هاتھه آگئے تھے - شام و عراق میں کثرت سے عرب آباد تھے ' اور ان میں سے ایک گروہ کثیر نے اسلام قبول کرلیا تھا - یه لوگ چونکه مدت سے ان ممالک میں رهتے تھے ' اس لیے کوئي واقعه اُن سے چھپ نہیں سکتا تھا - ان لوگوں کو اجازت تھي که اپنا اسلام لوگوں پر ظاهر نه کریں ' اور چونکه یه لوگ ظاهري وضع قطع سے پارسي یا عیسائي معلوم هوتے تھے ' اسلیے دشمن کي فوجوں میں جہاں چاهتے تھے چلے جاتے تھے - یرموک ' قادسیه ' تکریت میں انھي جاسوسوں کي بدولت بڑے بڑے کام نکلے - (۳) شام میں هر شہر کے رئیسوں نے خود اپني طرف سے اور اپني خوشي سے جاسوس لگا رکھے تھے ' جو قیصر کي فوجي تیاریوں اور نقل و حرکت کي خبریں پہنچاتے تھے - قاضي ابو یوسف کتاب الخراج میں لکھتے هیں : (۱) " فلما رأى اهل الذمة وفاء المسلمين لهم و حسن السيرة فيهم' صاروا اشداء على عدو المسلمين على اعدائهم' فبعث اهل كل مدينة ممن جرى الصلح بينهم و بين المسلمين رجالا من قبلهم' يتجسسون الاخبار عن الروم و عن ملكهم و ما يريدون ان يصنعوا " اردن اور فلسطین کے اضلاع میں یہودیوں کا ایک فرقه رهتا تھا جو سامره کہلاتا تھا - یه لوگ خاص جاسوسي اور خبررساني کے کام کیلیے مقرر کیے گئے ' اور اس کے صلے میں اُن کي مقبوضه زمینیں اُنکو معافي میں دیدي گئي تھیں (۲) - اسي طرح جراجمة کي قوم اس خدمت پر مامور هوئي اور اُن کو بھي خراج معاف کردیا گیا -

(پرچه نویسوں کا انتظام)

فوجي انتظام کے سلسلے میں جو چیز سب سے بڑھکر حیرت انگیز هے ' یه هے که باوجودیکه اس قدر بیشمار فوجیں تھیں اور مختلف ملک ' مختلف ممالک ' مختلف طبائع کے لوگ اس سلسلے میں داخل تھے ' ساتھه هي وه نہایت دور دراز مقامات تک پھیلي هوئي تھیں ' جہاں سے دارالخلافة تک سیکڑوں هزاروں کوس کا فاصله تھا ' تاهم تمام فوج اس طرح حضرت عمر کے قبضهٔ قدرت میں تھي که گویا وه خود هر جگهه فوج کے ساتھه موجود هیں - اسکا عام سبب تو حضرت عمر کي سطوت اور اُن کا رعب و داب تھا - لیکن ایک بڑا سبب یه تھا که حضرت عمر نے هر فوج کے ساتھه پرچه نویس لگا رکھے تھے ' اور فوج کي ایک ایک بات کي اُنکو خبر پہنچتي رهتي تھي - علامهٔ طبري ایک ضمني موقع پر لکھتے هیں : " و كانت يكون لعمر العيون في كل جيش فكتب الى عمر بما كان في تلك الغزاة ' و بلغه الذي قال عتبة (۳) " - ایک اور موقع پر لکھتے هیں (۴) " و كان عمر لا يخفى عليه شيء في عمله "

اس انتظام سے حضرت عمر یه کام لیتے تھے که جہاں فوج میں کسي شخص سے کسي قسم کي بد اعتدالي هو جاتي تھي ' فوراً اسکا تدارک کردیتے تھے ' جس سے اوروں کو بھي عبرت هو جاتي تھي - ایران کي فتوحات میں عمرو معدیکرب نے ایک دفعه اپنے افسر کي شان میں گستاخانه کلمه کہدیا تھا ' فوراً حضرت عمر کو خبر هوئي اور اُسي وقت اُنھوں نے عمرو معدیکرب کو تحریر کے ذریعے اسي چشم نمائي کي که پھر اُنکو کبھي ایسي جرأت نہیں هوئي - اس قسم کي سیکڑوں مثالیں هیں جنکا استقصاء نہیں هو سکتا -

(۱) فتوح البلدان صفحه ۳۱۸ -

(۲) مقریزي صفحهٔ ۱۶۳ میں هے - " فخرج عمرو بالمسلمين و خرج معه جماعة من رؤساء القبط و قد اصلحوا لهم الطرق و اقاموا لهم الجسور و الاسواق "

(۳) تاریخ شام ازدي صفحهٔ ۲۴۹ و ۲۴۷۵ - ازدي کي عبارت یه هے : لما نزلت الروم منزلهم الذي نزلوا به ' دسسنا اليهم رجالا من اهل البلد كانوا نصارى و حسن اسلامهم و امرناهم ان يدخلوا عسكرهم و يكتموا اسلامهم و يأتونا باخبارهم -

(۱) کتاب مذکور صفحهٔ ۸۰ -

(۲) فتوح البلدان صفحه ۱۵۸ -

(۳) طبري صفحهٔ ۲۲۰۸ -

(۴) طبري صفحهٔ ۲۵۲۶ -

تھا - چنانچہ عتبہ بن غزوان کو لکھا کہ ہمیشہ جب بہار کا موسم آ جاے تو فوجیں شاداب اور سرسبز مقامات میں چلی جائیں (۱)

(بہار کے زمانے میں فوجوں کا قیام)

عمر بن العاص گورنر مصر موسم بہار کے آنے کے ساتھہ ہی فوج کو دہر بھیجدیتے تھے ' اور حکم دیتے کہ سیر و شکار میں بسر کریں' اور گھوڑوں کو چراکر اور فربہ بناکر لائیں -

. (آب و ہوا کا لحاظ)

(۳) بارکوں کی تعمیر اور چھاؤنیوں کے بنانے میں ہمیشہ عمدہ آب و ہوا کا لحاظ کیا جاتا تھا ' اور مکانات کے آگے کھلے ہوے خوش فضا صحن چھوڑدیے جاتے تھے - فوجوں کے لیے جو شہر آباد کیے گئے' مثلاً کوفہ ' بصرہ ' فسطاط وغیرہ' ان میں اصول صحت کے لحاظ سے سڑکیں ' کوچے ' اور گلیاں نہایت وسیع ہوتی تھیں- حضرت عمر کو اسمیں اسقدر اہتمام تھا کہ مساحت اور وسعت کی تعین بھی خود لکھہ کر بھیجی تھی - چنانچہ اسکی تفصیل ان شہروں کے ذکر میں گزر چکی ہے -

(کوچ کی حالت میں فوج کی آرام کا دن)

(۴) فوج جب کوچ پر ہوتی تھی تو حکم تھا کہ ہمیشہ جمعہ کے دن مقام کرے اور پورے ایک شب و روز قیام رکھے ' تا کہ لوگ دم لے لیں اور ہتیاروں اور کپڑوں کو درست کرلیں - یہ بھی تاکید تھی کہ ہر روز اُسی قدر مسافت طے کریں جس سے تھکنے نہ پائیں' اور پڑاؤ وہیں ڈالا جاے جہاں ہر قسم کی ضروریات مہیا ہوں- چنانچہ سعد بن وقاص کو جو فرمان فوجی ہدایتوں کے متعلق لکھا ' اسمیں اور اہم باتوں کے ساتھہ ان تمام جزئیات کی تفصیل بھی لکھی (۲)

(رخصت کے قاعدے)

رخصت کا بھی با قاعدہ انتظام تھا - جو فوجیں دور دراز مقامات پر مامور تھیں اُن کو سال میں ایک دفعہ ورنہ دو دفعہ رخصت ملتی' بلکہ ایک موقع پر جب اُنھوں نے ایک عورت کو اپنے شوہر کی جدائی میں دردناک اشعار پڑھتے سنا تو افسروں کو احکام بھیجدیے کہ کوئی شخص چار مہینے سے زیادہ باہر رہنے پر مجبور نہ کیا جاے -

لیکن یہ تمام آسانیاں اسی حد تک تھیں جہاں تک ضرورت کا تقاضا تھا ' ورنہ آرام طلبی ' کاہلی ' عیش پرستی سے بچنے کے لیے سخت بندشیں بھی کی تھیں - نہایت تاکید تھی کہ " اہل فوج رکاب کے سہارے سے سوار نہ ہوں ' نرم کپڑے نہ پہنیں ' دھوپ کھانا نہ چھوڑیں ' حماموں میں نہ نہائیں "

(فوج کا لباس)

تاریخوں سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ حضرت عمر نے فوج کے لیے کوئی خاص لباس جسکو وردی کہتے ہیں قرار دیا تھا - اُن کے جو احکام فوج کے نام منقول ہیں ' اُن میں صرف اسقدر ہے کہ لوگ عجمی لباس نہ پہنیں - لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس حکم کی تعمیل پر چنداں زور نہیں دیا گیا ' کیونکہ سنہ ۲۱ ہجری میں جب مصر میں ذمیوں پر جزیہ مقرر ہوا تو فوج کے کپڑے بھی اُسمیں شامل تھے اور وہ یہ تھے - اُون کا جبہ ' لمبی ٹوپی یا عمامہ ' پاجامہ ' موزہ (۱) حالانکہ اول اول پاجامہ اور موزہ کو حضرت عمر نے بتصریح منع کیا تھا -

(فوج میں خزانچی و محاسب و مترجم)

فوج کے متعلق حضرت عمر کی اور بہت سی ایجادیں ہیں جنکا عرب میں کبھی وجود نہ تھا - مثلاً ہر فوج کے ساتھہ ایک افسر خزانہ ' ایک محاسب ' ایک قاضی ' اور متعدد مترجم ہوتے تھے - ان کے علاوہ متعدد طبیب اور جراح بھی ہوتے تھے - چنانچہ جنگ قادسیہ میں عبد الرحمن بن ربیعہ قاضی' زیاد بن ابی سفیان محاسب' ہلال ہجری مترجم تھے - (۲) فوج میں محکمۂ عدالت ' سرشتہ حساب ' مترجمی ' اور ڈاکٹری کی ابتدا بھی اسی زمانے سے ہے -

(فن جنگ میں ترقی)

فوجی قواعد کی نسبت ہمکو صرف اسقدر معلوم ہے کہ حضرت عمر فوجی افسروں کو جو احکام بھیجتے تھے' اُن میں چار چیزوں کے سیکھنے کی تاکید ہوتی تھی - تیرنا ' گھوڑے دوڑانا ' تیر لگانا ' ننگے پاؤں چلنا - اس کے سوا ہمکو معلوم نہیں کہ فوج کو کسی قسم کی قواعد سکھلائی جاتی تھی - تاہم اسمیں بھی شبہ نہیں کہ حضرت عمر کے عہد میں سابق کی نسبت فن جنگ نے بہت ترقی کی - عرب میں جنگ کا پہلے یہ طریقہ تھا کہ دونوں طرف کے غول بے ترتیب کھڑے ہو جاتے تھے' پھر دونوں طرف سے ایک ایک سپاہی نکل کر لڑتا تھا اور باقی تمام فوج چپ کھڑی رہتی تھی - اخر میں عام حملہ ہوتا تھا - اسلام کے آغاز میں صف بندی کا طریقہ جاری ہوا ' اور فوج کے مختلف حصے قرار پاے - مثلاً میمنہ ' میسرہ' و غیرہ - لیکن ہر حصہ بطور خود لڑتا تھا - یعنی تمام فوج کسی ایک سپہ ســالار کے نیچے رہکر نہیں لڑتی تھی - سب سے پہلے سنہ ۱۵ ہجری میں یرموک کے معرکہ میں حضرت خالد کی بدولت تعبیہ کی طرز پر جنگ ہوئی یعنے کل فوج جسکی تعداد ۴۰ ہزار کے قریب تھی' ۳۶ صفوں میں تقسیم ہوکر حضرت خالد کی ماتحتی میں کام کرتی تھی ' اور وہ تمام فوج کو تنہا لڑاتے تھے -

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فوج کے جسقدر حصے اور شعبے تھے حسب ذیل ہیں :

قــلب ـــ سپہ سالار اِسی حصے میں رہتا تھا -
مقدمہ ـــ قلب کے آگے کچھہ فاصلے پر ہوتا تھا
میمنــہ ـــ قلب کے دائیں ہاتھہ پر رہتا تھا -
میسرہ ـــ بائیں ہاتھہ پر -
ساقــہ ـــ سب سے پیچھے -
طلیعہ ـــ گشت کی فوج جو دشمن کی فوجوں کی دیکھہ بھال رکھتی تھی -
ردء ـــ جو ساقہ سے پیچھے رہتی تھی تا کہ دشمن عقب سے حملہ نہ کرسکے -
رائــد ـــ جو فوج کے چارہ اور پانی کی تلاش کرتی تھی -
رکبــان ـــ شتر سوار -
فــرسان ـــ سوار -
راجــل ـــ پیادہ -
رمــــاۃ ـــ تیر انداز -

ہر سپاہی کو جنگ کی ضرورت کی تمام چیزیں اپنے ساتھہ رکھنی پڑتی تھیں - فتوح البلدان میں لکھا ہے کہ کثیر بن شہاب (حضرت عمر کے ایک فوجی افسر تھے) کی فوج کا ہر سپاہی

---

(۱) تاریخ طبری میں ہے " وکتب عمر الی سعد بن مالک و الی عتبة بن غزوان ان یتربعا بالناس فی کل حین ربیع فی اطیب ارضیہم" کتاب مذکور صفحہ ۲۴۸۶ -

(۲) عقد الفرید جلد اول صفحہ ۴۹ میں یہ فرمان بعینہ منقول ہے-

(۱) فتوح البلدان صفحہ ۲۱۵ -

(۲) طبری واقعات سنہ ۱۴ ہجری صفحہ ۲۲۲۶ -

[illegible] نے انحضرت کے جسد اطہر کو [illegible] کر دیا تھا' لیکن اسلام کي [illegible] سے [illegible] حالانکہ ابھي آپ دفن بھي [illegible] مجمع میں تشریف لاے' دیکھا کہ [illegible] صحابہ سے [illegible] آے - پھر روکا' [illegible] خود ایک خطبہ [illegible]

[illegible] وما محمد الا رسول (۱)

جو لوگ تم میں سے محمد کو پوجتے ہیں انکو معلوم ہو کہ اب محمد (صلی اللہ علیہ و سلم) نے وصال کے ساتھہ انکے اسلام کا بھي خاتمہ ہو چکا' لیکن جو لوگ خدا کے پوجنے والے ہیں' انکو یقین کرنا چاہیے کہ انکا خدا اب تک زندہ ہے اور کبھي نہ مریگا - خدا خود کہتا ہے کہ محمد تو صرف ایک پیغمبر ہیں' جیسا کہ انکے پہلے پیغمبر آے اور اپنا فرض نبوت ادا کرکے دنیا سے چلے گئے -

صحابہ کہتے ہیں کہ " اس خطبہ کے بعد لوگونکو ایسا محسوس ہوا گویا یہ آیت ابھي نئي ہے جو کبھي نازل ہي نہیں ہوئي تھي " ابھي زبان سے وہ کچھہ اسطرح بر وقت ادا ہوئي کہ ہر شخص کے دل میں اتر گئي اور ہر زبان نے اسکو بار بار دھرایا !

غالباً اسي ضبط و استقلال کا اثر تھا کہ حضرت عمر رضي اللہ عنہ نے سقیفہ بني ساعدہ میں انہي کي بیعت کیلیے سب سے پہلے ہاتھ بڑھایا -

خلافت کے بعد احتساب کا ایک نہایت نازک موقع اور پیش آیا' یعني ایک گروہ نے زکواۃ روک دي - حضرت ابوبکر نے اُن سے جہاد کرنا چاہا - حضرت عمر رضي اللہ عنہ نے اس سے اختلاف کیا اور کہا : " کلمہ گویوں کے ساتھہ کیونکر جہاد کیا جا سکتا ہے ؟ " لیکن حضرت ابوبکر نے صاف کہدیا : " جو لوگ نماز اور زکواۃ میں ذرہ برابر بھي تفریق کرینگے' اور ایک بکري کا بچہ بھي روک لینگے' میں اُن سے مقاتلہ کرونگا " چنانچہ حضرت عمر رضي اللہ عنہ کو بھي بعد میں اُن کي اصابت راے کو تسلیم کرنا پڑا (۲)

ان اہم مواقع کے علاوہ احتساب کے اور بھي جزئي موقع عہد نبوت میں پیش آے' اور اُنہوں نے اس فرض کو ادا کیا - صحابہ کرام کے پیغمبرانہ اعمال کا میدان اسقدر وسیع ہے کہ تمام واقعات کو جمع کرنا ممکن نہیں - عید کے دن کچھہ عورتیں حضرت عائشہ کے گھر میں گا رہي تھیں - حضرت ابوبکر آے اور اُنکو ڈانٹا' لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے اُنکو گانے کي اجازت دیدي (۳)

ایک مرتبہ ایک عورت کے پاس سے گذرے - دیکھا کہ وہ بالکل خاموش ہے - لوگوں سے دریافت فرمایا تو معلوم ہوا کہ اُس نے عرب کے قدیم طریق رہبانیت پر " خاموش حج " کیا ہے - اُنہوں نے اُس سے کہا : " یہ جائز نہیں' یہ زمانہ جاہلیت کا دستور تھا - "

یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اس فرض کے ادا کرنے پر اُنکو اسلام کي قوت یا خلافت کي سطوت نے اس قدر دلیر کردیا تھا' بلکہ یہ قوت خلافت سے پہلے بھي ہمیشہ اسي طرح اپنا عمل انجام دیتي رہي - ابتداے اسلام میں جب اسلام کا کوئي حامي و مددگار نہ تھا'

(۱) بخاري جزء ۲ - ص - ۷۲ کتاب الجنائز-
(۲) بخاري جزء ۱۵۹۲ -
(۳) بخاري جزء ۲ - ص - ۱۶ کتاب العیدین -

اُسوقت بھي اُنہوں نے اسي دلیري کے ساتھہ اس فرض کو ادا کیا - ایک مرتبہ آنحضرت نماز پڑھ رہے تھے' عقبہ بن معیط نامي ایک شقي آیا اور آپکي اس مقدس گردن کو پکڑ کے زور سے دبایا جسکے اندر سے تمام کائنات ارضي کي سعادت کي صدائیں نکلتي تھیں - حضرت ابوبکر فوراً آئے اور دھکا دیکر کے اُسکو دور ہٹا دیا [illegible] تم ایک شخص کو صرف اس بنا پر قتل کرنے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب صرف خدا ہے ؟ " (۱)

(اسوۂ احتساب فاروقي)

حضرت عمر رضي اللہ عنہ جب اسلام لاے تھے تو اونکے ہاتھہ میں تلوار تھي - اسلام لانے کے بعد بھي وہ تلوار اونکے ہاتھہ میں ہر جگہ نظر آتي ہے -

ہم حدیثوں میں قدم قدم پر پڑھتے ہیں کہ جب کسي نے شان اسلام کے خلاف کوئي بات کي' حضرت عمر رض نے فوراً تلوار اوٹھا لي - حاطب بن بلتعہ نے مدینہ سے اہل مکہ کو ایک خط لکھا' جس کے ذریعہ اونکو مسلمانوں کے مخفي حالات معلوم ہو گئے - حضرت عمر رض نے فوراً تلوار سنبھال لي اور آنحضرت سے عرض کیا : " اجازت دیجیے کہ اس منافق کي گردن اوڑا دوں " (۲)

ایک غزوہ میں عبداللہ ابن ابي نے کہ منافقوں کا لیڈر تھا' کہا : " مدینہ چل کر محمد کو نکال دیا جائیگا " حضرت عمر نے فوراً آنحضرت کي خدمت میں حاضر ہوکر درخواست کی : " حکم دیجیے کہ اُس منافق کا فیصلہ کردوں " لیکن رحمۃ للعالمین نے دونوں موقعوں پر اونکو روک دیا (۳)

احتساب کیلیے نرمي و ملاطفت کے ساتھہ بہت زیادہ دلیري' آزادي' اور جرات کي ضرورت ہوتي ہے - حضرت عمر میں احتساب کي بھي آخر الذکر شان زیادہ نمایاں نظر آتي ہے جسکے بغیر کوئي انسان سچائي کا محتسب نہیں ہوسکتا - اسیران بدر اور صلح حدیبیہ کے واقعہ میں اونہوں نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے طرز عمل سے جس طرح اختلاف کرنے کي جرات کي' اسکا حال ہر اوس شخص کو معلوم ہے جس نے صحاح کا مطالعہ کیا ہے - جب آنحضرۃ نے عبداللہ بن ابي کي نماز جنازہ پڑھني چاہي تو دیکھو کہ اونہوں نے بے اختیار دامن پکڑ کے روک لیا (۴)

تمام صحابہ کو کم و بیش احتساب کے ادا کرنے کا خیال تھا' لیکن کسي کي یہ جرات نہ تھي کہ آنحضرۃ کي بیویوں کے معاملے میں بھي روک ٹوک کرتا - اس معاملہ میں صرف حضرت عمر تمام صحابہ کے اندر ممتاز نظر آتے ہیں - حضرت سودہ کو باہر نکلنے پر اونھي نے ٹوکا تھا - (۵) اور خود آیت حجاب نے بھي اونکي تائید کي - یہاں تک کہ خود حضرت ام سلمہ کو ایک بار شکایت کرني پڑي کہ " اے عمر ! اب تم اسقدر بڑہ چلے ہو کہ ازواج مطہرات اور خود آنحضرت کے معاملے میں بھي دخل دینے لگے ؟ " (۶)

حضرت ابوبکر رضي اللہ عنہ تمام صحابہ میں مستحق ادب خیال کیے جاتے تھے' لیکن ایک موقع پر جب خود اونکي بہن نے جوش غم میں حد شریعت سے تجاوز کرکے نوحہ کیا' تو حضرت عمر رض نے اونکو گھر سے نکلوا دیا - (۷)

(۱) بخاري جزء ۵ - ص - ۱۰ -
(۲) بخاري جزء ۵ ص - ۷۸
(۳) بخاري جزء ۹ ص - ۱۴۵
(۴) بخاری جزء ۱ ص - ۹۷
(۵) بخاری جزء ۸ ص - ۵۴
(۶) بخاري جزء ۴ ص - ۱۲۷
(۷) بخاري جزء ۹ ص - ۸۲ -

ہوتا ہے ' لیکن اس طریقہ میں جس قوت کی ضرورت ہوتی ہے ' وہ ایک لدنی جوہر مقدس ہے جو ہر شخص میں پیدا نہیں ہوسکتا۔

ایمان باللہ ' انقطاع **علائق ماسوی اللہ** ' تقوی ' طہارت ' زہد و عبادت ' اور فضائل و **اخلاق کی عملی** زندگی سے انسان میں ایک خاص کیفیت الاعدہ و راسخہ پیدا ہوجاتی ہے ' جسکو شریعت کی زبان میں روحانیت ' اور علم النفس کی اصطلاح میں نفوذ کہتے ہیں - جن لوگوں میں یہ روحانیت پیدا ہوجاتی ہے وہ اپنے وجود کے اندر طاقت و سلطانی کی ایک ایسی نافذانہ قوة پالیتے ہیں ' جو تلوار کی دھار اور آگ کی لپٹ سے زیادہ مخلوقات پر اثر ڈالتی ہے - پس اس قوت کے حصول کے بعد وہ انسانوں کے سامنے آتے ہیں تو نیکی کا ایک فرشتہ نمایاں ہوجاتا ہے - انکے حضور میں کبھی برائی سر نہیں اٹھا سکتی ' اور کوئی انسان گناہ نہیں کرسکتا - جو لوگ انکی صحبت میں رہتے ہیں ' انپر **انکی یہ قوة روحانی** ازسرتاپا چھاجاتی ہے ' اور بسا اوقات اسطرح **خیر مجسم بنا دیتی** ہے کہ گناہ کی ہوس ہی معدوم ہوجاتی ہے -

صلحاء امت میں یہ قوة اعتقاد راسخ اور اعمال صالحہ سے پیدا ہوتی **ہے ' اور اسکی** ایک خاص حد ہے - لیکن حضرات انبیاء کرام **علیہم السلام کے ظہور** کا مقصد چونکہ اصلاح نفوس ہوتا ہے ' اسلیے **اللہ تعالی** انکی فطرة کے اندر ہی اس قوة کو اس انتہائی حد تک **ودیعت** کردیتا ہے جو انسانیة کبری کا درجۂ قصوی ہے ' اور جو صرف انبیاء ہی کیلیے مخصوص ہے -

وہ جب دنیا میں آتے ہیں تو بغیر کسب و اخذ کے اس قوة الہی کا اعلی ترین سرچشمہ ہوتے ہیں ' اور انکے سلطان نفوذ و **احاطۂ کلی** کے آگے دنیا کی تمام طاقتیں فدا ہوجاتی ہیں - انکے **پلس لوہے** کے آلات اور خون ریزی کے اسلحہ میں سے **کچھہ نہیں ہوتا ' لیکن** یہی قوة الاہیہ ہوتی ہے جو انکو ازسرتاپا **ایک شمشیر الہی** بنا دیتی ہے اور انکا وجود ' انکی **نقل و حرکت ' انکی کردار** و رفتار ' انکا کھانا پینا ' رہنا سہنا ' غرضکہ **زندگی اور** وجود کی ایک ایک حرکت اور ایک ایک ادا کا **اللہ محافظ** ہوتا ہے ' اور انکے اندر نیکی کی نافذانہ و عاملانہ قوة کی **بجلیاں** بھر دیتا ہے -

انبیاء کرام کے ظہور کا **مقصد** سعادت **انسانی** اور **سلام ارضی ہے** ' اسلیے انکو نبوت کی جسقدر طاقتیں **بخشی جاتی ہیں ' وہ انکے کام** اور کام کی وسعت کے مطابق **ہوتی ہیں - سپہ سالار فوج** کو جتنی بڑی فوج سے لڑنا ہوتا ہے ' اسی کے مطابق اسکو فوجی سر و سامان بھی دیا جاتا ہے ' اور اسی کے مطابق اسکے سپاہیوں کی تعداد اور طاقت بھی ہوتی ہے - اسلام سے پہلے جسقدر انبیاء کرام علیہم السلام آئے ' انکا جہاد صرف محدود ملکوں اور قوموں کی گمراہیوں کے مقابلے میں تھا - **لہذا انکا سامان جنگ** بھی انکے کام کے مطابق **تھا - لیکن اسلام کا ظہور تمام کرۂ ارضی کی ضلالت** کو نابود کرنے کیلیے **تھا ' اور** تمام نوع بشری کی اصلاح اسکے سامنے تھی - پس اسکا **پیغمبر** بھی تمام پچھلی قوتوں سے زیادہ قوة لیکر آیا ' اور تمام پچھلی فوجوں اور فوجی سر و سامان سے زیادہ وسیع و عظیم اسکی فوج اور اسکا سامان جنگ تھا -

یہی وجہ ہے کہ پیغمبرانہ **طاقتوں میں سے ہر طاقت** پیغمبر **اسلام کو زیادہ ملی** ' اور یہی **وجہ ہے کہ اور** تمام **پیغمبروں** کی طیار **کردہ جماعت** سے کہیں زیادہ **طاقتور جماعت اس نے** طیار کی - اعمال نبوت میں سب سے بڑی طاقت **یہی قوة نفوذ** و تربیت ہے ' اسی قوة سے وہ دنیا کی تمام شیطانی قوتوں کو نابود کردیتے ہیں - پس **اسلام** کے پاس اس قوة کا خزانہ بھی سب سے زیادہ **وسیع تھا** ' اور **اس** نے صحابہ کرام کی جو جماعت اس قوة سے طیار کی تھی ' وہ تمام پچھلی خلفاء نبوت جماعتوں سے بڑھکر اس قوة روحانی کو اپنے اندر رکھتی تھی -

عہد نبوة کی تاریخ ہمیں اور کچھہ نہیں بتلاتی ' صرف اسی قوة الہی کی ایک روحانی سرگذشت ہے - صحابہ کو جس چیز نے احتساب حق کی پیغمبرانہ قوتوں سے معمور کردیا تھا ' وہ اسی قوت کی **تربیت تھی** ' اور صحابہ کی زندگی میں احتساب حق کا جو عملی نمونہ نظر آتا ہے اور جو انکی زندگی کی ایک ایک ادا کے اندر جلوہ افگن ہے ' وہ اسی قوة معلمہ و مربیہ کی متعلمہ و تربیت یافتہ تصویر تھی -

حضرت حنظلہ تمیمی فرماتے ہیں : " ہم لوگ آنحضرت کی خدمت میں تھے کہ آپ نے جنت و دوزخ کا ذکر اس موثر طریقہ سے کیا **کہ ہم نے اونکو** اپنی آنکھوں سے دیکھہ لیا ' لیکن میں خدمت مبارک سے اوتھکر بال بچوں میں آیا اور اونکے ساتھہ چہل اور ہنسی مذاق کرنے میں مصروف **ہوگیا ' تو وہ اثر زائل** ہوگیا جو آپ کے فیض صحبت نے **پیدا کردیا تھا - پھر سمجھکر وہ** تذکرے یاد آے تو میں فوراً اوٹھا اور **حضرت ابوبکر سے مل کر کہا** کہ میں منافق ہوگیا ہوں - آنحضرة کی **خدمت میں جو ذوق و شوق** مجھپر طاری ہوگیا تھا ' وہ گھر پہنچکر **باقی نہ رہا** - حضرت ابوبکر رضی **اللہ عنہ** نے فرمایا : یہ کوئی گھبرانے کی بات نہیں ہے آخر ہم بھی تو ایسا ہی کرتے ہیں "

لیکن **حضرت حنظلہ** کو اونکے اس **جواب** سے تسکین نہیں ہوئی - اونہوں نے براہ راست آنحضرت سے اسکا ذکر کیا - آپ نے فرمایا : " تملوگوں کی جو حالت میرے پاس ہوتی ہے ' اگر یہ قائم رہ جاتی تو تم سے فرشتے راستوں میں مصافحہ کرتے " (سنن ابن ماجہ صفحہ ۷۷۵)

روحانیت کی اس قوة کی اصلی پہچان یہ **ہے کہ یہ انسان** کے اندر ایک عامل و نافذ طاقت **پیدا کردیتی ہے ' اور اسلیے اسکا وجود** جسطرح انسانوں کو نیک **بنا دینے کیلیے** ٹھیر لینا **ہے ' دوسرے** انسانوں سے نہیں ہوسکتا - **وہ وعظ کرسکتے ہیں ' ہدایت کرسکتے ہیں '** نیکی کی خوبیاں **بتا سکتے ہیں ' مگر اپنی جلال** و سلطانی حق سے چھاکر اسے نیک **نہیں بنا دیسکتے - صحابہ** کرام **میں اس** قوة حق کے کرشمے ہمیں **ہر جگہ نظر آتے ہیں - لیکن** خاص **طور** پر حضرة علی ' حضرة عمر ' اور حضرة ابوبکر **(رضی اللہ عنہم)** اس قوة کا مظہر تھے - حضرت ابوبکر صدیق نے جب سب سے پہلے تنہا ہجرت کرنی چاہی ' تو اسی قوة کا اعتراف تھا جسکی بنا پر ابن دغنہ نے آپ کو جانے سے روکا :

"مثلک یا ابا بکر لا تخرج	اے ابوبکر ! تم جیسا شخص نہ ہجرت
ولا یخرج انک تکسب	کرسکتا ہے ' اور نہ ہجرت کرنے پر اسکو
المعدوم و تصل الرحم	مجبور کیا جا سکتا ہے - تم مفلسوں کو
وتحمل الکل و تقری	مال دیتے ہو ' حقوق رحمی [illegible]
الضیف و تعین علی	[illegible] ' قوم کا [illegible] اپنے سر [illegible]
نوائب الحق فانا لک	لیتے ہو [illegible] ضیافت کرتے
[illegible] واعبد ربک	ہو ' [illegible] قبیلے کی
[illegible] بخاری جزو ۵)	[illegible] مدد کرتے ہو ' تم میرے پڑوسی ہو '
	[illegible] اپنے شہر میں خدا کی عبادت کرو -

چنانچہ کفار قریش نے بھی ابن د[illegible]ی سفارش سے اندر [illegible] کے اندر عبادت کرنے اور قرآن پڑھنے کی اجازت دیدی اور اسطرح کفار باوجود انتہاء شقاوت و مغالطت کے خود انکو ہجرت سے روکنے لگے !

آنہوں نے شوق عبادت میں گھر کے اندر ایک مسجد [illegible] اور عبادت و قرات میں مصروف ہوگئے ' لیکن جب وہ قرآن پڑھتے تھے تو ان پر سخت خشیت و رقت طاری ہوجاتی تھی '

حقیقت یہ ہے کہ آزادي صداقت اور دلیري حق ادب کے منافي نہیں' ورنہ خود حضرت عمر سے زیادہ آنحضرت کا ادب کون کرسکتا تھا؟ اپني ذات کے علاوہ جب کبھي کسي دوسرے سے کوئي حرکت صادر ہوجاتي جو آنحضرت کے ادب کے ذرا بھي منافي ہوتي' تو وہ اسکي برداشت کي طاقت نہیں رکھتے تھے - آنحضرت کي خدمت میں چند عورتیں نہایت اونچي آواز کے ساتھ گفتگو کررہي تھیں' اتفاق سے حضرت عمر آگئے تو سب کي سب بے تحاشا اوٹھ کے بھاگ گئیں کہ اس جرأت پر کہیں انکي تلوار احتساب کو حرکت نہو جائے - آنہوں نے کہا: "اے اپني جان کي دشمنو! رسول اللہ سے زیادہ مجھہ سے ڈرتي ہو؟ " (۱)

حضرت عمر کے کارنامہ احتساب میں سب سے زیادہ نمایاں وہ واقعات ہیں' جہاں انہوں نے صحابہ کو کثرت روایت حدیث سے روکا ہے - حدیث کي روایت جس قدر ضروري ہے' اسي قدر مشکل بھي ہے - صحابہ کے زمانہ میں اگرچہ کذب في الروایة کا (یعنے عمداً غلط اور جھوٹ روایت کرنے کا) احتمال نہ تھا - تاہم غلطیوں کے پیدا ہونے کا اندیشہ تھا' اور بعض موقعوں پر غلطیاں پیدا بھي ہوئیں - چنانچہ اسکے متعلق حضرت عائشہ' حضرت ابن عمر' حضرت ابو ہریرہ' اور حضرت عبد اللہ بن عباس کي تنقیدي روایات کو پیش نظر رکھنا چاہیے - پس اسي بنا پر حضرت عمر روایت حدیث کي غیر محتاط کثرت پر نہایت سخت گیري کرتے تھے - حضرت ابوہریرہ نے جب کثرت سے روایتیں کیں' تو اونہوں نے صاف صاف کہدیا - " اب اگر تم نے احتیاط نہ کي تو کوڑوں سے پٹوا کر نکلوا دونگا " (۲)

ایک بار حضرت ابو موسی اشعري نے اونکو تین بار سلام کیا' وہ مصروف تھے جواب نہیں دیا - وہ واپس چلے گئے - فارغ ہوے تو بلا کر واپس جانے کي وجہ پوچھي - اونہوں نے کہا: " آنحضرت نے فرمایا ہے کہ تین بار اجازت طلب کرنے پر اگر اجازت نہ ملے تو واپس جاؤ" حضرت عمر نے کہا: "اس حدیث کي صحت پر گواہ لاؤ" چنانچہ حضرت ابو سعید خدري نے شہادت دي' تو اونکا دامن چھوڑا (۳)

دو عورتوں میں زد و کوب ہوئي - ایک حاملہ تھي - اوسکا حمل ساقط ہوگیا - حضرت عمر کے سامنے مقدمہ پیش ہوا تو آپ نے صحابہ سے دریافت فرمایا: " کسي نے آنحضرت سے اسکے متعلق کوئي حدیث سني ہے؟ " مغیرہ نے کہا: " ہاں' آنحضرت نے اوسکي دیت ایک غلام یا ایک لونڈي دلوائي ہے " لیکن اونہوں نے تسلیم نہ کیا اور اس حدیث پر شہادت طلب کي' چنانچہ جب محمد بن مسلم نے گواہي دي تو اسکے مطابق فیصلہ کیا (۴)

اونہوں نے اس معاملہ میں اس قدر سخت گیري کي کہ بعض موقعوں پر صحابہ چیخ اوٹھے: لا تکن عذابا علي اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" (۵) یعنے اے عمر! اصحاب رسول کیلیے تم عذاب نہ ہوجاؤ!

حضرت عمر کي نگاہ اگرچہ ہمیشہ اسي قسم کے جلائل امور پر پڑتي تھي' تاہم وہ جزئیات احتساب سے بھي بے پروا نہ تھے - جب ایک عورت شریک جنازہ ہوئي تو انہوں نے اسکو ڈانٹا کہ تمھاري

(۱) بخاري جزء - ۸ ص - ۲۳
(۲) تذکرۃ الحفاظ جلد اول تذکرہ عمر فاروق -
(۳) بخاري جزء ۸ - ص - ۵۴ -
(۴) بخاري جزء - ۹ ص - ۱۱
(۵) ابو داود جلد - ۲ ص - ۳۴۹

شرکت کا حکم شرعي موجود نہیں' لیکن آنحضرت صلي اللہ علیہ وسلم نے اسکو اجازت دیدي (۱)

ایک بار طائف کے دو آدمیوں نے مسجد نبوي میں شور و غل کیا - حضرت عمر نے انکو بلوا کر کہا - " اگر تم مسافر نہ ہوتے تو میں تمکو سزا دیتا تم مسجد نبوي کے اندر شور کرتے ہو؟ " (۲)

ایک بار حضرۃ ابن زبیر کے بدن پر حریر کا کپڑا دیکھا تو اسکو پھاڑ دیا - انکے باپ زبیر نے کہا " تم نے بچے کو دل شکستہ کردیا" فرمایا "بچوں کو حریر نہ پہناؤ" یعنے بچپن سے آنھیں عیش و راحت جسم کا عادي نہ کرو - اسلام ہر مسلمان کو سپاہي کي طرح سادہ وضع اور محنت پسند دیکھنا چاہتا ہے - (۳)

رویشد ثقفي ایک شخص تھا جس نے شراب کي دکان کھولي تھي - حضرت عمر نے دکان میں آگ لگوادي اور فرمایا: " تو فویسق ہے نہ کہ رویشد" حضرت علي علیہ السلام نے بھي ایک گاؤں کو جلوادیا تھا جس میں شراب کي تجارت ہوتي تھی (۴)

حضرت عمر (ض) نے ایک آدمي کو دیکھا کہ دودہ میں پاني ملا کر بیچ رہا ہے - اس سے چھینکر دودہ کو زمین پر گرا دیا (۵)

انبیاے سابقین کي جو محرف اور ناقابل وثوق کتابیں عرب میں پھیلي ہوئي تھیں جن سے اسلام میں بھي اختلاط مذہبي پیدا ہوجانے کا خوف تھا' حضرت عمر نے ان سب کو جلا دیا -

اے کاش اسرائیلیات کا تمام ذخیرہ نابود ہوجاتا -

سعد بن ابي وقاص نے امیرانہ ٹھاٹ کے ساتھہ ایک محل بنایا اور بادشاہوں کي طرح پردے میں رہنے لگے' حضرت عمر کو خبر ہوئي تو اوس محل کو جلوا دیا - یہ شدت تھي جو اسلامي احتساب کے نمونوں نے ہمارے سامنے پیش کي ہے - یہ امارت اور سلطاني کے بڑے بڑے محل ہي ہیں جنکے اندر انسانیۃ کي بربادي کي تمام خباثتیں پلیں' اور یہي محل ہیں جنھوں نے خلفاء اسلام کي کچي دیواروں کي جگہ بنکر' اسلام کي اصلي طاقت کو پاش پاش کردیا!

اس قسم کے سیکڑوں واقعات ہیں جنکي تفصیل اس مختصر مضمون میں نہیں کي جاسکتي -

(ایک دقیق نکتہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امر بالمعروف و النهي عن المنکر کا یہ طریقہ بتایا ہے:

من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ ' فان لم یستطع فبقلبہ و ذلك اضعف الایمان (مسلم جلد - ۱ ص - ۳۸ کتاب الایمان)	تم میں سے جو شخص کسي برائي کو دیکھے تو چاہیے کہ اوسکو اپنے ہاتھہ سے بدلدے' لیکن اگر اس پر قادر نہو تو زبان سے ٹوکے' اگر اس پر بھي قادر نہو توکم ازکم دل ہي سے برا سمجھے' مگر یہ آخري صورت ادنی درجہ کا ایمان ہے -

یہ حدیث احتساب مختلف درجوں کي اس قدر جامع ہے کہ ایک صاحب اقتدار بادشاہ سے لیکر ایک اپاہج فقیر تک اسکے اندر اپنا حکم اور طریقہ پا لے سکتا ہے' لیکن اسکے علاوہ احتساب کا ایک اور طریقہ بھي ہے جس پر ہر شخص عمل نہیں کرسکتا - احتساب کا ہر طریقہ ہاتھہ' زبان' یا کم ازکم دل کي قوت کا محتاج

(۱) سنن ابن ماجہ - ص - ۲۷۱
(۲) بخاري جزء ۱ - ص - ۹۷
(۳) الحسبۃ في الاسلام لحجۃ الاسلام ابن تیمیہ - ص - ۴۴
(۴) الحسبۃ في الاسلام - ص - ۴۳
(۵) الحسبۃ في الاسلام - ص - ۴۳

اور اسکا روحانی اثر کفار کے بال بچوں پر پڑتا تھا ' وہ سب پروانہ وار اس شمع ہدایت پر ٹوٹ ٹوٹ کے گرے - یہ حال دیکھکر کفار کو خوف ہوا کہ ہمارے بال بچے کہیں مسلمان نہ ہو جائیں - چنانچہ کفار نے ابن دغنہ کو انکا اپنا قول و قرار یاد دلایا - لیکن حضرت ابوبکر نے فرمایا: " میں تمہاری همسائگی سے خدا کی همسائگی میں جاتا هوں " خدا نے انکی یہ آرزو بہت جلد پوری کردی اور چند هی دنوں کے بعد هجرت نبوی کا واقعہ پیش آ گیا -

حضرت عمر رض میں یہ عمدہ قوۃ احتساب اور روحانی اثر کا تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تصدیق فرمائی - جب چند عورتوں نے آنحضرت سے بے باکانہ بلند آواز سے گفتگو کی ' اور آنحضرت کے رعب و ملاحظہ سے بھی نہ ڈریں تو یہ حضرت عمر هی کی هیبت تھی جس نے انکو دیکھتے ہی آرام سے بٹھا دیا تھا ' اور اس موقع پر آنحضرت نے حضرت عمر کی اس روحانی قوۃ احتساب کا اعلان کیا تھا:

ما لقیک شیطان سالکا فجا ۔ هم شد شیطان تمہاری راہ سے
قط الا سلک فجا غیر فجک ۔ ہٹ کے چلے گا -

(بخاری جزو ۵)

(ایک متفرق نظر)

خلافت کے فرائض نے اگرچہ حضرت ابوبکر (رض) و حضرت عمر (رض) کے دائرۂ احتساب کو نہایت وسیع کردیا ہے' تاهم صحابہ کا زمانہ خیر القرون تھا ' اسلیے صحابہ کا هر فرد سرگرم احتساب رهتا تھا - یہاں تک کہ معمولی سے معمولی چیزوں پر بھی روک ٹوک کی جاتی تھی -

اسلام نے دنیا کی مدنیۂ صالحہ کو جو ترقی دی ہے' اسکا اثر ایک ایک جزئیات میں نظر آتا ہے - کھانے پینے ارٹھنے بیٹھنے ' ملنے جلنے' غرض هر چیز میں عرب کی حالت قابل اصلاح تھی ' اور اسلام نے ارسکی اصلاح کی - منجملہ ان تمام اصلاحوں کے ایک جزئی اصلاح یہ بھی تھی کہ کھانے پینے کی حالت میں حرص و طمع کا اظہار نہ هونے پائے - اسی بنا پر آنحضرت نے ایک ساتھہ دو دو کھجوروں کے کھانے کی ممانعت فرمادی تھی' کیونکہ اس سے حرص و طمع کا اظہار هوتا تھا - احادیث کی اصطلاح میں ارسکو " قران " کہتے ہیں -

ایک مرتبہ قحط کا زمانہ تھا ' حضرت ابن زبیر لوگوں کو کھجوریں تقسیم کردیا کرتے تھے ' لوگ شدت گرسنگی میں کھاتے تھے' تو تهذیب اور ارشاد نبوی کا لحاظ نہیں رکھتے تھے - لیکن جب حضرت عبد اللہ ابن عمر ادھر سے گذرتے تو لوگوں کو ٹوکتے : " آنحضرت نے قران سے منع فرمایا ہے ' البتہ اپنے دوسرے شریک طعام سے اجازت لیکر ایسا کیا جاسکتا ہے " (بخاری جزء ۳)

ایک مرتبہ حضرت ابن عمر نے ابو ایوب انصاری کو دعوت دی' وہ آئے تو دیوار پر ایک منقش و مصور پردہ لگا هوا تھا - حضرت ابن عمر نے معذرت کی کہ " عورتوں نے ایسا کیا ہے " لیکن ارنہوں نے دعوت کو رد کردیا اور ارٹھکر چلے آئے -

فرض احتساب کا دائرہ صحابہ هی تک محدود نہ تھا بلکہ جو لوگ ارنکی صحبت سے مستفید هوتے تھے' وہ بھی نہایت آزادی کے ساتھہ اس فرض کو ادا کرتے تھے ' اور خود صحابہ کو ٹوکتے تھے -

ایک مرتبہ حضرت ابو هرہ اسلمی گھوڑے پر سوار هوکر آئے اور ارترکر نماز پڑھنے لگے ' گھوڑا بھاگا ' ارنہوں نے نماز چھوڑ کر ارسکا تعاقب کیا اور پکڑ لائے' پھر نماز پوری کی - ایک شخص نے دیکھا تو کہا: " اس بڈھے کی اس جرأت کو دیکھیے کہ گھوڑے کے پکڑنے کیلیے نماز چھوڑ دی " ارنہوں نے کہا : " جب سے آنحضرت کا ساتھہ چھوٹا کسی نے مجھہ کو ملامت نہیں کی تھی - میرا گھر بہت دور ہے' اگر گھوڑا بھاگ جاتا تو میں شام تک گھر نہیں پہونچ سکتا تھا ' میں آنحضرت کی آسانیاں دیکھہ چکا هوں (بخاری جزء ۸)

تفسیر البیـــان

اور جماعـــۃ طـلـبــاء

تفسیر کے حقیقی مخاطب و مستحق طلباء هیں

مجھے اس بات سے ایک گونہ افسوس ہے کہ آپنے عام مسلمان خریداروں کے لیے البیان کے چندے میں ایکروپیہ کی رعایت کی ہے ' بشرطیکہ ایک ماہ کے اندر خریداری کی درخواستیں آپ کے دفتر میں پہونچ جائیں - مگر اُن دیداروں کے لیے کسی قسم کی رعایت نہیں رکھی جن کے لیے البیان کا مطالعہ از بس ضروری ہے' اور قوم کے لیے عموماً اور آپ جیسے فاضل اجل' داعی الی الحق' اور اسلام کے دلدادہ کے لیے خصوصاً لازم ہے کہ اُن کی حالتوں کو درست کیا جاے - تاکہ آیندہ ترقی کے لیے ایک مفید عنصر ثابت هوں -

آپ کو معلوم هوگا کہ آجکل کے پڑھے لکھے نوجوانوں پر مغربی تعلیم نے ایسا اثر کیا ہے کہ وہ اسلام کی حقانیت اور اُس کے معانی کو پس پشت ڈالتے جاتے ہیں' اور اس طرف سے بہت کچھہ غفلت کر رہے ہیں' آجکل کے طالب علم کو اتنا بھی معلوم نہیں ہے کہ اسلام کیا ہے ؟ اور قرآن حکیم کی کیا تعلیم ہے ؟ مگر میرے خیال میں ایک طرح وہ راستی پر ہیں' کیونکہ اُن کو ایسی هی تعلیم دی جارهی ہے جس میں مستغرق هونے کے بعد وہ مذهبی تعلیم کی کسی طرح پروا نہیں کرسکتے - پھر عموماً وہ غریب اپنے تعلیمی اخراجات کے نیچے اِس قدر دبے هوئے هیں کہ ان میں اتنی طاقت هی نہیں هوتی ہے کہ عمدہ عمدہ مذهبی کتب کا مطالعہ کر سکیں -

اگرچہ جو قیمت سالانہ آپنے البیان کی رکھی ہے ' اسقدر زیادہ نہیں ' مگر ایک طالب علم کے لیے زیادہ ہے' کیونکہ اُس کے تعلیمی اخراجات اتنے زیادہ هیں کہ ایک کوڑی بھی اِن کتب کے مطالعہ کے لیے نہیں بچا سکتا - میں نے اکثر طالب علموں کو اسوقت کہتے سنا ہے کہ " افسوس البیان کا مطالعہ همارے لیے ازحد ضروری ہے' مگر هم کچھہ نہیں کرسکتے - هم میں اتنی طاقت نہیں کہ اس کی خریداری کے لیے رقم مہیا کر سکیں "

میں دعوے سے کہہ سکتا هوں کہ اگر هم طالب علموں کے لیے کسی قدر همیشہ کے لیے البیان کے سالانہ چندے میں رعایت کی جاے ' تو بہت سے طالب علم اِس کو خریدنے کے لیے تیار هو جائینگے -

اس زمانہ میں اس بات کی سخت سے سخت ضرورت ہے کہ کسی صورت سے طالب علموں کے دلوں میں اسلام کی حقانیت کا اثر ڈالا جاے ' اور اسلام کا من جانب اللہ هونا ثابت کیا جاے - اور یہ اسی طرح هو سکتا ہے کہ قـــرآن کریم کی ایک مفصل اور مشرح تفسیر اُنکے سامنے پیش کی جاے' جس کو وہ بآسانی مطالعہ کرسکیں - یہ تو هر طرح معلوم و یقین ہے کہ صرف آپ هی کی تفسیر اس ضرورت کو پورا کرسکتی ہے ' مگر سوال یہ ہے کہ هم لوگ (طالب علم) کیا طریقہ اختیار کریں جس سے فیضیاب هو سکیں ؟

.... بی - اے -
متعلم ایل - ایل - بی - کلاس

هٰذَا بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا
اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ (۱۴ : ۵۲)

نمبر - ۱۰ | کلکته : جمعه ۶ - ربیع الثانی سنه ۱۳۳۴ هجری | جلد ۱
Calcutta : Friday, 11,th February 1916.

یعني قرآن حکیم کا اردو ترجمه ' از خامهٔ ایڈیٹر الهـــلال

آسماني صحائف و اسفار کے حقیقي عامل و مبلغ حضرات انبیاء کرام و رسل عظام هیں - پس انکي تبلیغ و تعلیم اور نشر و توزیع کا مقدس کام دراصل ایک پیغمبرانه عمل هے ' جس کي توفیق صرف انهي لوگوں کو مل سکتي هے جنهیں حق تعالی انبیاء کرام کي معیت و تبعیت کا درجهٔ عطا فرماتا هے ' اور اونکا نور علم براہ راست مشکواۃ نبوت سے ماخوذ هوتا هے : و ذالک فضل الله یوتیه من یشاء -

هندوستان کي گذشته قرون اخیره میں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کي توفیق ملي ' وہ حضرت شاہ عبد الرحیم رحمة الله علیه کا خاندان تها - انکے فرزند حجة الاسلام ' امام الاعلام ' مجدد العصر ' حضرة شاہ ولي الله قدس سرہ تهے ' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حکیم کے ترجمه کي ضرورت الهام الهي سے محسوس کي ' اور فارسي میں اپنا عدیم النظیر ترجمه مرتب کیا - انکے بعد حضرة شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد القادر رحمة الله علیهما کا ظهور هوا ' اور اردو زبان میں ترجمة القرآن کي بنیاد استوار هوئي - شکر الله سعیهم ' و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر ٹهیک ایک صدي گذر چکي هے ' لیکن یه کهنا کسي طرح مبالغه آمیز نه سمجها جائیگا که نشر و تبلیغ قرآن حکیم کي جو بنیاد اس خاندان بزرگ نے رکهي تهي ' اسکي تکمیل کا شرف حق تعالی نے ایڈیٹر الهلال کیلیے مخصوص کردیا تها ' جنهوں نے بعض داعیان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فهم حقائق و معارف قرانیه ' و ضروریات و احتیاجات وقت کو ملحوظ رکهکر قرآن حکیم کا یه اردو ترجمه نهایت سلیس ' عام فهم ' معني خیز ' حقیقت فرما عبارت میں مرتب کیا هے ' اور بحمد الله که زیر طبع هے -

یه ترجمه کیسا هے ؟ ان لوگوں کیلیے جو الهلال کا مطالعه کرچکے هیں ' اسکا جواب دینا بالکل غیر ضروري هے -

یه ترجمه حامل المتن ٹائپ کي جگهه لیتهو میں چهاپا جارها هے تاکه ارزاں هو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب کے مطالعه میں آسکے - قیمت في جلد چهه روپیه رکهي گئي هے - لیکن جو حضرات اس اعلان کو دیکهتے هي قیمت بهیجدینگے ' انسے صرف ساڑهے چار روپیه لیے جائینگے - درخواستیں اور روپیه منیجر البلاغ کے نام بهیجنا چاهیے -

هذا بیان للناس، و هدی و موعظة للمتقین (۳ : ۱۳۳)

یعنی قرآن حکیم کي مفصل تفسیر، اثر خامه اڈیٹر الهلال

اس تفسیر کے متعلق صرف اسقدر ظاهر کردینا کافي هے که قرآن حکیم کے حقائق و معارف اور اوسکي محیط الکل معلمانه دعوة کا موجوده دور جس قلم کے فیضان سے پیدا هوا هے، یه اسي قلم سے نکلي هوئي مفصل اور مکمل تفسیر القرآن هے!

یه تفسیر موزوں کتابي تقطیع پر چهپنا شروع هوگئی هے - هر مهینے کے وسط میں اسکے کم سے کم ۶۴ اور زیاده سے زیاده ۱۰۰ صفحے اعلی - جه کے ساز و سامان طباعة کے ساتهه شائع هوتے رهینگے - اس سلسلے کا پهلا نمبر جسمیں نصف حصه مقدمهٔ تفسیر اور نصف سورهٔ فاتحه کي تفسیر کا هوگا، انشاء الله عنقریب شائع هوجائیگا - قیمت سالانه ۲۵ - ربیع الاول تک چار روپیه - بعد کو پانچ - روپیه -

Tel Address: "Albalagh," Calcutta.
Telephone No 648

AL-BALAGH.

Chief Editor:
Abul Kalam Azad,
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly .. Rs. 6-12

البلاغ

مدیر مسئول رئیس قلم تحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدهلوی

مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - ربن لین
کلکته

ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانه - ۱۲ - روپیه
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنه

نمبر - ۱۰

کلکته : جمعه ۹ - ربيع الثاني سنه ۱۳۳۴ هجري
Calcutta : Friday, 11th February 1916.

جلد ۱

دعـــوة الى القـــران

گذشته اشاعة کے آخري صفحه میں هم نے تفسیر البیان کي قیمت کے متعلق ایک مراسلة درج کي تهي - اُسکے متعلق پنجاب کے ایک صاحب غیرت و درد بزرگ لکهتے هیں :

" اس خط کو پڑهکر خاکسار کي طبیعت پر نهایت اثر پڑا' الله الله ایک جماعت تو ان لوگوں کي هے جنکو جناب کي قلمي خدمات سے مستفید هونے کي توفیق ملي هے مگر اپني بدبختي سے محروم رهتي هے - اور ایک جماعت اُن لوگوں کي هے جو مستفید هونے کیلیے مضطرب هیں' لیکن اتني استطاعت نهیں رکهتے که اپني حسرت پوري کریں - حقیقت یه هے که جناب کي تصنیفات کے اصلي مستحق یهي لوگ هیں - انگریزي مدارس کے تعلیم یافته طلباء کي مذهبي اصلاح تمام آینده نسل کي اصلاح هے' اور انهي کو سب سے زیاده ضرورت اس بات کي هے که جناب کي روح بخش تصنیفات سے فیض یاب هوں - جس وقت سے جناب نے البیان کا اعلان کیا هے' میں اسکي ضرورت محسوس کر رها هوں اور اپنے اکثر دوستوں سے بهي عرض کرچکا هوں - اس مشکل کے دور کرنے کا اصلي علاج یه هے که ایک مستقل فنڈ اس غرض سے کهولدیا جاے که جو طلباء' علماء' اور عام طور پر غیر مستطیع اشخاص البلاغ اور البیان کو انکي اصلي قیمت دیکر نهیں خرید سکتے' انسے نصف قیمت لي جاے' اور نصف قیمت اس فنڈ سے ادا کردي جاے - جناب کے عقیدتمندوں کا دائره بحمد لله اسقدر وسیع هے که کسي ایسے فنڈ کے قائم کرنے میں ذرا بهي دقت نهیں هوسکتي - صرف اعلان کي ضرورت هے - جناب نے خاکسار کي درخواست پر پانچ شخصوں کے ساتهه رعایت منظور فرمالي لیکن اسطرح کس کس شخص کیلیے صرف دفتر هي پر بار ڈالا جائیگا' علی الخصوص جبکه الهـــلال پریس کي ضبطي ضمانت کے نقصانات کثیره اس صبط و تحمل کے ساتهه جناب نے گوارا کیے هیں - بهر حال میں اس بارے میں صرف تحریک هي نهیں کرتا بلکه اپني جانب سے پچاس روپیه کي ایک حقیر رقم بهي پیش کرتا هوں - بشرطیکه دیگر ناظرین البـــلاغ بهي خاکسار کا ساتهه دیں' اور بهت جلـد اس فنـڈ کو اس حد تـک پهنچا دیں که هـزاروں غیر مستطیع صاحبان علم میں هم " البـلاغ " اور " البیـان " کو تقسیم کرسکیں - جناب از راه نوازش اس عریضه کو شائع فرمادیں - البته خاکسار کے نام کے اظهار کي ضرورت نهیں - "

حقیقت حال یه هے که جس وقت سے البیـان اور ترجمان القران کا اعلان هوا هے' تقریباً هر روز پندره بیس خطوط اُن علماء و طلباء کے پهنچتے هیں' جو انکے مطالعه کا نهایت شوق ظاهر کرتے هیں: لیکن مالي مجبوریوں کي وجه سے خرید نهیں سکتے - پچهلے نمبر میں صرف ایک خط بطور نمونه کے درج کردیا گیا تها' تاکه ملک کي حالت کا اندازه هو سکے - الهـــلال کي پوري سه ساله زندگي ایسے هي درخواستوں کے هجوم میں گذري' اور البـــلاغ کا بهي یهي حال هے -

الهـــلال کے متعلق احباب کو معلوم هے که اسکے صدها نسخے همیشه مفت تقسیم کیے گئے' اور نو سو سے زاید اشخاص سے نصف قیمت بلکه اس سے بهي کم منظور کرلي گئي -

موجوده حالت پریس کي مالي مشکلات کي جیسي کچهه هے' اسکو الله هي بهتر جانتا هے' اور اگر اسکا فضل و کرم عزم و اراده کي لازوال دولت سے مالا مال نه کردیتا' تو سچ یه هے که البـــلاغ کا ایک نمبر بهي نکالنا مشکل تها' با این همه دفتر نے اب بهي اس قسم کي درخواستوں کو منظور کرلینے کي کوشش کي' اور الله هي کے فضل پر اعتماد هے - وه چاهیگا تو اپني دعوة حق کي اشاعة و توزیع کا خود بخود سامان کردیگا -

الله تعالی آپکو جزاے خیر دے که آپنے محض محبت ایماني و شیفتگي قراني کے رشتے سے البـــلاغ و البیـان کے متعلق یه تجویز پیش کي هے منظور هوگا تو آپکي تحریک ضائع نهوگي اور وه جس کام کیلیے چاهے دلوں کو کهول دے سکتا هے !

اعتذار

جنگ یورپ کا جو اثر ابتدا سے کاغذ کے مسئله پر پڑا هے' اس سے احباب کرام بے خبر نهیں هیں - الهـــلال جس کاغذ پر چهپتا تها' اُسکي قیمت زیاده سے زیاده پونے چار روپیه في رِیم تهي - وهي کاغذ البـــلاغ کیلیے چهه روپیه في رِیم کے حساب سے لینا پڑا' لیکن هم نے اس اضافـه کو بهي گوارا کرلیا اور برابر البـــلاغ اُسي کاغذ پر چهپتا رها -

لیکن اب حالت یهاں تک پهنچ گئي که اس قسم کے کاغذ سے تمام بازار یکسر خالي هوگیا هے' اور اگر چار گني قیمت بهي دي جاے جب بهي میسر نهیں آ سکتا - مجبوراً دوسرے قسم کے کاغذ کو قبول کرنا پڑا اور آج پهلي مرتبه اسپر البـلاغ چهاپا جاتا هے - اسکي قیمت بهي الهـلال کے کاغذ سے ڈیوڑهي هے !

(۲)

آج جمعرات کا دن هے - اس نمبر کے تمام فارم چهپ چکے هیں' صرف آخري فارم شذرات کا باقي هے' مگر یکایک مولانا کي طبیعت بدمزه هوگئي هے' اور اُمید نهیں که اس حالت میں آج شذرات لکهے جاسکیں اور کمپوز هوسکیں - مجبوراً مراسلات کا ایک مضمون جو کمپوز شده طیار تها' شذرات کي جگه دیدیا جاتا هے تاکه نا قاعده اشاعت میں اب پهر فتور نه آے -

[منیجر]

"کتاب مرقوم یشهده المقربون" (٨٣ : ١٨)

" في ذالك فليتنافس المتنا فسون ! " [٨٣ : ٢٦]

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خواں این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

(۱) " الهــلال " تمام عالم اسلامی میں پہلا هفته وار رساله ہے جو ایک هي وقت میں دعوة دینیة اسلامیة کے احیاء ' درس قرآن و سنت کی تجدید' اعتصام بحبل الله المتین کا واعظ ' اور وحدة کلمة امة مرحومه کي تحریک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیه ' و فصول ادبیه ' و مضامین و عناوین سیاسیة و فنیه کا مصور و موضع مجموعه تها - اسکے درس قرآن و تفسیر اور بیان حقائق و معارف کتاب الله الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشهاد قرآنی نے تعلیمات الاهیه کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونه پیش کیا ہے ' وہ اسدرجه عجیب و موثر ہے که الهلال کے اشد شدید مخالفین و منکرین تک اسکی تقلید کرتے هیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور هیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جمله ' ایک ایک ترکیب ' بلکه علم طرق تعبیر و ترتیب ' و اسلوب و نسج بیان اس وقت تک کے تمام اردو ذخیرہ میں مجددانه و مجتهدانه ہے -

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعة الاهیه کے احکام کو جامع دین و دنیا اور حاوي سیاست و اجتماعیة ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپني خصوصیات کے لحاظ سے کوئی قریبي مثال تمام عالم اسلامي میں نہیں رکھتا -

(۳) وہ تمام هندوستان میں پہلی آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکي تمام سیاسي و غیر سیاسي معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کي ' اور سیاسی آزادي و حریت کو عین تعلیمات دین و مذهب کی بنا پر پیش کیا - یہاں تک که دو سال کے اندر هي اندر هزاروں دلوں ' هزاروں زبانوں ' اور صدها اقلام و مخالف سے اس حقیقت کو معتقدانه نکلوا دیا !

(۴) وہ هندوستان میں پہلا رساله ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادي و عملی الحاد کے دور میں توفیق الهي سے عمل بالاسلام والقرآن کی دعوت کا از سر نو غلغله بپا کردیا ' اور بلا ادنی مبالغه کے کہا جاسکتا ہے که اسکے مطالعه سے بے تعداد و بے شمار مشککین ' مذبذبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام ' راسخ الاعتقاد مومن ' صادق الاعمال مسلم ' اور مجاهد في سبیل الله مخلص هوگئے هیں - بلکه متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر کے شہر هیں جن میں ایک نئي مذهبي بیداري پیدا هوگئي ہے : و ذالک فضل الله یوتیه من یشاء و الله ذو الفضل العظیم !

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جهاد في سبیل الله کے جو حقائق و اسرار الله تعالی نے اسکے صفحات پر ظاهر کیے ' وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و رحمت خاص ہے ·

(۶) طالبان حق و هدایت' متلاشیان علم و حکمت' خواستگاران ادب و انشاء' تشنگان معارف الاهیه و علوم نبویه' غرضکه سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعه اور کوئي نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی هوجاتی هوں- وہ مقالات و فصول عالیه کا ایک ایسا مجموعه ہے' جن میں سے هر فصل و باب بجائے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے ' اور هر زمانے اور هر وقت میں اسکا مطالعه مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید هوتا ہے-

(۷) چهه مہینے کي ایک جلد مکمل هوتی ہے · فہرست مواد و تصاویر به ترتیب حروف تہجي ابتدا میں لگا دی گئي ہے · ولایتي کپڑے کی جلد ' اعلی ترین کاغذ ' اور تمام هندوستان میں وحید و فرید چهپائی کے ساتهه بڑي تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلی اور دوسري جلد دوبارہ چهپے گي - تیسري' چوتهي اور پانچویں جلد کے چند نسخے باقی رهگئے هیں - تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتهی جلد میں (۱۲۵) سے زاید هاف ٹون تصویریں بهی هیں' اس قسم کي جو چار تصویریں بهي اگر کسی اردو کتاب میں هوتی هیں تو اسکی قیمت دس روپیه سے کم نہیں هوتی

(۹) با این همه قیمت صرف سات روپیه ہے- ایک روپیه جلد کي اجرت ہے·

(۳) نیشنلسٹ - اس فرقه کي تهیوري یه هے که صنعت کاشت اور سکونت کي زمینیں شخصي ملکیت سے نکال لي جائیں ' کیونکه ثروت کا اصلي منبع زمین هے ' اور جب تمام زمین جمهوري گورنمنٹ کي ملک هوجائیں گي ' تو اهل حاجت اور مفلسوں کي حالت بهت کچهه سنبهل جائیگي -

اشتراکیین کے یه مختلف فرقے تمام ممالک متمدنه میں روز بروز پهیلتے جاتے هیں اور هر جگه انکي تعداد روز بروز بڑهتي جاتي هے - یورپ کے بعض بعض ممالک کے اکثر باشندے سوشیلزم کے معتقد هوتے جاتے هیں - اس فرقه کي تمام اطراف عالم میں خفیه سوسائیٹیاں ' انجمنیں ' اور اخبارات هیں ' جو انکے خیالات کي اشاعت کرتے هیں ' دلوں میں موجوده نظام سلطنت کے برخلاف جوش پیدا کرتے هیں ' سلاطین ' حکام ' ملاک ' اور ارباب ثروت کے قتل کي تدبیریں کرتے هیں - بالاخر گورنمنٹوں کو انکي مزاحمت پر آماده هونا پڑتا هے ' اور زور و قوت سے انکي مدافعت کي کوششیں کرني پڑتي هیں - لیکن یه تمام کوششیں بے سود هوتي هیں اور سوشلزم کا سیلاب نهیں تهمتا -

سنه ۱۸۸۰ ع سے اس مذهب کے پیرو جرمني میں بهت بڑه رهے هیں - سنه ۱۹۰۸ ع میں جرمني میں اشتراکیین کي تعداد دس لاکهه تهي ' سنه ۱۹۱۰ ع میں بیس لاکهه هوگئي - جرمني کے علاوه فرانس ' بلجیم ' هولینڈ ' پولینڈ ' روس ' امریکا ' رومانیا ' اٹلي ' بوسنیا ' سوئٹزرلینڈ ' انگلینڈ ' اور امریکا کا بهي یهي حال هے -

اشتراکیین کي تعداد میں روز بروز اضافه هونا کوئي تعجب انگیز امر نهیں ' کیونکه سوشلزم کا اصلي مقصود فقراے قوم اور مزدور پیشه اشخاص کي حمایت هے ' اور یه معلوم هے که ملک میں مزدوروں اور فقیروں کي تعداد تمام فرقوں سے زیاده هے - اس حالت میں فرض کرلینا چاهیے که یورپ کے تمام فقرا اور مزدور پیشه درحقیقت سوشیلسٹ هیں - لیکن عجیب تر یه هے که سوشیلزم کي آواز سے تمام یورپ اسقدر گونج اٹها هے که اسکي تاثیر سے یورپ کا کوئي فرقه بچ نهیں سکتا ' کنسرویٹو پارٹي جسکا منتهاے مقصد قدیم آداب و رسوم کي حمایت اور ذاتي اعزاز و مناصب کي محافظت هے ' اسکو بهي کسي قدر تغیر کے بعد سوشیلزم کا هم آهنگ هونا پڑا - انتها یه هے که کالج اور اسکول کے پروفیسر اور ٹیچر ' اور دیر و کلیسه کے راهب اور پادري بهي اصول اشتراکیت میں کسیقدر ترمیم کے بعد اشتراکیین کے هم آواز هوگئے هیں -

اس چیخ ' پکار ' شور و فریاد ' واویلا ' هنگامه کا اثر یه هے که تمام یورپ کے خیالات میں موجوده نظام تمدن کے انقلاب کے متعلق عجیب قسم کا تلاطم برپا هوگیا اور هر شخص جدید تمدن کے مصائب کو محسوس کر رها هے -

اس مقدمه کے ساتهه چند مقدمات کا اور اضافه کرو :

(۱) یورپ میں تمدن کي بنا شخصي فوائد ' خود غرضي اور ذاتي منافع پر هے - باپ بیٹے کو نهیں پوچهتا - بیٹا باپ کي خبر نهیں لیتا ' پهر ملک کے عام افراد کے ساتهه اسکو کیا همدردي هوسکتي هے ؟

(۲) یورپ کي ثروت اور دولت کا اصلي سرچشمه صنعت اور تجارت هے - هر شهر میں کمپنیاں اور کارخانے هیں جنکے مالک اشخاص یا جماعت کے چند افراد هیں - هر کارخانه میں هزاروں مزدور کام کرتے هیں ' جنکي روزانه آمدني انکے روزانه اخراجات کے لیے مشکل سے کافي هوسکتي هے - نتیجه یه هے که ایک طرف تو کارخانه داروں کي مختصر جماعت کارخانه کے منافع کثیره سے مالا مال هوجاتي هے ' دوسري طرف ادني طبقے میں فقرا اور مساکین کي تعداد بهي بڑهه رهي هے -

(۳) بنکوں کے وجود نے یه قیامت برپا کر رکهي هے که ایک پیسه کا قرض بهي بغیر سود کے نهیں مل سکتا - جائدادیں عام پبلک کے هاتهه سے نکل کر مالکان بنک کے تصرف میں آتي جاتي هیں ' اس سے فقرا اور ناداروں کي کثرت هو رهي هے -

(۴) تمدن جدید نے ضروریات زندگي کي قیمت اسقدر بڑها دي هے که کم ثروت والوں کو وهاں زندگي بسر کرنا مشکل هے - کهانے کي چیزیں اسقدر گراں هیں که فقرا انکو خرید نهیں سکتے - ملک کي شدت حاجت کي وجه سے نرخ اشیا میں گراني حد سے زیاده بڑه جاتي هے ' اور آزادي تجارت کي بنا پر گورنمنٹیں اس میں زیاده روک ٹوک نهیں کرسکتیں -

(۵) گورنمنٹوں نے فقیروں اور بے ساز و سامان شخصوں کے ذاتي مصارف کے لیے کوئي سامان نهیں کیا - یه تو هے که اندهوں ' کوڑهیوں ' لولوں ' اور مجبوروں کیلیے امدادي محکمے قائم هیں ' لیکن ایک مجبور قرضدار کے اداے قرض کي کوئي صورت نهیں - ایک مزدور کو اگر آج کوئي مزدوري نه مل سکي تو وه کل کیا کهائیگا؟ ایک فقیر کے پاس کپڑا نهیں ' وه کپڑا کهاں سے لائیگا ؟ یورپ عام مصالح کي نگراني تو کر رها هے ' لیکن شخصي ضرورتیں اور اتفاقي حاجات کا اسکے یهاں کوئي بندوبست نهیں -

(۶) اتفاق سے اول تو یورپ مذهب سے آزاد هے ' اور اسلیے وه شخصي همدردي کي قدر نهیں کرسکتا - علم و تمدن نے اسکے بجاے ملکي اور جمهوري همدردي قائم کردي هے جو شخصي ضروریات کیلیے کافي نهیں ' دوسرے وهاں جس مذهب کا رواج هے وه عیسائیت هے ' جسنے مال و دولت کي سخت تحقیر کي هے ' عام نصائح کے سوا اسنے ارباب ثروت کو اهل حاجت کي مالي امداد کیلیے بهي کوئي حکم نهیں دیا ' اسلیے عیسائي ممالک میں فقرا کے ساتهه یه بے اعتنائي کچهه بعید نهیں هے -

یورپ کے تمام ممالک میں انگلستان باعتبار ثروت کے سب سے زیاده ممتاز هے - لیکن یهاں بهي یه حالت هے که جنگ سے پہلے ۱۷۰۰۰۰۰ تعداد صرف ان فقرا کي تهي جنکي گورنمنٹ امداد کرتي تهي - جرمني کي سنه ۱۸۷۰ میں مجموعي آبادي ۴۰۰۰۰۰۰۰ کروڑ تهي - آجکل ۶۰۴۰۰۰۰۰ کروڑ هے - سالانه اموات کي تعداد سے پیدایش کي تعداد ۹ لاکهه زیاده هو رهي هے - اسي کے ساتهه ساتهه فقرا اور مساکین کي تعداد بهي بڑه رهي هے - جرمني کے کارخانے ' کاشتکاریاں ' دستکاریاں ' اور هر قسم کے ذرائع صرف چار کروڑ آدمیوں کي کفالت کرتے هیں - اسکا لازمي نتیجه یه هے که اشتراکیین کي تعداد نهایت سرعت کے ساتهه بڑه رهي هے -

ان تمام بیانات مذکورۂ بالا سے بالکل واضح هوگیا که یورپ آجکل عجیب قسم کے اقتصادي مصائب میں مبتلا هے ' اب سوال یه پیدا هوتا هے که اسنے ان مشکلات کے حل کرنے کیلیے کیا تدابیر اختیار کي هیں ؟

جرمني نے جنگ کے پہلے یه طے کیا تها که اشیا کے نرخ میں کمي کي جاے - اسنے فقرا اور مساکین کے لیے الگ بازار قائم کیے جهاں خوراک کي معمولي چیزیں ارزاں قیمت پر فروخت هوتي هیں - پولیس کو حکم دیا هے که ان بازاروں میں اهل ثروت نه جانے پائیں ' اس قسم کے چار بازار صرف برلن میں قائم کیے گئے هیں -

انگلستان کي گورنمنٹ بهي فقرا کي اعانت کیلیے آماده هوئي هے ' سنه ۱۹۰۶ ع میں انگلستان نے فقرا اور اهل حاجت پر ۱۴۷۸۶۰۰۰ گني صرف کیا ' ان اخراجات سے ۱۷۰۰۰۰۰ لاکهه افراد کي اسنے اعانت کي ' ان میں سے ۵۳۸۰۰۰ کي تا زندگي ' ۵۳۰۰۰۰ کي ایک مدت دراز تک ' ۶۴۰۰۰ کي صرف ایک سال تک - انگریز مزدوروں نے باهمي مشورهٔ و امداد کیلیے ٹریڈیونین نام ایک عام انجمن بهي قائم کي هے جو بهت کامیاب هو رهي هے -

پروشیا (جرمني) کي گورنمنٹ نے اصول اشتراکیت کے مطابق حسب ذیل قوانین جاري کیے جو پروشیا کے شهري قانون کے انیسویں باب کي مختلف دفعات میں مذکور هیں :

اسـلام اور سوشیلـزم

(از جناب مولانا سید سلیمان صاحب ندوی - ناظم دار المصنفین - اعظم گڈھ)

آجکل کی جدید عربی مصطلحات میں "سوشیلزم" کو "اشتراکیة" سے تعبیر کرتے ھیں ' اور سوشیلزم کے معتقد اور پیرو یعنی سوشیلسٹ کو "اشتراکی" کہتے ھیں -

سوشیلزم اس خیال پر مبنی ہے کہ دنیا میں ایک طرف تو ایسے اشخاص پائے جاتے ھیں جو لاکھوں اور کروروں روپے کی جائداد رکھتے ھیں ' اور جنکے قبضے میں آنکی حاجت سے بہت زیادہ روپیہ ہے - دوسری طرف ایسے افراد پائے جاتے ھیں ' جنکے پاس اتنا بھی نہیں جس سے اپنی ستر پوشی کرسکیں یا شکم سیر ھوسکیں ' اسلیے وہ کروروں روپے جو ارباب ثروت کے پاس بیکار پڑے ھیں ' وہ ان فقرا اور مساکین پر تقسیم کردیے جائیں تاکہ دونوں گروہ آسانی زندگی بسر کرسکیں -

اس مسئلہ کو زیادہ صاف کرنے کے لیے همکو علم اقتصاد سیاسی یعنی پولٹیکل اکانمی کی طرف رخ کرنا چاهیے - اکانمی نے یہ طے کردیا ہے کہ انسان کی ہر قسم کی دولت اور پیداوار کے اصول اولی دو چیزیں ھیں " محنت " اور " راس المال " کیونکہ انسان کے تمام ذرائع آمدنی کا اصلی منبع صرف دو چیزیں ھیں " زراعت " اور " صنعت " انکے علاوہ اور دوسری ہر قسم کی آمدنیاں انہیں دونوں ذرائع مذکورہ کے ماتحت ھیں ' مثلاً " زمینداری " کہ اسکی اصلی آمدنی زراعت پر موقوف ہے - " تجارت " صنعت اور زراعت کی پیداوار کے باهمی مبادلہ کا نام ہے ' نوکریوں کے ذریعہ سے جو روپیہ مالک سے وصول کیا جاتا ہے ' وہ درحقیقت اسی زراعت اور صنعت کی بواسطہ یا بلا واسطہ آمدنی ہے -

پہلے همکو صنعت اور زراعت کی حقیقت پر غور کرنا چاهیے - صنعت ان مادی چیزوں کو جنکو ہر مقام پر یا بعض بعض مقام پر خدا نے فطری طور سے پیدا کردیا ہے اور جو بیکار پڑی ھیں ' حاجت انسانی کے مناسب بنانے کا نام ہے ' ان مادی چیزوں کو حاجت انسانی کے مناسب بنانیکے لیے دو چیزوں کی ضرورت ہے " کام کرنے والوں کی محنت کی " اور " ان آلات اور اوزار کی جن سے کام کرنے والا اپنے اثر فاعلی کو ان مادی چیزوں پر صرف کرتا ہے " آلات اور اوزار کے لیے " راس المال " اور " سرمایہ " کی ضرورت ہے ' اسلیے صنعت و دستکاری کی اصلی آمدنی کا منبع " مزدوروں کی محنت " اور کارخانہ دار کا سرمایہ ہے ' یہی حال زراعت کا ہے - زمین کی درستگی کے لیے مزدور بھی ' اور آلات زراعت کے لیے سرمایہ کی ضرورت ہے -

خلاصۂ تفصیل ماسبق یہ ہے کہ دنیا کی ہر نوع اور قسم کی آمدنی کی اصل ' مزدور اور اهل سرمایہ ھیں - دونوں آمدنی کے پیدا کرنے میں برابر کے شریک ھیں ' اسلیے تقاضاے انصاف یہ ہے کہ زراعت اور صنعت کی تمام آمدنی دو مساوی حصوں میں تقسیم ہونی چاهیے - ایک حصہ مزدوروں کو دیا جاے اور دوسرا حصہ اهل سرمایہ لیں ' لیکن تمام دنیا میں اهل سرمایہ اور کارخانہ دار تمام منافع کے اصلی مالک بن جاتے ھیں ' اور مزدوروں کو انکے حق سے اسقدر کم دیا جاتا ہے کہ وہ مشکل سے اوقات بسری کرسکتے ھیں ' اسلیے ضرورت ہے کہ مزدوروں کی اعانت کیجاے -

ان تمام مقدمات بالا کا نتیجہ یہ ہے کہ فقرا اور مزدوروں کی امداد کیجاے - یہی خیال سوشیلزم اور اشتراکیت کا سنگ بنیاد ہے ' اس خیال کی کامیابی کے لیے آنکو بہت سے مراتب طے کرنے پڑتے ھیں جنکا ماحصل یہ ہے کہ موجودہ نظام زندگی بالکل بدل دیا جاے - ہر قسم کی جائدادیں اور ملکیتیں اهل سرمایہ اور ارباب ثروت کی شخصی ملکیت و تصرف سے نکال کر وقف عام کردیجائیں - تمام کاشتکاریاں ' جائدادیں ' اور کارخانے جمہور ملک کی ملکیت ھوں ' گورمنٹ کو مخصوص افراد کے قبضے سے نکال کر عام پبلک کے زیر انتظام کیا جاے - ہر قسم کے آلات و سرمایہ مشترک طور سے تمام اهل ملک کا گورنمنٹ کی ملک ھوں ' ملک کے تمام افراد محنت صرف کریں ' ہر قسم کا منافع ایک جگہ جمع ھو ' اور وہ تمام اهل ملک پر مساوی طور سے گورنمنٹ کی زیر نگرانی تقسیم ھو ' ہر شخص کے امتیازات شخصی مٹا دیے جائیں ' ذاتی اعزاز و تفوق کی کوئی مثال باقی نہ رہے - بادشاہ ' اور رعایا ' غلام ' اور حاکم ' امیر اور فقیر ' معزز اور ذلیل ' غرض کہ ہر قسم کے تفاوت مراتب کو صفحۂ عالم سے محو کردیا جاے ' اور تمام عالم میں ہر چیز کے اندر مساوات عامہ ھوجاے ' انتہا یہ ہے کہ انکا خیال مساوات ' خدا کی غیر معمولی عظمت کو بھی تسلیم نہیں کرتا !

" اکانمی " جس سے " اشتراکیت " کو تعلق ہے ' اسکا بانی اول تو ایک فرانسیسی عالم انٹوان ڈی مونٹکرتیان المتوفی سنہ ۱۶۱۵ ع ہے اور اسکا مدون ڈاکٹر کینسی سنہ ۱۷۵۸ ع ہے ' لیکن اکانمی کو فن کی حیثیت سے جسنے دنیا کے سامنے روشناس کیا ' وہ ایڈم اسمتھ ہے جسکی اس فن میں پہلی تصنیف سنہ ۱۷۷۶ ع میں شائع ھوئی - اسمتھ کے بعد دو انگریز عالم ملتّس ' ریکارڈو ' اور فرانسیسی عالم جان بپتست پیدا ھوے - انھوں نے اس فن کو تکمیل تک پہنچا دیا - یہ علماے فن اقتصاد انیسویں صدی کے ابتدائی حصے میں تھے - اس بیان سے یہ ثابت ھوا کہ اشتراکیت انیسویں صدی کی پیداوار ہے -

جن اکانمسٹ اور علماے اقتصاد کا ہم نے تذکرہ کیا ' وہ نفس فن کے اصول اور ان اصول کو عملی صورت میں لانے کی نسبت کسی قدر مختلف الراے ھیں - اسکا نتیجہ یہ ھوا کہ اشتراکیین اور سوشیا لسٹس کے چند فرقے ھوگئے :

(۱) فوضوی یا کمونسٹ یا نہلسٹ - اس فرقہ کا خیال یہ ہے کہ تمام دنیا سے ہر قسم کی شخصی ملکیتیں اور امتیازات مٹا دیے جائیں ' دنیا کا ذرہ ذرہ ذاتی ملک سے نکل کر جمہور کی ملک ھو جاے ' تاکہ تمام انسان مساویانہ حیثیت سے زندگی بسر کریں - یہ فرقہ بجبر ملکیت کو مٹانا چاھتا ہے - عہدہ داران و ارباب ثروت کو مار ڈالنا اس کے نزدیک ثواب ہے -

(۲) اجتماعی یا سوشیالسٹ - یہ فقط یہ چاھتا ہے کہ صرف آلات شخصی تصرف سے نکال کر عام پبلک کی ملک کردیے جائیں ' تاکہ فقرا اور مزدور ارباب ثروت و اهل سرمایہ کی احتیاج کے بغیر کام کرسکیں -

الامر بالمعروف والنهي عن المنكر

تاريخ عهد عباسيه کا ايک صفحه

مسئله خلق قرآن اور مناظره دربار مامون الرشيد

علماء سلف کي حرية حقه اور دعوة الى الحق کا ايک نظاره

(٢)

(مناظره کا اهتمام اور هيبت و اجلال دربار)

مامون الرشيد نے مناظره کي طياري کيليے غير معمولي احکام جاري کردیے تھے - اپني نوعيت کے لحاظ سے يه ايک عجيب و غريب مناظره تھا ' اسليے تمام امراؤ رؤساء ' علماء و فقهاء ' ارکان و وزراء ' افسران فوجي و ملکي ' اپنے تمام ساز و سامان جاه و جلال کے ساتھه اسميں شريک هونے کيليے نکلے - عبد العزيز کناني نے ڈيوڑھي ميں بيٹھے هوے ديکھا که انساني جاه و جلال اور سطوت و هيبت کے بڑے بڑے مناظر يکے بعد ديگرے انکے سامنے سے گذر رهے هيں !

وہ اپنے رساله ميں لکھتے هيں :

" عمرو بن مسعده نے مجھے ايسي جگه بٹھايا جهانسے ميں تمام آنے والوں کو اچھي طرح ديکھه سکوں - بعد کو مجھے معلوم هوا که خاص امير المومنين کے حکم سے ايسا کيا گيا تھا - اس سے مقصد يه تھا که دربار ميں جانے سے پہلے هي دربار کے جاه و جلال کي هيبت مجھپر طاري هو جاے' اور ميں ديکھه لوں که کيسے پر هيبت و سطوت مجمع کے سامنے مجھے جانا پڑيگا' اور آزادي و بے باکي کي زبان کھولني پڑيگي ؟ ليکن افسوس که وہ انساني جاه و جلال کے جلوے دکھلا کر ايک ايسے شخص کي آنکھوں ميں ڈر اور هيبت پيدا کرنا چاهتے تھے ' جسکي نگاهوں کے سامنے رب السماوات و الارض کا لا زوال جاه و جلال موجود تھا ' اور جو نگاه خدا کي عظمت و قدوسيت کے جلووں ميں محو هو چکي هو' اوسکو انسانوں اور انسانوں کے قيمتي کپڑوں اور آهني تلواروں کي قطاريں کيا ڈرا سکتي هيں ؟ "

مبيں حقير گدايان عشق را ' کين قوم
شهان بے کمر و خسروان بے کله اند !

شيخ عبد العزيز نے ديکھا که سب سے پہلے امراء بنو هاشم کا گروه نمودار هوا جنکے سياه عماموں کے طلائي شملے هوا ميں اڑ رهے تھے ' اور آفتاب کي روشني ميں انکا سنهري رنگ اسطرح درخشنده تھا که نگاهيں زياده دير تک نظاره کي تاب نهيں لا سکتي تھيں - انکي عبائيں بھي سياه تھيں جنکو خلفاء عباسيه نے اپنا قومي لباس قرار ديا تھا ' اور عباؤں کي سياهي کے اندر سنهري ساز و يراق اور طلائي قبضهٔ و ميان شمشير کي متحرک چمک اسطرح نظر آتي تھي ' گويا ابر آلود آسمان پر بجليوں کي مضطرب لهريں کوند رهي هيں !

اسکے بعد علماء و فضلاء دار الخلافة کا مقدس جلوس تھا ' جنکے لباس اور ساز و سامان سواري ميں اگرچه سونے چاندي کے تکلفات نه تھے اور هر چيز سے سادگي اور بے تکلفي نماياں تھي ' تاهم انکا عظيم الشان گروه ' غلاموں کے حلقے ' خدام کا جاه و حشم ' مذهبي زندگي کا مقدس جاه و جلال ' اور پر هيبت و وقار چهرے ' بجاے خود ايک ايسي هيبت رکھتے تھے جو مصنوعي تکلفات و آرائش کے ساز و سامان سے بے نياز تھي - اس جلوس ميں سب سے پہلے بشر مريسي کي سواري تھي جو اس وقت فرقهٔ معتزله کا سب سے زياده نامور رئيس تھا - اسکے بعد دار الخلافة کا قاضي القضاة اپنے جاه و حشم رياست کے ساتھه جلوه آرا تھا - پھر تمام قضاة و ارباب افتاء کي جماعت تھي - انکے بعد متکلمين و فقهاء اور ارباب درس و علوم کا سلسله - ليکن ان سب ميں زياده نماياں حصه فرقهٔ معتزله کے علماء کا تھا ' اور جو علماء معتزله ميں سے نه تھے ' وہ بھي اقلا مسئلهٔ خلق قرآن ميں سرکاري حکم کے آگے سر اطاعت جھکا چکے تھے -

اس نظارهٔ تقدس کے بعد وزراء و ارکان سلطنت کا پر عظمت نظاره تھا - انکے عمامے بھي سياه تھے' مگر طلائي شملوں کي جگه عماموں کے بالائي پيچ پر ايک مطلا حاشيه لگا تھا ' اور وہ اس احتياط سے لپيٹا گيا تھا که عمامه کا نصف زيرين قطر طراز شعاعيں کا ايک سنهري دائره بنگيا تھا - انکے گھوڑوں کے ساز و يراق بھي مطلا تھے ' اور سنهريورديوں سے ملبوس غلاموں کا شاندار حلقه هر سوار کے گرد و پيش جلوه فروش عظمت و اجلال تھا !

اعيان حکومت کے بعد افسران فوجي کي سب سے زياده موثر اور هولناک هيبت تھي جو اپني اپني فوجوں کے ساتھه محل شاهي کي طرف آ رهے تھے ' اور انکي برهنه تلواريں ' رو به آسمان نيزے ' طرح طرح کے اسلحهٔ جنگ ' ايک آهني سمندر کي طرح متلاطم نظر آتے تھے !

شيخ عبد العزيز اس فوجي نظارهٔ دهشت کا ذکر کرتے هوے لکھتے هيں :

وركب القوم بالسلاح لاحداث الهيبة في نفسي و سائر الناس الذين يوشك لن نفسهم -

اور مسلح فوج کي اسليے نمايش کي گئي تاکه ميرے دل پر وحشت و هيبت طاري هوجاے - نيز اس خيال سے بھي که ميں نے حکم سلطاني کو ٹھکرا کر اگر عام رعايا کے اندر کوئي مفسدانه جوش پيدا کرديا هو' تو وہ بھي اس فوجي نمايش سے مرعوب هوکر دب جاے -

اس سے معلوم هوتا هے که حکومت نے يه ساز و سامان صرف شيخ کو ڈرانے هي کے ليے نهيں کيا تھا ' بلکه عام رعايا کے اندر مخالفانه جوش پيدا هوجانے کا بھي اسے انديشه تھا - انتهى

دفعه اول : گورنمنت پر فرض هے که اُن لوگوں کي معاش کي متکفل هو جو خود اپني معاش پيدا نهيں کر سکتے -

دفعه دوم : بيکاروں کے ليے اُنکي حالت کے مناسب کوئي خدمت يا کام مقرر کيا جائيگا -

دفعه سوم : جو لوگ سستي ' کاهلي ' يا کسي اور عادت مذموم کے سبب سے کام سے متنفر هوں ' اُنکو گورنمنت کي نگراني ميں مفيد اشغال کے اندر مصروف کيا جائيگا -

دفعه ششم : گورنمنت پر فرض هے که وه اپنے کارخانے اور ملز قائم کرے ' جن سے محتاجوں کي زندگي کا سامان هوسکے ' اور فضول خرچ لوگوں کي بهي تهذيب اخلاق هو -

دفعه دهم : ديهاتوں ميں مينوسپلٹي کا فرض هے که ديهات کے مفلسوں اور محتاجوں کي حاجت پوري کيا کرے -

دفعه ياز دهم : مينوسپلٹي پر فرض هے که وه ناداري اور افلاس کے اسباب کي تحقيق کرے اور اسکے انسداد کے تدابير اختيار کرے -

يهانتک گورنمنٹوں اور حکومتوں کي کوششوں کا بيان تها - مذهب کي حيثيت سے يورپ کے مذهبي علما اور پادري بهي ان اقتصادي مشکلات اور معاشرتي مصائب کو دور کرنے کے ليے اُٹهے هيں ' ليکن کيا تم خيال کرتے هو که ان علماے مسيحيت نے انجيل مقدس يا مسيحي تعليمات کي هدايت سے ان عقدوں کے حل کرنے کي کوشش کي هوگي ؟ نهيں ' اُنکو اُس مسيحي مذهب ميں اسکي کوئي هدايت نهيں ملتي ' جسنے اهل دولت کو سخت تحقير کے ساتهه اپني آسماني بادشاهت سے نکالديا هے ' اسليے اُنکو چاره کار اسکے سوا اور کچهه نظر نه آيا که وه بهي تهوڑي ترميم کے ساتهه اشتراکيين کي صف ميں کهڑے هوجائيں - ان مذهبي علماء کے اشتراکي اصول کے لحاظ سے دو فرقے هيں : " فرقۂ انجيلي اشتراکي " اور " کيتهولک اشتراکي " ان مذهبي فرقوں کو اشتراکي يا سوشيالسٹ کهنا صرف اسليے جائز هے که سوشيالسٹ کا لقب خود انهوں نے اپنے ليے خوشي سے اختيار کيا هے ' ورنه در حقيقت وه سوشيالسٹ نهيں هيں - انهوں نے فقرا ' اهل حاجت و افلاس ' اور غريب مزدوروں کي حمايت صرف اسليے جائز رکهي هے که مذهبي وقار آزاد خيال يورپ کے ادنی طبقے ميں قائم هوجاے ' بهرحال انجيلي اشتراکيين نے (جسکے ممبر زياده تر گرجوں کے پادري هيں) حسب ذيل تجويزيں اختيار کي هيں :

" مسيحي اشتراکي مزدوروں کي انجمن مذهبي عقائد کے احترام اور ملک و حکومت کے محبت پر مبني هے - وه گورنمنت سے درخواست کرتي هے که اهل پيشه اور مزدوروں کے ليے خاص مفيد قوانين وضع کيے جائيں - يتيم بچوں ' بيوه عورتوں ' اور معذور لوگوں کے ليے امدادي فنڈ قائم کيے جائيں - کام کي مناسبت سے مزدوروں کے ليے کام کرنے کے گهنٹے محدود کرديے جائيں - سرکاري املاک اور ديهاتي جائدادين مزدوروں کو معمولي نرخ سے زياده ارزاں نرخ پر ديں - اعانت فقرا کے ليے آمدني پر ٹيکس ' اور وراثت کے قرب و بعد اور کمي و بيشي کے لحاظ سے ترکه پر محصول لگايا جائے "

کيتهولک اشتراکيين کي حسب ذيل تجاويز هيں .

" باهمي امداد کے ليے انجمنيں قائم کي جائيں - سرمايه مزدوروں کے سپرد کيا جاے ' گورنمنت اُجرت کار اور اوقات کار کي تعين کرے - سرپرستوں اور بچوں کا اور اهل سرمايه اور مزدوروں کا باهمي تعلق صاف کرے - قرض دهي کي انجمنيں قائم هوں جو اهل حاجت کو بغير سود کے قرض ديں "

اس تفصيل سے هم اس نتيجه پر پهونچ گئے هيں که يورپ ميں جنگ نه هوتي جب بهي وه سخت مصيبت ميں مبتلا تها - اقتصادي مشکلات روز بروز بڑهتے جاتے هيں - اهل افلاس اور ارباب احتياج کي امداد و اعانت کي کوئي صحيح راه اب تک نه نکل سکي - مختلف ممالک اور انجمنيں مختلف تدابير سے ان مشکلات کي عقده کشائي کر رهي هيں - ليکن ابتک کوئي باقاعده اصول اسکے ليے مدون نه هوا -

اب همکو يه ثابت کرنا هے که گذشته اقوام کے تمدن ميں بهي اس قسم کي مشکلات پيدا هوئيں ' اور وه بهي انکو حل نکر سکيں - گذشته زمانے ميں يهود اور سلافي اقوام ميں دستور تها که تمام زمين ايک وقت پر تمام افراد ميں تقسيم کردي جاتي تهي - بعض قوموں ميں زمين کا تمام اختيار ايک شخص کو ديديا جاتا تها - وه زمين اور اسکے منافع کو تمام قوم ميں تقسيم کر ديتا تها - فراعنۂ مصر کے زمانه ميں بهي اسي اصول اشتراکيت پر عمل هوتا تها -

گذشته اقوام ميں يونان بهي ايک خاص پايه رکهتا هے - ليکن اپنے زمانۂ تمدن ميں وه بهي اشتراکيت اور سوشلزم سے نه بچ سکا - مشهور مقنن سولن کے عهد ميں ايتهنز کے اندر ارباب ثروت اور نادار فرقه ميں ايک عجيب فتنه برپا هوا -

نادار اور مفلس فرقه کو ضد تهي که شهر کي تمام دولت ايک جگه اکٹهي کرکے تمام افراد پر مساوي طور سے تقسيم کردي جاے - اهل ثروت کي جماعت کو اصرار تها که دولت و ثروت کي مقدار حسب مدارج اعزاز هوني چاهيے - سولن نے اس فتنه پر کوئي توجه نه کي - ليکن اسپارٹا ميں ليکارگا نے اصول اشتراکيت تسليم کرليا ' اور اسپارٹا کي تمام دولت اُسنے افراد پر برابر برابر تقسيم کردي - ايران ميں مزدکي فرقه کا وجود بهي انهي بواعث کا نتيجه تها - مزدک کي راے تهي که تمام فتنوں کا سبب واحد دولت اور عورتيں هيں ' اسليے دولت کو بندش ملکيت سے اور عورتوں کو قيود زوجيت سے آزاد کرکے تمام ملک کے استعمال کيليے عام کردينا چاهيے - ايران کے طبقۂ زيريں نے حصول دولت کيليے اور طبقۂ اعلی نے حصول سامان عيش و مسرت کيليے ان خيالات کو قبول کرليا - ليکن اسکا جو نتيجه هوا ' وه مدائن کے کهنڈروں سے پوچهو -

ان واقعات سے ثابت هوتا هے که ان اقتصادي اور اشترا کي مصائب کا کامل اندفاع نه گذشته اقوام سے هوسکا ' اور نه موجوده زمانه ميں يورپ ان عقدوں کو حل کرسکا - نيز انسے يه بهي ثابت هوتا هے که اشتراکيت هر اُس تمدن کے ليے لازمي هے جسکي بنياد روحانيت اور مذهب پر نهو - بهرحال موجوده يورپ اور اقوام گذشته کے عقلا اور اشتراکيين نے ايک مدت کے تجربوں کے بعد ان دقتوں کو هموار کرنے کے ليے جو تجويزيں پيش کي هيں ' گو انکا مفصل ذکر پہلے گذر چکا هے ' ليکن يهاں بطور نتيجه باختصار پهر اعاده کرتے هيں :

(۱) ذاتي اعزاز و امتياز مٹا ديا جاے ' اور تمام افراد مساوي الرتبه هو جائيں -

(۲) حکومت جمهور ملک کي مجموعي طاقت کا نام هو -

(۳) اهل حاجت کي امداد کے ليے لوگوں کي آمدني پر ٹيکس لگايا جاے ' اور اُسکے ليے فنڈ مقرر کيا جاے - سود سے بچنے کے ليے قرض دينے والي انجمنيں قائم کي جائيں - گورنمنت کا فرض هے که وه فقرا اور محتاجوں کي خبر لے ' اور وه بازار کا نرخ مقرر کرے -

يه وه اصول هيں جنکي بنا پر اقوام عالم نے کشاکش و مشکلات مذکوره سے رهائي حاصل کرني چاهي هے - ان اصول کي يه تين دفعات بالا درحقيقت تين قسم کي اصلاحات سے مُرکب هيں :

(۱) اصلاح معاشرت - (۲) اصلاح حکومت - (۳) اصلاح اقتصاد -

ليکن اب تک يه اصول خيالي هيں ' عالم وجود ميں کوئي منتظم سلسله انکا ابتک قائم نهوا - اب آؤ ' هم تمهيں بتلائيں که اسلام نے ان اصولوں کو کهاں تک ملحوظ رکها ' جس کي وجه سے اُسکا تمدن اشتراکيت کے جراثيم سے هميشه محفوظ رها هے ؟ -

یہ نگاہوں کو خیرہ کردینے والا ایک آفتاب نصف النہار تھا ' جو یکایک ابر کے نقاب سے باہر نکل آیا ' اور ایک غریب الوطن اجنبی کیلیے بہت مشکل تھا کہ پہلی نظر میں اس نظارے سے متاثر نہو - (۱)

تمام خدام و متعلقین دربار کو چونکہ شیخ کے متعلق معلوم تھا کہ یہ شاہی مجرم ہے اور اس نے موجودہ عہد حکومت کا سب سے بڑا کفن بزدنی جرم کیا ہے ' اسلیے انہوں نے چاہا کہ مامون کے حضور میں جسقدر سختی اور بے احترامی اسکے ساتھہ ہوسکے کریں' اور اسے معتزم لوگوں کی طرح دربار میں نہ لائیں - چنانچہ اس موقعہ کے متعلق شیخ عبد العزیز اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں :

فاراح السنر' و اخــذ الرجال بیدی و عضدی' و جعل اقوام ایدیهـــم فی ظهـــری و علی رقتبی' و طفقوا یعدون بی : فدعارنی المامون و انا اسمع صوته "خلـوا عنــه" و کثر الضجیج من الحجاب و القـواد بمثل ذالك ' فخلـوا عنی' وقد کد یتغیر عقلی من سدة الجزع و عظیم مـــا رایت فی ذالك الصّحن من السلاح' و هو مدة الصحن و کنت قلدل الخبـرة بـــدار امیـــر المومنین' ما رایتها قبل ذالك و لا دخلتها -

" پردہ هٹا ' اور خدام بارگاہ نے میرے ہاتھوں اور بازؤں کو پکڑ لیا ' وہ اسطرح مجھہ پر ٹوٹ پڑے کہ انکا ایک ہاتھہ میرے سینے پر تھا اور ایک ہاتھہ کاندھے پر - انہوں نے اسطرح سختی و بے احترامی کے ساتھہ چاہا کہ مجھے اندر لیجالیں - مگر اُسی وقت مامون الرشید کی نگاہیں مجھپر پڑیں اور میں نے اسکی آواز سنی کہ وہ کہہ رہا ہے : " اسے چھوڑ دو" مامون کے کہنے کے ساتھہ ہی اور لوگوں نے بھی اسکی تعمیل میں " چھوڑ دو ' چھوڑ دو " کا دل مچایا ' اور بے شمار آوازیں ایک ساتھہ بلند ہوگئیں - حکم شاہی پاتے ہی خدام و حجاب نے مجھے چھوڑ دیا - لیکن دربار شاہی کے اچانک نظارے ' خدام و حجاب کی اس دارو گیر' اهالیان دربار کی صداؤں کے ہنگامہ ' اور برہنہ تلواروں اور اسلحۂ جنگ سے بھرے ہوے صحن کی ہولناکی نے میرے ہوش و حواس پر نہایت اثر ڈالا ' اور قریب ہوا کہ شدت ہراس اور ہیبت نظارہ سے میری عقل متغیر ہو جاے - اور میرا حال یہ تھا کہ یہ تو کبھی اس سے پہلے میں نے محل شاہی کو دیکھا تھا نہ کبھی اسمیں قدم رکھا تھا - میری معلومات بھی امیر المومنین کے دربار کے متعلق بہت تھوڑی تھی " انتھی -

علماء حق کے اس صدق بیان اور راستی فطرۃ کو دیکھو کہ شیخ عبد العزیز کس طرح صاف صاف خود اپنے قلم سے اپنی کمزوری کی سرگذشت لکھہ رہے ہیں جو اس موقعہ میں انسے ظاہر ہوئی ' اور

(۱) مامون الرشید تخت پر نہیں تھا ' کیونکہ یہ مجلس مناظرہ تھی اور هارون الرشید سے لیکر مقتدر باللہ تک خلفاء عباسیہ کا یہی قاعدہ رہا کہ علمی مجالس میں ہمیشہ مثل اور شرکاء مجلس کے فرش ہی پر بیٹھتے تھے - البتہ صدر ایوان میں اُنکی جگہ اور مغرق بطلا قالین مخصوص تھا - ڈاکٹر جی - سلیمان (G. Salmon) نے ابوبکر خطیب بغدادی کی تاریخ مدینۃ السلام کا جو ٹکڑہ ایڈٹ کرکے چھاپا ہے ' اسمیں ایک خاص عنوان خلفاے عباسیہ کی مجالس علمیہ کے متعلق بھی ہے - اسمیں تشریح کردی ہے کہ هارون و مامون جب کبھی کسی مجلس مناظرہ و محادثۂ علمیہ میں یا بیت الحکمۃ میں آتے تھے ' تو عام علماء و حکماء کی طرح خود بھی فرش پر بیٹھتے تھے ' اور مامون کا تو یہ حال تھا کہ بسا اوقات اپنے معتمد علماء کو صدر میں اپنی جگہ دیدیتا تھا !

اس دربار میں پہونچکر جسکے جلوں نے قیصر روم کے ایلچی کو اپنے عہد تنزل میں بھی مبہوت و لا یعقل کردیا تھا ' وہ ذول نگاہ اپنے ضبط و تمکین کو قائم نہ رکھہ سکے ؟ (۱)

بہر حال شیخ کو حجاب کے جبر و قہر سے نجات ملی ' اور دربار کے دروازہ سے چند قدم آگے بڑھے - وہ لکھتے ہیں کہ مامون الرشید کی آواز برابر میرے کانوں میں آ رہی تھی : " ادخلوہ و قربوہ " اسکو اندر لاؤ اور مجھسے قریب کرو ! چنانچہ وہ بلا تامل آگے بڑھنے لگے - یہاں تک کہ اُنھوں نے اس عہد کی زمین کے سب سے بڑے بادشاہ کو اپنے سامنے دیکھا ' اور بغیر کسی عجز و انحناء کے بآواز بلند کہا : " السلام علیک - یا امیر المومنین و رحمۃ اللہ و برکاتہ " مامون نے جواب دیا : " و علیک السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ " اور ساتھہ ہی ایک لمحہ تک سر سے لیکر پیر تک اُنکو دیکھتا رہا - اُسکے بعد کہا " اور آگے آؤ " شیخ آگے بڑھے ' پھر کہا " آگے آؤ " شیخ اور آگے بڑھے ' تیسری مرتبہ پھر اسی حکم کو دھرایا - شیخ بالکل قریب چلے گئے - صاحب الستر بھی ساتھہ تھا ' اور بتدریج انکو آگے بڑھاتا جاتا تھا - یہاں تک کہ اُن میں اور مامون الرشید میں صرف اتنا فاصلہ رهگیا کہ دو آدمی درمیان میں بیٹھہ سکتے تھے - شیخ اپنی جگہ پاکر بیٹھہ گئے ' مگر ابتک انکے دل میں ہیبت و رعب کے اثرات باقی تھے -

(صاعقۂ حق کی پہلی گرج)

شیخ جونہی اپنی جگہ پر بیٹھے ' ایک طرف سے صدا آئی :

" اس کے لیے تو صرف اسقدر کہدینا کافی ہے کہ قبح اللہ وجهک (عربی میں تذلیل و تحقیر کی ایک گالی ہے) خدا کی قسم میں نے اپنی پوری عمر میں کسی شخص کو اسقدر بد صورت نہیں دیکھا "

شیخ لکھتے ہیں کہ میں نے اس آواز کو سنا ' لیکن ابتک میرے دل میں ہیبت و ہراس کا تھوڑا بہت اثر باقی تھا ' اسلیے میں خاموش رہا - حتی کہ کہنے والے کے طرف میں نے نظر اُٹھا کے دیکھا بھی نہیں -

(۱) المقتدر باللہ عباسی کے زمانے میں قیصر روم نے بعض معاملات کے انجام دینے کیلیے ایک سفیر بھیجا تھا ' جس سے خلیفۂ موصوف نے " قصر حسنی " میں ملاقات کی تھی - اس ملاقات کی تفصیلی حالت خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں درج کی ہے - وہ لکھتے ہیں کہ سفیر دهلیز میں قدم رکھتے ہی بالکل مبہوت ہوگیا - ساز و سامان سلطنت دیکھکر اسکے ہوش و حواس بجا نہ رہے - اس نے حجاب سے کہا کہ کچھہ دیر کیلیے مجھے تنہا چھوڑ دیا جاے تاکہ اپنے ہوش و حواس میں آجاؤں !

اللہ اللہ انقلاب زمانہ کی نیرنگیاں ! ایک زمانہ وہ تھا کہ روم کا سفیر ہمارے دربار میں آتا تھا اور ہماری عظمتوں کو دیکھکر بے ہوش ہوجاتا تھا - آج خود ہم غیروں کے ساز و سامان دیکھکر شدت مرعوبیت سے بیعقل و حواس ہوگئے ہیں ' اور انکو طاقت کا ایک دیوتا سمجھکر اللہ کی طرح پوج رہے ہیں - حتی کہ ہیبت و ہراس کے سوا کبھی خودداراںہ احساس کا ایک لمحہ بھی ہمیں میسر نہیں آتا !

آگ تھے ابتداے عشق میں ہم
ہوگئے خاک ' انتہا ہے یہ !

آگ کے شعلے بجھہ جاتے ہیں لیکن راکھہ کی ڈھیر میں چنگاریاں دبی دبائی باقی رہتی ہیں اور ہوا کے ایک جھونکے سے بھڑک اٹھتی ہیں - پھر کیا اس چولہے کی چنگاریاں کبھی بھی نہ بھڑکینگی ؟ کیا طوفان حوادث و تغیرات کا کوئی جھونکا ادہر سے نہیں گذریگا ؟ و هوالذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا و هوالولی الحمید !

کرو کہ ایک مسافر و غریب الوطن اجنبي کي صرف ایک هي صداے حق نے مامون الرشید اعظم کي اُس حکومت کو جو قیصر قسطنطنیہ کو " روم کا کتا " کہکر خطاب کرتي تھے اور کتے کي طرح عاجزي کي زمین پر لوٹا دینے کي طاقت بھي رکھتي تھي ' کس طرح لرزا دیا تھا ؟ اور کسطرح وہ گھبرا کر اپنی فوجوں اور انکي برهنه تلواروں کي نمایش کر رھا تھا کہ کہیں اس غریب الوطن کي مقاومت میري مطیع رعایا کے دل سے میري هیبت نہ نکال دے ؟

پھر اور زیادہ غور کرو ' اور دیکھو کہ یہ عبد العزیز کون تھا ؟ دنیا کي پادشاھت اسکے پاس کتني تھي ؟ خزانۂ و فوج میں سے کیا رکھتا تھا ؟ کتنے غلام اسکي رکاب کو تھامتے تھے ؟ کتنے محل اس نے اپني آسایش کیلیے تعمیر کیے تھے ؟

آہ ' دنیا کے ان تمام سامانوں اور دنیوي جاہ و جلال کي ان تمام نمایشوں میں سے تو اس کے پاس کچھہ بھي نہ تھا - ایک تنہا مسافر جسکو بغداد میں آے ہوے چوتھا دن تھا ' ایک غریب الوطن فقیر جسکا شہر بھر میں ایک بھي ساتھي اور حمایتي نہ تھا ' ایک اجنبي محض جس کے جسم پر مسکیني کے لباس اور غربت کي فقر نمائي کے سوا اور کچھہ نہ تھا - با ایں همه اسکے پاس ایک ایسي طاقت تھي ' جسکي فرماں روائي و ملوکي کے آگے مامون الرشید کي پوري سلطنت بھي ھیچ تھي ' اور جسکے جاہ و جلال کے آگے اسکي وہ سطوت و ابہت بھي کچھہ نہیں کرسکتي تھي جس سے قیصر روم ڈرتا اور شاہ فرانس لرزتا تھا - یہ طاقت نہ تو تخت شاهي کے اوپر پیدا ھوتي ھے ' اور نہ شہنشاهي کے عظیم الشان قصروں اور محلوں میں - اسکا گھر انسان کا ٹوٹا ھوا دل ھے ' اور اسکا محل ایمان باللہ کي زخمي روح ھے - پادشاہ کا تخت جسم پر حکم کرسکتا اور لوھے کي تلوار گردن کي رگوں کو کاٹ سکتي ھے ' پر نہ تو اس طاقت الهي کے آشیانے کو اجاڑ سکتي ھے ' اور نہ اس کي اقلیم سلطنت پر اسکي فرماں روائي چل سکتي ھے - وھاں صرف خدا ھے ' اسکا ایمان ھے ' اسکے کلمۂ حق کي خسروي ھے ' اسکي صداقت و راستي کي ملوکي ھے ' اور حق و معروف کے ایک ھي فرمان اعظم کا حکم ھے !

اولئك كتب في قلوبهم الايمان و ايدهم بروح منه ' و يدخلهم جنات تجري من تحتها الانهار خالدين فيها ' رضي الله عنهم ورضوا عنه ' اولئك حزب الله ' الا ان حزب الله هم المفلحون ! (۵۸ : ۳۰)

یہي وہ راست باز انسان ھیں جنکے دلوں میں اللہ نے اپنے ایمان کا نقش جما دیا ' اور اپني روح نصرۃ و فتح مندي سے انکي مدد کي ' پس اب خوف و ھراس اور ناکامي و نامرادي انکے لیے نہ رھي ' وہ انکو بہشتوں کي بہشتي زندگي میں داخل کریگا - وھاں باغ و چمن کا دائمي عیش ھے اور نہروں کي روانی کا نظارۂ راحت - اللہ انسے راضي ھوا اور وہ اللہ سے راضي ھوے - یہ اللہ کي جماعت ھے ' اور یقین کرو کہ اللہ کي جماعت ھي فلاح و مراد پانے والي ھے -

پس شیخ عبد العزیز کے وجود غربت و فلاکت کے اندر جو هیبت و اجلال پیدا ھوگیا تھا ' اور جس نے مامون اعظم کو اپني فوجوں کے نکالنے اور تلواروں کے چمکانے پر مجبور کردیا تھا ' وہ شیخ عبد العزیز کي هیبت نہ تھي جسکو تلوار کي ایک حرکت دو ٹکڑے کردیسکتي تھي ' وہ خدا سے عبد العزیز کي هیبت تھي ' وہ حق پرستي اور ایمان باللہ کي قھاریت تھي ' وہ جرأت ایماني اور سطوت روحاني کا نا ممکن التسخیر اجلال تھا - کما قال فی المثنوي :

هیبت حق ست ایں از خلق نیست
هیبت ایں مرد صاحب دلق نیست !

فلا تخافوهم و خافون ان كنتم مومنين !

(داخلہ)

جب تمام ارکان و شرکاء مجلس مناظرہ آچکے ' تو شیخ عبد العزیز کي بھي طلبي ھوئي - ایک کے بعد ایک متعدد دھلیزیں تھیں جنسے شیخ کو گذرنا پڑا ' سلطاني دھلیزوں کے مرحلے کے بعد ایوان ھاے خلافت کا ایک سلسلہ شروع ھوا ' جن میں سے ھر ایوان ایک پوري شہنشاهي کے ساز و سامان شوکت و ابہت سے معمور تھا ' اور ھر ایوان کے خاتمہ پر اسکا پہلا رھنما رخصت ھوجاتا اور نیا ھاتھہ اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتا تھا - اسکے بعد اور بھي بہت سے مرحلے آے جنکي تمام جزئیات شیخ نے لکھي ھیں - اور انسے زیادہ خطیب بغدادي وغیرہ مورخین عہد عباسیہ کي روایتوں سے واضح ھوتي ھیں - لیکن سرگذشت کا یہ تمام حصہ دولت عباسیہ کے جاہ و جلال سلطنت کے کارخانوں سے تعلق رکھتا ھے ' مگر هم اس وقت مضطرب ھیں کہ مجلس مناظرہ تک جلد سے جلد پہنچیں ' اور انساني حکومتوں کے جاہ و جلال کي جگہ ایک داعي حق کے جاہ و جلال خداوندي کا جلوہ دیکھیں -

(صاحب الستر)

یہاں تک کہ " صاحب الستر " یعنے رئیس حجاب کا ایوان خاص آگیا - عہد عباسیہ میں " صاحب الستر " کا عہدہ بالکل ویسا ھي تھا جیسا آجکل یورپ میں (Lard Chambar Lain) یا ترکي میں " وزیر تشریفات " کا ھے - یعني شاهي ملاقات و حضور کا متوسط و وسیلہ - اسکو " حاجب " بھي کہتے تھے ' اور یہ قصر شاهي کا وہ آخري برزخ ھوتا تھا جسکے بعد خلیفہ کے حضور میں کوئي شخص پہنچ سکتا تھا - اسلام نے جب خلیفۂ وقت کیلیے کوئي محل ھي نہ بنایا تو اسکے دروازے کیلیے دربان کہاں سے آتا ؟ اسلیے خلفاے راشدین کا تمام عہد اس عہدہ سے خالي رھا - سب سے پہلے امیر معاویہ نے دھلیز شاهي کي بنیاد ڈالي ' اور شاھان عجم کي روایتیں سنکر حاجب کا عہدہ اسکے لیے قرار دیا (۱)

حاجب صحن دربار تک لے گیا - صحن کے دونوں جانب کمروں کا ایک سلسلہ تھا ' جسمیں مخصوص وزراء و ندماء اذن حضور تک ٹھہرتے اور انتظار کرتے تھے - یہاں پہنچکر شیخ سے حاجب نے پوچھا :

" آپکو وضو کے تجدید کي خواهش ھے ؟ "

شیخ نے کہا " نہیں " حاجب نے کہا :

" تو قبل اسکے کہ آپ امیر المومنین کے حضور میں پہنچیں ' دو رکعت نماز نفل پڑھہ لیجیے "

شیخ نے نماز پڑھي ' اور جب نماز پڑھي تو یہ کہنا غیر ضروري ھے کہ کس عالم میں پڑھي ' اور اپنے اُس خداوند قدوس کے حضور میں کیونکر کھڑے رھے جسکے کلمۂ حق کیلیے عنقریب ایک انساني شہنشاهي کے حضور میں لجانے والے تھے :

بجرم عشق توام مي کشند ' غوغائیست
تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشائیست

واللہ یعلم ما تسرون و ما تعلنون !

(ایوان دربار)

اب پردہ اُٹھا ' اور شیخ نے یکایک دیکھا کہ کرۂ ارضي کے موجودہ عہد کا سب سے بڑا شہنشاہ (مامون اعظم) اسکے سامنے ھے -

---

(۱) الاستیعاب میں حافظ ابن عبد البر نے اسکي تصریح کي ھے - نیز تمام مورخین اسلام کا اسپر اتفاق ھے -

أسوهٔ حسنه

الحسبـــة فـــي الاســـلام

احتسـاب اور اسـلام

(زندگان یادگار عهد مقدس نبوت)

(۲)

(احتسـاب محتسب)

اگرچه فرض احتساب هر موقع پر عزائم کي قوت ' زبان کي آزادي ' اور قلب کي جرأت کا محتاج هوتا هے ' لیکن جب کبهي خود محتسب کے اعمال و افعال کا احتساب کرنا پڑتا هے تو نسبتاً هر موقع سے زیاده ان چیزوں کي ضرورت هوتي هے -

اسلام میں منصب خلافت کے اور فرائض کي ساتهه خلفاء کا ایک فرض احتساب بهي تها ' اسلیے هر خلیفه محتسب بهي هوتا تها - اگرچه خلافت راشده کے زمانه میں بهي خلیفه کا وجود عام صحابه سے بالاتر سمجها جاتا تها - چنانچه حضرت عبد الله ابن عباس نے حضرت عمر کے خوف و هیبت سے مدت تک ایک ضروري مسئله کے پوچهنے کي جرات نه کي (۱) لیکن یه رعب و داب کچهه جبر و استبداد ' غلبه و قهر ' ظلم و ستم کا نتیجه نه تها جو انسان کے هاتهه میں هتکڑیاں پہنا دیتا هے ' منه میں لگام لگادیتا هے ' دل کي حرکت کو بند کردیتا هے ؛ بلکه اوسکو صرف نور ایمـان ' پابندي فرائض ' اور فضـائل اخلاق کے مجموعه نے پیـدا کیا تها ' اسلیے خلفاء راشدین کو هر شخص نہایت آساني کے ساتهه روک ٹوک سکتا تها - جب حضرت عمـر نے مهر کے بارے میں سختي کي اور لوگوں کو بیش قرار مهر باندهنے سے روکنا چاها ' تو ایک عورت نے نہایت آزادي سے کہا : " عمر ! تمکو اسکا حق حاصل نہیں هے ' خدا نے تو مهر کے بارے میں قنطارا مقنطره (روپیه پیسے کے بہت بڑے ڈهیر) کا لفظ کہا هے " یه سنتے هي حضرت عمر نے اوسکے حسن استدلال اور آزادي اعلان حق کي داد دي اور فرمایا : " مردوں نے غلطي کي ' اور ایک عورت نے صحیح بات کہي " (فتح الباري جلد - ۹ - صفحه - ۱۷۵)

ایک شخص نے جب اون سے کہا : " اے ابن خطاب ! تم انصاف نہیں کرتے ' اور همکو فیاضانه عطیه نہیں دیتے " تو وه اس قدر برهم هوے که اوسپر حمله کرنا چاها ' لیکن جب ایک دوسرے شخص نے یه آیت پڑه دي :

خذ العفو و امر بالمعروف　　معاف کرنے کا طریقه اختیار کرو ' نیکي
و اعرض عن الجاهلین !　　کا حکم دو ' اور جاهلوں سے درگذر کرو !

تو دفعتاً ٹهنڈے پڑگئے (بخاري جزء ۹ -)

لیکن یه روشن زمانه صرف ۳۰ برس کا زمانه تها - اسکے بعد خلافت بنو امیه قائم هوئي ' اور ایک حدیث صحیح کي بنا پر " ملک عضوض " کا زمانه شروع هوگیا - اب جمهوریت اسلامي فنا هوگئي ' نظام روحاني اولٹ دیا گیا ' صحابه کے عهد فضائل کا مجموعه درهم برهم هوگیا ' اور اون سب کي جگه شخصیت و استبداد نے لیلي ' اسلیے اس زمانے میں فرض احتساب کا ادا کرنا درحقیقت لوهے کي اوس زنجیر کي کڑیوں کو توڑنا تها ' جو هاتهوں میں ڈالنے کیلیے ڈهالي جا چکي تهي - لیکن جو هاتهه حق کي حمایت کیلیے اوٹهتا هے ' وه اگر اونکے توڑنے کي طاقت نہیں رکهتا تو کم از کم انکے اندر پهنسنے کي طاقت تو ضرور رکهتا هے !

اس زمانه میں عهد نبوت کي جو روشن یادگاریں باقي ره گئي تهیں ' اونکا نور ایمان اس عهد ظلمت میں بهي حق کو حق اور باطل کو باطل دکهاتا تها ' اور وه جبابرهٔ بنو امیه کو همیشه ٹوکتي رهتي تهیں -

آنحضرت صلی الله علیه وسلم مدة العمر نماز عیدین کیلیے منبر نہیں لے گئے ' اور خطبه همیشه نماز کے بعد دیتے رهے - خلفاے راشدین کے زمانے تک یهي سنت قائم رهي - لیکن امراے بنو امیه نے اسکو بدلدینا چاها ' کیونکه انهوں نے دیکها که نماز کے بعد لوگ متفرق هو جاتے هیں اور انکے خطبوں کے سننے کیلیے کوئي دلچسپي ظاهر نہیں کرتے - پس انهوں نے یه طریقه ایجاد کیا که نماز سے پہلے خطبه دیدیا جاے ' اور اسطرح لوگوں کو اپنے خطبوں کے سننے کیلیے مجبور کردیں - لیکن جب پہلے پہل مروان نے اسکي ابتداء کي اور عید کے دن نماز سے پہلے خطبه کیلیے منبر پر چڑهنے لگا ' تو اسي وقت ایک مسلمان نے اسکا دامن پکڑ کر روکا اور چلا کر کہا : " یه سنت نبوي کے بالکل مخالف هے " لوگوں نے اسپر اوسکو چشم نمائي کي ' لیکن حضرت ابو سعید خدري بهي موجود تهے - انهوں نے کہا : " اس شخص نے اپنا فرض اسلامي ادا کیا هے - آنحضرت نے فرمایا هے که هاتهه سے ' زبان سے ' یا کم از کم دل سے هر برائي کا انکار کرنا چاهیے " (ابن ماجه صفحه ۲۱۰ - و شرح منتقي للشوکاني)

ایک مرتبه مقدام بن معدیکرب ' عمرو بن اسود ' اور قبیله بنو اسد کا ایک شخص ' یه تینوں آدمي امیر معاویه کے دربار میں حاضر هوے - امیر معاویه نے باتوں باتوں میں کہا : " مجهے معلوم هوا هے که حسن بن علي نے انتقال کیا " مقدام نے " انا لله و انا الیه راجعون " پڑها - اونکے اس اظهار افسوس پر ایک خوشامد پیشه درباري نے کہا : " کیا آپ اسکو کوئي مصیبت خیال کرتے هیں ؟ " اونهوں نے کہا " کیوں نہیں ؟ آنحضرت نے اونکو (یعني حضرة حسن ابن علي علیهما السلام کو) اپني گود میں رکهکر فرمایا تها که یه خاص میرا بیٹا هے ' پس جگر گوشهٔ رسول کي وفات کیوں نه همارے لیے مصیبت هو ؟ " اسپر قبیله بنو اسد کے اوس آدمي نے جو اونکے ساتهه آیا تها ' کہا : " وه ایک شراره تهے جسکو خدا نے بجها دیا " مقدام یه سخت گستاخانه فقره سنکر آگ بگولا هوگئے اور جوش میں آکر بے باکانه بول اٹهے : " میں جب تک تمکو کوئي سخت بات اسي جگهه نه سناؤنگا یہاں سے نه ٹلونگا " پهر امیر معاویه کي طرف مخاطب هوکر کہا : " میں کچهه کہنا چاهتا هوں ' اگر وه حق هو تو تم تصدیق کرنا - حق نه هو تو جهٹلا دینا " امیر معاویه نے اجازت دي - اونهوں نے کہا : " میں تمهیں خدا کي قسم دلاکر پوچهتا هوں که کیا آنحضرت نے سونے کے زیور پهننے کي ممانعت نہیں کي ؟ " معاویه نے کہا " هاں " اونهوں نے پوچها : " میں تم سے خدا کي قسم دلاکر پوچهتا هوں که کیا آنحضرت نے حریر کے پهننے سے منع نہیں فرمایا ؟ " کہا " هاں " پهر انهوں نے سوال کیا : " میں تمهیں خدا کي قسم دلاکر پوچهتا هوں که آنحضرت نے جانوروں کي کهال کے فرش سے منع نہیں فرمایا ؟ " امیر معاویه کو کہنا پڑا " هاں " -

اب اونهوں نے اس اقرار و تصدیق کے بعد کہا : " خدا کي قسم ' میں تمهارے محل میں یه تمام چیزیں دیکهه رها هوں ! "

امیر معاویه کي سیاست یه تهي که مال و دولت کے چهینٹوں سے گرم دلوں کو ٹهنڈا کیا کرتا تها - مسلمانوں کو طمع مال کي راه سب سے پہلے اسي نے دکهلائي - چنانچه اس موقع پر بهي یهي اصول کام میں لایا گیا - اس نے حکم دیا که مقدام کو فوراً انعام و اکرام سے مالا مال

(۱) یعني مسئلهٔ ایلاؤ تخییر

اسکے بعد مامون الرشید شیخ کی طرف متوجه هوا ' اور شیخ کا نام ' خاندان ' ابوت ' جدیت ' قبیله ' وطن ' محله ' مکه معظمه کے بود و باش کے حالات ' اور اس قسم کی اور بہت سی باتیں دریافت کیں ' جنکو هم نظر انداز کردیتے هیں - اسکے بعد کہا :

" تمہارا بغداد میں آنا اور جامع رصافه میں کھڑے هوکر میرے ایک حکم دینی پر سرعی کو توڑنا ' اور خدا کی صفات میں دوسری چیزوں کو شریک کرنا ' اور پھر مناظرہ کی خواهش کرنا ' یه تمام حالات میں نے سنے هیں ' اور اسی لیے علماء دار الخلافه کو میں نے آج مدعو کیا ہے "

شیخ لکھتے هیں که " مامون الرشید کا یه جمله کہنا که تم نے خدا کی صفات میں دوسری چیزوں کو شریک کیا ' میرے لیے رحمت الٰہی هوگیا - مجھپر دربار کی هیبت کا اثر ابتک باقی تھا ' مگر مسالۂ خلق قرآن کی نسبت جب یه قول باطل میں نے سنا تو معاً دل کے اندر ایک آگ بھڑک اٹھی ' اور دعوۃ حق کی غیرت سے میں معمور هوگیا - ساری هیبت و دهشت یکقلم کافور هوگئی اور میں دلیرانه جواب دینے اور امر بالمعروف کا فرض ادا کرنے کیلیے بالکل مستعد هوگیا "

مامون کے جملے ابھی پورے ختم بھی نہیں هوے تھے که شیخ کی آواز بادل کی گرج اور بجلی کی کڑک کی طرح ایوان دربار میں گونج اٹھی ' تمام اهل دربار اس جسارت اور بے باکی پر تڑپتے رهے ' مگر اس نے کسی کی پروا نه کی ' اور جس طرح ایک معمولی و حقیر انسان سے کوئی خطاب کرتا ہے ' کڑکتی هوئی آواز میں تقریر شروع کی :

" یا امیر المومنین ! میں ایک فقیر الحال طالب العلم هوں - اپنے وطن اور خانۂ خدا کے مقدس جوار میں تھا که میں نے خلیفۂ وقت کے مظالم و جبر کی درد انگیز سرگذشت سنی - مجھے معلوم هوا که حق مظلوم هوگیا ہے ' سنت کی روشنی بجھه گئی ہے ' بدعت کی آندھیاں زور و شور سے چل رهی هیں ' حق کا کہنا جرم هوگیا ہے ' اور باطل پرستی کے صلے میں جاہ و عزت کی بخشش هورهی ہے - جس چیز کا اقرار خدا تعالی نے امۃ مرحومه سے نہیں کرایا ' جسکی گواهی اسکے رسولوں نے نہیں دی ' جسکا اعلان خلفاے راشدین نے نہیں کیا جنکی خلافت طریق نبوت پر تھی ' اور جسکے لیے کسی ایک صاحب رسول الله کی زبان کو بھی حرکت نہیں هوئی ' اس چیز کے اقرار کو آج ایک انسان هر مومن کیلیے شرط قرار دے رہا ہے ' جو هارون الرشید کے گھر میں پیدا هوا اور وہ هادی کا لڑکا تھا - اسنے نه تو تابعین کو پایا ' نه اصحاب رسول الله کو دیکھا ' نه عہد نبوت کی برکتوں میں اسکا کوئی حصه ہے - تاهم وہ شریعت الٰہی کے اس مخفی راز کو جانتا ہے جسکو تابعین نے نه جانا اگرچه دنیا سے مومن گئے ' صحابه نے نه جانا ' اگرچه کفر کی چھینٹ بھی انپر نه پڑی ' رسول الله (صلی الله علیه و سلم) نے اسکے لیے کچھه نه کہا حالانکه صاحب وحی و رسالت تھے "

شیخ عبد العزیز اب وہ عبد العزیز نه تھا جسکو عمر بن مسعدہ نے کوتوالی میں اپنے سامنے کھڑا کیا تھا ' اور جو دربار مامونی کے دروازے میں قدم رکھتے هی اسکی هیبت و اجلال سے لرز اٹھا تھا - اب وہ ایک دوسری هی روح حق تھی ' جو دنیا کی تمام جسمانی طاقتوں اور عظمتوں سے ارفع و اعلی هوکر صرف رب السماوات و الارض کی یدوسدت سے فیض یاب جلال و قہاریت تھی ' اور مامون الرشید اگر تمام کرۂ ارضی کی بکھری هوئی طاقتوں کو جمع کرکے اپنے ساتھه لے آتا ' جب بھی اسکی صدا کی گرج کی تاب نہیں لاسکتا تھا !

شیخ کے جوش و خروش ' بے باکانه طرز ادا ' مساویانه مقابلے اور هنگامه ساز آواز کی هولناکیوں نے اس تمام مجمع کو اسطرح دم بخود کردیا که (حسب تصریح شیخ) کسی کو روکنے یا ٹوکنے کا هوش نه تھا - حتی که جب انهوں نے خود مامون الرشید اعظم کا اس حقارت کے ساتھه ذکر کیا ' جب بھی نه ان حجاب و خدام بارگاہ کی تلواروں کو حرکت هوئی ' جو اسے دھکیلتے هوے دربار میں لارهے تھے ' اور نه ان امرا و رؤساء کی زبانیں هلیں ' جنہوں نے اسکے کم رو چہرے کی حقارت کی تھی ! الا ان اولیاء الله لا خوف علیهم و لا هم یحزنون !

شیخ نے اپنی تقریر جاری رکھی :

" آہ ! تم هوا کا وہ جھونکا هو جس سے شریعت کی آگ تو نه روشن هو سکی مگر اس نے سنت کے چراغوں کو گل کردیا - تم سیلاب ضلالت کی وہ رو هو ' جو بدعات و محدثات کی خس و خاشاک کو تو نه بہا سکی مگر اس نے حق پرستی کے تناور درختوں کو گرا دیا - تم امارت و سیادت کی وہ تلوار هو جو بطلان و ناحق کوشی کی فوجوں کو تو نه قتل کرسکی پر اس نے ارباب حق کے سروں کو اپنی برش و روانی کا تختۂ مشق بنایا ! ابتک تمہارا دعوا رسول کی جانشینی کا رہا تھا - مگر اے مامون بن هارون ! تو اب رسول کی جانشینی هی کا نہیں بلکه رسول سے زیادہ حق رسالت کا مدعی هوگیا ہے - رسول خدا نے امۃ سے اسکا اقرار کبھی نہیں کرایا که وہ کلام الله کو غیر مخلوق کہیں ' مگر تیرے نزدیک کوئی شخص مسلمان نہیں هوسکتا جب تک وہ بطلان کے اس کلمه پر ایمان نه لاے - تو نے صرف اس جرم پر که ارباب حق نے صراط مستقیم سے انحراف نه کیا جو خدا کے رسول اور اسکے تربیت یافتوں نے انکے آگے کھول دی ہے ' اپنے جبر و جور کی تلوار میان سے کھینچی ' اور انہیں کافروں کی طرح قید خانوں میں قید کردیا - رسول الله کی سنت کے اتباع کیلیے تیرے پاس سزا و عقوبت ہے ' اور بدعت و ضلالت کیلیے پیشوائی و سیادت کی عزت ! خدا کے رسول نے ذمیوں کو امان دی ہے ' مگر تیری خلافت میں مسلمانوں کیلیے امان نہیں ہے - اے مامون ! الله سے ڈر ' اسکے عذاب کی پکڑ سے کانپ جسمیں بہت ڈھیل ہے ' مگر جس سے کبھی چھٹکارا نہیں - وہ زمین کے ائمۂ و خلفاء کو تلوار بخشتا ہے تو انسے چھین بھی لیتا ہے - تم سے پہلے دمشق کے ائمۂ جور نے مسلمانوں کا خون مباح کیا ' مگر تمہارے هاتھوں انکا خون بھی مباح کیا گیا - نه هو که تمہارا خون بھی کسی کے هاتھوں مباح کیا جاے - تم انکے تخت کے وارث هوے هو ' مگر انکے جور و طغیان کی وراثت نه لو "

ني زندگي ميں کسقدر فرق عظيم و تبائن کلي هے ؟ علمي حيثيت سے حکماء صرف اصول و کليات قائم کر سکتے هيں - اونکے جزئيات کا احاطه اونکے دسترس سے باهر هے - عملي طهارت کے لحاظ سے ديکها جاے تو وه کوئي چيز نهيں - ليکن انبياء کرام ميں پهلي چيز عملي نمونه کي روح القدس هے' اور چونکه انکا کام فلسفه نهيں بلکه انساني زندگي کي سعادت هے' اسليے وه زياده تر جزئيات هي پر نظر ڈالتے هيں - اونکو کليات سے بهت زياده بحث نهيں هوتي - وه پاک انسان بنا لے آتے هيں' فلسفه کي نظريات وضع کرنے نهيں آتے -

حکماء اور انبياء ميں سب سے بڑا فرق يه هے که انبياء خود عمل کرتے هيں' اور دوسروں سے عمل کراتے هيں' ليکن حکماء کي پوري جماعت کا يه حال رها هے که انهوں نے عمل کے دائره ميں قدم بهي نهيں رکها' اور کسي عملي گروه کے پيدا کرنے کا شرف تو کسي حکيم کو حاصل نهيں - پس نبوت کي حقيقت دو جزو سے مرکب هے' علم اور عمل - خدا نے انهي دونوں اجزاء سے نبوت کي تحديد کي:

يتلـــو عليهـــم آياتـــه	وه پيغمبر اون پر خدا کي آيات کي تلاوت
و يزکيهم' و يعلمهم الکتب	کرتا هے' اونکے اخلاق کا تزکيه کرتا هے' اور
و الحکمـــــه -	اونکو کتاب و حکمت کي باتيں سکهاتا هے-

آنحضرت صلی الله عليه وسلم کے سلسلهٔ احتساب ميں هم نے جن اعمال جزئيه کا حواله ديا هے' اون سے يه حقيقت اچهي طرح واضح هو جاتي هے - ان جزئيات سے ثابت هوتا هے که آپ کي نگاه کس طرح صحابه کي ايک ايک ادا پر پڑتي تهي' اور آپ کس طرح اون پر گرفت کرتے رهتے تهے' اور اس پيغمبرانه دار و گير نے کس درجه صحيح نظام عمل و نمونهٔ اخلاق حسنه قائم کرديا تها ؟

حکماء کے حالات ميں مبسوط کتابيں لکهي جا چکي هيں' ليکن تمام دنيا کے حکماء کي مجموعي تاريخ بهي اس قسم کا عملي نظام نه قائم کرسکي' اور نه کسي حکيم نے فرض احتساب ادا کرنے کيليے اپنے آپ کو خطرے ميں ڈالا -

(رافت و رحمت)

خدا نے آنحضرت کي سب سے زياده نماياں خصوصيت يه بتائي هے:

بالمومنين رؤف رحيم-	وه مسلمانوں پر نهايت شفقت' بے غرضانه محبت' اور کمال لطف و مهر رکهتے هيں !

آپ کے سلسلهٔ احتساب ميں هم نے جن واقعات کو جمع کرديا هے' اون سے حرف بحرف اسکي تصديق هوتي هے - ان واقعات سے ظاهر هوتا هے که فرض احتساب آپ کا روزانه معمول تها - آپ ايک جزئي سے جزئي بات پر بهي روک ٹوک کرتے تهے - تاهم آپ نے کسي موقع پر بهي بلا ضرورت سختي و خشونت کا اظهار نهيں کيا' بلکه اکثر مواقع ايسے پيش آے جهاں زبان سے ايک حرف بهي نهيں نکالا' کسي فعل پر اظهار ناراضي کرنا هوا تو سلام کا جواب نهيں ديا' کهيں منه پهير ليا' کهيں کوئي آيت پڑه دي' کهيں کوئي پر اثر جمله فرماديا- يهي رفق و ملاطفت تهي' جسکي کشش تمام دنيا کو آپ کي طرف کهينچ لاتي تهي' اور اسي نے صحابه کے عمل کو يکسر سنوار ديا تها - اور اسي بنا پر خدا نے بهي فرمايا :

(پہلے کالم کا بقيه مضمون)

لو کنت فظا غليظ القلب	اگر تم اکهڑ اور سخت طبع هوتے تو
لانفضـــوا مـــن حولـــك	لوگ تمهارے پاس سے بهاگتے -

(احتساب اور وحدت قوميت)

ان واقعات سے ثابت هوتا هے که تنازع و اختلاف کے زمانے ميں فرض احتساب ادا نهيں کيا جاسکتا - خدا نے احتساب کي علت اوس ولايت عامه يعني نيکي کے رشته کي برادري و رفاقت کے حق کو قرار ديا هے' جو ايک مسلمان کو دوسرے مسلمان پر حاصل هے اور جس نے تمام فرزندان اسلام کو ايک زنجير اتحاد ميں منسلک کرديا هے :

والمومنون والمومنات بعضهم اولياء بعض' يامرون بالمعروف و ينهـــون عن المنکـــر	مسلمان مرد اور مسلمان عورتيں ايک دوسرے کي دوست اور مددگار هيں' نيکي کا حکم ديتے هيں اور برائي سے روکتے هيں -

ليکن اختلاف اور تفرقه کے زمانے ميں يه حق ولايت زايل هوجاتا هے - هر شخص ايک دوسرے کا دشمن بن جاتا هے' ايک جماعت اور مذهب کي جگه بيسيوں جماعتيں بن جاتي هيں اور ايک دوسرے کو درندوں کي طرح چيرتي پهاڑتي هيں - اسليے نه کوئي کسيکو روکتا هے اور نه کوئي کسيکي سنتا هے - يهي وجه هے که حضرت عثمان کے زمانه خلافت ميں احتساب کي مثاليں پيشتر کي نسبت کم ملتي هيں' کيونکه اختلاف کي بنياد پڑ چکي تهي -

اســـلام اور تـــربيت عسکـــری

ايک ابتـــدائي اور ســـرسري مطالعه

هم نے گذشته نمبر ميں " تربيت عسکري " کے عنوان سے ايک سلسلهٔ بحث شروع کيا تها - اراده تها که پہلے قصص بنو اسرائيل پر نظر ڈالکر پهر اسلام کي تربيت عسکري پر متوجه هونگے' اور دونوں کا باهم ارتقائي تعلق و ربط واضح کرنے کي کوشش کرينگے - ليکن سلسلهٔ تاريخ بنو اسرائيل ميں قرآن حکيم کي تصريحات و اشارات اسقدر وسيع هيں که رسائل و جرائد کے مقالات ميں انکو سميٹنا بهت مشکل هے - حضرة موسى على نبينا و عليه السلام کي زندگي اور اعمال اجتماعيه کے بعد بهي بنو اسرائيل کي تاريخ خلافة و وراثت ارضي کا بهت بڑا سلسله باقي رهجاتا هے' اور على الخصوص قصه طالوت و جالوت اور عهد حضرت سليمان عليه السلام کے اشارات اسقدر اهم و ضروري هيں که کسي طرح نظر انداز نهيں کيا جاسکتے -

ليکن بالفعل هم اس صحبت کو اس هفته ملتوي رکهتے هيں که فرصت تحرير نهيں' اور اسکي جگه اسلام کے نظام عمل عسکري پر ايک سرسري نظر ڈالنا چاهتے هيں - يه ٹکڑه پہلے سے لکها هوا بلکه کمپوز کيا هوا موجود هے - اسکي اشاعت ميں همارے ليے بهت آسانياں هيں -

کردیا جاے - لیکن مقدام نے جو کچھہ پایا ' اسی وقت فقرا کو تقسیم کردیا - (ابو داؤد - کتاب اللباس)

صحابۂ کرام کے حالات میں اس قسم کی آزادی حق و امر بالمعروف کی مثالیں اس کثرت سے ملسکتی ھیں کہ دنیا کی پوری تاریخ اخلاق و فضائل اسکی نظیر پیش کرنے سے عاجز ھے - لیکن اس سلسلۂ مضامین کا ماخذ صرف احادیث کی کتابیں ھیں ' اور کتب حدیث میں سے بھی صرف معتمد ترین ذخیرہ حدیث یعنی صحاح ستہ ' پس جسقدر حصہ عام تاریخ کے ذخیرہ سے تعلق رکھتا ھے ' اسکو نظر انداز کر دیتے ھیں -

(احتساب کا اثـــر و نفـــوذ)

شریر روحوں اور ناپاک ھستیوں نے ھر زمانہ میں خدا کے نیک بندوں کو قوت کے صحیح استعمال سے روکا ھے - فرعون نے اسی لیے حضرت موسی علیہ السلام کو ارض مصر سے نکال دیا تھا ' قریش اور رؤساء یہود کی سازشیں مسلمانوں کے استیصال قوت ھی کیلیے قائم ھوئی تھیں - منافقین نے اسی غرض سے مسجد ضرار کو مسلمانوں کی تفریق کا آلہ بنایا تھا -

لیکن قوت ھی کا صحیح استعمال اخلاق کا سنگ بنیاد ھے ' اور اوسی نے نظام عالم کو قائم رکھا ھے - اگر آفتاب اپنی پوری طاقت کے ساتھہ زمین میں حرارت نہ پہونچاتا ' اگر ابر اپنی پوری طاقت کے ساتھہ اوس میں رطوبت نہ پیدا کرتا ' اگر کرۂ ھوا کی پوری طاقت اوس میں عمل نہ کرتی ' تو زمین کی گود میں ایک سبزپتہ ' ایک رنگین ورق گل ' ایک دانۂ غلہ بھی نظر نہ آتا !

لیکن خدا کی رحمت کبھی کبھی چھپے ھوے چشموں کی سوتوں کو کھول دیتی ھے ' برف سے ڈھکے ھوے پانی میں روانی پیدا ھوجاتی ھے ' وہ اوبل اوبل کر اور بہہ بہہ کر دنیا کو سیراب کردیتی ھیں -

اسی رحمت الہی نے عہد نبوت و عہد صحابہ میں قوت الاھیہ کو پوری آزادی و وسعت دیدی تھی ' اسلیے اوسکے استعمال صحیح کے نتائج صحابۂ کرام کی ھر شعبۂ زندگی میں کامل و اکمل نظر آتے ھیں -

احتساب کا سب سے زیادہ عظیم الشان اثر یہ ھے کہ وہ انسان میں حق کے قبول کرنے ' اسکی جستجو میں سرگرداں رھنے ' اور اسپر عمل پذیر ھونے کا مادہ پیدا کردے - عہد نبوت و عہد صحابہ میں احتساب کے یہ آثار قائمہ ھر جگہہ نمایاں نظر آتے ھیں - اوپر گذر چکا ھے کہ حضرت عمر کو مہر کے معاملہ میں جب ایک عورت نے ٹوکا تو انہوں نے اس صداقت کے ساتھہ اپنی غلطی کا اعتراف کرلیا - ایک بے ادبی یا ایک الزام پر جب انہوں نے ایک شخص پر حملہ کرنا چاہا ' تو قرآن مجید کی ایک آیت نے انکا ھاتھہ پکڑ لیا - یہ کوئی مخصوص موقع ھی نہ تھا ' بلکہ قرآن حکیم کے احتساب نے ان میں اسکا عام مادہ پیدا کردیا تھا - چنانچہ امام بخاری نے اسی حدیث میں انکی خصوصیت احتساب کی تصریح بھی کردی ھے : کان وقافا عند حدود اللہ ! یعنی وہ مثا ھی قرآن سے آگے کبھی تجاوز نہیں کر سکتے تھے !

حق کی جستجو کا شوق ھر صحابی کے دل کو قوت احتساب کی رھنمائی کا منتظر رکھتا تھا - ایک مرتبہ حضرۃ انس بن مالک مدینہ میں آے - لوگوں نے اتباع سنت کے شوق میں ان سے پوچھنا شروع کیا کہ ھمارا کوئی فعل آنحضرت کے افعال و اقوال کے خلاف تو نہیں ھے ؟ انہوں نے کہا : " بس میں اتنا فرق پاتا ھوں کہ تم لوگ نماز میں صف سیدھی نہیں رکھتے " (بخاری جزء - ۱)

آنحضرت نے عہد صحابہ کو خیر القرون کہا ھے ' لیکن اگر اس مبارک زمانے کی تمام خصوصیات کی تحلیل کی جاے ' تو ان میں سب سے زیادہ نمایاں جزو عمل وھی ھوگا ' جسکے نظام کو صرف احتساب ھی نے قائم کیا تھا - آنحضرت نے جس بنا پر عہد نبوت کو خیر القرون یعنی بہترین عہد فرمایا ھے ' آپکی خود ھی تصریح بھی کردی ھے :

ثم ان بعدکم قوما یشھدون ولا یستشھدون ویخونون ولا یوتمنون وینذرون ولا یوفون (بخاری جزء ۵)

پھر تمہارے بعد ایک ایسی قوم پیدا ھوگی ' جو گواھی دیگی مگر حق کی گواھی دینے کی اسمیں کوئی طلب نہوگی ' وہ خیانت کریگی ' اسمیں امانت نہوگی ' اور نذر مانیگی تو اوسکو پورا نہ کریگی -

اس سے معلوم ھوا کہ جن فسادات کو خیر القرون کے بعد کی قوموں میں بیان کیا ھے ' انکا نہونا ھی خیر القرون کی اصلی خصوصیت ھے - لیکن اس خصوصیت کو صرف احتساب ھی کے اثر نے قائم رکھا تھا - صحابہ کے بعد جو زمانہ پیدا ھونے والا تھا ' وہ تابعین کا زمانہ تھا - لیکن اس مبارک زمانے کو بھی صرف قوت احتساب ھی نے پیدا کیا - چنانچہ صحابہ کی نسل خود شہادت دیتی ھے :

کانوا یضربونا علی الشھادة والعھد ونحن صغـــار (بخاری - جزء ۵)

صحابہ ھمکو بیجا شہادت دینے اور معاھدہ کرنے پر بچپن ھی میں سزا دیتے تھے ' تاکہ اسکی عادت نہ پڑے -

صحابہ کے بچے جس طرح برائیوں سے روکے جاتے تھے ' اوسی طرح ان سے نیکی پر عمل بھی کرایا جاتا تھا - ایک مرتبہ صبح کو آنحضرۃ نے اعلان کرادیا کہ جو لوگ عاشورے کا روزہ رکھہ چکے ھیں اونکو روزہ پورا کرنا چاھیے ' اور جو لوگ افطار کر چکے ھیں ' وہ بھی بقیہ دن روزہ رکھیں - اس اعلان کے بعد صحابہ نے اسپر اس شدت کے ساتھہ عمل کیا کہ خود بھی روزہ رکھتے تھے اور اپنے بچوں سے بھی روزہ رکھواتے تھے ! جب کوئی بچہ بھوک کی شدت سے روتا تھا تو بہلانے کیلیے اس کے کھلونے اوسکے ھاتھہ میں دیدیتے تھے - (مسلم جلد ۱ - صفحہ ۴۲۳)

عہد نبوت میں عدل و انصاف کے معیار کو صحابہ کی اسی تربیت پذیری نے بلند تر کردیا تھـا - ایک مرتبــہ آنحضرت نے فرمایا " اگر کوئی عامل ایک دھاگا بھی اپنے پاس چھپا رکھے گا تو یہ اوسکی خیانت میں محسوب ھوگا ' اور قیامت میں اسکو نمایاں کیا جائیگا " ایک صحابی پر جو کسی مقام کے حاکم تھے ' اسکا اسقدر اثر ھوا کہ فوراً آنحضرۃ کی خدمت میں حاضر ھوے اور عرض کیا " یا رسول اللہ ! مجھے اس خدمت سے معاف رکھیے " آپنے وجہ پوچھی تو اونہوں نے آپ کی اس وعید شدید کا حوالہ دیا اور کہا : " اسکے خوف سے میرا دل کانپ اوٹھا ھے ! "

آہ ' ان مسلمانوں کو آج کہاں ڈھونڈھیں جنکی صرف یہی خصوصیت نہیں تھی کہ :

کنتم خیر امة اخرجت للناس تــأمـــرون بالمعـــروف وتنھـــون عـــن المنـــکر

تمہارا ظہور ایک بہترین امت کی حیثیت سے ھوا ھے ' جو نیکی کا حکم دیتی اور برائیوں سے روکتی ھے -

بلکہ ساتھہ ھی یہ خصوصیت بھی تھی :

ما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنــہ فانتھوا واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقـاب - (حشر ۷)

پیغمبر خدا تم کو جس چیز کا حکم دیں ' اوسکو قبول کرلو ' اور جس چیز سے روکیں ' اوس سے رک جاو ! خدا سے ڈرو ' خدا سخت عذاب دینے والا ھے -

خدا کا رسول حکم دیتا تھا ' وہ قبول کرتے تھے - رسول روکتا تھا ' وہ رک جاتے تھے - وہ بیج ڈالتا تھا ' انہوں نے اپنی زمین قلب کو اسکے لیے صالح بنادیا تھا - وہ سراسر حسن تھا ' یہ سراسر عشق تھے !

قوت فاعلہ اور قوت منفعلہ کا یہی امتزاج روحانی تھا جس نے صحابہ کے روشن زمانے کو پیدا کیا ' اور اب انہی دونوں قوتوں کے فقدان نے دنیا کو گمراھی میں مبتلا کردیا ھے - نہ دعوۃ حق کیلیے ھمارے علماء میں فعل ھے - نہ عام افراد امت میں انفعال و تاثر !!

(ایک ضروری نکتہ)

ایک نادان ملحد کہہ اٹھتا ھے کہ شریعت اور فلسفہ اخلاق ' دونوں کا ایک ھی مقصد ھے ' لیکن وہ نہیں دیکھتا کہ انبیاء اور حکماء

فوج او میدان کارزار میں بھوک پیاس کی جو تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ھیں' روزہ کے ذریعے مسلمانوں کو اسکا خوگر بنایا گیا -

اقسام جہاد کی وسعت نے جہاد بالمال کی ایک خاص قسم پیدا کردی تھی' یعنی کلمۂ حق کیلیے جان کے ساتھہ مال کو بھی ... - زکوۃ و صدقہ کے ذریعہ اسلام نے اسکا باضابطہ نظام قائم کردیا - حج اسلام کے تمام اعمال کا مجموعہ ہے' اور اس میں ایک اہم ترین دور جہاد کا بھی ہے - فوجی زندگی کیلیے سفر ہے' شدائد سفر ہیں' عزیزوں اور قریبوں سے جدائی ہے' صرف ایک ہی وردی پر قناعت کرنی ہے' اور ایک ہی میدان میں سب کو جمع ہوکر اپنے مقصود وحید کو ڈھونڈھنا ہے - تفصیل کا موقعہ نہیں' مگر حج کے اندر فوجی زندگی کی یہ تمام تعلیمیں موجود ہیں -

ان تمام عبادات کے ادا کرنے کیلیے جو شرائط اور پابندیاں فرض کی گئی ہیں' اُنکے متعلق اسلام کو مذاہب پر یہ فضیلت حاصل ہے کہ اُس نے مذہب کی تمام پابندیوں کو نہایت آسان کردیا ہے - حالت سفر و مجبوری میں انسان صرف تیمم کرکے نماز پڑھ سکتا ہے - تعداد رکعات کے لحاظ سے نماز کی صرف دو رکعتیں کافی ہیں' سفر میں روزہ رکھنا ضروری نہیں -

لیکن خدا نے اِن آسانیوں کو عیش و نعم کا ذریعہ نہیں بنایا ہے جیسا کہ ہوا پرست امراء سمجھتے ہیں' بلکہ اُن کا مقصود صرف اُس عظیم الشان فرض کو آسان کردینا تھا جسکا نام جہاد ہے - چنانچہ آیت تیمم ایک سفر جہاد ہی میں نازل ہوئی' اور قصر نماز اور افطار رمضان کا حکم اگرچہ اب ہر سفر کو شامل ہوگیا ہے' لیکن آنحضرت اور صحابہ کے سفر کا مقصد صرف جہاد ہی ہوتا تھا - اِس بنا پر جو مسلمان کامل طور پر فرائض و عبادات کا پابند ہے' وہی مسلم ہے - اور جو مسلم ہے' وہ لازمی طور پر مجاہد فی سبیل اللہ اور فوج حق کا سپاہی ہوگا -

پس ایک ایسی قلیل جماعت نے جسکو روز اول ہی سے فوجی تعلیم دیگئی ہو' جسکا مجموعۂ عبادت تربیت عسکری کا بہترین مظہر ہو' جس نے کامل دس سال تک صبر و استقلال' عزم و ثبات' اور جفا کشی کی پوری مشق حاصل کرلی ہو' اگر بدر و حنین میں کفار کی صفیں اُلٹ دیں' خیبر کے قلعوں کو چور چور کردیا' اور قیصر و کسری کو جاکر پامال کر آئی' تو کوئی تعجب انگیز امر نہیں -

البتہ دنیا نے ہمیشہ فوج کی حقیقت کے سمجھنے میں غلطی کی ہے - اسلام کا سب سے بڑا فوجی کارنامہ یہ ہے کہ اُس نے اسی عالمگیر غلطی کا پردہ چاک چاک کردیا - ایک مدت تک دنیا نے فوج کا مفہوم صرف اسی قدر سمجھا تھا کہ فوج بہت بڑی تعداد کے مجموعہ کا نام ہے اور اسکی طاقت صرف تعداد اور آلات ہی سے عبارت ہے' آج بھی جبکہ فوجی نظام اپنے انتہائی درجہ کو پہونچ گیا ہے' کثرت کو ہمیشہ قلت کے مقابلے میں ترجیح دی جاتی ہے' اور فتح و ظفر کی امیدیں اوسی فوج کے ساتھہ وابستہ رہتی ہیں' جو وسیع رقبہ زمین کے ساتھہ وسیع اعداد و شمار پر بھی قابض ہو -

اسکے بعد اس نظام میں کسی قدر ترقی ہوئی' اور جسمانی صحت و تندرستی اور عصبی طاقت کا بھی اضافہ کیا گیا -

چنانچہ عام طور پر فوجی قابلیت پیدا کرنے کیلیے اسپارٹا میں ایک قانون نافذ کیا گیا تھا' جسکا منشا یہ تھا کہ جو بچے فطرتاً ضعیف اور کمزور پیدا ہوں' اونکو ہلاک کردینا چاہیے - اسپارٹا میں اس قانون پر عمل کیا گیا' اور چند ہی دنوں میں اس کی سرزمین نے اپنی آغوش کو قوی ہیکل نوجوانوں سے بھر لیا -

لیکن درحقیقت فوجی نظام کی یہ ترکیب ایک فلسفیانہ غلطی پر مبنی تھی' یہ نظام اس اصول پر مبنی تھا کہ فوج صرف اپنی جسمانی طاقت ہی سے لڑتی ہے' اور جسمانی طاقت کے جمع کرنے کے صرف دو ہی طریقے ہوسکتے ہیں - ایک طریقہ یہ ہے کہ غیر محدود فوجوں کی ترکیب سے میدان جنگ میں طاقت کا ایک عظیم الشان پہاڑ کھڑا کردیا جاے' دوسری راہ یہ ہے کہ اگر اسقدر افراد کا اجتماع ناممکن ہو' تو تعداد کی کمی کو افراد کی جسمانی طاقت کی زیادتی سے پورا کیا جاے اور زیادہ طاقتور سپاہی جمع کیے جائیں - چنانچہ قدیم تاریخوں میں اسی غلط خیال کی بنا پر عظیم الشان فتوحات کو غیر محدود فوج اور غیر معمولی طاقت کے سپہ سالاروں کی طرف عموماً منسوب کیا گیا ہے -

لیکن حقیقت یہ ہے کہ فوج میدان جنگ میں کسی خارجی طاقت سے نہیں لڑتی' بلکہ وہ حریف کا مقابلہ صرف جذبات کی اندرونی قوت سے کرتی ہے' اور جذبات کی یہ قوت غیر محدود تعداد اور غیر معمولی طاقت کے سپاہیوں کے ساتھہ مخصوص نہیں ہے - وہ چند کمزور انسانوں اور مسکینوں کے اندر بھی پیدا ہوسکتی ہے' اور پیدا ہوکر وہی نتائج حاصل کرسکتی ہے' جو کسی فوج کا ایک ٹڈی دل حاصل کرسکتا ہے -

اسلام پہلا فوجی مذہب ہے' جس نے تربیت عسکری کی بنیاد اسی اصول پر قرار دی' اور اسی اصول پر اوس نے مجاہدین اســلام کی فوجی تعلیم شروع کی - اوس نے بتایا کہ فتح و ظفر صرف بڑی بڑی جماعتوں کے ساتھہ ہی مخصوص نہیں ہے' بلکہ ایک چھوٹا سا گروہ بھی اپنے اندر ایمان باللہ پیدا کرکے ایک عظیم الشان جماعت کو شکست دیسکتا ہے :

وکم من فئـة قليلـة	کتنے ہی چھوٹے گروہ ہیں جو بڑے
غلبت فئـة کثيرة باذن	بڑے گروہوں پر خدا کے حکم سے
الله و الله مع الصبرين	غالب آگئے' اور خدا صرف ارباب عزم
(۲ : ۲۵۰)	رحمت ہی کے ساتھہ ہے -

اسپارٹا کی سرزمین جن ضعیف بچوں کو اپنی آغوش سے نہایت بیدردی کے ساتھہ پھینک دیتی تھی' اسلام نے اُونکو اپنی آغوش محبت میں اُٹھا لیا' کیونکہ فوج صرف جذبات صالحہ کی روح سے طاقتور ہوکر لڑتی ہے' اور جذبات کا اثر ضعیف الاعصاب لوگوں پر قوۃ والوں سے کہیں زیادہ پڑتا ہے (۱)' پس وہی تو بہترین فوجی خدمت انجام دیسکتے ہیں - انکو ضعف و ناتوانی کے جرم سے ٹھکرایا کیوں جاے؟ چنانچہ کتب احادیث میں ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کا فوجی دربار صرف بڑے بڑے جسموں اور چوڑے چوڑے سینوں ہی کیلیے نہ تھا' بلکہ اسمیں ہمیشہ ضعیفوں اور ناتوانوں کو خاص رحمت و محبت کے ساتھہ ڈھونڈھا جاتا تھا :

ابغوا الی الضعفـاء فـانما	میرے پاس ضعیفوں کو لاؤ'
ترزقون وتنصرون بضعفائکم	کیونکہ تمکو اُنہی کی بدولت
(ابو داؤد جلد - ۱ - ص - ۳۴۸)	روزی اور مدد ملتی ہے -

اس بنا پر اسلام نے فوجی نظام کی ترتیب میں مادہ کو بالکل نظر انداز کردیا' اور اُوسکی ترکیب صرف روح سے کی' یہی روح ہے جسکو اسلام کا نظام اخلاق کہا جاتا ہے -

اسلام ایک مکمل مذہب کے تمام اجزاء کا مجموعہ ہے' اسلیے اوس نے عقائد و عبادات کے سلسلہ میں اخلاق کو بھی نمایاں جگہہ دی ہے - لیکن اسلام نے مسلمانوں کو خاص طور پر جن اخلاق حسنہ کی تعلیم دی' وہ تمام تر فوجی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں - اوس نے صبر و توکل اور عزم و استقلال کی ہر موقع پر تعلیم دی' اور یہی چیزیں ہیں جنکے ذریعہ سے کوئی فوج میدان جنگ میں ثابت قدم

(۱) علم النفس کا یہ ایک مسلم مسئلہ ہے -

اسلام کي تربیت عسکري کا عنوان نہایت اهم اور بیحد وسیع ہے - سب سے پہلے قرآن حکیم کي وہ تصریحات سامنے آتي هیں جن میں مسلمانوں کے قومي خصائص واضح کیے گئے هیں' اور اُن میں هر خصوصیت کے اندر عسکري تربیت کي ایک حقیقت اعلیٰ موجود ہے - اسکے بعد اقوال و اعمال نبوت هیں - آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کي زندگي' اُنکا اسوۂ حسنہ' اُنکے اعمال طیبہ' تمام ایام و واقعات مقدسۂ جہاد فی سبیل اللہ کے واردات و حالات' ان سب چیزوں کو سامنے لانا اور ان میں نظم و ترتیب پیدا کرنا اس مبحث کیلیے ضروري ہے -

لیکن ان چیزوں کو بھي هم آیندہ کسي مطمئن صحبت کیلیے اُٹھا رکھتے هیں' اور آج صرف ایک عام اور سرسري نظر ڈالکر نظام اسلامي اور نظام موسوي کے باهمي تعلق و ربط کي کڑي ڈھونڈھتے هیں-

(دعوۃ اسلامي)

حقوق اللہ و حقوق العباد کي جو عادلانہ تقسیم خدا نے کردي ہے' اوسکو عدل و حقیقت کے ساتھہ قائم رکھنا ایک مکمل مذهب کا اصلي فرض ہے - انسان نے ابتداء هي سے ان حقوق میں دست اندازي شروع کي' اور جسقدر اوس نے حقوق اللہ کو پامال کیا' اوسي قدر حقوق العباد بھي پامال هوتے گئے - حضرت ابراهیم علیہ السلام کے زمانے میں حقوق اللہ کي بربادي اپنے انتہائي درجے تک پہونچ گئي تھي' اور انسان نے علانیہ خدائي کي صفتوں کا دعوی کردیا تھا :

الـم تر الی الذي حاج ابراهیم في ربہ ان اتـہ اللـہ الملک' اذ قـال ابراهیم ربي الذي یحي و یمیت - قال انـا احي و امیت (۲ : ۲۶۰)

کیا تم اوس شخص کو نہیں دیکھتے جس نے ابراهیم سے اوسکے خدا کے بارے میں اس غرور کي بنا پر حجت کي' کہ خدا نے اسکو بادشاہ بنا دیا تھا ؟ جب ابراهیم نے کہا کہ میرا خدا وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مار ڈالتا ہے' تو اوس سرکش نے کہا کہ مجھہ میں بھي یہ طاقت موجود ہے کہ زندہ کرتا هوں اور مارتا هوں -

لیکن خدا تعالی نے اپنے حقوق کي محافظت کیلیے کبھي زمین پر انسان کا خون نہیں بہایا' صرف انسان کے ظلم هي نے زمین کو خون سے رنگین کیا ہے' اور یہ دھبا اُوسکے دامن پر اوسوقت سے لگا ہے' جب ایک بھائي (قابیل) نے دوسرے بھائي (هابیل) پر تلوار اُٹھائي ہے - یہي وجہ ہے کہ احادیث میں تمام دنیا کي خونریزیوں کا ذمہ دار قابیل هي کو قرار دیا گیا - حضرت موسی علیہ السلام کے زمانے تک حقوق اللہ بالکل مٹ گئے تھے' اور شیطان انسان کے اندر سے صاف صاف بول رہا تھا :

و قال فـرعون یا ایها الملا ء ما علمت لکم من الہ غیري (۳۸ : ۲۸)

اور فرعون نے اپنے ارکان سلطنت سے کہا : میں اپنے سوا نہیں جانتا کہ تمہارا اور بھي کوئي خدا ہے -

وہ اگر اسي دعوي پر قانع رہتا' تو ممکن تھا کہ خدا کا غصہ اُوس سے چشم پوشي کرتا' اور اُوسکے سر پر خدا کي تلوار نہ چمکتي' جیسا کہ حضرت ابراهیم علیہ السلام کے زمانے تک دنیا پر خدا کا ابر کرم محیط رہا - لیکن اُوس نے اس حد سے بھي ترقي کي' اور حقوق العباد کي حدود میں ظلم و جبر کا قدم رکھا - اس نقطے پر پہونچکر همیشہ خدا کي تلوار میان سے نکل آئي ہے' اور دنیا کو خون کے دریا میں تیرنا پڑا ہے - چنانچہ خدا نے اپنے حقوق سے تو چشم پوشي کرلي' لیکن وہ حقوق العباد کي پامالي کو نہیں دیکھہ سکتا تھا' اسلیے حضرت موسی علیہ السلام کو اُسکي حفاظت کیلیے فرعون کے پاس بھیجا :

اذهب الی فرعون انہ طغی (۲۰ : ۲۴)

اے موسی ! فرعون کي طرف جا' کیونکہ وہ نہایت ظالم و سرکش هوگیا ہے' یعني خدا کے بندوں پر نہایت ظلم کرتا ہے -

یہ پہلا دن تھا کہ خدا کے ایک صالح بندے نے بسط عدل' قیام امن' حمایت حق کیلیے هاتھہ میں تلوار لي' اور اُسي دن سے تربیت عسکري اپنے مذهبي روح نے دنیا میں ظہور کیا -

اسلام دین الہي کي آخرین تکمیل تھي' بس وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد' دونوں کي حفاظت کا تنہا ذمہ دار تھا - ایک طرف تو وہ اُن بتوں کو جو زر جواہر اپنا چاهتا دیا جنهوں نے خدا کي جبروت و قدوسیت کا اپنے آپ کو شریک بنا لیا تھا - دوسري طرف وہ ان تمام بیڑیوں سے انسانیت کو کامل نجات بخشنا چاهتا تھا جو طرح طرح کي سیاسي' مذهبي' اخلاقي' معاشرتي' اور ذهني غلامیوں کي اسکے پاؤں میں ڈالدي گئي تھیں' اور جنکي وجہ سے تمام کرۂ ارضي حقوق العباد کے غصب و هلاکت کا ایک جہنم کدہ بن گیا تھا !

پس تکمیل دین الہي یعني حقوق اللہ و حقوق العباد کي کامل محافظت کیلیے اسلام نے تمام انبیاء کرام میں صرف انہي دو اولو العـزم پیغمبروں کے اسوہ حسنہ کو اپني امت کیلیے نصب العین قرار دیا - چنانچہ حقوق اللہ کي حفاظت کیلیے اُس نے حضرت ابراهیم علیہ السلام کے نقش قدم کي پیروي کي تعلیم دي :

قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ في ابراهیم و الذین معہ -

تمہارے لیے ابراهیم اور اسکے ساتھیوں کي ذات میں پیروي و اتباع کیلیے بہترین نمونہ رکھا گیا ہے -

اسلام نے کامل دس سال تک هر قسم کي جسماني تکلیفیں برداشت کیں' هر قسم کي دنیوي ذلتیں سہیں' هر قسم کے مصائب کا مقابلہ کیا' لیکن کفار کے ساتھہ کسي قسم کي سختي نہیں کي' اور اونکو نہایت نرمي و محبت کے ساتھہ توحید کي دعوت دیتا رہا - اسطرح جب اوس نے مسلمانوں کو اسوۂ ابراهیمي کا خوگر بنا لیا' اور اسیکے ساتھہ ساتھہ فوجي تعلیم کي سب سے بڑي عملي مشق یعني صبر و تحمل اور عزم و استقلال کي تکمیل هوگئي' تو پھر حقوق العباد کي محافظت کیلیے اسوۂ موسوي کے اتباع کي بھي تعلیم دي' اور وحي الہي نے دعوۃ موسوي اور دعوۃ محمدي کي اس مشابہت کو نمایاں کیا :

انـا ارسلنا الیکم رسـولاً شاهـداً علیکـم کمـا ارسلنا الی فرعون رسولا - (۷۳ : ۱۵)

هم نے تمہارے پاس اپنا ایک پیغمبر بھیجا جو حق و عدالت کي شہادت دیتا ہے' جس طرح فرعون کي جانب اپنا ایک پیغمبر بھیجا تھا -

یہیں سے عملاً اسلام کي فوجي زندگی شروع هوتي ہے - حق و صداقت کا جو وعظ وہ آج تک صرف زبان سے سناتا تھا' اب اُسمیں زبان تیغ کو بھي شریک بنا لیا گیا -

لیکن اسلام کے تمام اعمال و عبادات پر غور کرنے سے معلوم هوجاتا ہے کہ یہ محض کوئي فوري تغیر نہ تھا جو انصار مدینہ کي اعانت یا کفار مکہ کے دست ظلم کي رهائي سے وقوع میں آیا هو - بلکہ اسلیے کہ اسلام کا حقیقي دستور العمل صرف جہاد تھا' اور وہ اب مسلمانوں کے نظام عمل کے رگ رگ میں سرایت کرگیا تھا - فرائض اسلام کي ابتداء نماز سے هوتي ہے اور وہ تمام تر فوجي قالب میں ڈھالي گئي ہے' نماز کے تمام ارکان مجاهدین حق کے اعمال هي کي تصویر هیں :

کان النبي صلعم و جیوشہ اذ علوا الثنایا کبروا و اذا هبطوا سبحوا' فـوضعت الصلـوۃ علی ذالـک (ابو داود ج-۱ ص-۳۴۹ کتاب الجہاد)

آنحضرت اور مجاهدین کي فوجیں جب پہاڑیوں کے اوپر چڑھتي تھیں تو تکبیر کا غلغلہ بلند کرتي تھیں' اور جب اوپر سے نیچے کي طرف اُترتي تھیں تو سبحان اللہ کا نعرہ مارتي تھیں- پس نماز میں بھي قیـام و قعود' رکوع و سجود' اور تکبیر و تسبیح کو اُسي قالب میں ڈھالا گیا -

کو چاند اور سورج میں ڈھونڈھتی ہے مگر نا کامیاب ہوتی ہے ' اور یہی نا کامیابی اوسکا گنجینۂ مراد ہے :

فلما رای القمر بازغا قال هذا ربی ' فلما افل قال لئن لم یهدنی ربی لاکونن من القوم الظلمین - فلما رای الشمس بازغة قال هذا ربی ' هذا اکبر - فلما افلت قال یقوم انی بری مما تشرکون - (انعام : ۷۷)

جب چاند کو چمکتے ہوے دیکھا تو کہا یہ میرا خدا ہے - لیکن جب وہ ڈوب گیا تو اوسکی فطرۃ صالحہ بول اٹھی : اگر میرا خدا مجھے ہدایت نہ کرتا تو میں راہ ہدایت سے بھٹک جاتا - پھر جب سورج کو چمکتے دیکھا تو کہا یہ میرا خدا ہے ' یہ سب سے بڑا ہے - لیکن جب وہ بھی غروب ہوگیا ' تو اوس نے کہا : لوگو ! میری جستجو ان جلووں میں گم نہیں ہوسکتی - میری فطرۃ صالحہ نے حقیقت تک مجھے پہنچا دیا ہے - میں اوس چیز سے علحدہ ہوتا ہوں جسکو تم شریک خدا بناتے ہو !

لیکن ان تغیرات سے عام طور پر لوگ اوس وقت تک بیخبر رہتے ہیں ' جب تک کہ زلزلے کا ایک دھکا انکو ہوشیار نہیں کردیتا - پس حرکت روحانی تو برابر جاری رہتی ہے ' مگر جمود و غفلت انسان کی آنکھوں پر پردے ڈالدیتی ہے ' اور وہ حرکت کے نتائج پر غور نہیں کرسکتا - اسی غفلت اور مدہوشی کے عالم میں اچانک ایک پر ہیبت اور زلزلہ انگیز آواز سنتا ہے :

جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل کان زهوقا !

حق آیا اور باطل مٹ گیا ' باطل مٹنے ہی کے لیے تھا -

وہ گھبرا کے آنکھ کھولتا ہے ' اور اوسکو نظر آتا ہے کہ جو گھر تین سو ساٹھ تصویروں سے سجایا گیا تھا ' اوس کی زینت کیلیے صرف ایک ہی قندیل کافی ہے :

الله نور السموات و الارض

خدا ہی کی ذات آسمان و زمین کا اصلی نور ہے !

(کون و فساد یا اصلاح و افساد)

تم نے دیکھا ؟ مادیات میں ' معتقدات میں ' روحانیات میں ' اخلاق و عادات میں ' کس ترتیب و انتظام کے ساتھ عمل کون و فساد جاری ہے ؟ اصلاح و افساد کیونکر دست و گریباں ہیں ؟ نور و ظلمت کسطرح ہم آغوش ہیں ؟ خیر و شر کس درجہ مخلوط ہیں ؟ اصلاح کو افساد اور افساد کو اصلاح کیونکر مستلزم ہے ؟

پس تم جس چیز کو " اصلاح " کہتے ہو ' دوسرا اوسیکو " افساد " کہہ سکتا ہے ' چنانچہ فرعون نے کہا :

و قال فرعون ذرونی اقتل موسی و لیدع ربه انی اخاف ان یبدل دینکم او ان یظهر فی الارض الفساد (مومن : ۲۷)

فرعون نے کہا : مجھکو چھوڑدو کہ موسی کو قتل کردوں ' اور وہ اپنے خدا کو اپنی مدد کیلیے بلالے - میں ڈرتا ہوں کہ وہ تمہارا دین نہ بدل دے ' یا یہ کہ زمین میں فساد نہ پھیلاے -

فرعون نے حضرۃ موسی پر فساد پھیلانے کا الزام لگایا حالانکہ حضرۃ موسی کی ساری دعوۃ اسی لیے تھی کہ وہ فرعون کو مفسد قرار دیتے تھے اور اسکے افساد سے دنیا کو نجات دلانا چاہتے تھے -

منافقین سے کہا گیا :

لا تفسدوا فی الارض

زمین میں فساد نہ کرو !

انہوں نے جواب دیا :

انما نحن مصلحون

ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں - مفسد کیسے ہوسکتے ہیں ؟

لیکن با اینہمہ اختلاط و التباس ' افساد و اصلاح میں ایک حد فاصل بھی ہے :

مرج البحرین یلتقیٰن بینهما برزخ لا یبغیٰن (الرحمن : ۱۸)

خدا نے کھارے اور میٹھے دریاؤں کے پانی کو باہم ملا کر بہایا ' پھر بھی ان دونوں کے درمیان ایک حد ہے - جس سے آگے نہیں ہوسکتے -

ایک دوسرے کی حد میں داخل ہوکر انسان اُس پردے کو اٹھانا چاہتا ہے ' پھر بھی حقیقت بے نقاب نہیں ہوتی ' اسلیے مفسد و مصلح کی حقیقی تمیز صرف خدا ہی کر سکتا ہے جس نے اس پردے کو قائم کیا ہے :

و الله یعلم المفسد من المصلح -

خدا ہی مفسد کو مصلح سے جدا کرتا اور اسکا علم رکھتا ہے -

تم نے اصلاح و افساد کو دیکھا ' لیکن تم غور سے نہ دیکھہ سکے ' کیونکہ اون پر پردے پڑے ہوے تھے ' تمکو اور زیادہ غور سے دیکھنا چاہیے ' کیونکہ وہ ایات الہی ہیں :

و من آیاته منامکم باللیل و النهار و ابتغاؤکم من فضله (روم : ۲۲)

اور خدا کی آیات میں سے تمہارا رات کا سونا ' اور دن کو خدا کے احسان کی تلاش کرنا ہے -

لیکن اس آیت کے اختلاف کے اندر اس سے بھی زیادہ محیر العقول آیت الہی ہے :

ان فی اختلاف اللیل و النهار و ما خلق الله فی السموات و الارض لایات لقوم یتقون -

رات دن کے اختلاف اور تمام عالم کائنات کے اختلافات کے اندر ارباب تقوی کیلیے بڑی ہی نشانیاں ہیں -

اسلیے خدا نے اصلاح و افساد سے زیادہ اختلاف اصلاح و افساد کو اپنی قدرت کاملہ کا مظہر بنایا ہے :

یمحو الله ما یشاء و یثبت و عنده ام الکتاب

خدا جس چیز کو چاہتا ہے مٹاتا ہے ' اور جس چیز کو چاہتا ہے قائم کرتا ہے ' اور اوسیکے پاس ام الکتاب ہے -

عالم کائنات اسی ام الکتاب کا ایک ورق ہے ' اس کتاب کو اولٹو تو تمکو اول ہی صفحے پر نظر آئیگا کہ دنیا ایک قانون فطری اور ایک نظام الہی کی تابع ہے ' اور اس سے سرمو تجاوز نہیں کر سکتی ' اصلاح و افساد بلکہ تمام نظام عالم اسی قانون پر چل رہا ہے - تم کو یہ دقیق حقیقت نظر نہیں آتی تھی ' اسلیے خدا نے خود ہی اسکی تفسیر بھی کردی :

لا الشمس ینبغی لها ان تدرک القمر و لا اللیل سابق النهار و کل فی فلک یسبحون -

نہ سورج کو یہ حق حاصل ہے کہ چاند کو پالے ' نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے ' سب اپنے دائرہ و محور میں گھوم رہے ہیں -

(جزئیات اصلاح و افساد)

تم کس آسانی سے کہدیتے ہو کہ یہ افساد ہے ' یہ اصلاح ہے - زید مفسد ہے ' عمر مصلح ہے - لیکن تم کو اب معلوم ہوا ہوگا کہ اصلاح و افساد کا ایک قانون ہے ' وہ ایک نظام خاص کا منبع ہے ' اسلیے تمکو بے پروائی کے ساتھہ کسیکو مصلح و مفسد کے خطاب دینے میں تامل کرنا چاہیے ' اور سب سے پہلے ایک منطقیانہ ترتیب کے ساتھہ اصلاح و افساد کی حقیقت متعین کرلینی چاہیے -

قرآن حکیم میں اس حقیقت کو ذیل کے عنوانات کے تحت میں واضح کیا ہے :

(۱) جزئیات افساد و اصلاح اور اونکے آثار و علائم کی تعیین و تشخیص -

(۲) اصلاح و افساد یا خیر و شر دنیا میں مخلوط اور بالکل ملے جلے ہیں ' لیکن اصلاح افساد پر ' خیر شر پر ' کماً و کیفاً غالب

الاصـــلاح والافســـان

(ان اريد الا " الاصلاح " ماستطعت !)

دنيا عالم كون و فساد هے ' اس ميں ايک چيز بنتي هے تو دوسري بگڑتي هے - ايک چراغ بجهتا هے' تو دوسرا جلتا هے - كليوں كے دهن تنگ كا نقشه بگڑ جاتا هے' تب پهولوں كا شگفته چهره متبسم هوتا هے - قطره اپني صورت بدل ديتا هے ' تب موتي اپني آب و تاب دكهاتا هے - سياهي اپني رواني كهو ديتي هے ' تب صفحهٔ قرطاس پر ايک نقش ثابت جلوه آرا هوتا هے - يه ابدي قانون هميشه سے جاري هے ' اور هميشه جاري رهيگا :

كل يـــوم هــو في شان   هر دن كي شان نت نئي هے !

قدرت كا يهي عمل هے جسكو الله تعالى قران حكيم ميں آيات الهيه يعني خدا كي نشانيوں سے تعبير كرتا هے' اور بندوں كو اوسكي طرف بار بار توجه دلاتا هے :

ان في اختلاف الليل و النهار	رات دن كے اختلاف اور اون تمام
و ما خلق اللــه في السموات	چيزوں كے تغيرات ميں جنكو خدا
و الارض لا يات لقــوم يتقون -	نے آسمان و زمين ميں پيدا كيا

هے ' اوس قوم كيليے بڑي هي نشانياں ركهي گئي هيں ' جو راه تقوى اختيار كرتي هے !

قدرت كا يه عمل افق عالم كے سوا خود انسان كے اندر بهي جاري هے - اسكو وه خود محسوس نهيں كرتا - اسليے خدا محسوس كراتا هے :

و في انفسكم افلا تبصرون ؟	الله كي نشانياں صرف تم سے باهر

هي نهيں هيں بلكه خود تمهارے وجود كے اندر بهي موجود هيں - پهر كيا تم اپنے وجود كو بهي نهيں ديكهتے ؟

انسان ديكهتا هے كه ايک گهر بگڑتا هے اور دوسرا بنتا هے ' مگر كبهي اونكي طرف دهيان نهيں كرتا - انسان كو بتايا جاتا هے كه اوسكے جسم كے ذرات هر وقت بدلتے رهتے هيں ' پهر بهي وه جاننے كي طرح نهيں جانتا - ليكن يه بيخبري ' يه بے حسي ' يه سرگشتگي بهي ايک فطرتي اصول كا نتيجه هے' اسليے يه بهي خدا كي ايک بڑي آيت هے -

انسان جس چيز كو پيهم و متصل ديكهتا رهتا هے ' اوسكي اهميت كا اندازه بهت كم كرتا هے - سورج نكلتا هے ' اور چاند كو اسكے سنهرے تخت پر بٹهاكر ڈوب جاتا هے - يه انقلاب حكومت كيسا عجيب و غريب هے ؟ ليكن انسان اپني آنكهيں بند كركے سو جاتا هے ' اور اس جلوے كي كچهه پروا نهيں كرتا - وه اسكو هميشه ديكهتا رهتا هے ' اسليے تعجب اور كاوش سے ديكهنا نهيں چاهتا - مگر دنيا ميں جب دفعتاً كوئي نيا انقلاب هو جاتا هے تو وه دم بخود هوكے ره جاتا هے' اسليے كه دفعتاً ايسا بهت كم ديكهنے ميں آتا هے -

انسان اپنے مخفي اثرات كا بهي احساس نهيں كرتا - اسكے جسم كے ذرے رفته رفته بدلتے رهتے هيں ' اور اوسكي عمر آهسته آهسته گذرتي جاتي هے - مگر وه هوشيار نهيں هوتا - يهاں تک كه قبر كا دهانهٔ خاک اسكے ليے كهل جاتا هے اور آواز اٹهتي هے :

الهكم التكاثر حتى زرتم	كثرت لذائذ و فوائد دنيوي كي غفلت نے
المقابر كلا سوف تعلمون	تمهيں بيدار هونے نه ديا ' يهاں تک كه
ثم كلا سوف تعلمون !	قبروں كا چهره تمهيں نظر آ گيا !

ليكن فطرة الهي سب كي تربيت كرتي هے - اگر جسم كيليے دن اور رات هيں' اگر آنكهه كيليے خواب و بيداري هے' اگر اعضاء كيليے سكون و حركت هے' تو روح بهي ان انعامات الهيه كي سب سے زياده مستحق هے - وه پهول كي سيج پر مست خواب رهتا هے ' اسي حالت غفلت ميں دفعتاً رات كا پرده پهٹتا هے اور روح بيدار هوجاتي هے -

ليكن تمهاري طرح تمهاري روح مرغ سحر كي آواز اور بانگ موذن سے بيدار نهيں هوتي - وه بهت سوتي هے' اور سخت غفلت كي نيند سوتي هے ' اسليے اوسكے جگانے كيليے بجلي كي كڑک ' بادل كي گرج ' اور دهماكے كي آواز كي ضرورت هوتي هے - بجلي چمكتي هے ' بادل گرجتے هيں ' طوفان امنڈتا هے ' آندهي چلتي هے ' زلزله آتا هے ' زمين پهٹتي هے ' تب كهيں جاكر وه بيدار هوتي هے - اور اگر نهيں بيدار هوتي' تو پاني كے ساتهه بهه جاتي هے ' آندهي كے ساتهه اڑ جاتي هے' زمين كي زلزله انگيز لرزش كے ساتهه پيوند خاک هو جاتي هے :

حتى اذا جاء امرنا و فار التنور	يهاں تک كه جب همارے قانون
قلنا احمــل فيهــا من كل	تعذيب و انقلاب كا وقت آ گيا
زوجين اثنتين و اهلك الا من	اور عذاب كے تنور نے جوش مارا
سبـــق عليـــه القـــول -	تو قوم نوح كي هلاكت كا سيلاب

بهه اٹها - اور هم نے نوح كو حكم ديا كه اپنے ليے كشتي طيار كرو !

فارسلنـا عليهم ريحـا صرصرا	پس هم نے اونكے اوپر آندهي
في ايام نحسات لنذيقهم عذاب	بهيجي جو هلاكت كے برے
الخــزي في الحيوة الــدنيا -	دنوں ميں نمودار هوئي ' تاكه

انهيں ناكامي و ذلت كے عذاب كا مزا اسي زندگي ميں چكها ديں -

و اخذت الذين ظلموا الصيحة	اور جن لوگوں نے ظلم كيا تها '
فاصبحوا في ديارهم جثمين -	اونكو ايک ناگهاني كڑک نے

پكڑ ليا ' وه اپنے گهروں ميں بيٹهے كے بيٹهے هي ره گئے !

(كون و فساد روحاني)

كون و فساد كا يهي دائمي عمل معتقدات و روحانيات ميں بهي نظر آتا هے - ايک عقيده قائم هوتا هے' تو دوسرا بدل جاتا هے - توحيد نور افگن هوتي هے ' تو شرک كي تاريكي مٹ جاتي هے - دل ميں ايک گهر كرتا هے' تو تين كو اوس سے نكلنا پڑتا هے -

يه روحاني تغيرات هميشه هوتے رهتے هيں' ليكن صرف انسان كي فطرة صالحه هي كو اسكا احساس هوتا هے - وه اونكے نتائج

(صفحهٔ ۱۳ كا بقيه مضمون)

و سكتي هے - اسلام دنيا ميں حق و صداقت كي اشاعت كيليے آيا تها ' ليكن حق و صداقت كا ميدان صرف جهاد هي كے ذريعه سے فتح هو سكتا تها ' اور صبر جهاد كي حقيقت كيليے اصلي شرط هے ' پس اس نے هميشه حق و صبر كو لازم و ملزوم قرار ديا :

والعصر ' ان الانسان لفي	زمانه اور اسكے حوادث و نتائج شاهد
خســر ' الا الذين آمنوا	هيں كه انسان كي قوتيں اور انسان
و عملو الصالحـــات وتوا	كے تمام اعمال بڑے هي گهاٹے ٹوٹے ميں
صوا بالحق وتواصو بالصبر!	رهتے هيں اور صرف وهي انسان كامياب

هوتے هيں جنهوں نے اپنے اندر يقين پيدا كيا ' اور اپنے عمل كو صالح ركها ' نيز باهم حق كي وصيت كي اور صبر كي طرف ايک دوسرے كو بلايا

و اذا تــولى سعى في الارض لـيـفـسد فيـها و يهلك الحرث والنسل و الـله لا يحب الـفساد (بقرہ : ۲۰۵)

وہ اللہ كي زمين ميں اصلاح كيليے بلكہ فساد پهيلانے كيليے قدم اُٹهاتا هے ' تاكہ زراعت اور نسل كو هلاكت كردے ' وہ مفسد هے اور خدا فساد كو پسند نہيں كرتا -

(۱۰) ايک شخص باپ كي نا فرماني كرتا هے ' ماں كا كہنا نہيں مانتا ' بهائي كي مدد نہيں كرتا ' تعلقات رحمي كو منقطع كرديتا هے ' خانہ جنگي شروع هوتي هے اور نظام خانگي درهم برهم هوجاتا هے ' اسليے وہ مفسد هے :

يقطعـون ما امر الله به ان يوصـل و يفسدون في الارض ' اولـئک هـم الخسرون (بقرہ : ۲۰)

خدا نے جس چيز كے جوڑ نے كا حكم ديا هے ' اوسكو كاٹ ديتے هيں ' اور زمين ميں فساد پهيـلاتے هيں ' وهي لوگ هيں كہ نامراد و ناكام رهينگے -

فهل عسيتم ان توليتم ان تفسدوا في الارض و تقطعوا ارحامكم ؟ (محمد : ۲۴)

تو پهر كيا تم چاهتے هو كہ زمين ميں فساد پهيلاؤ اور خدا كے قائم كيے هوے رشتوں كو قطع كرو ؟

(۱۱) توحيد اصلاح كا اصلي منبع هے ' اسليے جو شخص مشرک هے وہ سب سے بڑا مفسد هے :

و ما من اله الا الـله و ان الـله لهو العزيز الحكيم - فان تـولوا فان الله عليـم بالمفسديـن - (آل عمران : ۵۶)

خدا كے سوا كوئي معبود نہيں ' اور بـلا شبہ خدا هي كي ذات هے جو عزيز و حكيم هے - پهر اگر تم اُسي كے نہيں آگے جهكتے اور اپني غير انساني پرستش گاهوں كو نہيں چهوڑتے هو تو يقين كرو كہ اسكا نتيجہ تمهارے هي آگے آئيگا ' اور خدا مفسدوں سے خوب واقف هے -

(۱۲) ايک پيمانہ عدل قائم هو جاتا هے ' اور دنيا كے سامنے اصلاح كا دروازہ كهل جاتا هے ' مگر ايک تاجر اوس پيمانہ كے برابر نہيں ديتا ' وہ فساد كرتا هے ' اور بعد اصلاح كے افساد كرتا هے ' اسليے ايک پيغمبر پكارتا هے :

فاوفو الكيل و الميـزان ولا تبخسو النـاس اشيـاءهم و لا تفسدوا في الارض بعد اصلا حها (اعراف ۸۳)

پيمانے اور ترازو كو پورا كركے تولو ' اور لوگوں كو اونكي چيزيں كم نہ دو ' زمين ميں اصلاح كے بعد فساد نہ پهيلاؤ -

(۱۳) مذهب ميں ثابت قدم رهنا اصلاح كي تكميل هے ' اور تذبـذب و ضعف اعتـقاد فتـنہ و فساد كي روح رواں - حضرت موسى عليه السلام نے توحيد كي تعليم دي ' مگر اونكو معلوم تها كہ يہ عقيدہ ابهي راسخ نہيں هوا هے اسليے شرک كا خوف هے ' پس حضرت هارون كو نصيحت كي :

و قال موسى لاخيه هارون اخلفني في قومي و اصلح و لا تتبع سبيل المفسدين (اعراف : ۱۳۸)

موسى نے اپنے بهائي هارون سے كہا : قوم كي هدايت كيليے ميرے خليفہ بن جاؤ ' اصلاح كرو ' اور مفسدين كا اتباع نہ كرو جو بنكر پهر بگڑجاتے هيں -

(۱۴) انـفاق مال يعنى صدقۂ و زكوة اور خيـرات و بخشش سے دنيا كي اصلاح هوتي هے اسليے بخل افساد هے :

و منهم من عهد الله لئن آتينا من فضله لنصدقن و لنكونن من الصلحين - فلما آتيهم من فضله ' بخلوا به ' و تولوا وهـم معرضون (توبہ : ۷۶)

اور بعض اون ميں سے وہ لوگ هيں جنهوں نے خدا سے عهد كيا كہ اگر هم كو مال و دولت عطا كريگا تو هم تيري راہ ميں خرچ كرينگے ' اور اسطرح صالحين ميں سے هوجائينگے ' پهر جب خدا نے اونكو مال ديا تو محبت مال ميں خدا كو بهول كر بخل كرنے لگے -

(۱۵) تمام اهل مذاهب اپنے اعمال و عقائد كو ذريعہ اصلاح و ارشاد سمجهكے بجا لاتے هيں ' ليكن هر وہ عمل جو تعليمات اسلاميہ كے مخالف هے ' افساد هے - گرفتاران عذاب پكارتے هيں :

ربنا اخرجنا نعمل صالحا غير الذي كنا نعمل (فاطر : ۳۵)

خدا يا هم كو جهنم سے نكال كہ هم صالح اعمال بجا لائيں ' وہ نہيں جنكو پہلے صالح كام سمجهكر كرتے تهے بلكہ وہ جو في الحقيقت اصلاح هے -

(۱۶) افساد بجا سے خود افساد هے ' ليكن اسكے ليے گروہ بندي كرنا اور اجتماعي قوت پيدا كرنا دوسرا فساد هے ' چنانچہ خدا نے مفسد گروهوں كا خاص طور پر ذكر كيا :

و كان في المدينة تسعة رهط ' يفسدون في الارض و لا يـصـلـحـون -

شهر ميں نو گروہ تهے جو زمين ميں فسـاد پهيـلاتے تهے ' اور اصـلاح نہيں كرتے تهے -

ذوالقرنين سے لوگوں نے استدعا كي :

قالوا يا ذالقرنين ان ياجوج و ماجوج مفسدون في الارض - (كہف : ۹۳)

اون لوگوں نے كہا اے ذوالقرنين ياجوج و ماجوج كا گروہ زمين ميں فساد كرتا هے -

ان كے علاوہ فساد كے اور بهي بے شمار جزئيات هيں جو اصولاً انهي كے تحت ميں داخل هوسكتے هيں - خدا نے لفظ فساد كے ساتهہ اگرچہ اونكا ذكر نہيں كيا ليكن وہ سب سرچشمۂ فساد هيں - شراب خواري ' قمار بازي ' سود خواري ' وغيرہ كو خدا نے رجس يعنى ناپاكي كہا هے ' ليكن يہ بهي فساد كي مختلف تعبيريں هيں ' كيونكہ هر گناہ كي تركيب فساد كے خمير هي سے هوتي هے - الله تعالى نے تمام ابواب فساد كا جزئيتاً وكليتاً قرآن ميں ذكر كيا هے ' ليكن مفسدين كي كوئي خاص دنيوي علامت نہيں بتلائي جو اونكے اعمال كي عكسي تصوير يا اونكا پرتو هو ' پس وہ صرف اپنے اعمال هي سے پہچانے جا سكتے هيں - فساد در اصل عدم محض و تيرگي خالص كا نام هے ' اور تاريكي ميں صرف تاريكي هي نظر آتي هے - البتہ افساد كے نتائج نهايت عبرت انگيز طريقے سے بيان فرمائے هيں اور قرآن حكيم كا اصولي طرز بيان يهي هے كہ وہ نتائج و خواص اعمال پر سب سے زيادہ زور ديتا هے اور اسي كے اندر انكے تمام اطراف نظر و بحث آجاتے هيں -

مگر نتائج افساد بهي كوئي ايسي چيز نہ تهي جسكو اجسام كي طرح دكهلا ديا جاتا ' اسليے اوس ميں بهي تعداد و امتياز كو ملحوظ نہيں ركها هے ' بلكہ ايک هي عبرت انـگيز بربادي مختلف هلاكتوں كي صورت ميں جلوہ گر هوتي هے - [البقية تتلي]

(بقيہ مضمون صفحہ ۲۰ كا)

[۱۰]

دوسرے دن ميجر استوارٹ نے اپنے دوست كو ايک تار دكهلايا جو لندن سے آيا تها اور جسميں اُسكي بهن نے لكها تها كہ ميں بيمار هوں فوراً چلے آؤ - ميجر نے اس عارضي جدائي پر سخت افسوس ظاهر كيا اور كہا كہ عنقريب واپس آؤنگا -

ميجر استـوارٹ ۱۵ - اپريـل كو برلن گيا تها اور ۱۵ - ڈسمبر كو واپس روانہ هوا - يعنى ايک توپ كے دهانہ كا صرف پيمائشي عدد معلوم كرنے كيليے اُس نے كامل نو ماہ صرف كيے !

ميجر برلن سے روانہ هوكر سيدها پيرس پہنچا ' اور جنرل بلو اور وزير نظارۂ جنگ سے ۱۹ - ڈسمبر كو ملاقات كي - اس ملاقات سے ايک هفتہ كے بعد يعني ۲۶ ڈسمبر كو حكومت فرانس نے فيصلہ كيا كہ جنگي طياريوں كيليے ايک نئي رقم منظور كي جاے ' اور فرانسيسي توپوں كي تجديد و ترقي كيليے نئے ساز و سامان عمل ميں آئيں - اس تجديد كا سب سے بڑا نتيجہ فرانس كي مشهور ۷۵ مليميٹر والي توپ هے -

دو ماہ كے بعد حكومت جرمني نے معلوم كر ليا كہ فرانس نے نئي طيارياں شروع كردي هيں ' اور جرمني كي ۷۵ مليميٹر والي توپ كا جواب طيار كر رها هے -

ھے - یعنے بلحاظ حقیقت کے بھي ' بلحاظ وجود ے بھي' اور بلحاظ نتائج کے بھي -

(۳) ان دونوں کے درمیان ایک حد فاصل ھے ' جو ایک کو دوسرے سے ممتاز کردیتي ھے -

(۴) اصلاح و افساد کا توازن طبعي صرف دین الٰهي کے ذریعه سے قائم رہ سکتا ھے -

(۵) لیکن اس توازن کے قائم رکھنے کیلیے جزئیات عمل میں مصالح عامه کا لحاظ ضروري ھے -

(۶) اعمال صالحه کي ایک محدود زندگي ھے' اور وہ جسمانیات کي طرح صحت و مرض یعنے اصلاح و افساد سے گھري ھوئي ھے -

(۷) جمھوریت صالحه اور اجتماعي قوت عادله اوسکو امراض سے محفوظ رکھتي ھے اور اصلاح کو ترقي دیتي ھے -

اب ان تمام مراتب پر به ترتیب غور کرنا چاھیے -

(بعض ابتدائي جزئیات)

(۱) چور چوري کرتا ھے - ایک کا گھر برباد ھوتا ھے' لیکن خود چور کا گھر آباد ھوجاتا ھے - اسلیے یه افساد بھي ایک دوسري صورت میں اصلاح ھے - با اینھمه اسکو ھر شخص افساد کہتا ھے - حضرت یوسف علیه السلام کے بھائیوں پر جب مصر میں پیمانه کي چوري کا الزام لگایا گیا تو انھوں نے کہا :

تالله لقد علمتم ما جئنا لنفسد في الارض و ما کنا سارقین (یوسف ۷۳)

خدا کي قسم تملوگ جانتے ھو که ھم اسلیے یہاں نہیں آئے که زمین میں فساد کریں اور ھم چور نہیں ھیں -

(۲) ایک شخص اس سے بھي زیادہ ترقي کرتا ھے ' اور محدود چوري کي جگه ڈاکے ڈالتا ھے - اس سے اگرچه لٹنے والونکي بستي بالکل لٹ جاتي ھے' مگر لوٹنے والوں کا گھر مال و دولت کي کان بھي بن جاتا ھے ' پس اسمیں افساد کے ساتھه اصلاح بھي ھے' مگر انبیاء کرام اسکو مایۂ فساد کہتے ھیں - حضرۃ لوط علیه السلام نے اپني قوم سے کہا :

ائنکم لتاتون الرجال و تقطعون السبیل و تاتون في نادیکم المنکر (عنکبوت : ۲۸)

تم فعل خلاف وضع فطري کرتے ھو' ڈاکه ڈالتے ھو' اور اپني مجلسوں میں بد اخلاقیوں کے کام کرتے ھو -

یه فساد ایسا عظیم تھا که بالآخر حضرۃ لوط سے دیکھا نه گیا ' اور وہ بیقرار ھوکے پکار اٹھے :

رب انصرني علی القوم المفسدین

خدا یا مجکو اس مفسد قوم کے مقابلے میں نصرت دے !

(۳) ایک شخص غیر فطري طریقوں سے لذت نفساني حاصل کرتا ھے ' اور اوسکو اپنے نفس کي بھلائي اسي میں نظر آتي ھے ' وہ اسکو فلسفۂ عیش و امید کے لقب سے یاد کرتا ھے ' لیکن تمھیں معلوم ھے که یه کیسا مفسدانه فلسفه ھے جو حفظ صحت کو' نسل کو' مال و دولت کو' انسان کے قواے طبعي کو یکسر برباد کردیتا ھے ؟ انھي نتائج مہلکه کے لحاظ سے ایک پیغمبر حدا نے بے اختیار ھوکر کہدیا تھا :

رب انصرني علی القوم المفسدین

خدا یا مجکو مفسد لوگوں پر نصرت عطا کر !

(۴) ایک حکومت ' ایک قوم کي حریت و ازادي سلب کرلیتي ھے ' اس سے غلاموں کي طرح کام لیتي ھے ' اوسکي قوت کو فنا کردیتي ھے ' اوسکي اخلاقي طاقت کو برباد کردیتي ھے ' اوسکا یه عمل باطل یکقلم سرچشمۂ فساد ھے' لیکن وہ کہتي ھے که میں اپني قوم کي اصلاح کرتي ھوں اور اسیکي اصلاح و عروج کیلیے دوسري قوم کو اپنا عالم بناتي ھوں - پس جو شخص اس حکومت کے خلاف جہاد کرتا ھے' وہ اوسکو مفسد قرار دیتي ھے' لیکن تم کو معلوم ھے که خدا اوسکو کیا کہتا ھے ؟

ان فرعون علا في الارض وجعل اهلها شیعا یستضعف طائفة منهم یذبح ابناء هم و یستحیي نساء هم - انه کان من المفسدین (قصص)

فرعون نے مصر میں سر کشي کا بڑا ھي سر اٹھایا تھا - اس نے رعایا کو کمزور کرنے کیلیے گروہ در گروہ کردیا - اون میں سے ایک گروہ کو کمزور کرنا چاھتا تھا ' وہ اون کے بچوں کو ذبح کرتا' اونکي عورتوں کو بے عصمتي کیلیے چھوڑ دیتا' بلا شبه وہ فساد کرنے والوں میں سے تھا -

(۵) ایک شخص علمی قوت سے قوا میں تغیر پیدا کرنا چاھتا ھے ' کیمیاء بناتا ھے ' جادو سے اشیاء کي صورت بدل دیتا ھے' اور اون اصول کي مخالفت کرتا ھے جن پر دنیا خدا کے حکم سے چل رھي ھے - تمکو یه فعل کیسا عجیب و غریب معلوم ھوتا ھے ؟ لیکن کیا خدا کي قدرت بھي اسکو پسند کرتي ھے ؟

فلما القوا قال موسی ماجئتم به السحر ان الله سیبطله ' ان الله لا یصلح عمل المفسدین ، (یونس ۸۲)

جب جادو گروں نے اپني رسیاں پھینکیں تو موسی نے کہا تم نے جس چیز کو نمایاں کیا ھے خدا اوسکو باطل کردیگا ' خدا مفسدین کے اعمال کو کبھي صلاح نہیں دیتا -

(۶) جو شخص دنیا میں صرف غلبۂ و قہر اور جبر و استبداد کو پھیلانا چاھتا ھے' وہ مفسد ھے' اور اسکے یه اعمال مفسدانه ھیں -

تلک الدار الآخرۃ نجعلها للذین لا یریدون علواً في الارض ولا فسادا والعاقبة للمتقین (قصص : ۸۳)

یه آخرت کا گھر ھم صرف انھي لوگوں کیلیے بنائینگے' جو نه تو خدا کي زمین میں بڑائي اور سرکشي کرنا چاھتے ھیں' اور نه ھي زمین کا فساد انھیں پسند ھے - اور انجام کار انھي لوگوں کیلیے ھے جو متقي ھیں -

(۷) ایک شخص کے پاس بہت دولت ھے ' اسکي ضرورتوں سے بہت روپیه بچ رھتا ھے' دوسرے انسان محتاج ھیں ' انکي حالت کے اصلاح کي ضرورت ھے' مگر وہ شخص اپنے خزانه کو مقفل رکھتا ھے ' اور خدا کے بندوں کیلیے خدا ھي کي بخشي ھوئي دولت میں سے کچھه نکالنا نہیں چاھتا :

واحسن کما احسن الله الیک ولا تبغ الفساد في الارض ان الله لا یحب المفسدین (قصص ۷۷)

اے قارون ! انسانوں پر احسان کر جیسا که خدا نے تجھپر احسان کیا ھے ' اور زمین میں فساد نه پھیلا ' خدا فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا -

(۸) ایک راست باز جماعت حق کیلیے سفر کرتي ھے ' دنیا میں نیکي پھیلانے کیلیے اوٹھتي ھے' دنیا کو نور ایمان سے منور کرنا چاھتي ھے ' مگر ایک قوم اسکو روکدیتي ھے' اوسکي راہ میں رکاوٹ پیدا کرتي ھے' اس قوم کي یه روش انسان کے حقوق کي پامالي ھے اور نیکي کیلیے ھلاکت ھے' اسلیے وہ بھي مفسد ھے :

الذین کفروا وصدوا عن سبیل الله زدناهم عذاباً فوق العذاب بما کانوا یفسدون (نحل ۹۰)

جن لوگوں نے کفر کیا اور خدا کي راہ سے مسلمانوں کو روکدیا ' ھم انکے عذاب پر عذاب بڑھائینگے ' اسلیے که وہ فساد کرتے تھے -

(۹) جو شخص انسان کي بوئي ھوئي کھیتیوں کو پامال کردیتا ھے' اسکے مویشیوں کو زھر دیتا ھے' انسان کے لگاے ھوے درختوں کو کاٹ ڈالتا ھے' اسکي رزق اور محنت پر دست اندازي کرتا ھے' وہ بھي مفسد ھے :

موجودہ جنگ یورپ میں اگر جرمنی کے حیرت انگیز سامان جنگ کے مقابلے میں کسی اسلحہ کا نام لیا گیا ہے تو وہ فرانس کی سب سے بڑی توپ ہے جسکا دھانہ ۷۵ ملی میٹر کا بیان کیا جاتا ہے' اور جو اسی نام سے مشہور ہوگئی ہے - ذیل کی سرگذشت سے معلوم ہوگا کہ حکومت فرانس کو اس توپ کی ایجاد کا خیال کیونکر پیدا ہوا؟

[۴]

سنہ ۱۸۹۶ کا موسم بہار ابھی شروع ہی ہوا تھا' کہ گورنمنٹ فرانس کو جرمنی کی ایک جدید جنگی ایجاد کی خبر ملی - معلوم ہوا کہ بعض جرمن کارخانوں نے ایک ایسی نئی توپ ایجاد کی ہے جو ان تمام توپوں سے زیادہ تیز چلنے والی اور زیادہ مہلک آتشباری کرنے والی ہے جو اس وقت تک ایجاد ہوچکی ہیں - فرانس کی نظارت جنگ نے اسکی تحقیقات کرنی چاہیے - اسی زمانے میں انگلستان کا ایک فوجی افسر میجر اسٹوارٹ سیر و سیاحت کیلیے فرانس گیا تھا اور انگلستان کے اخبارات نے کسی واقعہ کے ضمن میں اسکی سراغرسانی کی قابلیتوں کی تعریف کی تھی - گورنمنٹ فرانس نے میجر مذکور کی خدمات حاصل کرلیں' اور اس عجیب توپ کی خفیہ تحقیقات کا کام اسی کے سپرد کردیا -

میجر اسٹوارٹ ہر طرح اس کام کیلیے موزوں تھا - جرمن زبان نہایت فصاحت سے بولتا تھا' توپ سازی اور آلات توپ کی ایجادات کے فن سے بھی اسے بڑی دلچسپی رہی تھی - بلکہ ایک حد تک اس فن کا ماہر تھا -

سب سے بڑی بات یہ کہ وہ باپ کے طرف سے گو انگریز تھا' مگر ماں فرانسیسی تھی' اور اسلیے اسکی رگوں میں فرانسیسی خون موجود تھا - اس قسم کے تمام کاموں میں سب سے زیادہ ضرورت تحریک جذبات کی ہوتی ہے - فرانسیسی تعلق کی وجہ سے وہ فرانس کی قومی خدمت' اپنے قومی جذبات صرف کرکے کرسکتا تھا -

اس سے بھی بڑھکر یہ کہ وہ ایک زمانے میں مشرقی افریقہ کی سیاحت کرچکا تھا - مشرقی افریقہ جرمنی کے ماتحت ہے اور ایک خالص جرمن نو آبادی ہے - یہاں وہ عرصہ تک شہر دمار میں ہیرے کی کانوں کی تفتیش کا کام کرتا رہا - بہت سے قیمتی ہیرے اس نے دریافت کیے' اور اس دریافت کے ذریعہ تمام جرمنی میں شہرت حاصل کرلی - حتی کہ بعض اخبارات نے اسکے حالات زندگی شائع کیے' اور بڑے بڑے امرا اور سرمایہ داروں نے خط و کتابت کی -

غرضکہ ان تمام وجوہ سے میجر اسٹوارٹ کا انتخاب ایک بہترین انتخاب تھا - میجر نے جرمنی کے بڑے بڑے آدمیوں کے نام چند تقریبی خطوط بھی حاصل کرلیے' اور تمام ضروریات کار فراہم کرکے برلن روانہ ہوگیا -

[۵]

برلن پہنچکر میجر اسٹوارٹ ایک نہایت عالیشان ہوٹل میں مقیم ہوا' اور اپنے سابقہ تعلقات اور جدید تقریب و معرفی کے خطوط کے ذریعہ وہاں کی بڑی بڑی سوسائیٹیوں میں رسائی پیدا کرلی -

میجر اسٹوارٹ کا اصلی مقصد توپ سازی کے کارخانوں علی الخصوص مشہور کارخانۂ کرپ کے اسرار و خفایا سے وابستہ تھا' اور اسمیں یا تو وہاں کے ملازموں سے مدد مل سکتی تھی' یا فوجی حلقہ کے کسی افسر سے - لیکن اس نے اپنی زندگی اور زندگی کی تمام صحبتوں کو ان دونوں جماعتوں سے ابتدا میں الگ رکھا تاکہ کسی قسم کا شبہ نہوسکے' اور زیادہ تر امرا و رؤساء کی صحبتوں میں اپنی آمد و رفت شروع کردی -

جب کچھہ عرصہ اس حالت پر گذر چکا' تو ایک قدم آور آگے بڑھایا' اور عام مجمعوں کی آمد و رفت شروع کی - اسطرح کے مجمعوں میں ہر طرح کے لوگ آیا کرتے ہیں' اور بلا سابقہ تعارف کے محض لہو پرستی و عیش دوستی کا رشتہ نئے نئے تعلقات پیدا کردیتا ہے -

ایک بیفکر اور دولت مند عیاش کی لا ابالانہ زندگی میں اس نے اپنے مقصود کی طرف تیز قدمی کی - وہ ہر روز بڑے بڑے تھیٹروں میں جاتا' کلبوں میں بالالتزام شریک ہوتا' قمارخانوں میں بڑی بڑی بازیاں لگاتا' گھنٹوں بیلرڈ کھیلتا' رقص و سرود کے تماشا گاہوں میں قیمتی سے قیمتی جگہ اسکے لیے ہمیشہ محفوظ رہتی - تاش کے پتوں میں اسکی زندگی کی سب سے بڑی محبوبیت تھی - وہ اکثر اپنے نئے دوستوں سے کہتا: "صبح کے بستر کی چاء اور رات کے لذیذ ڈنر سے مجھے محروم کردو' مگر ان محبوب پتوں کو میری نظروں سے اوجھل نہونے دو - انکی رفاقت میں ہارنا بھی ایک عیش بہشت ہے" تھوڑے ہی عرصہ کے اندر اسکی امیرانہ عیش پرستیوں کا چرچا جا بجا ہونے لگا' اور بہت سے فوجی افسروں اور فوجی کارخانوں کے متعلقین سے اسکی دوستانہ ملاقاتیں ہوگئیں -

وہ بلا ناغہ تھیٹر میں جاتا' اور جب تماشہ ختم ہوجاتا تو بعض فوجی افسروں کو اپنے ساتھہ ہوٹل میں لیجاتا اور ایک حاتمانہ فیاضی کے ساتھہ قیمتی سے قیمتی شراب پلاتا - طرح طرح کے تذکرے درمیان میں آتے' کبھی مشرقی افریقہ کے حالات بیان کرتا' کبھی جنوبی افریقہ کے قمارخانوں اور عیش کدوں کے افسانے سناتا' کبھی ان بڑی بڑی بازیوں کے واقعات کہتا جو اس نے کارلو کے مشہور عالم قمار خانے میں لگائی تھیں -

[۶]

یہ تمام فوجی افسر بھی پرلے درجہ کے عیاش اور قمار باز تھے - انکے لیے ایک ایسے اجنبی مسافر کی صحبت جو اپنی دولت بلا دریغ لٹا رہا تھا' نعمت غیر مترقبہ تھی - وہ اپنی قسمت پر ناز کرتے کہ بلا طلب و سعی ایک ایسی طلائی صحبت میسر آگئی ہے' جسکا کبھی انہیں تصور بھی نصیب نہ ہوا تھا - میجر اسٹوارٹ بھی روز بروز اپنی فیاضی کا دام زیادہ پھیلاتا جاتا' اور ایک ایک نشست میں پانچ پانچ پونڈ خرچ کردیتا -

تھوڑے ہی دنوں میں میجر اسٹوارٹ کو ان افسروں کے تمام حالات معلوم ہوگئے - اس نے دیکھا کہ سب کے سب قماربازی میں مبتلا ہیں' اور جیسا کہ اس کا لازمی نتیجہ ہے' روز افزوں افلاس و فقر نے سب کو مصیبت زدہ بنا دیا ہے - ان میں سے چند آدمی ایسے تھے جو قمار بازی کو کسی علمی و اعدادی اصول پر منطبق کرنے کے خبط میں گرفتار تھے - انکا عقیدہ تھا کہ ایسے علمی اصول دریافت کیے جاسکتے ہیں جنکے معلوم ہوجانے کے بعد کبھی بازی غلط نہیں ہوسکتی اور کبھی آدمی ہار نہیں سکتا - انمیں سے ایک افسر تو اسکو علم الاعداد کا مسئلہ بتلاتا تھا - لیکن دوسرا مصر تھا کہ ریاضی سے اسے کوئی تعلق نہیں' اسکی کنجی قدیم زمانے کے مخفی علوم میں دریافت کرنی چاہیے - البتہ اس علمی ماتم میں سب یکساں شریک تھے کہ "افسوس سائنس نے سب کچھہ دیا لیکن ابتک جوے کے لیے کوئی علم صحیح دریافت نہ کرسکا"! - جب کبھی دنیا کی آیندہ علمی ترقیات کا موضوع بحث درمیان میں آتا تو وہ بالاتفاق کہتے: "مستقبل کے علمی عہد کا سب سے بڑا حکیم وہی ہوگا جو جوے کو ایک با قاعدہ فن بنا دے" میجر نے اپنے دوستوں کی اس کمزوری کو محسوس کرلیا' اور اسی پر اپنے نفوذ و اثر کی عمارت کھڑی کی - سب سے پہلے اس نے اس قسم کی روایتیں سنائیں جن میں بعض عجیب و غریب انسان کسی پر اسرار علم کے ذریعہ ہمیشہ جیتتے تھے اور کوئی انسے جیت نہیں سکتا تھا - اس نے اپنا چشم دید واقعہ بیان کیا کہ قمار خانہ کارلو میں ایک اسپینی سیاح نے دو ماہ تک قیام کیا اور تقریباً سو

جواسيـــس الحـــرب

(ایک فرانسیسي جاسوس جرمني میں)

(فرانس نے اپنی سب سے بڑي توپ کیونکر ایجاد کي ؟)

ایک دلچســـپ حکایت

انسان کے اعمال جبات کا باهم ربط و اختلاف دنیا کا سب سے زیادہ عجیب منظر هے - اخلاقي محاسن کا حکم حسن و قبح هر نئے دائرے میں آکر بدلتا ' اور هر نئے میدان عمل میں ایک نئي صورت اختیار کرتا هے - ایک هي چیز ایک جگه حسن هے ' دوسري جگه قبح - ایک هي فعل ایک دائرے میں نیکي هے ' دوسرے دائرہ میں بدي - ایک هي عمل ایک کیلیے اصلاح هے' دوسرے کیلیے افساد - ایک هي حکم ایک جماعت کیلیے زندگي هے ' دوسرے کیلیے موت - دولوں کي سیج محل شاهي میں آراسته کي جا رهي هے' مگر دوسري جگه باغ و چمن کي تمام دولت لٹ رهي هے '

رعارت چمنست بر بهار منتها ســـت
که گل بدامن ما دسته دسته مي آید !

[٢]

شخصي اور جماعتي ' دونوں حالتوں میں " جاسوسي " اور " مخبري " کس قدر واضح فعل قبیح هے ؟ جاسوسي کے معنی یه هیں که در پردہ کسي کے کاموں کا کھوج لگانا ' اور چھپ کر اسکے اعمال کي ٹوہ میں رهنا - یه فی الحقیقت انسان کے فطرتي حق خود مختاري و آزادي میں مداخلت هے' اور کسي انسان کو اسکا حق نہیں پہنچتا که دوسرے انسان کے آزادانه اعمال و افعال کي مخفي سراغرساني کرکے اسکے اختیار و حق عمل کو سلب کرے - علاوہ بریں چھپ کر کسي کام کے انجام دینے سے انساني عزم و ارادہ کا شرف اور احساس عزت بالکل فنا هو جاتا هے ' اور اسطرح کا متجسس جہاں دوسرے کي ازادي عمل میں دست انداز هوتا هے ' وهاں اپنے دماغ و جذبات کے شرف کو بھي کھو دیتا هے - یهي وجه هے که عام طور پر اخلاق نے جاسوسي کو نہایت مذموم فعل قرار دیا ' اور قرآن حکیم نے فرمایا که :

لا تجسســـوا ' چھپ کر ٹوہ میں نه رهو -

لیکن یهي جاسوسي جب ایک دوسرے بھیس میں نمودار هوتي هے' اور ملکي و فوجي خدمت کا نقاب اپنے چہرے پر ڈال لیتي هے' تو یکایک اخلاقي احکام کي کائنات میں ایک انقلاب عظیم هوجاتا هے' اور وهي چیز جو اس سے پہلے غیر اضافي حالت میں انساني رذالت و خباثت کا بد ترین فعل سمجھي جاتي تھي ' اب جرات ' شجاعت ' شہامت ' اور جذبات فائقه و فاضله کا نمونه بن جاتي هے !

اگر ایک شخص تمہارے افعال کي جاسوسي کرے' چھپ چھپ کے تمہارے کاموں کو دیکھے ' راتوں کي تاریکي میں تمہارے پیچھے چلے ' اور دروازوں کي آڑ سے تمہارے اعمال کا کھوج لگاے ' تو اسپر تمہیں کسقدر غصه آئیگا ؟ تم کہوگے که یه انسانیت نہیں هے شیطینت هے - یه اخلاق کي هلاکت هے' یه شرافت نفس کا خاتمه هے -

لیکن اب تم خود اُٹھتے هو که اپني قوم اور ملک کیلیے اسکے دشمنوں کي جاسوسي کرو' انکے سازوسامان جنگ کا سراغ لگاؤ ' انکي مخالفانه تدبیروں کو چھپ کے معلوم کرو' انکي تعداد فوج اور اسباب و اسلحه کے مخفي حالات دریافت کرو' اور ان معلومات کے ذریعه اپني حکومت ' اپني فوج' اپني قوم کي کامیابي و فتح مندي میں معین هو - یه بھي جاسوسي هے - البته اس جاسوسي کا مقصد دوسرا هوگیا هے - جو شخص تمہارے افعال کي جاسوسي کرتا تھا ' اسکا مقصد یا تو تم سے شخصي دشمني تھي' یا تمہاري کسي دشمن جماعت یا دشمن حکومت کے احکام کي تعمیل - مگر تم اپنے لیے نہیں ' بلکه اپني قوم اور اپني جماعت کے فوائد کیلیے اپنے آپ کو خطروں میں ڈالتے هو ' اور اُسکے دشمنوں کي مخفیات کي سراغرساني کرتے هو - پس مقصد کے اختلاف نے تمہارے اخلاقي حکم کو بھي بدلدیا هے - پہلي صورت میں تم جاسوسي کو بدترین عیب سمجھتے تھے' دوسري صورت میں ایک ایسي فضیلت جسکي تم کو آرزو هے ' جسکے لیے قومي ناموري هے ' بہتر سے بہتر صله هے ' اور عزت و احترام کا نمایاں استحقاق - و انما الا عمال بالنیات !

[٣]

دنیا کي قدیم سے قدیم جنگوں کي تاریخ میں بھي "جاسوسي" کا پته چلتا هے' اور همیشه فوجي اعمال کے نہایت اهم اجزاء میں سے ایک چیز جاسوسي بھي رهي هے - قدیم روایتوں میں هم نے نہایت دلچسپي کے ساتھ اُن جاسوسوں اور عیاروں کے حالات پڑھے هیں جو بھیس بدل بدل کے دشمن کي فوجوں میں جاتے تھے' اور اُنکي آنکھوں میں خاک ڈالکر اپني تمام مطلوبه معلومات حاصل کرلیتے تھے - موجودہ زمانے کي ترقیات نے جس طرح " سراغرساني " کے کام کو ایک بہت بڑا فن بنا دیا هے اور اسقدر ترقي دي هے که اسپر صدها کتابیں لکھي گئي هیں - اسي طرح " فوجي جاسوسي " کے کاموں میں بھي عجیب عجیب وسعتیں پیدا کي گئي هیں ' اور گذشته پچاس سال کي لڑائیوں میں جاسوسوں کي سرگذشتیں نہایت عجیب و غریب رهي هیں -

موجودہ جنگ یورپ نے جہاں هر طرح کے جنگي مباحث و مذاکرات کا دروازہ کھولدیا هے' وهاں فن جاسوسي اور اسکي رقیع و اهم سرگذشتوں کے بھي عجیب عجیب سلسلے اخبارات و رسائل میں نکل رهے هیں - یورپ کي کوئي ڈاک ایسي نہیں آتي جسمیں جاسوسي کي گذشته و موجودہ سرگذشتوں کا ذخیرہ نه هو - حال میں ایک فرانسیسي اهل قلم نے فرانس و جرمني کے جنگي تعلقات قبل از جنگ کي سرگذشت شائع کي هے' جس سے موجودہ جنگ کي طیاریوں ' جرمني کي مخفي کوششوں' اور جاسوسي کے دلچسپ واقعات و حوادث پر ایک نہایت رقیع روشني پڑتي هے -

هر فرمایش میں البلاغ کا حوالہ دینا ضروری ہے

امراض مستورات

کے لیے ڈاکٹر ولیم صاحب کا اوبورالین

مستورات کے جملہ اقسام کے امراض کا خلاصہ نہ آنا - بلکہ اسوقت درد کا پیدا ہونا - اور اسکے دیر یا جلدی تشنج کا پیدا ہونا - اولاد کا نہونا عرض کل شکایات جو اندرونی مستورات کو ہوتے ہیں - مایوس شدہ لوگوں کو خوشخبری دیجاتی ہے کہ مندرجہ ذیل مستند معالجوں کی تصدیق کردہ دوا کو استعمال کریں اور قیمتی زندگانی حاصل کریں یعنی ڈاکٹر ولیم صاحب کا اوبورالین استعمال کریں اور کل امراض سے نجات حاصل کرکے صاحب اولاد ہوں -

مستند مدراس شاہر - ڈاکٹر ایم سی - ننجنڈا راؤ اول اسسٹنٹ کیمیکل اگزامنر مدراس فرماتے ہیں - "میںنے اوبورالین کو امراض مستورات کیلیے" نہایت عمدہ اور مناسب پایا -

مس ایف - جی - پیسر - ایل ایم ایل آر - سی - پی اینڈ ایس - سی گوشا اسپتال مدراس فرماتی ہیں: "نمونے کی شیشیاں اوبورالین کی ایسے مریض پر استعمال کرایا اور بہت نفع بخش پایا"

مس ایم جی - ایم - ڈاکٹر - ایم ڈی (برن) بی - ایس - سی - (لندن) سپرنٹنڈنٹ اسپتال اوکاروڈی نسلی فرماتی ہیں: "اوبو الین جسکو کہ میںنے استعمال کیا ہے رحم شکایتوں کیلیے بہت عمدہ اور کامیاب دوا ہے"

قیمت فی بوتل ۲ روپیہ ۸ آنہ - ۳ بوتل کے خریدار کیلیے صرف ۶ روپیہ -

پرچہ ہدایت مفت درخواست آنے پر روانہ ہوتا ہے -

Harris & Co., Chemists, Kalighat Calcutta.

GANGA FLUTE
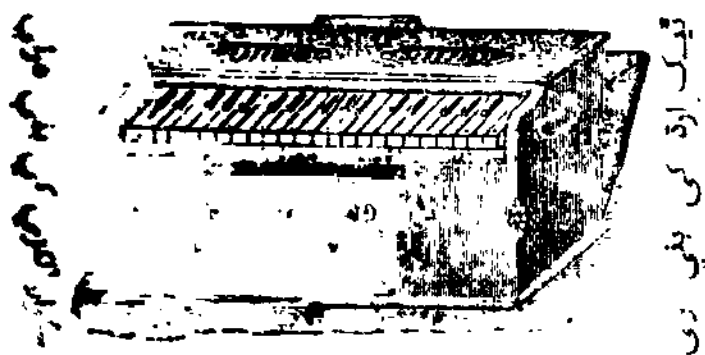
قیمت سنگل ریڈ

۱۳ - ۱۷ - ۲۰ روپیہ -

۲۱ - ۲۷ - ۲۹ روپیہ

ہر درخواست کے ساتھ ... آنا چاہیے -

Iyer Co., Srigopal Mallik Lane, Bowbazar, Calcutta.

IMPERIAL FLUTE

قیمت سنگل ریڈ

۱۴ - ۱۸ - روپیہ

قیمت ڈبل ریڈ

۲۰ - ۲۸ - ۳۵ روپیہ
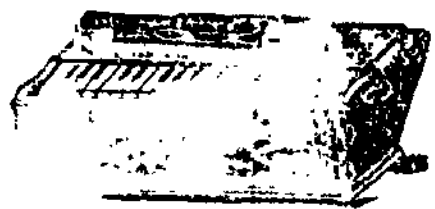
ہر درخواست کے ساتھ ۵ روپیہ بطور ... چاہیے -

Imperial Depot, 60, Srigopal Mallick Lane, Bowbazar, Calcutta.

مفت! مفت!!

... صاحب ڈاکٹر کے ... صاحب کا تصنیف کردہ ... کا رہنما و صحت ... کا بیمہ کتاب قانون ... مفت روانہ ہوگا -

Swasthya ... 30/2, Harrison Road Calcutta

ریلنڈ کی مسٹریز آف دی کورٹ آف لندن

یہ مشہور ناول جوکہ سولہ جلدوں میں ہے ابھی چھپ کر نکلی ہے اور تنزل سی رہگئی ہے - اصلی قیمت کی چوتھائی قیمت میں دیجاتی ہے - اصلی قیمت چالیس ۴۰ روپیہ اور اب دس ۱۰ روپیہ - آپوںکی جلد ہے جسمیں سنہری حروف کی کتابت ہے اور ۴۱۶ ہاف ٹون تصاویر ہیں تمام جلدیں دس روپیہ میں وی - پی اور ایک روپیہ ۱۴ - آنہ محصول ڈاک -

امپیریل بک ڈپو - نمبر ۶۰ سریگوپال ملک لین - بؤبازار - کلکتہ

Imperial Book Depot, 60 Srigopal Mullick Lane, Bowbazar Calcutta.

نصف قیمت اور تبلہ انعام

ہ سارا سائس فکس فورٹ ہارمونیم سریلا اور مضبوط سب موسم اور آب و ہوا میں یکساں رہنے والا ہمارے خاص کارخانہ میں ساگون لکڑی سے طیار کیا ہوا ہے اسوجہ سے کبھی پوری قیمت اور کبھی نصف قیمت پر فروخت کرتے ہیں - ایک ماہ کیلیے یہ قیمت رکھی گئی ہے - ایک مرتبہ ضرور آزمایش کیجیے - نہیں تو پھر آپکو افسوس کرنا پڑیگا - اگرچہ مال ناپسند ہوے تو تین روز کے اندر واپس کردے سے ہم واپس کرلوینگے - اس وجہ سے آپ دریافت کرلیجیے کہ یہ کمپنی کسی کو دھوکا نہیں دیتی ہے - گرانٹی تین برس - سنگل ریڈ اصلی قیمت ۳۵ - ۴۰ - ۵۰ روپیہ - اور اسوقت نصف قیمت ۱۹ - ۲۰ - ۲۵ روپیہ - ڈبل ریڈ اصلی قیمت ۶۵ - ۷۰ - ۸۰ - ۹۰ روپیہ - و نصف قیمت ۳۲ - ۳۵ - ۴۰ - ۴۵ روپیہ - ہر ایک باجہ کیواسطے مبلغ پانچ روپیہ پیشگی روانہ کرنا چاہیے اور اپنا پورا پتہ اور ریلوے اسٹیشن صاف صاف لکھنا چاہیے - ہر ایک سنگل ریڈ کے ساتھ ایک گھوڑی اور ڈبل ریڈ کے ساتھ ایک تبلہ ڈگی انعام دیا جاوینگا - ہندی ہارمونیم سکھلانا کا قیمت ایک روپیہ ہے -

نیشنل ہارمونیم کمپنی ڈاکخانہ شملہ - کلکتہ

SALVITAE

یہ ایک اتنا مجرب دوا ان امراض کا ہے کہ جسکی وجہ انسان اپنی قدرتی قوت سے گرجاتا ہے - یہ دوا ان کو ... کر پھر پیدا کردیتی ہے - قیمت ایک روپیہ -

ASTHMA TABLETS

کسی قسم کا دمہ اور کتنے ہی عرصہ کا ہو اس سے ... تو ہمارا دمہ -

کھانسی کے لیے بھی مفید ہے - قیمت ایک روپیہ -

PILES TABLETS.

بواسیر خونی ہو یا بادی - بغیر جراحی عمل کے اچھا ... ہے قیمت دو روپیہ -

S. C. Roy, M. A. Mfg. Chemists Dharamtola Street, Calcutta.

هر قسم کے جنون کا مجرب دوا

اسکے استعمال سے ہر قسم کا جنون خواہ نوبتی جنون ... جنون - غمگین رہنے کا جنون - عقل میں فتور - بے خوابی وغیرہ دفعہ ہوتی ہے - اور وہ ایسا صحیح و سالم ہوجاتا ہے کہ کبھی ایسا گمان تک بھی نہیں ہوتا کہ وہ کبھی ایسے مرض میں مبتلا تھا -

قیمت فی شیشی پانچ روپیہ علاوہ محصول ڈاک -

S. C. Roy, M. A. 167/3, Cornwallis Street, Calcutta

مرتبه بازي لگائي - صرف گيارہ مرتبه هارا - ايک کم نوے مرتبه روپيه کا ڈهير اسي کے سامنے تها !

اسي سلسلے ميں وہ اپني مهارت کا بهي ضمناً تذکرہ کرديتا ' مگر اس ادعاء ميں کافي جزو انکسار کا بهي هوتا - وہ کهتا : " اس ميدان ميں دعوى کون کرسکتا هے ؟ تاهم مهارت بهي ايک علمي حقيقت هے اور اس سے ميں انکار نهيں کرتا "

ان تذکروں نے بيچارے قمار زدہ افسروں کو بالکل مدهوش کرديا اور وہ يکسر اسکے قابو ميں آگئے - ايک طرف روزانه فياضيوں کي چاٹ ' دوسري طرف قمار بازي کي مهارت اور اسکے دقيق نکتوں کے حاصل کرنے کا شوق ' تيسري طرف دولت اور تمول کا قدرتي اثر ونفوذ - تهوڑے هي دنوں ميں انکا يه حال هوگيا که ميجر استوارٹ کو ايک ديوتا کي طرح پوجنے لگے -

[۷]

ان دوستوں ميں ايک شخص جنگ زولو کا نامور افسر تها - کئي تمغے بهي اس نے حاصل کيے تهے - ليکن قمار بازي کي لت نے بالکل مفلس و قلاش کرديا تها - ميجر استوارٹ نے زيادہ تر اسي پر نظر رکهي ' اور اسي کي اخلاقي کمزوريوں کو اپنے مقاصد کے حصول کا آله بنانا چاها -

سب سے پهلا وار يه کيا که اس سے تنها صحبتيں شروع کرديں اور يقين دلايا که جس چيز کي تمهيں تلاش هے ' ميرا وجود اسي کي کنجي هے - تم ديکهتے هو که نهايت بے دردي کے ساتهه روپيه لٹاتا هوں ' اور تم اسپر سخت متعجب هوتے هو - حالانکه جو چيز مفت حاصل کي جاتي هے ' مفت لٹائي بهي جاتي هے - ميري تمام دولت صرف مشق و مهارت قمار کا نتيجه هے - چند ايسے نکتے حاصل کرليے هيں جنکي بدولت سو بازيوں ميں اسي بازياں ميري کهيں نهيں گئيں - اگر تم چاهو تو علم و عمل قمار کي يه سب سے بڑي قيمتي چيز تمهيں بهي سکهادوں -

اس جادو کا اس غريب کے پاس کوئي منتر نه تها - پهر اس سے بهي بڑهکر يه که قمار بازي کيليے بے دريغ روپيه دينا شروع کرديا - ايکسو بيس پاؤنڈ کا اس پر ايک قرض تها جس سے بهت پريشان و عاجز رهتا تها - وہ بهي اس فياض اجنبي نے ادا کرديا -

[۸]

ليکن ساتهه هي وہ دوسرے شکاروں سے بهي غافل نه تها - نهيں معلوم کونسا شخص آگے چلکر زيادہ مفيد هو؟ اسليے جسقدر فوجي افسر اسکے دام ميں پهنس چکے تهے' سب سے تعلقات بڑهاتا جاتا تها -

اسي اثناء ميں خود بخود ايک عجيب واقعه پيش آيا ' جسکا اسے شان و گمان بهي نه تها - ايک دن ميجر استوارٹ اور اسکا سحر زدہ قمار دوست هوٹل کے کمرے ميں بيٹهے تهے ' اور ميجر اسکے پهنسانے اور اچهي طرح اپنے قابو ميں لانے کيليے ايک نيا دام ڈال رها تها - اس سے کها که " مشرقي افريقه ميں ابهي متعدد مقامات ايسے باقي هيں جهاں هيرے کي بڑي بڑي کانيں نکل سکتي هيں ' اور جنکي نسبت گذشته قيام افريقه کے زمانے ميں پوري تحقيقات کر چکا هوں - ليکن يورپ کے سرمايه داروں کو اسکي خبر نهيں - ميرا ارادہ هے که ايک نئي کمپني قائم کروں ' اور فرانس اور جرمني' دونوں ملکوں سے اسکے ليے سرمايه فراهم کياجاے - اگر ميں ايسا کرسکا تو تم بهي اسکے حصه دار هوگے ' خواہ ايک کوڑي بهي نه ديسکو "

يه سنکر فوجي افسر کي زبانسے بے اختيار نکل گيا :

" يه نهايت هي عمدہ خيال هے - ليکن ميں نهيں سمجهتا که تمهاري مجوزہ کمپني اس آنے والے وقت سے پهلے قائم هوسکے جبکه هماري نئي توپيں بالکل مکمل هو جائينگي اور يورپ کي سب سے

ان فرانسيسي بندروں سے هوگا - ايسي حالت ميں بهتر هے که سال دو سال تک فرانس و جرمني کي کسي مشترکه کمپني کا خيال چهوڑ دو - تمهاري محبت مجهے مجبور کرتي هے که ايک سرکاري راز کو اس بے تاملي سے ظاهر کردوں - اگر تم نے کمپني قائم کي تو دو سال تک کوئي جرمن سرمايه دار اسکے حصے نهيں خريديگا "

ميجر استوارٹ نے اپنے مخفي جذبات کو ضبط کرکے نهايت بے پروائي سے کها :

" هم فوجي لوگ جنگ کے خواب ديکهتے ديکهتے پاگل هوگئے هيں - يه قصے اخباروں کي وهم سازيوں کيليے چهوڑ دو - هميشه کها جاتا هے که فلاں حکومت جب فلاں قسم کي توپيں بناليگي تو جنگ يورپ شروع هوجائيگي - فلاں حکومت کے پاس جب اتنے ڈريڈناٹ جهاز هوجائينگے تو وہ ايک منٹ صبر نه کريگي - مگر نه کهيں توپوں کا ڈهلنا ختم هوتا هے' اور نه جهاز هي بن چکتے هيں ميں ان باتوں کو صرف گپ سمجهتا هوں "

فوجي افسر نے نهايت صفائي کے ساتهه جواب ديا :

" هاں تمام يورپ کا يهي حال هے' مگر همارے پروگرام جنگ کو ايسا سمجهنا تمهاري غلطي هے - تم خود اپني آنکهوں سے ديکهه لوگے که جونهي کارخانه کرپ نے اپني آخري ايجاد مکمل کرلي' يورپ کا نقشه يکايک درهم برهم هوجائيگا "

ميجر استوارٹ کے سامنے خود بخود راسته کهل گيا - اس نے نهايت سادگي سے پوچها :

" کونسي آخري ايجاد؟ "

افسر نے کها :

" يه کوئي نهيں بتلا سکتا ' مگر کارخانه کرپ کا ايک انجينير ميرا همراز و هم صحبت هے - اسکي زباني سننے ميں آيا هے نه شايد کوئي نئي توپ طيار هو رهي هے - اسکے دهانے کا قطر ۷۵ مليميٹر هوگا اور اسکي زد کا مقابله دنيا کا کوئي صناعي آله نهيں کرسکے گا "

ميجر استوارٹ نے کها :

" خير' همیں ان بحثوں سے کيا غرض ؟ شامپين کا ايک گلاس اس ايجاد سے کهيں زيادہ قيمتي هے - آو ايک جام اوڑائيں اور کهيں ٹهلنے چليں - ان باتوں سے دنيا کے کاروبار معطل نهيں هو سکتے "

[۹]

اب بند خود بخود ٹوٹ چکا تها - بغير اسکے که ميجر روشني کي مزيد تلاش کرے ' خود هي روشني اسکے آگے چمک گئي - ايک دن جبکه جام و مينا کي گردش خوب هوچکي تهي ' ميجر نے پهر متوقعه جنگ يورپ کا تذکرہ چهيڑ ديا - اس نے جرمن افسر کے گلاس ميں شامپين انڈيلتے هوے کها تها :

" ليکن ميرے دوست ! پيرس کے اخبار تو کهتے هيں که هميشه سنه ۷۱ هي نهيں رهيگا' جبکه سيدان کا معرکه پيش آيا تها اور جرمني نے فرانس کو کچل ڈالا تها "

افسر نے رومال سے منهه پونچها اور قهقهه لگايا :

" اگر هميشه سنه ۷۱ نهيں هے تو سنه ۹۹ تو آنے والا هے ؟ يقين کرو که جرمني کو اب اپني قدرتي سيادت کيليے زيادہ انتظار کي ضرورت نهيں هے - تمام سامان مکمل هوچکا هے - برلن ميں عنقريب فوجي روانگي کا ترانه گايا جائيگا - اب همارے سفر کا دوسرا پروگرام هے : ايک هي کوچ ميں جرمن فوج سيدهي پيرس پهنچ جائيگي ' اور جهاں آج نمايش پيرس کي عمارتيں کهڑي کي جارهي هيں' يه هماري فوج کي چهه کمپنيوں کے قيام کيليے بهت هي عمدہ ميدان هوگا "

بعد کو واقعات سے معلوم هوا که فوجي افسر کا يه بيان جرمني کے اس پروگرام کي طرف اشارہ تها جو فروري سنه ۱۸۹۷ ميں جمهور فرانس کيليے اس نے تجويز کيا تها -

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا
اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ (۱۴ : ۵۲)

جلد ۱ | کلکته : جمعه ۱۳ - ربیع الثانی سنه ۱۳۳۴ هجري | نمبر - ۱۱

Calcutta : Friday, 18th February, 1916.

یعني قرآن حکیم کا اردو ترجمه ' از خامۂ ایڈیٹر الهلال

آسماني صحائف و اسفار کے حقیقي حامل و مبلغ حضرات انبیاء کرام و رسل عظام هیں - پس انکي تبلیغ و تعلیم اور نشر و ترزیع کا مقدس کام دراصل ایک پیغمبرانه عمل هے ' جس کي توفیق صرف انهي لوگوں کو مل سکتي هے جنهیں حق تعالی انبیاء کرام کي معیت و تبعیت کا درجه عطا فرماتا هے ' اور ارنکا نور علم براہ راست مشکواۃ نبوت سے ماخوذ هوتا هے : و ذالک فضل الله یوتیه من یشاء -

هندوستان کي گذشته قرون اخیره میں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کي توفیق ملي ' وه حضرت شاه عبد الرحیم رحمة الله علیه کا خاندان تها - انکے فرزند حجة الاسلام ' امام الاعلام ' مجدد العصر ' حضرة شاه ولي الله قدس سره تهے ' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حکیم کے ترجمه کي ضرورت الهام الهي سے محسوس کي ' اور فارسي میں اپنا عدیم النظیر ترجمه مرتب کیا - انکے بعد حضرة شاه رفیع الدین اور شاه عبد القادر رحمة الله علیهما کا ظهور هوا ' اور اردو زبان میں ترجمة القرآن کي بنیاد استوار هوئي - شکر الله سعیهم ' و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر ٹهیک ایک صدي گذر چکي هے ' پس یه کهنا کسي طرح مبالغه آمیز نه سمجها جائیگا که نشر و تبلیغ قرآن حکیم کي جو بنیاد اس خاندان بزرگ نے رکهي تهي ' اسکي تکمیل کا شرف حق تعالی نے ایڈیٹر الهلال کیلیے مخصوص کردیا تها ' جنهوں نے بعض داعیان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فهم حقائق و معارف قرانیه ' و ضروریات و احتیاجات وقت کو ملحوظ رکهکر قرآن حکیم کا یه اردو ترجمه نهایت سلیس ' عام فهم ' معني خیز ' حقیقت فرما عبارت میں مرتب کیا هے ' اور بحمد الله که زیر طبع هے -

یه ترجمه کیسا هے ؟ ان لوگوں کیلیے جو الهلال کا مطالعه کرچکے هیں ' اسکا جواب دینا بالکل غیر ضروري هے -

یه ترجمه حامل المتن ٹائپ کي جگهه لیتهو میں چهاپا جارها هے تاکه ارزاں هو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب کے مطالعه میں آسکے - قیمت في جلد چهه روپیه رکهي گئي هے - لیکن جو حضرات اس اعلان کو دیکهتے هي قیمت بهیجدینگے ' انسے صرف ساڑهے چار روپیه لیے جائینگے - درخواستیں اور روپیه منیجر البلاغ کے نام بهیجنا چاهیے -

هـذا بيـان لـلـنـاس ' و هـدى و موعظة للمتقين (۳ : ۳۳)

يعنى قرآن حكيم كي مفصل تفسير' اثر خامه اڈيٹر الهلال

اس تفسير کے متعلق صرف اسقدر ظاهر کردینا کافي هے که قرآن حکيم کے حقائق و معارف اور اوسکي محيط الکل معلمانه دعوة کا موجوده دور جس قلم کے فيضان سے پيدا هوا هے' يه اسي قلم سے نکلي هوئي مفصل اور مکمل تفسير القرن هے !

يه تفسير موزوں کتابي تقطيع پر چهپنا شروع هوئي هے - هر مهينے کے وسط ميں اسکے کم سے کم ۶۴ اور زياده سے زياده ۱۰۰ صفحے اعلى درجه کے ساز و سامان طباعة کے ساتهه شائع هوتے رهينگے - اس سلسلے کا پهلا نمبر جسميں نصف حصه مقدمۂ تفسير اور نصف سورۂ فاتحه کي تفسير کا هوگا' انشاء الله عنقريب شائع هوجائيگا - قيمت سالانه قبل از اشاعت چار روپيه - بعد کو پانچ - روپيه -

نوادر آثار مطبوعات قديمۂ هند

تاريـــخ هـنـدوســـتان

ترجمه فارسي " هسٹري آف انڈيا " مصنفۂ مسٹر جان مارشمن مطبوعۂ قديم کلکته سنه ۱۸۵۹

هندوستان کي تاريخوں کے لکهنے ميں جن انگريز مصنفين نے جانکاه محنتيں کي هيں' اُن ميں مسٹر جان - سي مارشمن کا نام خصوصيت کے ساتهه قابل ذکر هے - اسکا نهايت سليس و فصيح فارسي ترجمه مولوي عبدالرحيم گورکهپوري نے کيا تها' اور بحکم لارڈ کيننگ پرنس بهرام شاه نبيرۂ سلطان ٹيپو مرحوم و مغفور نے نهايت اهتمام و تکلف سے طبع کرايا تها. اس کتاب کي ايک بڑي خوبي اسکي خاص طرح کي چهپائي بهي هے - يعنے چهپي تو هے ٹائپ ميں' ليکن ٹائپ برخلاف عام ٹائپ کے بالکل نستعليق خط کا هے - کاغذ بهي نهايت اعلى درجه کا لگايا گيا هے - علاوه مقدمه و فهرست کے اصلی کتاب ۴۰۴ صفحوں ميں ختم هوئي هے - چند نسخے موجود هيں - قيمت مجلد ۳ - روپيه -

ترجمۂ تفسير کبير اردو

حضرت امام فخر الدين رازي رحمة الله عليه کي تفسير درجه کي کتاب هے ' جسکا اندازه ارباب فن هي خوب کر سکتے اگر آج يه تفسير موجود نه هوتي تو صدها مباحث و مطالب تهے جو هماري معلومات سے بالکل مفقود هو جاتے -

پچهلے دنوں ايک فياض صاحب درد مسلمان نے صرف کرکے اسکا اردو ترجمه کرايا تها ' ترجمے کے متعلق ايڈيٹر هلال راے هے که وه نهايت سليس و سهل اور خوش اسلوب و ترجمه هے

لکهائي اور چهپائي بهي بهترين درجه کي هے - جلد اول کے نسخه دفتر البلاغ ميں بغرض فروخت موجود هيں پہلے ق دو روپيه تهي اب بغرض نفع عام - ايک روپيه ۸ - آنه کئي هے -

تمام درخواستيں : " منيجر البلاغ کلکته " کے نام آئيں

Printed & Published by Q. Ahmad at the AL-BALAGH Press, 46, Ripon Lane Calcutta.

Tel. Address: "Albalagh," Calcutta.
Telephone No 648

AL-BALAGH.

Chief Editor.
Abul Kalam Azad,
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly „ Rs. 6-12

مدیر مسئول رئیس التحریر
احمد المکنیٰ بابی الکلام الدہلوی
مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - رپن لین
کلکتہ
ٹیلیفون نمبر ۶۴۸
سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

نمبر - ۱۱
کلکتہ : جمعہ ۱۳ - ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۴ ھجری
Calcutta : Friday, 18th February 1916.
جلد ۱

افکار و حوادث

گذشتہ جنوری میں "مجوزہ شیعہ کالج" کا جو وفد ھز آنر سر جیمس مسٹن بہادر کی خدمت میں بمقام لکھنو پیش ھوا تھا' اسکی روئداد اب ایک رسالہ کی شکل میں شائع کی گئی ہے- روئداد کا خلاصہ یہ ہے کہ ۱۴ - جنوری کو گورنمنٹ ھاؤس لکھنو میں ایڈریس پیش کیا گیا' اور اُسکے جواب میں خطاب ملوکانۂ ھمایونی نے عرض و نیاز کے ایک ایک لفظ کو خلعت قبولیت و پذیرائی عطا فرمایا :

دیدار ھم میسر و بوس و کنار ھم
از بخت شکر دارم و از روزگار ھم !

ادھر عرض نیاز کی ارادت کیشی تھی' تو ادھر نگاہ ناز کرم کی عجز پروری - ادھر عشق کام طلب کی امیدواری تھی' تو ادھر حسن عشق نواز کی کام فرمائی - ادھر "ادعونی" کی تعمیل میں دست دعا دراز تھا' تو ادھر وعدۂ "استجب لکم" کی تصدیق میں دروازۂ استجابت باز- ایک طرف سراسر عشق تھا- دوسری طرف سراسر حسن :

وجود او ھمہ حسن ست و ھستیم ھمہ عشق
بہ بخت دشمن و اقبال دوست سوگند ست !

رسم و راہ کوچۂ عشق کے واقف کار جانتے ھیں کہ یہاں حق و ھنر کا سوال کام نہیں دیتا یہاں کی دنیا کا سارا دار و مدار محض بخشش و کرم پر ہے: اُسکی نظریں جسپر پڑ جائیں اور اُسکی بے نیازی جسکو سرفراز کردے' وھی سب سے زیادہ مستحق' اور اُسی میں سب سے بڑا ھنر ہے - اُستحقاق اور ھنر دکھلا کر چاندی اور سونا لیا جاسکتا ہے لیکن محبت کی نظریں اور پیار کی ادائیں نہیں خریدی جاسکتیں - ارسطو اگر لیلی کے محمل کا پردہ اُٹھاتا اور قیس کی دیوانگی کے مقابلہ میں اپنے فن منطق کو پیش کرتا' تو آپکو اچھی طرح معلوم ہے کہ کیا جواب ملتا :

معمورۂ دلے اگرت ھست بازگوے
کاینجا سخن بہ ملک فریدوں نمی رود

پس عالم حسن و عشق کے کاروبار اور رد و قبول کے احکام دوسرے ھیں' اور یہاں سب سے بڑا جوھر' سب سے بڑا ھنر' سب سے بڑا استحقاق' سب سے بڑی دلیل' اور سب سے بڑا صغرا کبری یہ ہے کہ اُس کی نظریں قبول کرلیں' اور وہ کہ سب چاھنے والوں کی چاھتیں اُسی کیلیے ھیں' خود کسی کی شیفتگی کو اپنی چاھتوں کیلیے چھانٹ لے - پھر جسکو خود وہ چاہے' اسکی قسمت کا کیا پوچھنا کہ عشق کی شہنشاھی اور اقلیم حسن کی فرماں روائی ہے - بن پڑے تو اپنی چاھتوں میں اس خوش نصیب کو بھی شامل کر لیجیے کہ محبوب کا محبوب بھی محبوب ھوتا ہے' اور مذھب عشق کا منتہاء کمال یہی ہے :

چاھیے اچھوں کو جتنا چاھیے
وہ اگر چاھیں تو پھر کیا چاھیے ؟

مرحوم ذوق کی غزلوں میں میں اپنا ذوق بہت کم پاتا ھوں تا ھم ایک شعر انکا بھی یاد آگیا :

تم جسے یاد کرو پھر اُسے کیا یاد رہے
نہ خدائی کی ھو پروا نہ خدا یاد رہے

اردو شاعری میں جس چیز کو "معاملہ گوئی" کہتے ھیں' شعراے ایران اسے "وقوعہ گوئی" سے تعبیر کرتے ھیں - اواخر عہد صفویہ میں فغانی کے اسکول نے جو شعرا پیدا کیے' انھوں نے خاص طور پر اس رنگ کو بہت ترقی دی - ازآنجملہ ضمیری صفاھانی ہے جسکا ایک شعر مجھے نہیں بھولتا :

چو می بینم کسے از کوے او دل شاد می آید
فریبے کز وے اول خوردہ بودم یاد می آید

اس وفد نے جو ایڈریس پیش کیا تھا وہ اسقدر دلچسپ نہیں ہے جسقدر ایڈریس کا جواب دلچسپ ہے' اور ایسا ھونا ضروری تھا - عشق خواہ کسی شکل میں ھو' عجز و نیاز کیلیے ہے- دلبری و رعنائی کیلیے نہیں ہے - یہ خواص حسن کے ھیں - اسکا کوئی جلوہ دلربائی و نظارہ پروری سے خالی نہیں ھوتا - یہ تو وہ چیز ہے کہ اگر بے مہری و غیظ و غضب میں بھی ھو' جب بھی پیار کرنے ھی کی چیز ھوتی ہے' پھر لطف و نوازش اور بخشش و کرم کی ھوش ربائی کا کیا پوچھنا :

ساغر کو مرے ھاتھ سے لیجیو کہ چلا میں !

ھز آنر اپنے جواب میں فرماتے ھیں :

" اس بیان سے میرا ھرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ مجھہ کو کسی قوم یا مذھب کے لوگوں کی کوئی خاص رعایت منظور ہے - نہ میرا یہ منشا ہے کہ جو بڑی بلیغ کوششیں ابتک مسلمانوں کی ترقی تعلیم کی نسبت کی گئی ھیں انکی بیقدری کی جاے"

لیکن ھم حیران ھیں کہ اس جملے کے کہنے کی کیا ضرورت تھی ؟ بھلا ایک منٹ کیلیے بھی کوئی عقلمند ھز آنر کی نسبت ایسی بدگمانی کرسکتا ہے ؟

نہ ھم سمجھے نہ تم آے کہیں سے
پسینہ پونچھیے اپنی جبیں سے

آب حیات

ہندی کایا پلٹ ' یونانی اکسیر البدن اور
کیمیا گر اکسیر اعظم کہتے ہیں یہ امرت پورا

زندگی کو موت سے ایک روپیہ میں خریدنا

(آبحیات کے اکسیری فوائد !)

صحت کے برابر دنیا میں کوئی نعمت نہیں - جو لوگ وقت پر قدر نہیں کرتے - جب تندرستی بگڑ جاتی ہے - پھر عمر بھر پچھتاتے ہیں جو لا حاصل ہوتا ہے - اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیا چگ گئیں کھیت - ہندوستان گرم ملک ہے اور بوجہ شدت گرما گرد و غبار سے آئے دن ہزاروں قسم کی بیماریاں و فساد خون کے دکھ ہر روز نئے نئے پیدا ہوا کرتے ہیں - گرانی اشیاء خوردنی نے عام لوگوں کو مفلس بنا رکھا ہے - اور کثرت بیماری نے لوگوں کو کمائی کے لائق نہیں رکھا ' اس لیے عام لوگ بلا علاج زندہ درگور ہو جاتے ہیں - اگر علاج کرتے ہیں تو فیس اور قیمت دوا ادا کرنے سے قلاش' تنگدست بن جاتے ہیں - اور صاحب توفیق حضرات کو دوا خالص نہیں ملتی - مندرجہ بالا تکالیف کو دور کرنے لئے حکیم مطلق نے آب حیات کو مسیحائی اثر بخشا ہے تاکہ کوئی دکھ دنیا میں نہ رہے - غریب سے غریب اور لاچار سے لاچار ایک پیسہ کی ایک خوراک لے کر امراض مزمنہ مایوسہ سے خلاصی پائے - آبحیات ہر مرض شدید کی دوا ہے خارجاً لگانے سے ہر درد وغیرہ کے لیے شفا ہے - ایک شیشی آبحیات کی کنبہ بھر کو بہت بلاؤں اور ناگہانی آفتوں سے بچا سکتی ہے' کسیکو معلوم نہیں مرض کسوقت رات کو یا دن کو جنگل میں یا گھر میں آ دبائیگی اسلیے یہ عقلمندی ہے کہ پہلے ہی سے ایک شیشی گھر میں رکھی جائے -

(فوائد مصدقہ آبحیات)

تپدق ' تپ محرقہ ' صفراوی تپ' تپ پر سوت' سل ' پیچش' صفراوی اسہال ' سرسام ' درد سر' درد پہلو' نمونیا ' ذات الجنب' تپش دل ' ناسور' بدھ کا زخم ' درد کان ' مسوڑوں سے خون آنا' پھوڑے پھنسیاں ' پٹھوں کا اکڑاؤ ' براسیر ' نواسیر ' بھگندر' تالو کا سوراخ ' دانت کا درد' قبض ' درد قولنج' درد کمر' نقرس ' چھپاکی' متلی ' قے ' زخموں میں کیڑے پڑنا ' کثرت پیاس' تشنج' بیخوابی' کھانسی خشک و تر' ورم ' چھوڑے ' ورم پستان ' درد دل' ہیضہ ' طاعون' خنازیر' درد شکم ' زہر دار ڈنگ' بھڑ' سانپ' بچھو' آگ سے جلنا ' گرمی کی شدت سے جسم پر گرم دانے نکلنا' درد' چوٹ ' خارش لکسیر وغیرہ وغیرہ کتاب میں مفصل حال درج ہے -

قیمت فی شیشی ایک روپیہ - چھ شیشی پانچ روپیہ - ایک درجن دس روپیہ محصول ڈاک ذمہ خریدار -

آبحیات کا مسیحائی اثر

(سل' دق ' کھانسی' سات ماہ کی صرف سات دن میں دور)

عالیجناب ہز ہائینس نواب میر فیض محمد خانصاحب بہادر
کے - سی - ایس - آئی والی ریاست خیر پور سندھ

سر اے غلام رسول عرصہ سات ماہ سے بعارضہ بخار لازمی جو ۱۰۴ درجہ تھرما میٹر پر رہتا تھا - اور اس کے علاوہ کھانسی ایسی شدید تھی کہ سونا ' بیٹھنا حرام ہو گیا تھا - چونکہ سر - اے ممدوح اپنے آقائے نامدار میر احمد علی خاں صاحب کی خدمت میں شب و روز رہتا تھا اور کھانا پینا ان کے ساتھ رکھتا تھا - اُن کے معالجہ کے لئے یورپین سول سرجن سات سو روپیہ روزانہ کراچی وغیرہ سے اور نامور اطباء ہندوستان سے جمع ہوتے رہے - میر ممدوح مدقوق تھا - کوئی چارہ نہ چلا اور وہ فوت ہو گیا - تمام طبیبوں اور ڈاکٹروں نے متفق ہو کر کہا تھا کہ سر - اے غلام رسول بھی اسی مرض میں مبتلا ہو گیا تھا -

آخر جب تمام معالجات سے تنگ آ کر بحالت مایوسی سرکار ابد پائدار والی ریاست نے حکیم غلام نبی زبدۃ الحکماء لاہور کو جو جامع علوم ڈاکٹری و یونانی اور ماہر فنون ہر دو طب ہیں ' ریاست میں برائے معالجہ طلب فرمایا -

(آبحیات کا کرشمۂ قدرت)

زبدۃ الحکماء موصوف نے یورپین ڈاکٹر وغیرہ میڈیکل افسروں سے اس بات کا اتفاق کیا کہ مقدمہ سل ہے - اور جگر بھی بگڑ گیا ہے' صرف دس قطرہ آبحیات کے ، دفعہ دینے شروع کیے ' اور تمام انگریزی و یونانی دوائیاں ترک کرا دیں - سات ماہ کا بخار اور کھانسی ساتویں روز جاتی رہی - یہ جادو کے اثر کی خبر ریاست میں مشہور ہو گئی - اور آبحیات کے جادو اثر کرشمے اور اس کے سریع العمل اور سریع الاثر لاعلاج بیماروں کا کوئی کم قیمت علاج ہے' تو آبحیات تسلیم کرایا گیا ہے - اب سندھ میں جو آتا ہے - اسی آبحیات کا طالب ہوتا ہے - تمام اخباروں میں اسی قصہ کو پڑھو اور وہاں سے تصدیق کر لو کہ سر - اے غلام رسول اب تندرست ہے اور کاروبار ریاست میں مصروف ہے -

(العبد - خان بہادر رسول بخش خاں نائب وزیر ریاست خیر پور سندھ)

الغرض آبحیات کی شیشی ہر گھر میں موجود ہونی ضرور ہے - سفر و حضر میں کار آمد - نہ ڈاکٹر کی ضرورت ہے نہ طبیب کی - بیسیوں امراض کی ایک ہی تیر بہدف دوا ہے' جو کسی قسم کے ضرر کے بغیر فائدہ دیتی ہے -

قیمت فی شیشی صرف ایک روپیہ - (منیجر)

(شربت [illegible] اعصاب)

وہ نقص جو بھرپور جوانی [illegible] مرد کو رنجیدہ خاطر بناتے ہیں' اس سے دور ہوتے ہیں - گئی ہوئی طاقت کو واپس لاکر مرد کو پورا مرد بناتا ہے - افعال قبیحہ اور کثرت عیاشی نے جب جسم کی قوت کو گھٹا دیا ہو - تو یہ شربت خاک میں ملی ہوئی امیدیں بر لاتا ہے' فی شیشی صرف چار روپیہ -

(سنون مستحکم دندان)

ہلتے دانت مضبوط - بدبو میل دور - دانت موتیوں کی طرح چمکدار - قیمت چار تولہ ایک روپیہ -

(سر کا خوشبودار تیل)

بالوں کو خوشبودار رکھنے کے سوا سیاہ بالوں کو سفید نہیں ہونے دیتا - دافع ضعف دماغ نزلہ و زکام فی شیشی تین روپیہ -

دوائی درد کان - قیمت صرف ایک روپیہ -

(سرخ رو)

بعد از غسل اس دوا کے دو قطرے چہرے پر مل لینے سے چہرہ خوبصورت ہو جاتا ہے' قیمت فی شیشی صرف ایک روپیہ

(روغن اعجاز)

برسوں کے زخم دنوں میں بھر جاتے ہیں' ناسور ' بھگندر - خنازیر کے گھاؤ اور کاربنکل زخم کا اچھا علاج - قیمت دو تولہ صرف دو روپیہ -

(دوائی پیچش مروڑ)

نہایت زود اثر اور مجرب دوائی ہے - قیمت چار تولہ صرف ایک روپیہ ہے -

(خنازیر کا خوردنی علاج)

اس دوائی کے کھانے سے گلٹیاں اندر ہی اندر بیٹھ جاتی ہیں قیمت دو تولہ صرف دو روپیہ -

بخاروں کی شرطیہ دوا - پسینہ آ کر ہر قسم کا بخار ایک گھنٹہ میں اتر جاتا ہے - قیمت فی ڈبیہ دو روپیہ -

(سفوف دافع درد گردہ)

اس کے استعمال سے ریگ مثانہ دور ہو کر آئندہ دورہ درد سے نجات ہوتی ہے - چار تولہ صرف دو روپیہ -

پتہ - منیجر شفاخانہ شہنشاہی ' سند یافتہ حکیم و ڈاکٹر حاجی ' غلام ' نبی زبدۃ الحکماء لاہور - موچی دروازہ

چیز ہے' اور جب تک یہ دور نہ ہوگی اس وقت تک کوئی سعی تجدید و احیاء کامیاب نہیں ہو سکتی - مسلمانوں کا سیاسی تنزل' اخلاقی تنزل' علمی تنزل' مدنی و عمرانی تنزل' یہ تمام جزئیات تنزل ہیں مگر ان میں سے کوئی بھی کلی اصل نہیں ہے - ان تمام مختلف شاخوں سے گذر کر جب درخت کی جڑ تک نظر پہنچیگی تو صاف نظر آجائیگا کہ علل و اسباب کے کلیات دوسرے ہیں' اور ان میں سب سے زیادہ اہم و نافذ علت مسلمانونکی تالیف کے بعد تفریق' توحید کے بعد تعدد' اجتماع کے بعد افتراق' اور نزول علم کے بعد بغی و عدوان ہے -

بظاہر اس چیز کو ہر شخص محسوس کرتا ہے' اور مسلمانوں کے تنزل کے اسباب پر ماتم کرتے ہوے کوئی آنکھ ایسی نہیں ہے جسکے آنسوؤں میں اس منظر کو دخل نہو - تقریباً سب کہتے ہیں کہ اختلاف سے اتفاق بہتر ہے اور دشمنی پر محبت کو ترجیح دینی چاہیے - با ایں ہمہ بد بختی یہ ہے کہ مسئلۂ اختلاف و افتراق امۃ کو اسکی اصل اہمیت کوئی بھی نہیں دیتا اور کسی کو اسکی توفیق نہیں ملتی کہ ظواہر و آثار سے گذر کر اسباب و علل پر نظر ڈالے' اور صحت نظر کے ساتھہ اصلیت مستورہ کی تشخیص کرے - اگر گذشتہ دور اصلاح و تحریک میں کسی کا قدم یہاں تک پہنچا بھی ہے تو بدبختانہ اسکے بعد کی منزل علاج گم ہوگئی ہے' اور یہ افسانہ بہت طول طویل ہے -

درخت جب سوکھتا ہے تو اسلیے نہیں سوکھتا کہ اسکی شاخوں میں رطوبت نہیں رہی' بلکہ صرف اسلیے کہ رطوبت حیات کا سرچشمہ جڑ ہے اور اسمیں اب زندگی باقی نہیں رہی - اسی طرح کوئی قوم اسلیے نہیں بگڑتی کہ اس نے اپنی تعلیم سعادت کی فروعات کو چھوڑ دیا' بلکہ اسلیے کہ اصول و کلیات کا سر رشتہ اسکے ہاتھوں سے جاتا رہا - جب تک جڑ میں زندگی ہے' اُسوقت تک درخت کا ایک پتہ بھی خشک نہیں ہوسکتا - لیکن اگر جڑ کو پانی نصیب نہیں تو شاخوں اور پتوں کے اوپر سمندر کے سمندر بھی انڈیلدو' وہ سر سبز نہیں ہوسکتے -

اسلام کے بھی اصول ہیں اور فروع ہیں - پس مسلمانوں کی تباہی و بربادی کو اصول میں ڈھونڈھنا چاہیے نہ کہ فروع میں - اسلام کی اولین اصل عقیدۂ "توحید" ہے - اسی عقیدے کے اندر مسلمانوں کی تمام روح حیات مضمر تھی' اور اسی روح نے انکو دائمی زندگی کی خوشخبری سنائی تھی - لیکن مسلمانوں نے سب سے زیادہ اسی عقیدے سے انحراف کیا - حتی کہ آج اس سے بڑھکر اور کسی اعتقاد میں وہ تجدید دعوۃ کے محتاج نہیں ہیں - جسطرح عقیدۂ توحید کے معنی یہ نہ تھے کہ مشرکین مکہ کی طرح زبان سے تو ایک صانع کل کا اقرار کردیا جاے (لیقولن اللہ) لیکن اپنی عملی زندگی پر صدہا غیر الہی عبودیتوں کی لعنت بھی طاری کرلی جاے' اسی طرح توحید کی حقیقت کے ساتھہ یہ ضلالت بھی جمع نہیں ہوسکتی تھی کہ ایک فاطر السماوات والارض کی بندگی کا دعوا کرکے' بہت سے خداؤں کے ماننے والوں کی طرح بہت سی جماعتوں اور شکلوں میں متفرق ہوجائیں - اعتقاد توحید کا اولین مطالبہ یہ تھا کہ تمام کرۂ ارضی کی سعادت و ہدایت کیلیے ایک ایسی امۃ عادلہ طیار ہو' جو تمام پچھلی قوموں کے برخلاف اپنے تمام عقائد و اعمال کے اندر جلوۂ توحید رکھے - اسکا خدا ایک ہو' اسکا مبدۂ حکم و سلطانی ایک ہو' اسکا مصدر امر و نہی ایک ہو' اسکی کتاب اللہ ایک ہو' اسکا رسول اللہ ایک ہو' اسکا قبلہ ایک ہو' اسکا نام ایک ہو' اسکے خصائص و اعمال ایک ہوں - یعنی جسطرح اسکا خدا وحدہ لا شریک ہو' اسی طرح اسکا قرآن بھی اپنی ہدایت میں' اسکا رسول بھی اپنی تعلیم کتاب و حکمت میں' اور اسکی امۃ بھی اپنے خصائص و معاملات اور وحدۃ و یگانگت میں وحدہ لا شریک ہو!

ان ہذہ امتکم امۃ واحدہ و انا ربکم فاتقون !

یہی وجہ ہے کہ قرآن نے اسلام کی حقیقت اصلی اُس چیز کو بتلایا ہے' جو اختلاف و تفرق کے ساتھہ جمع ہی نہیں ہوسکتی - وہ ہر جگہ اسلام کو "وحدۃ و تآلف" اور کفر کو "تعدد و تشتت" قرار دیتا ہے - اور جس شدت اور اعادہ و تکرار کے ساتھہ شرک سے روکتا ہے' ٹھیک ٹھیک اسی طرح تفریق و شقاق سے بھی باز رکھنا چاہتا ہے - وہ بار بار کہتا ہے کہ تم " مغضوب علیہم " یعنی یہود اور " الضالین " یعنی نصاری کی ضلالتوں سے اپنے آپکو بچاؤ اور " انعام یافتہ " جماعتوں کی راہ پر چلو - پھر جا بجا تشریح کرتا ہے کہ یہود و نصاری کی سب سے بڑی ضلالت یہ تھی کہ انہوں نے نزول " علم " یعنی نزول شریعت کے بعد راہ شقاوت اختیار کی - خدا نے انکو ایک کردیا تھا پر وہ ایک نہ رہے' اور مختلف مذہبوں' مختلف جماعتوں' مختلف ناموں' مختلف غیر الہی عبودیتوں میں منفرق ہوگئے :

الذین فرقوا دینہم وکانوا شیعا' وکل حزب بما لدیہم فرحون (۳۰ : ۳۲)	ان لوگوں کی راہ اختیار نہ کرو جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا' اور ایک امۃ ہونے کی جگہ گروہ گروہ ہوگئے - ہر فرقہ اپنے ہی خیالات و اوہام کو حق سمجھتا ہے اور اسپر قانع اور خوشحال ہے !

اس سے بھی زیادہ یہ کہ جا بجا واضح کیا کہ کسی امت کیلیے تالیف و اتحاد رحمت الہی ہے' اور تحزب و تفرق عذاب الہی - خدا جب کبھی کسی قوم کو سزا دینا چاہتا ہے تو اسمیں باہمی تفرقہ اور اختلاف ڈالدیتا ہے :

قل ہو القادر علی ان یبعث علیکم عذاباً من فوقکم او من تحت ارجلکم او یلبسکم شیعا یذیق بعضکم بأس بعض (۶ : ۶۵)	کہدے کہ اللہ اسپر قادر ہے کہ وہ تم پر اوپر سے کوئی عذاب لاے یا تمہارے قدموں کے نیچے ہی سے اسکا عذاب نمایاں ہو' یا پھر تمہارے اندر پھوٹ ڈالدے - تم گروہ گروہ اور جماعت جماعت ہوجاؤ' اور باہم ایک دوسرے سے لڑکر خود اپنی ہی تلوار سے اپنے کو ہلاک کرو -

اللہ کے رسول نے سب سے بڑی وصیت امۃ کو یہی کی :

لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم اعناق بعض (بخاری)	میں نے تمکو عذاب شقاق و افتراق سے نکالکر اتحاد و تالیف کی رحمت کا پیکر بنا دیا ہے - لیکن میرے بعد کافروں کا طریق اختیار نہ کرنا کہ باہم ایک کی تلوار دوسرے کی گردن پر چلے -

اور یہی چیز ہے جسکی طرف باب مدینۃ العلم حضرۃ امیر علیہ السلام نے اپنے ایک خطبۂ مقدسہ میں دعوۃ دی :

الٰہہم واحد' و نبیہم واحد' و کتابہم واحد' افامرہم اللہ بالاختلاف فاطاعوہ' ام نہاہم عنہ فعصوہ؟ ام انزل اللہ دینا ناقصا فاستعان بہم علی اتمامہ؟ (نہج البلاغۃ مطبوعہ مصر صفحہ ۶۲)	انکا خدا ایک ہے' نبی ایک ہے' کتاب ایک ہے' پھر کیا ہے کہ وہ باہم اختلاف کرتے ہیں؟ خدا نے کیا انکو اختلاف کا حکم دیا ہے کہ اسکی پیروی میں مختلف ہو رہے ہیں؟ یا اس نے اختلاف سے روکا ہے اور وہ حکم الہی کی نافرمانی کر رہے ہیں؟ یا پھر یہ ہے کہ خدا نے ناقص دین اتارا اور اسلیے اس طریق سے اب اسکو مکمل کرنا چاہتے ہیں؟

قرآن حکیم کی بے شمار تصریحات کو میں ایک تمہیدی ٹکڑے میں کہانتک نقل کروں؟ مختصر یہ کہ سب کو یاد ہے اور سب پڑھتے

مجـــوزۂ شیعـــہ کالـــج

" الزمـــوا السواد الاعظم فان ید اللہ علی الجماعہ' و ایاکم و الفرقة' فان الشاذ من الناس للشیطان کما ان الشاذ من الغنم للذئب ' الا ' من دعا الی ھذا الشعار فاقتلوہ و لو کان تحت عمامتي ھذہ !! " (۱)

(حضرۃ علي علیہ السلام - نہج البلاغہ صفحہ ۲۶۱)

ماذا التـــقاطع في الاسلام بینـــکمو
و انتمو یا عبـــاد اللـــہ اخـــوان !

(۱)

باوجود کئي ھفتوں کے اعراض و اغماض کے ' آج میں مجبور ہوا ہوں کہ وقت کے ایک ایسے مسئلہ کي نسبت چند کلمات لکھوں جو ھمیشہ سے اسلامي مباحث و نظر کا سب سے زیادہ مشتبہ و ظنون آلود موضوع رہا ہے ' اور جو اسقدر نا مبارک موضوع ہے جسکو کسي طرح بھي بد گمانیوں اور غلط فہمیوں کي آلودگي سے الگ نہیں کیا جاسکتا - تاہم سچائي کي فاتحانہ حقیقت پر میرا اعتماد ہے ' اور اعلان حق اور امر بالمعروف کا فرض شرعي خوف ظنون و ھجوم شبہات سے ساقـط نہیں ہوجاسکتا - اگر دنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں جنکو چراغ کي روشني دھندلي نظر آتي ہے' تو یہ انکي آنکھوں کا ضعف ہے جسکو دور کرنا چاہیے - انکي خاطر چراغ گل نہیں کیے جاسکتے : فذکر ان الذکر تنفع المومنین !

میں آج مجوزہ شیعہ کالج کے متعلق اپنے خیالات ظاہر کرنا چاہتا ہوں - مجھہ کو یقین ہے کہ میري اس تحریر کو پڑھکر بہت سے لوگ ظنون فاسدہ میں مبتلا ہونگے ' اور کوشش کي جائیگي کہ اسکو فریقانہ جذبات و عصبیۃ کي طرف منسوب کیا جاے - لیکن الحمد للہ کہ مجھکو اپنے اُن صدھا برادران شیعہ کے جذبات و آراء صادقہ بھي معلوم ہیں جو میرے مسلک و اصول کے متعلق پوري بصیرۃ رکھتے ہیں ' اور امید واثق ہے کہ انکي اصلي حقیقت شناسي وقت کے صناعي و خارجي جذبات سے کبھي بھي مغلوب نہ ہوسکیگي :

فاماالـــذین في قلـــوبھم زیـــغ فیتبعون ما تشابہ منـــہ ابتغـــاء الفتنـــة (۳: ۱۸)	البتہ جن لوگوں کے دماغوں میں کجي اور راستي سے انحراف ہے' تو وہ کلام حق کي صاف صاف اور کھلي کھلي باتوں پر غـــور و تفکـــر نہیں کرینـــگے - بلکہ

صرف اُنھي چیزوں کے پیچھے لگے رہینگے جن میں انکو تشابہ اور ابہام نظر آئیگا تاکہ فتنہ و فساد پیدا کریں اور لوگونکو راہ حق سے بھٹکائیں -

(مسئلۂ اصـــلاح و تجدید امـــۃ)

سب سے پہلے میں یہ ظاہر کردینا چاہتا ہوں کہ مسئلۂ " اصلاح و تجدید امۃ " کے متعلق میرا ایک خاص مسلک ہے ' اور اس مسلک کي بنیاد محض بعض جزئیات عروج و تنزل کے مشاھدہ و تاثر پر نہیں ہے جیسا کہ گذشتہ پچاس سال کي تمام اصلاحي تحریکوں کا حال رہا ہے ' بلکہ اسکي بنیاد وہ کلیات و اصول عقائد ہیں جنکو اسلام کي تصریحات' کتاب و سنت کي محکمات ' عقل و براہین کي دلالت ' تاریخ و استقراء تاریخي کے نظر و اخذ ' اور تمام جزئیات ترقي و تنزل امم کے درس و فکر کے بعد میں نے قرار دیا ہے - اور اس بارے میں ایک پورا مـــرتب سلسلۂ عمـــل اپنے پیش نظـــر رکھتا ہوں -

منجملہ اُن عقائد و اصول کے جن پر میرا مسلک دعوۃ مبني ہے ' ایک سب سے بڑا اھم اصول وہ ہے جسکو میں " مسئلۂ تحزب و تمذھب " سے تعبیر کرتا ہوں ہیں' یعنے مسلمانوں کا توحید و تالیف کے بعد پھر متفرق ہو کر گروہ در گروہ ہو جانا اور ایک امۃ قیمہ کي جگہ مختلف ناموں اور مختلف مذھبوں میں بٹ جانا - میرا یہ عقیدہ ہے کہ مسلمانوں کے تمام ادبار و تنزل کي اصلي و حقیقي علت یہي

(۱) حضرۃ امیر علیہ السلام کے ایک خطبہ کے مشہور کلمات مقدسہ ہیں - فرمایا کہ " سواد اعظم کي معیت کو اپنے اوپر لازم کرو کہ اللہ کا ھاتھہ جماعت کے ساتھہ ہے - جماعت سے الگ نہو اور تفریق سے بچو' کیونکہ جو شخص اپني جماعت سے الـگ ہوگیا وہ شیطان کیلیے ہوگیا جس طرح بکري اپني ریوڑ سے الـگ ہوکر بھیڑیے کے لیے ہوجاتي ہے - آگاہ ہو کہ جو شخص تفریق کلمہ کي طـرف بلاے اور جماعت میں پھوٹ ڈالے اسے قتـل کر ڈالو' اگرچہ وہ وھي سر ہو جو میرے عمامے کے نیچے چھپا ہے - (یعني اگر میں خود تفرقہ و علحدگي کا باعث ہوں تو میں بھي اسي کا مستحق ہوں) " سواد اعظم " سے مقصود یہ نہیں ہے کہ صرف تعداد کے لحاظ سے کوئي بڑي جماعت جیسا کہ لوگ سمجھتے ہیں' بلکہ مقصود اسلام اور اسکي قومي جماعت ہے' اور وھي اعظـم ہے - ابن ماجہ کي حدیث کا بھي یہي مطلب ہے -

---

[بقیہ فکار و حوادث]

ہم نے ابھي کہا ہے کہ شیوۂ عشق و کمال شیفتگي یہ ہے کہ معشوق پر حکمراني نہ کیجیے' بلکہ اپنے عشق کو اسکے فرمـان حسن کا محکوم کردیجیے - فلسفۂ حسن و عشق کے سب سے بڑے حکیم عرفي شیرازي کا قول فیصل آپکو معلوم ہے :

قبول خاطر معشوق شرط دیدارست
بحکم شوق تماشا مکن کہ بے ادبیست

آپکو اگر دعوئے محبت ہے تو ہر اس شے کو پیار کیجیے جسپر پیار کي ایک غلط انداز نظر بھي اُس نے ڈالدي ہو - مذھب عشق کي منزل " تفویض " یہي ہے :-

چنانچہ الحمد للہ ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر مدعیان عشق و کمال عشق نے یہي شیوہ اختیار کیا ہے - از انجملہ مجمع عشاق علي گڈہ کثـــرھم اللہ تعالی) ہے - باوجودیکہ یہاں کا ہر مجنون و فـــرھاد مسئلۂ تعلیم و مرکز تعلیم کے بارے میں ایک لمحہ کیلیے بھي متحمل رقابت نہ تھا' لیکن جونہي نظر محبوب نے اپني محبوبیت کا اعـــلان کردیا' معاً سب نے ادعاء رقابت کي تلوار نیام میں رکھـــہ لي' اور اب فیصلۂ سرکار حسن کے آگے سب کي گـــردنیں خم ہیں :

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آے !
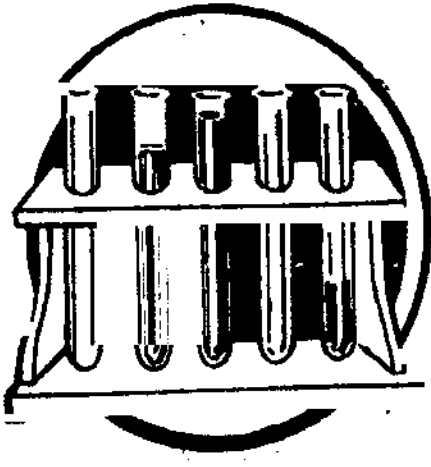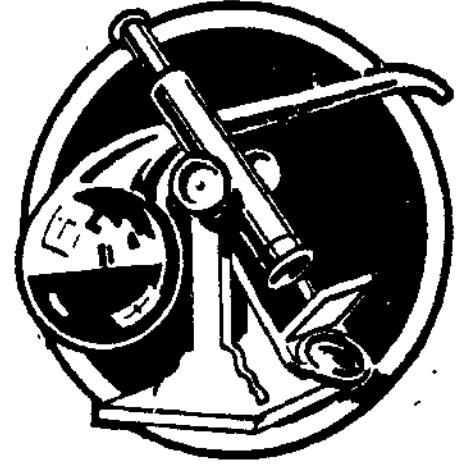
علم الانسان

ANTHROPOLOGY.

تلک اثارنا تدل علینا
فاسئلوا حالنا عن الاثار!

اگر هم انسان کو به حیثیت ایک نوع کے اپنے درس و مطالعہ کا موضوع قرار دیں' تو اسکے متعلق متعدد سوالات پیدا هونگے -

مثلاً یه که نوع انساني کیونکر عالم وجود میں آئي ؟ اسکي نوعي حیثیت دفعتاً پیدا هوگئي یا بتدریج پیدا هوئي ؟ وہ کب سے ہے ؟ اسکي ترکیب جسماني کیا ہے ؟ اسکي اور دیگر حیوانات کي ترکیب جسماني میں کیا فرق ہے ؟ موثرات خارجیه کا اس پر کیا اثر پڑا ہے ؟ مختلف اقوام میں باهمي علاقه کیا ہے ؟ مختلف اقوام عالم کسي ایک فرد انساني هي سے پیدا هوي هیں یا چند افراد سے ؟ زبان ' مذهب ' اخلاق ' عادات ' اور رسوم میں اختلاف کے اسباب کیا هیں ؟ یه مختلف شکلیں کن عام اصول کے ماتحت هیں ؟

ان سوالات کے جواب اگر علیحدہ علیحدہ دیے جائیں تو وہ مختلف اور مستقل علوم کے مباحث هونگے -

مثلاً انسان کي تدریجي یا مستقل آفرینش کا تعلق علم الحیات سے ہے - اسکي ترکیب جسماني کي بحث علم تشریح اور علم وظائف الاعضاء میں داخل ہے - انسان اور دیگر حیوانات کي جسماني ساخت میں وجوہ مشابهت و اختلاف کا علم تشریح اضافي کا موضوع ہے - و هلم جرا -

لیکن اگر ان تمام سوالات پر یکجائي نظر ڈالي جاے' اور کسي ایک سلسله کے ماتحت انکے جواب دیے جائیں تو یه مجموعي جوابات ایک کلي علم الانسان کا مایۂ خمیر هونگے -

پس درحقیقت علم الانسان (Anthropology) نوع انساني کي ایک تاریخ طبیعي ہے جس میں بحث کے تمام ممکن پہلوؤں پر نظر ڈالي جاتي ہے ' اور قانون ارتقاء (یعني کائنات کي رفته رفته بتدریج ترقي و تکمیل) کي روشني میں یه معلوم کرنے کي کوشش کي جاتي ہے که نوع انساني پر آغاز آفرینش سے لیکر اسوقت تک کیا کیا تغیرات گزرے هیں ؟

(نوع انساني کي قدامت)

نوع انساني کے متعلق اولین سوال یه پیدا هوتا ہے که اسکي آفرینش مستقل ہے یا تدریجي ؟ یعني اسکي موجودہ نوعي حیثیت اسکے عالم وجود میں آنے کے وقت سے ہے یا یه مختلف تغیرات تدریجي کا نتیجه ہے' جسے اصطلاح میں ارتقاء کہتے هیں ؟

لیکن هم اس سوال کو سردست قلم انداز کرتے هیں -

اسکے بعد دوسرا سوال یه پیدا هوتا ہے که نوع انساني اس کرۂ ارضي پر کب سے ہے ؟ بظاهر اس سوال کا جواب تاریخ دیسکتي ہے ' لیکن تاریخ کي طرف رجوع کرنے سے پہلے غور کرلینا چاهیے که تاریخ اپنا سرمایۂ اطلاع کن ماخذوں سے فراهم کرتي ہے ؟ تاریخ کے ماخذ حسب ذیل هیں :

(١) وہ کتابیں جو اقوام یا ممالک کے حالات میں لکھي گئي هیں -

(٢) قصے ' کہانیاں' قومي روایات ' اشعار وغیرہ -

(٣) آثار عتیقه جو حفریات (زمین کي کھدائي کے کاموں) کے سلسله میں دستیاب هوے هیں -

یه ظاهر ہے که پہلے دو ماخذ صرف ان حالات و تغیرات پر روشني ڈال سکتے هیں جو نوع انساني پر آخري چند هزار سال کے اندر گزرے هیں - کیونکه تصنیف و تالیف اور فسانه طرازي و شعر گوئي دراصل انسان کے ارتقاء مدني کا نتیجه ہے' اسلیے یه چیزیں بھي صرف اپنے عہد یا اپنے عہد سے کسیقدر پہلے کے حالات هي بیان کرسکتي هیں' مگر نوع انساني کي عمر کا بیشتر حصه جو اس زمانے سے پہلے گزرا ہے' هنوز تاریکي میں رهتا ہے -

انسان کے اس ماضي مجہول کو اصطلاح میں " عہد قبل التاریخ " کہتے هیں یعنے تاریخ کي تدوین و روایت سے پہلے کا زمانه - عہد قبل التاریخ کے حالات صرف آثار عتیقه هي سے معلوم هوسکتے هیں - آثار عتیقه سے جو نتائج نکلتے هیں ' گو وہ تخمیني هوتے هیں ' تاهم واقعیت سے خالي نہیں هوتے - اسلیے یقیني ذرائع کي عدم موجودگي میں ان تخمیني ذرائع سے ضرور کام لیا جاسکتا ہے -

اس تفصیل سے معلوم هوگیا هوگا که نوع انساني کے عہد قبل التاریخ کے حالات دراصل صرف آثار عتیقه هي اپني زبان خاموشي سے بیان کرسکتے هیں - نیز یه که تاریخ کے پاس اس سلسله میں جسقدر بھي سرمایۂ معلومات ہے' وہ سب کا سب علم الاثار هي کا نتیجه ہے -

(عہد قبل التاریخ)

نوع انساني کے عہد قبل التاریخ کي تاریخ ابھي بالکل نامکمل ہے - مدفون آثار کي تنقیب جسقدر وسعت و سرگرمي کے ساتھ کي جارهي ہے' اسیقدر عجیب و غریب انکشافات هوتے جاتے هیں - اسوقت تک جسقدر آثار دستیاب هوے هیں ' انکے لحاظ سے علماء آثار نے عہد قبل التاریخ کي تقسیم تین دوروں میں کي ہے :

(١) دور حجري - یعني وہ زمانه جبکه انسان اپنے آلات وغیرہ پتھر سے بناتا تھا - پتھر هي میں رهتا تھا اور پتھر هي سب سے بڑا اسکا آله تھا -

(٢) دور برنزي - یعني وہ زمانه جبکه انسان اپنے آلات وغیرہ ایک قسم کي مرکب دھات سے بنانے لگا جسے " برونز " کہتے هیں اور جو زیادہ تر تانبے اور جست کو ملاکر بناتے هیں -

ہیں : و اعتصموا بحبل اللہ جمیعا و لا تفرقوا ' و اذکروا نعمة اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم ' فاصبحتم بنعمتہ اخوانا - آگے چلکر فرمایا : و لا تکونوا کالذین تفرقوا و اختلفوا من بعد ماجاءهم البینات - اور اُن قوموں کي طرح نہ ہوجاؤ جو تم سے پہلے گذر چکي ہیں' اور جنکا حال یہ رہا ہے کہ خدا کي شریعت کے نزول کے بعد پھر متفرق ہوگئیں اور اتحاد کي جگہہ اختلاف کي راہ اختیار کي -

لیکن بد بختانہ مسلمانوں نے وہي کیا جس سے وہ روکے گئے تھے - خدا نے انکو دوسروں کیلیے تلوار دي تھي ' انہوں نے خود اپنوں پر چلائي - خدا نے انکو ایک بنایا تھا' وہ متعدد جماعتوں میں متفرق ہوگئے - خدا نے انکو ایک شریعت دي تھي' انہوں نے بہت سي شریعتیں بنالیں - خدا نے انکا ایک ہي نام "مسلم" رکھا تھا : ھو سماکم المسلمین من قبل و في ھذا (۲۲ : ۷۸) ان الدین عند اللہ الاسلام (۳ : ۱۷) یعنی دین الہي صرف اسلام ہے اور اللہ نے تمہارا نام ہمیشہ سے اور ہمیشہ کیلیے صرف مسلم رکھا ہے - مگر ان میں سے ہر جماعت نے اپنا الگ الگ نام رکھا ' اور اصلین کتاب و سنت سے اسقدر بعد و ہجر' اور "ما انزل اللہ بہا من سلطان" سے اسقدر شغف و وصل ہوگیا ' کہ اپنے ٹہرائے ہوے ناموں سے اپنے تئیں پکار کر ہر جماعت خوش ہوتي ہے' مگر خدا کے ٹہرائے ہوے نام میں اسکے لیے بڑا ہي دکھہ اور بڑي ہي ذلت ہے ' حتی کہ اگر اسطرف دعوة دي جاتي ہے تو اسے کفر و ضلالت سے منسوب کرتي ہے - ٹھیک ٹھیک یہودیوں کي حالت انہوں نے اپنے اوپر طاري کرلي کہ " فتقطعوا امرهم بینهم زبرا کل حزب بما لدیهم فرحون !

پس یہ اختلاف و شقاق ایک عذاب الہي ہے ' مسلمانوں کي سب سے بڑي معصیت ہے' سب سے بڑا طغیان ہے' سب سے بڑا عدوان ہے' ان تمام مصائب و خسران قومي کا مبدء حقیقي ہے - زمین کي سطح پر مسلمانوں نے اس سے بڑھکر اور کوئي گناہ نہیں کیا ' اور خدا نے جسقدر بھي اسوقت تک انکو سزائیں دي ہیں' وہ سب کي سب اسي بڑے جرم کي پاداش ہیں : ذالک بان اللہ لم یک مغیرا نعمة انعمها علی قوم حتی یغیروا ما بانفسهم و ان اللہ سمیع علیم (۸ : ۵۵)

اس اختلاف و تحزب کے علل و اسباب کیا کیا ہیں ؟ اسکا علاج حقیقي کیا ہے ؟ دائمي علاج اگر نہ ہوسکے تو عارضي علاج کي کیا صورت ہے ؟ جسقدر علاج ابتک کیے گئے کیوں کامیاب نہیں ہوے؟ ان پہلوؤں پر میں اس وقت نظر نہیں ڈالونگا ' کیونکہ مقصود صرف اپنے اصول دعوة و اصلاح کو واضح کرنا ہے' نہ کہ اصل مسئلہ پر نظر ڈالنا -

(عود الی المقصد)

سطور مندرجہ صدر سے یہ چیز تمہارے سامنے واضح ہوگئي ہوگي کہ مسئلہ اختلاف و تفریق کے متعلق میرا عقیدہ کیا ہے' اور کس نظر سے میں اسے دیکھتا ہوں؟ اسي عقیدہ کا نتیجہ ہے کہ ہمیشہ اتحاد کلمہ کي دعوة میرے تمام کار و بار دعوة کي اولین بنیاد و اساس رہي ہے' اور یہ کسي طرح بھي ممکن نہیں کہ اپني تحریر و تقریر کي کسي شاخ میں اس اصل مہم سے اعراض کرسکوں - ایک شخص فروعات عمل میں ٹھوکر کھا سکتا ہے' لیکن اپنے عقیدے اور اصل و قبلہ کو کبھي نہیں بھلا سکتا -

الحمد للہ کہ گذشتہ چار سال کي متصل تحریر و اشاعات کي زندگي میں میں نے کبھي اس اصل جلیل و عظیم سے سر مو انحراف نہیں کیا' اور میري اُن تمام تحریرات و مطبوعات میں جو ہر آٹھویں دن دنیا کے سامنے آشکارا ہوجاتي تھیں' ایک مضمون' ایک سطر' ایک لفظ ' نہیں دکھلایا جاسکتا جسمیں فریقانہ تعصبات اور فرقہ بندي کے ناپاک جذبات کا ایک شائبہ بھي پایا جاتا ہو و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء -

جو شخص اپنے عقائد محکمہ میں نفس اختلاف و شقاق ہي کو ایک ایسي ضلالت سمجھتا ہو جو کبھي اسلام کے ساتھہ جمع نہیں ہوسکتي' اور جو شخص اسلام کي حقیقت کو " وحدت " اور کفر مفہوم " تفرق " یقین کرتا ہو' کیونکر ممکن ہے کہ وہ خود تفریق و اختلاف کا موجب بنے ' اور جس آگ کو بجھانے کیلیے اٹھا ہے ' اسکو اور زیادہ بھڑکاے ؟

میں نے الحمد للہ کہ سني شیعہ کي تفریق سے فہم حقیقت کي ایک بالا تر جگہہ پائي ہے ' اور میں عزت پاکر پھر اسے نہیں کھو دونگا کہ فرو تر جگہہ اختیار کروں - راہ حقیقت طلبي میں میرا پہلا قدم وہي تھا جو ان تمام فریقانہ راہوں سے یک قلم الگ ہوکر ایک دوسري گم شدہ راہ کے سراغ میں اٹھا' اور اُس صراط مستقیم کو اپنے سامنے پایا جسکي نسبت اول دن ہي کہدیا گیا تھا کہ :

فاتبعوہ و لا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ - اسلام کي اس ایک ہي صراط مستقیم کو اختیار کرو - بہت سي راہوں پر نہ چلو -

میں نے ہمیشہ اتحاد کلمہ کي دعوة دي ' ہمیشہ اختلاف و انشقاق کي تمام صداؤں سے مخالفت کي ' ہمیشہ اُن لوگوں کو ملامت کي جو محض فریقانہ جذبات کي وجہ سے مسلمانوں کے حقوق پامال کرتے اور انکو اپني اسلامي اخوت کا کوئي حصہ دینا نہیں چاہتے ہیں - میں نے کبھي سنیوں کي کسي بات کو محض اسلیے اچھا نہیں کہا کہ وہ سني ہیں' اور شیعوں کي کس سچائي سے اسلیے انکار نہیں کیا کہ وہ شیعہ ہیں - حق و باطل کے مقام کي طہارت جماعت بندي کي گندگي سے آلودہ نہیں ہوسکتي ' اور یہ تفریقات اس شخص کے لیے کیا موثر ہوسکتي ہیں جو سرے سے اس تفریق کي زنجیر ہي کو توڑ چکا ہو ؟ میں نہیں جانتا کہ سنیت کیا چیز ہے اور شیعیت کسے کہتے ہیں ؟ میں اللہ پر ایمان رکھتا ہوں' اسکي کتاب میرے پاس ہے' میں نے اسکے رسول کو پہچانا ہے ' مجھکو عقل دي گئي ہے اور اشیاء کے حقائق ثابتہ کو تسلیم کرتا ہوں' پس جو چیز سفید ہے سفید ہے ' جو سیاہ ہے سیاہ ہے - کوئي سفید کپڑا اسلیے سیاہ نہیں ہوجا سکتا کہ اسکو فلاں فرقہ نے پہنا ' اور کوئي حق اسلیے باطل نہیں ہوجا سکتا کہ یہ فلاں انسان کي طرف منسوب ہے -

یہ ہیں میرے عقائد' یہ ہے میرا مسلک ' اور یہ ہے وہ بصیرة واسعہ جو کتاب و سنت نے مجھے عطا کي ہے - اسي بصیرة نے مجھکو ہمیشہ فریقانہ نزاعات سے الگ رکھا - اور وہي آج مجھکو مجبور کرتي ہے کہ اپنے ان عزیز و محترم بھائیوں کے آگے جنھوں نے اپني مصلحت پر غیروں کے مقاصد کو ترجیح دي ہے ' دشمنوں کي طرح نہیں بلکہ دوستوں کي طرح ' غیروں کي طرح نہیں بلکہ اپنوں کي طرح' بڑوں کے حکم و غرور کے ساتھہ نہیں بلکہ چھوٹوں کے عجز و نیاز کے ساتھہ ' مجوزہ شیعہ کالج کے طرز و اسلوب کار سے اپنا اختلاف پیش کروں : فستذکرون ما اقول لکم و افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد -

اطلاع

اگر الہلال کي پہلي شش ماہي جلد کسي صاحب کے پاس مکمل موجود ہو' اور وہ فروخت کرنا چاہیں تو دفتر کو اطلاع دیں -

تصویر نمبر (۲)

ان حالات کی مجموعی معلومات کی بناء پر علماء آثار اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس گڑھے کے بالائی پندرہ فیٹ مختلف تغیرات علم الارض کے بعد پیدا ہوئے ہیں - زیریں پندرہ فیٹ مختلف تغیرات و حوادث ارضی کا نتیجہ ہیں - یہاں کسی وقت انسانوں کی آبادی تھی' اور دور جلیدی میں کوئی عظیم الشان سیلاب بھی یہاں سے گذرا ہے -

(دنیا کے چند اور مشہور غار)

اس سلسلہ میں دنیا کے چند غاروں کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا' جو علم الارض اور علم الاثار کی مشترک علمی دلچسپیوں کے لحاظ سے مشہور ہیں -

ان غاروں میں سے سب سے زیادہ مشہور اور قدیم غار "گرگاس" ہے - یہ غار فرانس کے سلسلہ کوہ پیرن میں مقام ینثاں کے قریب واقع ہے - اس غار کے گرد و پیش جو آثار پائے جاتے ہیں' ان سے معلوم ہوتا ہے یہاں دور جلیدی میں سیلابوں اور طوفان کا سلسلہ جاری رہا ہے - اس غار میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے ایک بڑا ہال ملتا ہے - اس ہال کا طول ۵۰۰ فیٹ ہے - اسکی چھت اسقدر پست ہے کہ ایک آدمی کھڑا ہوکے اسے اپنے ہاتھ سے چھو سکتا ہے - دروازہ کے پاس چولہے' ہڈیاں' اسلحہ' اور راکھ کے ڈھیر ملتے ہیں - ان آثار سے ثابت ہوتا ہے کہ یہاں کے باشندے "اور نیک" نسل کے تھے - "اور نیک" فرانس کے ایک شہر کا نام ہے - یہ نسل اسی شہر کی طرف منسوب کی جاتی ہے اور وہ دور حجری میں آباد تھی - غار کے اندر داخلہ کے بعد سب سے پہلے اس کے دونوں جانب گول گول گڑھے ملتے ہیں - ان گڑھوں کے اوپر چونے وغیرہ کا ایک دبیز پلاسٹر ہے - اور پلاسٹر پر ہتیلیوں کے نشانات ابتک قائم ہیں -

یہ نشانات زیادہ تر بائیں ہاتھ کی ہتیلیوں کے ہیں - معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ ہم لوگوں کی طرح اکثر اپنے دہنے ہاتھ سے کام لیتے تھے' اور انہوں نے یہ نشانات اپنے بائیں ہاتھ کی ہتیلیاں رکھکے دہنے ہاتھ کی انگلیوں سے بنائے ہیں - انگلیوں کے درمیان جو جگہ خالی رہتی ہے' اسکو سیاہ مٹی سے رنگدیا ہے - اکثر ہتیلیوں کے نشانوں میں صرف چار انگلیوں کے نشان ہیں - گو یہ بالکل ممکن ہے کہ انہوں نے ان نشانات کے بنانے میں عمداً ایک انگلی کا نشان نہ بنایا ہو' مگر بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی مذہبی خیال کی بناء پر اپنی ایک انگلی کاٹ ڈالا کرتے تھے - چنانچہ آسٹریلیا کے اصلی باشندوں میں بعض قبائل عبادت و ثواب کے خیال سے اسوقت تک اپنی ایک انگلی کاٹ ڈالا کرتے ہیں -

دیواروں پر ان جانوروں کی تصویریں بنی ہوئی ہیں جو اس غار کے باشندے اپنے لیے شکار کرکے لایا کرتے تھے - ان تصاویر میں اس عہد کی نو آموزی و سادگی کے آثار پوری طرح نمایاں ہیں - مثلاً منجملہ دیگر تصاویر کے ایک تصویر بھینس کی ہے - اس قدیم مصور نے سینگ اس طرح بنائے ہیں گویا وہ اس بھینس کو سامنے سے کھڑا دیکھرہا ہے - لیکن پیر اس طرح بنائے ہیں گویا دہنے یا بائیں طرف کھڑے ہوکر اسکی تصویر کھینچی گئی ہے - اسکے علاوہ پیروں کی شکل میں بھی فرق ہے - معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس جانور کے پیروں کی تصویر ہے جس کا تصور اس نے اپنے ذہن میں قائم کیا ہے' نہ کہ اس جانور کے پیروں کی جسے وہ شکار کرکے لایا کرتا ہے - (دیکھو تصویر نمبر ۱)

اس سلسلہ کوہ پیرن میں ایک اور غار ہے جو غارینو کے نام سے مشہور ہے - یہ غار پہلے غار کے مشرق میں واقع ہے - اس غار کا طول قریباً ڈیڑھ میل ہے - اس کا ابتدائی نصف حصہ پتھروں سے پٹا ہوا ہے - اسکے بعد دوسرے نصف حصہ میں ایک وسیع مکان ملتا ہے - مکان میں جو نقوش و آثار ہیں' انکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ غار کے باشندے اسے ہال کے طور پر استعمال کیا کرتے تھے - اسکی دیواروں پر مختلف جانوروں کی ۵۰ تصاویر موجود ہیں - یہ تمام تصاویر اپنی صنعت کے لحاظ سے پہلے غار کی تصاویر سے بہتر ہیں' مثلاً ان تصاویر میں ایک تصویر گھوڑے کی ہے - مصور نے اس تصویر میں صرف بدن کے بنانے ہی پر اکتفاء نہیں کی ہے بلکہ گھوڑے کی ایال اور دم کو بھی نمایاں کرنے کی کوشش کی ہے' اور اس میں ایک حد تک کامیاب معلوم ہوتا ہے - چہرہ' ناک' آنکھ' اور دہانہ کا محض سرسری خاکہ ہی نہیں بلکہ ایک خوبصورت گھوڑے کے چہرے کی مکمل تصویر ہے - (دیکھو تصویر نمبر ۲)

اس غار میں صرف مرئی اشیاء ہی کی تصویریں نہیں ہیں بلکہ کچھ معنی خیز نقوش اور بعض خیالی شکلیں بھی نظر آتی ہیں - غرض اس غار کے تمام نقش و نگار کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غار کے باشندے اس دور میں تھے جب انسان فن تصویر و رسم میں ایک حد تک ترقی کرچکا تھا -

موجودہ صدی کے آغاز میں علماء یورپ کی کوشش سے ایشیاء اور افریقہ میں جو تنقیبات ہوئی ہیں ان سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ اس قسم کا علمی خزانہ صرف یورپ کی سرزمین ہی میں نہیں ہے بلکہ ایشیا اور افریقہ کی زمینوں میں وہ آثار مدفون ہیں جو اگر آج پوری طرح منظر عام پر آجائیں تو علم الارض اور علم الاثار میں ایک عظیم الشان اضافہ ہوجائے - لیکن یہ داستان بہت طویل اور ایک مستقل صحبت کی طالب ہے -

غار "ینو" کی ایک دیوار کا نقش - یہ گائے کی تصویر ہے جسکو مصور کامیابی کے ساتھ نہیں بنا سکا -

تصویر نمبر (۱)

(۳) دور حدیدي - یعني وہ زمانہ جبکہ انسان نے اپنے آلات وغیرہ لوھے سے بنانا شروع کیے -

ان مختلف دوروں کے زمانہ کا قطعي تعین نہ صرف مشکل ھي ھے بلکہ قریباً نا ممکن ھے - علماء حیات اور علماء آثار عتیقہ صرف اسقدر کہنے پر اکتفا کرتے ھیں کہ آثار و علائم سے ثابت ھوتا ھے کہ انسان کرہ ارضي پر کروروں سال سے آباد ھے -

لیکن سر راے لنکسٹر نے (جو علم الانسان کا ایک مشہور محقق ھے) اس موضوع پر اخبار ڈیلي ٹیلیگراف میں چند مضامین شائع کیے تھے ' جس میں یہ خیال ظاھر کیا ھے کہ انسان اس کرہ میں) پر اقلاً ۱۰ - لاکھہ سال سے آباد ھے -

(آثار عتیقہ کے اقسام ثلاثہ)

جن آثار عتیقہ سے انسان کے عہد قبل التاریخ کے حالات مستنبط کیے جاتے ھیں ' وہ تین قسم کے ھیں :

(۱) حیوانات کي ھڈیاں -

(۲) خود انسان کي ھڈیاں -

(۳) آلات اسلحہ ' اثاث البیت ' نقوش وغیرہ -

ذیل میں ھم چند واقعات قلمبند کرتے ھیں ' جن سے یہ اندازہ ھوجائیگا کہ علماء فن ان آثار سے کیونکر نتائج اخذ کرتے ھیں ؟ اور زمین کے اندر کي چند ھڈیاں ' چند شکستہ پتھر ' چند مجہول و ناقابل فہم لکیریں ' کیونکر دنیا کي قدیمي تاریخ کو روشني میں لاتي ھیں ؟

(عہد اثري کي ایک غار)

یورپ کي ایک مشہور غار میں ایک اثري (عالم آثار عتیقہ کي زیر نگراني کھدائي کا کام شروع ھوا - ۲۰ - فٹ گہرا کھودنے کے بعد ایک چولھا ملا - اس چولھے کي کل کائنات پتھر کے چند ٹکڑے تھے جنکو کھڑا کرکے چولھا بنا لیا گیا تھا - اسکے قریب ھي ھڈیوں کا ایک ڈھیر تھا - یہ ھڈیاں اسقدر بوسیدہ ھوگئي تھیں کہ ایک غیر ماھر فن اثریات انکے متعلق کوئي راے قائم نہیں کرسکتا تھا - بوسیدہ ھڈیاں بحفاظت تمام ایک ماھر فن کے ملاحظہ کے لیے بھیجدي گئیں - اس نے مطالعہ و درس کے بعد یہ راے ظاھر کي کہ اس ڈھیر میں مختلف حیوانات کي ھڈیاں شامل ھیں - بعض ھڈیاں دریائي گھوڑے کي ھیں ' بعض اس خاص نسل کے گھوڑے کي ھیں جو چین کے ریگستانوں میں بکثرت ھوتا ھے ' کچھہ خشکي کے گھوڑے کي ھڈیاں ھیں ' انکے علاوہ بیل اور ھرن کي چند ھڈیاں بھي اس میں شامل ھیں -

اس ڈھیر میں ان حیواني ھڈیوں کے علاوہ انسان کے بھي ۱۳ دانت اور داڑھیں موجود تھیں جو تحقیقات سے نہایت مضبوط ثابت ھوئیں - یہ دیکھکر اس ماھر فن نے یہ راے قائم کي کہ جس شخص کے دانت ھیں ' اسکي عمر مرتے وقت زائد سے زائد ۳۰ سال کي ھوگي - ان واقعات سے آخري نتیجہ یہ نکالا گیا کہ اس غار میں کبھي گوشت خور انسان آگئے تھے اور بسے تھے - انکي حجري صناعت میں سے چولھا ' اور انکے وجود میں سے دانت اور داڑھیں ' آنے والي نسلوں سے اپنا سلسلہ قائم کرنے کیلیے باقي رھگئي ھیں !

یہ دانت جب ایک دوسرے ماھر فن کو دکھاے گئے تو اس نے بعض نتائج کا مزید اضافہ کیا - اس نے کہا کہ دانتوں کي قطع سے معلوم ھوتا ھے کہ جس جبڑے میں یہ لگے ھونگے ' اسکي ھڈي بہت بڑي ھوگي ' اور اسي تناسب سے وہ کھوپڑي بھي موجودہ انسانوں کي کھوپڑي سے بہت زیادہ بڑي ھوگي جس سے یہ جبڑے وابستہ تھے -

(ایک دوسري اھم غار)

اسي طرح ایک باغ میں سلسلہ تنقیب جاري تھا - مزدور ۳۰ فٹ تک کھودتے ھوے چلے گئے - دیکھا گیا تو ۱۵ فٹ تک زمین کي ویسي ھي حالت ھے جیسي عام طور پر ھوتي ھے ' لیکن اسکے بعد ۳ فٹ گہري ایک تہ ملي جس میں کائي اور درختوں کي جڑیں موجود تھیں -

ان آثار سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ ۱۰ فیٹ کي بالائي زمین کي تخلیق سے پہلے یہاں کوئي جنگل موجود تھا -

اسکے بعد دو یا تین فیٹ کي ایک اور تہ ملي - اس تہ میں گھونگے ' سیپ ' وغیرہ ملے - ان آثار سے علماء نے یہ راے قائم کي کہ یہاں کسي زمانہ میں طوفان آیا تھا -

اسکے بعد ایک نئي تہ شروع ھوئي - اسکا حجم ۵ فیٹ سے ۷ فیٹ تک تھا - اس تہ میں بڑے بڑے درختوں کي جڑیں ملیں ' ان جڑوں کو دیکھکر یہ راے قائم کي گئي کہ یہاں کی زمین نہایت سر سبز و بار آور ھوگي - اس تہ میں جڑوں کے علاوہ پتھر کے چند اسلحہ اور مٹي کے برتنوں کے چند ٹکڑے بھي ملے - اس سے علماء آثار اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہاں کبھي دور حجري کے لوگ آباد تھے -

اسکے بعد کي تہ کا حجم ۶ اور ۸ فیٹ کے درمیان تھا - اس تہ میں خاص قسم کے ہتھوروں کے ٹکڑے ملے جن سے ان خوفناک طوفانوں کا سراغ ملتا ھے جو دور جلیدي میں اس کرہ ارضي پر اکثر آیا کرتے تھے - سب سے آخري تہ کا حجم ۳ یا ۴ فیٹ تھا ' اسکے بعد صرف پتھر کي چٹانیں تھیں -

انسان کے ابتدائي عہد کا ایک صناعي عمل

یہ سب سے زیادہ پرانا اثري نقش ھے جو ایک پتھر پر بنایا گیا تھا اور اب نصف ٹوٹ گیا ھے - کسي جانور کے لنبے لنبے پچھلے دو پانؤں نظر آتے ھیں اور اسکے سامنے ایک آدمي لیٹا ھے -

الامر بالمعروف والنهی عن المنکر

تاریخ عهد عباسیه کا ایک صفحه

مسئله خلق قرآن اور مناظرۂ دربار مامون الرشید.

علماء سلف کي حریة حقه اور دعوة الی الحق کا ایک نظاره

(۳)

(شیخ عبد العزیز کي بقیه تقریر)

جوں جوں وقت گذرتا جاتا تھا ' شیخ کا جوش و خروش بڑھتا جاتا تھا - سارے دربار پر ایک بیخودانه هیبت طاري تھي - برچھوں کي قطاریں جسکے ڈرانے کیلیے نکالي گئي تھیں ' امراؤ رؤسا کا پر عظمت جلوس جسکي زبان کو گونگا اور عقل کو معطل کردینا چاهتا تھا ' خدام و حجاب کي برهنه تلواریں جسکو سزا دینے اور ایک ادنی اشارہ شاهي پر قتل کردینے کیلیے چمک رهي تھیں ' اور جو ایک فقیر الحال اجنبي اور بیکس مجرم کی طرح بغداد کي کوتوالي میں کھڑا کیا گیا تھا ' حق کي شہنشاهي کو دیکھو که وهي شخص آج مامون اعظم کے دربار میں اسطرح پادشاهوں کي طرح غضبناک هورها اور شہنشاهوں کي طرح حکمراني کر رها هے ' گویا بغداد کے تخت پر مامون کي جگهه اسکو بٹھا دیا گیا هے ' اور ایوان دربار کے اندر اور باهر جو کچھه هے ' وہ مامون الرشید اعظم کیلیے نہیں هے بلکه عبد العزیز بن یحیی الکناني کیلیے هے !

اور پھر دیکھو که ان چند لمحوں کے اندر کوئي چیز بھي نہیں بدلي - وهي مامون هے ' وهي اسکا تاج و تخت هے ' وهي اسکے ارکان و وزرا هیں ' وهي فوجیں هیں ' وهي انکي بے نیام تلواریں هیں ' وهي مجلس مناظرہ هے ' اور وهي عبدالعزیز کا جسم حقیر و وجود تنہا ' لیکن صرف ایک چیز بدل گئي - یعني عبدالعزیز کا دل اور اسکي ایمان و حق پرستي کي روح الهي - اس ایک حقیقت کے بدلنے کے ساتهه هي تمام کائنات جسم و طاقت میں بھي انقلاب عظیم هو گیا - جو انسان قهر کیلیے تھے ' خود مقهور هو گئے - جو زبانیں حکم کیلیے تھیں ' خود محکوم هو گئیں - جو هاتهه عتاب کیلیے تھے ' خود معتوب هو گئے - جو آنکھیں سحر و ساحري کیلیے تھیں ' خود مسحور هو گئیں ' اور جو عظمتیں کسي سے سجده خواہ تھیں ' اب خود هي کسي عظمت اعلی و رفعت کبری کے آگے سر بسجود هو گئیں ! من له المولی فله الکل !

شیخ نے تقریر جاري رکھي اور خلافة اسلامي اور اسکے فرائض کي طرف متوجه هوے ' اور بکثرت قران حکیم کي آیات اور احادیث کي تصریحات بیان کرکے دکھلایا که مسلمانوں کے امیر کو کیسا هونا چاهیے ' اور خلفاے عباسیه علی الخصوص مامون الرشید کے اعمال کیسے هیں ؟ پھر انھوں نے خلفاء راشدین اور عامۂ صحابه کے اتباع کتاب و سنت اور اجتناب بدعات و محدثات کا حال بیان کیا ' اور اپنے شیوخ حدیث کے سلسلے سے چند حدیثیں روایت کیں ' جن میں خلافة راشده کے بعد فتنه و فساد کے پیدا هونے کی خبر دیگئي تھي ' اور بتلایا گیا تھا که نئے نئے اعتقاد مسلمانوں کے سامنے لاے جائینگے اور انکو کتاب و سنت کي راہ سے منحرف کرنے کي کوشش هوگي -

شیخ نے اپنے جن شیوخ سے روایتیں کیں ' ان میں عبد الله ابن نمیر الهمداني بھي هیں جو محمد بن عبد الله ابن نمیر الهمداني استاذ امام بخاري کے والد هیں ' نیز عبد الرزاق الصغاني هیں جو حضرة امام احمد ابن حنبل کے مشهور شیوخ میں سے هیں -

شیخ نے رساله میں اپني پوري تقریر نقل کي هے جو چار صفحوں میں آئي هے - رساله کي جو نقل اس وقت پیش نظر هے ' وہ فلسکیپ کاغذ کي تقطیع پر لکھا گیا هے ' اور هر سطر میں ۲۵ سطریں هیں - لیکن بخوف طوالت بقیه تقریر کو هم نظر انداز کردیتے هیں - تقریر کا خاتمه ان الفاظ پر هوا :

" اے امیر المومنین ! خدا تعالی نے هم سے اپنے کلام کي نسبت صرف یهي اقرار چاها هے که وہ الله کا اُتارا هوا کلام هے جسکو روح الامین نے قلب محمد صلی الله علیه وسلم پر اُتارا اور اُسکي زبان عربي هے جیسا که فرمایا : وانه لتنزیل رب العالمین ' نزل به الروح الامین علی قلبک لتکون من المنذرین بلسان عربي مبین - اُس نے کہیں بھي هم سے اسکا اقرار نہیں کرایا هے که تم قرآن کو مخلوق کهو اور نه رسول الله صلی الله علیه وسلم نے کبھي اس چیز کو مسلمانوں کے آگے پیش کیا - جب کبھي کوئي کافر مسلمان هوتا تھا تو آپ اس سے الله کي وحدانیت کا اقرار لیتے ' اپني رسالت پر گواهي دلاتے ' اور ارکان اربعه کي طرف دعوة دیتے ' لیکن یه نه کهتے که قرآن کو مخلوق تسلیم کرو - پھر تمام اصحاب رسول الله کا بھي یهي حال رها ' اور باوجودیکه ان میں سے بعض ان بدعتوں اور فتنوں کے آغاز تک موجود تھے ' اُنھوں نے کبھي بھي اُس حد سے باهر قدم نہیں نکالا جو قرآن و سنت نے قرار دیدي هے - پس اے امیر المومنین ! تجھکو کیا هوگیا هے که اُمة مرحومه کیلیے رحمت هونے کي جگه عذاب بننا چاهتا هے ؟ اور جب تک کوئي مومن قرآن کے مخلوق هونے کا اقرار نه کرے ' تیري تلوار سے نجات نہیں پاسکتا ؟ والله که یه بدعتوں اور فتنوں کا وهي سیلاب هے جسکے آمد نے کي همکو خبر دي گئي تھي ' اور جس سے اصحاب رسول الله نے همیشه بیزاري کي تھي - گمراهوں اور بدعتیوں کا یه تمام گروہ جو تیرے گرد جمع هوگیا هے اور تجھکو صراط مستقیم سے بھٹکا رها هے ' کیا تیري نظر میں انکي دلیلوں کي اس سے زیاده وقعت هے جو رسول الله اور اُنکے اصحاب کو خدا نے دي هے ؟ اگر توحید اور عدل یهي هے ' اور خدا کي تمام صفتوں سے انکار کیے بغیر کوئي مومن مومن نہیں هوسکتا ' تو کیا وہ سب کے سب مومن نه تھے جو اگر مومن نه تھے تو خود همارا ایمان بھي باقي نہیں رهتا ؟ "

بريد فرنگ

ايـک نئی زميـن کا اکـتشـاف

دائـرۂ قطب شمـالي

توپوں کي صداؤں' فضائي قنابل کي آتش افشانيوں' جہازوں کے تصادم' اور قتل و غارت کے ہنگامۂ دار و گير ميں يورپ سے ايک نئي صداے علمي و اکتشاف ارضي کا بھي غلغله بلند ہوا ہے' اور انگلستان کي پچھلي ڈاک اسکي تفصيلات سے لبريز ہے -

ناروے کا ايک نو عمر سياح جارج استيفنسن سنه ۱۹۱۳ کے اوائل ميں قطب شمالي کي سياحت کيليے طيار ہوا تھا' اور کنيڈا کي قومي انجمن جغرافيه اور امريکه کي مجلس تاريخ طبيعي نے اسکے تمام مخارج سفر اپنے ذمے ليليے تھے - استيفنسن کي يه مہم سياحت اس سلسلۂ تحقيقات کي تيسري مہم تھي' جس ميں سے پہلي سنه ۱۹۰۶ع ميں مرتب ہوئي تھي' اور دوسري سنه ۱۹۰۸ ميں -

استيفنسن نے " کارلوک " نامي ايک جہاز کا انتظام کيا' دو چھوٹي کشتياں ساتھه ليں' تين سال کي تمام ضروريات زندگي فراہم کيں' مختلف علوم و فنون کے ماہرين کي ايک مختصر جماعت کو معيت کيليے منتخب کيا' اور جون سنه ۱۹۱۳ع ميں جزيرۂ وکٹوريا کے جنوبي ساحل سے روانه ہوگيا -

اُن تمام سياحتوں کيليے جنکي منزل مقصود قطب شمالي ہو' سب سے پہلي منزل بحر بوفور (Beaufort) ہے - ليکن قبل اسکے که جہاز وہاں تک پہنچے' موسم نے نامساعدت کي' اور جاڑے کي فصل شروع ہوگئي - اب سب سے بڑي مصيبت ايک خاص طرح کي شمالي کہر تھي جس سے سال ميں آٹھه مہينے سطح سمندر بالکل مستور رہتي ہے - مجبور ہوکر استيفنسن مع اپني جماعت کے ايک جزيرہ ميں اُتر گيا اور موسم کا انتظار کرنے لگا - جہاز ساحل سمندر ميں چار مہينے تک کھڑا رہا' ليکن جولائي سنه ۱۹۱۴ع ميں غرق ہوگيا -

يه حال ديکھکر استيفنسن کي جماعت ميں سخت اختلاف پڑگيا - اکثر ساتھيوں نے ہمت ہاردي اور واپسي کا اراده کرديا - ليکن استيفنسن اپنے عزم پر برابر قائم رہا اور مصائب سفر کي خبر کنيڈا کو اطلاع دي - کنيڈا نے ايک دوسرا جہاز روانه کيا جو جزيرہ ہرشل (Herschel) ميں استفينسن سے ملاقي ہوا' اور وہ پھر از سرنو اپني جد و جہد سياحت ميں مشغول ہوگيا -

ليکن اب استفينسن نے اپني تحقيقات کے مقصد ميں کسي قدر تبديلي کردي - جزائر بحر بوفور کے قيام کے اثناء ميں اسے خيال ہوا که سب سے پہلے شمالي الاسکا (Alaska) کي تحقيقات کرے' جسکے متعلق بعض سياحوں نے بيان کيا ہے که اوقيانوس منجمد شمالي کے وسط ميں ايک عمده زمين واقع ہے اور وہ آباد کي جاسکتي ہے -

۲۷ - اپريل کو استفينسن عرض شمالي کے ۷۳ درجه اور طول غربي کے ۲۴۰ درجه تک پہنچ گيا - يہاں اسپر بڑے بڑے مصائب آئے - دو کے سوا تمام ساتھيوں نے رفاقت چھوڑ دي' اور ۱۳ رفيق نذر اجل ہوگئے - تاہم اس نے ہمت نه ہاري اور سفر جاري رکھا - مگر ۷۴ درجه تک پہنچکر زاد راه نے بھي پيام اختتام سنايا - يه مصيبت لا علاج تھي - مجبوراً بنکس (Banks) ميں اتر پڑا جو ۳۰ ميل راس پرنس البرٹ سے مغرب ميں واقع ہے (قطب شمالي کو نقشه ميں نکالکر ايک نظر ڈال ليجيے)

فروري سنه ۱۹۱۵ع ميں شمال کي طرف مزيد سياحت شروع کي' اور بالآخر ۱۹ جون کي صبح کو اسکي منتظر آنکھوں کا ايک جديد سرزمين کے منظر بري نے استقبال کيا' جسکي تلاش ميں برف و سرما کي تين مہلک فصليں اسنے برداشت کي تھيں !

يه نئي مکتشفه زمين نقشه ميں عرض شمالي کے درجه ۷۸' اور طول غربي کے ۱۱۷ درجه ميں واقع ہے' اور اسکا داخلي طول ۰۰ ميل تک اندازہ کيا گيا ہے -

استيفنسن تکميل تحقيقات کے بعد واپس روانه ہوا - نقطه مارٹن (Marttin Pt.) تک تو اسکے ورود کي دنيا کو خبر ملي' ليکن اسکے بعد تمام گذشته سال انتظار و تجسس ميں بسر ہوگيا اور کوئی مزيد اطلاع نہيں ملي - يہانتک که عام طور پر اسکي ہلاکت کا يقين کر ليا گيا - ليکن گذشته نومبر ميں يکايک ايک پيغامبر کنيڈا ميں پہنچا' اور اس سے معلوم ہوا که استيفنسن راس کليٹ (C. Kellett) ميں بخيريت موجود ہے' اور بعض ديگر علمی تحقيقات ميں مشغول ہے -

اس جديد ارضي اکتشاف نے علماء فن کے آگے ايک مبحث کھولديا ہے - ارض جديد کي جيولوجي' نباتاتي' حيواني اور مقناطيسي حالات و موثرات کے متعلق عرصه تک بحث و نظر کا سلسله جاري رہيگا - بشرطيکه يورپ کے موجوده تمدن کي اتني عمر اور بڑھجاے' که وہ کرۂ ارضي کي اس نئي متاع يغما سے متمتع ہوسکے -

زمين کا جسقدر بحري و بري حصه يورپ کے تصرف ميں قدرت نے ديديا تھا' کيا اسکو امن اور راحت دينے کے کام سے فارغ ہوگيا ہے که اب اسکے چھپے ہوے چند ٹکڑوں پر بھي متصرف ہونا اور انکي خبروں سے فتح مندانه مسرت حاصل کرنا چاہتا ہے ؟

الحجة لك عليهم و الحق معك ' اتبعناك ' و ان تكن الحجة لهم عليك ' عاقبناک -

کوئي فريق نه بنو) پس مناظره کر - اگر تيري حجة تيرے مخالفين پر واضح هوگئي اور حق تيرے ساتهه ثابت هوا تو هم تيري پيروي کرينگے ' اور اگر تو حجة نه لسکا اور حق نے تيرے مخالفين کا ساتهه ديا ' تو پهر تيرے ليے اسکي سزا هے "

(آغـاز منـاظره)

شيخ نے مناظره کيليے پوري آمادگي ظاهر کي ' اور مامون نے بشر مريسي رئيس معتزلۂ عهد کو حکم ديا که مناظره شروع کرو -

بشر اپني جگه سے اٹهکر مامون کي نشست کے قريب آيا ' اسکي تمام جماعـت اسکے ساتهه تهي - مامون نے خود هي فيصله کرديا تها که دليل بشر پيـش کريگا اور شيخ جواب ديگا - خارج از موضوع کوئي بات نهيں کي جائيگي - دلائل کا تمام دار و مدار صرف قران کي اندروني شهادت پر هوگا ' اور هر فريق پورے ضبط و سکون اور کشاده دلي کے ساتهه مخالف کي تقرير سنيگا - مامون نے دونوں فريق کو مخاطـب کرکے اس بارے ميں جو تقرير کي ' وه نهايـت وقيع هے ' اور گويا اداب مناظره پر ايک بهترين درس هے - جس قدر حصه شيخ نے اپني رساله ميں نقل کيا هے ' هم کسي دوسري صحبت ميں اسکا ترجمه کرينگے -

اب مناظره شروع هوا - بشر يکے بعد ديگرے قران کريم کي آيات پيش کرتا ' اور شيخ اسکا جواب ديتے - پهر رد و جواب الجواب کا سلسله جاري هوتا - شيخ نے حرف بحرف تمام مناظره نقل کيا هے اور پورے شرح و بسط اور انصاف و عدالة کے ساتهه مخالف کي تمام دليلوں اور تقريروں کو بهي قلمبند کيا هے -

افسوس که هم اس منـاظره کو نقـل نهيں کرسکتے ' کيونکه بهت طول طويل هے اور رساله کے اوراق کا بڑا حصه اسي پر مشتمل هے - نيز زياده تر خالص علمي دلائل و مباحث سے تعلق رکهتا هے جسکے مطالعه ميں عام قارئين البلاغ کيليے کوئي دلچسپي نه هوگي - عموماً جو دلائل کتب کلام و عقائد و اختلاف ميں مسئلۂ قدم و خلق قرآن کے متعلق نظر آتے هيں ' وهي فريقين کي طرف سے پيش هوے ' اور هماري موجوده صحبت کا موضوع مسئلۂ خلق قرآن نهيں بلکه علماء سلف کے امر بالمعروف و نهي عن المنـکر کا ايک نظاره دکهلانا هے -

بشر مريسي کے طرف سے جسقدر آيتيں قرآن حکيم کي پيش کي جاتي تهيں ' اسکے جواب ميں خود قرآن هي سے عبد العزيز استشهاد لاتے اور ثابت کرديتے که ان آيات کو خلق قرآن سے کوئي تعلق نهيں -

اسي سلسله ميں حروف و اصوات کي بحث نکل آئي - جهم بن صفوان نے اگرچه نفي صفات کي بنا پر خلق قران کا دعوی کيا تها ' ليکن بشر مريسي کا اعتقاد اشاعره کے اعتقاد سے اقرب تها - وه زياده تر حروف و اصوات عربيه کے حدوث و خلق پر زور ديتا ' اور "کلام الله" اور "قران عربي" ميں تفريق کرکے اُس قران کے خلق و حدوث کو قطعي قرار ديتا ' جو عربي زبان ميں هم پڑهتے اور لکهـتے هيں - ليکن شيخ عبد العزيز نے ثابت کيا که جو قرآن اُتارا گيا - وه عربي ميں تها ' جيساکه جا بجا فرمايا : انا انزلناه قرانا عربيا - يا کها : بلسـان عربي مبين - پس وه چيز جو عربي زبان ميں اُتري تهي اگر عربي تهي ' تو قطعاً عربي کے حروف و اصوات هي ميں تهي ' اُنسے مجرد نهيں هوسکتي ' اور وهي کلام الله هے - پس کلام الله عربي ميں اُترا ' اُسي کو رسول نے تلاوت کيا ' اور وهي هماري زبانوں سے بهي نکلتا هے - کوئي دوسري چيز نهيں هے -

(فتح و شکست کا آخري ميدان)

" سلسلۂ بحث بڑهتا جاتا تها ' اور مامون کا يه حال تها که کبهي شيخ کے حسن جواب کي داد ديتا ' اور کبهي بشر کے استدلال و استشهاد سے خوش هوتا که يکايک بشر نے کها :

" ميں اپنے اور تمام دلائل و براهين کو خود هي چهوڑ ديتا هوں کيونکه اسطرح رد و کد ميں کوئي نتيجه نهيں نکلے گا - اب صرف ايک سوال کرتا هوں ' اسکا جواب دو - تمام بحث کا ابهي خاتمه هوجائيگا اور حق کے اعتراف کے بغير تم کوئي راه نجات اپنے سامنے نه پاؤگے "

يه کهکر اس نے سوال کيا :

" قران نے صدها مقام پر الله کو خالق کل شي کها هے يا نهيں يعني خدا هر چيز کا خالق هے ؟ "

شيخ نے کها : " هاں وهي هر شے کا خالق هے "

بشر نے کها : " قران بهي "شے" هے يا نهيں ؟ "

شيخ نے کها : " پہلے "شے" کي حقيقت سن لو پهر جواب مانگو "

بشر زياده تيز هوکر بولا : " ميں اور کچهه سننا نهيں چاهتا ' پہلے ميرے سوال کا جواب دو - قران بهي " اشياء " ميں داخل هے يا نهيں ؟ "

شيخ نے پهر کها : " تمهارا طرز سوال هي غلط هے - اسميں دهوکا هے - تم کو چاهيے که صبر و ضبط کے ساتهه پہلے ميري تقرير سن لو "

بشر نے کها : " تقريريں بهت هوچکيں ' اميـر المومنين کو نتيجۂ مناظره کا انـتظار هے - اب اور کسي تقرير کي ضـرورت نهيں - تم ميرے سوال کا جواب دو "

شيخ نے پهر جواب سے اعراض کيا - اسپر بشر نے مامون سے کها : " يا امير المومنين ! حاکم کا فرض عدل و انصاف هے - آپ حکم هيں - اگر عبد العزيز حجة رکهتا هے تو سوال کا جواب کيوں نهيں ديتا ؟ "

يه حالت ديکهکر محمد بن جهم معتزلي نے پکارا : " ظهر امر الله و هم کارهون ! " بشر کے گروه ميں سے ايک اور شخص اٹهکر کهڑا هوگيا اور چيخ کر کها : " يا امير المومنين ! جاء الحق و زهق الباطل - ان الباطل کان زهوقا " شيخ عبد العزيز لکهتے هيں که خود بشر بهي اپنا جوش و تعصب نه روک سکا اور بار بار کهنے لگا : " و لکن قعد حمار الشيخ على القنطره " يعني بالاخر شيخ کا گدها پل ديکهکر بيٹهه گيا ' اور آگے نه بڑهسکا !

شيخ کا اعراض ديکهکر مجلس کو يقين هوگيا که شيخ کے پاس اس دليل کا کوئي جواب نهيں اور اس نے تلوار رکهدي - اگر وه تسليم کرتا هے که قران بهي شے هے اور اشياء ميں داخل ' تو لازمي طور پر ماننا پڑتا هے که الله هر شے کا خالق هے اور هر شے مخلوق هے - پس قران بهي مخلوق هے - اگر نهيں مانتا تو عقل و بداهت سے انکار کرتا هے کيونکه يه ظاهر هے که قران بهي اشياء ميں داخل هے - يه کسي طرح نهيں کهه سکتے که وه شے نهيں - اگر شے نهيں تو کيا هے ؟

خود مامون الرشيد کا بهي يهي خيال تها - اسے يقين هوگيا تها ' که شيخ عبد العزيز بالکل بے بس هوگيا هے ' اسي ليے جواب سے بچنا چاهتا هے - اس نے پهلي دفعه غضبناک هوکر شيخ سے کها : " يا عبد العزيز ! تجهے کيا هوگيا هے ' کيوں سوال کا جواب نهيں ديتا ؟ "

(اعـلان حـق)

شيخ لکهتے هيں که " في الحقيقت اس وقت ميں کشمکش ميں مبتلا هوگيا تها ' اور صاف نظر آتا تها که قران کے "شے" ماننے کے ساتهه هي يه سب لوگ شور مچائينگے که قـران کا مخلوق هونا ثابت هوگيا - ليکن مامون کے غضب ناک هوتے هي الله نے ميري مدد کي ' اور يکايک راه کاميابي دکهلادي "

اسکے بعد انہوں نے جہم بن صفوان کا ذکر کیا جس نے سب سے پہلے خلق قرآن اور نفي صفات کي بدعت ایجاد کي اور اپنے اساتذہ کے سلسلۂ روایت سے بیان کیا کہ بعض بقیۂ صحابہ نے کس طرح اس قول پر اظہار خشم کیا اور اسکو ایک بہت بڑا فتنہ قرار دیکر مسلمانوں کو اجتناب و احترازکي وصیت کي - پھر کہا :

" صرف امر بالمعروف و نہي عن المنکر کا فرض تھا جس نے مجھے یہاں تک پہنچایا ' اور الحمد للہ کہ اللہ تعالی نے جو حق کا رفیق اور خدام حق کا ولي ہے ' مجھے تیري مجلس میں پہنچنے اور فرض حق ادا کرنے کي توفیق دیدي - میں نے جو کچھہ کہا ہے' اگر حق ہے تو اسکي تصدیق کر' اور ان مفسدوں کا ساتھہ چھوڑ دے جو توحید کے نام سے شرک و ضلالت پھیلا رہے ہیں - اگر حق نہیں ہے تو اسکے بطلان پر کتاب و سنت سے دلیل لا ' اور مجھکو جھٹلا تاکہ میں اس چیز کے حق ہونے کي راہ پا سکوں جسکو سلف میں سے کسي نے بھي نہ جانا - یہ حضرت ابراهیم خلیل علیہ السلام کي سنت اور انکا طریق ہے کہ انہوں نے حجۃ پیش کي اور منکرین سے حجۃ طلب کي ' لیکن اے امیر المومنین ایک سنت ان لوگوں کي بھي ہے جنھوں نے راہ حجۃ و برہان میں اپنے کو ناکام پاکر جور و قہر کے دامن میں پناہ لي تھي' اور کہا تھا کہ : حرقوہ وانصروا الهاتکم ان کنتم فاعلین - ابراهیم کو آگ میں جلادو' اور اسطرح اپنے معبودوں کي حمایت کرو جنکے معبود ہونے پر تم کوئي حجۃ نہیں لا سکتے - ان لوگوں کے پاس اپنے اعتقاد کي نصرت کیلیے حجۃ و دلیل نہ تھي' اسلیے وہ حضرۃ ابراهیم پر جور و قہر اور ظلم و ستم کرکے اپنے اعتقاد کو منصور و فتح مند کرنا چاہتے تھے - پس اگر دلیل و حجۃ کي سنت کي جگہ قہر و ظلم کي سنت پر تو عمل کریگا' تو یاد رکھہ کہ یہ ملۃ ابراهیمي کي سنت نہوگي ' ملۃ نمرودي کا اتباع ہوگا - با ایں ہمہ پیروان ابراهیم علیہ السلام اسکے لیے بھي طیار ہیں ' اور تو دیکھہ رہا ہے کہ اگر میں اسکے لیے طیار نہوتا تو اس مجلس تک نہ پہنچتا "

یاد ہوگا کہ جب عبد العزیز دربار میں پہنچا تھا تو ایک طرف سے آواز آئي تھي : " اس شخص کیلیے تو صرف یہي کہدینا کافي ہے کہ قبح اللہ وجھک - خدا کي قسم میں نے کسي شخص کو اس سے زیادہ بد شکل نہیں دیکھا " شیخ نے یہ جملہ سنا تھا مگر اسوقت خاموشي اختیار کرلي تھي - اب وہ اسطرف متوجہ ہوے :

" اور اے امیر المومنین ! تو نے کہا ہے کہ میري خواہش مناظرہ کے پورا کرنے کیلیے آج کي مجلس منعقد ہوئي ہے' لیکن میں نے دربار میں آتے ہي سب سے پہلي آواز جو سني ' اسي سے معلوم ہوگیا کہ اس مجلس کے مناظرہ کرنے والوں کے علم و حجۃ کا کیا حال ہے ؟ اور کن دلیلوں سے وہ حق کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں ؟ پھر کیا رہي لوگ مجھسے مناظرہ کرینگے جنکے پاس سب سے بڑي دلیل بطلان حق کیلیے یہ ہے کہ مجھکو خالق کائنات نے رنگ اور چہرہ اچھا نہ دیا ؟ اور میں انکي نگاہوں میں جمیل و حسین نہیں ؟ اے امیر المومنین ! میں تجھسے پوچھتا ہوں کہ یہ تمام نقش و نگار جو تیرے ایوان دربار کي دیواروں پر بنے ہوے ہیں اگر خوشنما نہوتے ' تو تو انکو ملامت کرتا یا انکے صناع اور صناع کے قلم کو ؟ اگر تیري ملامت صناع تک پہنچتي تو کیا میرے جسم و چہرہ پر اعتراض کرکے انہوں نے صناع کائنات پر ملامت نہیں کي اور اسکي صناعت کو ذلیل نہیں ٹھہرایا ؟ کیا یہي وہ توحید ہے جسکے یہ لوگ مدعي ہیں' اور جو کامل نہیں ہوسکتي جب تک کہ اللہ کے کلام منزل کو مخلوق نہ کہا جاے ؟ حضرۃ یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالی کے جمال جسم اور حسن خلقۃ عطا فرمایا تھا ' لیکن بادشاہ مصر نے جب انکو قید خانے سے نکالکر ملک و سلطنت عطا کي تو انہوں نے کہا : " اجعلني علي خزائن الارض اني حفیظ علیم " اے بادشاہ ! اپني سلطنت میرے سپرد کردے میں حفاظت کرنے والا اور صاحب علم ہوں - یہ نہیں کہا کہ " اني حسن جمیل " مجھے سلطنت دیدے کیونکہ میں حسین اور خوبصورت ہوں - "

(مامون کي محویت)

شیخ لکھتے ہیں :

" میں جب تک تقریر کرتا رہا ' مامون اسطرح ٹکٹکي لگاے میري جانب نگراں تھا ' گویا پتھر ہے ' جسمیں نہ تو ارادہ ہے نہ روح - اثناء تقریر میں کئي بار میں نے دیکھا کہ اسکي آنکھیں تر ہوگئي تھیں' اور قریب تھا کہ انسے آنسو بہہ نکلیں - یہ حال دیکھکر تمام اہل دربار متحیر تھے' اور جبکہ وہ مامون سے حکم قتل کے منتظر تھے' تو انہوں نے دیکھا کہ شدت تاثر و محویت سے وہ خود ہي بیحال ہورہا ہے - ان میں سے ہر شخص حیرت و دہشت سے ہلاک ہوگیا کہ جو مامون مسئلہ خلق قرآن کے مخالفین کیلیے قتل و سلب کے سوا اور کچھہ نہیں رکھتا تھا ' وہ کس طرح صامت و ساکن بیٹھا ہے' اور جو کچھہ میں کہہ رہا ہوں سن رہا ہے ؟ حالانکہ وہ اللہ کي نصرت حق سے بیخبر تھے' اور نہیں جانتے تھے کہ سب کچھہ اسي کے اختیار میں ہے اور وہ جو چاہے کر سکتا ہے " -

(مامون کي تقریر)

شیخ جب تقریر ختم کرچکے تو مامون الرشید کچھہ دیر تک خاموش رہا - پھر کہا :

" اے عبد العزیز ! اللہ تجھپر رحم کرے - تو نے جو کچھہ کہا میں نے سنا ' اور جن جن چیزوں کو تو نے میري طرف نسبت دي ' ان کیلیے میں نے اپنے نفس کا احتساب کیا - الحمد للہ کہ میں انسے بري ہوں - میں بندگان خدا پر ظلم نہیں کرنا چاہتا' بلکہ انکو حق اور توحید کي طرف بلاتا ہوں جسکو دلیل و برہان اور کتاب اللہ نے مجھپر ظاہر کیا ہے - با ایں ہمہ یقین کر کہ میرا حلم میرے غضب پر غالب آئیگا ' اور خدا کي قسم' میں تیري سختي اور درشتي کي وجہ سے اپنا انتقام تجھسے نہ لونگا' بلکہ تیري دلیلوں کو سنونگا اور تیرے براہین کو وزن کرونگا - مجھپر ظاہر ہوگیا کہ تو حق کي غیرت رکھتا ہے اور اسکے لیے بے باک ہے - تو نے اپنے گھر کو دنیا کیلیے نہیں چھوڑا بلکہ اس چیز کیلیے چھوڑا جسکو تو حق یقین کرتا ہے - پس تیري حمیت حق اسکي مستحق ہے کہ تیري عزت کي جاے' اور تیري کوئي سختي مجھکو اس اعتراف سے نہیں روک سکتي - میرا تیرا معاملہ اب صرف حق و باطل کا ہے - اگر تیرے پاس حجۃ ابراهیمي ہے تو پیش کر جسکي پیروي کیلیے تو یہاں تک آیا ہے' اور جب تک تو قرآن کي اس شہادت اور عقل صریح کي اس دلیل کو نہ جھٹلادے جو قرآن کو مخلوق ثابت کرتي ہے' اس وقت تک تجھے حق نہیں ہے کہ اپنے آپکو حجۃ ابراهیمي کا پیرو ثابت کرے - حجۃ ابراهیمي یہ تھي کہ جب منکر خدا نے اس سے جھگڑا کیا تو حضرۃ ابراهیم نے کہا : " اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے ' اگر تجھکو اس سے انکار ہے تو تو مغرب سے نکال دیکھہ " یہ حجۃ ایسي تھي جسکو عقل نے پہچانا اور مشاہدہ و حس نے اسپر گواہي دي - پس تو بھي حجۃ لا ' اور صاحبان علم و حجج سے مناظرہ کر " :

مامون کے آخري الفاظ یہ تھے :

و قد جمعت المخالفین لك لتناظرهم بیـن یدي' واکون انا الحاکم بینـکم ' فان تبیـــن	" اور میں نے تیرے مخالفین کو جمع کیا تاکہ تو انسے میرے سامنے مناظرہ کرے' اور میں بمنزلہ ایک حاکم کے تم دونوں فریق کیلیے ہوں (یعني خود

الاصـــلاح والافســـاد

(ان ارید الا " الاصلاح " ماستطعت !)

(۲)

(بعض جزئیات نتـائج افســـاد)

(۱) بنو اسرائیل نے احکام توراۃ کي مخالفت کي ' اور خدا کي زمین میں عدل و اصلاح کي جگۂ عصیان و فساد پھیلایا - بخت نصر اُٹھا' اور پا مال کردیا ' کیونکه افساد کا آخري نتیجه یهي هے :

و قضینا الی بني اسرائیل فی الکتاب لتفسدن في الارض مرتین' و لتعلن علوا کبیرا - فاذا جاء وعد اولاهما بعثنا علیکم عبادا لنا اولی باس شدید - فجاسوا خلال الدیار و کان و عـــدا مفـعولا -، (اســـرائیل : ۴)

هم نے بني اسرائیل کیلیے کتاب میں فیصله کردیا تها که تم لوگ دو بار زمین میں فساد پھیلاؤ گے' اور بڑي هي حد درجه کي سرکشي کروگے' سوجب پهلا عهد فساد کا آیا تو هم نے تمهارے اُوپر اپنے طاقتور و جنگ آزما بندے بهیجدیے جنهوں نے تمام شهر کو اجاڑ دیا ' اور خدا کا وعدہ پورا هونے والا تها -

(۲) ایک قوم نے احسان کي ناشکري کي' اور آنحضرت کے اُونٹوں کا گله لوٹ لیا ' چرواهوں کو قتل کر دیا ' اسلام لاکر پهر مرتد هوگئي - قرآن حکیم نے اس افساد کي سزا مقرر کي' اور اُونکو وہ دیگئي:

انما جزاء الذین یحاربون الله و رسوله و یسعون في الارض فســـادا ان یقـتلوا او یصلبوا او تقـطع ایدیهم و ارجلهم من خلاف او ینفوا من الارض - (مائده : ۳۷)

اُونلوگوں کي سزا جو خدا اور خدا کے رسول سے لڑتے هیں اور زمین میں فساد پھیلاتے هیں ' یه هے که قتل کردیے جائیـں ' یا پھانسي پر لٹکیں ' یا اُونکے هاتهه پانوں اُلٹے کاٹڈا لے جائیں ' یا جلا وطن کردیے جائیں -

(۳) الله تعالے مصلحین کي جماعت کو بتدریج بڑھاتا هے' اور مفسدین کي جمعیت کو بتدریج توڑتا گھٹاتا ' اور پهر بالکل مٹا دیتا هے - البته اس تدریج عروج و زوال کي رفتار مختلف هوتي هے :

و اذکرو اذ کنتـم قلیلا فکثرکم و انظـــرو کیف کان عاقبـــة المفسدیـــن (اعراف ۸۵)

اور یاد کرو که جب تم تھوڑے تھے' تو خدا نے تمکو زیادہ کردیا ' اور ساتهه هي دیکھو که مفسدین کا کیسا انجام هوا ؟ اُدھر تم بڑھتے گئے اودھر وہ گھٹتے گئے !

(۴) فرعون نے خدا کي زمین میں استکبار کیا ' ایک قوم کي آزادي سلب کرلي ' اوسکي قوت کو برباد کردیا ' اسکو غلاموں کي طرح اپنا محکوم رکھنا چاها' یه عمل فساد تها ' پس اسکا لازمي نتیجه نکلا اور اسکي تباهي کا وقـــت آگیا - آخري وقت آنکهه کھلي ' مگر اب وقت گذر چکا تها :

الاٰن و قد عصیت قبــل و کنت من المفسدیـــن (یونس : ۹۱)

اے فرعون اب تو خدا کے آگے جهکنا چاهتا هے حالانکه پہلے سرکشي کرچکا هے اور زمین کے مفسدوں میں سے تیرا وجود بھي تها !

(۵) اسي طرح اور بھي متعدد گذشته قومیں تهیں' جنکا مایه خمیر فساد تها ' الله تعالی کے حکم سے کوئي زلزله کے ساتهه پیوند خاک هوگئي:

و اخذت الذین ظلمو الصیحة فاصبحـــوا فـــي دیارهـــم جثمین -

جنلوگوں نے ظلم کیا تها ' اونکو عذاب الهي کي کڑک نے پکڑ لیا ' اور وہ اپنے گھروں میں بیٹھے کے بیٹھے هي رهگئے -

کسي کو هوا اپنے ساتهه اُڑا لے گئي :

فارسلنا علیهم ریحا صرصرا في ایام نحسات لنذیقنهم عـــذاب الـخـــزي في الحیوة الدنیا -

هم نے اون پر آندھي بهیجي انکي نامبارکي کے دنوں میں' تاکه هم اونکو دنیا میں ذلت و نامرادي کا عذاب چکھادیں -

کسي کو پاني اپنے ساتهه بها لیگیا :

حتـــی اذا جـــاء امرنا و فار التنــور

یهاں تک که جب همارے قانون عذاب کا وقت آگیا اور تنور نے جوش مارا -

دیکھو ' جزاء و سزا میں کسقدر مناسبت هے ؟ فساد عدم هے ' یه قومیں بھي معدوم هوگئیں - افساد نتائج اصلاح کو مٹاتا هے ' یه قومیں بھي مٹ گئیں - کما تدین تدان -

(بعـــض جزئیات نتائج اصـلاح)

لیکن اعمال صالحه کي حالت اعمال مفسدہ سے بالکل مختلف هے - وہ زندگي اور طاقت و صحت هیں ' اسلیے زندگي هي کے نتائج کا اون سے ظهور هوتا هے - وہ روشني هیں' اسلیے روشني هي کے تمام آثار و علائم اپنے ساتهه رکھتے هیں - اسي بنا پر الله تعالی نے اعمال صالحه سے زیادہ اعمال صالحه کے نتائج و آثار کا ذکر کیا هے :

(۲) ارباب اصلاح جو کام کرتے هیں ' صرف اپنے نور ایمان کي هدایت سے کرتے هیں' اونکو ترغیبات کي ضرورت نهیں هوتي:

ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات یهدیهم ربهـم بایمانهم تجـــري من تحتهم الانهار في جنت نعیـم (یونس ۹)

جو لوگ اللـه پر ایمـان لاے اور ' صالح اعمال اختیار کیے تو الله انکے ایمان کي روشني کو انکے لیے شمع هدایت بنا دیتا هے - انکے لیے نعمتوں کي جنۃ هے ' اور اسکي نهروں کي رواني کا عیش نظارہ !

نیکي و بدي اور فساد و صلاح میں یهي فرق هے جسکو خدا نے اجمالاً بیان کیا هے - هر بدي کے اندر ترغیبات کا ایک ذخیرہ چھپا رهتا هے جو نفس امارہ کو اپني طرف بلاتا هے ' لیکن نیکي نهایت سادہ صورت میں نمایاں هوتي هے' کیونکه وہ انسان کي فطرۃ اصلي هے اور فطرۃ کا هر جمال سادہ هوتا هے-

(۳) مصلحین هر شخص سے جهک کے ملتے هیں' تکبر و غرور سے اونکو نفرت هوتي هے ' استکبار اون سے چھو نهیں جاتا :

ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات و اخبتوا الی ربهم اولئك اصحـــب الجنة هم فیها خلدون - (هود : ۲۵)

جو لوگ ایمان لاے' صالح اعمال اختیار کیے' اور اپنے پروردگار کیلیے عاجزي کي' سو یهي لوگ " اصحاب الجنة " هیں جو اپني حیاۃ بهشتي میں همیشه شاد و خرم رهینگے !

" اخبات " یعنی عاجزي و تواضع اگرچه خود عمل صالح میں داخل هے اور اسلیے مستقل حیثیت سے اُسکے ذکر کي ضرورت نه

شیخ نے کہا: " مجھکو جواب دینے سے انکار نہیں ' لیکن جس طریق سے سوال کیا گیا ہے ' اسمیں ایک سخت دھوکا اور فساد ہے اسلیے میں پہلے اُسے صاف کرنا چاھتا تھا - بااین ہمہ اگر امیر المومنین کو اسپر اصرار ہے تو اچھا ' میں تسلیم کرلیتا ہوں کہ قران بھی اشیاء میں داخل ہے "

یہ اقرار سنتے ہی بشر اچھل پڑا ' اور بشر اور مامون الرشید ایک ساتھہ بول اٹھے :

" اگر قران بھی اشیاء میں داخل ہے تو قران کہتا ہے کہ اللہ تمام اشیاء کا خالق ہے اور تمام اشیاء مخلوق ہیں ' پس قران کو بھی تم نے مخلوق تسلیم کرلیا "

شیخ نے گرج کر کہا :

" ہرگز نہیں ! اس سے یہ کبھی لازم نہیں آتا - قران کہتا ہے : و یحذرکم اللہ نفسہ یعنی اللہ تم کو اپنے " نفس " سے ڈراتا ہے - اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کا بھی نفس ہے - اور پھر قران کہتا ہے کہ کل نفس ذائقۃ الموت ہر نفس کیلیے ضرور ہے کہ وہ موت کا مزہ چکھے - پس اگر اشیاء میں قران داخل ہوکر مخلوق ہوگیا ' تو کیا خدا بھی " کل نفس " میں داخل ہوکر اور نفس ہوکر موت کا مزہ چکھے گا ؟ "

شیخ عبد العزیز کا یہ کہنا تھا کہ تمام مجلس پر سناٹا چھا گیا ' اور ایسا معلوم ہوا ' گویا یہ الفاظ نہیں تھے ' ایک بجلی تھی جو یکا یک کوند گئی ' اور تمام نگاہوں کو خیرہ اور دلوں کو دھلا گئی - خود بشر مریسی مبہوت ہوکر دیکھتے کا دیکھتا ہی رہگیا ! فوقع الحق و بطـل ما کانوا یعملـــون -

یا تو مامون الرشید غضب ناک ہوکر شیخ سے جواب طلب کررہا تھا اور اُسے خلق قران کے اعتراف پر مجبور سمجھتا تھا ' یا بے اختیار ہوکر عبد العزیز کے جواب پر وجد کرنے لگا ' اور پکار پکار کر کہنے لگا " معاذ اللہ ! معاذ اللہ !! خدا کی ذات موت سے بری ہے ! "

(خـــاتمـــہ)

بشر مریسی نے اپنے آخری سوال کو مناظرہ کا خاتمہ قرار دیا تھا - شیخ نے بھی اسکا جواب ایسا ہی دیا - وہ مناظرہ کا خاتمہ اور حجۃ کا اعلان آخری تھا !

مامون الرشیـد نے حکم دیا کہ مناظـرہ ختم کیا جاے ' اور عبد العزیز سے مخاطب ہوکے کہا :

" اگرچہ اس مسئلہ کا فیصلہ ہماری آجکی صحبت میں نہ ہوسکا ' لیکن اسمیں کوئی شک نہیں کہ تو نے اپنے مخاطب کا کامیابی کے ساتھہ مقابلہ کیا ' اور اسکی کسی دلیل کے آگے میں نے تجھے عاجز نہ پایا - تیری فضیلت علمی پر تیرے جوابات گواہ تھے - تیری جرات و ثابت قدمی تیری فضیلـت کا اصلی جوہر ہے - تو نے جس بے خوفی و بے جگری سے میرے حضور میں زبان کھولی اور جسطرح میرے جلال و غضب اور موت و سلاکت کے خوف سے بے پروا ہوکر تقریر کی ' واللہ کہ میں اسکی قدر کرونگا ' اور تیری درشتی و تلخ گوئی کو اپنی قدر دانیوں اور حلم سے تھکا پھونکا - میرے طرف سے تیرے لیے امن اور اعزاز و اکرام کا فرمان ہے - اور تیرا جوہر استعداد اسکا مستحق ہے کہ میری مجلس علم کا ندیم ہو - تو اب مدینۃ السلام میں قیام کر اور ہر بدھہ کے دن میری صحبت علمی میں شریک ہو "

شیخ لکھتے ہیں : " اسکے بعد مامون الرشید نے حکم دیا کہ دس ہزار درہم میری قیام گاہ پر بھیجدیا جاے - نیز قیام کیلیے ایک سجا سجایا محل سرکاری بھی مرحمت ہو - پھر تلوار کی نیلام پر ہاتھہ رکھا جو مجلس کی برخاستگی کا اشارہ تھا - تمام اہل دربار اٹھہ کھڑے ہوے - میں جب رخصت ہونے لگا تو مامون مسکرایا اور کہا " آج تو نے اپنے بڑے ہی طاقتور حریف پر فتح پائی "

اسکے بعد لکھتے ہیں :

" میں جب دربار سے نکلا تو تمام لوگوں کو راستوں ' دکانوں ' اور کوٹھوں پر چشـم براہ پایا - لوگ منتظر تھے کہ میری اس جرات کا کیا نتیجہ نکلتا ہے ؟ جب انہوں نے دیکھا کہ میں نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھہ واپس جارہا ہوں اور مجلس مناظرہ میں کامیاب رہا ہوں تو انکی حیرت اور خوشی کی کوئی حد نہ رہی - لوگ ہر طرف سے مبارکباد دینے اور ارباب حق کی فتح پر خوشیاں منانے کیلیے ہجوم کرنے ' اور مجھسے مصافحہ کرنے کے واسطے اپنی جانوں کو تہلکہ میں ڈالتے - حتی کہ جوش خلائق اور شدت ہجوم سے میں عاجز آگیا اور گھر تک پہنچنا دشوار ہوگیا - "

" اسکے بعد جب تمام علماء شہر و امصار کو واقعات منـــاظرہ کی خبر ملی تو اس غیر متوقـع تائیـد غیبـــی پر سجدۂ شکر بجا لاے ' اور اس ایـک نمونے نے ہـزاروں زبانوں کو یکایک کھول دیا - جو خوف جان و مال سے اظہار حق نہیں کرسکتی تھیں ' پہلے مامون کے غضب و صولت کو دیکھکر کسی کو جرات نہیں پڑتی تھی - لیکن اب لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ اگر جرات و ثابت قدمی کے ساتھہ حق کا اعلان کیا جاے ' تو اللہ کی نصرت کبھی ساتھہ نہیں چھوڑتی اور ہر شخص کامیابی حاصل کرسکتا ہے "

" صبح سے لیکر شام تک میرا مکان لوگوں سے بھرا رہتا اور و مجلس مناظرہ کے حالات پوچھتے - میں روایت کرتے کرتے تھک گیا - یہاں تک کہ خبر دور دور پھیل گئی اور حجـاز و شـام تک سے لوگ دریافت کرنے کیلیے آنے لگے - تب عاجز آکر میں نے چاہا کہ اس مناظرہ کے واقعات قلمبند کردوں تاکہ ہر شخص اسے پڑھکر حق کی فتـح اور باطـل کے خـذلان کی سرگذشتہ معلوم کرلے "

(استـــدراک)

(۱) شیخ نے اپنی تقریر کے ابتدائی حصہ میں (جو البلاغ کی گذشتہ اشاعۃ میں نکلا ہے) کہا ہے : " خدا نے مسلمانوں سے خلق قران کا اقـرار نہیں کرایا لیکن ایک انسان کراتا ہے (یعنی مامون) جو ہارون کے گھر میں پیدا ہوا اور ہارون ہادی کا بیٹا تھا "

شیخ کے رسالہ میں ایسا ہی لکھا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے - خلیفہ ہارون الرشید ہادی کا بیٹا نہیں ہے بلکہ ہارون اور ہادی دونوں محمـد بن منصـور ملقـب بہ مہدی کے بیٹے ہیں - مہدی کے بعد تیرہ ماہ تک ہادی تخت نشیں رہا - اسکے بعد ہارون الرشید خلیفہ ہوا - غالباً یہ کتابت کی غلطی ہے -

(۲) تقریر میں انہوں نے کہا : " تم سے پہلے الـمۂ جور نے جو کچھہ کیا ' اللہ نے اسکے لیے تم کو کھڑا کردیا " یہ اشارہ بنو امیہ کی طرف تھا جنکو ہلاک کرکے آل عباس نے اپنی حکومت قائم کی -

(۳) اس سرگذشت کو ہم نے نہایت تفصیل سے لکھا تا کہ ہمارے موجودہ عہد کے علماء ' سلف کے ان واقعات کو پڑھیں اور عبرت پکڑیں - امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور دعوۃ و تبلیغ حق ہی وہ اصلی و حقیقی فرض ہے جو اسلام نے علماء کے سپرد کیا ہے ' اگر اس فرض سے انکا علم و عمل خالی ہے تو انکو یقین کرنا چاہیے کہ انہوں نے اپنی ہستی مٹادی اور راستے کے پتھر اور جنگل کی گھانس انسے زیادہ قیمتی ہے -

لسعيـه و انا لـه کاتبون - (انبياء : ٩٤)

کوشش کبهي ضائع نه جائيگي' اور همارا قانون ايسا هي هے -

اونکو ناکاميابي پر ناکاميابي هوتي هے ' مگر وه اپني دهن ميں لگے رهتے هيں - کيونکه اونکا نور ايمان بتاتا هے که وهي ايک دن کامياب هونگے - خدا کے پورے هونے والے وعدے کي دستاويز اونکے هاتهه ميں هوتي هے - وه ايک مقصد اعلى کيليے کوشش کرتے هيں ' اونکو دهمکايا جاتا هے مگر وه نهيں ڈرتے - اونکو ملامت کي جاتي هے مگر وه آزرده خاطر نهيں هوتے ' اسليے که وه خدا کے وعدوں پر يقين رکهتے هيں :

فمن آمن و اصلح فلا خوف عليهم و لا هم يحـزنـون - (انعام : ٤٨)

جو شخص ايمان لايا اور اپني اصلاح کي تو اسکے لیے نه تو کسي طرح کا ڈر هے اور نه وه کبهي غمگين هوگا -

(١٤) عمل صالح انسان کے دل کو سنوارتا هے' اسليے پچهلے گناهوں کا جو داغ دل ميں هوتا هے' اوسکو بهي مٹا ديتا هے :

و الـذين آمنـوا و عملـو الصالحات و آمنوا بما نـزل على محمـد و هو الحـق من ربهم 'کفر عنهم سيآتهـم و اصلح بالهم (محمد : ٢)

اور جو لوگ ايمان لاے ' عمل صالح کيا ' اور قران حکيم پر يقين کيا جو انکے پروردگار کي طرف سے انکے ليے پيغام حق هے' سو وه يقين کريں که انکے تمام گناه جهڑ گئے اور انکے دل کو سنوار ديا گيا -

اونکي گناهوں کي ناکام زندگي کو نيکي کي سعيد و کامياب زندگي سے خدا بدل ديتا هے :

الا من تاب و آ من و عمل عملا صالحا فاولئك يبـدل الله سيآتهم حسنات' و کان اللـه غفـــورا رحيمـــا - (فرقان : ٧٠)

مگر جس شخص نے توبه کي ' ايمان لايا' اور عـمل صالح کيا' تو خدا اسکے گناهوں کو نيکيوں سے بدل ديتا هے ' اور خدا بڑا معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا هے -

حضرت عمر رضي الله عنه جب تلوار ليکر آنحضرت (صلى الله عليه و سلم) کے قتل کرنے کيليے چلے تهے ' تو يه تلوار کيسي مفسدانه نظر آتي تهي ؟ مگر اب اوسکے جوهر ميں ايمان و اصلاح کے نور چمکتے هوے نظر آتے هيں - کيا يه بدي کو نيکي کے ساتهه بدلدينا نهيں هے ؟

(١٥) صالحين تقوى اختيار کرتے هيں ' جچي تلي هوئي بات کرتے هيں ' اور وه اونکے اعمال کا سنگهار بن جاتي هے :

يا ايها الذين آمنوا اتقو الله و قولوا قولا سديـدا ' يصلح لکم اعمـالکـم و يغفـر لکـم ذنوبکم - (احزاب : ٧٠)

مسلمانو ! خدا سے ڈرو ' ٹهيک اور پکي بات بولو ' وه تمهارے اعمال کو تمهارے ليے سنوار ديگا ' اور تمهارے گناهوں کو معاف کرديگا -

(١٦) مصلحين نهايت پاک و با مراد زندگي بسر کرتے هيں :

من عمل صالحا مـن ذکر و انثى و هو مومن فلنحيه حيوة طيبة و لنجزينهم اجرهم باحسن کانوا يـعملـون - (نحل : ٩٩)

جس عورت و مرد نے عمل صالح کيا اور وه مومن بهي هے ' تو هم اوسکو ايک پاک زندگي عطا کرينگے اور اسکے کاموں ميں ايسي قوت ديدينگے که محنت سے زياده اسکا پهل پايگا -

(١٧) مصلحين کے اعمال کے نتائج کسي نه کسي طرح اونکي اولاد کو بهي مل جاتے هيں ' اور اگر نهيں ملتے تو اونکو يقين کرنا چاهيے که اونکا باپ صالح نه تها - اگر کسي قوم کو حکومت نهيں ملتي تو اوسکو ماننا چاهيے که اوسکے آباء و اجداد نے جو تاج سر پر رکها تها ' اوس ميں صلاح و فلاح کا موتي نه تها - حضرة موسى جب ايک عالم الهي سے فيض ياب هونے کيليے نکلے اور وه انکے ساتهه روانه هوا تو راه ميں ايک شهر پڑا - شهر والے اتنے بد اخلاق تهے که انهوں نے رهنے کي جگه تک نه دي - ليکن حضرة موسى کے ساتهي نے شهر کے باهر ايک پراني ديوار کي تعمير شروع کردي - حضرة موسى نے اس تعمير پر تعجب کيا تو انهوں نے يه علت بتلائي که اسکے نيچے ايک صالح مرد و عورت کي دولت هے جسکے وارث انکے يتيم بچے هونگے :

و اما الجدار فکان لغلامين يتيمين فى المدينـة و کان تحته کنز لهما و کان ابوهما صالحا ' فـاراد ربـك ان يبلغا اشدهمـا و يستخرجا کنـزهما رحمة من ربـك - (کهف : ٨٢)

ديوار شهر کے دو يتيم بچوں کي تهي' اسکے نيچے اون دونوں کا خزانه دفن تها اور اون دونوں کا باپ صالح تها ' خدا نے چاها که جب وه جوان هوجائيں تو اپنا خزانه نکال ليں ' اور ايسا نهو که انکے جوان هونے سے پہلے هي ديوار پراني هوکر گر جاے -

ليکن اسکے ليے اولاد کو بهي صالح هونا چاهيے ' ورنه نتيجه برعکس هوگا - حضرة موسى کے ساتهي نے اسي سفر ميں ايک لڑکے کو قتل بهي کرديا کيونکه برخلاف ان يتيم بچونکے وه مفسد هونے والا تها :

و اما الغـلـم فـــکان ابواه مــومنـــين فخشيـنا ان يرهقهمـا طغيـــان و کفر - (کهف : ٧٩)

وه لڑکا جسکو ميں نے قتل کيا ' سو اسکے باپ ماں مومن تهے ' مجهکو خوف پيدا هوا که طغيان و کفر کي وجه سے کهيں سرکشي نه کرے -

(١٨) صالحين کو ابدي شهرت حاصل هوتي هے' اور وه هميشه دائم رهتي هے - بقاء' دوام' استمرار' اصلاح کے لازمي خواص هيں :

رب هب لي حکماء الحقني بالصلحين و اجعـــل لي لسان صدق فى الاخـرين - (شعراء : ٨٣) .

خدايا مجهے نبوت دے ' اور مجهکو صلحا ميں داخل کر' اور آنيوالي نسلوں ميں ميرا دائمي ذکر قائم رکهه !

(١٩) صلحاء کا دل حرص و طمع سے خالي هوتا هے ' رشک و حسد سے اونکو نفرت هوتي هے ' وه جزاء آخروي کے آگے دنيوي مال و دولت کو هيچ سمجهتے هيں :

قال الذين يريدون الحيـوة الدنيا : يليت لـنا مثـل ما اوتي قارون انه لذو حظ عظيم - و قال الذين اوتوا العلم و يلکم ثواب اللـه خير لمن آمن و عـــمل صالحـا - (قصص : ٨٠)

اونلوگوں نے جو دنيوي زندگي کے طالب تهے ' حسرت کهائي که کاش همارے پاس بهي وه هوتا جو قارون کو ديا گيا هے - وه کيسا بڑا نصيبور هے ! مگر جو لوگ صاحب علم و سعادت تهے اونهوں نے کها يه کونسي چيز هے جسکے ليے حسرت کررهے هو؟ صد افسوس تم پر ! اصلي نعمت تو الله کا وه بدله هے جو صالحوں کو ان اعمال کا ملتا هے' اور خدا کے مومن و صالح بندوں کيليے وهي سب سے بڑي چيز هے -

(٢٠) بدي کا نتيجه کتنا هي دل خوش کن هو مگر وه محدود هے ' شـراب کا نشه هميشه نهيں رهتا مگر حق کا متوالا هميشه مست رهتا هے - چوري سے دولت کثيره هاتهه آسکتي هے ' مگر اوسکو گن سکتے هيں - ليکن تجارت سے جو فوائد حاصل هوتے هيں' اونکي کوئي خاص حد نهيں - ايک معمولي دکاندار اپني زندگي خوش گذراني کے ساتهه بسر کرديتا هے' اور اوسکو کچهه معلوم نهيں هوتا که کيا آيا اور کيا گيا ؟ مگر چور روپيه کو گن گن کے رکهه ديتا هے' پهر بهي چند دنوں ميں تمام دولت اوڑ جاتي هے - دل کا دکهه اور ضمير کي بے امني اسکے علاوه هے -

تھي' ليکن قرآن حکيم کا طرزِ خطاب يه هے که وہ عام کے بعد خاص کو مستقلاً بيان کرتا هے' جس سے اوسکا اهتمام شان واضح کرنا مقصود هوتا هے - چنانچه تم کو معلوم هے که عام نمازوں کے بعد صلواة وسطی کا ذکر مستقل طور پر کيا گيا حالانکه احکام نماز ميں نماز کي هر شکل' هر قسم' اور هر طريق داخل تها - اسي اصول کي بنا پر خدا نے اخبات کا ذکر بهي يهاں مستقلاً کيا هے -

(۴) مصلحين کے اعمال کبهي ضائع نهيں هوتے - عمل صالح کا بيج کبهي بهي سڑ گل نهيں سکتا - وہ قطعاً پهليگا اور قطعاً پهل لائيگا -

ان الذين آمنوا و عملوا الصالحات انا لا نضيع اجر من احسن عملا (کهف : ۲۹)

جو لوگ ايمان لاے اور عمل صالح کيا' تو انکو همارا يه قانون معلوم هو جانا چاهيے که هم عمل صالح کرنے والے کے اجر اور مکافات کو کبهي ضائع نهيں کرتے -

زنا سينکڑوں بچوں کو ضائع کرديتا هے' ليکن نکاح اپنے نتائج اپني گود ميں ديکهتا هے -

(۵) مصلحين ميں هميشه باهم محبت و يگانگي هوتي هے باهمي پهوٹ اور نفاق صاحب اصلاح گروہ ميں نهيں هو سکتا :

ان الذين آمنوا و عملوا الصالحات يجعل لهم الرحمن ودا - (مريم : ۹۶)

جو لوگ ايمان لاے اور عمل صالح کيا' سو قريب هے که خداے رحمن انکے ليے محبت کا دروازہ کهولديگا -

ليکن عمل فاسد کا نتيجه صرف بغض و عداوت هے :

فاغرينا بينهم العداوة والبغضاء الی يوم القيمة (مائده : ۱۷)

هم نے قيامت تک کيليے اقوام نصاریٰ کے درميان بغض و عداوت کي آگ بهڑکا دي -

انما يريد الشيطن ان يوقع بينکم العداوة والبغضاء في الخمر و الميسر ليصدکم عن ذکر الله و عن الصلوة فهل انتم منتهون ؟

شيطان چاهتا هے که تمهارے درميان شراب نوشي و قمار بازي کے ذريعه بغض و عداوت ڈالدے' اور تم کو ذکر خدا اور نماز سے روکدے' تو کيا تم باز نهيں آوگے ؟

(۶) مصلحين کي ايک بهت بڑي خصوصيت يه هے که وہ عدل الهي کے قيام کيليے اپني تمام قوتوں کو وقف کرديتے هيں' اور جب کبهي ان پر ظلم کيا جاتا هے تو پتهر اور گهانس کي طرح بيحس و حرکت نهيں پڑے رهتے بلکه انسان کي طرح اٹهتے هيں اور ظالموں سے انکے ظلم کا بدله ليتے هيں تاکه ظالم کو سزا ملے اور عدل قائم هو - اس بارے ميں انکا ارادہ اور فعل دونوں يکساں هوتا هے - جيسا کهتے هيں ويسا هي کرکے دکهاديتے هيں - انکي زندگي کي بنياد ارادہ نهيں بلکه عمل هوتا هے :

انهم يقولون ما لا يفعلون الا الذين آمنوا و عملوا الصالحات و ذکروا الله کثيرا و انتصروا من بعد ما ظلموا (شعراء : ۲۲۷)

ان مفسدوں کا يه حال هے که جو کچهه زبان سے کهتے هيں اسکے خلاف عمل کرتے هيں - البته وہ لوگ جو الله پر ايمان لاے' عمل صالح کيا' زيادہ سے زيادہ الله کے ذکر ميں لگے رهے' اور ظلم کا بدله لينے ميں فتح مندي حاصل کي' بعد اسکے که انپر ظلم کيا گيا تها اور وہ مظلوم تهے - سو انکا حال ايسا نهيں هے -

ليکن اگر کسي نے ظالم کي حمايت کي' يا اوسکے ظلم پر خاموش رها' يا خاموش رهنے کي هدايت کي' تو وہ مفسد هے - کيونکه وہ عمل فاسد کي اعانت کرتا هے -

(۷) مصلحين کي ايک خصوصيت يه هے که انکا اعتماد صرف الله پر هوتا هے' پس وہ صبر کرتے هيں اور صبر کے معني کسي عمل اور کاميابي کي راہ ميں مشکلوں کے برداشت کرنے اور قرباني کے هيں :

الذين صبروا و علی ربهم يتوکلون (عنکبوت : ۵۸)

جن لوگوں نے صبر کيا اور جو خدا هي پر بهروسا رکهتے هيں -

(۸) مصلحين معاملات ميں نهايت ديانت دار هوتے هيں - شرکت کے کاموں کو نهايت ايمانداري سے انجام ديتے هيں' مشترکه چيزوں پر خود قابض نهيں هو جاتے بلکه دوسرونکو بهي مداخلت کا موقع ديتے هيں :

و ان کثيرا من الخلطاء ليبغي بعضهم علی بعض الا الذين آمنوا و عملوا الصالحات و قليل ما هم (ص : ۲۳)

اور بهت سے ساجهے کا کام کرنے والے ايک دوسرے پر زيادتي کرتے هيں مگر وہ لوگ جو ايمان لاے اور عمل صالح کيا' تو انکا شيوہ عدل اور ديانت داري هے - البته ايسے لوگ تهوڑے هيں -

(۹) خدا مصلحين کي دعا قبول کرتا هے' انکي پکار کبهي مردود نهيں هوتي - اور اونکے مال و دولت کو بڑهاتا هے :

و يستجيب الذين آمنوا و عملوا الصالحات' و يزيدهم من فضله (شوریٰ : ۲۷)

اور جو لوگ ايمان لاے اور عمل صالح کيا سو خدا اونکي دعا کو قبول کرتا هے اور انکے کاموں کے پهل ميں اپنے فضل سے برکت اور فراواني بخشتا هے -

(۱۰) وہ کبهي ذليل و رسوا نهيں هوتے' بلکه هميشه معزز اور بلند و ممتاز هوتے هيں - تمام دنيا پر شرف و فضيلت صرف انهي کيليے هے - اشخاص کي حالت ميں بهي اور جماعت کي حالت ميں بهي :

ان الذين آمنوا و عملوا الصالحات اولئک هم خير البرية (بينه : ۶)

جو لوگ ايمان لاے اور عمل صالح کيا' سو وہ دنيا کي بهترين هستي هيں -

اگر کوئي قوم دنيا ميں ذليل هے تو سمجهه لينا چاهيے که وہ عمل صالح نهيں کرتي :

(۱۱) وہ هميشه حق اور قرباني کي باهم وصيت کرتے رهتے هيں اور ايک دوسرے کو اسکي دعوة ديتے هيں' پس تمام کائنات ارضي ميں کاميابي اور فتح و مراد انهي کيليے هے - زندگي کے تمام مشکلات اور عمل انساني کي تمام ناکاميوں سے وہ محفوظ هوجاتے هيں :

والعصر ان الانسان لفي خسر الا الذين آمنوا و عملوا الصالحات و تواصوا بالحق و تواصوا بالصبر (والعصر : ۳)

زمانه شاهد هے که انسان کيليے ناکاميابي کے سوا کچهه نهيں هے - مگر وہ لوگ جو ايمان لاے' عمل صالح کيا' حق اور صبر کي باهمدگر وصيت کي' تو انکے ليے ناکامي کي جگه هميشه کام و مراد کي زندگي هوگي !

(۱۲) مصلحين کو ظلم و غصب حقوق کا کبهي ڈر نهيں هوتا' کيونکه وہ دليري کے ساتهه ظلم کا مقابله کرتے هيں' اور طاقت کے ساتهه اپنے حقوق کو محفوظ رکهتے هيں :

و من يعمل من الصالحات و هو مومن' فلا يخاف ظلما و لا هضما (طه : ۱۱)

اور جو شخص عمل صالح کرتا هے' اور ساتهه هي الله پر يقين رکهتا هے' سو اسکے ليے ظلم اور غصب حق سے کوئي خوف نهيں - نه اسپر ظلم هوسکے گا اور نه اسکا حق مارا جائيگا -

(۱۳) مصلحين کي کوششيں کبهي رائگاں نهيں جاتيں :

فمن يعمل من الصالحات و هو مومن فلا کفران

جو شخص عمل صالح کرتا هے اور الله پر ايمان لايا هے' تو اوسکي

اصلاح معاشرت اور اسلام

(بسلسلہ اسلام اور سوشیلزم)

(از مولانا سید سلیمان صاحب ندوي

گذشتہ نمبر میں اقوام جدیدہ و قدیمہ کے اشتراکي مذاهب اور انکے اثرات پر بہ تفصیل بحث کرچکے هیں - اب هم دکهلانا چاهتے هیں کہ اس بارے میں اسلام کي تعلیمات کیا هیں ؟ سوشیلزم کے اعتبار سے سب سے پہلے اصلاح معاشرت کا مسئلہ سامنے آتا ہے ' یعني ذاتي اعزاز و امتیاز مٹادیا جاے اور تمام افراد باعتبار معاش و مال کے مساوي الرتبہ هوجائیں -

مساوات کي چار صورتیں هیں ' مساوات نسبي و قومي ' مساوات حقوق و قانون ' مساوات رتبہ ' مساوات مالي -

(مساوات نسبي و قومي)

اسلام نے نسبي و قومي امتیاز بالکل مٹا دیا ہے ' اور تمام مسلمانوں میں ایک عام اسلامي برادري قائم کردي ہے - ایک مسلمان کو کسي دوسرے مسلمان پر کوئي قومي یا نسبي امتیاز حاصل نہیں ہے - قرآن مجید میں ہے :

یا ایها الناس انا خلقناکم من ذکر و انثی و جعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند الله اتقکم (حجرات)	لوگو! هم نے تمکو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا' اور تمکو مختلف قوم اور قبائل بنایا' تاکہ آپس میں ایک دوسرے کو پهچانو' خدا کے نزدیک تم میں سب سے بزرگ اور مکرم وهي ہے جو زیادہ پرهیزگار هو -

دوسري آیت یہ ہے :

انما المومنون اخوة (حجرات)	مسلمان سب آپس میں بهائي هیں -

رسول الله صلی الله علیہ و سلم نے فرمایا ہے :

ان الله قد اذهب عنکم عبیة الجاهلیة و فخرها بالاباء - انما هو مومن تقي او فاجر شقي - الناس کلهم بنو آدم و آدم من تراب (ترمذي باب مفاخرة)	خدا نے جاهلیت کي نخوت اور باپ دادوں پر فخر کرنا تم سے دور کردیا ہے - آدمي یا مومن اور پرهیزگار ہے ' یا بدکردار اور شقي ہے ' تم سب آدم کے بیٹے هو اور آدم مٹي سے بنا تها -
انسابکم هذه لیست بمسبة علی احد - کلکم بنو آدم...... لیس لاحد علی احد فضل الا بالدین و تقوی (مشکوة باب مفاخرة)	نسب کسي کا کسي کے لیے باعث عار نہیں ہے' تم سب آدم کے بیٹے هو ...... ایک کو دوسرے پر دین و تقوی کے سوا اور کوئي سبب فضیلت نہیں ہے -
لا فضل لعربي علی عجمي و لا لعجمي علی عربي	عرب کو عجم پر اور عجم کو عرب پر کوئي فضیلت نہیں ہے -

یہ احکام صرف عام نصائح هي نہیں هیں' بلکہ عملاً بهي اسلام نے اسکا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کردیا - حضرت زینب جو رسول الله صلی الله علیہ وسلم کي پهوپهي زاد بہن تهیں' آنکو رسول الله نے ایک غلام سے بیاہ دیا - بلال رض' سلمان رض' حذیفۃ' صہیب رض' جو حبش' ایران ' اور یمن وغیرہ کے زر خرید غلام تھے' اسلام نے معزز ترین عرب کي صف بصف اُن کو کهڑا کردیا -

حضرت بلال رضي الله عنہ حبش کے ایک ادنی غلام تھے جنکو حضرت ابوبکر رضي الله عنہ نے خرید کر آزاد کردیا تها - حضرت عمر (رضي الله عنہ) آنکو اپنا آقا کہا کرتے تھے - حضرت سلمان جو فارس سے عرب میں غلام بنکر آے تھے' رسول الله (صلی الله علیہ و سلم) نے آنکو اپنا نقیب فرمایا ہے اور آنکا نام حضرت ابوبکر (رضي الله عنہ) حضرت عمر (رضي الله عنہ) حضرت علي (رضي الله عنہ) حضرت ابن مسعود (رضي الله عنہ) کے پہلو بہ پہلو لیا ہے - حضرت بلال نے مدینہ میں آکر شادي کرني چاهي تو مدینہ کي گلیوں میں لوگوں سے پکار کر کہا : " لوگو ! تم جانتے هو کہ میں ایک معمولي زرخرید غلام هوں' تم میں کوئي شریف ہے جو اپني بیٹي میري زوجیت میں دے "؟ انصار نے کہا : " اے بلال ! مدینہ کا هر شریف اپني بیٹي تمهاري زوجیت میں دینا اپني عزت سمجهتا ہے "

(مساوات حقوق قانوني)

مساوات حقوق پر اسلام نے جس شدت سے عمل کیا ہے ' اسکي نظیر تمام دنیا میں نہیں مل سکتي - اسلام کي نظر میں جسطرح ایک حبشي اور ایک قریشي نسب کي حیثیت سے برابر هیں ' اسی طرح حقوق میں بهي بالکل مساوي هیں - اس کا ثبوت گو اوپر کي آیات اور احادیث سے نہایت وضاحت سے هو رها ہے' تاهم مزید توضیح کے لیے هم چند آیات' احادیث' اور واقعات پهر پیش کرتے هیں جن سے ثابت هوگا کہ اسلام نے کیونکر اعلی و ادنی ' امیر و غریب ' قریب و بعید ' دوست و دشمن ' سب کے ساتهہ عدل و انصاف اور قانون و حقوق میں مساوات کا حکم دیا ہے :

یا ایها الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شهداء لله و لا یجرمنکم شنان قوم علی ان لا تعدلو اعدلوا هو اقرب للتقوی (آل عمران)	مسلمانوں ! انصاف پر مضبوطي سے قائم رهو' اور خدا هي کیلیے گواهي دو' کسي گروہ کي دشمني اس بات کا باعث نہو کہ تم انصاف نکرو - انصاف کرو کہ یہ تقوی سے قریب تر ہے -

اس آیت سے ثابت هوتا ہے کہ همکو دوست و دشمن ' سب کے ساتهہ عدل و مساوات کا حکم دیا گیا ہے :

و اذا قلتم فاعدلو و لو کان ذا قربی - (انعام)	جب بولو انصاف کی بات بولو ' اگرچہ کسي تمهارے قرابت دار هي کے خلاف هو -

اس آیت کریمہ نے قریب و بعید میں مساوات کا فیصلہ کردیا :

کتب علیکم القصاص فی القتلی - (بقرہ)	تمپر مقتولین کا قصاص فرض کیا گیا -
النفس بالنفس (مائدہ)	جان کے بدلے جان -

ان دونوں آیتوں کا اطلاق تمام افراد انسان میں جان و زندگي کی مساوات ثابت کرتا ہے :

ان الـذين آمنـوا وعمـلوا الصالحات لهم اجر غير ممنون (سجد : ٧٥)

جو لوگ ایمان لاے اور عمل صالح کیا' اونکے لیے غیر منقطع معاوضه هے -

(٢٢) هر چیز کا مرجع الله تعالی کي ذات هے' اسلیے نیکي کے نتائج بهي اوسي کي طرف منتقل هوجاتے هیں' لیکن تم نهیں جانتے که اس معراج روحاني کا زینه کیا هے؟ خدا خود بتلاتا هے :

الیه یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعـه (فاطر: ١١)

خدا کي طرف کلمات طیبه چڑهتے هیں اور عمل صالح اوسکو اونچا کردیتا هے - (اس آیت کي مزید تفسیر آگے آئیگي)

پس هر نیک نیت کا' هر سچي شهرت کا' هر سچي کوشش کا' زینه صرف اعمال صالحه هیں' جو اونکو خدا تـک پهونچا دیتے هیں -

(٢٣) بیٹے کے ساتهه باپ کي محبت عمل صالح هے' کیونکه وہ بیٹے کے اعمال صالحه کا نتیجه هوتي هے' اور کوئي عمل صالح نتیجه بد پیدا نهیں کرسکتا - حضرت یعقوب علیه السلام کو حضرت یوسف علیه السلام سے محبت تهي کیونکه وہ صالح تهے' اور اسلیے اونکو اپنے عمل صالح کا بهترین معاوضه ملا تها - لیکن انکے بهائیوں نے اس محبت کو جذب کرنا چاها' مقصد نیک تها' لیکن طریق اخذ و جذب مفسدانه تها' اسلیے نا کامیابي و ذلت دائمي نصیب هوئي :

اقتلـوا یوسف او اطرحوہ ارضا یخل لکم وجه ابیکم و تکونوا من بعـده قوما صالحین - (یوسف: ٩)

یوسف کو قتل کر ڈالو یا اوسکو کسي جگه پهینکدو' باپ کي محبت تمهارے طرف منتقل هو جائیگي' اور تم اوسکے بعد ایک صالح جماعت بن جاوگے -

(٢٤) دنیا کے بادشاہ همیشه صلحاء هوتے هیں' متعدد غیر صالح قوموں نے اپني سلطنت کهودي - حالانکه وہ ایک مدت تک وارث تاج و تخت رہ چکي تهیں - متعدد حکمراں قومیں اعمال فاسدہ کے نشے میں چور هیں اور سمجهتي هیں که یهي اعمال تهذیب و تمدن کے زیور هیں - لیکن اونکو خدا کے هاتهه کي گردش پر نگاہ رکهني چاهیے جو آهسته آهسته حرکت کرتا هے' اور ایک مرتبه دفعتا چمک کر اُلٹ دیتا هے : جعلنا عالیها سافلها :

إن الارض یرثها عبادي الصلحون (انبیاء: ١٠٥)

زمین کے وارث صرف خدا کے صالح بندے هوتے هیں - فساد کے ساتهه حکومت نهیں باقي رهسکتي -

(٢٥) نیکي اور اصلاح کا ثمرہ پورا پورا ملتا هے :

واما الذین آمنوا وعملو الصالحات فیوفیهم اجورهم والله لا یحب الظلمین (آل‌عمران : ٥٠)

جو لوگ ایمان لاے اور عمل صالح کیا تو خدا اُنکو پورا معاوضه دیگا اور الله ظالموں کو دوست نهیں رکهتا -

(٢٦) صلحاء تلاوت کرتے هیں' خدا کا سجدہ بجا لاتے هیں' امر بالمعروف والنهي عن المنکر کرتے هیں' اور نیکي کي راہ میں سب سے آگے رهنا چاهتے هیں :

من اهل الکتاب امة قائمة یتلون آیات الله آناء اللیل وهم یسجـدون - یؤمنون بالله والیوم الآخر و یأمرون بالمعروف وینهون عن المنکر و یسارعون في الخیـرات - و اولائك من الصالحین - (آل‌عمران : ١٠٨)

اور اهل کتاب میں ایک مستعد گروہ هے جو خدا کي آیات راتوں کو پڑهتا هے اس حال میں کهوہ سر بسجود هوتا هے' خدا اور قیامت کے دن پر ایمان لاتا هے' نیکي کا حکم دیتا هے' برائي سے روکتا هے' اور نیکي کي طرف تیزي سے بڑهتا هے' وهي لوگ صلحاء میں سے هیں -

(٢٧) صلحاء کا ولي اور رفیق و مددگار صرف خدا هوتا هے' اسلیے وہ اُسي سے رشتۂ مودت جوڑتے هیں :

ان ولي الله الذي نزل الکتب و هو یتـولی الصـا لحین - (اعـــراف : ١٩٦)

میرا ولي صرف خدا هے جس نے کتابیں نازل کیں' اور وہ صالحوں کو دوست رکهتا هے -

(٢٨) برائي کتني هي پهیلي هو' تاریکي کا بادل کتنا هي غلیظ هو' مگر صلحا کا نور ایمان اُنکو برائیوں میں ملوث هونے سے بچا لیتا هے :

ونجینٰه من القریة التي کانت تعمل الخبا ئث انهم کانوا قوم سوء فسقین و ادخلنا في رحمتنا انه من الصالحین - (انبیاء ٧٤)

اور هم نے لوط کو اُوس گاؤں سے نجات دي جو بدکاریاں کرتا تها' وہ نهایت بري اور بدکار قوم تهي - اور هم نے اُوسکو اپني رحمت میں داخل کیا که وہ صالحین میں سے تها اور صالحین کي جگه هماري آغوش رحمت هي هے !

(٢٩) صلحاء مصیبت کے وقت مایوس نهیں هوتے' ناشکري نهیں کرتے' اور خوشحالي میں غرور و فخر سے بهي بچتے هیں که اونکا ظرف وسیع هوتا هے :

ولئـن اذقنـا الانسـان رحمة ثم نزعنها منه انه لیئوس کفور ولئن اذقنٰه نعماء بعد ضراء مستـه لیقولن ذهب السیئات عني انه لفـرح فخور الا الذین صبروا و عملـوا الصلحت اولئک لهـم مغفرة و اجر کبیر (هود ١٢ : ١٣ : ١٤)

اور اگر هم نے انسان کو اپني رحمت کا مزا چکهایا اور پهر اوس سے رحمت کو چهین لیا' تو وہ نا امید و نا شکرا هو جاتا هے' اور اگر نعمت کي لذت مصیبت کے بعد چکهائي' تو کهتا هے که اب و برائي میرے پاس سے چلي گئي' اور خوش هوکر غرور سے اترانے لگتا هے' البته ان لوگوں کا یه حال نهیں هوتا جنهوں نے اعمال صالحه اختیار کیے' مشکلات میں صبر کیا - سو اونکے لیے مغفرت اور بڑا معاوضه هے -

(٣٠) وہ لوگوں کي امانت ادا کرتے هیں' اور نهایت منصفانه فیصله سناتے هیں - خدا نے صلحاء کے ذکر کے بعد اونکو عدل احکام کا حکم دیا هے - کیونکه عمل صالح کا یهي نتیجه هونا چاهیے :

ان الله یأمرکم ان تؤدوا الامانات الی اهلهـا و اذا حکمتـم بین النـاس ان تحکموا بالعدل - (نساء : ٦١)

خدا تمکو حکم دیتا هے که امانتیں کو ادا کرو' اور جب فیصله کرو تو انصاف کے ساتهه کرو -

اب اعمال فاسدہ و اعمال صالحه کي فهرست تمهارے سامنے هے' مصلحین و مفسدین کي جماعت تمهارے آگے کهڑي هے - نتائج پیش نظر هیں' مختلف حیثیتوں سے مقابله کرو' اعمال فاسدہ کس کثرت سے هیں' اور کسقدر نقش و نگار کے پردے میں چهپے هوے هیں؟ لیکن نتائج کا حال مختلف هے' اعمال فاسدہ کا صرف وهي ایک نتیجه هے جسکا عبرت ناک منظر گذشته قوموں کے افسانے پیش نظر کردیتے هیں - لیکن اعمال صالحه کے نتائج کس کثرت سے هیں' اور کس قدر مختلف هیں؟ اعمال صالحه اپنے خواص و نتائج و آثار سے کبهي الگ نهیں هوسکتے' اسلیے خدا نے اعمال کے ساتهه اونکے نتائج و آثار کا بهي ذکر کیا هے - لیکن اعمال فاسدہ کے نتائج اون سے جدا بهي هوجاتے هیں - اسلیے کوئي مفسد دفعتا برباد نهیں هوجاتا' وہ آهسته آهسته هلاک هوتا رهتا هے - قرآن حکیم کي اصطلاح میں اسیکا نام " امهال " هے - یعني بتدریج هلاکت و تباهي کا قانون الهي -

(البقیة یتلي)

انا معشر العـــرب سواء	هم عرب لوگ آپس میں برابر هیں -
الا یستعبد بعضنا بعضاً-	ایک دوسرے کو غـــلام نہیں بناتے -

مساوات رتبه کي ایک صورت اور رهگئي که حاکم و محکوم اور آقا و نوکر کا باهمي اختلاف رتبه بهي اُٹهه جاے' لیکن اگر اس سے مقصد یه هے که دنیا میں کوئي حاکم هو نه محکوم' آقا هو نه غلام' تو اسوقت تک یه ایک ناقابل عمل اصول هے جبتک دنیا میں مختلف الاستعداد اور مختلف الاخلاق انسان موجود هیں' اور اُن میں باهمي امداد کي احتیاج باقي هے - قرآن کہتا هے :

و رفعنا بعضهم فوق بعض	هم نے ایک کو دوسرے پر ترجیح دي
درجات لیتخــذ بعضهــم	تاکه ایک دوسرے کو اپنے کام میں
بعضاً سخریا -	لے سکیں -

اور اگر اس سے مقصود یه هے که باوجود امتیاز مراتب' حقوق میں یکساني هو' تو یه عین حکم اسلام هے - حقوق کو چهوڑو' اسلام کي شریعت میں تو رعایا اور غلام کا لفظ بهي بولنا مستحسن نہیں' سب انسان عباد الله یعنے صرف الله کے غلام هیں -

(مساوات مالي)

فقرا اور اهل ثروت کے باهمي تصفیه کے لیے اشتراکیت نے جو اصول قرار دیے هیں' ان میں سب سے زیاده نا قابل عمل اصول یهي هے - تاریخي حیثیت سے اس اصول کي غلطي اسطرح ثابت هے که سولن کے عهد سے لیکر جو اس اصول کي تاریخ پیدایش هے' اب تک دنیا اس پر عمل نه کرسکي - سوشیلسٹ کہتے هیں که دولت کي اصل محنت هے اسلیے تمام افراد کو محنت کرني چاهیے' اور اسکا منافع مساوي طور سے تقسیـــم کردینا چاهیے - لیکن یه ایک صریح غلطي هے - یه صحیح هے که دولت کا زیاده تر مدار محنت هي پر هے' لیکن تمام افراد کي محنت یکساں نہیں هوتي - جب تک تمام افراد محنت' مقدار محنت' مهارات علم' قوت' صحت تدبیر' اور عقل میں مساوي نهوجائیں' انکي محنتوں کا معاوضه بهي مساوي نہیں هوسکتا - ایک شخص اپني قوت دماغي سے ایک شے ایجاد کرتا هے' اُسکي درستي اور تکمیل میں سالہا سال کے شدائد برداشت کرتا هے' اور ایک مزدور صرف اُسکي نقل اُتار سکتا هے' کیا دونوں کي محنتوں کا ایک هي معاوضه دیا جالیگا ؟ ایک شخص ۲۴ گهنٹوں میں ۲۰ گهنٹے محنت کرسکتا هے' دوسرا صرف ۱۰ - گهنٹے' تیسرا ۵ - گهنٹے' چوتها ۲ گهنٹے' کیا یه انصاف هے که ان تمام مختلف الدرجات اشخاص کي محنت کي ایک هي قیمت هو؟ ایک ماهر فن دستکاري ایک شے نہایت عمدگي سے طیار کرتا هے - اسکا رفیق وهي چیز نہایت بهدي اور بد وضع بنا تا هے' کیا دونوں کا ایک نرخ هوگا ؟ ایک ماهر علوم جو کسي کالج کا پروفیسر هو' کیا اسکي تنخواه ایک نیم عالم کے برابر هوگي جو کسي معمولي اسکول کا ٹیچر هو ؟ ایک لائق بیرسٹر اور ایک معمولي وکیل کا معاوضه ایک هوگا ؟ ایک جنرل اور ایک سپاهي کي قیمت ایک هوگي ؟ ایک دانشمند وزیر اور ایک محرر کا معاوضه مساوي هوگا ؟ کون کہه سکتا هے که ان سب کی محنتوں اور قابیلتوں کي ایک قیمت هوگي' اور جب ایک قیمت نه هوگي تو دولت اور قیمت محنت کے اختلاف مراتب کا مٹانا فطرت اور قدرت کي مخالفت هے -

دوسري بات قابل غور یه هے که تمدن افراد میں باهمي احتیاج پیدا کرتا هے - اگر دولت و تمول میں لوگ مختلف الدرجه نهوں' تو ایک بیمار کو نوکر' ایک کمزور کو بار بردار' ایک تاجر کو محرر' ایک گورنمنٹ کو سپاهي' ایک نا واقف فن طعام کو باورچي (وقس علي ذلک) کیونکر هاتهه آسکتا هے ؟ قرآن مجید نے انهي دو اصولوں کو مد نظر رکهکر مختلف مدارج مالي کي طرف اشاره کیا هے :

والله فضل بعضکم علی	خدا نے رزق میں ایک کو دوسرے پر
بعض فی الرزق' فمـــا	برتري دي هے' تو جنکو برتري دي
الذین فضلـــوا برادي	گئي هے وه اپنا رزق لوٹا کر ان لوگوں کو
رزقهم علی ما ملـکت	کبهي نہیں دینگے جنکے وه مالک
ایمانهـــم فهم فیــه سواء	هیں تاکه وه سب برابر هوجائیں -
(نحل)	

دوسري آیت میں بهي اسي طرف اشاره کیا گیا هے :

نحن قسمنا بینهم معیشتهم	هم نے دنیاوي زندگي میں اُنکے
في الحیوة و رفعنا بعضهـــم	درمیان اُنکي معیشت تقسیم کردي
فوق بعض درجـــات لیتخذ	اور ایک کو کئي درجه دوسرے پر
بعضهـــــم بعضـــاً سخریاً	بلند کیا تاکه ایک دوسرے کو اپنے
(زخرف)	کام میں مدد کیلیے لے سکیں -

اس بیان سے ظاهر هے که سوشیلزم میں مساوات مالي کا اصول نہایت خطرناک غلطي پر مبني هے - لیکن جو نتیجه اس اصول کے ذریعه سے اشتراکیین حاصل کرنا چاهتے هیں' اسلام نے اونکا دوسرا مفید ذریعه بتادیا هے جسکا بیان آگے آئیگا - اس تمام تفصیل کا ماحصل یه هے که فقرا اور اهل احتیاج کي امداد کے لیے اصلاح معاشرت کي جو مفید و حقیقي تجاویز تهیں' اسلام نے اُن سے دریغ نہیں کیا هے' اور جو کچهه افراط و تفریط تها' اُس سے صاف منع کردیا هے -

(اصلاح اقتصادي یا مالي)

اسلام نے اقتصادي امور میں جو اصلاحیں کي هیں' امرا اور اهل ثروت کو جس متعدل حالت پر رکها هے' فقرا اور اهل افلاس کي امداد و اعانت کي جو صورتیں پیدا کي هیں' اُنکو پڑهکر یه فیصله کرنا نہایت آسان هوگا که دنیا میں اسلام هي ایک ایسا مذهب هے جسنے تمدن کي تمام مشکلوں کو اس نکته سنجي کے ساتهه حل کردیا هے که جدید تمدن بهي باوجود اپني انتهائي وسعت کے نوع انسان کے لیے کوئي جدید اور مفید تجویز پیش نه کر سکا - مضمون کے گـــذشته نمبر میں هم اُن اقتصادي مشکلات کا بیان کرچکے هیں جن میں آجکل یورپ مبتلا هے' اور جن سے مسیحي مذهب انکو نجات دلانے سے بالکل عاجز هے - لیکن مسلمانوں کے هزار ساله تمدن میں صرف اُنکا ایک مذهب تها جو هر راه میں اُنکے لیے مشعل هدایت تها -

عقلاے یورپ نے مصائب اقتصادي سے رهائي پانے کے لیے سب سے ضروري تجویزیں یه پیش کي هیں :

(۱) اهل حاجت کي امداد کے لیے لوگوں کي آمدني پر ٹیکس لگایا جاے' اور اُنکے لیے فنڈ مقرر کیا جاے -

(۲) سود سے بچنے کے لیے قرض دینے والي انجمنیں قائم کي جائیں -

(۳) گورنمنـــٹ کا فرض هے که فقرا اور اهل حاجت کي خبرگیري کرے' بازار کا نرخ مقرر کرے -

یه تمام تجویزیں جنکو یورپ ایک مدت کے تجربه کے بعد سمجها هے' لیکن جن پر اب تک عمل نه کرسکا' اسلام انکو اپنے ابتداے پیدایش هي میں سمجهه چکا تها' اور ایک مدت دراز سے وه ان پر عامل هے -

(اسلام میں مال کا رتبه)

سب سے پہلا مرحله یه هے که دولت و مال کا کیا رتبه هے ؟ اسلام کے سوا اکثر مذاهب نے اس نکته کے سمجهنے میں غلطي کي هے - عیسائیت کا حکم هے که اهل دولت آسمان کي بادشاهت میں داخل نہیں هوسکتے - یهودیت نے ایک حد قدر کي هے' مگر اُنکي دولت کے ثمرات و فو بني اسرائیل تک محدود هیں - بودهه مذهب

عن عبادة بن الصامت قـال رسـول الله صلى الله عليه و سـلم اقيموا حدود الله علي القريب و البعيدكـــم ولا تاخذ في الله لومة لائم (ابن ماجه كتاب الحدود)

عبـــادہ بن صامت سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ خـــدا کے حدود (یعنی خدا کے مقرر کردہ قواعد و آئین) دور و قریب سب پر یکساں جاری کرو' اور خدا کے معاملہ میں تم ملامـــت کرنے والوں کی ملامت کی پروا نہ کرو -

یہ حدیث تعزیر و سزا میں قانون مساوات کو ثابت کرتی ہے' اور یہ اسلام کا صرف قولی حکم نہیں ہے بلکہ اُسکا اس پر عمل بھی رہا - قبیلۂ مخزوم کی ایک عورت چوری میں ماخوذ ہوئی - قریش نے رسول اللہ سے سفارش کرنے کے لیے حضرت اُسامہ کو آمادہ کیا جنکو رسول اللہ بہت عزیز رکھتے تھے - لیکن جب اس واقعہ کے متعلق آپ سے سفارش کی گئی تو آپ نے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا :

انما اهلك الذين قبلكم انهم كانـوا اذا سرق فيهم الشريف تركوه - و اذا سرق فيهم الوضيع اقاموا عليه الحدود ايم الله لو ان فاطمه بنت محمد ســرقت لقطعت يدها ' (بخاري الشفاعة في الحـدود)

تم سے پہلے قومیں اسلیے ہلاک کی گئیں' کہ جب کبھی اُن میں کوئی بڑا آدمی چوری (یا کوئی جرم) کرتا تو اُسکو چھـــوڑ دیتے اور جـب کوئی معمولی آدمی چوری کرتا تو اُسکو سزا دیتے - خدا کی قسـم اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اُسکا ہاتھہ کاٹتا -

حضرت عمر (ض) نے ایک جرم پر اپنے بیٹے عبید اللہ پر خود اپنے ہاتھہ سے حد جاری کی ' اور گو وہ اسی سزا میں مرگئے لیکن حضرت عمر نے حد سے ہاتھہ نہیں روکا - ان احکام اور واقعات سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام نے مساوات قانونی کا کسقدر لحاظ کیا ہے ؟

اب آؤ' عام مساوات حقوق کی نسبت اسلام کا طرز عمل بتائیں -

یہ ظاہر ہے کہ رسول اللہ تمام مسلمانوں کے آقا اور سردار تھے' لیکن کبھی آپ نے اپنے لیے عام مسلمانوں سے زیادہ امتیاز نہیں چاہا - ایک سفر میں کھانا پکانے کے لیے لوگوں نے کام تقسیم کر لیے - رسول اللہ نے جنگل سے لکڑیاں لانے کا کام اپنے ذمہ لیا - حضرت انس ایک نوجوان صحابی دس برس رسول اللہ کی خدمت میں رہے ' لیکن اُنکا بیان ہے کہ اس طویل عرصہ میں جتنی خدمت میں نے رسول اللہ کی کی' اُس سے زیادہ آپ نے میری خدمت کی !

خلفاے راشدین جو اسلام کے زندہ پیکر تھے' انکا بھی ہمیشہ یہی طرز عمل رہا - حضرت عمر جب بیت المقدس جا رہے تھے تو ایک اونٹ تھا جسپر باری باری سے حضرت عمر کا غلام اور خود حضرت عمر سوار ہوتے تھے - جب بیت المقدس کے قریب پہونچے ' تو غلام کی باری تھی - غلام نے کہا " امیر المومنین شہر قریب ہے آپ سوار ہوں" حضرت عمر نے فرمایا " نہیں حق تمہارا ہے تم سوار ہو" آخر غلام سوار ہوا اور حضرت عمر (ض) پیادہ اونٹ کی ڈوری پکڑے ہوے شہر میں داخل ہوے - حالانکہ یہ وہ وقت تھا کہ تمام مخلوق خلیفۂ اسلام کی شان و عظمت دیکھنے کے لیے گھروں سے نکل آئی تھی !

واقعۂ اجنادین میں رومی سپہ سالار نے ایک جاسوس مسلمانوں کے حالات دریافت کرنے کے لیے بھیجا - وہ جاسوس اسلام کے سچے نمونوں کو یعنے جب صحابہ کو دیکھکر واپس ہوتا ہے تو رومی سپہ سالار سے ایک تحیر کے عالم میں کہتا ہے :

هم بالليل رهبان و بالنهار فرسان لو سرق ابن ملكهم قطعوہ' و اذا زنی رجموه!

یہ لوگ رات کو راہب عبادت گذار اور دن کو فوجی سوار ہیں - اگر ان کے بادشاہ کا لڑکا بھی چوری کرے تو ہاتھہ کاٹیں' اور اگر زنا کرے تو پتھراؤ کریں !

حضرت ابوبکر رضی اللہ نے خلافت کی پہلی تقریر جو کی تھی اُسکے حسب ذیل فقرے پڑھو :

و ان اقواكـم عنـــدی الضعيف حتی اخذلـه بحقه' و ان اضعفكم عندی القوی حتی اخذ منـــه الحق - (ابن سعد جزء ۳ صفحه ۱۲۹)

تم میں جو سب سے قوی ہے وہ میرے نزدیک ضعیف ہے ' یہاں تک کہ میں اس سے حق وصول کروں ' اور تم میں جو سب سے کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے یہانتک کہ اُسکا حق دلواؤں -

شاہزادہ یمن مسلمان ہوگیا تھا - صرف اسلیے مرتد ہوکر عیسائی ہوگیا کہ ایک عام اور غریب مسلمان کے مقابلہ میں حضرت عمر (ض) نے اُسکو کوئی ترجیح ندی - حضرت علی (ض) جب ایک مقدمہ میں مدعا علیہ بنکر آئے' تو اُنکو مدعی کے برابر کھڑا ہونا پڑا ' فارس کی لڑائی میں جب مغیرہ بن شعبہ رستم کے پاس سفیر بنکر گئے' اور اسلامی مساوات کے جوش میں وہ رستم کے برابر تخت پر بیٹھہ گئے' تو درباریوں نے یہ گستاخی دیکھکر اُنکو تخت سے اُتاردیا ' اُسوقت اُنکے منھہ سے کس بیساختگی کے ساتھہ یہ الفاظ نکلے ہیں :

لا يستعبد بعضنا بعضـا (۱)

ہمارے یہاں تو ایک دوسرے کو غلام بنانے کا دستور نہیں ہے !

ایک مرتبہ ایک شخص نے صرف اسلیے حضرت عمر کی اطاعت سے انکار کیا کہ اُسکو خیال ہوا کہ حضرت عمر نے تقسیم غنیمت میں اپنا حصہ عام مسلمانوں سے زیادہ لیا ہے - منصور عباسی بڑے جاہ و جلال کا خلیفہ تھا - ایک شخص نے جب اُسپر قاضی کے یہاں دعوی کیا تو معمولی آدمیوں کی طرح اُسکو مدعی کے برابر قاضی کے سامنے کھڑا ہونا پڑا - اسلام کے زیر سایہ جو قومیں رہیں' اُنکو بھی ہر قسم کے مذہبی اور ملکی حقوق حاصل رہے - اس تفصیل کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ اسلام نے مساوات حقوق پر عمل نہیں کیا ؟

(مساوات مراتب)

اسلام باہمی افراد میں ترجیح رتبہ اور فضیلت مدارج کا قائل ہے ' قرآن مجید میں ہے :

انظر كيف فضلنا بعضهم علی بعض -

دیکھو ہمنے کسطرح اُنمیں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ؟

اور عقل بھی اُسکو تسلیم نہیں کرتی کہ مختلف اعمال ' اخلاق ' اطوار ' اور اوضاع کے آدمی اعزاز و فضیلت میں مساوی الدرجہ ہوجائیں - اسلیے اشتراکیت کا یہ اصول کسی قدر ترمیم طلب ہے - اسلام نے نہایت نکتہ سنجی کے ساتھہ اسکی یوں ترمیم کی ہے کہ اُسنے اعزاز و مرتبت کی دو قسمیں قرار دی ہیں " صحیح اعزاز و منزلت " اور " ناجائز اعزاز و منزلت " نا جائز اعزاز و منزلت وہ ہے جو غرور ' نخوت ' مناصب دنیوی ' وجاہت موروثی ' نسب اور دولت پر مبنی ہو - صحیح اعزاز و منزلت وہ ہے جسکی بنا اخلاق ' حسن عمل ' اور نیک کرداری پر ہو - خدا فرماتا ہے :

ان اكرمكـم عنـــد الله اتقكم - (حجرات)

خدا کے نزدیک تم میں سـب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ نیک کردار ہے -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم فرماتے ہیں :

الكرم التقوی (ترمذی باب مفاخرت)

بزرگی نیک کرداری ہے -

مساوات رتبہ کی واقعیت دریافت کرنے کے لیے حضرت مغیرہ بن شعبہ کا وہ قول پھر پڑھو' جو اُنھوں نے دربار فارس میں فخر و شرف کے لہجے میں کہا تھا :

(۱) طبری جلد ۴ صفحه ۱۰۸ - مطبوعه مصر -

هر فرمایش میں البلاغ کا حوالہ دینا ضروری ہے

رینلڈ کي مسٹریز اف دي کورٹ ف لندن

یہ مشہور ناول جو کہ سولہ جلدوں میں ہے ابھي چھپ کر نکلي ہے اور تھوڑي سي رھگئي ہے - اصلي قیمت کي چوتھائي قیمت میں بیچاتي ہے - اصلي قیمت چالیس ۴۰ روپیہ اور اب دس ۱۰ روپیہ - کپڑیکي جلد ہے جسمیں سنہري حروف کي کتابت ہے اور ۳۱۶ ھاف ٹون تصاویر ھیں تمام جلدیں دس روپیہ میں وي - پي اور ایک روپیہ ۱۳ - آنہ محصول ڈاک -

امپیریل بک ڈپو - نمبر ۶۰ سریگوپال ملک لین - بئوبازار - کلکتہ

Imperial Book Depot, 60 Srigopal Mullick Lane, Bowbazar Calcutta.

امراض مستورات

کے لیے ڈاکٹر سہام صاحب کا اوبھرالین

مستورات کے جملہ اقسام کے امراض - کا خلاصہ نہ آنا - بلکہ ابھرقت درد کا پیدا ھونا - اور اسکے دیر یا ھونیسے تشنج کا پیدا ھونا - اولاد کا نھونا غرض کل شکایات جو اندروني مستورات کو ھوتے ھیں - مایوس شدہ لوگونکو خوشخبري دیجاتي ہے کہ مندرجہ ذیل مستند معالجونکي تصدیق کردہ دوا کو استعمال کریں اور لطف زندگاني حاصل کریں - یعني ڈاکٹر سہام صاحب کا اوبھرالین استعمال کریں اور کل امراض سے نجات حاصل کرکے صاحب اولاد ھوں -

مستند مدراس شاھو- ڈاکٹر ایم - سي - ننجنڈا راؤ ایل اسسٹنٹ کیمیکل اکزامنر مدراس فرماتے ھیں - "مینے اوبھرالین کو امراض مستورات کیلیے" نہایت مفید اور مناسب پایا -

مس ایف - جي - ریلس - ایل - ایم - ایل - آر - سي - پي ایف ایس - سي گوشا اسپتال مدراس فرماتي ھیں :- "نمونے کي شیشیاں اوبھرالین کي اپنے مریض پر استعمال کرایا اور بیحد نفع بخش پایا"

مس ایم جي - ایم - براڈلي - ایم - ڈي - (برن) بي - ایس - سي - (لنڈن) سینٹ جان اسپتال ارکاڈي بمبئي فرماتي ھیں : "اوبھرالین جسکو کہ مینے استعمال کیا ہے" زنانہ شکایتوں کیلیے بہت عمدہ اور کامیاب دوا ہے"

قیمت في بوتل ۲ روپیہ ۸ آنہ - ۳ بوتل کے خریدار کیلیے صرف ۲ روپیہ -

پرچہ ھدایت مفت درخواست آنے پر روانہ ھوتا ہے -

Harris & Co., Chemists, Kalighat Calcutta.

نصف قیمت اور

تبلہ انعام

ھمارا سائنس فکس فورموٹ ھارمونیم سریلا اور مضبوط سب موسم اور آب و ھوا میں یکساں رھنے والا ھمارے خاص کارخانہ میں گواساں لکڑي سے طیار کیا ھوا ہے اسوجہ سے کبھي پوري قیمت اور کبھي نصف قیمت پر فروخت کرتے ھیں - ایک ماہ کیلیے یہ قیمت رکھي گئي ہے - ایک ... [illegible] ... کیجیے ... پھر آپکو افسوس کرنا پڑیگا - اگرچہ مال ناپسند ھوے تو تین روز کے اندر واپس کرنے سے ھم واپس کرلیونگے - اس وجہ سے آپ درخواست کرلیجیے کہ یہ کمپني کسي کو دھوکا نہیں دیتي ہے - گرانٹي تین برس - سنگل ریڈ اصلي قیمت ۳۵ - ۴۰ - ۵۰ روپیہ - اور اسوقت نصف قیمت ۱۹ - ۲۰ - ۲۵ روپیہ - و ڈبل ریڈ اصلي قیمت ۶۵ - ۷۰ - ۸۰ - ۹۰ روپیہ - و نصف قیمت ۳۲ ۳۵ - ۴۰ - ۴۵ روپیہ - ھرایک باجہ کیواسطے مبلغ پانچ روپیہ پیشگي روانہ کرنا چاھیے اور اپنا پورا پتہ اور ریلوے اسٹیشن صاف صاف لکھنا چاھیے - ھر ایک سنگل ریڈ کے ساتھہ ایک کھوپي اور ڈبل ریڈ کے ساتھہ ایک تبلہ و ڈگي انعام دیا جاویگا - ھندي ھارمونیم سکھنا کا قیمت ایک روپیہ ہے -

نیشنل ھارمونیم کمپني ڈاکخانہ شملہ - کلکتہ

IMPERIAL FLUTE

بہترین اور نہایت لاجواب قیمت سنگل ریڈ ۱۴ - ۱۸ - ۲۰ روپیہ
قیمت ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۸ - ۳۵ روپیہ

ھر درخواست کے ساتھہ ۵ روپیہ بطور پیشگي آنا چاھیے -

GANGA FLUTE

قیمت سنگل ریڈ ۱۳ - ۱۷ - و ۲۰ - روپیہ -
ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۷ - ۳۵ - روپیہ

I mperial Depot. 60, Srigopal Mallick Lane Bowbazar, Calcutta.

SALVITAE

یہ ایک ایسا مجرب دوا ان امراض کا ہے کہ جسکي وجہ سے انسان اپني قدرتي قوت سے گرجاتا ہے - یہ دوا ان کھوئي ھوئي قوت کو پھر پیدا کر دیتي ہے - قیمت ایک روپیہ -

ASTHMA TABLETS

کسي قسم کا دمہ اور کتنے ھي عرصہ کا ھو اگر اس سے اچھا نہ ھو تو ھمارا ذمہ -کھانسي کے لیے بھي مفید ہے- قیمت - ایک روپیہ -

PILES TABLETS.

بواسیر خوني ھو یا بادي - بغیرجراحي عمل کے اچھا ھوتا ہے - قیمت ایک روپیہ -

S. C. Roy, M. A. Mfg. Chemists 36 Dharamtola Street, Calcutta

پوپن ٹائین

ایک عجیب و غریب ایجاد اور حیرت انگیز شفا ؛ یہ ھمالہ دماغي طاقتکو مفرح کرتي ہے - پژمردہ دلونکو تازہ بناتي ہے - یہ ایک نہایت موثر ٹانک ہے جوکہ یکساں مرد اور عورت استعمال کر سکتے ھیں - اسکے استعمال سے اعضاء رئیسہ کو قوت پہونچتي ہے - مسٹریہ وغیرہ کو بھي مفید ہے - دوا لیس کر لیونکي بکس کي قیمت دو روپیہ -

زینو ٹون

یہ دوا کمزوري اعصاب ضعف باہ اینکاري ھو جاتي ہے اس کے استعمال کرنے سے آپ محسوس کرینگے قیمت ایک روپیہ آٹھہ آنہ -

AYESHA

مفرح دماغ - حسن کي افزایش - رنگ کي تازگي - بال کا بڑھنا یہ سب باتیں اسمیں موجود ھیں - نہایت خوشبودار - قیمت ۲ روپیہ -

نمونہ مفت - مشورہ مفت - فہرست مفت

Dutta & Co, Manufacturing Chemist, Post Box 141 Calcutta

ھر قسم کے جنون کا مجرب دوا

اسکے استعمال سے ھر قسم کا جنون خواہ موروثي جنون ، مرگي والا جنون ، "غمگین رھنے کا جنون" عقل میں فتور ، بے خوابي وغیرہ وغیرہ دفع ھوتي ہے - اور وہ ایسا صحیح و سالم ھو جاتا ہے کہ کبھي ایسا گمان تک بھي نہیں ھوتا کہ وہ کبھي اسے مرض میں مبتلا تھا - قیمت في شیشي پانچ روپیہ علاوہ محصول ڈاک -

S. C. Roy, M. A. 167/3, Cornwallis Street, Calcutta.

مفت ! مفت !!

راے صاحب ڈاکٹر کے - سي - داس صاحب کا تصنیف کردہ نوجوانوں کا رھنما و صحت جسماني و زندگي کا بہترین کتاب تلافي عیاشي - مفت روانہ ھوگا -

Swasthy Sahaya Pharmacy, 30/2, Harrison Road Calcutta

تنگ کو گداگر اور سائل بننے کی اجازت دیتا ہے' لیکن اسلام نے دولت کو معیشت انسانی کا ستون قرار دیا ہے :

ولا تؤتو السفہاء اموالکم التی جعل اللہ لکم قیاما (نساء) — تم اپنا وہ مال بیوقوفوں کو نہ دیدو جسکو خدا نے تمہاری معیشت کا قوام بنایا ہے -

قرآن مجید نے مال کو جو پایہ بخشا ہے' اُسکا اندازہ اس سے ہوگا کہ اُسنے مال کو پچیس جگہ "فضل" کہا ہے' اکیس مقام پر لفظ "خیر" کے ساتھہ تعبیر کیا ہے' بارہ مرتبہ "حسنہ" اور "رحمة" کے لفظ سے یاد کیا ہے - (۱) اسلام کے فرائض خمسہ میں سے دو فرض کے ادا کرنے کا شرف صرف اہل ثروت کو عطا ہوا ہے -

(مال عام قوم کا حق ہے)

مساوات مالی کی بحث میں ہم یہ ثابت کرچکے ہیں کہ تمام قوم یا تمام ملک میں مال و دولت کی مساوات عقلاً اور عملاً محال ہے' لیکن اس سے چارہ نہیں ہوسکتا کہ ملک و قوم کی تمام دولت اگرچہ ملکیت کی حیثیت سے افراد کے تصرف میں ہو' لیکن اُسکی بقا اور ترقی کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ تمام دولت قوم اور ملک کی مجموعی دولت قرار دی جاے تاکہ ہر فرد کو لحاظ رہے کہ دوسرے فرد کی دولت برباد اور تلف نہو جاے' اور قوم و ملک کی مجموعی دولت روبہ زوال نہ ہو - اگر کوئی شخص خود اپنی دولت آپ ہی ضائع کر رہا ہو تو بھی قوم و ملک کو اسکی اصلاح و بقا کے لیے دخل دینا جائز ہو - قرآن مجید نے اس نکتہ کو ملحوظ رکھا ہے :

ولا تؤتوا السفہاء اموالکم (نساء) — بیوقوفوں کو اپنا مال نہ دیدو -

اس آیت میں بیوقوف سے مراد نابالغ یا نا سمجھہ یتیم لوگ ہیں' اور اُنکے سرپرستوں کی طرف خطاب کیا گیا ہے - یہ مال خود یتیموں کا ہے جو امانتاً اُنکے سرپرستوں کے پاس جمع ہے - خود سرپرستوں کا نہیں ہے - اس بنا پر چاہیے تھا کہ آیت یوں ہوتی : "بیوقوفوں کو اُنکی دولت نہ دیدو" لیکن یتیموں کی شخصی دولت عام سرپرستوں کی دولت اسلیے قرار دی گئی تاکہ شخصی دولت کو قوم و ملک کا حق قرار دیا جاۓ - اس سے زیادہ صاف یہ آیت ہے :

یا ایہا الذین آمنو لا تاکلو اموا لکم بینکم بالباطل (نساء) — ایمان والو! تم لوگ اپنی دولت آپس میں ناجائز طریقہ سے نہ حاصل کرو -

یہ ظاہر ہے کہ لوگ ناجائز طریقہ سے دوسرے ہی کی دولت حاصل کرتے ہیں - خود اپنی دولت کیسے حاصل کرینگے ؟ پس اس سے اشارہ اسی بات کی طرف ہے کہ گو وہ مال شخص غیر کے تصرف میں ہے لیکن در حقیقت وہ کل قوم کا حق ہے - اسلیے اُسکی حفاظت و بقا کی کوشش عام قوم و ملک کا فرض ہے -

(ذرائع معاش)

مذہب اسلام نے اپنے تمام پیروں کو کسب معاش کی تعلیم دی ہے - اُسکا عام حکم ہے :

لیس للانسان الا ما سعی - — انسان جو کچھہ کوشش کرتا ہے وہی اُسکے لیے ہے -

بیہقی کی روایت ہے :

طلب کسب الحلال فریضة بعد الفریضة - — پاک کمائی کا حاصل کرنا فرض ہے بعد فرائض دینی کی -

(۱) معجم القرآن امام ابو الفضائل رازی - صفحہ - ۸۷ - ۸۸ -

تمام ذرائع معاش میں سے اسلام نے زراعت' حرفت' اور تجارت کو پسند کیا ہے' لیکن تجارت کو سب سے زیادہ رتبہ دیا ہے - مفسرین کی راے ہے کہ قرآن مجید میں جہاں جہاں ابتغاے فضل (یعنی خدا کے فضل کی تلاش) کا لفظ آیا ہے' وہاں تجارت ہی مقصود ہے - نماز جمعہ کے بعد حکم ہے :

فاذا قضیت الصلواة فانتشروا فی الارض و ابتغوا من فضل اللہ - (جمعہ) — جب نماز ہوجاے تو زمین میں پھیل جاؤ' اور خدا کا فضل ڈھونڈو (یعنی تجارت میں مشغول ہو)

صحابہ کی تعریف میں ہے -

تراہم رکعا سجدا یبتغون فضلاً من اللہ و رضواناً (محمد) — تم اُنکو رکوع اور سجدہ کرتے ہوے' خدا کا فضل اور رضا ڈھونڈھتے ہوے دیکھوگے (یعنی تجارت)

دوسری جگہ صحابہ کے تجارتی سفر کی مدح میں کہا گیا ہے :

و اخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ - — اور دوسرے لوگ ہیں جو خدا کا فضل ڈھونڈھتے ہوے (تجارت کرتے ہوے) ملک میں سفر کرتے ہیں -

حج میں تجارت کرنا اسلام سے پہلے لوگ برا سمجھتے تھے - اسلام نے ان الفاظ میں اسکی اجازت دی :

لتشہدوا منافع لہم - (حج) — (حج کو آئیں) تاکہ وہ اپنے منافع و فوائد تجارت کو دیکھیں -

تحصیل معاش کے لیے تجارت کرنے کا اس آیت میں حکم دیا گیا :

یا ایہا الذین امنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارة عن تراض منکم (نساء) — ایمان والو! تم لوگ اپنا مال آپس میں ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ' لیکن یہ کہ تجارت ہو آپس کی رضامندی سے -

حاکم نے کنز میں روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا :

یا معشر قریش لا یغلبنکم ہذا و اصحابہ علی التجارة فانہا نصف المال (کنز العمال) (ج - ۲ ص - ۲۱۸) — اے قریش! تجارت میں یہ لوگ تم پر بڑھہ نہ جائیں' کیونکہ تجارت نصف دولت ہے -

احادیث میں صنعت اور دستکاری کے بھی فضائل آے ہیں :

عن المقدام بن معدیکرب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - قال ما کسب الرجل کسبا اطیب من یدہ (ابن ماجہ ابواب التجارة) — مقدام بن معدیکرب نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : انسان کوئی کمائی اپنے ہاتھہ کی کمائی سے بہتر نہیں پیدا کرسکتا ہے -

ایک شخص نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ! بہتر کمائی کیا ہے ؟ آپ نے فرمایا :

عمل الرجل بیدہ و کل بیع مبرور - (طبرانی) — انسان کے ہاتھہ کا کام اور ہر ایماندارانہ تجارت!

حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری چراتے تھے' حضرت زکریا نجار تھے' حضرت ابوبکر صدیق بزاز تھے -

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لاے' تو آپ نے زراعت کے متعلق قریش کو خطاب کرکے فرمایا :

یا معشر قریش انکم باقل الارض مطرا فاحرثوا فان الحرث مبارک (کنز العمال بحوالہ ابن جریر) ج - ۲ - ص - ۲۱۹) — اے گروہ قریش تم ایسی زمین ہو جہاں بارش کم ہوتی ہے' تو زراعت کرو' زراعت میں برکت دی گئی ہے -

هٰذا بلاغ للناس ولينذروا به وليعلموا
انما هو اله واحد وليذكر اولوا الالباب (۱۳ : ۵۲)

نمبر - ۱۲

کلکته : جمعه ۲۰ - ربیع الثانی سنه ۱۳۳۴ هجری
Calcutta : Friday, 25th February, 1916.

جلد ۱

ترجمان القرآن

یعنی قران حکیم کا اردو ترجمه ' از خامهٔ ایدیتر الهـــلال

آسمانی صحائف و اسفار کے حقیقی حامل و مبلغ حضرات انبیاء کرام و رسل عظام هیں - پس انکی تبلیغ و تعلیم اور نشر و توزیع کا مقدس کام دراصل ایک پیغمبرانه عمل هے ' جس کی توفیق صرف انهی لوگوں کو مل سکتی هے جنهیں حق تعالی انبیاء کرام کی معیت و تبعیت کا درجه عطا فرماتا هے ' اور اونکا نور علم براہ راست مشکواۃ نبوت سے ماخوذ هوتا هے : و ذالک فضل الله یوتیه من یشاء -

هندوستان کی گذشته قرون اخیرہ میں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کی توفیق ملی ' وہ حضرت شاہ عبد الرحیم رحمة الله علیه کا خاندان تها - انکے فرزند حجة الاسلام ' امام الاعلام ' مجدد العصر ' حضرة شاہ ولی الله قدس سرہ تهے ' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حکیم کے ترجمه کی ضرورت الهام الهی سے محسوس کی ' اور فارسی میں اپنا عدیم النظیر ترجمه مرتب کیا - انکے بعد حضرة شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد القادر رحمة الله علیهما کا ظهور هوا ' اور اردو زبان میں ترجمة القرآن کی بنیاد استوار هوئی - شکر الله سعیهم ' و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر ٹهیک ایک صدی گذر چکی هے ' لیکن یه کهنا کسی طرح مبالغه آمیز نه سمجها جائیگا که نشر و تبلیغ قرآن حکیم کی جو بنیاد اس خاندان بزرگ نے رکهی تهی ' اسکی تکمیل کا شرف حق تعالی نے ایڈیٹر الهلال کیلیے مخصوص کردیا تها ' جنهوں نے بعض داعیان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فهم حقائق و معارف قرانیه ' و ضروریات و احتیاجات وقت کو ملحوظ رکهکر قرآن حکیم کا یه اردو ترجمه نهایت سلیس ' عام فهم ' معنی خیز ' حقیقت فرما عبارت میں مرتب کیا هے ' اور بحمد الله که زیر طبع هے -

یه ترجمه کیسا هے ؟ ان لوگوں کیلیے جو الهلال کا مطالعه کرچکے هیں ' اسکا جواب دینا بالکل غیر ضروری هے -

یه ترجمه حامل المتن ٹائپ کی جگهه لیتهو میں چهاپا جارها هے تاکه ارزاں هو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب کے مطالعه میں آسکے - قیمت فی جلد چهه روپیه رکهی گئی هے - لیکن جو حضرات اس اعلان کو دیکهتے هی قیمت بهیجدینگے ' انسے صرف ساڑهے چار روپیه لیے جائینگے - درخواستیں اور روپیه منیجر البلاغ کے نام بهیجنا چاهیے -

قیمت فی پرچه
چـــار آنـــه

في

مقاصد القرآن

هـــذا بـيـان لـلـنـاس ، وهـدى و موعظة للمتقين (۳ : ۳۳)

یعنی قرآن حکیم کي مفصل تفسیر ، اثر خامه اڈیٹر الهلال

اس تفسیر کے متعلق صرف اسقدر ظاهر کردینا کافي ہے کہ قرآن حکیم کے حقائق و معارف اور اوسکي محیط الکل معلمانہ دعوۃ کا موجودہ دور جس قلم کے فیضان سے پیدا ہوا ہے ، یہ اسي قلم سے نکلي ہوئي مفصل اور مکمل تفسیر القرآن ہے !

یہ تفسیر موزوں کتابي تقطیع پر چھپنا شروع ہوگئي ہے - ہر مہینے کے وسط میں اسکے کم سے کم ٦٤ اور زیادہ سے زیادہ ١٠٠ صفحے اعلی درجہ کے ساز و سامان طباعۃ کے ساتھہ شائع ہوتے رہینگے - اس سلسلے کا پہلا نمبر جسمیں نصف حصہ مقدمۂ تفسیر اور نصف سورۂ فاتحہ کي تفسیر کا ہوگا ، انشاء اللہ عنقریب شائع ہوجائیگا - قیمت سالانہ قبل از اشاعت چار روپیہ - بعد کو پانچ - روپیہ -

نوادر آثار مطبوعات قدیمۂ ہند

تاریــــخ هنـدوســـتان

ترجمہ فارسي " هسٹري آف انڈیا " مصنفہ مسٹر جان مارشمن

مطبوعۂ قدیم کلکتہ سنہ ١٨٥٩

هندوستان کي تاریخوں کے لکھنے میں جن انگریز مصنفین نے جانکاہ محنتیں کي هیں ، اُن میں مسٹر جان - سي مارشمن کا قلم خصوصیت کے ساتھہ قابل ذکر ہے - اسکا نہایت سلیس و فصیح فارسي ترجمہ مولوي عبدالرحیم گورکھپوري نے کیا تھا ، اور بحکم لارڈ کیننگ پرنس بہرام شاہ نبیرۂ سلطان ٹیپو مرحوم و مغفور نے نہایت اهتمام و تکلف سے طبع کرایا تھا اس کتاب کي ایک بڑي خوبي اسکي خاص طرح کي چھپائي بھي ہے - یعنے چھپي تو ہے ٹائپ میں ، لیکن ٹائپ برخلاف علم ٹائپ کے بالکل نستعلیق خط کا ہے - کاغذ بھي نہایت اعلی درجہ کا لگایا گیا ہے - علاوہ مقدمہ و فہرست کے اصلي کتاب ٤٠٤ صفحوں میں ختم ہوئي ہے - چند نسخے موجود هیں - قیمت مجلد ٣ - روپیہ -

ترجمہ تفسیر کبیر اردو

حضرت امام فخر الدین رازي رحمۃ اللہ علیہ کي تفسیر جس درجہ کي کتاب ہے ، جسکا اندازہ ارباب فن هي خوب کر سکتے ہیں اگر آج یہ تفسیر موجود نہ هوتي تو صدها مباحث و مطالب ع تھے جو همارے معلومات سے بالکل مفقود هو جاتے -

پچھلے دنوں ایک فیاض صاحب درد مسلمان نے صرف کثیر کرکے اسکا اردو ترجمہ کرایا تھا ، ترجمے کے متعلق ایڈیٹر الهلال کي راے ہے کہ وہ نہایت سلیس و سہل اور خوش اسلوب و مرغوب ترجمہ ہے

لکھائي اور چھپائي بھي بہترین درجہ کي ہے - جلد اول کے کچھ نسخہ دفتر البلاغ میں بغرض فروخت موجود هیں پہلے قیمت دو روپیہ تھي اب بغرض نفع عام - ایک روپیہ ٨ - آنہ کردي گئي ہے -

تمام درخواستیں : " منیجر البلاغ کلکتہ " کے نام آئیں -

Printed & Published by O. Ahmad at AL-BALAGH Press, 46, Ripon Lane Calcutta

Tel Address: "Albalagh," Calcutta.
Telephone No. 648

AL-BALAGH.

Chief Editor,
Abul Kalam Azad,
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly .. Rs. 6-12

مدیر مسئول و رئیس تحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدهلوی

مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - رپن لین
کلکتہ

ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

نمبر - ۱۲

کلکتہ : جمعہ ۲۰ - ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۴ هجري
Calcutta : Friday, 25th February 1916.

جلد ۱

مجــــوزہ شیعــــہ کالــــج

ايتها النفوس المختلفه ! و القلوب المتشتة ! الشاهدة ابدانهم ' و الغائبة عنهم عقولهم ' اظارکم على الحق و انتم ' تنفررن عنه نفور المعزى من وعوعة الاسد ! هيهات هيهات ان اطلع بکم سرار العدل ' او اقيم اعوجاج الحق !

(حضرة علي عليه السلام - نهج البلاغة صفحه ۲۶۷)

گذشتہ نمبر میں میں اپنے اصول دعوۃ اور مسلک عمل کے متعلق بالاختصار عرض حال کرچکا ہوں - آج اپنے اختلاف اور وجوہ اختلاف کو ظاہر کرونگا -

(تحریک کي ابتدا)

کسي مولود کي حالت کا صحیح اندازہ کرنے کیلیے سب سے پہلي چیز اسکے مولد و منشاء کو معلوم کرنا ہے - اس اعتبار سے " مجوزہ شیعہ کالج " کیلیے بھي سب سے پہلي بحث یہ سامنے آتي ہے کہ اس تحریک کا مبدء و مولد کیا ہے ؟ یعني کیا حالات و اسباب تھے جن سے اس تحریک کي تخلیق و تکوین ہوئي ؟ اسکا مبدء خود انسان کے قلب کے اندر ہے جہاں ضرورتوں کا احساس اور حقیقتوں کا علم ہوتا ہے ' یا باہر کا القا ہے جس نے اپني مصلحتوں کیلیے دوسروں کي مصلحتوں کا نام اختیار کیا ہے ؟ پھر جس فضاء میں اس تحریک کے مخلوق صناعي نے پرورش پائي ' وہ کہاں کي فضاء اور کس سر زمین کا موسم تھا ؟ میداني سر زمینیں تھیں جہاں بیج بویا جاتا ہے ' یا پہاڑوں کي چوٹیاں تھیں جنکي بلندي سے پاني برستا ہے ؟

اس بارے میں دنیا کي معلومات حسب ذیل ہیں :

غالباً تین سال کا زمانہ گذرا کہ شیعہ کانفرنس کے بعض ارکان نے علي گذہ کالج کے متعلق بعض تحریرات شائع کیں ' اور اس مسئلہ کو چھیڑا کہ علي گذہ کالج میں شیعوں کے حقوق بہ حیثیت شیعہ ہونے کے کیا کیا ہیں ' اور ان کو کس طرح پامال کیا جا رہا ہے ؟ ساتھہ ھي اس بارے میں ارکان کالج سے خط و کتابت بھي شروع کي ' اور اپنے جماعتي مطالبات کي ایک فہرست پیش کي - سب سے پہلي مراسلت غالباً نواب وقار الملک کے عہدہ نظامت کے عہد میں ہوئي تھي -

مطالبات کي فہرست میں نے اس زمانے میں دیکھي تھي مگر اس وقت انکي تمام جزئیات یاد نہیں - بہ حیثیت مجموعي اس فہرست کا یہ حال تھا کہ : خلطوا عملا صالحا و اخر سيئا ! بعض مطالبات تو واقعي مستحق قبول تھے اور بعض صحیح نہ تھے - مثلاً شیعہ طلباء کے حقوق دیني اور اهتمام ضروریات دینیہ کے متعلق جو کچھہ تھا ' اصولاً سب درست تھا - لیکن اسکے ساتھہ ھي یہ مطالبہ بالکل بے معني تھا کہ کالج کا ایک سکریٹري سني ہو اور اسکے بعد دوسرا شیعہ - کالج کا سکریٹري یقیناً شیعہ ہونا چاہیے اور اگر ہمیشہ شیعہ ھي ہوتا رہے تو اور بہتر - لیکن اسلیے کہ وہ مسلمان اور صاحب صلاحیت ہے - نہ اسلیے کہ وہ شیعہ ہے ؛ کیونکہ سنیت اور شیعیت ' سب مصنوعي اور خود ساختہ اسماء ہیں : سمیتموها انتم و اباءکم ما انزل الله بها من سلطان - نام کي سچائي اس کرۂ ارضي پر صرف ایک ہے - اور وہ " اسلام " ہے : هو سماکم المسلمین !

مطالبات میں شیعہ طلبا کي دیني تعلیم و تربیت اور دیني اعمال کے حقوق کے متعلق جسقدر دفعات تھیں ' اصولاً انکي صحت میں کچھہ کلام نہیں ' لیکن علي گذہ کالج کي سر زمین میں سرے سے مذہب اور اسلام کي تعلیم و تربیت ھي کو کون پوچھتا ہے کہ سني اور شیعہ دینیات کي بحث کي نوبت آے ؟ اگر ارکان شیعہ کانفرنس کو اسکي شکایت تھي کہ انکي مخصوص تعلیم دینیات کا کالج میں کوئي انتظام نہیں ' تو وہ مجھے بتلائیں کہ عام طور پر نفس مذہب و اسلام کي تربیت ھي کا وہاں کونسا انتظام ہے ؟ جن ارکان کالج سے وہ شیعوں کے حقوق مانگ رہے تھے ' وہ پہلے نفس اسلام کے مطالبہ سے تو عہدہ برا ہوجائیں ؟ معض مسلمانوں کو پھانسنے کیلیے اور انسے چندے وصول کرنے کیلیے تو اس بستي کا ہر فرد مذہب مذہب قوم قوم پکارنے لگتا ہے ' اور جب مسلمانوں کے سامنے آکر کھڑا ہوتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ مذہب اور مذہب کي تربیت کا دکھہ اس سے زیادہ اس دنیا میں اور کسي کو نہیں ہے " لیکن اگر کالج میں جاکر انکے اعمال کا تجسس کیا جاے ' اور دیکھا جاے کہ طلباء کے سامنے کالج کے ٹرسٹیوں نے ' کالج کے عہدہ داروں نے ' کالج کے پروفیسروں نے " مذہب کا "

اطلاع : بعض ناگزیر اسباب سے آئندہ جمعہ کو رسالہ نہیں نکلیگا [illegible] ہفتہ کو ڈبل نمبر شائع ہوگا -

آب حیات

رهلسي كابا پلٹ ' یوناني اکسیر البدن اور
کیمیاگر اکسیر اعظم کہتے ھیں یہ امرت پورا

زندگي کو موت سے ایک روپیہ میں خرید نا

(آبحیات کے اکسیري فوائد !)

صحت کے برابر دنیا میں کوئی نعمت نہیں - جو لوگ وقت پر قدر نہیں کرتے - جب تندرستی بگڑ جاتی ھے - پھر عمر بھر پچھتاتے ھیں جو لا حاصل ھوتا ھے - اب پچھتائے کیا ھوت جب چڑیا چگ گئیں کھیت - ھندوستان گرم ملک ھے اور بوجہ شدت گرما گرد و غبار سے آئے دن ھزاروں قسم کي بیماریاں و فساد خون کے دکھہ ھر روز لگے نئے پیدا ھوا کرتے ھیں - گراني اشیاء خوردني نے عام لوگوں کو مفلس بنا رکھا ھے - اور کثرت بیماري نے لوگوں کو کمائی کے لائق نہیں رکھا ' اس لیے عام لوگ بلا علاج زندہ درگور ھو جاتے ھیں - اگر علاج کرتے ھیں تو فیس اور قیمت دوا ادا کرنے سے قلاش ' تنگدست بن جاتے ھیں - اور صاحب توفیق حضرات کو دوا خالص نہیں ملتي - مندرجہ بالا تکالیف کو دور کرنے لئے حکیم مطلق نے آب حیات کو مسیحائي اثر بخشا ھے تاکہ کوئي دکھہ دنیا میں نہ رھے - غریب سے غریب اور لاچار سے لاچار ایک پیسہ کي ایک خوراک لے کر امراض مزمنہ مایوسہ سے خلاصی پائے - آبحیات ھر مرض شدید کي دوا ھے خارجاً لگانے سے ھر درد وغیرہ کے لیے شفا ھے - ایک شیشی آبحیات کی کنبہ بھر کو بہت بلاؤں اور نا گہاني آفتوں سے بچاسکتي ھے ' کسیکو معلوم نہیں مرض کسوقت رات کو یا دن کو جنگل میں یا گھر میں آدبائیگي اسلیے یہ عقلمندي ھے کہ پہلے ھي سے ایک شیشي گھر میں رکھي جائے -

(فوائد مصدقہ آبحیات)

تپدق ' تپ محرقہ ' صفراوي تپ ' تپ پر سوت ' سل ' پیچش ' صفراوي اسہال ' سرسام ' درد سر ' درد پہلو ' نمونیا ' ذات الجنب ' تپش دل ' ناسور ' بدھہ کا زخم ' درد کان ' مسوڑوں سے خون آنا ' پھوڑے پھنسیاں ' پٹھوں کا اکڑاؤ ' براسیر ' نواسیر ' بھگندر ' تالو کا سوراخ ' دانت کا درد ' قبض ' درد قولنج ' درد کمر ' نقرس ' چھپاکي ' متلي ' قے ' زخموںمیں کیڑے پڑنا ' کثرت پیاس ' تشنج ' بیخوابي ' کھانسي خشک و تر ' ورم ' چھوڑے ' ورم پستان ' درد دل ' ھیضہ ' طاعون ' خنازیر ' درد شکم ' زھر دار ڈنگ ' بھڑ ' سانپ ' بچھو ' آگ سے جلنا ' گرمي کي شدت سے جسم پرگرم دانے نکلنا ' درد ' چوٹ ' خارش نکسیر وغیرہ وغیرہ کتاب میں مفصل حال درج ھے -

قیمت في شیشي ایک روپیہ - چھہ شیشي پانچ روپیہ - ایک درجن دس روپیہ محصول ڈاک ذمہ خریدار -

آبحیات کا مسیحائي اثر

(سل ' دق ' کھانسي ' سات ماہ کي صرف سات دن میں دور)

عالیجناب ھز ھائینس نواب میر فیض محمد خانصاحب بہادر
کے - سي - ایس - آئي والي ریاست خیر پور سندھہ

سر اے غلام رسول عرصہ سات ماہ سے بعارضہ بخار لازمي ۱۰۴ درجہ تھرما میٹر پر رھتا تھا - اور اس کے علاوہ کھانسي ایسي شدید تھی کہ سونا ' بیٹھنا حرام ہوگیا تھا - چونکہ سر - اے ممدوح اپنے آقائے نامدار میر احمد علي خاں صاحب کي خدمت میں شب و روز رھتا تھا اور کھانا پینا ان کے ساتھہ رکھتا تھا - اُن کے معالجہ کے لئے یور...ن سول سرجن سات سو روپیہ روزانہ کراچي وغیرہ سے اور نامور اطباء ھندوستان سے جمع ہوتے رھے - میر ممدوح مدقوق تھا - کوئی چارہ نہ چلا اور وہ فوت ھوگیا - تمام طبیبوں اور ڈاکٹروں نے متفق ھوکر کہدیا تھا کہ سر - اے غلام رسول بھی اسی مرض میں مبتلا ھوگیا تھا -

آخر جب تمام معالجات سے تنگ آکر بحالت مایوسی سرکار ابد پائدار والي ریاست نے حکیم غلام نبی زبدۃ الحکماء لاھور کو جو جامع علوم ڈاکٹري و یوناني اور ماھر فنون ھر دو طب ھیں ' ریاست میں براے معالجہ طلب فرمایا -

(آبحیات کا کرشمۂ قدرت)

زبدۃ الحکماء موصوف نے یورپین ڈاکٹر وغیرہ میڈیکل افسروں سے اس بات کا اتفاق کیا کہ مقدمہ سل ھے - اور جگر بھي بگڑ گیا ھے ' صرف دس قطرہ آبحیات کے تین دفعہ دینے شروع کیے ' اور تمام انگریزي و یوناني دوائیاں ترک کرادیں - سات ماہ کا بخار اور کھانسی ساتویں روز جاتی رھي - یہ جادو کے اثر کي خبر ریاست میں مشہور ھوگئی - اور آبحیات کے جادو اثر کرشمے اور اس کے سریع العمل اور سریع الاثر لاعلاج بیماروں کا کوڑی کم قیمت علاج ھے ' تو آبحیات تسلیم کر لیا گیا ھے - اب سندھہ میں جو آتا ھے - اسي آبحیات کا طالب ھوتا ھے - تمام اخباروں میں اسي قصہ کو پڑھہ لو اور وھاں سے تصدیق کرلو کہ سر - اے غلام رسول اب تندرست ھے اور کاروبار ریاست میں مصروف ھے -

(العبد - خان بہادر رسول بخش خاں نائب وزیر ریاست خیرپور سندھہ)

الغرض آبحیات کي شیشی ھر گھر میں موجود ھوني ضرور ھے - سفر و حضر میں کار آمد - نہ ڈاکٹر کي ضرورت ھے نہ طبیب کي - بیسیوں امراض کي ایک ھي تیر بہدف دوا ھے ' جو کسی قسم کے ضرر کے بغیر فائدہ دیتی ھے -

قیمت في شیشي صرف ایک روپیہ - (منیجر)

(شربت مقوي اعصاب)

وہ نقص جو بھرپور جواني میں مرد کو رنجیدہ خاطر بناتے ھیں ' اس سے دور ھوتے ھیں - گئي ھوئي طاقت کو واپس لاکر مرد کو پورا مرد بناتا ھے - افعال قبیحہ اور کثرت عیاشی نے جب جسم کي قوت کو گھٹا دیا ھو - تو یہ شربت خاک میں ملی ھوئی امیدیں بر لاتا ھے ' في شیشي صرف چار روپیہ -

(سنون مستحکم دندان)

ھلتے دانت مضبوط - بدبو میل دور - دانت موتیوں کي طرح چمکدار - قیمت چار تولہ ایک روپیہ -

(سر کا خوشبودار تیل)

بالوں کو خوشبودار رکھنے کے سوا سیاہ بالوں کو سفید نہیں ھونے دیتا - دافع ضعف دماغ نزلہ و زکام في شیشي تین روپیہ -

دوائي درد کان - قیمت صرف ایک روپیہ -

(سرخ رو)

بعد از غسل اس دوا کے دو قطرے چہرے پر مل لینے سے چہرہ خوبصورت ھو جاتا ھے ' قیمت في شیشی صرف ایک روپیہ

(روغن اعجاز)

برسوں کے زخم دنوں میں بھر جاتے ھیں ' ناسور ' بھگندر - خنازیر کے گھاؤ اور کاربنکل زخم کا اچھا علاج - قیمت دو تولہ صرف دو روپیہ -

(دوائي پیچش و مروڑ)

نہایت زود اثر اور مجرب دوائي ھے - قیمت چار تولہ صرف ایک روپیہ ھے -

(خنازیر کا خوردني علاج)

اس دوائي کے کھانے سے گلٹیاں اندر ھي اندر بیٹھہ جاتي ھیں قیمت دو تولہ صرف دو روپیہ -

بخاروں کي شرطیہ دوا - پسینہ آکر ھر قسم کا بخار ایک گھنٹہ میں اتر جاتا ھے - قیمت في ڈبہ دو روپیہ -

(سفوف دافع درد گردہ)

اس کے استعمال سے ریگ مثانہ دور ھوکر آیندہ دورہ درد سے نجات ھوتي ھے - چار تولہ صرف دو روپیہ -

پتہ - منیجر شفاخانہ شہنشاھي ' سند یافتہ حکیم و ڈاکٹر حاجي ' غلام ' نبي
زبدۃ الحکماء لاھور - موچی دروازہ

ایڈریس کے جواب کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تجویز سے ہز آنر کیلیے کچھہ ایسي محبوبیت و مطلوبیت ہے کہ باربار اسکي تعریف کرتے هیں ' بار بار اعانت کا وعدہ کرتے هیں ' بار بار کام کرنے والوں کو داد دیتے هیں ' اور پھر بھي جي نہیں بھرتا اور یہي کہتا ہے کہ ایک بار اور کہدیجیے : من احب شئیا اکثر ذکرہ :

اعـد ذكـر نعمـان لنـا ' ان ذكـره
هي المسـك ما كـررتـه يتضـوع

چنانچہ آخر میں وہ خود هي فرماتے هیں : " میں آپ سے تین بار کہہ چکا هوں اور پھر کہتا هوں کہ اس صوبے کي گورنمنٹ آپ کي اس تجویز کو قابل تحسین و آفرین سمجھتي ہے ' اور اسکي تائید کرتي ہے '. اور جب اُسکا وقت آئیگا تو حتي الامکان آپ کي امداد میں هرگز کوتا هي نہ کریگي - آپ پورا اطمینان رکھیں کہ میں اور میرے ما تحت عہدہ دار هر طرح جہاں تک امکان میں ہے ' آپ کي اعانت کرنے پر آمادہ رهینگے "

انھوں نے ایک افسر اعلی کي طرح صرف اپني گورنمنٹ کي زیادہ سے زیادہ ممکن اعانت کا وعدہ هي نہ کیا ' بلکہ ایک سچے مربي اور سر پرست کي طرح کام کرنے کي تدبیریں اور انکے قیمتي نکتے بھي سمجھا دیے -

شیعہ کالج کیلیے چالیس لاکھہ کا سرمایہ تجویز کیا گیا ہے - ظاهر ہے کہ چالیس لاکھہ کي رقم جلد جمع نہیں هوسکتي اور اسلیے جلد کالج بھي نہیں بن سکتا - مگر تاخیر کا یہ پہلو هز آنر کو گوارا نہیں - انھوں نے فرمایا کہ چالیس لاکھہ کي فراهمي کا انتظار نہ کیجیے ' اگر بارہ لاکھہ بھي جمع هو جائیں تو کام شروع کردیجیے :

" آپ پہلے اس کمتر رقم یعني بارہ لاکھہ کے فوراً جمع کرنے کا ارادہ کریں ' اگر یہ رقم وصول کرلي جاویگي تو میں اسکي ذمہ داري کر سکتا هوں کہ گورنمنٹ آپ کي اعانت کریگي اور اپنے حد امکان پوري مدد دیگي "

اس سے بھي زیادہ بے خطا تدبیر یہ بتائي کہ :

" اپني جماعت کے بڑے بڑے زمیںداروں کو آمادہ کیجیے - وہ اپني سالانہ آمدني کا جزو معقول سرمایہ تعمیر میں دیں اور اپني سالانہ مالگذاري میں سے کوئي مقررہ رقم في صدي کالج کے مستقل اخراجات کیلیے دینا منظور کریں - هندوستان کے هر حصہ سے اپني جماعت کے اشخاص کو لکھنؤ میں بلائیے تاکہ بڑے جلسہ میں شریک هوں ' اور انسے درخواست کیجیے کہ وطن کي واپسي سے پہلے کالج کے قیام کا قابل اطمینان بندوبست کرتے جائیں "

ایڈریس کے اس جواب کے پڑھنے کے ساتھہ مندرجہ ذیل واقعات کو بھي پیش نظر رکھہ لیجیے :

(۱) سندھ کے مسلمانوں نے خود هي اپني تعلیم و ترقي کیلیے ایک دائمي فنڈ قائم کرنا چاها ' اور تجویز کي کہ هر زمیندار في صدي کے حساب سے ایک رقم اسمیں داخل کرے - علي گڈھ کانفرنس نے اسکے متعلق بار بار رزولیوشن پاس کیے اور حکام سے التجائیں کیں کہ خدا را اسمیں مدد دیجیے ' مگر چار سال هوگئے ' ابتک کوئي نتیجہ نہیں نکلا -

(۲) بمبئي میں ایک مسلمان نے آٹھہ لاکھہ روپیے گورنمنٹ کو دیے هیں تاکہ مسلمانوں کي تعلیم میں خرچ کیے جائیں - اگر گورنمنٹ اپنے عام اصول کے مطابق اتني هي رقم خود بھي دیدے یا شیعہ کالج کي طرح کسي بڑي سرکاري زبان سے اسکے لیے چند الفاظ کہلوا دے تو ایک عمدہ کالج کي بنیاد فوراً پڑ جاسکتي ہے - مگر گورنمنٹ بمبئي نے ظاهر کیا ہے کہ جنگ کي وجہ سے سردست روپیہ نکالنا مشکل ہے -

(۳) بنگال میں ایک کالج کا مسئلہ سالہا سال سے درپیش ہے ' لیکن موجودہ حالات و موانع کي وجہ سے اسمیں برابر تاخیر هورهي ہے - متعدد بار کہا گیا ہے کہ جنگ کي وجہ سے سردست روپیہ کي فراهمي مشکل ہے -

مجوزہ شیعہ کالج کي تحریک کي تولید اور نشو و نما کي یہ اجمالي سرگذشت تھي - اسکے مطالعہ سے هر صاحب عقل سمجھہ لے سکتا ہے کہ اس تحریک کا مبدء و مولد کیا ہے ؟ اور سوال اصلي ایک نئے کالج کا اور برادران شیعہ کي خواهشوں کا ہے ' یا اُن مقاصد مخفیہ کا جنکے لیے اس تحریک کو آلہ بنایا گیا ہے ؟

(الساکت عن الحق شیطان اخرس)

ایک طرف تو اس تحریک کي تولید و نشوونما کا یہ حال نظر آتا ہے ' دوسري طرف علي گڈھ کے ارکان کالج اور محافظین مسئلہ تعلیم جدید کا موجودہ رویہ ہے ' اور ضروري ہے کہ چند کلمات اسکي نسبت بھي کہے جائیں -

علي گڈھ کالج اور علي گڈھ کانفرنس کے ارباب حل و عقد نے همیشہ دعوا کیا ہے کہ همارا موضوع مسلمانوں کي جدید تعلیم اور علي الخصوص اعلی تعلیم ہے - همارا موضوع پالیٹکس نہیں ہے - پس پولیٹکل معاملات میں هم سے کسي آزادانہ رویہ کي خواهش کرنا ایک ایسي چیز کا مطالبہ ہے جو همارے دائرۂ عمل هي سے باهر ہے - البتہ تعلیم کے متعلق هم سب کچھہ کرسکتے هیں اور کررہے هیں -

انھوں نے مسلمانوں کي تعلیم کے متعلق ایک خاص اصول وضع کیا ہے ' اور همیشہ سے کہتے آے هیں کہ مسلمانوں کي تعلیمي حیات و ممات کا دارومدار اسي اصول پر ہے - اس اصول کو وہ " ایک قومي مرکز کے قیام و تکمیل " کے نام سے پکارتے هیں ' اور کہتے هیں کہ مسلمانوں کیلیے صرف تعلیم هي کي ضرورت نہیں ہے ' بلکہ تعلیم سے بھي زیادہ ایک " قومي مرکز " کے قائم کرنے کي ضرورت ہے - جب تک کہ ایک ایسا مرکز موجود نہ هوگا ' متفرق کوششیں کچھہ سود مند نہیں هوسکتیں - پھر اسکے بعد دعوا کرتے هیں کہ علي گڈھ کالج هي مسلمانوں کا قومي مرکز ہے ' اور اسي کے قیام و تکمیل پر مسلمانوں کي تمام حیات و ممات قومي کا دار و مدار ہے -

انکي اصلي کوشش یہ هوتي ہے کہ اسکو دنیا بھر کي چیزوں کا مرکز ثابت کردیں ' لیکن جب اسمیں کامیابي نہیں هوتي تو مجبوراً " تعلیمي مرکز " کے قرار دینے هي پر اکتفا کرلیتے هیں اور کہتے هیں کہ مسلمانوں کو چاهیے کہ دین و دنیا کا اور کوئي کام نہ کریں - صرف کالج هي کو پوجیں اور صرف کالج هي کو روپیہ دیں : جاهدوا في سبیلہ باموالکم و انفسکم ! اگر وہ ایسا نہ کرینگے اور اور کاموں میں لگ جائینگے ' تو مرکز قائم نہ هوگا ' اور مرکز نہوا تو پھر قوم قوم نہیں -

نیز ان لوگوں نے اپني تقلید اور پرستش کا ایک نیا بت بنایا ہے ' اور اسکا نام رکھا ہے " سرسید کي پالیٹکس " یوناني علم الاصنام میں هر طاقت کیلیے ایک مخصوص بت هوتا تھا - یہ نہیں هوسکتا تھا کہ رزق کا دیوتا علم کے دیوتے کے کاموں میں مداخلت کرے ' یا کیوپڈ وینس کي حکومت میں خلل ڈالے - لیکن ان لوگوں نے صرف ایک هي بت بنایا ہے اور اسکے اختیارات اسقدر وسیع هیں کہ علم و عمل کا کوئي گوشہ اس سے خالي نہیں - یہ کہتے هیں کہ هم " سرسید کي پالیسي " سے سر مو تجاوز نہیں کرینگے ' اور مسلمان صرف وهي ہے جو " سرسید کي پالیسي " پر نہ صرف ایمان مجمل بلکہ ایمان مفصل کا اقرار کرے -

سرسید مرحوم کي پالیسي کا اس بارے میں یہ حال تھا کہ انھوں نے پہلي لکھنؤ کانفرنس اور نیز میرٹھہ کانفرنس میں خاص رزولیوشن پیش کیے کہ جب تک مسلمان اپني تمام متفرق اور علحدہ علحدہ کوششوں کو ترک کرکے ایک مکمل تعلیمي مرکز نہیں بنا لینگے ' انکي کشتي طوفان هلاکت سے نہیں

مذهب کے اتباع کا ' اور مذهب کي عملي زندگي کا کونسا نمونه پیش کیا ہے؟ اور اپنے علم و عمل میں مذهب کو کتني اهمیت و وقعت دیتے هیں؟ تو اسوقت کهل جاے که نمایش و تصنع کے ان پردوں کے پیچهے کیا چهپا ہے؟ اور کس طرح عملي الحاد کو مذهب ' اور کفر و ارباب کفر کي پرستش کو اسلام پرستي کا نام دیا جارها ہے - مذهب کے ان پرستاروں اور اسلام کے ان غمگساروں میں سے اکثر وہ هیں جنکو پانچ وقت الله کے حضور میں جهکنے سے بهي شرم آتي ہے ' با این همه انکا دعوا ہے که هم مسلمانوں کیلیے مصلح هیں - اور مسلمانوں میں بهي بهت سي فریب خوردہ روحیں ایسی هیں جو یقین کرلیتي هیں که گهوڑے کے بالوں سے ریشمي چادر بني جاسکتي ہے اور فسق و الحاد سے مسلمانوں کي اصلاح هوسکتي ہے!

بهرحال مطالبات کیے گئے اور اس بارے میں ارکان کالج سے مراسلة شروع هوئي - نفس مطالبات کے اعتدال و عدم اعتدال کے متعلق تو میں نے اپني راے ظاهر کردي ' لیکن دوسرا اهم سوال یه پیدا هوتا ہے که ان شکایتوں کا اصلي مبدء کیا تها؟ وہ خود پیدا هوئي تهیں یا پیدا کرائي گئي تهیں؟ ممکن ہے که شکایتوں کا بیج خود بخود زمین میں پڑ گیا هو لیکن اسمیں تو کوئي شک نهیں که پاني آے باهر سے ملا ' اور اگر بیج کو باهر سے پاني نه ملے تو زمین کے اندر کي رطوبت اتني نهیں هوتي جو اسے ایک تناور درخت بنادے -

یه وہ وقت تها جبکه مسلمانوں کي تعلیم اور علي گڈہ کي مرکزیت و احاطۂ اثر کے متعلق احکام و اوامر میں ایک انقلاب عظیم هو رها تها ' اور جو چیز کل تک سب سے زیادہ محبوب تهي کیونکه سب سے زیادہ وفا سرشتانه خلقت اور سب سے زیادہ اطاعت شعارانه خصائص کا اسکي نسبت یقین کیا جاتا تها ' رهي اب سب سے زیادہ مبغوض و مردود هوگئي تهي ' کیونکه واقعات کي تبدیلي نے ثابت کردیا تها که طاقت اور مرکزیت پیدا کرکے یهي سب سے اچهي چیز کسي وقت سب سے زیادہ مضر اور پر خطر بهي هو جاسکتي ہے - ساتهہ هي واقعات عمومي کے تغیرات نے اسکي بهي ضرورت پیدا کردي تهي که اگر تفریق و نزاع باهمي کي کوئي نئي بنیاد پڑ جاے ' تو حال کیلیے سب سے بڑي مصلحت اور مستقبل کیلیے سب سے بڑي بشارت هوگي -

علي گڈہ کالج اور شیعه جماعة کے حقوق کا مسئله اس غرض کے حصول کیلیے به یک کرشمه درکار هوگیا - ایک طرف علي گڈہ کي مرکزیت ' تعلیم کے احاطه و اثر ' اور وحدت جذبات و خصائص پر بهي اس سے پورا اثر پڑتا تها ' دوسري طرف اتحاد عمومي کیلیے بهي اس سے بڑهکر اور کوئي فتنه کارگر نهیں هوسکتا تها که : جعلوا اهلها شیعا کي پوري پوري تفصیل تهي - پس جیسا که قاعدہ ہے اور جیسا که همیشه هوا ہے ' مخفي و زیر حجاب رهنے والي قوتیں آگے بڑهیں ' اور اس مسئله کو پرورش کیلیے خاص طور پر اپني گودوں میں اٹها لیا -

رفته رفته یه مسئله یهاں تک بڑها که بعض شیعه ارکان و سرپرستان کالج نے کالج اور کالج کي اعانت سے دست برداري کا ارادہ کرلیا - هز هائنس نواب صاحب رامپور نے تار کے ذریعه اپني علیحدگي کي اطلاع دي ' اور جب ایک وفد انکي خدمت میں حاضر هوا تو انهوں نے مطالبات کي فهرست نکالکر پیش کردي - اسي وقت یه امر بالکل واضح هوگیا تها که کونسي قوتیں اس مسئله کے اندر کام کر رهي هیں -

با این همه اس وقت بهي میري یهي راے تهي اور اب بهي یهي راے ہے ' که خود ارکان کالج نے بهي اس بارے میں سخت غلطي کي ' اور وہ یقیناً اس بات کیلیے جوابدہ هیں که بارجود علم و خبرداري کے ابتدا هي میں انهوں نے اس فتنه کو کیوں نهیں روکا؟ انکو چاهیے تها که وہ ان تمام مطالبات کا جو انکے بهائیوں نے انکے آگے پیش کیے تهے ' پوري کشادہ دلي کے ساتهہ استقبال کرتے ' اور اپني قواعد پرستیوں اور حاکمانه بے مهریوں کي جگه خوشي خوشي کهدیتے که جو کچهه هم کرسکتے هیں اس سے همیں انکار نهیں ہے - اگر بعض مطالبات ناقابل قبول تهے تو انسے انکار کردیتے ' لیکن جسقدر حصه قابل عمل و قبول تها ' اسکے مان لینے میں ایک لمحه کي بهي دیر نه لگاتے -

ارباب کالج نے سب سے پهلي غلطي یه کي که مطالبات پیش کرنے والوں کے حق و اهمیت سے صاف صاف انکار کرنا شروع کردیا - کبهي کها که اس طرح شکایت کرنا اور جواب مانگنا بالکل ناقابل التفات ہے - همارے ٹرسٹیوں میں شیعه ممبر بهي موجود هیں اور وهي سب کچهه هیں ' انکے سوا نه تو اور کوئي شیعوں کا وکیل ہے اور نه کسي کو حق نیابت و ترجماني حاصل ہے - کبهي کها که هم نے دینیات کي ایک کمیٹي بنادي ہے اور دینیات کي نگراني کیلیے فلاں فلاں شیعه حضرات ملازم هیں - اسکے سوا اور کچهه نهیں هوسکتا -

حالانکه یه سب باتیں فتنه کي تهیں - ایسي هي غلطیوں سے چهوٹي چهوٹي باتیں اتني اهم بن جاتي هیں که انسے اغیار فایدہ اٹهاتے هیں اور تفریق کلمه کا ایک بنا بنایا کهیل انهیں ملجاتا ہے - کالج والوں کو سمجهنا تها که معامله دوسرا هوگیا ہے اور ایک نئے فتنه کي بنیاد رکهي جارهي ہے - اسوقت قانون کالج کا حواله دینا اور اپنے کانسٹی ٹیوشن کا راگ گانا بالکل لاحاصل ہے - کوشش صرف اسکي هوني چاهیے که فتنه کو زیادہ بڑهنے نه دیا جاے -

پهر شکایتیں بهي کیا هیں ' اور انکي حقیقت کیا ہے؟ محض چهوٹي چهوٹي باتیں هیں جن میں کچهه بهي دهرا نهیں ہے - اگر کوئي نئي کمیٹي بن گئي یا چند نئے آدمیوں کو لے لیا گیا ' یا چند تعطیلیں بڑها دي گئیں ' تو ان باتوں سے کالج کا کیا بگڑتا ہے ' اور بهرحال اپنے هي عزیزوں ' اپنے هي بهائیوں ' اپنے هي گهر کے ساتهیوں کو اس سے خوشي ملتي ہے - یه بهتر ہے اس سے که غیروں کو خوشي ملے - اگر ایک بهائي غلطي کررها ہے تو تم غلطي مت کرو اور اسے منالو - ایسا نهو که وہ اپنوں سے روٹهه کر غیروں کي چوکهٹ پر چلا جاے - اور بڑي سے بڑي مصیبت اور بڑا سے بڑا دکهه برداشت کیا جاسکتا ہے ' مگر یه نهیں دیکها جاسکتا که اپنوں کا سر هو اور غیروں کي چوکهٹ -

بهرحال اس بارے میں ارکان کالج نے بهي غلطي کي اور فرصت کو اپنے هاتهوں ضائع کردیا - یهانتک که اس مسئله نے دوسرے دور میں قدم رکها اور ایک علحدہ شیعه کالج بنانے کا خیال پیدا کیا گیا - صورت حال یوں قرار دي گئي که علي گڈہ کالج صرف سنیوں کا کالج ہے ' اسلیے چاهیے که شیعوں کا بهي ایک الگ کالج قائم هو -

(ڈیپوٹیشن)

رفته رفته تمام ابتدائي مراتب طے کیے گئے اور بالآخر مسئله اس حد تک پهونچ گیا که ١٣ جنوري کو زیر ریاست هز هائنس نواب صاحب رامپور ایک ڈیپوٹیشن هز آنر سر جیمس مسٹن کي خدمت میں حاضر هوا اور ایڈریس پیش کیا -

ایڈریس کے جواب میں هز آنر نے جس عدیم النظیر جوش و محبت کے ساتهہ اس تجویز کا خیر مقدم کیا ' اور جس طرح گورنمنٹ کي اعانت و شرکت کے والهانه و مخلصانه وعدے کیے ' انکو پڑهکر مجهے ذرا بهي تعجب نه هوا ' کیونکه تعجب همیشه غیر متوقع نتائج پر هوتا ہے اور یه چیز پهلے سے معلوم تهي -

عراق و لیلائے عراق

ایک لمعۂ اشک سرزمین "تجري من تحتها الانہار" کي یاد میں !
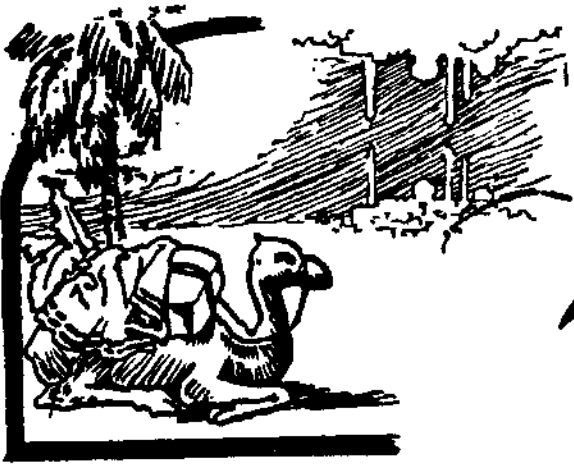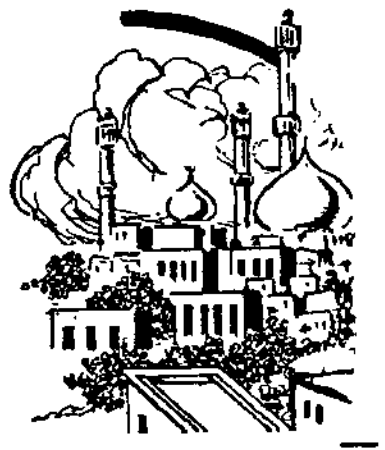
یقولون "لیلي" بالعراق مریضة
فما لك لا تضني و انت صدیق !
شفی الله "مرضی" بالعراق ، فانني
علی کل مرضی بالعراق شفیق
فان تلك "لیلی" بالعراق مریضة
فاني في بحر الحتوف غریق !
اهیم با قطار البلاد و عرضها
و ما لی الی "لیلی" العداة طریق !

یه اشعار عہد امویه کے مشہور عاشق قیس عامري کی طرف منسوب هیں - کہتے هیں که ایک دن قیس اپني شوریدگي میں بے خبر پڑا تھا که اسکے کانوں میں کسي کي آواز آئي جو کہه رہا ہے :

الا ان لیلی بالعراق مریضة
و انت خلي البال تلہو و ترقد !

"لیلي عراق میں بیمار پڑي ہے اور تیرا حال یه ہے که بیفکر و بیخبر کھیل کود میں اپنا وقت کاٹ رہا ہے" :

فلو کنت یا مجنون تضنی من الهوی
لبت کما بات السلیم المسهد !

" اے مجنوں اگر تو واقعي بیماري محبت کا مریض ہے ' اور تجھے لیلي کے عشق و شیفتگي کا دعوی ہے' تو ضرور تھا که تیرے محبوب کے دکھه میں پڑنے کے ساتھه هي تجھپر بھي دکھه طاري ہوجاتا' اور اسکي بیقراري سے زیادہ تجھه میں بیقراري اور بے چیني ہوتي - عشق کا دعوا اور بے دردوں کي طرح بیفکري ' یه دونوں چیزیں جمع نہیں ہوسکتیں "

کہتے هیں که یه سنتے هي قیس مجنوں پر ایک بجلي سي گرگئي ' جوش تاسف میں اُس نے گریبان پھاڑ ڈالا ' سر اور چہرے پر خاک ملنے لگا ' عراق و لیلائے عراق کے سوا اسکي زبان سے کوئي لفظ نہیں نکلتا تھا ' وه بیخودانه اُٹھا اور ایک سچے دیوانۂ عشق کي شان سے کوه و بیاباں کي طرف روانه ہوگیا - ابو عیسی روایت کرتا ہے که اس وقت مندرجۂ بالا اشعار اُسکي زبان پر تھے - جنکا ترجمه حسب ذیل ہے :

" آه ' کہتے هیں که لیلي عراق میں بیمار پڑگئي ہے - پھر تجھے کیا ہوگیا ہے که صحیح و تندرست نظر آتا ہے - حالانکه اس محبوبه مریضه کے عشق کا دعوا رکھتا ہے ؟

اگر واقعي یه سچ ہے که لیلي عراق میں بیمار ہے تو مجھے بیماري کي دعوة نه دو - میں تو موتوں اور ہلاکتوں کے سمندر میں ڈوبا ہوا ہوں !

میں شہروں میں گشت لگاتا ہوں اور عراق تک پہنچنے کی راه ڈھونڈھتا ہوں ' لیکن افسوس که لیلي تک پہنچنے کي تمام راہیں بند ہوگئي هیں !

خدا سرزمین عراق کے تمام بیماروں کو شفا دے ' کیونکه جب سے میں نے اپنے بیمار عراق کي خبر سني ہے ' عراق کے ہر بیمار کیلیے شفیق ہوگیا ہوں !! "

(۲)

لیکن اے سرزمین عراق ! اے بہشت زار دجلۂ و فرات ! اے مصداق تجري من تحتها الانہار ! اے مایۂ عشق جہل کرور نفوس ملت ! قیس عامري کي لیلي چند دنوں کیلیے تیري آبادیوں میں آ بسي تھي اور اسلیے وه تجھه تک پہنچنے کیلیے بیقرار تھا ' لیکن آه ' ہمارے لیے تو تیري تمام سرزمین یکسر لیلي زار حسن و جمال ہے ' اور تیري کسي ایک عمارت کے اندر هي نہیں ' بلکه تیري خاک کے ہر ذرے کے اندر ہمارے عشق ماضي کا ایک حجلۂ حسن و جمال آراسته ہے ! قیس عامري کي لیلي اگر بادیۂ نجد کے خیموں سے نکلکر تیري سرزمین میں آ گئي تھي ' تو ہمارے اقبال رفته کي بھي ایک لیلي ہے جو ریگ زار حجاز سے نکلي ' اور صدیوں تک تیري سرزمین اسکے لیے منزل عیش و نشاط رہي - بابل و نینوا کي وراثت تیري هي سرزمین میں ہم کو دي گئي تھي - کلدان اور مدائن کے مدفون خزانے تو نے هي ہمارے سپرد کیے تھے - ہارون الرشید کي سنہري کشتیاں تیرے هي دجله میں تیرتي تھیں ' مامون اعظم کا دربار عظمت و اجلال تیرے هي خاک کا ایک افسانه گذشته ہے - تو هي ہے که تیري زمین کا ایک ایک کھنڈر ' تیري خاک کا ایک ایک توده ' تیري نہروں کي ایک ایک لہر ' کاروان رفتۂ لیلي کا نقش قدم اور کار و بار عشق ماضي کا افسانه سرا ہے - اور پھر اے سرزمین لیلي ! تیري هي فضاء محبوب ہے جسکے ہر ذرے سے آج بھي بازگشت ناقۂ لیلي کي صدائیں اُٹھه رہي هیں ' اور ہر اُس مجنوں کیلیے ملامت ہے جو عشق لیلي کے دعوے کے ساتھه سرزمین لیلي سے

عماره کا منظر دجله کي طرف سے !

نکلیگي - چنانچه انہوں نے اس رزرلیوشن کا نام " مسلمانوں کي قسمت کا فیصلہ رکھا " اور ہمیشہ دوسرے کالجوں ' اسکولوں ' اور مسلسل تعلیمي کوششوں کي مخالفت کرتے رہے - حتی کہ لکھنؤ کانفرنس میں انکو اسي مسئلۂ کے متعلق اسقدر جوش آ گیا کہ بہت سے لوگ اسکے متحمل نہ ہوسکے - مرحوم سجاد حسین ایڈیٹر اودھ پنچ نے پھبتیاں اوڑائیں ' اور لوگ جلسہ سے اٹھکر چلے آے -

ان تمام امور کے علاوہ سب سے بڑي چیز یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے آپکو اتحاد و جمعیۃ کلمہ کا داعي قرار دیتے ہیں ' اور اسي بنا پر شیعہ مطالبات کا ایک بڑا حصہ ان لوگوں نے منظور نہیں کیا ' کیونکہ اسکے ماننے سے مسلمانوں میں تفریق بڑھتي -

مجھکو یہاں اس سے کوئي بحث نہیں کہ انکے یہ تمام مسالک و عقائد صحیح ہیں یا غلط ؟ بحث صرف یہ ہے کہ انکے مدعیانہ عقائد کا یہ حال ہے - پس اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ مجوزہ شیعہ کالج کا وجود انکے ان عقائد مسلمہ اور انکے امام معصوم کے مذہب و ملت کے لحاظ سے کیا حکم رکھتا ہے ؟

کیا ایک علحدہ کالج کا قائم کرنا آپکے اصول " مرکزیت " کیلیے پیغام ہلاکت نہیں ہے ؟

کیا شیعہ کالج کے نام سے اسکي دعوت دینا ' کلمۂ اتحاد کیلیے فتنۂ عظیم نہیں ہے ؟

کیا علي گڈہ کالج کے اندر دو مسجدوں کا بنانا تفریق تھا ' مگر " شیعہ کالج " کي بنیاد رکھکر آب و ہواے تفریق میں آیندہ نسلوں کو طیار کرنا تفریق نہیں ہے !

کیا یہ سچ نہیں ہے کہ شیعہ کالج کي اصل بنیاد علي گڈہ کالج هي کي مخالفت سے پڑي ' اور اسطرح علي گڈہ کالج کے احاطہ و اثر کو نقصان پہنچایا جارہا ہے ؟

کیا اس کالج کا وجود " سر سید کي مسلمہ پالیسي " اور مسلک تمرکز و جمیعۃ فریقین کیلیے جسپر محمڈن کالج کي بنیاد رکھي گئي تھي ' سخت مہلک نہیں ہے ؟

کیا ارکان کالج میں ہر شخص کا یہ اعتقاد و علم راسخ نہیں ہے کہ یہ تحریک موجودہ عہد کي سب سے زیادہ مضر تحریک ہے ' اور اس سے سخت نقصان مسلمانوں کو پہنچیگا ؟

اگر ان تمام سوالوں کا جواب اثبات میں ہے تو میں پوچھتا ہوں کہ علي گڈہ پارٹي نے اس وقت تک اسکي مخالفت و اصلاح اور کلمۂ حق کے اعلان کیلیے کیا کارروائي کي ہے ؟ آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس نے جسکي نسبت کہا جاتا ہے کہ اسکا موضوع صرف مسئلہ تعلیم ہے ' مسئلہ تعلیم قومي کي اس یکسر ہلاکت و بربادي کیلیے کونسي صدا بلند کي ہے ؟ یہ کیا ہے کہ علي گڈہ کالج کي بستي کا ہر فرد یکسر بہرا گونگا بن گیا ہے جیسا کہ سر سید نے نہیں بلکہ صاحب شریعت نے کہا ہے کہ الساکت عن الحق شیطان اخرس اور یہ کون ہے جسنے تمام مصلحین قوم ' ماہرین فلسفہ تعلیم ' اور مجددین مائۃ حاضرہ کي زبانوں پر ایسے قفل چڑھا دیے ہیں کہ کسي کے حلق سے آواز نہیں نکلتي ' اور سب پر ہلاکت کي چپ اور موت کي خاموشي چھا گئي ہے ؟ اموات غیر احیاء و لا یشعرون ایان یبعثون (۱۶ : ۲۱)

تمہارا مسلک مرکزیت اب کہاں فنا ہوگیا ؟ تمہاري دعوت قومیت کس گوشے میں دفن کردي گئي ؟ تمہاري چہل سالہ محنت اکارت جارہي ہے ' تم کہاں چھپ گئے ہو ؟ تمہارے امام معصوم کا مذہب ذبح کیا جا رہا ہے ' تم کیوں نہیں بولتے ؟ تمہاري شریعت تعلیم مٹائي جارہي ہے ' تمہارے گلوں میں پھندے کیوں پڑ گئے ہیں ؟ یا سبحان اللہ ! اگر ایک مسلم اللہ اور رسول کے نام کي دعوت دے تو اسپر اپني کانفرنس کا دروازہ بند کرنا چاہتے ہو ' اور کہتے ہو کہ سب سے پہلے سر سید پر ایمان لانے کا اقرار کرلے ' اسکے بعد وہ تقریر کر سکتا ہے - اس کا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ اس نے سر سید کي شریعت سے انحراف کیا - لیکن آج سرے سے علي گڈہ کالج کا اصولي بنیاد هي منہدم کیا جا رہا ہے اور سر سید کي شریعت مرکزیت کي دھجیاں اوڑ رهي ہیں مگر تم سب پر نفاق کي موت طاري ہوگئي ہے اور تم سب مردوں کي طرح بیحس و حرکت پڑے ہو ؟

تم کہتے ہو کہ ہمارا دائرۂ عمل قومي تعلیم ہے - سیاست نہیں ہے - اچھي بات ہے - لیکن اب بتلاؤ کہ یہ جو کچھہ ہے سیاست ہے یا تعلیم ؟ اگر قومي تعلیم کا مسئلہ ہے تو تمہاري قومیت اور قومي تعلیم کي لن ترانیاں کہاں دفن ہوگئیں ؟

تم بھلا ان سوالات کا جواب کیا دوگے ' میں خود هي حقیقت کو بے نقاب کردیتا ہوں تاکہ ہر انسان تمہاري اصلي صورت دیکھہ لے ' اور معلوم ہوجاے کہ حق سے تمہارا رشتہ کیا ہے ؟ نہ تو تمہارے اعتقادات بدلے ہیں اور نہ هي تمہارے مسلک پر کوئي موت طاري ہوئي ہے ' بلکہ اصلي مصیبت یہ ہے کہ تمہارے دل پر موت چھا گئي اور تمہارے ایمان نے تم کو چھوڑ دیا - اصل یہ ہے کہ تمہارے صوبہ کا سب سے بڑا حاکم علانیہ شیعہ کالج کي تحریک کا ساتھہ دے رہا ہے اور کھلے بندوں اسکي حمایت کررہا ہے - یہ دیکھکر تمہارے ہوش و حواس غائب ہوگئے ہیں ' اور مارے ڈر اور ہیبت کے تمہاري جان نکلي جارهي ہے - تم دیکھتے ہو ' مگر بول نہیں سکتے - سنتے ہو ' مگر زبان نہیں ہلا سکتے - چاہتے ہو ' مگر ہل نہیں سکتے - تم کہتے ہو کہ اگر ہم نے ذرا بھي زبان ہلائی تو عجب نہیں کہ ہم دربار شاہي سے مردود ہوجائیں - نخشي ان تصیبنا دائرہ - (۵ : ۵۷)

یہ ہے تمہاري حق پرستي ' یہ ہے تمہاري صداقت ' یہ ہے تمہاري مدۃ العمر کے دعووں اور لن ترانیوں کي کائنات و حقیقت ! آہ ' ایک انسان کے ڈر نے تمہاري روح پر ایسي ہلاکت طاري کردي ہے کہ تم اس چیز کو زبان سے نہیں نکال سکتے جسکو تمہارا دل حق کہہ رہا ہے - اے سست ایمانو ! تم انسان سے ڈرتے ہو ' مگر افسوس کہ تمہارے دل سے خدا کا خوف اس طرح نکل گیا ہے جس طرح کبوتر اپنے گھونسلے سے اوڑ جاتا ہے : علی خوف من فرعون و ملائهم ان یفتنهم ! (۱۰ : ۸۳)

یہي وہ مقام ہے جہاں آکر تم میرے مقابلے میں بالکل بیدست و پا ہوجاتے ہو ' اور تمام دنیا دیکھہ لیتي ہے کہ حق کس کے ساتھہ ہے ؟ اسکے ساتھہ ہے جو اعلان حق کي وجہ سے اپني زندگي کو ہر وقت خطروں اور ہلاکتوں میں گھرا ہوا دیکھتا ہے پھر بھي اعلاء کلمۃ الحق سے باز نہیں رہسکتا ' یا انکے ساتھہ ہے جو اپني پنجاہ سالہ کمائي کو صرف ایک انسان کے وهمي خوف اور ہیبت کي وجہ سے اپنے ہاتھوں تاراج کررہے ہیں ؟ فاي الفریق احق بالامن ان کنتم تعلمون ؟

---

(۲)

اللہ تعالی نے مسلمانوں سے بہشت و نعائم بہشت کا وعدہ کیا تھا' اور باغوں کی سرسبز و شاداب زندگی کی بشارت دی تھی:

وبشر الذین آمنوا و عملوا الصالحات ان لھم جنات (بقرہ)

جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ اختیار کیے' تو انکو باغوں کی زندگی کی بشارت دیدو -

مشہد مبارک حضرت امام حسین علیہ و علی ابائہ و اجدادہ الصلواۃ والسلام

یہ باغ وہ تھے جنکا سب سے زیادہ نمایاں وصف یہ تھا:

تجري من تحتها الانهار (بقرہ) — انکے تلے نہریں بہہ رہی ہونگی -

یہی جنت تھی جسکا ایمان والوں سے وعدہ کیا گیا تھا' اور جسکا وعدہ گذشتہ صالح قوموں سے بھی کیا گیا تھا:

تلک الجنة التي نورث من عبادنا من کان تقیا (مریم) — ہمارے بندوں میں جو متقی ہوگا' ہم ایسی ہی جنت کا اسے وارث بنائیں گے -

ارباب ایمان و عمل صالح کیلیے یہ وعدہ آخرۃ میں پورا ہونے والا ہے - لیکن اسمیں کچھہ شک نہیں کہ دنیا میں بھی پورا ہوگیا' اور جو لوگ خدا کے متقی بندے تھے' انہوں نے اپنی آنکھوں سے بہشتی زندگی کی نعمتوں کو دیکھہ لیا - کرۂ ارضی کی تمام بہشتی سر زمینوں کے وہی وارث ہوے' اور فتح مندی و کامرانی کی سلطانی و کامرانی صرف انہی کیلیے نامزد کی گئی - اس بہشتی زندگی میں نہ تو انکے لیے غم تھا اور نہ ہی نامرادی' نہ مایوسی کو وہاں بار تھا اور نہ نا امیدی کا وہاں نام و نشان - وہ جو چاہتے تھے پاتے تھے' اور جس نعمت کیلیے اٹھتے تھے' وہ خود انکے سامنے جھکنے کیلیے دوڑتی تھی:

جناة عدن التي وعد الرحمن عبادہ بالغیب انه کان وعدہ ماتیا - لا یسمعون فیھا لغوا الا سلاما' و لھم رزقھم فیھا بکرۃ و عشیا! (مریم)

دائمی عیش و مراد کے باغ جنکا وعدہ خداے رحمن نے اپنے نیک بندوں سے کیا' اور جو اگرچہ انکے سامنے نہیں ہیں اور نہ ابھی وہ دیکھہ سکتے ہیں' مگر اللہ کا وعدہ یقیناً پورا ہوکر رہیگا - اس بہشتی زندگی میں سلامتی و کامرانی کے سوا کوئی بیکار و فضول صدا انکے کانوں میں نہیں پڑیگی - انکی رزق صبح و شام انکے لیے طیار رہیگی - اپنی احتیاج اور رزق کیلیے وہ کبھی دکھہ نہ اٹھا ئینگے!

اس بہشتی زندگی کی ایک سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ تجري من تحتها الانهار' پس آخرۃ کی جنت اعلی کا پرتو دنیا کی حیاۃ بہشتی میں بھی نظر آگیا' اور وہ تمام بہشتی سرزمینیں مسلمانوں کو سپرد کردی گئیں' جنکے تلے پاک و شفاف پانی کی نہریں بہہ رہی تھیں - آہ' سرزمین عراق ہی وہ دنیا کی جنت تھی جو عاقبت کی جنت کا ایک ظل کامل ہے' اور جسکے نیچے دجلہ و فرات کی نہریں ہر جگہ اور ہر حصے میں بہہ رہی ہیں! یہی جنت دنیا کے سب سے بڑے تمدنوں اور بڑی سے بڑی قوموں کی وراثت میں آئی - بابل و نینوا کے تمدن نے یہیں نشو و نما پایا' اور ایرانیوں کا تخت جلال و عظمت صدیوں تک یہیں حکمرانی کرتا رہا - بالآخر وراثت ارضی کی جب آخری بخشش ہوئی تو دنیا کے تمام خزائن و دفائن کے ساتھہ تجري من تحتها الانهار کی بہشت ارضی بھی مسلمانوں ہی کو سپرد کی گئی: تلک الجنة التي نورث من عبادنا من کان تقیا!

دنیا نے انقلابات و تغیرات کے سینکڑوں رنگ بدلے - مسلمانوں نے اپنے اعمال صالحہ سے اگر اس بہشت ارضی کا اپنے اپکو مستحق ثابت کیا تھا' تو بد اعمالیوں سے اپنی نا اہلی کا خود ہی فیصلہ بھی کردیا - انکے باہمی اختلاف و شقاق کی تلواریں سب سے زیادہ اسی مدینۃ السلام میں چمکیں' اور مسلمانوں کے ایک گروہ نے ہمیشہ اس بہشت سے دوسرے کو بیدخل کرنا چاہا - خدا کی زمین صرف صلحاء کیلیے ہے: ان الارض یرثھا عبادی الصالحون اور اس بنا پر کچھہ عجیب نہ تھا اگر اس بہشت ارضی کے بسنے والوں کو حکم الہی ملتا جیسا کہ اور بہت سی سر زمینوں میں ملا:

اھبطوا! بعضکم لبعض عدو - اس جنت سے نکل جاؤ - تم میں سے ایک دوسرے کا دشمن ہے -

لیکن اللہ کا وعدہ سچا ہے اور وہ صرف پورا ہی ہونے کیلیے ہے - اس نے تجري من تحتها الانهار کی بہشت کی جہاں کہیں بشارت دی ہے' وہاں ساتھہ ہی یہ بھی فرما دیا ہے: تجري من تحتها الانهار خالدین فیھا! یعنی اس سر زمین بہشت کے تلے نہریں بہہ رہی ہونگی' اور اسمیں مسلمان ہمیشہ رہینگے - کبھی اس سے نکالے نہ جائینگے - اسکے وعدہ کی سچائی کو دیکھو کہ دنیا میں صدہا انقلابات و تغیرات ہو چکے ہیں' لیکن "خالدین فیھا" کے وعدہ کا فرمان حق ابتک بدستور نافذ و قائم ہے' اور تیرہ صدیوں کی عظیم الشان مدت کے اندر ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گذرا ہے کہ اس وعدہ کی سچائی میں فرق آیا ہو - اس وعدۂ الہی کے ماضی کو تمام دنیا دیکھہ چکی ہے' مگر مستقبل کو دیکھنا ابھی باقی ہے:

و کان وعدا مفعولا!

قبہ زبیدہ خاتون زوجہ ہارون الرشید

اطلاع

اگر الہلال کی پہلی شش ماہی جلد کسی صاحب کے پاس مکمل موجود ہو' اور وہ فروخت کرنا چاہیں تو دفتر کو اطلاع دیں-

بغداد کا جدید پل

تغافل بھی کر رہا ہے، حالانکہ عشق لیلی کا دعوا اور مسکن لیلی سے غفلت، یہ دونوں چیزیں ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتیں:

ولو کنت یا مجنون تصدق من الھوی
لبت کما بات السلیم المسھد!

پس افسوس ہو اُس دل پر جس نے "لیلی" کی یاد کو ایک لمحہ کیلیے بھی بھلا دیا، اور صد افسوس ہو اُس آنسو پر جو "لیلی" کے سوا کسی دوسرے کیلیے بہایا گیا:

اذا کان ھذا الدمع یجری صبابۃ
علی غیر لیلی، فھو دمع مضیع!

(۳)

مندرجۂ بالا سطور بے اختیار قلم سے نکل گئیں جبکہ موجودہ واقعات کی تقریب سے ہم نے ارادہ کیا کہ سرزمین عراق و بغداد کے بعض مناظر البلاغ کے صفحات پر شائع کریں - عالمگیر جنگ یورپ کے معرکے کچھ عرصہ سے سرزمین ایشیا میں منتقل ہوگئے ہیں، از انجملہ سرزمین بغداد ہے جہاں مہینوں سے میدان اقدام و ادبار گرم ہے، اور خصوصیت کے ساتھ قط العمارہ اور مابین بصرۃ و بغداد کے مقامات دنیا کے سامنے آ رہے ہیں - چنانچہ اس مرقع میں بھی سب سے پہلے العمارہ کی آبادی کا ایک منظر آپ کے سامنے ہے جو دجلہ کے کنارے واقع ہے، اور اگر آپ چشم تصور سے کام لیں تو انہی ساحلی عمارتوں کے عقب میں جنگ عراق گذشتہ کے بہت سے عبرت انگیز نتائج و حوادث نظر آسکتے ہیں - و ھموا بما لم ینالوا!

یہ مناظر دجلہ کے سلسلے میں پہلا منظر تھا - نہر دجلہ کا دوسرا منظر بغداد جدید کی وسط آبادی کا ہے جہاں مغربی و مشرقی آبادی کو ایک نئے پل کے ذریعہ ملا دیا گیا ہے، اور پل کے دونوں طرف چھوٹی چھوٹی کشتیاں بکثرت نظر آ رہی ہیں - یہ کشتیاں اب تو زیادہ تر شہر کی اندرونی آمد و رفت کیلیے کام میں لائی جاتی ہیں، لیکن کسی زمانے میں ہارون الرشید اور مامون اعظم کی سیر و تفریح کا بڑا ذریعہ بھی تھیں! و تلک الایام نداولھا بین الناس -

تیسرا مرقع سفارت خانہ برطانیہ کی جدید عمارت اور دجلہ کی قدیم روانی، دونوں کا مشترک منظر ہے - دجلہ کی سطح، اگرچہ بالکل خاموش اور ساکن ہے - حتی کہ ایک ہلکی سی لہر بھی اسپر حرکت کرتی ہوئی نظر نہیں آتی، تاہم اگر آپ سننا چاہیں تو اسکی زبان چپ نہیں ہے - آپ کو معلوم ہے کہ صدائیں صرف لبوں کی حرکت ہی سے نہیں نکلتیں - بارہا ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک خاموش چہرہ اور ایک غیر متحرک لب ان اغراض و اسرار کی شرح و تفصیل کردیتا ہے جنکے لیے زبان کی حرکت اور حلق کی آواز بالکل گونگی ہوتی ہے - خاموش فصاحت نے اکثر گویائی کے دعووں کو شکست دی ہے:

لسانی عیی فی الھوی و ھو ناطق
و دمعی فصیح فی الھوی و ھو اعجم!

نظارۂ دجلہ کی ان تین منزلوں کے بعد اب ذرا اُن لوگوں کے حالات پر بھی نظر ڈال لیجیے جنکی یاد دجلہ کی یاد اور سرزمینِ دجلہ سے وابستہ ہے - ایک عجیب مخروطی شکل کا گنبد آپ دیکھ رہے ہیں جو کسی ہشت پہلو عمارت کے اوپر سے نمایاں ہے، اور عمارت کے ہر طرف پختہ قبریں بنی ہوئی ہیں - یہ مشہور زبیدہ خاتون زوجۂ ہارون الرشید کا مقبرہ ہے، اور دجلہ کے بعد ہی آپکے سامنے آگیا ہے تاکہ مکان کے ساتھ اسکے پچھلے مکینوں کو بھی دو گھڑی یاد کرلیں -

بغداد اور بغداد والوں کو یہیں چھوڑ دیجیے، اور آگے بڑھیے - اب آپ گنبدوں اور مناروں کی ایک موثر سرزمین کی طرف بڑھ رہے ہیں جسکی یاد و تذکرہ کی تقدیس کو زمانہ کے صدہا تغیرات و حوادث بھی نقصان نہ پہنچا سکے، اور جو سرزمین عراق کا سب سے زیادہ پر اثر اور تاریخی حصہ ہے - یہ کربلا کی سرزمین عبرۃ و بصیرۃ ہے، اور روضہ حضرۃ سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کا درخشاں گنبد اور اسکے سر بفلک منارے آپ دیکھ رہے ہیں - یہ منارے حق کی طاقت کا اعلان ہیں، اور کلمۂ حریۃ کی فتح اور کلمۂ استبداد کے خسران و خذلان کی شہادت ہیں - وہ بتلا رہے ہیں کہ دنیا میں سب سے بڑی طاقت حق کی ہے نہ کہ انسانی تاج و تخت کی، اور خدا کی زمین پر سب سے بڑا فتحمند وہی ہے جس نے سب سے زیادہ مظلومی کے ساتھ اپنا خون بہایا - تیرہ سو برس ہوے کہ اس سرزمین پر دو گروہ باہم معرکہ آرا ہوے تھے - ایک گروہ صرف بہتر بھوکے پیاسے انسانوں کا ضعیف و ناتوان مجمع تھا، اور جانوں اور گردنوں کے سوا اسکے پاس کچھ نہ تھا - دوسری طرف دمشق کا تاج و تخت، حکومت و سلطنت، ساز و سامان خسروی و ملوکی، اور ہزارہا انسانوں کا قاہر و جابر گروہ تھا - بظاہر پہلی جماعت نے شکست پائی، کیونکہ قتل کی گئی، اور اسکے خون سے ساحل فرات کی سرزمین مدتوں تک سرخ رہی، لیکن فی الحقیقت یہ ایک محض عارضی منظر تھا - غور کیجیے کہ آخر کی فتحمندی اور عاقبۃ کار کی کامیابی کس کو ملی؟ انکو جنکے نام و نشان سے بھی آج تمام سطح ارضی خالی ہے، یا اسکو جسکا گنبد آجتک اپنے بقاء ذکر اور کلمۂ باقیہ کے ثبوت میں سر بفلک استادہ ہے؟ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ آج تمام شاہان بنو امیہ میں سے کسی ایک شخص کی قبر کا بھی دنیا سراغ نہیں لگا سکتی - کیونکہ بنو عباس نے انکی قبروں کو اکھاڑ اکھاڑ کے مسمار کردیا، اور کوئی اثر دنیا میں باقی نہ رکھا - بر خلاف اسکے مدفن کربلا کا اثر مجسم ابتک حی و قائم موجود ہے، اور اگرچہ مخالفین کے دست تظلم نے بارہا اسکو بھی مسمار و بے نام و نشان کرنا چاہا، تاہم اسکا نشان کسی طرح نہ مٹ سکا کہ ظلم کا دھبہ کبھی نہیں دھل سکتا - پھر کیا بقائے قبور و آثار کے بارے میں بھی وہی قانون بقائے اصلح کی پابند ہے، اور اپنی گود میں صرف اسی کے اثر کو باقی رکھنا چاہتی ہے جو اصلح تھا؟

سفارت خانہ برطانیہ بغداد

کھائي جاتي ھے جسمیں بڑائي اور عظمت ھو - اسلیے تمام قسموں میں صرف عظمتوں ھي کو تلاش کرتے رھے - انکي شہادت حق و دلالة حقائق پر نظر نه ڈالي - امام رازي گو فرماتے ھیں که قسم ایک طرح کي دلیل ھے' لیکن چونکه اصل حقیقت سے پوري طرح متاثر نہیں ھیں' اسلیے آسي غلطي کو شروع کر دیتے ھیں جو اعتراف معني دلیل کے ساتھه جمع نہیں ھو سکتي تھي - یعني تین اور زیتون کي عظمت اور بزرگي کو ثابت کرنا چاھتے ھیں - پھر جب اور کچھه نظر نہیں آتا تو فرماتے ھیں که تین (انجیر) کا مزہ بہت اچھا ھے' اور وہ معدے کیلیے مسہل و ملین ھے' اور زیتون کي لکڑي کے اندر تیل ھے ! گویا نه تو دنیا کے اندر کوئي اور پھل ملین ھے اور نه کوئي اور شے اپنے اندر روغن رکھتي ھے !

سچ یه ھے که متاخرین میں یه فضیلت و مزیت الله تعالی نے صرف حضرة شیخ الاسلام ابن تیمیه اور انکے ارشد تلامذہ علامه ابن قیم کیلیے مخصوص کردي تھي که حقائق و معارف کتاب و سنت کے جمال حقیقي کو بے نقاب کریں' اور جو پردے متاخرین نے یکے بعد دیگرے ڈالدیے ھیں' انکو الله کي بخشي ھوئي قوة مجددہ و مصلحه سے چاک چاک کردیں - چنانچه تاریخ اسلام کے ان دو عظیم الشان انسانوں نے اقسام القران کي اس حقیقت کو جا بجا واضح کیا ھے - اور موجودہ زمانے میں سب سے بڑا خوش نصیب انسان وہ ھے جسکے دلونکو الله ان مصلحین حقیقي کي تصنیفات کے فہم و درس کیلیے کھول دے که انکا نور علم مشکواة نبوة سے براہ راست ماخوذ تھا -

(موضوع ســـورة والتین)

دنیا میں انسان اپنے اندر دیکھتا ھے تو اسکو جذبات و موثرات کا ایک عجیب مخلوط اور متضاد ھجوم نظر آتا ھے باھر دیکھتا ھے تو اسکي ناکامیاں اور مایوسیاں اسکي کامیابیوں اور امیدوں سے زیادہ نظر آتي ھیں -

جذبات کے اعتبار سے وہ ایک ھي وجود ھے جو کبھي فرشتوں کي طرح محبت و ھمدردي اور شرافت و عفت کا پیکر ھے' اور کبھي قتل و ھلاکت اور خونریزي و سفاکي میں سانپوں کے زھر سے بدتر اور درندوں کے پنجوں سے اسفل ھے - وھي انسان جو جانوروں کو تکلیف میں دیکھکر ھمدردي کے جذبات سے معمور ھوجاتا ھے' بسا اوقات اپنے بھائیوں کا بیدریغ خون بہانے لگتا ھے تاکه انکے خون سے اپني خود غرضي کي پیاس بجھاے -

خارجي اعمال کے لحاظ سے اسکي بوقلموني اور زیادہ عجیب ھے - وہ ایک ھي وجود ھے جو کبھي تاج و تخت حکومت پر جلوہ آرا ھوتا ھے' اور کبھي کتوں کي طرح غلامي کي خاک پر لوٹتا ھے - کبھي اسکي ھمت سر بفلک عمارتوں کے بنانے' پہاڑوں کے کاٹنے' سمندروں کے مسخر کرنے سے نہیں تھکتي' اور کبھي ایسا ھوتا ھے که پتوں کي ایک دیوار کو کھڑا کرنا بھي اسکے لیے مشکل ھو جاتا ھے -

وہ کبھي بجلي سے ڈرتا ھے' طوفان سے لرزتا ھے' آسمان کو دھشت و خوف سے دیکھتا ھے' اور پھر اسقدر انکے مظاھر و شئون سے مرعوب ھوجاتا ھے که انکي پرستش و بندگي شروع کردیتا ھے' اور کہتا ھے که میں انکے آگے صرف جھکنے اور عاجزي ھي کیلیے ھوں - اسکے تنزل و تسفل کیلیے یه مثال بھي کافي نہیں - ایک وقت آتا ھے جبکه دنیا میں پتھر کے ان ٹکڑوں کیلیے جو راستوں میں ٹھوکریں کھاتے ھیں' عزت ھوتي ھے' پر انسان کیلیے کوئي عزت باقي نہیں رھتي - وہ انسان ھوکر پتھروں کے آگے ماتھا ٹیکتا' انکو اپنے آقا اور خداوند کي طرح پوجتا' اور اپني حیات و ممات کو انکي رضا و غضب میں منحصر یقین کرتا ھے - کتا زیادہ سے زیادہ انسان کے آگے جھکتا ھے که وہ کتے سے اشرف و اعلی ھے - گھوڑا اور ھاتھي انسان کے چاکر بن جاتے ھیں که انسان کي عظمت کا مقابله نہیں کرسکتے' مگر انسان کتے سے بھي بدتر اور گھوڑے اور ھاتھي سے بھي اسفل ھے که اپنے سے اعلی کے آگے نہیں بلکه اپنے ھي جیسے کے سامنے یا اپنے سے بھي بدتر کے آگے جھکتا اور [illegible] ھوتا ھے !

تم کسي کتے کو نہیں دیکھوگے که وہ کسي دوسرے کتے کے آگے عاجزي کرے' لیکن یه انسان ھي ھے که اپنے جیسے ایک انسان کو چاندي سونے کے تخت پر بٹھاتا ھے' اور پھر کتوں کي طرح اسکے آگے زمین پر لوٹتا اور کہتا مذلت چاٹتا ھے -

اعمال انساني کے اس اختلاف و تضاد اور انفعالات و تاثرات عملیه کي اس بوقلموني و رنگا رنگي میں انساني فطرة اصلیه کي حقیقت گم ھوجاتي ھے - کچھه نہیں کھلتا که یه عجیب جانور جو سب سے بڑا بھي ھے اور سب سے چھوٹا بھي' اسکي اصلي مقام فطرة کیا تھي جو اسے دیگئي تھي؟ وہ في نفسه شیطان ھے یا فرشته؟ بھیڑیا ھے یا بکري؟ تاریکي ھے یا روشني؟ نیک ھے یا بد؟ اچھا ھے یا برا؟

(مسئلۂ خیر و شر فطرة انساني)

یه سوال انسان کي اصل فطرة و جبلة کي نیکي اور بدي کا ھے - یعني کیا بالطبع وہ نیک بنایا گیا ھے یا بد؟ یا دونوں؟ اسکے داخلي جذبات و داعیات کي کشا کش اور خارجي اعمال و نتائج کا میدان تو نور و ظلمت' ملکوتیة و بہیمیة' حسن و بد روئي' علو و تسفل' عظمت و ذلت' نیکي و بدي' دونوں کا مجموعه نظر آتا ھے' اور کچھه پته نہیں چلتا که در اصل وہ کیا ھے ؟

دنیا میں ابتدا سے لیکر ابتک اس سوال کے متعلق تین مختلف مذاھب نظر آتے ھیں :

(۱) انسان کي اصلي جبلت و فطرة بدي ھے' البته باھر کي تربیت اسکو عارضي طور پر خوشنما بنادیتي ھے - وہ خصائص فطرة کے اعتبار سے ایک خالص حیوان ھے - لیکن تربیت پذیري کے اعتبار سے انپر فوقیت رکھتا ھے - درخت کي جڑ اور شاخیں متناسب نہیں ھوتیں' لیکن انکو کاٹ کر اور چھیل کر ھم درست کرلیتے ھیں فطرة کي تمام خلقت کا یہي حال ھے - اصل فطرة میں مواد باقاعدہ نہیں ھوتا - چھیل چھال کر اسے سڈول بنالیا جاسکتا ھے - یہي حال انسان کا ھے - باھر کي صناعي تربیت سے ایک نیا رنگ اپنے اوپر چڑھا لیتا ھے' لیکن جب اوپر کا رنگ کمزور ھوجاتا ھے تو اصلي ته نظر آجاتي ھے - بڑا سے بڑا مہذب انسان بھي غصه و انتقام میں درندہ بن جاتا ھے - اسلیے که اسکا مصنوعي رنگ اتر گیا اور اسکي اصلي فطرة شر ابھر آئي -

یه مذھب "مذھب شر" یا "مذھب یاس" ھے - وہ دنیا کي ھر چیز کو شر اور یاس کي نظر سے دیکھتا ھے - یونان میں دیو جانس کلبی (Diogenes) اسي فلسفۂ اخلاق کا مشہور پیشوا گذرا ھے -

(۲) دوسرا مذھب ان لوگوں کا ھے جو انسان کي فطرة کو بالکل ایک سادہ حالت میں دیکھتے ھیں اور کہتے ھیں که اسمیں نه تو نیکي ھے اور نه بدي ھے - نه وہ کانٹوں کي چبھن ھے اور نه پھولوں کي مہک - وہ محض ایک منفعل' اثر پذیر' اور نقش انگیز وجود ھے جو اپنے ساتھه کچھه نہیں لاتا مگر دنیا میں آکر جو کچھه پاتا ھے لے لیتا ھے - وہ ایک دامن ھے جسکے اندر سمونے گنجایش و عمق کے اور کچھه نہیں ھے - اسمیں ھر طرح کا [illegible] بھرلینے کي صلاحیت ھے مگر ابھي کوئي چیز اسمیں بھري نہیں گئي ھے - اب اگر اسکو پتھر ملا ھے تو اسکو بھر لیگا' پھول ملے ھیں تو انکو اٹھا لیگا - یه تشبیه واضح تر یه که انسان کي فطرة اصلا ایک سفید [illegible] ھے - اسپر کوئي نقش نہیں ھوتا - نه تو [illegible] کي تصویر بني ھے اور نه پھول کي - اب جو کچھه اسپر بنا یا جو بنایا جائیگا بن جائیگا -

حکماء یونان میں اس مذھب کا ایک دور رھا ھے - [illegible] نے بھي زیادہ تر اسي کي پیروي کي تھي' آج یورپ میں بھي حکماء اخلاق کا ایک بڑا گروہ [illegible] ھے -

(۳) تیسرا مذھب "جامع خیر و شر" ھے [illegible]

آدمي زادہ طرفه معجون ست !

نیکي اور بدي' دونوں [illegible] فطرة میں موجود ھیں [illegible] وہ شیطان اور فرشته دونوں ھے [illegible] ملکوتي و بہیمي دونوں [illegible]

اسئلۂ واجوبتہا

تفسیر سورۂ و التین

اقسام القران

(از جناب مولوي وصي احمد صاحب بلگرامي)

جناب علامۂ دوراں وحید الزماں مولانا ابوالکلام صاحب آزاد دام مجدکم - بعد از سلام مسنون گذارش یہ ہے کہ البلاغ نمبر ۵ و ۶ میں جناب مولوي مظہر الدین صاحب شیرکوٹي نے جو سورۂ و التین پر روشنی ڈالي ہے ' اوسکے متعلق چند ضروري استفسارات ہیں :

ملاحظہ ہو فرماتے ہیں : " انجیر ' زیتون ' طور سینیا ' مکۂ معظمہ ' اس دعوے پر شاهد ہیں کہ ہمنے انسان کو بہتر سے بہتر حالت میں پیدا کیا ہے "

طور سینا اور مکۂ معظمہ کي شہادت تو واضح ہے کہ حضرت موسی اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کي آنکھیں نور وحدت سے انہیں مقاموں پر منور ہوئیں - ضعیف انسان کی بزرگي پر یہ دونوں صاد کرتے ہیں ' اور اسلیے گواہ لاے جاسکتے ہیں - مگر تین اور زیتون کي شہادت کے متعلق جناب موصوف یوں فرماتے ہیں :

(۱) " انجیر ایک نہایت چھوٹا پھل ہے ' لیکن غذا و دوا میں بے شمار فوائد رکھتا ہے - ذائقہ کے لحاظ سے نہایت شیریں ہے باعتبار طبي فوائد کے قاطع بلغم ' ملین طبع ' مطہر کلتین ' مسمن بدن ' وغیرہ اسکے معمولي خواص ہیں - پس انجیر شاہد ہے کہ جسطرح جسم صغیر ہوکر بیشمار فوائد کا مجموعہ ہے - اسیطرح وجود انساني بھي جسماً مختصر ' لیکن مختلف قوتوں کا پتلہ ہے "

(۲) " جسطرح زیتون میں روغن حلول کیے ہوے ہے ' اور زیتون کي قدر اوسکے روغن ھي کي وجہ سے ہے ' اسیطرح انساني جسم میں بھي روح کا حلول ہے ' اور اسکا شرف بھي اوسکي روح ھي سے ہے ' ورنہ انسان مٹي کا ایک ڈھیر ہے - اور بس "

ہمنے یہ سب مانا ' لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جسطرح انجیر اپنے جسم صغیر میں بیشمار فوائد اور زیتون اپنے قالب میں تیل کا خزانہ رکھتا ہے ' اسي طرح روے زمین پر اور نیز ملک عرب میں ہزاروں لاکھوں ایسے پھل ہیں ' جو یہي خواص رکھتے ہیں - پھر کیا وجہ کہ اتني بڑي شہادت پیش کرتے وقت جناب باري نے انجیر اور زیتون ھي کو چنا ؟

جناب موصوف کي توضیح سے تسکین نہیں ہوتي - انگریزي پڑھنے والے طلبا کي آنکھیں اور دل ظاہر ہے کہ آجکل کلام مجید کي معرفت و برکات سے نابینا ہیں - اندھا آدمي مجبوراً ہر ہر قدم پر محتاج ہوتا ہے ' اس صورت میں بینا آنکھوں کا فرض ہے کہ ... ہیں - لہذا یہ عریضہ ارسال خدمت گرامي ہے کہ تین اور زیتون کي شہادت پر سلوک مذکورۂ بالا کا لحاظ کرتے ہوے جناب مزید روشني ڈالنے کي تکلیف گوارا فرمائیں ' باعث مشکوري ہوگا - و السلام -

البلاغ :

قرآن حکیم کے فہم و درس کا جو ذوق آپکے خط سے ظاہر ہوتا ہے ' اس سے یہ فقیر نہایت خوش وقت ہوا - اللہ تعالی آپکے اس ذوق میں برکت و ثبات عطا فرماے ' اور آپکے امثال و نظائر سے ہمارے جدید مدارس کي عمارتیں معمور ہو جائیں -

آپکا سوال در اصل مسئلۂ " اقسام القران " سے تعلق رکھتا ہے - یعني قران حکیم کي جن سورتوں میں اللہ تعالی نے حروف قسم کے ساتھہ بعض اشیاء کا ذکر فرمایا ہے ' انکي حقیقت ' اور جواب قسم سے انکا ربط و تعلق - ازانجملہ سورۂ والتین ہے ' اور اسمیں سب سے پہلے تین و زیتون کي قسم نظر آتي ہے - درس و فہم حقائق قرانیہ کي مختلف راہیں ہیں ' اور بسا اوقات انکي حقیقت مختلف نظروں کو مختلف روشنیوں میں نظر آتي ہے - تین و زیتون کے متعلق ایک تفسیر امام رازي رحمۃ اللہ علیہ کي تھي جسکو مولانا مظہر الدین صاحب نے اپنے مضمون میں نہایت خوبي سے پیش کیا ہے ' اور انکے خصائص کو نوع انساني کے جسم و حقیقت کے خصائص سے تشبیہ دي ہے - لیکن اسمیں کوئي شک نہیں کہ سورۃ کے موضوع اور بقیہ اقسام کے ربط کیلیے صرف اتنا ھي کافي نہیں ہے - مزید غور و فکر اور جستجوے حقیقت کیلیے قدم اٹھانا چاهیے - میں آپکے سوال کا جواب دو صحبتوں میں دونگا -

(چند مقدمات مہمہ)

سب سے پہلے چند مقدمات آپکے سامنے آجائیں جن پر ہمارے تمام مباحث تفسیر مبني ہیں -

(۱) قرآن حکیم کي ہر سورۃ کا ایک موضوع (سبجکٹ) ہے - اور اول سے لیکر آخر تک وہ سورۃ اسي پر مبني ہے ' جسقدر مطالب درمیان میں آگئے ہیں وہ سب کے سب اسي ایک موضوع اصلي کے ناگزیر و ضروري اطراف بحث و تعلیم ہیں -

(۲) ہر سورۃ کي ابتدا و انتہا اس موضوع کے معلوم کرنے کي کنجي ہے -

(۳) جب ہر سورۃ کا ایک موضوع ہے تو یہ چیز بھي ضمناً آپکو معلوم ہوگئي کہ قران کي تمام آیات باہم مربوط و مسلسل ہیں ' اور ایک نظم و اسلوب حقیقي کے ساتھہ سلسلۂ بیان بتدریج اجمال سے تفصیل ' دعوے سے دلیل ' اور تعلیم سے امثال و نظائر کیطرف بڑھتا اور کھلتا جاتا ہے - اسي کو قران حکیم نے " تصریف آیات " سے جا بجا تعبیر کیا ہے - " صرف " کے معني لغۃ میں " رد الشي من حالۃ الی حالۃ " کے ہیں (کما صرح بہ الاصفہاني)

(۴) " قسم " کے معني شہادت و دلالت کے ہیں ' قران حکیم نے جس چیز کو حروف قسم کے ساتھہ پیش کیا ہے ' وہ ایک شاہد ہے جو اپنے ما بعد دعوے کیلیے دلیل پیش کرتا ہے - قسم کا مقصد استشہاد ہوتا ہے - ہم خدا کي قسم کھاتے ہیں - یعنے کہتے ہیں کہ خدا شاہد ہے کہ ہم نے جھوٹ نہیں بولا - سورۂ والفجر میں ہے " ہل في ذالک قسم لذي حجر " یعنے ان چیزوں میں صاحب عقل کیلیے بڑي ھي شہادت ہے - منافقین کہتے تھے کہ " اشہد انک لرسول اللہ " ہم گواهي دیتے ہیں آپ اللہ کے رسول ہیں - خدا نے انکي تکذیب کي اور کہا : " اتخذوا ایمانہم جنۃ " انہوں نے اپني قسموں کو ڈھال بنالیا ہے - یہ ظاہر ہے کہ منافقین نے شہادت دي تھي - قسم نہیں کھائي تھي - پس خدا نے خود ھي شہادت کو قسم سے تعبیر کرکے حقیقت کھولدي -

لیکن چونکہ عام مفسرین متاخرین نے اس حقیقت پر غور نہیں کیا ' اسلیے وہ اس دھوکے میں پڑگئے کہ قسم اُس چیزکي

خدا نے اسکو روشني دي هے' اور اسکے اندر آئینه رکھدیا هے - وه دنیا میں آتا هے اور باهر کے پردوں سے اندر کي روشني کو ڈھانپ دیتا هے - باهر کے گرد و غبار سے اندر کے آئینه کو مکدر کردیتا هے - اب تم کہتے هو که وه تاریک هے' مگر نہیں سونچتے که اسکي اصل روشني تھي - تاریکي نه تھي - اس نے روشني کو چمکنے نه دیا - تم کہتے هو که اسکے دامن میں زنگ اور غبار تھا - حالانکه زنگ و غبار نه تھا بلکه صاف و شفاف آئینه تھا - باهر سے گرد اڑ رهي تھي - اسکو چاهیے تھا که دامن سے ڈھانپ لیتا' مگر اس نے گرد و غبار کو پسند کیا اور آئینه کي چمک کي قدر نه کي - اب وه غبار آلود هے - کچھه دنوں کے بعد بالکل تاریک هوکر لوهے کا ایک سیاه ٹکڑا بن جائیگا' مگر اسلیے نہیں که اسکے پاس لوها تھا' بلکه صرف اسلیے که آئینه کو صاف نه رهنے دیا

یہي انسان کي وه فطرة اصلي هے جسکو قرآن حکیم فطرة صالحه قرار دیتا هے' یعني وه فطرة جو بالکل اپني اصلي نیکي کي حالت میں هے' اور باهر کي کسي بدي سے اسکو آلوده نہیں کیا گیا هے - یہي فطـرة صالحه دین الہي هے' یہي دین قیم هے' یہي دین حنیفي هے' یہي صـراط مستقـیم هے' یہي فطـرة الله هے' یہي صبغة الله هے' اور قرآن کي اصطلاح میں سب سے آخر مگر سب سے زیاده جامع و حاوي نام اسي کا "اسلام" هے -

اور اسي لیے قرآن کہتا هے که انسان کي اصلي فطرة "اسلام" هے اور "کفر" ایک صناعي اور غیر فطري عمل هے - اگر ایک انسان "مسلم" هے تو اسکو یوں کہو که وه اپني اصلي فطرة صالحه پر قائم هے' اسکي فطري روشني نور دے رهي هے' اسکي فطرة خیر کي قندیل کو باهر کا کوئي طوفان بجھا نه سکا' اور وه ویسا هي هے جیسا فطرة نے اسے بنایا تھا - لیکن اگر ایک انسان "مسلم" نہیں هے تو اسکے یه معني هیں که فطرة حقیقي کا چراغ بجھه گیا' اسکے اندر کا آئینه زنگ آلود هوگیا' گرد و غبار کي تو بر تو تہوں نے اسکو سیاه کردیا' اور وه فطرة کي صورت حقیقي کي جگه ایک مسخ شده غیر فطري و مصنوعي جانور بن گیا - معصیت سے یه فطري آئینه زنگ آلود هوتا هے' اور کفر زنگ آلودگي کي وه آخري حالت هے جبکه آئینه بالکل سیاه هوگیا' اور ایک دھندلي سي چمک بھي اس میں باقي نه رهي: ختم الله علی قلوبهم و علی سمعهم و ابصارهم غشاوة - اور: سواء علیهم اء نذرتهم ام لم تنذرهم لا یومنون - وغیره تصریحات قرآنیه میں اسي آخري مرتبۂ ضلالت کي طرف اشاره هے اور لهم قلوب لا یفقهون بها اور: جعلنا علی قلوبهم اکنة ان یفقهوه - اور: کالانعام بل هم اضل میں اسي فطرة صالحه کي پامالي اور ایک غیر فطري حالت مسخ و انقلاب کو واضح کیا گیا هے - یه وقت تفصیل کا نہیں - اشارات پر اکتفا کیجیے -

اور ٹھیک ٹھیک یہي معني هیں مسلم کي اس مشہور حدیث کے جسکي شرح میں عجیب عجیب حیرانیاں لوگوں کو هو رهي هیں که:

ما مـن مولـود الا یولد	دنیا میں کوئي بچه پیدا نہیں هوتا
علی الفطـرة و ابـواه	مگر اپني اصل فطرة پر - پھر یہودي
یهودانه و ینصرانه -	اسے یہودي بنا لیتے هیں اور نصراني نصراني

ایک دوسري روایة میں هے : ما من مولود یولد الا و هو علی هذه الملة - یعني جسقدر بچے پیدا هوتے هیں' سب ملة اسلام پر پیدا هوتے هیں -

انسان کي فطرة صالحه هي کا نام اسلام هے' اور هر بچه جو پیدا هوتا هے' اپني اصلي اور بے میل فطرة هي پر پیدا هوتا هے' پس انسان کا هر بچه "اسلام" پر پیدا کیا گیا - اب وه دنیا میں آتا هے اور باهر کي هوائیں اسکے اندر کي روشني کو تہه و بالا کرنے لگتي هیں - اگر یہودیت کے اثرات اس نے پائے' تو یہودیت کا جھونکا اسکے چراغ فطرة کو گل کردیگا' اگر مجوسیت کا طوفان اٹھا' تو اسي میں اسکي کشتي فطرة ڈگمگانے لگیگي - پر یه جو کچھه هوگا' باهر کا اثر و کسب هے - اسکے اندر کي فطرة صرف اسلام تھي - یعني صرف نیکي و خیر تھي -

تمہید بڑھتي جاتي هے اور یه مبحث خود ایک مستقل صحبت هے - اگر اس بارے میں قرآن حکیم کي مزید تصریحات جمع کي جائیں تو صفحوں کے صفحے اسي میں صرف هوجائیں - یہي معني هیں ذریۂ انساني کے "بلی" کہنے کے جبکه خدا نے انسے پوچھا که "الست بربکم ؟" کیا میں هي تمہارا پروردگار نہیں هوں ؟ پس انسان کي فطرة اصلي تصدیق هے جو اسکے اندر ودیعت کردي گئي اور اب اگر "بلی" کي جگه یعني تصدیق ربوبیت کي جگه وه انکار کرتا هے' تو یه اسکي فطرة کي صدا نہیں هے - ایک غیر فطري صناعي هے -

اور اسي فطرة صالحه کا نام قران حکیم نے "قلب سلیم" رکھا هے یعني وه دل جو بالکل صحیح و سالم هو اور اپني اصلي تندرستي و اعتدال پر قائم هو - کوئي نیا عارضه اور بیماري اسے نہیں لگ گئي هے - حضرة ابراهیم علیه السلام کي نسبت فرمایا که اذ جاء ربه بقلب سلیم جبکه وه اپنے رب کے حضور قلب سلیم یعني فطرة صالحه غیر آلوده کے ساتھه حاضر هوے - تم کو معلوم هے که حضرة ابراهیم کي یه فطرة صالحه وه تھي جسکو باهر کا کوئي بڑا سے بڑا جلوه بھي مرعوب نه کرسکا' اور اسکے اندر کي روشني پکار اٹھي : اني وجهت وجهي للذي فطر السماوات و الارض حنیفا و ما انا من المشرکین -

اور یہي وجه هے که خدا کي شریعت کا کام صرف یه هوتا هے که اس فطرة صالحه پر انسان نے صناعي و خارجي ضلالت کا جو زنگ چڑھا دیا هے' اسے دور کردے' اور اسکي اصلي روشني پھر چمک اٹھے - یہي وجه هے که هدایت الہي کو قرآن نے "ذکر" کے لفظ سے تعبیر کیا' اور ضلالت و کفر کو "نسیان" کہا - "ذکر" کے معني حفظ اور یاد کے هیں' نسیان بھولنے کو کہتے هیں - چونکه فطرة اصلي کو انسان بھلا دیتا هے اور اسي کا نام ضلالت هے - پس ضلالت نسیان هوي اور هدایت فطرة اصلي کے بھلاے هوے سبق کو پھر تازه کردینا - اسیلیے اسکو ذکر کہا - نسیان کي انتہاء "غفلت" هے' "غفلت" کو قرآن نے منتہاء ضلالت قرار دیا هے - لهم قلوب لا یفقهون بها' و لهم اذان لا یسمعون بها' و لهم اعین لا یبصرون بها' اولئک کالانعام بل هم اضل - اولئک هم "الغافلون" -

ایک اور آیت بھي نسیان کے متعلق اس سرسري نظر میں سن لو: الذین نسو الله فانساهم انفسهم - وه لوگ که انہوں نے الله کے رشته کو بھلا یا' اور نتیجه یه نکلا که اپنے نفسوں هي کو بھول گئے -

اسکا مطلب یه هے که اپنے نفسوں کو یعني اپني فطرة صالحه کو بھول گئے - کیونکه فطرة صالحه تو وه تھي جس نے کہا تھا "بلی" یعني خدا کي ربوبیت اور اسکے رشتے کا اقرار کیا تھا - اب اگر وه اس هستي کے رشتے کو بھلا رهے هیں جسکے آگے فطرة اصلي "بلی" کہه چکي هے' تو اس رشتے کو نہیں بھلا رهے بلکه اپني فطرة هي کو بھلا رهے هیں -

(عـود الی المقصود)

بهر حال' قرآن حکیم انسان کي فطرة کو خالص نیکي قرار دیتا هے' اور بدي سے اسکي فطرة صالحه کو پاک بتلاتا هے - وه کہتا هے که اسکي فطرة صرف تندرستي اور صحت هے - البته وه دنیا میں آکر بہت سي بیماریاں مول لے لیتا هے - بیماري باهر کا اثر هے' اندر صرف تندرستي هے -

سورۂ والتین کا موضوع اصلي یہي حقیقت هے - یعني اسمیں انسان کي فطرة صالحه کي اسي گم شده اصلیت کو واضح کیا گیا هے' اس موضوع کیلیے قرآن نے مفصل دروس بھي دیے هیں' لیکن یه منجمله مجمل مگر جامع و حاوي دروس کے هے -

ہے - دنیا میں آکر جس قسم کے خارجی موثرات ملتے ہیں ' انہی سے مطابق اسکی کوئی ایک قوۃ نشوو نما پاتی اور بروز کرتی ہے - اگر نیک اثرات اسکے لیے جمع ہوجائیں جنکو تم "نیکی" کے لقب سے پکارتے ہو' تو اسکی قوت ملکوتی ابھریگی اور چمکیگی' لیکن اگر برخلاف اسکے بدی کا گرد و غبار چھا جایگا تو نیکی کی چمک ماند پڑجائیگی' اور بدی کی تاریکی پھیل آتھیگی - اس مذہب کے پیروں کے نزدیک انسان کے اندر بالقوۃ ملکوتیۃ و بہیمیۃ دونوں ہیں' مگر انکا فعل تربیت و تاثرات سے نمود پکڑتا ہے - گویا نیکی اور بدی دو بیج ہیں جنکو انسان اپنے ساتھہ دنیا میں لاتا ہے ' پھر جس بیج کو تربیت و تاثر کا پانی ملجاتا ہے ' وہی پھولتا پھلتا اور تناور درخت بنتا ہے -

دنیاے قدیم و جدید' دونوں میں اس مذہب نے بہت ترقی و مقبولیت حاصل کی ہے - ارسطو کا بھی یہی مذہب تھا ' اور تقریباً تمام حکماء اسلام نے اسی کو قبول کیا ہے - ابن مسکویہ جس نے یونانی اخلاق کو سب سے زیادہ مشرح و منظم لکھا ہے' اسی مذہب کا داعی ہے - دور جدید کے حکماء اخلاق میں بھی یہی مذہب زیادہ مقبول ہے - امام فخر الدین رازی وغیرہ تمام مفسرین تفسیر قرآن میں اسی مذہب کو پیش نظر رکھتے ہیں' اور " و ہدیناہ النجدین " اور " فالہمہا فجورہا و تقواہا " وغیرہ آیات کریمہ کی تفسیر اسی مذہب کی بنا پر کرتے ہیں - کہا جاسکتا ہے کہ مسئلۂ خیر و شر فطرۃ کے متعلق دنیا کا غالب اور عام اعتقاد یہی ہے - اور چونکہ انسانی اعمال و نتائج میں خیر و شر دونوں نظر آتے ہیں' اسلیے ہر شخص سمجھتا ہے کہ یہی مذہب زیادہ صحیح و احق ہے-

(القران الحکیم)

قرآن حکیم نے دین الہی کا دوسرا نام " العلم " رکھا ہے :

و لئن اتبعت اہواءہم	اور اگر تونے انکی خواہشوں کی پیروی
بعد الذی جاءک	کی' بعد اسکے کہ تیرے پاس علم یعنی
من العلم -	دین الہی آ چکا ہے - الخ -

ہرجگہ گمراہ قوموں کے بغی و ضلالت پر ملامت کرتے ہوے کہا:

فما اختلفوا الا بعد ما جاءہم العلم بغیا بینہم - (۴۵ : ۱۶)

حاملین قرآن کی نسبت کہا : فی صدور الذین اوتو العلم - وہ انکے سینوں میں ہے جنکو علم دیا گیا - نیز کہا کہ یہ " برہان " ہے " بصائر " ہے " نور " ہے' " بصیرۃ " ہے ' اور ہر جگہ کفر کو کہا کہ وہ " ظن " ہے " شک " ہے' تخمین ہے ' اور اٹکل کی باتیں اور قیاسات ہیں : ما لہم بذالک من علم انہم الا یظنون - پھر دین الہی کے ماننے اور اطاعت کرنے کو " ایمان " کہا ' اور ایمان والوں کو "مومن"- ایمان امن سے ہے اور امن کے معنی " طمانیۃ النفس " اور زوال خوف و شک کے ہیں - ان تمام تصریحات سے واضح ہوا کہ دنیا میں علم و یقین صرف ایک ہی ہے اور وہ وحی الہی ہے' اور اسکے سوا اور جسقدر ادعاء علم کے اعلانات ہیں' ظن اور شک سے آگے نہیں بڑھسکتے - نیز یہ کہ " ایمان " کے معنی " یقین " حاصل کرنے کے ہیں ' اور مومن وہ ہے جسکے پاس " شک " کی جگہ " یقین " ہو- یہی وجہ ہے کہ مومن اور غیر مومن کو " الذین یعلمون " اور " و الذین لا یعلمون " اور " الاعمی " اور " البصیر " سے تشبیہ دی - یعنے صاحبان علم اور بینا ' اور ارباب جہل اور اندھے !

اس بنا پر علم اضافی و محدود تو دنیا کے پاس ہے' مگر علی الطلاق " العلم " قرآن کے سوا اور کوئی نہیں' اور قرآن جس کے پاس ہے وہی دنیا میں سب سے زیادہ اعلم اور سب سے بڑا جاننے والا ہے -

پس شک و ظن کے تمام اختلافات کو اسی " العلم " اور " البصائر " کے آگے عرض کرنا چاہیے کہ وہی ایک حکم حقیقی ہے -

اس عاجز نے جہاں تک غور کیا ہے' معلوم ہوتا ہے کہ مسئلۂ خیر و شر فطرۃ کے متعلق قرآن حکیم کا فیصلہ ان تینوں مذہبوں سے الگ ہے - اور تمام دنیا میں وہ پہلی آواز ہے جو انسانیت کے شرف فطری و خیریت کو ان تمام ظنون و اوہام کی پیدا کردہ ذلتوں سے نجات بخشتی ہے - ان تینوں مذہبوں میں پہلا مذہب فطرۃ انسانی کو زمین کی گھانس اور مٹی کے تودوں سے زیادہ حقیر قرار دیتا ہے - گھانس حیوانات کی غذا ہے اور مٹی سے دیوار بنائی جا سکتی ہے' مگر یہ مذہب کہتا ہے کہ انسانی فطرۃ میں مضرۃ کے سوا کوئی نفع نہیں - یہ مغرور انسان کا اپنی نسبت پہلا مایوس فیصلہ تھا -

اسکے بعد دوسرا مذہب سامنے آتا ہے اور اسکو ایک سادہ صفحہ قرار دیتا ہے جسمیں نہ تو نیکی کا نقش ہے اور نہ بدی کا - بلا شبہ یہ مذہب انسان کیلیے پہلے مذہب جیسا بے رحم نہیں' تاہم یہ بھی اسکی فطرۃ کو کوئی شرف نہیں بخشتا' اور ایک منفعل اور ہر طرح کے اثر کو قبول کرنے والا وجود قرار دیکر چھوڑ دیتا ہے -

تیسرا مذہب سب سے زیادہ مقبول ' سب سے زیادہ عام ' اور اس بارے میں انسانی علم کی سب سے بڑی جست ہے - لیکن وہ بھی پھولوں کے ساتھہ کانٹوں کو برقرار رکھتا ' اور انسان کو فرشتگی دیکر شیطنت کا بھی مساوی حصہ بخشتا ہے - اسکی غایت تحقیق یہ ہے کہ بالفطرۃ اسمیں نیکی بھی ہے اور بدی بھی - پس وہ جسطرح اچھا ہے ' برا بھی ہے - اگر بدی کا پلہ نہ جھکا تو نیکی کے پلے کو بھی زیادہ وزن نصیب نہیں - نتیجہ کے اعتبار سے اسکی فطرۃ یہاں بھی شرافت و احترام سے محروم و نامراد ہے : و ذالک مبلغہم من العلم -

ان تینوں مذہبوں نے فطرۃ انسانیۃ کی حقیقت کو کھو دیا' اور وہ اپنا سراغ نہ پاسکے -

یہ مذاہب حکماء اخلاق اور عام افکار و آراء انسانی کے ہیں - لیکن آج جسقدر مذاہب دنیا میں موجود ہیں ' انکا فیصلہ بھی یہی ہے - اکثر حالتوں میں تو وہ پہلے مذہب کی دعوۃ دیتے ہیں - بعض حالتوں میں اگر انکے شارحین تاویلات رکیکہ سے کسی بلند درجہ کو حاصل کرنا چاہتے ہیں' تو بھی آخری مذہب سے آگے انکا قدم نہیں بڑھتا -

لیکن قرآن یعنے " العلم " دنیا میں اسلیے نہیں آیا کہ فطرۃ کے معبود بہ جمال کو اور زیادہ مستور کردے' بلکہ اسکی دعوۃ کی اولین حقیقت یہ تھی کہ انسانی ضلالت و ظنون نے فطرۃ و حقیقت پر جو پردے ڈالدیے ہیں' انکو اسطرح چاک چاک کردے کہ انسان اپنے ہی آئینہ کے اندر اپنی صورت دیکھہ لے - پس وہ اولین آواز ہے جس نے سب سے پہلے اس گم شدہ حقیقت کا سراغ بتلایا ' اور دعوا کیا کہ انسان کی فطرۃ و جبلۃ نہ تو محض ایک صفحۂ سادہ ہے ' نہ صرف بدی اور شر کی ناپاکی ہے' اور نہ ہی ملکوتیت اور بہیمیت کا مرکب ' بلکہ وہ ایک خالص و کامل نیکی ہے' جسمیں خیر کے سوا اور کچھہ نہیں ہے' اور کوئی قوۃ اسکے اندر ایسی نہیں رکھی گئی ہے جسمیں بدی اور برائی کا اصلاً بیج ہو- وہ صرف نیکی ہی لیکر دنیا میں آتا ہے ' نیکی ہی کیلیے پیدا کیا گیا ہے ' اور نیکی ہی کیلیے اسکو سب کچھہ دیا گیا ہے - لیکن وہ دنیا میں آکر اپنی فطری نیکی کی حفاظت نہیں کرتا ' اسکے نشو و نما کی راہیں بند ہو جاتی ہیں' اور اسکے طبیعی ابھار کو اسطرح دبا دیا جاتا ہے جس طرح کسی پودے پر ایک پتھر رکھکر اسکی قوۃ پامال کردی جاے - پس انسان کے اندر جو کچھہ ہے وہ خالص نیکی ہے ' اور جسقدر بھی برائی ہے' وہ اسکا کسب خارجی ہے- نیکی اسکا فطری عمل ہے' اور بدی غیر فطری ' خارجی ' اور یکسر صناعی - اگر وہ نیک ہے تو یہ فطرۃ ہے ' اگر بد ہے تو یہ تصنع ہے - اسکو بیج ایک ہی دیا گیا ہے جو صرف نیکی کا ہے - جب وہ ابھرتا ہے تو تم کہتے ہو کہ یہ نیکی ہے ' جب پامال کردیا جاتا ہے تو تم کہتے ہو کہ بدی ہے - حالانکہ تم نہیں جانتے کہ پھل اور پتوں کا نہ لگنا کوئی ایک وجود نہیں ہے ' بلکہ درخت کے نشو و نما کے عدم کا نام ہے -

خلاف رسم دریں عہد خرق عادت داں
کہ کارہاے چنیں از شمار بوالعجبي ست

قران حکیم کي تمام دعوۃ کا خلاصہ یہ تھا کہ وہ " ما وجدنا علیه اباءنا " اور " انا وجدنا اباءنا علی امة و انا علی آثارهم مقتدون " کے خلاف ایک یکسر صداے احتجاج ہے جو دنیا سے اسکے سوا کچھہ نہیں چاھتي کہ تقلید کي جگہ اجتہاد، اور جہل کي جگہ علم و برہان کو اپنا دستور العمل بناے - لیکن صدیوں سے تمام عالم اسلامي کا یہ حال ہو رہا ہے کہ علم و فن کي کوئی شاخ نہیں جو تقلید اعمی و اتباع بغیر بصیرۃ کے استیلاء غلالت سے بچي ہو، اور جس تقلید کے متعلق بالاتفاق سب نے فیصلہ کردیا تھا کہ وہ جہل کا دوسرا نام ہے اور علم کے ساتھہ جمع نہیں ہوسکتي کیونکہ علم نام حصول دلیل کا ہے، اسي کا نام آج علم رکھا گیا ہے - درس و تدریس و تصنیف و تالیف میں منتہاے کمال یہ رھگیا ہے کہ چند اقوال زید و عمر کے نقل کردیے جائیں، اور جس راہ پر ایک بھیڑ چلتي ہوئي نظر آگئي ہے، اسي پر خود بھي گام زن ہو جائیں - کہ انا علی آثارهم مقتدون !

جو روشني بکلي گم ہوگئي ہے، اسکي ایک چھوٹي سي کرن بھي موجودہ عصر ظلمت میں کم از آفتاب نہیں - صاحب معراج العقول کي سب سے زیادہ ممتاز چیز یہي ہے - اور ہر جگہ نمایاں نظر آتي ہے - وہ حق کو نہ تو کسي ایک مصنف کي ملکیت میں دیدیتے ہیں اور نہ کسي مسئلہ کي صداقت و عدم صداقت کا معیار سنیت و شیعیت کو قرار دیتے ہیں - متعدد مقامات میں انہوں نے صاحب عماد الاسلام اور علامۂ مجلسي کے تشدد و تقشف پر پوري بیباکي کے ساتھہ رد و طعن کیا ہے، اور متعدد مقامات ہیں جہاں وہ امام فخر الدین رازي کي تحسین کرتے ہوے نظر آتے ہیں، اور اس سے بالکل بے پروا ہیں کہ کس شخص کا تعلق کس فرقہ سے ہے ؟

جو حال ہمارے یہاں متاخرین فقہاء ترکستان و ما وراء النہر کے تشدد و غلو کا ہے، بعینہ یہي حال تاریخ اثنا عشریہ میں عہد صفویہ کے اواخر کا رہا ہے جبکہ پولٹیکل حالات نے غلو و تشدد کو آھستہ آھستہ جزو مذھب بنا دیا، اور بتدریج مسلک اثنا عشریہ قرون گذشتہ سے ہٹکر بالکل ایک نئي چیز بن گیا - اس عہد کي ایک بڑي خصوصیت توسیع باب تکفیر، و غلو و حرج احکام، و تشدد عصبیۃ احزابي و مذھبي ہے -

ھندوستان کے بعض گذشتہ افاضل شیعہ نے بھي اسي مسلک و اختیار کیا - ازانجملہ علامہ مجلسي صاحب بحار ایران میں ہیں، اور مولانا السید دلدار علي مرحوم صاحب عماد الاسلام وغیرہ کتب شہیرہ ھندوستان میں -

لیکن صاحب معراج العقول نے اس حق گویانہ آزادي کے ساتھہ جسکي نظیر آجکل بہت کم ملتي ہے، صاف صاف ان بزرگوں کے مسلک کي تغلیط کي ہے، اور واضح کردیا ہے کہ اس تشدد و غلو نے نہایت سخت نقصان علمي و ذہني قوم کو پہنچایا ہے - سبحان اللہ کیا مبارک تھا وہ آزاد و حق گو قلم جس سے مندرجہ ذیل سطریں دیباچۂ معراج العقول میں نکلیں :

" فاصبحت الشیعة جماهیرهم فی الدور المتاخرة من الدولة الصفویه الی الان صفر الید من علوم البرهان و ذوق العرفان جمیعاً الا ماشاء اللہ ، فصارت اسواء حالاً من الاشاعرة "

عہد صفویہ نے مذھب شیعہ میں جو بدعتیں پیدا کیں، منجملہ انکے ایک تصوف سے بعد و ھجر اور بالعموم صوفیاء کرام کي تکفیر و تفسیق ہے - اسي کا اثر ہے جو ھندوستان کے افاضل شیعہ تک پہنچا اور ایک مشہور فاضل نے کہا :

ایں کلام صوفیاں شوم نیست
مثنوي مولوي روم نیست

[illegible] بھي صوفیاء کي مخالفت میں بہت سخت [illegible] لیکن صاحب معراج العقول کا اعتدال مسلک اور ذوق سلیم اس افراط و تفریط کا متحمل نہیں ہوسکتا تھا - انہوں نے قابل تحسین جرات کے ساتھہ اس تشدد کے خلاف اپني پر زور صدا بلند کي ہے، اور نہایت تفصیل سے صوفیاء کے مبحث پر بحث کرکے ایک طرف متصوفین جاھلین کے خرافات و اباطیل کي پردہ دري کي ہے، دوسري طرف تصوف عالم و محققي کے احترام حقیقت کا بلا خوف لومة لائم اعتراف کیا ہے - منجملہ متشددین منکرین و مکفرین صوفیاء کے ایک صاحب کتاب الشہاب الثاقب بھي ہیں - مصنف نے ایک مخصوص فصل میں انکے اعتراضات پر نقد کیا ہے اور صوفیاء کرام کے دعوی کشف پر نہایت منصفانہ بحث کي ہے - صاحب الشہاب نے نفحات الانس سے چند واقعات نقل کرکے مولانا جامي کي تکفیر و تفسیق کي تھي - اسپر مصنف معراج لکھتے ہیں " و اکتفا فی الاستدلال بالسب و الشتم علی الجامي بانہ ناقلہ و هو فاسق و کافر ثم انہ سني و لکنا لسنا ممن یقلدہ فلا نرضي بمقالہ و لا نوافقہ فی هذہ العصبیة القبیحة والمشاتمة الفضیحة - والجامي عندنا فاضل عارف - و اما تسننہ علی حد یجب علی مثلہ تفسیقہ و تکفیرہ و عداوتہ فلا نسلمہ "

متاخرین علماء شیعہ میں شیخ بہاء الدین عاملي کے بعد غالباً صاحب معراج العقول دوسرے شخص ہیں جنہوں نے تصوف کے متعلق انصاف و راستي سے کام لیا ہے -

متعدد اعمال صحیحۂ و شرعیہ ہیں جنکو شارع نے بعض خاص مصالح و حکم سے قرار دیا لیکن دنیا نے اصلی حکمت و علت کو بالکل بھلا دیا، اور اسکي جگہ صرف رسم و قشر پر قانع ہوگئي - حقیقت کا یہ احتجاب اور رسم کا یہ رسوخ و احاطہ بسا اوقات طرح طرح کي مضرتوں کا مولد و مبدء ثابت ہوا ہے -

ازانجملہ عمل " استخارہ " ہے - یہ ایک صحیح عمل شرعي تھا اور اس سے مقصود یہ تھا کہ بسا اوقات انسان مختلف راہوں اور دلیلوں کو دیکھکر ایک عالم کشمکش و تذبذب میں مبتلا ہوجاتا ہے، اور اسکي قوۃ فیصلہ گم ہوجاتي ہے - ایسي حالت میں بہتر ہے کہ وہ اپنے معاملہ کو صرف اللہ کي طرف لیجاے اور اسکے حضور ملتجي ہو کہ جس راہ میں اسکے لیے امن و فلاح ہے، اسکي طرف رہنمائي کردے -

لیکن اب لوگوں نے اسے ایک کھیل بنا دیا ہے ، اور عوام شیعہ کا تو اس بارے میں عجیب حال ہے - متعدد لوگوں کو میں نے خود دیکھا ہے کہ ہر وقت تسبیح ہاتھہ میں ہے اور " افعل " اور " لا تفعل " کے اشارۂ وجوبي کے انتظار میں بلا فصل متحرک - کھانا کھانا ہے تو استخارہ ، پانی پینا ہے تو استخارہ ، یہ استخارۂ شرعي نہیں ہے بلکہ شارع کے ایک قرار دادہ عمل مقدس کا عملي استہزاء ہے - صاحب معراج العقول نے اس بارے میں بھي نہایت خوبي سے داد تحقیق دي ہے، اور ایک مستقل فصل میں اسپر بحث کي ہے - چنانچہ لکھتے ہیں : " حتی ان کثیرا منهم اتخذوها شعارا و دثارا لیلا و نهار بل کانهم عدوها من اهم الواجبات الی ان صارت من شعائر التشیع.......... سرت هذہ العقیدۃ فی علمائهم و جهالهم جمیعاً - حتی رایت بعض اجلة الادبا والفقهاء انہ بني کل حرکة و سکون في لیلہ و نهارہ علی الاستخارۃ حتی انہ کان لا یدخل علی اهلہ و عیالہ بدونها "

فریقانہ نزاعات اور تحزب و تمذھب کي عصبیۃ جاھلیۃ کے بحران نے صدیوں سے اعتدال مسلک کو گم کردیا ہے، اور تقلید نے ہمتوں کو اسقدر پست کردیا ہے کہ کسي شخص کو راہ حقیقت میں قدم رکھنے کي جرات نہیں ہوتي - اللہ تعالی صاحب معراج العقول کو جزاے خیر دے جنہوں نے اس راہ میں قدم رکھا اور اجتہاد و استقلال فکر کے ساتھہ اپني سیاحت تحقیق ختم کي - افسوس کہ اصلي چیز مباحث الاھیہ و کلامیہ تھے - مثلاً بحث حسن و قبح اشیاء

مطبوعات جدیده

معــــراج العــقـــول (۱)

مفلس کی قسمت سے زیادہ اُس شخص کی بدقسمتی پر افسوس کرنا چاهیے جسکے دامن دولت کا کچهه نه کچهه بقیه موجود هے ' مگر وه اس سے مستفید نہیں هوتا -

یہی حال آج تمام عالم اسلامی ' اور علی الخصوص مسلمانان هند کا هے - وه هر چیز میں صرف اسی چیز کا ماتم کرتے هیں جو جا چکی هے ' مگر جو کچهه موجود هے اس سے خبردار هونے اور کام لینے کا کسی کو هوش نہیں - مذهب کو ' علم کو ' تمدن کو ' اخلاق کو ' معاشرت کو ' غرضکه حیات قومی کی جس شاخ کو دیکهیے کا یہی نظر آئیگا که مسلمانوں کی جیب اسقدر خالی نہیں هے جسقدر انکا هاتهه بدبخت هے -

صرف اسی بات کو دیکهیے که هندوستان سے علم و ارباب علم کے رخصت هو جانے پر کس قدر آنسو بہاے جاتے هیں ' اور کس طرح همیشه ماتم کیا جاتا هے که علم و قلم کی صحبتیں برهم هوگئیں ؟ لیکن اس چیز پر کسی کی نظر نہیں پڑتی که علم و قلم کی آج بہی جو قابلیتیں موجود هیں ' وه کس طرح ضائع کی جارهی هیں ' اور ملک کی ناقدر شناسی اور بے امتیازی نے کس طرح انہیں مٹنے کیلیے گمنامی میں چهوڑ دیا هے ؟ کتنے هی ارباب علم و فضل هیں' جنکا جوهر علمی آج صرف اسلیے رائگاں جارها هے که اُنکو امن کی ایک رات اور دل جمعی کی ایک صبح بهی نصیب نہیں - کتنے هی ارباب قلم هیں جو بہتر سے بہتر علمی خدمت انجام دیسکتے هیں لیکن انکی تمام قابلیت کچهه نہیں کرسکتی کیونکه اتنی استطاعت بهی نہیں رکهتے که ضرورت کی چند کتابیں خرید سکیں - کتنے هی صاحبان استعداد و فکر هیں جنکے لیے اصلی مشغله علم و فن کا تها لیکن انکا سارا وقت اسمیں خرچ هوتا هے که :

چــه خــورد بامــداد فــرزنــدم !

لوگ اسپر ماتم کرتے هیں که جانے والے چلے گئے ' مگر کسی کی آنکهه نہیں روتی که جو باقی هیں اُنکی خبر لیں -

ایسے هی ارباب علم و ذوق میں سے جناب مولانا سید مرتضی صاحب نونہروی هیں جنکی ایک تصنیف " معراج العقول " پچهلے دنوں شائع هوئی هے ' اور جسکے مطالعه کے بعد سطور مندرجۂ صدر کی هر صاحب نظر تصدیق کرسکتا هے -

صاحب " معراج العقول " موجوده عہد کے علماء شیعه میں ایک ممتاز اهل نظر هیں - اور منجمله اُن مخصوص بزرگوں کے هیں جنکو اجتهاد فکر ' حریت راے ' اور اصابت فہم نے شاهراه عام کی تقلید پرستیوں سے الگ کردیا هے ' اور اسلیے نه تو وقت کی مقبول عام صفوں میں انکے لیے کوئی جگه رهی هے ' اور نه خود انکو هی اُن صفوں میں جگه پانے کی کوئی حسرت هے - زمانے نے همیشه ایسے لوگوں کے مقابلے میں ناقدردانی کا حربه اُٹهایا هے ' مگر انہوں نے بهی اپنی بے نیازیوں سے همیشه اسکے سر غرور و جہل کو شکست دی هے :

نا روا بود به بازار جهــــان جنس وفا
رونقـــــی گشتم و از طالع دکان رفتم

صاحب معراج العقول مولوی سید علی بلگرامی مرحوم کے زمانے میں بعهدۂ نظامت علوم و فنون ' ریاست حیدر آباد دکن سے تعلق رکهتے تهے - انقلابات و تغیرات نے ورق اُلٹا تو اپنے وطن کا رخ کیا - ایک عرصه سے وهیں عزلت گزیں هیں اور بے نیازانه و علم پرستانه مشغول تصنیف و تالیف رهتے هیں - زمانے کو اگر انکے علم و فضل کی خبر نہیں هے تو نهو ' مگر انکو زمانے کی جہل پرستی اور خیره مذاقی کا حال اچهی طرح معلوم هے :

ز مرغان حرم در کام زاغان طعمه اندازد
مدار روزگار سفله پرور را تماشـــا کن

معراج العقول عربی کی ایک ضخیم کتاب هے جو ۸ سو صفحوں پر ختم هوئی هے اور حسن طباعة کے متعلق اسقدر کهدینا کافی هے که نامی پریس کانپور میں غیر معمولی اهتمام کے ساتهه چهاپی گئی هے - کتاب کا موضوع کلام و الاهییات هے ' اور جناب مصنف کے مطالعه و نظر کا اصلی موضوع یہی هے - اِن مباحث کیلیے متاخرین نے زیاده تر یه روش اختیار کی تهی که کسی چیز کو بطور متن کے قرار دیکر اسکی شرح لکهتے تهے ' اور اس ضمن میں تمام پیش نظر مباحث ایک ترتیب خاص کے ساتهه آ جاتے تهے - صاحب معراج العقول نے بهی اسی کا تتبع کیا ' اور مشہور دعاء مشلول کو جو اسماء حسنی کا مجموعه هے ' شرح کیلیے منتخب کیا - کلام و الاهییات کے جتنے اهم مباحث هیں ' وه سب کے سب مختلف صفات باری تعالی عز اسمه سے تعلق رکهتے هیں - اسلیے اسماء حسنی کی شرح لکهنے کے یه معنی هیں گویا کلام و مباحث الاهیۂ حکمیه پر ایک جامع کتاب لکهدی -

افسوس که البلاغ کی محدود و مشروط صحبتیں تفصیلی تبصره کی متحمل نہیں ' کتاب نہایت ضخیم هے اور جن مباحث و مسائل پر مشتمل هے ان میں سے هر مسئله اسقدر وسیع اطراف بحث رکهتا هے که جب تک تفصیل کے ساتهه نقد و تبصره نه کیا جاے کتاب کی حیثیت واضح نہیں هو سکتی - اس سے بهی زیاده یه که کتاب عربی میں هے ' یعنی اُس زبان میں هے جو مرحوم عرفی کے عهد میں بهی مخصوص به خواص تهی ' اور " حدیث زیر لبی " هی کیلیے موزوں سمجهی جاتی تهی :

مدار صحبت ما بر حدیث زیر لبی ست
که اهل شوق عـــوام اند و گفتگو عربی ست

اور جب اُس عهد کا یه حال تها تو همارے عهد کی نسبت تو سوال هی بیکار هے :

مجلس چو بر شکست تماشا بما رسید !

پس اسکے سوا چاره نہیں که سرسری اشارات پر اکتفا کیا جاے - سب سے زیاده اهم اور سب سے زیاده قابل ذکر خصوصیت جو اُس کتاب کو موجوده عهد کی بہترین مصنفات کا درجه دیتی هے ' وه اجتهاد فکر و استقلال راے هے جسکی روشنی کتاب کے هر مبحث میں نمایاں هے - یه وه فضیلت عظمی و مزیت کبری هے که اگر کتاب میں اور کچهه نه هوتا ' اور آٹهه سو صفحوں کے اندر صرف ایک سطر بهی اس دولت عظمی سے بهره ور هوتی ' جبهه بهی صاحب معراج العقول کے شرف و امتیاز کیلیے کافی تها -

(۱) یه کتاب نہایت اهتمام اور تکلف سے چهاپی گئی هے - ۸ سو صفحوں پر ختم هوئی هے - قیمت پانچ روپیه هے اور خود مصنف سے " نونہره ضلع غازیپور " کے پته سے ملسکتی هے -

فرشتوں کو ایک عیب ہزاروں ہنر کے سامنے ہیچ نظر آیا ' اسلیے خود اپنی غلطی کا اعتراف کیا :

قالوا سبحنك لا علم لنا الا ما علمتنا انك انت العليم الحكيم (بقرہ : ۳۱)

اُن لوگوں نے کہا : خدایا ہمکو تو صرف اُسی قدر علم ہے جتنا تونے ہمکو سکھایا ہے - بیشک تو ہی بڑا علم والا ' اور تیری ہی دانائی سب سے بڑی دانائی ہے !

پس خیر و شر کے اعمال کا یہ امتزاج علم و دانائی پر مبنی ہے :

ربنا ما خلقت هذا باطلا -

جس طرح مقدار و کمیت کے لحاظ سے خیر شر پر اور اصلاح فساد پر غالب ہے ' اسی طرح کیفیت کے لحاظ سے بھی وہ شر و فساد سے زیادہ لطیف ' نرم ' رقیق ' اور تربیت پذیر ہے - شر و فساد ایک کوئلہ ہے جو پھونکنے کے بعد بھڑکتا ہے ' لیکن خیر و اصلاح بجلی کی رو ہے جو دفعتاً مشتعل ہو جاتی ہے - اصلاح اصل فطرۃ صالحہ ہے اور افساد خارجی ضلالت کا نتیجہ ' پس ضرورت صرف تزکیۂ و تربیت کی ہے تاکہ زنگ دور ہو جاے اور آئینہ چمک اٹھے :

قد افلح من زکھا وقد خاب من دسها

وہ شخص کامیاب ہوا جس نے اوسکا تزکیہ کیا ' اور وہ ناکامیاب رہا جس نے اوسکو دفن کر دیا -

اس تربیت و تزکیہ کے بعد اوسکا قوام اس قدر لطیف ہو جاتا ہے کہ :

یکاد زیتها یضیء ولو لم تمسسه نار- نور علی نور ' یهدی الله نوره من یشاء (نور: ۳۵)

قریب ہے کہ اس کا تیل روشن ہوجاے اگرچہ اوس میں آگ نہ لگائی جاے - روشنی پر روشنی ہے - خدا اپنی روشنی کی طرف جسکو چاہتا ہے راہ دکھاتا ہے -

یہ وہی نور ہے جسکو حضرت موسی نے شجر طور پر ' حضرت ابراہیم نے آفتاب و ماہتاب میں ' ایک نبی امی نے غار حرا کی تاریکی میں دیکھا تھا - کیونکہ اس چراغ کا نور نہ تو چاند اور سورج کی روشنی میں ماند پڑ سکتا ہے ' نہ رات کی تاریکی اوس پر پردہ ڈال سکتی ہے -

(الحد الفاصل)

لیکن با اینہمہ تاریکی موجود ہے - گو روشنی میں مدغم ہو گئی ہے - دنیا میں بہت سے اندھے بھی ہیں ' اسلیے وہ روشنی کو نہیں دیکھہ سکتے - پس خیر و شر کے درمیان ایک حد فاصل کی ضرورت ہے کہ آب شیریں و آب شور باہم ملنے نہ پائیں - خدا نے یہ حد بھی قائم کردی ہے :

مرج البحرین یلتقیان ' بینهما برزخ لا یبغیان

میٹھے اور کھارے پانی کے دو دریا جو باہم مل گئے ہیں ' مگر اونکے درمیان ایک پردہ بھی ہے کہ ایک دوسرے کی حد میں داخل نہیں ہوسکتا -

جس وقت سے خیر و شر ہے اوسیوقت سے یہ حد بھی قائم کردی گئی ہے - چنانچہ حضرت آدم کو بھی یہ حد بتلا دی گئی تھی :

و لا تقربا هذه الشجرة فتکونا من الظلمین (بقرہ ۵ : ۳۳)

اور اس درخت کے قریب نہ پھٹکنا تاکہ زیادتی و انحراف کرنیے والوں میں سے نہو جاؤ -

لیکن یہ حد محسوس چیز نہیں ہے ' اسلیے شریعت نے اسکی امتیاز کا ذریعہ صرف ذوق صحیح کو قرار دیا ہے - چنانچہ آنحضرت نے فرمایا " کہ گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے " اور یہ ذوقی شہادت فطرتی چیز ہے - آدمی جب گناہ کرتا ہے تو اوسکا دل دھڑکنے لگتا ہے ' چہرہ متغیر ہو جاتا ہے ' اسیکا نام نور ایمان ہے اور یہی خیر و شر کی حد فاصل کو قائم رکھہ سکتا ہے - لیکن با اینہمہ اختلاط عام ہے ' شر مستطیر ہے ' تاریکی ہر طرف پھیلی ہوئی ہے ' اسلیے آدمی کا پانوں پھسل جاتا ہے ' اور وہ سرحد سے آگے قدم رکھہ دیتا ہے ' اس بنا پر :

ان منکم الا واردها کان علی ربك حتماً مقضیا (مریم : ۷۲)

تم میں سے کوئی ایسا نہیں جو جہنم میں نہ اوترے ' یہ تمہارے پروردگار کا قطعی فیصلہ ہے -

لیکن خدا کی رحمت بڑی نقاد ہے ' وہ جانتی ہے کہ دنیا میں زر خالص کا وجود بہت کم ہے - اسلیے وہ اپنے دامن میں اوس سونے کو بھی چھپالیتی ہے جو خاک کے ذروں میں مخلوط ہے - جہنم کی آنچ بھی اسیلیے دکھائی گئی کہ سونا صرف آنچ ہی سے پاک ہو سکتا ہے :

و آخرون اعترفوا بذنوبهم خلطوا عملا صالحا و آخر سیئا عسی الله ان یتوب علیهم ان الله غفور رحیم (توبہ : ۱۰۳)

اور دوسرے لوگ وہ ہیں کہ انہوں نے اپنے گناہ کا اعتراف کیا ' انہوں نے اچھے اور برے دونوں طرح کے کام ملے جلے کیے تھے -

لیکن دنیا کی فضاے غیر محدود (التعادل و التوازن) میں ہزاروں سیارے گردش کر رہے ہیں ' اور ہر ایک چاہتا ہے کہ دوسرے کی حد میں قدم رکھے ' اسلیے اگر فطرت اونکو کسی مضبوط رسی میں جکڑ نہ دیتی تو وہ ایک دوسرے کی طرف بڑھتے ' بڑھ کے ٹکراتے ' اور نظام عالم درہم برہم ہو جاتا - پس قدرت الہی اونکو کشش باہمی سے ایک دوسرے کی طرف بڑھنے نہیں دیتی ' اسلیے سب کے سب اپنے اچھے طور پر ایک نہایت منتظم ' ایک نہایت با قاعدہ ' ایک نہایت مرتب گردش کر رہے ہیں :

لا الشمس ینبغی لها ان تدرك القمر و لا اللیل سابق النهار و کل فی فلك یسبحون

نہ سورج کو یہ حق ہے کہ چاند کو پالے ' نہ رات دن کے آگے بڑھ سکتی ہے ' سب ایک محور پر گردش کر رہے ہیں -

انسان کا ' انسان کے اعمال کا ' انسان کے اخلاق و عادات کا بھی یہی حال ہے - وہ ایک دوسرے سے ٹکرانا چاہتے ہیں ' اسلیے وحی الہی مذہب کی سنہری زنجیر سے اونکی مطلق العنانیوں کو جکڑ دیتی ہے :

و اعتصموا بحبل الله جمیعا -

سب کے سب خدا کی رسی کو مضبوط پکڑ لو ' کہ ایک دوسرے پر تعدی نہ کرنے پاے اور دنیا کی میزان عدل کا پلہ برابر رہے -

لقد ارسلنا رسلنا بالبینت و انزلنا معهم الکتاب و المیزان لیقوم الناس بالقسط (حدید: ۲۵)

ہم نے اپنے رسولوں کو دلائل حقہ و براہین واضحہ کے ساتھہ بھیجا اور انکے ساتھہ کتاب اور میزان کو اتارا - تاکہ عدل و توازن قائم رہے -

لیکن انسان کے جذبات ' فطرت کی دوسری قواے طبیعیہ سے زیادہ ذکی الحس ' زود اثر ' اور سریع الاشتعال ہیں - اسلیے وہ باوجود اس جذب و کشش کے باہم ٹکرانا چاہتے ہیں - پس :

لو اتبع الحق اهواءهم لفسدت السموات و الارض و من فیهن (مومنون ۲۳)

اگر حق بھی اونکا اتباع کرتا ' تو زمین و آسمان اور اونکے رہنے والے برباد ہوجاتے -

دنیا کو اس تباہی سے بچانے کیلیے اوسکو بجبر و اکراہ ایک مرکز پر لانے کی ضرورت ہوتی ہے ' اور یہی فطری ضرورت ' جہاد ' قصاص ' اور تعزیر و عقوبت کی سنگ بنیاد ہے :

و انزلنا الحدید فیه باس شدید و منافع للناس (حدید : ۲۵)

اور ہم نے لوہا اوتارا کہ اس میں سلطان و نفوذ کی بڑی خوفناکی ہے اور لوگوں کیلیے فوائد بھی ہیں -

قرآن حکیم نے جا بجا اسی توازن طبعی کے ذریعہ قیام امن و سلام عالم کی طرف اشارہ کیا ہے :

و لو لا دفع الله الناس بعضهم ببعض لفسدت الارض و لکن الله ذو فضل علی العلمین (بقرہ : ۲۵۳)

اور اگر خدا بعض آدمیوں کے ظلم و زیادتی کو بعض کے ذریعہ دفع نہ کراتا ' تو زمین تباہ ہو جاتی - لیکن خدا تو دنیا پر احسان کرنے والا ہے -

الاصـــلاح والافســـاد

(ان اريد الا " الاصلاح " ماستطعت !)

(۳)

(الاختـــلاط و الالتبـــاس)

تم نے اصلاح کو افساد سے ' مصلحین کو مفسدین سے ' نور کو ظلمت سے ' پھول کو کانٹوں سے ' الگ کرکے دیکھہ لیا - لیکن سوال یہ ہے کہ مفسدین و مصلحین کي یہ صفیں صرف کاغذ هي کے صفحے پر علحدہ قائم کي جاسکتي هیں' یا سطح زمین پر بھي انکي بزم آرائي هوسکتي ہے ؟ چاند سے داغ صرف تصوير هي میں جدا کیا جاسکتا ہے ' یا وہ آسمان پر بھي در حقیقت جدا هوسکتا ہے ؟ قرآن حکیم اسکا جواب نفي میں دیتا ہے :

فالهمها فجورها وتقواها - خدا نے نفس انساني کو بدکاري اور پرهیزگاري دونوں کي راهیں دکھلا دیں -

اصلاح و افساد اور خیر و شر کي بھي دونوں متضاد حالتیں هیں' جو عمل انساني میں ودیعت کیگئي هیں' اسلیے افساد و اصلاح بھي ایک دوسرے سے علحدہ نہیں هوسکتے -

بد قسمت لوگ تقدیر کي بڑي شکایت کرتے هیں ' لیکن یہ شکایت صحیح نہیں ہے - اونکو اصل فطرت هي کي شکایت کرني چاهیے کہ اوس نے دنیا میں برائي کا وجود کیوں رکھا ؟ هم اگرچہ اسکي جرات نہیں کرسکتے لیکن خدا کے دوسرے معصوم بندوں نے اس قسم کي جرات کي تھي :

اذ قال ربك للملئكة اني جاعل في الارض خليفه ' قالوا اتجعل فيها من يفسد فيهـــا و يسفكــد الدماء - (بقرا : ۲۸)

جب تمھارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا هوں' تو انھوں نے عرض کیا : کیا تو اوس نوع کو خلیفہ بنائیگا جو زمین میں فساد و خونریزي کریگي -

خدا نے اس اعتراض کا جو جواب دیا اوسکي تحقیق چند سطروں کے بعد آئیگي - لیکن حضرت آدم کے عمل نے تو جنت هي میں فرشتوں کے اعتراض کي بظاهر تصدیق کردي :

فازلـهما الشيطن عنهـا فاخرجهما مما كانا فيه ' و قلنـا اهبطوا بعضكـم لبعض عدو ' ولكم في الارض مستـقرو متـاع الى حين (بقرة : ۳۴)

پس اون دونوں کو شیطان نے راہ اطاعت سے ڈگمگادیا ' اور اوس عیش و آرام کے گھر میں جس میں وہ آباد تھے رهنے نہ دیا - هم نے کہا کہ یہاں سے اترو ' تم میں سے ایک دوسرے کا دشمن ہے ' اور تمھارے لیے اب زمین هي میں ٹھکانا ' اور ایک مدت مقررہ تک زندگي بسر کرنا ہے -

لیکن تم کو صرف حضرت آدم کے عمل هي کو نہیں دیکھنا چاهیے ' بلکہ اوسکے دقیق نتائج پر بھي نظر ڈالني چاهیے - حضرت آدم نے غلطي کی ' اور خود اپنا بنا بنایا گھر اجاڑا ' لیکن تم نے دیکھا کہ اس افساد نے کیا اصلاح کي ؟ اس تخریب نے کیا تعمیر کي ؟ بغور دیکھو ! اس تخریب نے ایک عالم کھڑا کردیا ' جس میں آدم کي اولاد چلتي پھرتي نظر آتي ہے ' اسلیے حضرت آدم کا یہ گناہ فرشتوں کے اعتراض کي تصدیق نہیں کرتا ' بلکہ یہ اوسکا عملي جواب ہے - اونھوں نے کہا تھا کہ فساد سے دنیا برباد هوجائیگي ' خدا نے اونکو دکھادیا کہ اصلاح و افساد لازم ملزوم هیں' اسلیے اگر ایک گھر برباد هوگا تو دوسرا آباد بھي هوجائیگا -

تم نے دیکھہ لیا کہ تخلیق عالم کا سنگ بنیاد خیر و شر کي اجتماعي حالت کي سطح پر رکھا گیا ہے' اگر ترکیب نہ هوتي تو تعمیر نا ممکن تھي' اسلیے خیر و شر اور اصلاح و افساد نہ صرف اشخاص کا بلکہ مادہ عالم کا مایۂ خمیر هیں ' لیکن سوال یہ ہے کہ مادہ عالم کي ترکیب میں دونوں اجزاء برابر کی نسبت رکھتے هیں یا اِنمیں کوئي جزء غالب بھي ہے؟ خدا کا فیض عام جواب دیتا ہے کہ :

سبقت رحمتي على غضبي - میري رحمت میرے غصے پر سبقت لیگئي ہے -

اسلیے خیر شر پر' اصلاح افساد پر' غالب ہے - اور خدا نے فرشتوں کو یہی جواب دیا ہے - فرشتوں کو حضرۃ آدم کے دامن پر صرف ایک فساد کا دھبا نظر آیا تھا جسکو خون کے چھینٹوں نے اور رنگین اور نمایاں کردیا تھا ' لیکن خدا نے کہا کہ ایک دھبہ هزاروں نقش و نگار کے پردے میں چھپ جا سکتا ہے :

و علم آدم الاسماء كلها ثم عرضهم على الملئكة - فقال انبوني باسماء هٰا اولاء ان كنتم صادقين (بقرہ : ۲۹)

اور آدم کو اللہ نے کل چیزوں کے نام سکھادیے پھر اُنکو فرشتوں کے سامنے پیش کرکے کہا ! مجھے اِن کے نام بتاؤ اگر تم اپنے دعوے میں سچے هو -

---

(بقیہ مطبوعات جدیدہ صفحہ ۱۳)

و مسئلہ تعلیل و عدم تعطیل افعال واجب بالاعراض و مسئلہ علمیہ جزئیات مادیہ وغیرہ' لیکن ان پر بحث کرنے کیلیے کافي وقت اور گنجایش صفحات مطلوب ' اور اس سے میں مجبور هوں -

یہ نہ سمجھا جاے کہ چونکہ فاضل مصنف نے متاخرین شیعہ سے اختلاف کیا ہے اسلیے میں کتاب کو مستحق تحسین سمجھتا هوں ' بلکہ میرے نزدیک کتاب کے بہترین مواقع وہ هیں' جہاں انھوں نے مسائل کلامیہ پر بحث کرتے هوے اشاعرہ و معتزلہ کے مذاهب کا رد و قبول کیا ہے ' اور متعدد مقامات پر اشاعرہ کے رد کرنے میں حق انکے ساتھہ ہے ' اور میرا مسلک اشاعرہ و معتزلہ دونوں سے الگ ہے' و الحمد للہ علی ذالك -

آخر میں میں ضروري سمجھتا هوں کہ جناب راجہ ابو جعفر صاحب رئیس فیض آباد کي اس علم پرستانہ فیاضي کا اعتراف کروں کہ انھوں نے اس کتاب کي اشاعت کا سروسامان کیا - موجودہ عہد کے رؤساء میں اسکي مثالیں ناپید هیں ' کچھہ شک نہیں کہ راجہ صاحب ممدوح نے اپنے اس انفاق في سبیل العلم سے ایک قابل صد تحسین نمونہ قائم کیا ہے -

جناب مصنف کي متعدد تصنیفات اور علی الخصوص اس کتاب کي دوسري جلد ہے' جسکي اشاعت کا ابتک کوئي سروسامان نہیں هوا - افسوس اس عہد جہل پرور پر' اور صد افسوس اس عصر ضلالت اندیش پر' جسمیں ایسے ارباب علم و نظر موجود هوں مگر انکے بہترین اثرات علمیہ صرف چاندي کے چند سکوں کے نہ ملنے سے شائع نہو سکیں - کیا اس وسیع ملک میں جہاں صدها رؤساء و ارباب دولت موجود هیں ' اور جہاں متعدد بڑي بڑي اسلامي ریاستیں قائم هیں ' کوئي بھي نہیں جو علم کي بیکسي پر روے' اور ارباب علم کي کس مپرسي پر غمگین هو؟ جو لوگ هزاروں روپیہ نمایش و لہو و لعب اور اطاعت طواغیت حکومت میں ضائع کر رہے هیں ' کیا انکي دولت میں علم و خدمت علم کیلیے کوئي حصہ نہیں ہے ؟

اُسنے کہا "اُس مذہب و طریقہ پرجس پر ہم سب تھے کوئی نہیں رہا کہ میں تمہیں اُسکے پاس جانے کا حکم دوں - اب ایک نبی کے مبعوث ہونے کا زمانہ آگیا ہے جو دین ابراہیم کو لیکر مبعوث ہوگا - وہ ارض حاجرہ سے اُٹھیگا ' اُسکا ٹھکانا کھجوروں والا ایک مقام ہوگا جو پتھریلی زمین کے درمیان واقع ہے - اگر تمکو قدرت ہو تو اُسکے پاس جانا ' اُسکی نشانیاں یہ ہیں کہ وہ صدقہ نہ کھائیگا ' لیکن ہدیہ قبول کرلیگا ' اور اُسکے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی"

دوسری روایتوں میں ہے کہ صاحب عموریہ نے اُن سے کہا :

"ایک شخص ارض شام سے دو جھاڑیوں کے درمیان نکلیگا ' وہ ایک جھاڑی سے دوسری جھاڑی کی طرف ہر سال ایک رات کو نکلتا ہے ' آیندہ سال بھی ایک خاص رات کو جو عام طور پر معلوم ہے نکلیگا - لوگ اُسکے پاس آئیں گے - وہ بیماریوں کی دوا دیگا اور اُنکے لیے دعا کریگا ' اور وہ شفا پائیں گے - تم بھی اُسکے پاس جانا اور جس شخص کو ڈھونڈھتے ہو اُسکو پوچھنا " چنانچہ میں آیا ' اور اُن دونوں جھاڑیوں کے پاس آدمیوں کے ساتھ ٹھہرا رہا - جب وہ رات آئی ' جس میں وہ ایک جھاڑی سے نکل کر دوسری جھاڑی میں جایا کرتا تھا تو وہ نکلا - لوگوں کے ہجوم سے میں رکا رہا - یہانتک کہ وہ جھاڑی میں گھسکر مجھہ سے بالکل چھپ گیا ' صرف اُسکے شانے نظر آتے تھے - میں نے اُسکے شانوں کو پکڑا - لیکن وہ میری طرف متوجہ نہیں ہوا اور کہنے لگا تمہیں کیا ضرورت ہے ؟ میں نے کہا میں آپ سے دین ابراہیم حنیفی کے متعلق کچھہ پوچھنا چاہتا ہوں - اُسنے کہا : اسوقت تو اس مذہب کو کوئی نہیں پوچھتا - ایک نبی کا زمانہ قریب آیا ہے - وہ اس گھر کے قریب نکلیگا ' اور اُس دین کو زندہ کریگا جسکو تم پوچھہ رہے ہو - چنانچہ جب میں وہاں سے پلٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے پاس آیا اور یہ واقعہ بیان کیا ' تو آپ نے فرمایا : اگر یہ صحیح ہے تو تم نے عیسی ابن مریم سے ملاقات کی -

بہرحال واقعہ جو کچھہ ہو حضرت سلمان (ض) نے عموریہ سے لوٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم تک پہونچنے کا واقعہ اسطرح بیان کیا ہے :

" قبیلہ بنو کلب کا ایک قافلہ گذرا - میں نے اُنکے وطن کا پتہ پوچھا ' اُن لوگوں نے مجھے اُسکا نام بتایا - میں نے اُن سے کہا کہ میں تمہیں اپنی بکریاں اور گائیں اس شرط پر دیتا ہوں کہ مجھکو بھی اپنے وطن تک لیچلو - اُن لوگوں نے مجھے سوار کرلیا ' اور مجھے وادی القری میں لے آئے ' اور مجھے غلام بناکر ایک یہودی کے ہاتھہ بیچ ڈالا - میں نے اُس جگہ کھجور کے درخت دیکھے اور میرے دل میں یہ تمنا پیدا ہوئی کہ یہ وہی سرزمین تو نہیں ہے جسکا مجھکو نشان دیا گیا ہے - اسکی تصدیق ابھی تک نہیں ہوئی تھی ' لیکن کھجور کے دیکھنے سے میرے دل میں آرزو پیدا ہوگئی تھی - میں نے وہاں قیام کیا - یہانتک کہ بنی قریظہ کے یہودیوں میں سے ایک شخص اُسکے پاس آیا اور اُس سے مجھے خرید لیا - وہ مجھے لیکر مدینہ میں آیا اور اُن نشانیوں کی بنا پر جو صاحب عموریہ نے مجھکو بتائی تھیں میں نے مدینہ کو فوراً پہچان لیا : مجھے یقین ہوگیا کہ یہ وہی سرزمین ہے جسکا پتہ مجھے دیا گیا ہے - میں اس شخص کے یہاں ایک نخلستان میں کام کرتا رہا - اسی زمانے میں رسول اللہ مبعوث ہوئے ' لیکن مجھپر آپ کا حال مخفی رہا - چنانچہ جب آپ مدینہ میں تشریف لائے اور قبا میں بنی عمرو بن عوف کے یہاں اُترے تو میں ایک کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا تھا اور اُسکے نیچے میرا آقا بیٹھا تھا - اسی حالت میں ایک یہودی جو میرے آقا کا چچا زاد بھائی تھا آیا ' اور اُسکے پاس کھڑے ہوکر کہنے لگا : " خدا بنی قیلہ کو ہلاک کرے کہ وہ ایک شخص پر جو قبا میں مقیم ہے اور مکہ سے آیا ہے ٹوٹے پڑتے ہیں ' اور کہتے ہیں کہ یہ پیغمبر ہے " خدا کی قسم اُسکے اس کہنے کے ساتھہ ہی مجھے لرزہ سا آگیا اور درخت ہلنے لگا - یہاں تک کہ مجھے خیال پیدا ہوا کہ میں اپنے آقا کے اوپر گر پڑونگا - اسکے بعد ' میں جلدی سے اُترا اور اُس سے اس خبر کو پوچھنے لگا - میرے آقا نے ہاتھہ اُٹھاکر مجھے ایک طپانچہ مارا ' اور کہا : تمہیں اس سے کیا مطلب - تم اپنا کام کرو - میں نے کہا : مجھے صرف اس خبر کی تصدیق کرنی تھی - اُسنے کہا : نہیں تم اپنا کام سنبھالو - چنانچہ میں اپنا کام کرنے لگا - جب شام ہوئی تو میرے پاس جو کچھہ مال تھا اُسکو اکٹھا کرکے رسول اللہ کے پاس آیا - آپ قبا میں مقیم تھے - جب میں وہاں داخل ہوا تو آپ کے پاس چند صحابہ تھے - میں نے کہا : مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کے پاس کچھہ مال نہیں ہے ' اور آپ کے پاس اصحاب بھی ہیں ' اہل حاجت اور مسافر ہیں ' میرے پاس کچھہ مال تھا جسکو میں نے صدقہ کے لیے رکھہ چھوڑا تھا ' جب مجھے آپ کا حال معلوم ہوا تو آپ سے زیادہ کوئی اسکا مستحق نظر نہیں آیا - اس بنا پر میں یہ مال لایا ہوں - یہ کہکر میں نے مال کو رکھدیا - رسول اللہ نے صحابہ سے فرمایا کہ تم اسکو صرف کرو - لیکن خود اسکو ہاتھہ نہیں لگایا - میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ پہلی نشانی ہے - میں وہاں سے لوٹا اور کچھہ مال اور جمع کرکے لایا - میں نے سلام کرکے کہا کہ مجھے معلوم ہوا کہ آپ صدقہ نہیں کھاتے - میرے پاس اور بھی کچھہ مال تھا جسکو میں بطور تحفہ کے پیش کرنا چاہتا تھا ' آج اُسکو لایا ہوں - آپنے قبول کیا اور اصحاب کے ساتھہ اُس میں شریک ہوے - میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ دوسری علامت ہے - میں لوٹ کر کچھہ دنوں کے بعد پھر آیا تو آپ بقیع غرقد میں ایک جنازہ کے ساتھہ ساتھہ جارہے تھے - آپ کے ارد گرد آپ کے اصحاب تھے ' آپ کے پاس صرف دو چادریں تھیں ' ایک دو اوڑھے ہوے ' اور دوسری کا تہبند باندھے ہوے تھے - میں نے سلام کیا اور ادھر اُدھر آپ کی پیٹھہ دیکھنے لگا ' جب آپ کو میرا مقصد معلوم ہوا تو چادر پیٹھہ سے اُٹھا دی اور مجھکو مہر نبوت ویسی ہی نظر آئی جیسا کہ مجھہ سے بیان کیا گیا تھا - میں اُسکے چومنے کے لیے ٹوٹ پڑا ' اور رونے لگا - آپنے فرمایا ذرا ہٹ چلو - میں ہٹ کر آپ کے سامنے بیٹھہ گیا اور اپنا واقعہ بیان کیا - آپکو یہ واقعہ عجیب تر معلوم ہوا ' اور آپ نے چاہا کہ صحابہ بھی اُسکو سنیں ' اسکے بعد میں اسلام لایا - لیکن غلامی کی وجہ سے بدر و احد کی لڑائی میں شریک نہو سکا - مجھہ سے رسول اللہ نے کہا : کہ تم مکاتب بنجاؤ - میں نے اپنے آقا سے اِسکی درخواست کی تو اُس نے درخواست اس شرط پر قبول کی کہ میں تین سو کھجور کے درخت اسکے لیے لگادوں ' اور چالیس اوقیہ چاندی ادا کردوں - رسول اللہ نے صحابہ سے فرمایا کہ کھجور کے پودوں سے اپنے بھائی کی مدد کرو - چنانچہ ہر شخص نے اپنی اپنی حیثیت کے موافق کسی نے تیس ' کسی نے بیس ' کسی نے پندرہ ' کسی نے دس پودے مجھکو دیے - آپ نے فرمایا : "اسکو لیکر جلو اور زمین کھودو - جب اُنکے بٹھانے کا ارادہ کرنا تو مجھے اطلاع دینا - میں اُنکو خود اپنے ہاتھہ سے بٹھاؤنگا " میں نے زمین کھودنے کی تیاری کی تو اور صحابہ نے بھی میری مدد کی - اسکے بعد رسول اللہ آئے اور اپنے ہاتھہ سے اُنکو بٹھانے اور مٹی برابر کرنے لگے ' اور خدا سے برکت مانگی - اُس ذات کی قسم جسکے ہاتھہ میں سلمان کی جان ہے ' اُن میں سے ایک پودا بھی ضائع نہیں ہوا - اب مجھپر صرف درہم باقی رہگئے تھے - اتفاق سے ایک روز رسول اللہ اپنے صحابہ کے ساتھہ تھے کہ صحابہ میں سے ایک شخص انڈے کے برابر سونا لایا ' جسکو اُس نے کسی کان میں پایا تھا - اُس نے سونا رسول اللہ پر تصدق کردیا - آپ نے فرمایا آخر سلمان غریب کا کیا حال ہے ؟ اُسکو بلاؤ - چنانچہ میں آیا - آپ نے فرمایا اُسکو لیجاؤ اور اپنا بدل کتابت ادا کردو - میں نے کہا اتنے میں کیا ہوگا ؟ آپ نے فرمایا بقیہ بھی خدا تمہاری طرف سے ادا کردیگا "

بہرحال بدل کتابت ادا کرکے وہ آزاد ہوگئے -

تربیت یافتگان عہد نبوت

حضرت سلمان فارسی

رضی اللہ عنہ

(از مولانا عبد السلام صاحب ندوی)

حضرت سلمان فارسی ' جیسا کہ آنکے اس انتساب سے ظاہر ہوتا ہے ' ایرانی النسل تھے - اسلام سے پہلے آنکا نام مایہ تھا - آنکا سلسلہ نسب یہ ہے : مایہ بن بودخشان بن مورسلان بن بہبودان بن فیروز بن سہرک - سہرک جن پر آنکے شجرۂ نسب کی انتہا ہوتی ہے ' ابن الملک کی اولاد میں تھے - ایک مرتبہ خود حضرت سلمان (ض) سے آنکا نسب پوچھا گیا - آنہوں نے سلمان بن اسلام بتلایا - لیکن یہ اسلام کی شیفتگی کا اثر تھا کہ وہ اپنے آپ کو صرف اسلام کی طرف منسوب کرنا پسند فرماتے تھے -

وطنیت کے متعلق اختلاف ہے - بعض روایتوں میں ہے کہ رام ہرمز (خلیج فارس) کے رہنے والے تھے - بعض راویوں کا بیان ہے کہ آنکا وطن جی تھا جو اصفہان کا ایک شہر ہے -

آنکے اسلام لانے کا قصہ نہایت دلچسپ اور عجیب ہے ' جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنہوں نے نظر اجتہاد سے اکثر مشہور مذاہب کو خوب جانچ کر اسلام قبول کیا تھا - استیعاب میں ہے کہ وہ کچھہ اوپر دس برس خدا کی عبادت کرنے کے بعد جناب رسالت پناہ تک پہونچے - بہر حال آنہوں نے اپنے اسلام لانے کا قصہ خود ہی بیان کیا ہے ' جو حضرت عبد اللہ بن عباس کی روایت سے ذیل میں درج کیا جاتا ہے -

(جستجوے حق)

" میں اصفہان کے ایک گانوں جی کا رہنے والا تھا ' میرا باپ وہاں کا دہقان تھا ' آس کو مجھہ سے اسقدر محبت تھی کہ مجھکو لڑکیوں کی طرح گھر سے نکلنے نہیں دیتا تھا - اس زمانے میں میرا مذہب مجوسی تھا - میں ایسی آگ کے پاس رہتا تھا جو کبھی بجھنے نہیں پاتی تھی - بعض گانوں میں میرے باپ کی جائداد تھی اور وہ ایک مکان کی تعمیر میں مصروف تھا - ایک دن آسنے مجھے بلاکر کہا : " بیٹا ! میں اس عمارت کی تعمیر میں جیسا کہ تم دیکھتے ہو ' مصروف ہوں - تم میری جائداد کی طرف چلے جاؤ ' لیکن وہاں رہ نہ جانا ' کیونکہ اگر ایسا کروگے تو میں اپنی تمام جائداد کو چھوڑ چھاڑ کر تمہاری فکر میں مصروف ہوجاؤنگا " میں اس غرض سے نکلا تو میرا گذر ایک گرجے کی طرف ہوا - میں وہاں لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھکر آنکے پاس گیا تاکہ دیکھوں وہ کیا کر رہے ہیں - مجھکو آنکی نماز خوش آئی اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ انکا مذہب ہمارے مذہب سے بہتر ہے - چنانچہ میں غروب آفتاب تک وہاں سے نہ نکلا اور نہ اپنے باپ کے پاس واپس آیا - یہانتک کہ میرے باپ نے میری جستجو میں آدمی دوڑاے - جب عیسائیوں کی نماز مجھے پسند آئی تو میں نے آن سے پوچھا " اس مذہب کا مرکز کہاں ہے ؟ " انہوں نے شام کا پتہ بتایا - میں وہاں سے چل کر اپنے باپ کے پاس آیا - آسنے کہا : بیٹا ! تم کہاں تھے ؟ میں نے تو پہلے ہی تم سے کہدیا تھا کہ رک نہ رہنا - میں نے کہا " میرا گذر کچھہ لوگوں پر ہوا جو گرجے میں نماز پڑھہ رہے تھے ' مجھکو آنکی نماز اور آنکا مذہب خوش آیا اور مجھے معلوم ہوا کہ آنکا مذہب ہمارے مذہب سے اچھا ہے " آسنے کہا " نہیں بیٹا ! تمہارا اور تمہارے آبا و اجداد کا مذہب آنکے دین سے افضل ہے " میں نے کہا " خدا کی قسم ہرگز نہیں " یہ سنکر وہ میری طرف سے بدظن ہوگیا اور میرے پانوں میں بیڑی ڈالکر مجھے قید میں رکھا - میں نے عیسائیوں کے پاس آدمی بھیجکر پیغام دیا کہ میں نے تمہارا مذہب اختیار کرلیا ہے - جب تمہارے یہاں کوئی شام کا قافلہ آے تو مجھے خبر دینا - چنانچہ آنکے پاس تاجروں کا ایک قافلہ آیا تو آنہوں نے مجھے خبر کی - میں نے کہلا بھیجا کہ جب وہ لوگ واپس جانے کا قصد کریں تو مجھے اطلاع دینا - چنانچہ جب قافلہ واپس جانے لگا تو آنہوں نے مجھے اسکی اطلاع دی - میں بیڑیاں توڑ تاڑ کر نکلا اور آنکے ساتھہ شام کی طرف روانہ ہوا - جب شام میں آیا ' تو میں نے پوچھا " تمہارا عالم کون ہے ؟ " آنہوں نے پادری کو بتایا - میں نے آسکے پاس جاکر اپنا واقعہ بیان کیا ' اور گذارش کی کہ آپکی خدمت میں رہکر نماز پڑھنا اور علم سیکھنا چاہتا ہوں ' کیونکہ میں نے آپ کا مذہب قبول کیا ہے - آسنے مجھے اپنے پاس ٹھہرنے کی اجازت دی - چنانچہ میں آسکے پاس رہا ' لیکن وہ ایک بدترین مذہبی شخص تھا - لوگوں کو صدقہ کا حکم دیتا اور آسکی رغبت دلاتا تھا ' لیکن جب لوگ صدقہ کا مال جمع کرتے تھے تو اپنے خزانہ میں رکھہ لیتا تھا ' یہانتک کہ آسکے پاس درہم و دینار کے سات گھڑے جمع ہوگئے تھے - چنانچہ جب آسنے انتقال کیا اور لوگ آسکی تجہیز و تکفین کے لیے جمع ہوے ' تو میں نے کہا " کیا تم لوگوں کو معلوم ہے کہ یہ ایک بدترین شخص تھا " ساتھہ ہی میں نے صدقہ کے مال کے متعلق آسکا تمام کارنامہ بیان کیا - آن لوگوں نے اسکا ثبوت مانگا - میں نے آن ساتوں گھڑوں کا سونا اور چاندی نکال کر رکھدیا - جب آن لوگوں نے یہ دیکھا تو کہا کہ خدا کی قسم ہم اسکو دفن نہیں کرینگے - آسکے بعد آسکو سولی پر لٹکایا اور پتھر مارے ' اور دوسرے شخص کو آسکا قائم مقام مقرر کیا - میں نے مسلمانوں کے سوا کسی شخص کو آس قائم مقام سے بہتر نہیں پایا - میرے دلمیں آسکی محبت اسقدر پیدا ہوگئی کہ آسکے پہلے ایسی چیز کی نہیں ہوئی تھی - جب آسکی وفات کا زمانہ آیا تو میں نے کہا " اب تو یہ وقت آ پہونچا ' آپ میرے لیے کیا فرماتے ہیں ؟ " آسنے کہا : " بیٹا میں جس طریقہ پر ہوں ' اس پر بجز ایک شخص کے جو موصل میں رہتا ہے مجھے کوئی دوسرا نظر نہیں آتا ' باقی لوگوں نے تو اپنے مذہب کو بالکل بدل دیا ہے " چنانچہ جب آسکا انتقال ہوچکا ' تو میں صاحب موصل کے پاس آیا اور آسکے اس رفیق کا حال بیان کیا - آسنے مجھے قیام کی اجازت دی ' اور میں ایک مدت تک اسی طریقہ پر رہا جس پر آسکا پیشرو تھا - لیکن جب آسکی موت کا بھی زمانہ آ گیا تو میں نے کہا " اب یہ وقت آ پہونچا ' مجھے آپ کیا وصیت کرتے ہیں " آسنے کہا : " بیٹا جس روش پر میں ہوں آسپر بجز ایک شخص کے جو نصیبین میں قیام پذیر ہے ' میری دانست میں کوئی دوسرا نہیں ہے ' تم آس سے جاکر ملاقات کرو " چنانچہ میں آسکے پاس آیا اور اس واقعہ کی خبر دی ' اور وہاں بھی ایک مدت تک رہا - جب آسکی وفات کا وقت آیا تو میں نے عرض کیا کہ فلاں فلاں نے مجھکو فلاں فلاں کی خدمت میں رہنے کی وصیت کی تھی ' آپ مجھے کہاں جانے کی وصیت کرتے ہیں ؟ آسنے کہا " میری دانست میں میرے مذہب پر بجز ایک شخص کے جو عموریہ میں ہے ' کوئی نہیں ہے - اگر تمہیں استطاعت ہو تو آس سے جاکر ملو " جب اسکا انتقال ہوچکا تو میں صاحب عموریہ سے ملا ' اور واقعہ بیان کیا - آسنے ٹھہرنے کی اجازت دی - میں نے وہاں قیام کیا اور آس کو ٹھیک اسی روش پر پایا جس پر آسکے اصحاب تھے - میں وہاں ایک مدت تک رہا - مجھے وہاں کچھہ مال ہاتھہ آیا جس سے میں نے گاے اور بکریاں وغیرہ خرید لیں - جب آسکی بھی موت کا وقت آگیا تو میں نے کہا " آپ مجھے کسکے یہاں جانے کا حکم دیتے ہیں ؟

مچھلي کو پاني میں فروخت کرنا ' پرندوں کو ھوا میں بیچنا ' جانوروں کو ماں کے پیٹ میں ھونے کي حالت میں بیع کرنا ' زمین کو یا مال کو قسمت یا تجارت پر اسطرح دینا کہ اُسکي شرح حصۂ خاص (مثلاً چار سو من غلہ یا چار سو روپیہ) سے مقرر کرلي جاے ' کیونکہ ان تمام صورتوں میں بیع حالت مستقبل پر مبني ہے جسکے متعلق کوئي فیصلہ نہیں کیا جاسکتا -

سطور بالا سے دو نتیجے مستنبط ہوتے ہیں :

(۱) اسلام نے دولت کو ایک مہتم بالشان رتبہ دیا ہے - اپنے پیروؤں کو تحصیل دولت اور کسب معاش کي سخت تاکید کي ہے ' اُنکے لیے تحصیل دولت و طلب معاش کي تمام راہیں کھول دي ہیں -

(۲) وہ تمام صورتیں جن سے باھمي فساد ' مضرت ' اور شخصي فوائد کے مقابلہ میں جمہور کي ملکیت کا نقصان متصور ہے ' ممنوع قرار دیدي ہیں -

(ارباب دولت اور فقرا)

نتائج سابقہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے ارباب ثروت کي بڑي قدر کي ہے ' لیکن اسکے مقابلہ میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اُسنے دوسرے طبقہ یعنے فقرا کے لیے کیا سامان کیا ؟ اس باب میں اُسکي سب سے پہلي کوشش یہ ہے کہ اُسنے اُن ارباب ثروت کو سخت تحقیر کي نگاہ سے دیکھا ہے ' جنھوں نے اپني زندگي کا سب سے اہم مقصد جمع مال قرار دیا اور جو دولت کو مقصود بالذات سمجھتے ہیں :

ویل لکل ھمزۃ لمزۃ	برا ہو ہر ایک چغلخور عیب جو کا جسنے
الذي جمع مالا وعددہ -	مال جمع کیا اور اسکو گنا ' اور وہ گمان
یحسب ان مالہ اخلدہ	کرتا ہے کہ اُسکا مال اُسکو ہمیشہ
(سورۂ ھمزہ)	باقي رکھیگا -

دوسري جگہ ہے :

والذین یکنزون الذھب	اور جو لوگ سونا اور چاندي جمع کرتے
والفضۃ ولا ینفقونھا في	ہیں ' اور اُسکو خدا کي راہ میں نہیں
سبیل اللہ فبشرھم	خرچ کرتے تو انکو عذاب دردناک کي
بعذاب الیم (سورۂ توبہ)	بشارت دیدو -

(بخل و اسراف)

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے بخالت کي مذمت کي ہے ' تو کیا وہ اسراف کو پسند کرتا ہے ؟ کیا وہ اسکو پسند کرتا ہے کہ تمام دولت اہل حاجت اور فقرا میں تقسیم کر دیجاے ؟ نہیں ' وہ دیگر مذاھب کي طرح اسکو نہیں پسند کرتا - اُسکي تعلیم ہے کہ حقداروں کو اُنکا پورا حق دو ' لیکن اداے حق میں اسراف نہ کرو :

و آت ذالقربی حقہ	قرابت داروں ' مسکینوں ' اور مسافروں
والمسکین وابن السبیل	کو اُنکا حق دو ' اور زیادہ فضول خرچي
ولا تبذر تبذیرا ان	نہ کرو - فضولخرچ لوگ شیطان کے
المبذرین کانوا اخوان	بھائي ہیں -
الشیاطین (سورۃ الاسراء)	

ہر شخص اپني ذات پر خرچ کرنے کا مختار ہے ' جتنا چاہے خرچ کرسکتا ہے - لیکن اسلام اسکو بھي جائز نہیں رکھتا ' وہ کہتا ہے :

کلوا واشربوا ولا تسرفوا -	کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو -

اسلام نے اس باب میں نہایت معتدل طریقہ اختیار کیا ہے - وہ دیگر مدعیان روحانیت مذاھب کي طرح یہ نہیں کہتا کہ اپنا تمام سرمایہ فقیروں کو دیکر خود فقیر بن جاؤ ' اور نہ دنیا داروں کي طرح وہ بخل کي تعلیم دیتا ہے ' اُسکا اعلان ہے :

ولا تجعل یدک مغلولۃ	اپنا ہاتھ اپني گردن میں نہ باندھ لو
الی عنقک ولا تبسطھا	(یعني بالکل بخالت نہ کرو) اور نہ
کل البسط فتقعد ملوما	اُس کو پورا کھول دو (یعني اسراف
محسورا (سورۃ الاسراء)	نہ کرو) کہ حقیر و ذلیل ہوجاؤ -

اسلام کہتا ہے :

واقصد في مشیک -	اپني چال میں میانہ روي اختیار کرو -

لوگ پوچھتے ہیں کہ ہم کو کیا خرچ کرنا چاہیے ؟ اُسکے جواب میں خدا فرماتا ہے :

ویسئلونک ماذا ینفقون	لوگ تجھسے پوچھتے ہیں کہ ہم کیا
قل العفو (بقرہ)	خرچ کریں ؟ کہدے کہ جو حاجت سے
	زیادہ ہو -

اس بیان سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ اسلام بخل و اسراف کے درمیان میانہ روي کي تعلیم دیتا ہے ' وہ خدا کي راہ میں مال کا وہ حصہ خرچ کرنے کو کہتا ہے جو حاجت سے زیادہ ہو -

(زکوۃ)

احادیث نے حاجت سے زیادہ ہونے کي تفسیر یہ کردي ہے کہ جو نقد مسلمان کے پاس اسکي تمام ضروري ضروریات کے بعد سال بھر میں بچ جاے ' اور وہ کم ازکم دو سو درم کي مالیت ہو ' یعني چالیس انگریزي روپئے ' اُسکا چالیسواں حصہ خدا کي راہ میں فقرا کو دیا جاے - اسي کا نام زکوۃ ہے - اسلام میں زکوۃ ہر صاحب استطاعت مسلمان پر فرض ہے - استطاعت سے مراد یہي ہے کہ اُسکے پاس چالیس روپیے اُسکي ضروریات سے زاید سال بھر میں باقي رہیں ' ایسے شخص پر چالیسواں حصہ ' یعنے ایک روپیہ واجب ہے -

زردشت کے مذہب میں بھي زکوۃ فرض ہے - لیکن اُس میں زاید از حاجت مال کا دسواں حصہ فرض کیا گیا ہے - لیکن یہ ظاہر ہے کہ یہ مقدار ایسي ہے جو بآساني نہیں دي جاسکتي - اسلام نے چالیسواں حصہ اسقدر اعتدال کے ساتھ رکھا ہے جس سے زیادہ اعتدال نہیں ہوسکتا -

اسلام نے مال زکوۃ کے مستحقین پر تقسیم کرنے کا با قاعدہ انتظام کیا ہے - تمام ملک کي زکوۃ بیت المال میں جمع کي جاے ' اور وہ خلافت کي زیر نگراني تمام مستحقین کو حسب حاجت دي جاے - اس سے دو فائدے مقصود ہیں - اول یہ کہ مستحقین ملک کي انتظام اور سلسلہ کے ساتھ اعانت کي جاے ' ایسا نہ ہو کہ ایک شخص کو بہت مل جاے دوسرے کو کچھ نہ ملے - دوسرے یہ کہ خود اصحاب زکوۃ بھي باقاعدہ ادا کرتے رہیں ' اور اُن سے بتاکید سالانہ رقم وصول کي جاے -

زکوۃ کي یہ رقم کس کو دي جاے گي ؟ اس کا جواب بھي خود قرآن مجید نے دیدیا ہے :

انما الصدقات للفقراء	زکوۃ صرف فقرا ' مساکین ' تحصیلداران
والمساکین والعاملین	زکوۃ ' نو مسلموں ' اور غلاموں کے آزاد
علیھا والمؤلفۃ قلوبھم	کرنے میں خرچ کي جاے ' نیز قرضداروں
وفي الرقاب والغارمین	کو دي جاے ' اور خدا کي راہ میں ' اور
وفي سبیل اللہ وابن	مسافروں کو -
السبیل ' فریضۃ من اللہ	
(توبہ)	

اس سالانہ چندہ کے علاوہ ایک اور فنڈ بھي اسلام نے مستحقین اعانت کے لیے قائم کیا ہے :

واعلموا انما غنمتم من شيء	جو کچھ مال غنیمت تمہارے
فان للہ خمسہ وللرسول	ہاتھ آے ' اُسکا پانچواں حصہ خدا
ولذي القربی والیتامی	اور اُسکے رسول ' اقربا ' یتیم ' مساکین
والمساکین وابن السبیل -	اور مسافر کے لیے ہے -
(انفال)	

اصلاح معاشیت اور اسلام

(بسلسلہ اسلام و سوشیلزم)

(از مولانا سید سلیمان صاحب ندوی)

(۲)

(کسب معاش کی اصلاح)

اسلام نے ایک طرف تو اس سختی و احاطہ کے ساتھہ کسب معاش کا حکم دیا کہ دنیا کی کسی تعلیم میں اسکی نظیر نہیں ملسکتی، دوسری طرف معاش کے بعض اُن ذریعوں اور صورتوں کو پوری سختی کے ساتھہ روک بھی دیا جن سے انسان کی نوعی مساوات و فطری حقوق کو نقصان پہنچتا تھا، اور نیز طرح طرح کے اخلاقی و اجتماعی فسادات پیدا ہوتے تھے - یہ ممنوعہ وسائل معاش چار قسموں میں آسکتے ہیں :

(۱) بغیر حق کے ایک انسان کا دوسرے انسان کے مال و نتائج محنت پر قبضہ -

(۲) اس قسم کے وسائل جنکی وجہ سے دولت صرف چند افراد میں محدود رہجاے اور دولت کے سیلان عام و تقسیم قومی میں خلل پڑجاے -

(۳) بعض خاص خاص فساد انگیز وسائل معاش -

(۴) ایسی صورتیں جن سے ایک فریق کو نقصان پہنچے -

چنانچہ اسلام نے بطور ایک اصول کے کہدیا ہے :

یا ایها الذین امنوا لاتا کلوا اموالکم بینکم بالباطل	اے ایمان والو! آپس میں اپنا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ

پہلی صورت کی مثال رشوت ہے، رشوت درحقیقت بے استحقاق آمدنی کا نام ہے - قرآن مجید میں ہے :

ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل و تدلوا بها الی الحکام لتاکلوا فریقاً من اموال الناس بالاثم - (بقرہ)	آپس میں تم لوگ اپنا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ، اور نہ حکام کو مال دو تاکہ تم لوگوں کے مال کا ایک حصہ گناہ سے حاصل کرو -

دوسری صورت کی مثال "سود" ہے - سود میں بے شمار اخلاقی اور اقتصادی مضرتیں مضمر ہیں - اخلاقی حیثیت سے سود کو دیکھو تو معلوم ہوگا کہ اس سے انسان کی باہمی مہربانی و شفقت کی عمارت منہدم ہوجاتی ہے - غریب سے غریب آدمی کو بلا سود قرض ملنا مشکل ہوجاتا ہے - متوسط الحال انسان قرض لیکر اصل ادا کرسکتا ہے، لیکن سود کے بار کا وہ متحمل نہیں ہوسکتا، اور آخرکو اُسکو اپنی ساری دولت سے دست بردار ہونا پڑتا ہے - اعلیٰ طبقہ کے لوگ بلا شبہہ سود دے بھی سکتے اور لے بھی سکتے ہیں، لیکن اسمیں بھی شک نہیں کہ سود بڑی سی بڑی دولت میں بھی گھن لگا دیتا ہے - دوسری سب سے بڑی اقتصادی مضرت اسمیں یہ ہے کہ اس سے دولت چند افراد اور چند جماعتوں میں محدود ہوجاتی ہے - مثال کے لیے ہندوستان کے مہاجن اور یورپ کے بینکر پیش نظر ہیں - یہی وہ عظیم الشان مضرت ہے جس سے بچنے کی غرض سے ارباب اشتراکیۃ غربا کے لیے قرض دینے والی انجمنیں قائم کرنا چاہتے ہیں - لیکن اسلام کی فکر عاقبت اندیش نے نفس سود ہی کو اپنے پیرووں کے لیے حرام کردیا، جس سے یہ تمام اخلاقی اور اقتصادی مضرتیں خود بخود دور ہوگئیں - قرآن مجید میں ہے :

الذین یاکلون الربا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطان من المس - (بقرہ)	جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت میں اُس شخص کیطرح اٹھیں گے جنکو شیطان نے چھوکر مخبوط کردیا ہے -
یا ایها الذین آمنوا اتقو الله و ذروا ما بقی من الربا ان کنتم مؤمنین، و ان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من الله و رسوله - و ان تبتم فلکم رؤس اموالکم لا تظلمون و لا تظلمون - (بقرہ)	اے ایمان والو! خدا سے ڈرو اور جو کچھہ سود باقی رہگیا ہو وہ چھوڑ دو، اور اگر تم ایسا نکرو تو خدا اور رسول سے جنگ کرنے کا اعلان دو اور اگر تم باز آؤ تو تم اپنی اصل لے سکتے ہو - تم نہ کسی پر ظلم کرو، اور نہ تم پر کوئی ظلم کرے -

آخری آیت میں حرمت ربا کی وجہ بھی ظاہر کردی گئی ہے - اسی طرح اسلام میں "احتکار" بھی ممنوع ہے - (احتکار کے یہ معنے ہیں کہ غلہ وغیرہ عام ضرورت کی چیزوں کو گرانی کے زمانے میں فروخت کرنے کے خیال سے روک رکھنا) کیونکہ اس سے ایک حریص انسان کو فائدہ ہوتا ہے، لیکن جمہور ملک کو نقصان پہونچتا ہے -

تیسری صورت سے مراد "قمار بازی" ہے جسکی لاٹری وغیرہ مختلف صورتیں آج یورپ میں اور نیز کسی قدر ہندوستان میں جاری ہیں، اور جن میں سے بعض صورتوں کو مجبوراً دفع فساد کے لیے گورنمنٹ کو روکنا پڑا :

انما الخمر و المیسر و الازلام رجس من عمل الشیطان	شراب، قمار بازی، جوے کے پانسے یہ سب چیزیں ناپاک ہیں، شیطانی عمل میں سے -

اسی طرح بیع کی وہ تمام صورتیں اسلام نے ناجائز کردی ہیں جن سے باہمی منازعت و فساد کا خوف ہو، جیسے ملابسہ، منابذہ، بیع الحصاۃ، بیع الغرر - یہ ان اقسام تجارت کے نام ہیں جو اسلام سے پہلے عرب میں جاری تھے، اور اب بھی ان کی بعض قسمیں اور ملکوں میں پائی جاتی ہیں - ملامسہ سے مطلب یہ ہے کہ رات کی تاریکی میں یا دن کو آنکھہ بند کرکے ایک متعین قیمت دیکر انسان دکان سے جو چیز چاہے اٹھا لے - منابذہ کے یہ معنی ہیں کہ خریدار آنکھہ بند کرکے قیمت پھینک دے، اور دکاندار آنکھہ بند کرکے اٹکل سے کوئی چیز اٹھا کر دیدے - بیع الحصاۃ سے مراد یہ ہے کہ خریدار کنکری پھینکے، دکان کی جس چیز پر جاکر وہ کنکری گرے، خریدار وہ چیز لیلے - بیع الغرر سے مقصد دھوکے اور مکر کی خرید و فروخت ہے، جیسے خریدار کی ناواقفیت میں کسی غیر کی چیز خریدار کے ہاتھہ بیچڈالے - اسلام نے ان تمام صورتوں کو ممنوع قرار دیا ہے -

چوتھی صورت سے مراد اُس قسم کی تجارت ہے جسمیں سامان بیع کے موجود ہونے یا قبضے میں آنے سے پہلے اُسکو فروخت کیا جاتا ہے - جیسے میوہ پکنے سے پہلے درخت کے میوہ کو بیچدینا،

هر فرمایش میں البلاغ کا حواله دینا ضروری هے

رینلڈ کي مسٹریز اف دي کورٹ ف لندن

یه مشهور ناول جوکه سوله جلدوںمیں هے ابهي چهپ کر نکلی هے اور تهوڑي سي رهگئي هے - اصلي قیمت کي چوتهائي قیمت میں دیجاتي هے - اصلي قیمت چالیس ۴۰ روپیه اور اب دس ۱۰ روپیه - کپڑیکي جلد هے جسمیں سنهري حرف کي کتابت هے اور ۴۱۶ هاف ٹون تصاویر هیں تمام جلدیں دس روپیه میں وي - پي اور ایک روپیه ۱۴ - آنه محصول ڈاک -

امپیریل بک ڈیپو - نمبر ۶۰ سریگوپال ملک لین - بئوبازار - کلکته

Imperiai Book Depot, 6o Srigopal Mullick Lane,
Bowbazar Calcutta.

نصف قیمت اور

تبله انعام

همارا سائنس فکسن فورٹ هارمونیم سریلا اور مضبوط سب موسم اور آب و هوا میں یکساں رهنے والا همارے خاص کارخانه میں گراںسان لکڑي سے طیار کیا هوا هے اسوجه سے کبهي پوري قیمت اور کبهی نصف قیمت پر فروخت کرتے هیں - ایک ماه کیلیے یه قیمت رکهی گئی هے- ایک مرتبه منگواکر آزمایش کیجیے - نهیں تو پهر آپکو افسوس کرنا پڑیگا - اگرچه مال ناپسند هوے تو تین روز کے اندر واپس کرنے سے هم واپس کرلیوینگے - اس وجه سے آپ دریافت کرلیجیے که یه کمپنی کسی کو دهوکا نهیں دیتی هے - گرانٹی تین برس - سنگل ریڈ اصلی قیمت ۳۵ - ۴۰ - ۵۰ روپیه - اور اسوقت نصف قیمت ۱۹ - ۲۰ - ۲۵ روپیه - ڈبل ریڈ اصلی قیمت ۶۵ - ۷۰ - ۸۰ - ۹۰ روپیه - و نصف قیمت ۳۲ - ۳۵ - ۴۰ - ۴۵ روپیه - هر ایک باجه کیواسطے مبلغ پانچ روپیه پیشگي روانه کرنا چاهیے اور اپنا پورا پته اور ریلوے اسٹیشن صاف صاف لکهنا چاهیے - هر ایک سنگل ریڈ کے ساتهه ایک گهڑي اور ڈبل ریڈ کے ساتهه ایک تبله و ڈوگی انعام دیا جاویگا - هندي هارمونیم سکهها کا قیمت ایک روپیه هے -

نیشنل هارمونیم کمپني ڈاکخانه شمله - کلکته

SALVITAE

یه ایک اتنا مجرب دوا اُن امراض کا هے که جسکي وجه سے انسان اپنی قدرتي قوت سے گرجاتا هے - یه دوا اُن کهوئی هوئي قوت کو پهر پیدا کر دیتي هے - قیمت ایک روپیه -

ASTHMA TABLETS

کسی قسم کا دمه اور کتنے هي عرصه کا هو اگر اس سے اچها نه هو تو همارا دمه -کهانسي کے لیے بهي مفید هے- قیمت ایک روپیه -

PILES TABLETS.

بواسیر خوني هو یا بادي - بغیرجراحي عمل کے اچها هوتا هے - قیمت ایک روپیه -

S. C. Roy, M. A. Mfg. Chemists 36 Dharamtola Street, Calcutta

---

هر قسم کے جنون کا مجرب دوا

اسکے استعمال سے هر قسم کا جنون خواه نوبتي جنون' مرگي والا جنون' غمگین رهنے کا جنون' عقل میں فتور' بے خوابي وغیره وغیره دفع هوتي هے - اور وه ایسا صحیح و سالم هو جاتا هے که کبهي ایسا گمان تک بهي نهیں هوتا که وه کبهي ایسے مرض میں مبتلا تها

قیمت فی شیشي پانچ روپیه علاوه محصول ڈاک -

S. C. Roy, M. A. 167/3, Cornwallis Street, Calcutta.

امراض مستورات

کے لیے ڈاکٹر سیلم صاحب کا اوبهرالین

مستورات کے جمله اقسام کے امراض - کا خلاصه نه آنا بلکه اسوقت درد کا پیدا هونا - اور اسکے دیر یا هونیسے تشنج کا پیدا هونا - اولاد کا نهونا غرض کل شکایات جو اندروني مستورات کو هوتے هیں - مایوس شده لوگونکو خوشخبري دیجاتي هے که مندرجه ذیل مستند معالجونکي تصدیق کرده دوا کو استعمال کریں اور ثمرہ زندگاني حاصل کریں - یعني ڈاکٹر سیلم صاحب کا اوبهرالین استعمال کریں اور کل امراض سے نجات حاصل کرکے صاحب اولاد هوں -

مستند مدراس شاهد - ڈاکٹر ایم - سي - ننجنڈا راؤ اول اسسٹنٹ کیمیکل اکزامنر مدراس فرماتے هیں - "مینے اوبهرالین کو امراض مستورات کیلیے" نهایت مفید اور مناسب پایا -

مس ایف - جي - ویلس - ایل - ایم - اینڈ - آر - سي - پي ایل ایس - سي گوشا اسپتال مدراس فرماتي هیں :- "نمونے کي شیشیاں اوبهرالین کي اپنے مریض پر استعمال کرایا اور بیحد نفع بخش پایا" -

مس ایم - جي - ایم - براڈلي - ایم - ڈي - (برن) بي - ایس - سي - (لنڈن) سینٹ جارج اسپتال ارکارکاڈي بمبئي فرماتي هیں: "اوبهرالین جسکو که مینے استعمال کیا هے" زنانه شکایتوں کیلیے بهت عمده اور کامیاب دوا هے"

قیمت في بوتل ۲ روپیه ۸ آنه - ۳ بوتل کے خریدار کیلیے صرف ۶ روپیه -

پرچه هدایت مفت درخواست آنے پر روانه هوتا هے -

Harris & Co., Chemists, Kalighat Calcutta.

IMPERIAL FLUTE

بهترین اور نهایت لاجواب قیمت سنگل ریڈ ۱۴ - ۱۸ - ۲۰ روپیه
قیمت ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۸ - ۳۵ روپیه
هر درخواست کے ساتهه ۵ روپیه بطور پیشگي آنا چاهیے -

GANGA FLUTE

قیمت سنگل ریڈ ۱۳ - ۱۷ - و ۲۰ - روپیه -
ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۷ - ۳۵ - روپیه

I mperial Depot. 60, Srigopal Mallick Lane
Bowbazar, Calcutta.

پوہن ٹائین

ایک عجیب و غریب ایجاد اور حیرت انگیز شئے! یه مہلک دماغی شکایتونکو دفع کرتي هے - پژمرده دلونکو تازه بناتي هے - یه ایک نهایت موثر ٹانک هے جوکه یکساں مرد اور عورت استعمال کر سکتے هیں - اسکے استعمال سے اعضاء رئیسه کو قوت پہونچتي هے - هسٹریه وغیره کو بهی مفید هے جو لوگ کو اونکی بکس کی قیمت دو روپیه -

زینو ٹون

اس دوا کے بیروني استعمال سے ضعف باه ایکدم رفع هو جاتي هے اس کے استعمال کرتے هي آپ محسوس کرینگے قیمت ایک روپیه آٹهه آنه -

AYESHA

مُفرح دماغ - حسن کي افزایش - رگوں کي تازگي - بال کا بڑهنا یه سب باتیں اسمیں موجود هیں - نهایت خوشبودار - قیمت ۲ روپیه -

نمونه مُفت - مشوره مُفت - فهرست مُفت

Dattin & Co, Manufacturing Chemist. Post Box 141 Calcutta.

مفت! مفت!!

راے صاحب ڈاکٹر کے - سي - داس صاحب کا تصنیف کرده نوجوانوں کا رهنما و صحت جسماني و زندگي کا بیمه کتاب قانون عیاشي - مفت روانه هوگا -

Swasthy Sa..ya Pharmacy, 30/2, Harrison Road Calcutta

اس فنڈ کا خزانہ بھی بیت المال ہے، اِسی کے ساتھہ مسلمانوں کے پاس ایک تیسرا فنڈ بھی اس کام کیلیے ہے - عید اضحیٰ کی قربانی اور اسکی کھال کی قیمت :

و یــذکروا اسـم اللــه علی ما رزقہم من بہیمة الانعام، فکلــوا منہــا و اطعمــو البائس الفقیــر - (حج)	اور تاکہ نام لو خدا کا (قربانی کرتے وقت) اُس جانور پر جو خدا نے تمکو دیا ہے، خود کھاؤ اُسمیں سے اور مشقت زدہ فقیروں کو کھلاؤ -

کیا مبارک ہوگا وہ دن جب اسلام کے بیت المال میں یہ تمام فنڈ جمع ہوتے ہونگے، اور ان اہل حاجت، فقرا، مساکین، اور یتیمونکی امداد کیجاتی ہوگی !

اس تمام بیان سے معلوم ہوا کہ اگر اسلام نے اہل دولت کو کسب معاش کا موقعہ دیا ہے، تو دوسری طرف اہل احتیاج کی بھی اُسنے کچھہ کم خبرگیری نہیں کی ہے - یہی وہ چیز ہے جسکو آج موجودہ تمدن کی خود غرضانہ تاریکی میں اصــل اشتراکیــة ڈھونڈھتے ہیں اور نہیں پاتے ہیں - اِنہیں تدابیر کا اثر تھا کہ اسلام میں ایک ایسا زمانہ بھی آیا ہے جب لوگ خیرات دینے کیلیے فقیر ڈھونڈھتے تھے، اور نہیں ملتے تھے - کیا یورپ میں بھی کبھی ایسا زمانہ آئیگا ؟

اسلام کی اس فیاضی سے کسی کو یہ شبہہ نہ ہو کہ وہ قوم میں ایک اپاہج، یا شکستہ، اور گداگر جماعت طیار کرنا چاھتا ہے - قرآن مجید نے زکوۃ اور صدقات کے مصارف خود حصر کے ساتھہ مقرر کردیے ہیں، اور اسلام میں برابر اسی پر عمل ہوتا رہا - حدیث شریف میں ہے :

لا تحل الصــدقــة لغني و لا لـــذي مـــرة سوی (ترمذي)	خیرات مالدار آدمی کو اور جس کو کمانیکی قوت ہو اور جس کے اعضا درست ہوں، حلال نہیں -

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم اپنے آخری حج میں صدقہ کا مال تقسیم فرما رہے تھے کہ دو آدمی مانگنے کو آے، آپنے اُن پر نظر ڈالی، اور پھر نیچی کرلی - وہ دونوں صحیح الاعضــاء اور مضبوط تھے - آپ نے فرمایا :

ان شئتما آتیتکما و لا حظ فیہا لغني و لا لقوي مکتسب - (ابو داؤد)	اگر تم چاہو تو میں تم کو دوں، لیکن اس میں مالدار اور مضبوط کمانے والے آدمی کا کچھہ حصہ نہیں ہے -

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سے آکر کہا یا رسول اللہ کچھہ زکوۃ دیجیے ! آپنے فرمایا :

ان اللــه لم یرض بحکم نبــي و لا غیــرہ فــي الصدقات، فجزاہا ثمانیة اجـزاء - فان کنت من تلک الجزاء اعطیتــک - (ابو داؤد)	خدا زکوۃ کے بارے میں کسی نبی یا غیر نبی کے فیصلہ پر راضی نہیں ہوا ہے، بلکہ خود اُس نے اُس کے آتھہ حصے کیے ہیں - اگر اُن میں سے تم کسی میں ہو تو میں تم کو دوں -

حضرۃ زبیر بن عوام سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا :

لأن یاخذ احــدکم حبلة فیــاتي بحزمــة حطب علی ظہرہ - فیبیعہا فیکف اللہ بہــا وجہہ خیر لــہ من ان یسال النـــاس (بخاري)	تم میں سے کوئی شخص رسی لے، اور اپنی پیٹھہ پر لکڑی کا گٹھہ لیکر آے اور اُس کو بیچے، اور خدا اُس کی عزت اُس سے رکھہ لے، اُس کے لیے بہتر ہے اس سے کہ وہ لوگوں سے مانگتا پھرے -

مستطیع گداگروں کی نسبت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :

ما یــزال الــرجل یسأل الناس حتی یاتي یوم القیامــة و لیس في وجہــــہ مزعــة لحم - (دار قطني)	جو شخص لوگوں سے مانگتا ہے وہ قیامت میں آئیگا تو اُس کے منہہ میں گوشت نہ ہوگا -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے حضرۃ ثوبان سے فرمایا :

من یتقبل لي بواحــدة اتقبل لہ بالجنة لا یسال الناس شیئاً (ابوداؤد)	کون میری ایک بات مانتا ہے ؟ میں اُسکے لیے جنت کا وعدہ کرتا ہوں، لوگوں سے مانگا نہ کرو !

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے پاس آیا اور کچھہ اُنسے مانگا - آپنے فرمایا تمہارے پاس کچھہ ہے ؟ اُسنے کہا ہاں ایک کمل ہے - آپنے کمل بیچکر ایک کلہاڑی خریدسی کہ جنگل سے لکڑیاں لاکر بیچے -

حضرت عمر کے پاس ایک غیر مستحق گداگر آیا - آپنے اسکو پکڑ کر ایک شخص کے پاس نوکر رکھا دیا - خانۂ کعبہ میں حضرت عمر رضی اللہ نے ایک شخص کو بھیک مانگتے دیکھا تو سخت سزا دی - (۱) ان تصریحات کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ اسلام کی فیاضی کا نتیجہ گداگروں کی جماعت بڑھانا ہے -

اب ہمکو صرف ایک بات لکھنی باقی رہگئی ہے - اہل اشتراکیة اور یورپ کی اصلاح طلب پارٹی چاہتی ہے کہ بازار کا نرخ مقرر کیا جاے اور بازار میں کھانے کی چیزونکی نگرانی کیجاے - آجکل یورپ اور امریکا کے بازاروںمیں کیمسٹری کے زور سے جسطرح چیزوں کی تبدیل ماہیت کی جاتی ہے، جسطرح ظاہر نما چیزیں بنائی جاتی ہیں، اور معمولی قیمت کی چیزیں ظاہری آب و تاب اور ملمع کی وجہ سے گراں قیمت بکتی ہیں، اس طرز تجارت سے غربا اور عام ملک کو جو نقصان پہونچتا ہے وہ محتاج اظہار نہیں - اس حالت میں سوشیالیست پارٹی کا اپنی درخواست پر زور دینا بجا ہے -

لیکن اسلام اس ضرورت کو بھی پورا کرچکا ہے - اسلام میں انہیں اغراض کیلیے صیغۂ احتساب قائم ہوا تھا - محتسب اس صیغہ کا اعلی عہدہ دار ہوتا تھا، اسکے فرائض وہی ہوتے تھے جسکو اہل اشتراکیة تعین نرخ و نگرانی اشیاے بازار کے لیے طلب کرتے ہیں -

ان تمام مباحث اور ان تمام تفصیلات کا خلاصہ یہ ہے کہ آج متمدن ممالک جن مصاحب میں مبتلا ہیں، اسکا اصلی سبب یہ ہے کہ جدید تمدن کی بنیاد کسی صحیح مذہب پر نہیں ہے - اب مصلحین تمدن و معاشرت اور عقلاے یورپ جو اصلاحات پیش کرتے ہیں، اُنمیں کو بعض باتیں غلط ہیں جنکی اسلام نے تردید کردی ہے، لیکن بقیہ امور وہی ہیں جنکو اسلام پہلے ہی دن سمجھہ چکا تھا، اور اُسکی اصلاح کی تدبیریں کرلی تھیں - یہی وجہ ہے کہ اُسکا تمدن اشتراکیة کے جراثیم سے پاک رہا - حضرت عثمان کے عہد میں امراے شام کے پاس بے انتہا دولت جمع ہوگئی تھی - حضرت ابو ذر غفاری، جو ایک بلند پایہ صحابی تھے، اُنہوں نے ان لوگوں کی سخت مخالفت کی اور کہا کہ یہ دولت تمام فقرا پر تقسیم کر دیجاے - لیکن چونکہ اس زمانہ میں فقرا کے حقوق کا کافی طور سے انتظام تھا، اسلیے حضرت ابو ذر کا کوئی ہم آہنگ پیدا نہو سکا -

بہرحال اگر اس تفصیل کے بعد کہ اُسنے دنیا میں ہر قسم کی جائز مساوات قائم کی، اسنے جمہوریت کی بنا ڈالی، اُسنے امرا اور اہل ثروت کو ہمدردی کی تعلیم دی، اُسنے فقراے ملک کا مستحکم اور پائدار بندوبست کیا، اگر یہ دعوی کیا جاے تو کون انکار کرسکتا ہے کہ اسلام ہی دنیا کا تنہا مذہب ہے جسکے بیڑے کو اشتراکیة کے طوفان کا کوئی خوف نہیں - وہ صالح اشتراکیة کا معلم و محافظ ہے، اور غیر صالح افراط تفریط کا مخالف -

---

(۱) مشکوۃ باب الزکوۃ -

(۱) ان تمام واقعات کے لیے مشکوۃ، باب من لاتحــل لہ الصدقہ دیکھو -

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا

اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ (۱۴ : ۵۲)

نمبر - ۱۳-۱۴ | کلکته : جمعه ۲۷ - ربیع الثاني ۵ - جمادي الاول سنه ۱۳۳۴ هجري | جلد ۱

Calcutta : Friday, 3rd and 10th March, 1916.

ترجمان القرآن

یعني قران حکیم کا اردو ترجمه ' از خامهٔ ایڈیٹر الهـــلال

آسماني صحائف و اسفار کے حقیقي حامل و مبلغ حضرات انبیاء کرام و رسل عظام هیں - پس انکي تبلیغ و تعلیم اور نشر و توزیع کا مقدس کام دراصل ایک پیغمبرانه عمل هے جس کي توفیق صرف انهي لوگوں کو مل سکتي هے جنهیں حق تعالی انبیاء کرام کي معیت و تبعیت کا درجه عطا فرماتا هے ' اور اونکا نور علم براہ راست مشکواۃ نبوت سے ماخوذ هوتا هے : و ذالک فضل الله یوتیه من یشاء -

هندوستان کي گذشته قرون اخیره میں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کي توفیق ملي ' وہ حضرت شاہ عبد الرحیم رحمة الله علیه کا خاندان تها - انکے فرزند حجة الاسلام ' امام الاعلام ' مجدد العصر ' حضرة شاہ ولي الله قدس سرہ تهے ' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حکیم کے ترجمه کي ضرورت الهام الهي سے محسوس کي ' اور فارسي میں اپنا عدیم النظیر ترجمه مرتب کیا - انکے بعد حضرة شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد القادر رحمة الله علیهما کا ظهور هوا ' اور اردو زبان میں ترجمة القران کي بنیاد استوار هوئي - شکر الله سعیهم ' و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر ٹهیک ایک صدي گذر چکي هے ' لیکن یه کهنا کسي طرح مبالغه آمیز نه سمجها جائیگا که نشر و تبلیغ قرآن حکیم کي جو بنیاد اس خاندان بزرگ نے رکهي تهي ' اسکي تکمیل کا شرف حق تعالی نے ایڈیٹر الهلال کیلیے مخصوص کردیا تها ' جنهوں نے بعض داعیان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فهم حقائق و معارف قرانیه ' و ضروریات و احتیاجات وقت کو ملحوظ رکهکر قرآن حکیم کا یه اردو ترجمه نهایت سلیس ' عام فهم ' معني خیز ' حقیقت فرما عبارت میں مرتب کیا هے ' اور بحمد الله وہ زیر طبع هے -

یه ترجمه کیسا هے ؟ ان لوگوں کیلیے جو الهلال کا مطالعه کرچکے هیں ' اسکا جواب دینا بالکل غیر ضروري هے -

یه ترجمه حامل المتن ٹائپ کي جگهه لیتهو میں چهاپا جارها هے تاکه مرداں هو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب کے مطالعه میں آسکے - قیمت في جلد چهه روپیه رکهي گئي هے - لیکن جو حضرات اس اعلان کو دیکهتے هي قیمت بهیجدینگے ' انسے صرف ساڑهے چار روپیه لیے جائینگے - درخواستیں اور روپیه مینیجر البلاغ کے نام بهیجنا چاهیے - .

نوٹ ـــ ڈبل نمبر هونے کي وجه سے قیمت في پرچه چهه آنه

Printed & Published by Q. Ahmad at the AL-BALAGH Press, 45, Ripon Lane Calcutta.

Tel. Address: "Albalagh," Calcutta.
Telephone No. 648

AL-BALAGH.

Chief Editor
Abul Kalam Azad,
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly „ Rs. 6-12

البلاغ

مدیر مسئول و رئیس التحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - رپن لین
کلکتہ

ٹیلیفون نمبر ۶۴۸

سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

جلد ۱

کلکتہ : جمعہ ۲۷ - ربیع الثانی و ۵ - جمادی الاولی سنہ ۱۳۳۴ ہجری
Calcutta : Friday, 3rd and 10th March, 1916.

نمبر - ۱۳ - ۱۴

البیــــان

البیان کی اشاعت میں تاخیر پر تاخیر ہو رہی ہے اور اسکے سوا چارہ نہیں کہ اُن احباب کرام سے بخشش و عفو کا خواستگار ہوں جنہوں نے ہمیشہ میری کمزوریوں پر نظر رکھکر میرے قصوروں سے درگذر کی ہے - میں اپنے تمام کاموں کو تنہا انجام دیتا ہوں ' اور اللہ کی مشیت ایسی ہی تہی کہ اپنی محنتوں اور بیداریوں کیلیے تن تنہا چھوڑ دیا جاؤں - مجھے ایک ہی وقت کے اندر مختلف ذوق ' مختلف لٹریچر ' مختلف افکار ' اور مختلف مطالعہ و نظر کے بیسیوں کام انجام دینے پڑتے ہیں ' اور دار الارشاد کا سلسلہ اور اپنی زندگی کی اولوالعزمیاں انکے علاوہ ہیں ' اسلیے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کاموں کے اختتام و تکمیل کے متعلق ارادے کرتا ہوں مگر میرا اندازہ بالکل غلط نکلتا ہے اور بیسیوں غیر متوقع موانع نکل آتے ہیں - اگر میں کسی دن چند گھنٹوں کیلیے بیمار ہوجاتا ہوں تو یکایک دس بارہ کام رک جاتے ہیں اور اسکے سوا چارہ نہیں نظر آتا کہ اپنی ہلاکت گوارا کرلوں مگر کاموں میں خلل نہ پڑنے دوں ' البیـــان کے متعلق پوری امید تہی کہ ربیع الاول سے پہلے نکل جائیگا لیکن ایک طرف تو میں اپنی مجبوریوں اور کاموں کی کثرت و ہجوم سے درماندہ ہوتا رہا ' دوسری طرف البـــلاغ کے تسلسل کار کی وجہ سے پریس کو بہی زیادہ مہلت نہیں ملی - نتیجہ یہ نکلا کہ ابتک پہلا نمبر نہ نکل سکا -

با ایں ہمہ جسقدر کوشش ہوسکتی ہے کی جا رہی ہے اور حتی الامکان سعی یہی ہے کہ جس وقت بہی پریس کو مہلت ملے سب سے پہلے البیـــان کے فارم مشین پر چڑھادیے جائیں ' ایک نمبر نکل جائے تو پھر خود بخود کام کا تسلسل دقتوں کو دور کردیگا - امید ہے کہ احباب کرام تھوڑا سا توقف اور گوارہ کرلینگے ' اور عجب نہیں کہ انتظار کی تلخی سے زیادہ نتیجہ شیریں ہو

ایک اور بڑی اور لاعلاج دقت یہ ہے کہ دنیا میں امن کی طرح کاغذ کا بہی قحط ہوگیا ہے - خشک سالی یہاں تک بڑھگئی ہے کہ ندی سونا بازار میں ہر وقت خریدا جاسکتا ہے مگر کاغذ نہیں ملتا - البیـــان کیلیے مجبوراً جو کاغذ لیا گیا ' وہ اسقدر گراں پڑا ہے کہ سمجھہ میں نہیـــں آتا - مجوزہ قیمت کیونکر اسکو کفایت کریگی ؟ بہر حال پہلا نمبر نکل جائے تو پھر اس مسئلہ پر غور کیا جائیگا - ترجمان القرآن کا بہی یہی حال ہے ' اور اسکے لیے بہی تھوڑا سا انتظار اور گوارہ کر لینا چاہیے -

خــاتمــہ سخــن

مجـــوزہ شیعـــہ کالـــج

" نصحت لکم ' ولکن لا تحبون الناصحین "

گذشتہ دو نمبروں میں ہم نے بالاجمال اپنے وہ خیالات ظاہر کردیے جو مجوزہ شیعہ کالج کی تحریک [illegible] اسکے [illegible] کے اسباب و موجبات [illegible] سے ہمارے پیش نظر ہیں - اب [illegible] سوال یہ سامنے آتا ہے کہ موجودہ حالت میں [illegible] چاہیے ؟

ہم اسکا جواب نہایت اختصار سے دینگے [illegible] اس [illegible] مفصل تحریر کی گنجایش [illegible] میں [illegible] سکی -

(۱) ہمارا عقیدہ [illegible] ہے کہ [illegible] سوا اور کوئی کالج قائم نہ ہو ' بلکہ [illegible] کالج بہی [illegible] اور صحیح نظام تربیت کے ساتھہ قائم ہوسکیں ' بہتر ہیں اور ضروری ہیں - " مرکز " اور " تعلیمی مرکز " کا خیال [illegible] نہیں ہے ' مگر جو مطلب ارباب علی گڈہ نے سمجھا ہے [illegible] نہیں - دنیا کی غلطیاں اسلیے غلط نہیں ہوتیں [illegible] صحت نہیں ہوتی ' بلکہ اکثر ایسا ہوتا ہے [illegible] ممزوج و آلودہ کرکے دکھلایا جاتا ہے ' اور [illegible] سے کہیں زیادہ فتنہ پرداز ہے - یقیناً اصول مرکزیت ایک [illegible] اور صحیح ترین چیز ہے ' کوئی کام ہو بغیر اسکے چارہ نہیں ' اور یہ بہی غلط نہیں ہے کہ علی گڈہ کالج مسلمانان ہند [illegible] تعلیم کے مرکز کی حیثیت پیدا کرچکا ہے ' مگر ساتھہ ہی [illegible] یہ معنی بہی نہیں ہیں کہ اور کوئی مفید کام نہ کیا جائے ' اور صرف مرکز مرکز پکارتے رہنا مسلمانوں کی تمام روز افزوں ضرورتوں کو پورا کردیگا - خوارج نے کہا تہا کہ " ان الحکم الا للہ " جس پر حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا : " کلمۃ حق یراد بہا الباطل " [illegible] کہنا کلمۂ حق ہے ' مگر مقصود باطل ہے - [illegible] اصول [illegible] بہی یہی حال ہے -

(۲) [illegible] اس سے بڑھکر خوبی [illegible] ہوسکتی ہے کہ ایک نیا کالج مسلمانوں کیلیے اور قائم ہوجائے ' لیکن کالج قائم کرنے کے یہ معنی نہ تہے کہ باہمی اختلاف و نزاع کی زمین طیار کرکے اسپر غیروں کے ہاتھوں قدم رکہی [illegible] جاتی - چاہیے تہا کہ علی گڈہ کالج کے نزاع سے [illegible] ہوکر [illegible] خدمت قومی اور جذبات صالحۂ اسلامیہ پر اسکی بنیاد رکہی جاتی - اگر

آب حیات

ہندی کایا پلٹ، یونانی اکسیر البدن اور
کیمیاگر اکسیر اعظم کہتے ہیں یہ امرت پورا

زندگی کو موت سے ایک روپیہ میں خریدنا

(آبحیات کے اکسیری فوائد !)

صحت کے برابر دنیا میں کوئی نعمت نہیں - جو لوگ وقت پر قدر نہیں کرتے - جب تندرستی بگڑ جاتی ہے - پھر عمر بھر پچھتاتے ہیں جو لا حاصل ہوتا ہے - اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیا چگ گئیں کھیت- ہندوستان گرم ملک ہے اور بوجہ شدت گرما گرد و غبار سے آئے دن ہزاروں قسم کی بیماریاں و فساد خون کے باعث ہر روز نئے نئے پیدا ہوا کرتے ہیں - گرانی اشیاء خوردنی نے عام لوگوں کو مفلس بنا رکھا ہے - اور کثرت بیماری نے لوگوں کو کمانے کے لائق نہیں رکھا، اس لیے عام لوگ بلا علاج زندہ درگور ہو جاتے ہیں - اگر علاج کرتے ہیں تو فیس اور قیمت دوا ادا کرنے سے قلاش، تنگدست بن جاتے ہیں - اور صاحب توفیق حضرات کو دوا خالص نہیں ملتی - مندرجہ بالا تکالیف کو دور کرنے لئے حکیم مطلق نے آب حیات کو مسیحائی اثر بخشا ہے تاکہ کوئی دکھ دنیا میں نہ رہے - غریب سے غریب اور لاچار سے لاچار ایک پیسہ کی ایک خوراک لے کر امراض مزمنہ مایوسہ سے خلاصی پائے - آبحیات ہر مرض شدید کی دوا ہے خارجاً لگانے سے ہر درد وغیرہ کے لیے شفا ہے - ایک شیشی آبحیات کی کنبہ بھر کو بہت بلاؤں اور ناگہانی آفتوں سے بچاسکتی ہے، کسیکو معلوم نہیں مرض کسوقت رات کو یا دن کو جنگل میں یا گھر میں آ دبالیگی اسلیے یہ عقلمندی ہے کہ پہلے ہی سے ایک شیشی گھر میں رکھی جائے -

(فوائد مصدقہ آبحیات)

تپدق، تپ محرقہ، صفراوی تپ، تپ پرسوت، سل، پیچش، صفراوی اسہال، سرسام، درد سر، درد پہلو، نمونیا، ذات الجنب، نہش سل، ناسور، بدھ کا زخم، درد کان، مسوروں سے خون آنا، پھوڑے پھنسیاں، پٹھوں کا اکڑاؤ، براسیر، نواسیر، بھگندر، تالو کا سوراخ، دانت کا درد، قبض، درد قولنج، درد کمر، نقرس، چھپاکی، متلی، قے، زخموںمیں کیڑے پڑنا، کثرت پیاس، تشنج، بیخوابی، کھانسی خشک و تر، ورم، جھونے، ورم پستان، درد دل، ہیضہ، طاعون، خنازیر، درد شکم، زہر دار ڈنگ، بھڑ، سانپ، بچھو، آگ سے جلنا، گرمی کی شدت سے جسم پر گرم دانے نکلنا، درد، چوٹ، خارش نکسیر وغیرہ وغیرہ کتاب میں مفصل حال درج ہے -

قیمت فی شیشی ایک روپیہ - چھہ شیشی پانچ روپیہ - ایک درجن دس روپیہ محصول ڈاک ذمہ خریدار-

آبحیات کا مسیحائی اثر

(سل، دق، کھانسی، سات ماہ کی صرف سات دن میں دور)

عالیجناب ہز ہائینس نواب میر فیض محمد خانصاحب بہادر کے - سی - ایس - آئی والی ریاست خیرپور سندھ

میرا ے غلام رسول عرصہ سات ماہ سے بعارضہ بخار لازمی جو ۱۰۴ درجہ تھرما میٹر پر رہتا تھا - اور اس کے علاوہ کھانسی ایسی شدید تھی کہ سونا، بیٹھنا حرام ہوگیا تھا - چونکہ میر - ے ممدوح اپنے آقائے نامدار میر احمد علی خاں صاحب کی خدمت میں شب و روز رہتا تھا اور کھانا پینا ان کے ساتھہ رکھتا تھا - اُن کے معالجہ کے لئے یورپین سول سرجن سات سو روپیہ روزانہ کراچی وغیرہ سے اور نامور اطباے ہندوستان سے جمع ہوتے رہے - میر ممدوح مدقوق تھا - کوئی چارہ نہ چلا اور وہ فوت ہوگیا - تمام طبیبوں اور ڈاکٹروں نے متفق ہوکر کہدیا تھا کہ میر - ے غلام رسول بھی اسی مرض میں مبتلا ہوگیا تھا -

آخر جب تمام معالجات سے تنگ آکر بحالت مایوسی سرکار ابد پائدار والی ریاست نے حکیم غلام نبی زبدۃ الحکماء لاہور کو جو جامع علوم ڈاکٹری و یونانی اور ماہر فنون ہر دو طب ہیں، ریاست میں براے معالجہ طلب فرمایا -

(آبحیات کا کرشمۂ قدرت)

زبدۃ الحکماء موصوف نے یورپین ڈاکٹر وغیرہ مڈیکل افسروں سے اس بات کا اتفاق کیا کہ مقدمہ سل ہے - اور جگر بھی بگڑ گیا ہے، صرف دس قطرہ آبحیات کے تین دفعہ دینے شروع کیے، اور تمام انگریزی و یونانی دوائیاں ترک کرادیں - سات ماہ کا بخار اور کھانسی ساتویں روز جاتی رہی- یہ جادو کے اثر کی خبر ریاست میں مشہور ہوگئی- اور آبحیات کے جادو کرشمے اور اس کے سریع العمل اور سریع الاثر لا علاج بیماروں کا کافی کم قیمت علاج ہے، تو آبحیات تسلیم کر لیا گیا ہے - اب سندھ میں جو آتا ہے - اسی آبحیات کا طالب ہوتا ہے - تمام اخبارون میں اسی قصہ کو پڑھ لو اور وہاں سے تصدیق کرلو کہ میر - ے غلام رسول اب تندرست ہے اور کاروبار ریاست میں مصروف ہے -

(العبد- خان بہادر رسول بخش خاں نائب وزیر ریاست خیرپور سندھ)

الغرض آبحیات کی شیشی ہر گھر میں موجود ہونی ضرور ہے - سفر و حضر میں کار آمد - نہ ڈاکٹر کی ضرورت ہے نہ طبیب کی - بیسیوں امراض کی ایک ہی تیر بہدف دوا ہے، جو کسی قسم کے ضرر کے بغیر فائدہ دیتی ہے -

قیمت فی شیشی صرف ایک روپیہ - (منیجر)

(شربت مقوی اعصاب)

وہ نقص جو بھرپور جوانی میں مرد کو رنجیدہ خاطر بناتے ہیں، اس سے دور ہوتے ہیں - گئی ہوئی طاقت کو واپس لاکر مرد کو پورا مرد بناتا ہے - افعال قبیحہ اور کثرت عیاشی نے جب جسم کی قوت کو گھٹا دیا ہو - تو یہ شربت خاک میں ملی ہوئی امیدیں بر لاتا ہے، فی شیشی صرف چار روپیہ -

(سنون مستحکم دندان)

ملنے دانت مضبوط - بدبو میل دور - دانت موتیوں کی طرح چمکدار - قیمت چار تولہ ایک روپیہ -

(سر کا خوشبودار تیل)

بالوں کو خوشبودار رکھنے کے سوا سیاہ بالوں کو سفید نہیں ہونے دیتا - دافع ضعف دماغ نزلہ و زکام فی شیشی تین روپیہ -

دوائی درد کان - قیمت صرف ایک روپیہ -

(سرخ رو)

بعد از غسل اس دوا کے دو قطرے چہرے پر مل لینے سے چہرہ خوبصورت ہو جاتا ہے، قیمت فی شیشی صرف ایک روپیہ

(روغن اعجاز)

برسوں کے زخم دنوں میں بھر جاتے ہیں، ناسور، بھگندر- خنازیر کے گھاؤ اور کاربنکل زخم کا اچھا علاج - قیمت دو تولہ صرف دو روپیہ-

(دوائی پیچش و مروڑ)

نہایت زود اثر اور مجرب دوائی ہے - قیمت چار تولہ صرف ایک روپیہ ہے -

(خنازیر کا خوردنی علاج)

اس دوائی کے کھانے سے گلٹیاں اندر ہی اندر بیٹھ جاتی ہیں قیمت دو تولہ صرف دو روپیہ -

بخاروں کی شرطیہ دواء - پسینہ آکر ہر قسم کا بخار ایک گھنٹہ میں اتر جاتا ہے - قیمت فی ڈبیہ دو روپیہ -

(سفوف دافع درد گردہ)

اس کے استعمال سے ریگ مثانہ دور ہوکر آئندہ دورہ درد سے نجات ہوتی ہے - چار تولہ صرف دو روپیہ -

پتہ - منیجر شفاخانہ شہنشاہی، سند یافتہ حکیم و ڈاکٹر حاجی، غلام، نبی
زبدۃ الحکماء لاہور- موچی دروازہ

الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبهم لذکر اللہ و ما نزل من الحق ؟

کیا مسلمانوں کیلیے ابھی تک وہ وقت نہیں آیا کہ اللہ کے ذکر اور اسکی کلمۂ حق کیلیے انکے اندر درد و شکستگی پیدا ہو اور وہ اسکے حضور دلوں کو جھکا دیں ؟

افسانۂ ہجر و وصال !

پھر چھیڑا حسن نے اپنا قصہ
بس آج کی شب بھی سو چکے ہم !

کیا دنیا میں جس طرح بہار و خزاں کے موسم آتے ' ربیع و خریف کی ہوائیں چلتیں ' اور جاڑے اور گرمیوں کا سورج بدلتا ہے ' اسی طرح دلوں کی شورشوں کا بھی کوئی موسم ہے ؟ روحوں کی بیقراری کی بھی کوئی فصل ہے ؟ دیوانگی اور سراسیمگی کا بھی کوئی وقت ہے ' جسکی ہوائیں چلتی ہیں اور جنکے بادل نمودار ہوتے ہیں ؟ میں نہیں جانتا کہ ایسا ہو - مگر میں پاتا ہوں کہ میرے دل کی دیوانگی تھر تھر کے اٹھتی اور میری روح کی شورش کبھی کبھی کروٹیں لیتی ہے - میں کچھ عرصہ سے اس دریا کی مانند جو اتر گیا ہو ' چپ تھا ' لیکن آج اس سمندر کی مانند جسکی تہ سے موجیں جوش مار رہی ہوں ' پھر آنسوؤں سے بھر گیا ہوں ' ولولوں سے معمور ہو گیا ہوں ' شورشوں سے لبریز ہوں ' اور دیوانگیوں کے سرجوش سے میرا ساغر ضبط چھلک گیا ہے - آج مجھے اس حالت کی تلاش ہے جسکو اپنے سر و چہرہ پر اوڑھ سکوں ' ان نالوں کی جستجو ہے جنکو اپنے دل و جگر میں چبھو سکوں - مجھے دیوانوں کی تلاش ہوئی اور مجھے بیماروں کی بستی کی ضرورت ہے - کاش عرصہ داری سے آزاد کیا اور بیدردی نے مجھے عاجز کردیا - کاش میں داغدار دل کو جی بھر کے روؤں اور جسقدر چیخ چیخ کے نالہ و فریاد کرسکتا ہوں ' کرتا رہوں - میری چیخیں تمہارے عیش و نشاط کو مکدر کردیں ' میرا نالہ و بکا تمہارے عیش کدوں کو ماتم کدہ بنادے ' میری آہیں تمہارے دلوں میں ناسور پڑجائیں ' میری شورش غم سے تمہارے چہروں کی مسکراہٹ معدوم ہو جائے - میں تم کو غم و ماتم سے بھردوں - میں تم کو درد و حسرت کا پتلہ بنادوں - تمہاری آنکھیں ندیوں کی طرح بہہ جائیں ' تمہارا دل تنور کی طرح بھڑک اٹھے ' تمہاری زبانیں دیوانوں کی طرح چیخ اٹھیں ' اور تمہاری غفلت عیش اور بے دردی نشاط کی وہ بستی جو مدتوں سے برابر آباد چلی آتی ہے ' اسطرح اجڑ جائے کہ پھر کبھی آباد نہو :

روے بازار مراد امروز عرفی با منست
دیدۂ ترمی فروشم دامن تر میخرم !

* * *

دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ انسان کی نیند اگر موت کی نیند نہ ہو ' تو کبھی نہ کبھی ضرور ختم ہوتی ہے ' اور ایسا نہیں ہوسکتا کہ سونے والا کبھی نہ جاگے - پھر بعضوں کی نیند ایسی ہوتی ہے کہ اک ذرا سی آواز انکو جگا دینے کیلیے کافی ہوتی ہے - بعض کی ایسے سخت ہوتی ہے تو انکے لیے چیخنے اور شور مچانے کی ضرورت ہوتی ہے - بعض ایسے بھی زیادہ غفلت کی نیند سونے والے ہوتے ہیں تو انکو جھنجھوڑنے اور ہلانے کی ضرورت ہوتی ہے - اور اگر سونے والے کے جاگ اٹھنے کیلیے یہ بھی بیکار ہو ' تو پھر ایسا تو کبھی بھی نہیں ہوسکتا کہ بھونچال آجائے ' آتش فشاں پہاڑ پھٹ اٹھیں ' پہاڑوں کے ٹکرانے کے دھماکوں سے کان کے پردے ریزہ ریزہ ہوجائیں اور پھر بھی نیند کے متوالے آنکھیں نہ کھولیں -

سو یقین کرو کہ خدا کے بعض ان بندوں کے ساتھ ایسا ہی حال ہے - انکی صدائیں اٹھتی ہیں تاکہ سونے والے آنکھیں کھولیں ' اور اس پر بھی وہ کروٹ نہیں لیتے ' تو ہر طرف شور و غل مچنے لگتا ہے تاکہ سونے والوں کی نیند ٹوٹے - اگر اسپر بھی نیند نہیں ٹوٹتی تو ہاتھ نمودار ہوتے ہیں اور وہ جھنجھوڑ جھنجھوڑ کے اٹھاتے ہیں ' صبح آتی اور آفتاب کی کرنیں دیواروں سے اتر کر صحنوں اور میدانوں میں پھیل گئیں - اب بھی اٹھ جاؤ اور اس وقت کو اپنے ہاتھ سے نہ کھوؤ جو جا کر پھر واپس نہیں آئیگا - لیکن آہ ' اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اس جھنجھوڑنے پر بھی آنکھیں نہیں کھلتیں اور نیند کے متوالے کروٹ نہیں لیتے ' تو پھر دھماکے ہوتے ہیں ' زلزلے آتے ہیں ' زمینیں پھٹنے لگتی ہیں ' دلوں ایک دوسرے سے ٹکرانے لگتے ہیں ' اور صداؤں اور آوازوں کی ہولناکیوں سے تمام دنیا بھر جاتی ہے - سو یہ بھی سب کچھ اسی لیے ہوتا ہے تاکہ اسی طرح انسان جاگے اور اب بھی آنکھیں کھولدے - اگر اسپر بھی آنکھیں نہیں کھلتیں تو پھر خدا کا فرشتہ پکار اٹھتا ہے کہ :

اموات غیر احیاء ! و ما یشعرون ایان یبعثون -

یہ زندوں کی آبادی نہیں بلکہ مردوں کی بستی ہے - وہ اٹھنے اور اٹھائے جانے کی گھڑی سے بالکل غافل پڑے ہیں !

* * *

جس غفلت اور ہوشیاری کی تمام تدبیریں ہوچکیں ' اور ایک سوتے ہوئے کو جگانے کیلیے جو کچھ کیا جاسکتا ہے ' وہ سب کچھ کیا جاچکا ' پر افسوس کہ تمہاری آنکھیں ایک بند ہیں ' تمہاری غفلت کا نشہ کسی طرح نہیں اترتا ' اور تمہاری موت کی نیند کسی طرح بھی نہیں ٹوٹتی - دنیا میں انسان کیلیے عقل و بصیرت ہے ' عقلا کی دانائیاں ہیں ' عابدوں کی ہدایتیں ہیں ' واعظوں کے وعظ ہیں ' خدا کے مقدس نوشتے ہیں ' اور رسولوں کی بتلائی ہوئی تعلیمات ہیں ' پھر حوادث و تغیرات ہیں ' انقلابات و تبدلات ہیں ' آثار و علائم ہیں ' استنباط و استشہاد ہے ' لیکن آہ ' وہ قوم جسکی غفلت کیلیے یہ سب کچھ بیکار ہے ! نہ تو دنیا کے گذرے ہوئے واقعات میں اسکے لیے کوئی اثر ہے ' نہ حال کے حوادث و تغیرات میں اسکے لیے کوئی پیغام ہے ' نہ اللہ کے کلام سے ڈرتی اور کانپتی ہے اور نہ بندوں کی ہدایتوں سے عبرت پکڑتی ہے :

ما تاتیھم من آیات ربھم الا کانوا عنھا معرضین (۶ : ۴)

اللہ کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی بھی ایسی نہ آئی جسکو دیکھ کر انہوں نے عبرت پکڑی ہو اور غفلت و سرکشی سے باز آگئے ہوں -

بلکہ بسا اوقات ایسا نظر آتا ہے کہ جسقدر عبرت کی صدائیں جگانا چاہتی ہیں ' اتنی ہی اسکی نیند زیادہ گہری ہوتی جاتی ہے :

ولقد جاءھم من الانباء ما فیہ مزدجر حکمۃ بالغۃ فما تغن النذر ! (۵۴ : ۴)

اور بلا شبہہ انکے پاس ایسی خبریں آچکی ہیں جن میں بڑی ہی تنبیہ اور ہشیاری ہے اور بہت ہی بڑی درجے کی حکمت و دانائی ' پر افسوس کہ حوادث و انقلابات کی یہ ڈراونی ہدایت بھی انکی بیداری کیلیے کافی نہ ہوئی !

دنیا میں سب سے پہلے انسان کے آگے تاریخ یعنی دنیا کے گذرے ہوئے واقعات آتے ہیں ' اور انہی سے انسان تجربہ کی دانائی اور بصیرت حاصل کرتا ہے - وہ دیکھتا ہے کہ ہمیشہ ایک ہی طرح کے

صورت میں یہ سوال صرف ایک نئے کالج کا سوال ہوتا اور کوئی راست باز انسان ایسا نہوتا کہ اس تحریک کی پر جوش دل سے تائید نہ کرتا - مگر اب یہ کالج کا مسئلہ نہیں رہا بلکہ افتراق امۃ و انشقاق ملت کے فتنۂ خوابیدہ کے ایقاظ و ازدیاد کا (لا قدر اللہ)

(۳) لیکن بہرحال جو کچھہ ہونا تھا ہوچکا ' اور اب اسکے سوا کچھہ چارۂ کار نہیں کہ ماضی کے اعادہ سے مایوس ہوکر صرف صورت موجودہ پرغور کیا جاے - تو جہاں تک میں سونچتا ہوں گو فتنہ کروٹ لیچکا ہے مگر اب بھی اسکو سلایا جاسکتا ہے ' اور اگر اللہ تعالی داعیان تحریک کے دلوں کو کھول دے اور وہ مسلمانوں کی تباہ حالیوں پررحم کھالیں ' اور اسکے ضدیوں کے زخموں کو اور زیادہ گہرا نہ کرنا چاہیں ' تو اب بھی کچھہ نہ کچھہ صورت اصلاح پیدا ہوسکتی ہے ' اور اس تحریک سے نقصان کی جگہ فائدہ کی امید بھی کی جاسکتی ہے -

(۴) میں داعیان شیعہ کالج سے یہ نہیں چاہتا کہ وہ اس تحریک کو چھوڑ دیں ' اور نہ اسکا آرزومند ہوں کہ اپنے طریق کار میں کوئی بڑی بنیادی تبدیلی کریں ' بلکہ نہایت عاجزی اور کمال منت کے ساتھہ صرف دو جزئی تبدیلیوں کا خواستگار ہوں جنسے نہ تو انکے مقصد اصلی میں (اگر وہ محض اشاعۃ تعلیم و خدمت ملت ہے) کوئی حرج واقع ہوسکتا ہے اور نہ انکی راہ میں کوئی رکاوٹ پیدا ہوتی ہے - اول یہ کہ وہ جو کچھہ چاہیں کریں اور جو چاہیں بنائیں مگر خدا کیلیے اسکا نام " شیعہ کالج " نہ رکھیں - کیونکہ اُن انسانوں کیلیے جو قرآن نامی کتاب کے ماننے والے اور محمد بن عبد اللہ علیہ الصلواۃ و السلام کے پیرو ہیں ' اس زمین پر بجز " اسلام " کے اور کوئی نام نہیں ہے - ابتک اس بدعۃ سے خاک ہند محفوظ رہی ہے کہ سنی کالج ' شیعہ کالج ' اور اہلحدیث کالج کے ناموں سے کالج قائم ہوے ہوں - پس خدا را افتراق و انشقاق کی ہلاکتوں کا ایک نیا دروازہ نہ کھولیں -

پھر قطع نظر اسکے دیکھنا یہ ہے کہ مجوزہ کالج کو " شیعہ کالج " کے نام سے موسوم کرنے کی ضرورت کیا پیش آئی ہے ؟ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ اسکے قیام سے مقصود مسلمانوں کے اس گروہ کی تعلیم و تربیت خصوصی ہے جو " شیعہ " کہلاتا ہے ' اسلیے اسکا نام بھی شیعہ کالج رکھا جاے - سو اگر یہی مقصد ہے تو میں نہیں سمجھتا کہ اسکو نام سے کیا علاقہ ہے اور اگر اسکا نام شیعہ کالج نہ رکھا جائیگا تو اس کے مقصد کو کیا نقصان پہنچے گا ؟ مقصد اصلی کا حصول اس پر موقوف ہے کہ عملاً زیادہ تر شیعہ افراد ہی اسمیں تعلیم پالیں ' انہی کی تعلیم دینیات کا اسمیں خاص انتظام کیا جاے ' اور ان سب اصولی امور کو اسکے کانسٹی ٹیوشن میں داخل کردیا جاے - پس اگر اسکا نام شیعہ کالج نہ رکھا جاے بلکہ سرے سے " کالج " بھی نہ کہا جاے ' جب بھی حصول مقصد میں کوئی حرج واقع نہیں ہوتا -

بزرگان شیعہ کانفرنس و حضرات مجلس منتظمہ کالج کو غور کرنا چاہیے کہ ابتک ہندوستان میں کوئی کالج اور مدرسہ کسی خاص فرقہ کے نام کے ساتھہ قائم نہیں ہوا ہے ' اور وہ نہ صرف تفریق و انشقاق اور تمذہب و تحزب کی جھیل کو بھرنے کی جگہ زیادہ وسیع کر رہے ہیں ' بلکہ اس سے بھی بڑھکر یہ کہ نام اور انتساب کے ایک نئے فتنہ کی بنیاد رکھنے والے بن رہے ہیں ' جو ابتک کسی کو نہیں سوجھا تھا - نئے نئے فتنوں کی راہ کھولنے کے لیے حضرۃ امیر علیہ السلام نے جو کچھہ فرمایا ہے ' خدا را اسے نہج البلاغۃ کے خطبۂ نہروان میں دیکھہ لیں -

مسلمانوں کا کوئی کام ہو اور خواہ کوئی فرقہ انجام دے ' مسلمانوں ہی کا کام ہے ' اور اسکا نام بجز اسلام اور انتساب اسلام کے کچھہ بھی نہیں ہوسکتا - میں حضرات ائمۂ کرام علیہم السلام کی تصریحات مندرجۂ اصول کافی وغیرہ سے ثابت کرنے کیلیے طیار ہوں کہ جماعۃ مسلمین کیلیے صرف اسلام ہی کا نام سچا نام ہے ' اسی طرح برادران شیعہ کیلیے بھی اس خدا کے عطا کردہ ہوے نام کے سوا اور کوئی نام شرعی نہیں ہوسکتا -

اگر کسی وجہ سے حضرات مجوزین کالج مدرسۂ اسلامیہ وغیرہ ناموں سے اسکو موسوم کرنا نہیں چاہتے ' تو خیر کسی ایسے عام نام سے موسوم کردیں جسمیں کسیطرح کی بھی نسبت نہو ' مثلاً دار العلوم وغیرہ - اسطرح وہ اپنے مقاصد میں سے کسی چیز کو بھی نہیں کھوئینگے ' مگر تمام مسلمانوں پر ایک عظیم الشان احسان و فضل کرنے کا ذریعہ ہونگے - ایسا احسان جس سے بڑھکر اور کوئی احسان نہیں ہوسکتا اور سونچیں تو انکا احسان خود انہی کے وجود کیلیے ہے -

دوسری عاجزانہ التماس یہ ہے کہ جس طرح انہوں نے اسکی تعلیم کا دروازہ قابل تحسین فیاضی کے ساتھہ تمام مسلمانوں کیلیے کھلا رکھا ہے ' اسی طرح اعانت کرنے اور اسکی بنا میں شریک ہونے کا دروازہ بھی اپنے بھائیوں پر بند نہ کریں ' اور یہ تخصیص نہ رکھیں کہ صرف شیعوں ہی کا روپیہ اسکے لیے قبول کیا جائیگا - وہ خاص طور پر خود کوشش کریں ' اور خاص طور پر برادران شیعہ ہی سے اعانت کے طالب ہوں ' لیکن دروازہ عام طور پر کھلا ہو ' اور اگر غیر شیعہ مسلمان بھی اسکی خدمت کا شرف حاصل کرنا چاہیں تو اسے نامنظور نہ کریں - اسطرح کرنے سے وہ اپنے اصول عمل کو نہایت صاف اور غیر مشتبہ بنادینگے اور انکے خاص مقاصد کا کچھہ بھی نقصان نہوگا - اگر انہوں نے در اعانۃ کی فہرست سب کیلیے کھلی رکھی تو اس سے یہ نتیجہ کبھی بھی نہیں نکلتا کہ کل کو کوئی اسپر دعوا کردیگا - جبکہ اسکی بنیاد رکھنے والے وہی ہیں اور اصلاً انکا مقصد یہی ہے کہ خاص طور پر برادران شیعہ کی تعلیم کا انتظام ہو ' تو پھر غیر شیعہ مسلمانوں کی شمولیت کسی طرح بھی اسمیں خلل انداز نہیں ہوسکتی - اگر بقول ارکان شیعہ کانفرنس کے سیعہ ارباب فیض کا لاکھوں روپیہ محمڈن کالج علی گڈہ سے شیعہ حقوق کو حاصل نہ کراسکا ' تو پھر چند غیر مسلمانوں کا تھوڑا سا روپیہ کیوں مجوزہ کالج کی خصوصیت و تصرف میں خلل ڈال سکیگا ؟ مجھے شخصاً معلوم ہے کہ متعدد غیر شیعہ اشخاص بصورت قبولیت اس مہم میں شرکت کرنے کیلیے طیار ہیں ' اور انہوں نے مجھہ سے کہا ہے کہ ہمارے لیے یہ بڑے ہی فخر اور عزت کی بات ہوگی اگر ہمارے عزیز بھائی ہمارے ناچیز ہدیوں کو قبول کرلیں ' اور سب سے پہلے میں خود اس خوشی کو حاصل کرنے کیلیے اپنے اندر نہایت بے چین جوش پاتا ہوں -

یہ خاتمۂ سخن ہے - وقت نہیں کہ اس داستان کو طول دیا جاے ' ورنہ یہ حکایت بڑی ہی درد انگیز ہے اور بہت سی راتوں کو آنکھوں میں کاٹ دینے والی ہے - اللہ دلوں کا بھید جاننے والا ہے اور اسکی نظر سے کسی کا دل چھپا نہیں - وہ بہتر جانتا ہے کہ مجوزہ شیعہ کالج کے متعلق جو کچھہ میری زبان سے نکل رہا ہے ' یہ فریقانہ تعصب کی خباثت اور جماعت بندی کے ناپاک حسد کا نتیجہ ہے یا محض کلمۂ اسلام کی محبت کا جسمیں کسی فریقانہ اپن وان کی گنجایش نہیں ' اور محض اپنے عزیز بھائیوں کو ایک سخت ٹھوکر سے بچانے کا اضطراب جو اس حد سے کوسوں آگے گذر چکا ہے جہاں شیعہ سنی کی تمیز کا نام و نشان ہو ؟ فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ ' اولئک الذین ھداھم اللہ و اولئک ھم اولوا الالباب و

آنکھیں دیکھنے کیلیے ہیں ' کان سننے کیلیے ہیں ' اور دل پہلو میں رکھا گیا ہے تا تڑپے اور بیقرار ہو - لیکن وہ سب کچھ تمہارے لیے بیکار ہوگیا ہے جسکو آنکھہ دیکھتی ہے ' اور وہ سب آوازیں بے اثر ہوگئی ہیں جو کانوں سے سنائی دیتی ہیں ' اور وہ تمام فکریں اور عبرتیں ڈوب گئی ہیں جنسے دل تڑپتے اور روحیں بیقرار ہوتی ہیں - پس جو کچھہ کیا جاے لا حاصل ہے ' اور جو کچھہ کہا جاے بیکار ہے - آہ ' تم غافل ہوگئے ہو ' تم پر موت کا پنجہ چل گیا ہے ' تم گمراہی کے قبضے میں آگئے ' تمہارے احساس فنا ہوگئے اور تمہارے دل کی دانائی میت دی گئی - اگر ایسا نہوتا تو جو کچھہ ہو چکا ہے اور جو کچھہ ہو رہا ہے ' وہ ایسا تھا کہ اندھے بینا ہوجاتے ' لنگڑے چلنے لگتے ' گونگوں کی چیخ سے دنیا ہل جاتی ' اور لولوں کے ہاتھہ شیروں کے پنجوں کی طرح طاقتور ہوجاتے - آہ ' تمہاری غفلت سے بڑھکر آجتک دنیا میں کوئی اچنبھے کی بات نہوئی ' اور تمہاری نیند کی سنگینی کے آگے پتھروں کے دل چھوٹ گئے - آہ ' تم ایسے نہ تھے ' پھر تم ان لوگوں کی طرح کیوں ہوگئے جنکے لیے خدا کا رسول ماتم کرتا تھا ؟

لہم قلوب لا یفقہون بہا و لہم اعین لا یبصرون بہا و لہم اذان لا یسمعون بہا اولائک کالانعام بل ہم اضل اولائک ہم الغافلون (۷ : ۱۷۸)

انکے پاس دل ہیں مگر سمجھتے نہیں ' انکے پاس آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں ' انکے پاس کان ہیں مگر سنتے نہیں ' وہ مثل چار پایوں کے ہوگئے بلکہ انسے بھی بدتر ' اور یہی ہیں کہ غفلت میں ڈوب گئے ہیں !

*   *   *

آہ ' کوئی نہیں ' سب گمراہ ہوگئے ' سب نکمے نکلے ' سب غافل ہوگئے ' سب پر نیند کی موت چھاگئی ' سب نے ایک ہی طرح کی ہلاکت پی لی ' سب ایک ہی طرح کی تباہیوں پر ٹوٹے ' سب نے خدا کو چھوڑ دیا ' سب نے اسکے عشق سے منہہ موڑلیا ' سب نے اسکے رشتے کو بٹہ لگایا ' سب غیروں کے ہوگئے ' سب نے غیروں کی چوکھٹوں کی گرد چاٹی ' اور سب نے ایک ساتھہ ملکر گندگیوں اور ناپاکیوں سے پیار کیا - آہ ' سب نے عہد باندھا کہ ہم ایک ہی وقت میں گمراہ ہوجائینگے ' اور سب نے قسم کھائی کہ ہم ایک ہی وقت میں خدا کی پکار سے بھاگینگے - آہ ' سب اس سے بھاگ گئے ' سب نے اس سے غول در غول بنکر بیزاری کی ' کوئی نہیں جو اسکے لیے روے ' کوئی نہیں جو اسکے عشق میں آہ و نالہ کرے - اسکی محبت کی بستیاں اجڑ گئیں ' اسکے عشق اور پیار کے گھرانے مٹ گئے ' اسکے گلہ کا کوئی رکھوالا نہ رہا ' اور اسکے کھیتوں کی حفاظت کیلیے کوئی آنکھہ نہ جاگی ! سب شیطان کے پیچھے دوڑے ' سب نے ابلیس کے ساتھہ عاشقی کی ' اور سب نے بدکار عورتوں کی طرح اپنی آشنائی کیلیے اُسے پکارا - پھر اسپر قیامت یہ ہے کہ کسی کو ندامت نہیں ' کسی کا سر شرمندگی سے نہیں جھکتا ' کسی کے گلے سے توبہ و انابت کی آواز نہیں نکلتی ' کسی کی پیشانی میں سجدہ کیلیے بیقراری نہیں ' کوئی نہیں جو روتے ہوے کو منانے کیلیے دوڑجاے ' اور کوئی نہیں جو اپنی بدحالیوں اور ہلاکتوں پر پھوٹ پھوٹ کر آہ و زاری کرے '

و لقد اخذ نا ہم بالعذاب فما استکانوا لربہم و ما یتضرعون ! (۲۳ : ۴۱)

ہم نے انہیں عذاب کی تکلیفوں میں مبتلا بھی کیا ' پھر بھی اپنے خدا کے آگے نہ جھکے ' ان میں شکستگی اور عاجزی پیدا نہ ہوئی -

آہ ' میں کیا کروں ' اور کہاں جاؤں ' اور کس طرح تمہارے دلوں کے اندر اتر جاؤں ' اور کیا کروں کہ تمہاری روحیں پلٹ جائیں ' اور تمہاری غفلت مرجاے - یہ کیا ہوگیا ہے کہ تم پاگلوں سے بھی بدتر ہوگئے ہو ' اور شراب کے متوالے تم سے زیادہ عقلمند ہیں - تم کیوں اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہو ' اور کیوں تمہاری عقلوں پر ایسا طاعون چھا گیا ہے کہ سب کچھہ کہتے اور سمجھتے ہو پر نہ تو راستبازی کی راہ تمہارے آگے کھلتی ہے ' اور نہ گمراہوں کے نقش قدم کو چھوڑتے ہو :

افلا یتدبرون القران ام علی قلوب اقفالہا ؟ (۴۷ : ۲۵)

کیا یہ لوگ قرآن کی آیتوں پر غور نہیں کرتے یا ایسا ہوا ہے کہ انکے دلوں پر قفل چڑھگئے ہیں ؟

کیا تم وہ ہو جنکے لیے کہا گیا کہ :

وجعلنا علی قلوبہم اکنۃ ان یفقہوہ وفی آذانہم وقرا ! (۱۷ : ۴۸)

اور انکے دلوں پر ہم نے پردے ڈالدیے ہیں کہ انکی آنکھیں بیکار ہوگئی اور انکے کان بہرے ہوگئے ہیں '

آہ ' تم کو معلوم ہے کہ خدا کا قانون کبھی ٹوٹنے والا نہیں اور اسکی سنۃ اللہ کبھی انسانوں کی کسی بھیڑ کیلیے بدل نہ جائیگی - اسکا یہ قانون ہے کہ آگ جلاتی ہے اور زہر کھانے سے آدمی مرجاتا ہے ' اور اسی طرح غفلت و معصیت ہلاکت لاتی ہے اور خدا کی نافرمانیوں سے عذابوں اور دردناکیوں کا ظہور ہوتا ہے - ہمیشہ ایسا ہی ہوا ہے ' اب بھی ایسا ہی ہو رہا ہے ' اور آیندہ بھی ایسا ہی ہوگا :

سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا (۳۳ : ۶۲)

یہ اللہ کا قانون ہے جسکے مطابق تمام گذری ہوئی قوموں سے سلوک ہوا اور اللہ کے قانون میں تم کبھی تبدیلی نہ پاؤگے !

*   *   *

پس میں آج سب کچھہ چھوڑ کے تم سے ایک ہی آخری بات کہنی چاہتا ہوں ' اور یقین کرو کہ اسکے سوا جو کچھہ کہا جاتا ہے اگر وہ اس بات کے لیے نہیں کہا جاتا تو سب کچھہ بیکار ہے اور اُس میں تمہارے لیے کوئی برکت و امن نہیں - سو یاد رکھو اور ماننے کیلیے جھک جاؤ کہ تمہاری زندگی کا ہر عمل بیکار ہے ' اور تمہاری فکروں کی ہر فکر گمراہی و ضلالت ہے - تمہارے لیے صرف ایک ہی راہ نجات ہے اور بغیر اسکے کسی طرح چھٹکارا نہیں - تم جب تک اس پہلی منزل سے نہ گذروگے ' اس وقت تک خدا کا قہر تم پر سے ٹھنڈا نہوگا ' اور تم کبھی مراد اور خوشحالی نہ پاؤگے - تمہارے سفر عمل کا پہلا قدم یہ ہے کہ توبہ کرو ' توبہ کرو ' اپنی تمام قوتوں اور تمام طاقتوں کے ساتھہ خدا کے آگے جھک جاؤ ' اسکی سرکشی اور بغاوت چھوڑ دو ' اسکے عشق اور محبت کو اسقدر پیو کہ بدمست ہو جاؤ اور اسکے آگے اسطرح گرو اور اسطرح روؤ اور اسقدر روؤ کہ اسے تم پر پیار آجاے ' اور وہ تمہیں پہلے کی طرح پھر اپنی گود میں اٹھالے ' اور سب کچھہ تمہیں کو دیدے ' جسطرح کہ سب کچھہ تمہیں کو اسنے بخشدیا تھا :

یاایہا الذین آمنوا ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا و یکفر عنکم سیأاتکم و یغفر لکم و اللہ ذو الفضل العظیم - (۸ : ۲۹)

مسلمانو ! اگر تم اللہ سے ڈرنے والے ہوجاؤ ' تو اللہ تمام دنیا میں تمہارے لیے ایک امتیاز اور سربلندی پیدا کردیگا ' نیز تمہاری تمام برائیوں کو دور کردیگا اور تمہیں بخشدیگا '

تم اسکے آگے کیوں نہیں جھک جاتے ؟ وہ تو بڑا ہی فضل و کرم کرنے والا ہے !

تم نے غفلت کو خوب آزما لیا ' تم نے نافرمانی کی حد تک کڑواہٹ چکھہ لی ' تم نے گناہ اور معصیت کے پھلوں سے اچھی طرح اپنے دامن بھر لیے ' تم نے دیکھہ لیا کہ ایک خدا کی چوکھٹ سے تم نے سرکشی کی اور کسی طرح ساری دنیا تم سے سرکش ہوگئی ' اور ایک اسکے روٹھنے سے کس طرح تمام دنیا تم سے یہ

الــحق و الــبـاطــل

او الاصــلاح و الافساد

حقيقت بقــاے اســلام و فنــاے كفــر

آج هم چاهتے هيں كه قران حكيم كي تفسير كے ايك نهايت هي اهم مسئله كے متعلق ايک مسلسل مضمون شروع كريں -

يه مسئله نهايت عظيم الشان هے اور قران حكيم كے متعدد بيانات و تصريحات هيں جنكا فهم صحيح اس كے سمجهه لينے پر موقوف هے - هم كوشش كرينگے كه اس سلسله كي هر صحبت ايک مستقل صحبت هو' اور اپنے اتمام لذت و تكميل مطالعه ميں ماسبق و مابعد كي محتاج نهو - و ما توفيقي الا بالله -

(بقاء حق و فناے باطــل)

قران حكيم كے مطالعه سے معلوم هوتا هے كه اس نے اپني تمام تعليمات كي بنياد ايک خاص حقيقت و قانون پر ركهي هے جس كو وه حق كے بقاء اور باطل كے شكست و هلاكت سے تعبير كرتا هے - يعني وه كهتا هے كه كائنات عالم ميں ايک چيز هے جسكا نام حق هے - اسكا خاصۂ قدرتي يه هے كه وه صرف كاميابي و فتح اور بقاء و دوام كيليے هے - نقصان اور هلاكت كبهي اسكے ليے نهيں هوسكتي - اسكے بالمقابل ايک دوسري چيز هے جسكا نام " باطل " هے - جسطرح پهلي چيز صرف بقاء كيليے تهي' اسي طرح يه صرف فناء و هلاكت كيليے هے - اسكو كبهي بهي كاميابي نهيں ملسكتي اور كبهي وه حق پر غالب نهيں آسكتي - پهر جا بجا انهي دو حقيقتوں كو اور مختلف ناموں سے بهي پكارا هے اور مختلف حالتوں ميں آكر انكي مختلف صورتيں بنگئي هيں - تاهم هر جگه انكے ان دو قدرتي خاصوں كا دعوا اور اعلان عام موجود هے' اور اس پر اسقدر زور ديا گيا هے كه دو تهائي قران اسي قانون بقاء حق و فناء باطل كے ذكر سے لبريز هے - كهيں صرف صاف اور ساده دعوا كرديا هے' كهيں دلائل و شواهد پيش كيے هيں' كهيں مثالوں كے پيرايه ميں سمجهايا هے' كهيں حق و باطل كے مشهور معركوں كي سرگذشتيں دهرائي هيں' اور كهيں مختلف قوموں اور ملكوں كے قصص و واقعات سناكر اسكي حقيقت كو ذهن نشين كيا هے - پهر كهيں اس قانون كے نفاذ كے آثار و علائم بتلاے هيں' كهيں اسكے نتائج و ثمرات كو گنايا هے' كهيں بتلايا هے كه اسكي حكومت ابتداء خلقت سے هے اور آخر تک رهيگي' كهيں خبر دي هے كه دنيا كا ماضي اور مستقبل يكساں طور پر اس قانون كي صداقت كي شهادت هے' اور كهيں نهايت شرح و بسط سے ان تمام شبهوں اور اعتراضوں كے جواب ديے هيں' جنكو نادان و غافل انسان اس قانون كي اٹل پادشاهت پر كر بيٹهتا هے -

پهر اس سے بهي زياده يه كه يه قانون قران حكيم اور دين الهي ركهلیے ايک ايسي بنيادي حقيقت هے جو اسكي تعليم و هدايت كي تمام شاخوں پر جاري -

بتلايا جاتا هے' سب كے اندر سے اسي قانون الهي كي صدائيں اٹهه رهي هيں - قصص و واقعات هيں تو اسي قانون كيليے' امثال و حكم هيں تو اسي قانون كيليے - احكام و نواهي هيں تو اسي قانون كيليے - كائنات هستي اور مظاهر فطرت كے مطالعه كا حكم ديا جاتا هے تو اسي كے ليے - ملكوت السماوات والارض كے تفكر و تدبر پر زور ديا جاتا هے تو اسي كي غرض سے - غفلت اور اعراض پر تنبيه كي گئي هے تو اسي كي خاطر' اور تعقل و تفقه كا حكم ديا گيا هے تو صرف اسي كے واسطے - دنيا ميں جو كچهه هے اور جو كچهه هوتا هے' قران كهتا هے كه سب كو اسي قانون كيليے ديكهو اور سب پر اسي كے سمجهنے كيليے غور و فكر كرو - وه كهتا هے كه اگر آسمان پر هر طرف سے گهٹائيں امڈ آئي هيں اور ٹهنڈي هواؤں كے جهونكے چل رهے هيں تو تمهيں كيا هوگيا هے كه تم اس قانون كو نهيں سمجهتے ؟ اگر سمندروں ميں موجيں اٹهه رهي هيں اور بڑے بڑے جهاز ان ميں تنكوں كي طرح تهه و بالا هو رهے هيں تو تمهاري آنكهوں كو كيا هوگيا هے كه تم اس قانون كو نهيں ديكهتے ؟ باغوں ميں پهول كهلے هيں اور كهيت شادابي سے لهلها اٹهے هيں' پر قران كهتا هے كه پهولوں كے اوراق ميں بهي اسي قانون كو پڑهو اور كهيتوں پر سے بهي اسي ليے گذرو تاكه خدا كے اس سب سے بڑے اور سب سے پہلے قانون كو پالو -

هم يهاں ان آيات كو نقل نهيں كرينگے كيونكه انهي پر آگے چلكر بحث كرني هے' اور وه نهايت كثرت سے هيں تاهم تم قران كے جس حصه پر نظر ڈالوگے اس قانون كا دعوا هر جگه نظر آئيگا :

و قل جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقا (۱۷ : ۸۱)	اور كهدے كه حق آيا اور باطل نابود هوا يقيناً اور كه باطل صرف نابود هونے اور كهو جانے هي كيليے هے -

سورۂ يونس ميں هے :

و يحق الله الحق بكلماته و لــو كــره المجــرمون (۱۰ : ۸۲)	اور الله اپني كلمات سے حق كو حق كو دكهائيگا اگرچه باطل پرستوں كو يه شاق گذرے !

وه هر جگه كهتا هے :

ان الله سيبطله' ان الله لا يصلح عمــل المـفسدين (۱۰ : ۸۱)	الله باطل كو عنقريب معدوم كرديگا - وه فساد والوں كو كاميابي نهيں ديتا -

حضرۃ يوسف نے بهي يهي كها تها .

و الله لا يفلح الظالمون	خدا ظلم والوں كو فلاح نهيں ديتا -

اسي سلسله ميں وه اور زياده اس حقيقت كو واضح كرتا هے جبكه كهتا هے كه :

ان الله لا يهدي القوم الفاسقين	خدا فاسقوں كو هدايت نهيں ديتا - يعني راه فلاح انهيں نهيں ملتي -

اور پهر اسكے علاوه عام طور پر انبياء كرام عليهم السلام اور انكے تمام متبعين كي زندگي كو ديكها جاے تو انكا ايک ايک عمل اور ايک ايک قول اسي قانون كا يقين و ظهور هوگا - قرآن حكيم كے علاوه جسقدر خدا كي مقدس كتابيں دنيا ميں آئيں' ان سب نے بهي اسي قانون كي بادشاهت كا اعلان كيا - اخلاق ميں آكر يهي همكو سچائي كي كاميابي اور باطل كي شكست كا يقين دلايا جاتا هے' اور عام طور پر گو ايسے انسان كم هيں جنكو سچائي كي فتح پر سچا يقين هو' تاهم بولتے سب هيں كه كاميابي حق هي كيليے هے -

پس ايک نهايت اهم اور مقدم سوال يه پيدا هوتا هے كه قرآن حكيم اور تمام مقدس نوشتوں كے اس دعوے كي حقيقت كيا هے ؟ اور حق كے بقاء و فتح اور باطل كے فناء و شكست كي حقيقت كيوں بطور ايک قانون كے پيش كي جاتي هے ؟ يه كيوں هے كه حق كامياب هو اور كيوں نه يه سمجهه ليں كه كاميابي باطل كيليے هے ؟

دين الهي اور قرآن حكيم نے اپنے تمام دعوؤں كي صداقت كي

گئي ؟ پس مان جاؤ اور اب بھي باز آجاؤ - تقاضوں کو آزماچکے ' آؤ تقوى و راستبازي کو بھي آزمالیں - سر کشیوں کو چکھہ چکے ' آؤ اطاعت کا بھي مزہ دیکھہ لو - غیروں سے رشتے جوڑ کر تجربہ کر چکے ' آؤ اسي ایک سے پھر کدیں لو جوڑ جاؤ جس سے اسقدر ذلتوں اور خواریوں ' ٹھوکروں اور رانده یوں کے سوا کچھہ بھي هاتهہ نه آیا :

افلا یتوبون الى الله و یستغفرونه و الله غفـــور رحیـــم !

پھر کیا ہے که اب بھي تم الله کے آگے نہیں جھکتے اور توبه و استغفار نہیں کرتے - حالانکه الله تو بڑا هي بخشدینے والا اور بڑا هي رحمت فرما ہے -

* * *

تمھارے خدا نے تمھارے ساتھه کونسي برائی کي تھي که تم نے اسے چھوڑ دیا ' اور اس سے موڑ کے کونسی دولت و نعمت ہے جو تمھیں هاتھه آ گئي ؟ خدا سے بڑھکے وہ اور کون محسن ہے جسکي محسن نے تم کو خدا سے چھین لیا ؟ اور اس سے بڑھکر کس کے پاس محبت اور پیار ہے جسکي زنجیریں تمھارے پانوں میں پڑگئیں ؟ تم غیروں کے پاس جاتے هو تاکه ٹھوکریں کھاؤ ' پر خدا کے پاس نہیں دوڑتے تاکه وہ تمھیں پیار کرے ؟ اگر تم محبت کے بھوکے هو تو الرحمن الرحیـــم سے بڑھکر اور کون ہے جسکے عشق میں اسے چھوڑ رہے هو ؟ اگر تم رزق کے بھوکے هو تو رب العالمین سے بڑھکر اور کون ہے جسکے خزانوں کي لالچ نے تم کو متوالا کردیا ہے ؟ اگر تم اپني محنت کي مزدوري مانگتے هو تو مالک یوم الدین سے بڑھکر کون ملگیا ہے جو تمھیں بدله دیگا ؟ آہ ' آہ ' ثم آہ ' علی ما فرطتم في جنب الله !

ام اتخذوا من دونه الهة ؟ قل هاتوا برهانكـــم - (٢١ : ٢٤)

پھر کیا ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ دوسروں کو اپنا معبود بنا لیا ہے ؟ اگر ایسا هي ہے تو انسے کہو که اپني دلیل پیش کریں که وہ کونسي حقیقت ہے جس نے انکي نظروں میں دوسروں کو معبود بنا دیا ہے ؟

پھر کیا تم بالکل اس سے بے نیاز هوگئے هو اور اب تمھیں خدا کے آگے جھکنے کي کوئي ضرورت نہیں رہي ؟ کیا تم کبھي بیمار نه پڑوگے جبکه طبیب مایوسي کا پیام دیگا اور عزیز و اقربا دیکھه دیکھه کر نا امیدي سے رونیگے ' اور کیا اس وقت تمھیں خدا کو پکارنے اور هر طرف سے مایوس هوکر اسي سے راحت اور سکھه مانگنے کي ضرورت نہوئي ؟

كلا اذا بلغــت التراقي و قيل من راق ' و ظــن انه الفراق ' و التفـــت الساق بالســـاق ' الى ربــك يومئذ المساق ' فلا صــدق و لا صلى ' و لــكن كـــذب و تولـــى - (٧٥ : ٢٨)

هاں ' جب وہ گھڑي آ ئے که جان سینے سے کھنچکر گردن کي هنسلي تک آپہنچے اور دیکھنے والے بول اٹھیں که اسکا علاج کرنے والا کون ہے ؟ اور بیمار خیال کرلے که اب کوچ کا وقت آ گیا ' اور اسکے درد اور بیچیني کا یه عالم هو که ایک پنڈلي دوسري پنڈلي پر پٹکنے لگے ' سو یه وہ وقت هوگا که الله هي کي طــرف انسان کا کوچ هوگا - پھر بتلاؤ که اس وقت اس بدبخت کا کیا حال هوگا جس نے نه تو کبھي خدا کے حکم کو مانا اور نه کبھي اسکے آگے عبادت کیلیے جھکا ' بلکه همیشه سچائیوں کو جھٹلایا اور حکموں سے منه موڑا ؟

* * *

اگر تم کو آنکھیں دي گئي تھیں تو اسي لیے تاکه تم اسکو دیکھو ' اگر تم کو دل دیا گیا تھا تو اسي لیے تا صرف اسی کو پیار کرو ' اگر تم کو آنسو دیے گئے تھے تو اسي لیے تاکه صرف اسي کي یاد میں بہاؤ ' اور اگر تمھاري پیشاني بلند کي گئي تھي تو اسي لیے تا اسي کے آگے جھکاؤ ' پر آہ ' تمھاري زبانیں اسکي حمد کے زمزموں سے محروم هوگئیں ' تمھارے سینے اسکي محبت کے نہونے سے اجڑ گئے ' تمھاري روحیں اس اسکي چاهت کي جگه غیروں کي چاهتیں بھر گئیں ' تمھارے قدم اسکي طرف بڑھنے سے بوجھل هوگئے ' اور تمھاري آنکھوں میں اسکے عشق کے درد و غم کیلیے ایک قطرۂ اشک بھي نه رہا - تمھاري مسجدیں تڑپ رهي هیں که راست بازوں کي تڑپتي هوئي اور مضطرب نمازیں انکو نصیب هوں ' مگر حیوانوں اور چار پایوں کے کھڑے رهنے اور اوندھے هوجانے کے سوا وهاں اور کچھه نہیں هوتا - حالانکه تمھارا خدا تمھارے کھڑے رهنے اور اوندھے گر پڑنے کا بھوکا نہیں ' اور اگر صرف پانوں کو کھڑا رکھنا هي عبادت هوتا تو جنگلوں کے درختوں سے زیادہ تم کھڑے نہیں رهسکتے : فويل للمصلين الـــذين هم عن صلاتهم ساهون (١٠٧ : ٤) و اذا قاموا الى الصلوة قاموا كسالى يراؤن الناس و لا يذكرون الله الا قليلا (٤ : ١٤٢)

* * *

بہت هوچکا ' اب بھي چھوڑ دو ' آہ ' بہت سوچکے اب بھي چونک اٹھو ' بہت گم هوچکے اب بھي اپنے کو پالو - خدانے تم کو وہ مہلت دي ہے جس سے بڑھکر آجتک زمین کي کسي مخلوق کو بھي مہلت نه دي گئي ' پھر نہو که وہ تم سے اپنا رشته کاٹ لے ' اور تمھاري جگه کسي اور کو اپني چاهتوں کي شہنشاهي اور اپني محبت کا تاج و تخت دیدے ' جیسا که اس نے همیشه کیا ہے :

و ربك الغني ذو الرحمة ان يشـــاء يذهبكـــم و يستخلف من بعد كم ما يشاء كما انشـــا كم من ذرية قوم آخرين -

اور تمھارا پروردگار بے پروا اور فیاض ہے - اگر وہ چاهیگا تو تم سے اپنا رشته کاٹ لیگا اور تمھارے بعد کسي دوسري جماعت کو کھڑا کردیگا جس طرح که خود تم کو دوسروں میں سے اسنے منتخب کیا تھا !

اگر تم کو اپنا مال و متاع خدا سے زیادہ محبوب ہے که آسے نه چھوڑتے ' اور اپني جانوں کو اسکي محبت سے بھي زیادہ پیارا سمجھتے هو که اسکے لیے خطرہ میں نه ڈالوگے ' اور اگر تمھارے دلوں کي آهیں ' تمھارے جگر کي تپش ' اور تمھاري آنکھوں کے آنسو ' اب اسکے لیے نہیں رہے هیں بلکه دوسروں کا مال هوگئے هیں ' تو یقین کرو که وہ بھي تمھارا محتاج نہیں ہے ' اور اسکي کائنات انسانوں سے بھري پڑي ہے - وہ اگر چاهیگا تو اپنے کلمۂ حق کي خدمت کیلیے درختوں کو چلا دیگا ' پہاڑوں کو متحرک کردیگا ' کنکروں اور خاک کے ذروں کے اندر سے صدائیں آ نے لگینگي ' پر وہ فاسق اور نافرمان انسانوں سے کبھي بھي کام نه لیگا ' اور اپنے پاک کام کي عـــزت کو ان کے دلوں کي گندگی سے کبھي آلودہ نه هونے دیگا - اور پھر تم مانو یا نه مانو مگر میں نے سچ مچ دیکھا که جب تمھارے اندر سے اسکي پکار کو جواب نه ملا تو وہ دوسروں کو پیار اور محبت کے هاتھوں سے اشارہ کررها ہے :

يا ايهـــا الذين امنوا من يرتد منكـــم عن دينه فســـوف ياتي الله بقوم يحبهم و يحبـــونه اذلة على المومنيـــن اعزة على الكافـــرين ' يجاهـــدون في سبيل الله و لا يخـــافون لومة لائم ذالك فضل الله يوتيه من يشاء و الله ذو فضل عظيم -

اے مسلمانو ! تم میں سے جو شخص دین حق کي راہ سے پھر جائیگا سو اسے یقین کرنا چاهیے که خدا اپنے کلمۂ حق کیلیے اسکا محتاج نہیں ہے - قریب ہے که وہ ایک قوم کو نمایاں کرے جو الله کو چاهنے والي هوگي اور الله اسے پیار کریگا - وہ مومنوں کے آگے نہایت عاجز و نرم هونگے پر دشمنان حق کیلیے نہایت مغرور و سرکش ' الله کي راہ میں بیخوف مجاهد هونگے ' اور کسي الزام دینے والے کے الزام کي پروا نه کرینگے - یه الله کا بڑا هي فضل ہے - جس کو چاهے چن لے - وہ بڑا هي فضل و کرم والا ہے -

پھر اجتماعی حالت میں دیکھو تو یہی قانون نظر آتا ہے - طاقتور گھرانے اور نسلیں ضعیف گھرانوں اور نسلوں کو مقابلے میں شکست دیدیتی ہیں - قوی قومیں کمزور قوموں کو ہلاک کردیتی ہیں - جس جماعت اور قوم کے پاس طاقت ہے' وہ طاقت کے قدرتی حق کا حربہ لیکر اٹھتی ہے اور کہتی ہے کہ خدا کی زمین میرے لیے ہے' کیونکہ میں طاقتور ہوں - پس تمام کمزور قومیں اسکے دعوے کے آگے جھک جاتی ہیں اور اپنی جگہ خالی کردیتی ہیں تا طاقت والی قومیں اسپر قابض ہوجائیں - یہ بھی بقاء اصلح ہے - اصلح نے غیر اصلح کو شکست دیدی' اور فطرۃ نے اصلح اقوام کو بقاء کیلیے چھانٹ لیا -

اسی طرح عام طور پر تمام حیوانات کو دیکھو - طاقتور اور اصلح حیوانات باقی رہتے ہیں' ضعیف و غیر اصلح مٹ جاتے ہیں یا تو وہ خود اپنی جگہ خالی کردیتے ہیں' کیونکہ ضعف کا نتیجہ موت ہے - یا پھر ضعف کی وجہ سے اپنا دفاع نہیں کر سکتے اور طاقت انکو اپنا لقمہ بنا لیتی ہے - شیر بکری کو کھا لیتا ہے' بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو نگل لیتی ہے - ہوا میں اڑنے والے جانور چھوٹے چھوٹے کیڑوں اور بھنگوں کو ہلاک کرکے اپنی غذا بنا لیتے ہیں -

نباتات کو دیکھو' جو درخت طاقتور ہوتا ہے اسی کو زمین اپنی گود میں جگہ دیتی ہے اور جو کمزور ہوجاتا ہے اسکو چھانٹ دیتی ہے - وہ خشک ہوکر فنا ہوجاتا ہے - ایک ہی جگہ دو چیزیں نظر آتی ہیں - ایک بڑے تناور درخت کی جڑیں ہیں جو پھیلی ہوئی ہیں' ساتھہ ہی چھوٹے چھوٹے درختوں کے پودے پانی دے دیکر اگائے گئے ہیں - فطرۃ بڑے درخت کو باقی رکھنے کیلیے چھانٹ لیتی ہے - اسکے پھیلے ہوے ریشے زمین کی تمام رطوبت اور قوۃ نشو کو کھینچ لیتے ہیں اور ضعیف پودوں کیلیے کچھہ باقی نہیں رہتا - وہ فنا ہوجاتے ہیں - تم ہزاروں درخت لگادو اور صدہا تخم زمین میں چھڑک دو - پھل وہی لائیگا اور زندگی و بقا اسی کو ملیگی' جو اصلح ہوگا - غیر اصلح کو زمین قبول نہ کریگی اور وہ اپنی غیر اصلحیت سے اپنی موت کا اعلان کردیگا -

جمادات کا بھی یہی حال ہے - البتہ انکے جمود اور ٹھوس اجزا کی وجہ سے انکے اعمال و تغیرات کی رفتار بہت ہی دھیمی ہے' اور گھڑی کے گھنٹے کی سوئیں کی حرکت کی طرح تم انکی حرکت و تغیر کو دیکھہ نہیں سکتے -

اس سے قطع نظر' دنیا میں وجود اور زندگی میں سے جو کچھہ ہے' سب بقاء اصلح کے ماتحت ہے - پھر کتنے ہی حیوانات ہیں جو زمین کی گود میں پیدا ہوے' پر اس نے انہی کو قبول کیا جو اصلح تھے - کتنے ہی انواع حیوانات کی نسلیں ہیں جو مدتوں تک زمین میں چلی پھریں' مگر باقی وہی رہیں جو اصلح تھیں - کتنے ہی درخت اگے اور طرح طرح کی سر سبزیاں زمین کی سطح پر نظر آئیں مگر جن میں ضعف و نقص پیدا ہوگیا' وہ سب کے سب چھانٹ دیے گئے' اور جو تندرست رہے' باقی رکھے گئے - جنگل میں صدہا درخت کھڑے ہیں - جو سر سبز ہیں' پھلوں اور پھولوں سے لدے ہوے ہیں' وہی پالے جائینگے' انہی کی رکھوالی کی جائیگی' اور انہی کو زندہ رکھا جائیگا' مگر جو سوکھہ گئے' انکی شاخوں میں سبز پتے نہ رہے' اور وانکے سایے میں راحت اور آرام باقی نہ رہا' سو وہ کاٹ دیے جائینگے - انکی لکڑیاں چولھوں میں جل جل کر پکاریںگی کہ دنیا میں زندگی صرف اصلح کیلیے ہے - غیر اصلح کو آگ اور سوختنی کے سوا کچھہ نہ ملیگا - نظیری نیشاپوری اسی کو کہتا ہے:

> تو نخل میوہ فشاں باش در حدیقۂ دہر
> کہ کم درخت تہی خشک شد کہ نہ شکستند

آبنوس کے درخت کی لکڑی سے کنگھی بنی اور زلف معشوق کی معطر لٹوں سے ہم کنار ہوئی' لیکن اسی کی ہم جنس لکڑیاں تھیں جو چولھے میں جل رہی تھیں' اور اسی گھر کے چولھے میں جسکے صحن باغ میں آبنوس کے شانۂ حسین سے دست حسن آرائش پا رہا تھا - غور کرو تو یہ بھی بقاء اصلح ہے - اصلح نے وہی جگہ پائی جو اصلح کیلیے تھی - غیر اصلح کو وہی جگہ ملی جو اسکے لیے قرار دیدی گئی تھی - فطرۃ انتخاب کرتی ہے -

اچھا' ایک گھر گر گیا اور ایک کی چھتیں استحکام و استواری کے ساتھہ قائم ہیں - تم نے کبھی سوچا' کہ یہ کیا ہے؟ کیا یہی نہیں ہے کہ جو عمارت اصلح ہے اور قوی ہے' باقی رہیگی' جو غیر اصلح ہے' فنا ہوجائیگی؟

شہروں کو دیکھو' آبادیوں کو دیکھو' زمینوں کو دیکھو' نہروں کو دیکھو' کتنے ہی شہر ایک وقت میں آباد ہوتے ہیں' پر آگے چلکر چند شہروں کی آبادی بڑھتی اور قائم رہتی ہے - باقی اجڑ جاتے ہیں اور انسانوں کی جگہ زاغ و زغن کا آشیانہ بنتے ہیں - کیوں؟ اسلیے کہ قانون بقاء اصلح نافذ ہے - جو آباد رہا وہ اصلح تھا - جو اجڑ گیا وہ اصلح نہ تھا -

زمین ہر جگہ ایک ہی طرح کی زمین ہے مگر ہر زمین آباد نہیں - آباد وہی ہوتی ہے جو آبادی کے لیے اصلح ہے - تم کہتے ہو کہ اسکی ہوا اچھی ہے' اسکا پانی صحیح ہے' اسکا موسم خوشگوار ہے - الفاظ بہت سے ہوگئے مگر مطلب سبکا ایک ہی ہے - یوں کہو کہ جو زمین آباد رہنے کیلیے اصلح تھی وہ آباد رہی' جو اصلح نہ تھی آباد نہ ہوئی - اسکا اصلح نہونا دیکھہ لو - چٹیل میدان ہے' جنگل ہے' اشرف المخلوقات کی جگہ سانپوں اور کیڑوں کا مسکن ہے!

پھر یہ کیا ہے کہ ایک زمین پر کانٹے نظر آتے ہیں' اور ایک پھولوں اور سرسبزیوں سے بہشت بنی ہوئی ہے؟ اسلیے کہ پہلی اصلح نہیں ہے - وہاں پھول نہیں آگتا' وہ مفسد ہے - مفسد کو یہ حق نہیں کہ پھولوں کا تاج اسکے سر پر رکھا جاے - اسکے سر پر کانٹوں کا تاج رکھا جائیگا - دوسری زمین اصلح ہے - پس وہ دلفریب رنگتوں اور روح پرور عطر بیزیوں سے دلفریب بنائی جائیگی' اور حسن و خوبروئی کا باغ وہاں آراستہ ہوگا -

ایک نہریں کیوں سوکھہ گئیں؟ اصلح نہ تھیں کیونکہ نہر بننے اور پانی کے جاری رہنے کی قوت اس سے چھن گئی - جمنا اور گنگا کیوں بہہ رہی ہیں؟ اسلیے کہ اصلح ہیں - غیر اصلح نالے اور نہریں سب اسی میں آکر جذب ہوجائینگے -

(عالم معنویات اور بقاء اصلح)

اب چند لمحوں کیلیے ایک اور دنیا میں آؤ - خیالات ہیں' افکار ہیں' علوم ہیں' ایجادات ہیں' تعلیمات ہیں' قوانین ہیں' زبانیں ہیں' اسماء ہیں' اصطلاحات ہیں' راگنیاں ہیں' ضرب المثلیں ہیں' تصنیفات اور کتب ہیں - اس قسم کی تمام چیزوں کو جن کا تم تصور کرسکتے ہو اپنے سامنے لاؤ' اور دیکھو کہ ان سب میں بھی تنازع البقاء جاری ہے - پھر انتخاب طبیعی ہے' اور بقا و عاقبت اسی کیلیے ہے جو اصلح و اوفق ہے - ہزارہا خیالات و افکار پیدا ہوتے اور پھیلتے ہیں - لیکن باقی وہی رہیگا جو اصلح ہے - صدہا علوم قائم ہوے اور صدہا ایجادات کی گئیں' مگر انتخاب طبیعی نے ثابت کردیا کہ جو علوم نافع تھے انکو عروج و اشاعۃ نصیب ہوئی' جو نافع اور اسلیے اصلح نہ تھے' مٹ گئے - نافع علوم کے مقابلے میں نہ ٹھہر سکے - چاندی سونا بنانے کی کیمیا کا فن کتنے عرصہ سے دنیا میں پیدا ہوچکا ہے؟ اور کتنے ہی انسانوں نے اسکے لیے اپنی زندگیاں وقف کردی ہیں؟ لیکن دیکھو

همیشه یہي دعوا کیا ہے کہ کامیابي و نصرۃ ظاہر ہوکر بتلا دیگي کہ حق کہاں ہے اور باطل کس کے پاس ہے؟

یا قوم اعملوا علی مکانتکم	اے لوگ! تم بھی جگہ کام کرو میں
اني عامل فسوف تعلمون	بھي کام کررہا ہوں عنقریب جان
من له عاقبة الدار - انه	جاؤگے کہ انجام کار کس کیلیے ہے؟
لا یفلح الظالمون -	اللہ کبھي ظالموں کو فلاح نہیں دیتا -

پس جب تک اس قانون کي حقیقت اور سچائي کو نہ سمجھہ لیا جاے' اس وقت تک کوئي انسان نہ تو قرآن کو سمجھہ سکتا ہے اور نہ دین حق کے ایمان و حقیقت میں اسکا کوئي حصہ ہوسکتا ہے -

(قانون انتخاب طبیعي یا بقاء اصلح)

لیکن قبل اسکے کہ اصل بحث شروع ہو' یہ سمجھہ لینا چاھیے کہ تمام عالم وجود و حیات میں "تنازع البقاء" یعني بقاء اور زندگي کے قائم رکھنے کیلیے ایک دائمي جنگ اور مقابلہ قائم ہے' اور اسي حالت سے "انتخاب طبیعي" اور "بقاء امثل و اصلح" کي حقیقت واضح ہوتي ہے - یعنی فطرۃ صحیح اور طاقتور کو بقاء اور زندگی کیلیے چھانٹ لیتي ہے اور کمزور و غیر صالح کو فناء کیلیے چھوڑ دیتي ہے-

دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالی نے ہر وجود کے اندر اسکي طلب رکھدي ہے کہ اپنے تئیں باقي رکھے اور ہلاک ہونے سے بچاے - یہ بقاء کا عشق اسکي طبیعۃ کا خلقي عشق ہے' اور اسقدر قوي ہے کہ وہ جو کچھہ کرتا ہے صرف اسي کے لیے کرتا ہے اور اسکي تمام جد و جہد حیاۃ کا مبدء یہي ہے -

لیکن دوسري طرف کائنات هستي کا یہ حال ہے کہ اسکا ہر گوشہ اور ہر ذرہ اپنے اندر ایک خلقت و مقصد رکھتا ہے اور اسکي کوئي چیز ایسي نہیں ہے جو بغیر کسي وجود و مقصد کے ہو - اس کا نتیجہ یہ ہے کہ دنیا وجود و خلقت اور اعمال خلقت سے بالکل اٹي ہوئي ہے اور اس کا کوئي گوشہ خالي اور بیکار نہیں ہے - اسکي مثال یوں سمجھو کہ ایک مکان ہے اور اسکے صدھا کمرے ہیں' مگر گھر کا کوئي کمرہ خالي نہیں ہے - اب جب کبھي کوئي شخص گھر کے کسي کمرہ پر قبضہ کرنا چاھیگا تو یہ نہیں ہوگا کہ وہ اٹھا اور ایک خالي کمرہ میں بس گیا' بلکہ کوشش کرني پڑیگي کہ اسکو خالي کراے' اور جو شخص پہلے سے اسمیں موجود ہے وہ یا تو ھٹ جاے یا مٹ جاے -

اس حالت کا قدرتي نتیجہ یہ نکلا کہ ہر وجود کے بناؤ کیلیے لازمي ہوگیا کہ کسي دوسرے وجود پر بگاڑ طاري ہو' اور ہر طاقت کے پیدا ہونے کیلیے ضروري ٹھرا کہ کوئي دوسري طاقت کمزور ہوجاے - پس دنیا میں ہر زندگي اپنے کو باقي رکھنا چاھتي ہے' اور باقي رہنے کیلیے جد و جہد کرتي اور اپني راہ کو صاف کرتي ہے - چونکہ ہر ہستي یہي کررہي اور اسي کیلیے اسکي حرکت و جہد ہے' اسلیے دنیا میں بقاء کي خواہش و طلب سے کشاکش کي ایک باھمي جنگ قائم ہوگئي ہے - ان گنت فوجیں ہیں جو باھمدگر لڑ رہي ہیں' ٹکرا رہي ہیں' ایک دوسرے کو پامال کر رہي ہیں' اور ہر فوج چاھتي ہے کہ کامیاب و فتح مند ہو - خود باقي رہے' دوسروں کو فنا کردے - حیوانات' نباتات' جمادات' بلکہ تمام معنویات و معقولات میں بھي یہ باھمي جنگ قائم ہے' اور اس تنازع میں چونکہ بقاء کیلیے فنا مستلزم اور تعمیر بغیر تخریب کے ہو نہیں سکتي' لہذا ناقص چیز بگڑتي ہے اور سالم وجود بنتا ہے - ناقص جگہ خالي کرتا ہے اور سالم قابض ہوجاتا ہے - اسي حالت کا نام تنازع البقاء ہے اور اسي سے انتخاب طبیعي قانون ہمارے سامنے آتا ہے -

اب اس کشمکش میں کامیابي اور بقا صرف اسیکے لیے ہے جس کے اندر عدل و صحت کي وہ حالت پیدا ہو جاے جسکا نام طاقت اور تندرستي ہے - جسطرح جنگ میں طاقتور فریق فتح پاتا ہے ٹھیک اسي طرح اس جنگ میں بھي طاقت

اور صحت فتح پائیگي' اور ضعف اور نقص شکست کھاکر رفتہ رفتہ ہلاک ہو جائیگا - اسي سے قانون مدافعۃ پیدا ہوتا ہے - یعني اس کشمکش میں جو وجود اپنا دفاع طاقت کے ساتھہ کام کرسکے گا اور دوسرے سے مغلوب نہوگا وہي باقي رہیگا -

یہ چیز کہ دنیا میں طاقت اور صحت باقي رہتي ہے اور ضعف و نقص فنا ہو جاتا ہے' بتلاتي ہے کہ قدرت الہي نے دنیا میں زندہ رہنے' باقي رہنے' نشو و نما پانے' اور غالب ہونے کو صرف طاقت و صحت کا خاصہ قرار دیا ہے' اور اس کا یہ قانون ہے کہ وہ طاقت کو منتخب کرلیتي ہے تاکہ وہ باقي رہے اور ضعف کو چھانٹ دیتي ہے تاکہ وہ ہلاک ہو جاے - پس در اصل یہ فطرۃ کا قانون انتخاب ہے - طاقت کو باقي رکھنے کیلیے الگ کرلینا اور ضعف کو ہلاکت کیلیے جدا کردینا - اسي کا نام انتخاب طبیعي اور نیچرل سلکشن ہے -

(بقاء اصلح و امثل)

اسي انتخاب طبیعي سے بقاء اصلح کي حقیقت واضح ہوتي ہے - انتخاب طبیعي کے معني یہ ہیں کہ فطرۃ دنیا میں صرف طاقت و صحت اور سلامتي و موفقیت کو باقي رکھتی ہے - پس اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں جو وجود سب سے زیادہ طاقتور' تندرست' صحیح و سالم' اور نقص و خرابي سے پاک ہوگا' وهي باقي رهیگا' اور جو ایسا نہیں ہے وہ مٹا دیا جائیگا - یہي معني بقاء اصلح کے ہیں - اصلح یعني ارفق' امثل' اجود' اعدل' اسلم' اصح' اور اقوی -

اب دنیا پر نظر ڈالو اور دیکھو کہ دنیا کي ہر خلقت اور حیات و وجود کے ہر گوشہ میں کس طرح قانون بقاء اصلح نافذ ہے اور بغیر انقطاع و تزلزل کے کام کررہا ہے؟

حیوانات میں سب سے پہلے خود انسان کو دیکھو' انفراد کي حالت میں بھي جانچو اور اجتماع کي حالت میں بھي مطالعہ کرو - انسان کا جسم طرح طرح کے اعضاء داخلي و خارجي سے مرکب ہے اور ان سب کے افعال ہیں' خواص ہیں' باہم ترکیب و امتزاج کا اعتدال ہے' اور پھر اس سے قوت اور ضعف' صحت اور بیماري' نقص اور سلامتي کي مختلف حالتیں اسپر طاري ہوتي رہتي ہیں-

پس سب سے پہلے تو اسکے ہاتھہ میں شکار کا برچھا' عملیات کا آلہ' جد و جہد کا متحرک ہاتھہ' اور طلب نفع و سود کا ولولۂ فطري' اور ہجوم و دفاع کا بڑھنا اور ہٹنا نظر آتا ہے - وہ اپنے کو باقي رکھنے اور قوي بنانے کیلیے جن جن چیزوں کا محتاج ہے' ان میں سے ہر چیز کو جد و جہد کرکے حاصل کرتا ہے اور اپنے وجود کے بقاء کے عشق میں صدھا وجودوں کو مٹادیتا ہے - وہ جانوروں کو ہلاک کرتا اور انکا گوشت کھاتا ہے - ان جانوروں کے مقابلے میں وہ اصلح ہے' پس اصلح کیلیے غیر اصلح فنا ہوجاتے اور اصلح اضعف کو مٹا دیتا ہے - وہ اپنے تمام اعمال حیات میں فوائد و قوی کو حاصل کرتا اور مضرت کو دور کرتا ہے - اسکے بھي یہي معني ہیں کہ وہ باقي رہنے کیلیے اپنے کو قوي بناتا اور ضعف و اضمحلال سے بچتا ہے - وہ ہلاکت کے ہر حملے کو اپنے سے دور کرتا' انکے دور کرنے کے وسائل عمل میں لاتا' اور ہر نقصان پہنچانے والے اثر کو دفع کرتا ہے - یہ بھي وهي طلب بقاء اور اصلح بننے کي سعي ہے - اسي طرح اسکے تمام اعمال کو دیکھہ جاؤ - سب کے اندر یہي چیز نظر آئیگي - پھر اسکے بعد دیکھوگے کہ جب انسان کے اندر ضعف پیدا ہوگیا' نقص پیدا ہوگیا' فتور آگیا' اعتدال سے انحراف ہوگیا' اسکے کارخانۂ جسم کا کوئي پرزا ٹوٹ گیا' زنگ آلود ہوگیا' یا اور کوئي ایسي حالت طاري ہوگئي جس کے بعد وہ اصلح نہ رہا اور ضعف و نقص اسپر چھا گیا' سو اسکا قدرتي نتیجہ یہ نکلیگا کہ وہ ہلاک ہوجایگا اور باقي رہنے کے قابل نہ رہیگا - فطرۃ اسکو چھانٹ دیگي' کیونکہ وہ کہتي ہے کہ میري دنیا صرف اصلح' اسلم' اور اقوی کیلیے ہے - ناقص یہاں نہیں بس سکتا -

یہ تشابہ و تماثل جنینہ میں اور بھی زیادہ نمایاں ہوتا ہے - انسان ' چوپاے ' اور پرندے کے جنین اپنے دور اول میں اسدرجہ متشابہ ہوتے ہیں کہ تمیز مشکل ہوتی ہے -

(مسئلۂ وحدت اصل انواع)

یہ گونہ گوں انواع و اصناف مستقل بالذات ہیں یا ایک دوسرے سے مشتق و منشعب؟ یعنی ہر نوع الگ الگ اپنا نوعی وجود و اصل رکھتی ہے یا باہم ایک دوسرے سے نکلی ہوئی ہیں؟ یہ ایک گرہ ہے جسکی کشایش سے تشابہ اور تبائین دونوں عاجز ہیں -

مختلف طبقات ارضی کے درس کے لیے عرصہ سے جابجا زمینیں کھودی جارہی ہیں - اس سلسلہ میں بہت سے حیوانات کے آثار و بقایا بھی دستیاب ہوے ہیں - ان آثار کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام انواع مستقل بالذات نہیں ہیں بلکہ تشبیہ کی زبان میں ایک درخت کی مختلف شاخیں ہیں - یعنی ایک ہی نوع سے تمام نوعیں نکل آئی ہیں - سب سے پہلے فرانس کے چند پروفیسر یعنی علامۂ مالیہ ' لا مارک ' ایتان ' جو فرسان ' ہیلر وغیرہ نے اس وحدت اصل کے مسئلہ پر غور کیا ' اور اسکو نظریہ کی صورت میں پیش کیا - مگر شرح و بسط اور دلائل و براہین سے اسکو اسدرجہ مستحکم نہ کرسکے کہ عالم علمی میں آواز بازگشت پیدا کرسکتا -

اس مسئلہ کیلیے ان علماء فرانس کی تحقیقات فی الحقیقت ایک دوسرا دور تھا - پہلا دور حکماء اسلام کا ہے جنہوں نے اس نظریہ کی صدا سب سے پہلے بلند کی - علامۂ ابن مسکویہ صاحب فوز الاصغر ' مصنفین رسائل اخوان الصفاء ' امام راغب اصفہانی ' مولانا روم ' حکیم سنائی ' اور عمر خیام وہ حکماء ہیں جنہوں نے اپنی اپنی تصنیفات میں ہیلر اور لا مارک سے کہیں پہلے اسے واضح کرنا چاہا -

ڈارون نے اس مسئلہ کو اپنے ہاتھہ میں لیا ' اور ایک طویل درس و مطالعہ ' غور و فکر ' اور کد و کاوش کے بعد اس بلند آہنگی سے اس کا صور پھونکا کہ تمام عالم علمی گونج اٹھا - یہ اس مسئلہ کا تیسرا دور ہے ' اور اسی دور میں آکر اس نظریہ نے مقبولیت حاصل کی ہے -

(قانون تنازع البقاء)

دنیا میں ایک طرف ہر شے کو اپنا وجود عزیز ہے اور اسکے حفظ و بقاء کے لیے ساعی و کوشاں ہے ' دوسری طرف بعض کا وجود بعض کے فنا کے ساتھہ وابستہ - اسلیے تمام عالم میں ایک جنگ بپا ہے ' اور ہر شے اسمیں حملہ آور یا مدافعہ کی حیثیت سے مصروف پیکار ہے - یہی جد و جہد ہے جسکو (Struggle for Existence) کہتے ہیں - اور عربی میں اسکا ترجمہ " تنازع البقاء " ہے یعنی اپنی بقاء و قیام کیلیے عالم وجود کی ہر شے ایک دوسرے سے کشمکش اور تصادم میں ہے -

جنگ کا قاعدہ ہے کہ اسمیں قوی اپنے سر پر فتح کے نشان اڑاتا ہے اور ضعیف مذلت و شکست کی خاک - اس قاعدہ عامہ کی بناء پر اس مخصوص جنگ میں بھی طاقتور سر بلند و فتحیاب ہوتا ہے ' اور کمزور پامال و مقہور - چونکہ جنگ برابر جاری رہتی ہے اسلیے نتیجۂ لازمی یعنی پامالی کی ضربیں کمزور پر برابر بڑھتی ہیں - یہ پیہم ضربیں ضعیف کے نقش ہستی کو بتدریج پامال کردیتی ہیں - یہاں تک کہ رفتہ رفتہ مرقع کائنات اس سے خالی ہو جاتا ہے -

اب یوں کہو کہ بقاء و استمرار وجود ایک خلعت ہے جو صرف اسی کو ملتا ہے جسکو تمام ہمچشموں اور حریفوں پر برتری و تفوق حاصل ہو - معیار تفوق کیا ہے؟ کشاکش ہستی میں غلبہ و چیرہ دستی - پس جو شخص اسمیں بوجہ قوت کے غالب ہوتا ہے اسکو طبیعۃ (نیچر) چن لیتی ہے اور یہ خلعت بے بہا بخشدیتی ہے -

گو تعبیریں دو ہیں - مقصد و مفاد ایک ہے - یعنی بقاء قوی اور فناء ضعیف -

تعبیر کی طرح نام بھی دو ہیں - ڈارون اور اسکے پیرو اسکو انتخاب طبیعی یا (Natural Selection) کہتے ہیں ' اور پروفیسر ویلز اور ہمنوایان ویلز بقاء اصلح یعنی (Survival of the Fittest)

(تشـــریح)

تمام اجسام موثرات خارجیہ ' موسم ' غذا ' طرز بود ماند وغیرہ سے متاثر ہوتے ہیں -

برفستان کے باشندے گورے برف کی طرح سفید ہوتے ہیں - اگر انمیں سے کوئی انسان کسی تپتے ہوے گرم ریگستان میں رہنے لگے تو اس کا رنگ خراب ہوجائیگا ' تاہم صباحت قائم رہیگی - چند نسلوں کے بعد یہ صباحت ملاحت سے بدلجائیگی - ایک زمانے کے بعد نسلیں سبزہ رنگ ہونے لگینگی - اسکے بعد پھر سیاہ فام - جن خاندانوں کے پیشرو برف کی طرح سفید تھے ' اب انکی یادگاریں بھونرے کی طرح سیاہ ہیں -

موثرات خارجیہ کی تاثیر کی یہ ایک نہایت سادہ اور عام الوقوع مثال ہے - رنگ ہی کی طرح اعضاء کی ساخت ' قوی ' بلکہ نفس وجود تک اثر پذیر ہوتا ہے -

شیر ایک درندہ ہے - قدرتاً اسکے پنجوں میں ناخن اور دانتوں میں کچلیاں ہوتی ہیں - یہ ناخن اور کچلیاں تیز اور زود شگاف ہوتی ہیں - لیکن فرض کرو کہ شیروں کی ایک جماعت کسی

(صفحہ ۱۰ کے نوٹ)

(۱) انگریزی میں (Fibre) ان بال یا تاگے کی طرح باریک اور لمبے اجسام کو کہتے ہیں جن سے رگیں اور نسیج مرکب ہیں - عربی میں اسکا ترجمہ "لیف" ہے جسکی جمع الیاف آتی ہے - فائبر کے لفظی معنی " ریشہ " کے ہیں کیونکہ وہ دیکھنے میں بالکل مثل ریشے کے معلوم ہوتے ہیں - ہم نے لیف کی جگہ اردو کے ایک سبک اور سہل لفظ یعنی " ریشے " کو اصطلاح کیلیے مناسب سمجھا ' اور یہ اپنے معنی پر پوری طرح حاوی بھی ہے -

(۲) حویصلہ (جمع حویصلات) وہ معروف چھوٹا سا جسم جسمیں کوئی خلط پائی جاے - یہی کرہ ہے جسمیں حیوانات منویہ پیدا ہوتے ہیں - انکو انگریزی میں (Vesicle) کہتے ہیں -

(۳) فن تشریح سے معلوم ہوتا ہے کہ آنکھہ کا ڈھیلا دو قسم کی رطوبتوں سے لبریز ہوتا ہے - اول پانی کی طرح ایک سیال رطوبت ' جسکے دو خزانے ہوتے ہیں - اور دونوں خزانوں کے درمیان ایک پردہ سا حائل ہوتا ہے - عربی میں اس رطوبت کو رطوبت مائیہ اور اس حجاب کو قزحیہ کہتے ہیں - انگریزی میں دونوں کو علی الترتیب (Aqueous humours) اور (Iris of eye) کہتے ہیں -

(۴) یہ دوسری رطوبت ہے جو منجمد اور عدسی صورت میں (عدسی صورت میں یعنی دال کی طرح) ایک آبگینی جسم میں پائی جاتی ہے - اسکو عربی میں رطوبت بلوریہ اور انگریزی میں (Vitreoushumours) کہتے ہیں -

(۱) پروفیسر ویلز موجودہ عہد کا مشہور حکیم طبیعی اور مذہب نشو و ارتقاء کا ایک رکن اعظم تھا - دو سال ہوے کہ اس نے انتقال کیا - اسکے حالات الہلال کی چوتھی جلد میں مفصل شائع ہوچکے ہیں -

انسان کے اندر جو کچھہ ہے وہ اسکا نفس ہے - باہر جو کچھہ ہے وہ افاق ہے - قران حکیم نے جا بجا اسے تنبیہ کی ہے کہ اپنے اندر بھی دیکھے اور اپنے سے باہر کو بھی سمجھے - یعنے انفس اور افاق دونوں پر تفکر کرے : وسنریهم ایاتنا فی الافاق و فی انفسهم حتی یتبین لهم انه الحق (۴۲ : ۵۳) عنقریب وہ اللہ کی نشانیاں افاق اور انفس میں یعنے اپنے سے باہر اور اپنے اندر دیکھینگے - یہ مشاهدہ حقیقت اصلی کو انپر کھولدیگا اور وہ پالینگے کہ بلا شبہ دین الہی کی دعوۃ حق ہے - دوسری جگہ زور دیا و فی انفسکم افلا تبصرون - تم اپنے اندر نہیں دیکھتے کہ کیا ہے ؟ اگر تم دیکھو تو تمھیں معلوم ہوجاے کہ شریعۃ الہی کوئی نئی چیز تم سے نہیں چاھتی - تمھاری فطرۃ اصلی ہی کا ظہور خالص چاھتی ہے - اسی کا نام دین قیم ہے -

(استشہاد و طریق استشہاد)

سورۂ والتین نے اسی حقیقت کو بیان کیا ہے اور اسپر شہادت پیش کی ہے - بیان بمنزلۂ دعوے کے ہے ' اور شہادت اسکی دلیل ہے - دعوا تمھیں معلوم ہوچکا : لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم - ہم نے انسان کو بہترین حالت عدل پر پیدا کیا ہے - اب دلیل کا حصہ باقی ہے ' لیکن قبل اسکے کہ دلائل پر نظر ڈالیں ' اسپر غور کرلینا چاھیے کہ اُس غلطی کا اصلی سبب کیا تھا ' جسکو سورۂ والتین دور کرنا چاھتی ہے ؟

اسکا اصلی سبب اعمال انسانی کی رنگا رنگی اور بوقلمونی تھی - انسان نے جب اپنے آپکو دیکھنا چاہا تو اپنی فطرۃ کو نہ دیکھہ سکا کہ وہ محجوب و مستور ہوگئی تھی - اس نے اپنے اعمال و افعال کو دیکھا اور انکے اندر ایک عجیب متضاد اختلاف نظر آیا - اس نے دیکھا کہ نیکی اور بدی دونوں باہم دست و گریباں ہیں - اگر ایک طرف اسکے اندر نیکی و شرافت کے رقیق و لطیف جذبات نظر آتے ہیں ' تو دوسری طرف درندگی و بہیمیت کی خوفناکی بھی نظر آتی ہے - اگر وہ فرشتوں کی طرح محبت و احسان کی آنکھیں رکھتا ہے ' تو بھیڑیوں اور بچھوؤں کی طرح اسکے پاس حرص و غرض کا پنجہ اور خونریزی و سفاکی کی زہریلی ڈنک بھی ہے - اگر ایک طرف پادشاہوں کے زرنگار تخت ' اور حکموں اور فرمانروائیوں کی عظمت و کبریائی نظر آتی ہے جو انسانی عظمت و جلال کی شہادتیں دے رہی ہیں ' تو انہی کے سامنے غلاموں کی پا بزنجیر صفیں بھی دست بستہ کھڑی ہیں جو انسان کو کتے اور بلی سے بھی زیادہ حقیر ثابت کر رہی ہیں ' کیونکہ نہ تو کتے نے اپنے جیسے کتے کے آگے سر جھکایا اور نہ بلی نے کبھی بلی کو سجدہ کیا -

اس نے دیکھا کہ یہی انسان حاکم بھی ہے محکوم بھی ساجد بھی ہے مسجود بھی ' عالم بھی ہے جاهل بھی ' عاقل بھی ہے ابلہ بھی ' نیک بھی ہے بد بھی ' شہنشاهی کا تخت ' حکمرانی کا فرمان ' فتح مندی کی تلوار ' نیکی کی فرشتگی ' اور سچائی کی قدوسیت بھی رہی ہے - اور غلامی کی خاک ' محکومی کی ذلت ' مقتولی کی گردن ' بدی کی شیطنت ' اور شر کی رذالت بھی . اسکے سوا اور کوئی نہیں !

یہی انسان ہے جو رات کو دروازوں پر پاسبانی کرتا ہے تاکہ اسکے ہم جنس گھر کے اندر امن سے سولیں ' اور یہی انسان ہے کہ دوسرے طرف سے آکر مکان میں نقب بھی لگاتا ہے تاکہ اپنے ہم جنسوں کو دکھہ اور نقصان پہنچاے - اگر عبادت گاهوں کے اندر فرشتے نہیں آتے بلکہ انسان ہی ہوتے ہیں ' تو ڈاکوؤں کے جتھوں کے اندر بھی بھیڑیے جمع نہیں ہوتے بلکہ آدم ہی کی اولاد ہوتی ہے -

پس اعمال انسانی کی اس رنگارنگی اور نور و ظلمت کے اس اختلاط کو دیکھکر وہ اس دھوکے میں پڑگیا کہ جس مخلوق کے اعمال کا یہ حال ہے ' اسکی فطرۃ کا بھی یہی حال ہوگا - اگر وہ اپنے اعمال کے اندر نیکی اور بدی اور عظمت و ذلت دونوں رکھتا ہے ' تو اسکی فطرۃ کے اندر بھی نیکی و بدی اور فوز و خسران دونوں ہونگے - اگر وہ اپنے اعمال اور نتائج اعمال کے اندر عظمت کا تخت اور ذلت کی بندگی ' دونوں جلوے دکھلاتا ہے ' تو اپنی فطرۃ کے اندر بھی طاقت و تسلط اور مقہوریت و مخذولیت ' دونوں رکھتا ہوگا -

اس نے اعمال کو دیکھکر فطرۃ کیلیے حکم لگانا چاہا ' اور اسکے افراد کی حالت کو دیکھکر نوع کیلیے فیصلہ کردیا -

اسی غلطی نے اسکے اندر یہ عقیدہ پیدا کیا کہ ہم صرف برائی اور نیکی ہی کیلیے نہیں ہیں جیسا کہ بعض افراد نظر آتے ہیں ' بلکہ حقیر ہونے اور برے رہنے کیلیے بھی ہیں جسطرح کہ اکثر افراد شہادت دیتے ہیں - پس نیکی اور برائی دونوں کیلیے اسمیں ایک مایوس قناعت پیدا ہوگئی ' اور اس غیر صالح قناعت نے عزم اور همت کی پیاس کو بالکل بجھادیا - ایک غلام ساری عمر غلامی اور بندگی میں خوش خوش گذار دیتا ہے ' اور کبھی اسکے اندر یہ احساس پیدا نہیں ہوتا کہ میں بھی ویسا ہی انسان ہوں جیسا میرا آقا ' پھر میں کیوں صرف بندگی کیلیے ہوں اور یہ کیوں آقائی کیلیے ؟ ایک محکوم قوم ویسی ہی خوشی اور سکھہ کے ساتھہ غلامی کی خاک پر لوٹتی ہے ' جسطرح ایک حاکم قوم عزت و عظمت کے تخت پر فرمانروائی کرتی ہے ' اور کبھی اسکے اندر یہ بیقراری نہیں اٹھتی کہ ہم بھی انسان ہیں ' ہمارے پاس بھی وہ سب کچھہ ہے جو ان حاکموں کے پاس ہے ' پھر ہم کیوں ذلت کیلیے ہیں اور یہ کیوں عظمت و فرمانروائی کیلیے ؟ ہزاروں مزدور ہیں جو کارخانوں میں پھرکیوں کی طرح چکر کھاتے ہیں اور اسمیں اتنے ہی خوش ہوتے ہیں جسقدر کارخانہ کا مالک - لیکن کبھی ان میں یہ تڑپ نہیں اٹھتی کہ اگر ہم بھی چاهیں تو کارخانہ کے مزدور کی جگہ کارخانے کے مالک بن سکتے ہیں ' اور یہ کیا ہے کہ ہماری ہی طرح انسان ہمارے مالک بنگئے ؟ پھر اسی طرح دیکھو کہ ہزارها انسان ہیں جو طرح طرح کی بدیوں اور خباثتوں کی گندگیوں میں ڈوبے ہوے ہیں ' مگر کبھی نہیں سونچتے کہ نیک و پاک انسان بھی آخر ہمارے ہی طرح انسان ہیں ' یہ کیوں ہے کہ وہ نیک ہیں مگر ہم نیکی کیلیے جنبش نہیں کرسکتے ؟

ہر طرح کی مثالیں سامنے لاؤ ' اور ادنی و اعلی حالتوں کے اختلاف کے جسقدر پہلو ہوسکتے ہیں ' ان سب پر نظر ڈالو - تم پاؤگے کہ پستی و ذلت اور بدی و شرارت کی ہر زندگی کے اندر ایک باطل قناعت اور قاتل بے حسی پیدا ہوگئی ہے ' اور یہی قناعت و بے حسی قوتوں کو پامال اور انسانیۃ اعلی کی تمام بڑی سے بڑی طاقتوں کو ضائع کر رہی ہے -

اب غور کرو کہ یہ حالت کیوں پیدا ہوئی ؟ اسکا سبب بجز اسکے اور کچھہ نظر نہیں آئیگا کہ چونکہ انسان کے اعمال اور اسکے ثمرات متضاد اور مخلوط ہیں ' اور اکثر حالتوں میں پستی و ناکامی کے نمونے زیادہ ' اور عظمت و کامرانی کے امثال کم ہیں ' اسلیے ہر نامرادی کی حالت میں انسان نے نامرادوں پر نظر ڈالی ' اور ہر برائی کی زندگی میں اس نے بروں کو دیکھا - یعنی نامرادوں کو دیکھکر اپنی نامرادی پر ' گرے ہوؤں کو دیکھکر اپنی گری ہوئی حالت پر ' بروں کو دیکھکر اپنی برائیوں پر وہ ایک طرح کا استدلال کرنے لگا ' اور انسے شہادت لا کر اپنی حالت کو فطری اور لابدی سمجھنے لگا - اس غلط استشہاد نے اسکے اندر غلط قناعت پیدا کی ' اسکے احساس کو فنا کردیا ' اسکی طلب بجھہ گئی ' اور وہ اپنی ذلت و برائی کو اصلی اور شدنی چیز سمجھکر ایک بناوٹی خوشحالی میں مبتلا ہوگیا - غلام کے اندر آقا بننے کا کیوں جوش نہیں اٹھتا ؟ اسلیے کہ وہ اپنے جیسے غلاموں کو دیکھتا ہے اور

ایسے جنگل میں پہنچ جاے جہاں اسے گوشت نہ ملے تو کیا ہوگا ؟ اکثر تو مرجائینگے - کچھہ ایسے سخت جاں ہونگے کہ جی بچینگے - بھوک کی شدت انکے لیے گھانس پتوں کو گوارا کردیگی - وہ سبزی کھانا شروع کردینگے - آنے والی نسلیں اسی عالم میں آنکھہ کھولینگی ' انکے لیے یہ معمولی بات ہوگی - ایک معتدبہ زمانے کے بعد تمام آلات و اعضاء سبعیت و درندگی یعنی بڑے بڑے دانت ' خونخوار پنجے ' قوی اور ھضم کن معدہ ' یہ سب کے سب بوجہ تعطیل و عدم استعمال ازکار رفتہ ہوجائینگے ' اور اسکے بعد یا تو یہ نسل ضعیف ہوتے ہوتے فنا ہوجائیگی ' یا باقی رہیگی مگر بالکل ایک نئے قسم کا شیر بنکر -

گوشت خور (Carnivora) جانوروں کی آنتیں چھوٹی ہوتی ہیں اور نبات خور جانوروں کی لمبی - جب اس جماعت کی کئی نسلیں نباتات خوری کے عالم میں گذرینگی تو انکی آنتیں بھی گوشت خور جانوروں کی طرح لمبی ہوجائینگی - آنتوں کی طرح وہ تمام اعضاء بھی نشو و نما پائینگے ' جنکی گوشت خور زندگی میں ضرورت ہوتی ہے -

اب فرض کرو کہ اس خاندان کے چند اعضاء کسی ایسی جگہ چلے جائیں جہاں انکو غذا صرف پانی میں ملسکتی ہو تو پھر کیا ہوگا؟ سابق کی طرح یہ بھی اسی کے خوگر ہوجائینگے - اب وہ اعضاء بھی مضمحل و افسردہ ہوجائینگے جو نباتات خوری کی زندگی میں بڑھے تھے - جبکہ وہ زمین میں اپنی غذا ڈھونڈھتے تھے - اور انکے بدلے اب وہ اعضاء بڑھینگے جنکی ضرورت اس تیسری زندگی میں ہوگی -

مختصراً یہ کہ جب غذا کا تغیر ایک عرصہ تک جاری رہتا ہے تو اسکے بعد اعضاء میں بھی تغیر ہو جاتا ہے -

مؤثرات خارجیہ سے اعضاء میں تغیرات کا ہونا محض امکان و احتمال یا فرض و تخمین ہی نہیں ہے ' بلکہ ایک ایسا واقعہ ہے جو ایک نوع کے مختلف ممالک میں رہنے والے افراد کے باہمی موازنہ کے وقت صاف نظر آ جاتا ہے ' اور انکار کی گنجایش نہیں رہتی -

یہی وہ قانون طبیعۃ ہے جسکا اصطلاحی نام عربی میں مطابقت اور انگریزی میں (Adaptation) ہے -

کسی نسل کے اسلاف (پہلوں) میں مؤثرات خارجیہ سے جو تغیرات پیدا ہوتے ہیں ' وہ ابتداً عارضی ہوتے ہیں ' مگر ساتھہ ہی آنے والی نسلوں میں برابر مستقل ہوتے رہتے ہیں - جسقدر زمانہ گزرتا جاتا ہے ' اتنے ہی وہ مستحکم اور راسخ ہوتے جاتے ہیں - جب زیادہ مدت گزر جاتی ہے تو پھر یہ تغیرات اسدرجہ راسخ ہوجاتے ہیں کہ دیکھنے والے کو وہ عارضی تغیر کے بدلے جوہری و اصلی معلوم ہوتے ہیں - اور اسی بنا پر ہم کہہ اٹھتے ہیں کہ یہ اصلاً مختلف انواع ہیں -

تمام اختلافات جن کو لوگ اصلی و جوہری سمجھتے ہیں انکی سراغ رسانی کیجاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ در اصل وہ بسیط ' سادہ ' اور عارضی تغیرات تھے جو مؤثرات خارجیہ کیوجہ سے پیدا ہوے تھے - پھر نسلاً بعد نسل دائمی ' راسخ ' مرکب ' اور روز افزوں ہوتے گئے یہی چیز قانون وراثت یا (Heredity) ہے -

تنازع البقاء ' انتخاب طبیعی بقاء اصلح ' مطابقت ' اور وراثت ' یہی چار ستون ہیں جن پر نظریہ ڈارون کی عمارت قائم ہے -

تم نے محسوس کیا ہوگا کہ ڈارون اصناف و انواع کے تعدد کا سرچشمہ زیادہ تر قانون مطابقت اور قانون وراثت ہی کو قرار دیتا ہے -

یہاں تک مذہب نشو و ارتقاء کا خلاصہ بطور تمہید کے بیان کیا گیا - اب ہم دوسرے نمبر میں بتلائینگے کہ " تحول الفجائی " سے مقصود کیا ہے ؟ اور کہاں تک وہ قابل رد یا قابل قبول ہے ؟

اسئلۃ واجوبتھا

تفسیر سورۃ و التین

اقسام القران

(۲)

گذشتہ صحبت میں یہ مسئلہ ایک حد تک واضح ہو چکا کہ سورۃ والتین کا موضوع اصلی فطرۃ صادقۃ انسانی کے شرف و خیریت کا اعلان ہے ' اور یہ بتلاتا ہے کہ انسان نے اپنی حقیقت و فطرۃ کے متعلق جسقدر مایوس فیصلہ کیے ہیں وہ سب غلط ہیں ' نہ تو اللہ نے اسکی فطرۃ کو شر اور بدی کیلیے بنایا ہے اور نہ اسکی حقیقت اسقدر حقیر و ذلیل ہے کہ وہ کائنات ہستی کے ہر وجود و ظہور کے آگے جھک جاے ' اور انکے کرشموں کے سامنے اپنے تئیں حقیر و لاچار سمجھہ لے - اگر وہ اپنی فطرۃ صادقہ کو عمل غیر صالح سے پامال نہ کرے تو وہ دنیا میں بڑی سے بڑی عظمت حاصل کرسکتا ہے -

اس موقعہ پر اسقدر اور سمجھہ لینا چاہیے کہ انسان کا اپنی فطرۃ صادقہ کی حقیقت سے بیخبر رہنا ' در اصل اسکی تمام ناکامیوں کی اصلی جڑ ہے - کائنات عالم کے دائرۂ حقیقت کیلیے اسکا وجود بمنزلۂ ایک نقطۂ و مرکز کے ہے ' پس جب تک انسان اپنے نفس کی حقیقت کو نہیں پائیگا ' وہ تمام عالم کی حقیقت کو نہیں پا سکتا ' اور حقیقت کو نہیں پا سکتا تو اپنی تخلیق کی غرض و مقصد کو بھی پورا نہیں کر سکتا - سب سے پہلی چیز یہ تھی کہ وہ سمجھے کہ دنیا میں جو کچھہ ہے اسکے لیے ہے ' وہ کسی کیلیے نہیں ہے - لیکن اپنے شرف و عظمت اور خیریت و حرمت کے احتجاب نے اس حقیقت تک پہنچنے نہ دیا - وہ کائنات عالم کے ادنے ادنے جلووں سے مرعوب و ہیبت زدہ ہوگیا ' اور سمجھنے لگا کہ جب بجلی کی چمک مجھسے بڑی ہے ' سمندر کا طوفان مجھسے زیادہ قہار ہے ' شیر کا پنجہ مجھسے زیادہ قوی ہے ' ہاتھی کا وجود مجھسے زیادہ عظیم ہے ' حتی کہ مچھر کی ڈنک اور رینگنے والے زہریلے کیڑوں کا زہر بھی میرے لیے سخت خوفناک ہے ' تو پھر میری ہستی کیا ہے اور مجھہ میں کونسی بڑائی ہو سکتی ہے ؟ اسی خیال کا نتیجہ ہے کہ ایک طرف تو اسنے اینٹ اور پتھر تک کی پوجا شروع کردی ' اور دوسری طرف اپنے وجود کو اسقدر ذلیل سمجھہ لیا کہ جھکنے ' گرنے ' لوٹنے ' پوجنے ' اور بندگی کرنے کے لیے اسکے اندر ایک قوی اور دائمی استعداد پیدا ہوگئی - اس صناعی و خارجی ضلالت سے ہر قوۃ نے غیر فطری فائدہ اٹھایا ' اور جب چاہا ایک ادنی کرشمۂ قوت دکھلا کر اسکے جسم و دماغ کو اپنے آگے جھکا دیا -

تحقیر و تذلیل نفس انسانی کی یہ انتہائی حالت اسی کا نتیجہ تھی کہ اس نے اپنی فطرۃ کی خیریت کو نہ سمجھا اور ہمیشہ اسکے خلاف فیصلہ کیا - اس نے چارپایوں کو دیکھا اور سانپوں اور بھیڑیوں کی درندگی و خوفناکی پر نظر ڈالی ' پھر اسی طرح اپنی نسبت بھی فیصلہ کرلیا کہ اسمیں بدی اور بہیمیت کے سوا کچھہ نہیں ہے ' اور اگر نیکی کا کوئی جزء ہے بھی ' تو وہ بدی کے ساتھہ ممزوج و مخلوط یعنی ملا جلا ہے -

یہ تنزل انسانی کی اصلی علت اور انسانیۃ اعلی اور خلقۃ کبری کی گم شدگی تھی - سورۃ والتین نے اسی کا سراغ بتلایا ہے - پس فی الحقیقت اسکا موضوع انسانیۃ اعلی کا اعلان ہے -

لقد خلقنا الانسان في احسن تقويم - ثم رددناه اسفل سافلين - الا الذين آمنوا و عملوا الصالحات فلهم اجر غير ممنون ' فما يكذبك بعد بالدين ! اليس الله باحكم الحاكمين -

انسان کو بہترین حالت عدل پر پیدا کیا - پھر اسکو بد سے بدتر حالت میں پھینک دیا - مگر وہ لوگ کہ ایمان لائے اور عمل صالح کیے تو انکے اعمال کے نتائج صرف بہتری هی کیلیے هیں - انکے عمل صالح کا بدلہ کبھی منقطع نہوگا - همیشه پھل دیگا - پس اس حقیقت کے سمجھہ لینے کے بعد کون ہے جو اعمال کے نتائج سے انکار کریگا ' اور اس بارے میں رسول کی تعلیم کو جھٹلائیگا ؟ کیا سب سے بڑا حکم کرنے والا خدا هی نہیں ہے جسکے قانون جزا و سزا میں کبھی تبدیلی نہیں هو سکتی ؟

(تفصیـــل استشهـــاد)

حضرة نوح علیه السلام کے بعد دین الہی کا سلسله حضرة ابراهیم خلیل الله علیه السلام سے شروع هوتا ہے' اور ظہور اسلام اسی کا آخری مکمل ظہور ہے - حضرة ابراهیم کی نسل سے بنو اسرائیل پیدا هوے جنکے احیاء کیلیے حضرة موسی کی دعوة کا ظہور هوا اور انھوں نے بنو اسرائیل کو مصریوں کی غلامی سے نکال کر عزت و خلافت کے درجه پر پہنچا دیا-انکے بعد جب بنو اسرائیل نے پھر الله کے احکام سے سرتابی کی اور اصلاح کی جگه افساد کا طریق اختیار کیا تو روز بروز تنزل و تسفل میں مبتلا هونے لگے ' پس انبیاء مجددین کا سلسله شروع هوا اور وہ یکے بعد دیگرے اصلاح کرتے رہے - لیکن سلسلۂ تنزل بھی برابر بڑھتا گیا - حتی که وراثت ارضی سے بنو اسرائیل محروم هوگئے اور انپر یکسر تباهی و بربادی طاری هوگئی - اسوقت حضرت عیسی علیه السلام کی دعوة کا ظہور هوا ' جن پر چند غریب اور فاقه مست انسان ایمان لاے ' لیکن الله نے انهی غریب مچھیروں اور فقیروں کو یه درجه دیا که انکی دعوة و تبلیغ عالم میں پھیلی ' اور تمام روم و یونان میں مسیحی مذهب پھیل گیا -

پس انسان کے اعمال عظیمه و صالحه کے ان مظاهر کے تین قریبی درجے هوے :

(۱) دین الہی کی وہ بنیاد جو بیابان حجاز میں حضرة ابراهیم و اسماعیل علیهما السلام نے ڈالی ' اور اسکی اینٹیں رکھتے هوے امة مسلمه کے ظہور کی دعا مانگی :

و اذ یرفع ابراهیم القواعد من البیت و اسماعیل : ربنا تقبـــل منا انك انت السمیع العلیم ! (۲ : ۱۲۱)

اور جب حضرة ابراهیم و حضرة اسماعیل خانه کعبه کی بنیادیں رکھہ رہے تھے' تو انکی زبانوں پر یه پاک دعا جاری تھی : اے پروردگار ! همارے اس کام کو قبول کرلے - تو دعاؤں کا سننے والا ہے اور تو هماری نیتوں کو خوب جاننے والا ہے !

الله تعالی نے اس دعا کو قبول کیا ' نسل اسماعیلی سے امة مسلمه کا ظہور هوا' اور وہ آخری معلم ربانی آگیا جس نے تعلیم کتاب و حکمت اور تربیت و تزکیۂ الہی سے جماعة مومنین پیدا کردی -

(۲) دعوة موسوی کی وہ روشنی جو طور سینا پر چمکی اور وادی ایمن کے بقعه مبارکه سے " انی انا اللــه رب العـــالمیـن " کی صداء حق آئی :

فلما اتاها نودی من شاطی الواد الایمـن فی البقعـــة المبـــارکـة من الشجـرة ان یا موسی ! انی انا اللـــه رب العالمین ! !

پس جب موسی کوہ طور کے پاس پہنچے تو وادی ایمن کے کنارے که زمین کا ایک مبارک حصه تھا ' درخت سے ندا آئی : اے موسی ! میں هوں تمام جہانوں کا پروردگار !

یہی کوہ طور کی وادی ایمن کی روشنی تھی جس نے بنو اسرائیل کو ظلمت تنزل و تسفل سے نجات دلائی ' اور عظمت و رافت الہی کے درجه تک مرتفع کیا -

(۳) دعوة مسیحی کا وہ ظہور جو سلسلۂ اسرائیلی کا آخری ظہور تھا اور جو بیت المقدس کی سر زمین میں هوا :

فامنت طائفة من بنی اسرائیل و کفرت طائفة فایدنا الذین امنوا علی عدوهم فاصبحوا ظاهرین !

پس بنو اسرائیل کی ایک جماعت اسپر ایمان لائی اور ایک جماعت نے انکار کیا - مومنوں کو هم نے انکے دشمنوں کے مقابلے میں مدد دی - نتیجه یه نکلا که ایمان والوں کی کامیابی اور فتح مندی ظاهر هوگئی -

قرآن حکیم کی مخاطب جو جماعتیں تھیں' انکی معلومات میں بھی انسانی عظمت و قدوسیت کے بالاتفاق یہی تین جلوے تھے - اهل کتاب حضرة موسی اور حضرة عیسی علیه السلام کے نام لیوا تھے ' اور مشرکین مکه کا بڑا ادعائی شرف یه تھا که اپنے تئیں حضرة ابراهیم کی طرف منسوب کریں -

پس سورۂ والتین میں سعادت انسانی کے انهی تین ظہوروں سے انسان کی فطرة صالحه و عظمت و شرف پر شہادت لائی گئی ہے - "تین اور زیتون" سے مقصود سر زمین شام ہے جہاں حضرة عیسی کا ظہور هوا اور جو تمام انبیاء مجددین اسرائیل کا مقام ظہور ہے ' "طور سینین" سے اشارہ دعوة موسوی کی طرف ہے جسکی تجلی کا مطلع اسی مقدس پہاڑ کا دامن تھا - "بلد امین" یعنی همیشه امن میں رهنے والا گھر خانۂ کعبه ہے ' اور اسمیں اشارہ حضرة ابراهیم کی دعوة موسسۂ ابراهیمیه اور اسکے نتائج کی طرف ہے -

استشهاد کی ترتیب شاخ سے اصل کی طرف ' نسل سے مورث کی طرف ' فاضل سے افضل کی طرف ' اور حسن سے احسن کی طرف ہے - یعنی ظہور سعادت انسانی کے اس سلسله میں افضل ترین بنیادی مرتبه دعوة ابراهیمی کا ہے - اسکے بعد مرتبۂ قیام شریعت موسوی کا' اسکے بعد مرتبۂ تجدید انبیاء بنی اسرائیل کا عموماً اور حضرة عیسی کا خصوصاً - (علی بنینا و علیهم الصلواة و السلام)

پس ترتیب جڑ سے شاخ کی طرف نہیں ہے ' بلکه شاخ سے جڑ کی طرف ہے اور اسمیں بالترتیب تینوں درجوں کے مراتب یکے بعد دیگرے ملحوظ رکھے گئے هیں - چونکه سب سے آخری ظہور مسیحی سب سے زیادہ قریب تھا ' اسلیے سب سے پہلے اوسکا ذکر کیا گیا ' اسکے بعد اس سے اعلی مرتبه دعوة موسوی کا تھا' پس اسکا ذکر کیا ' پھر سب سے اعلی ترین مرتبه بمنزلۂ اصل و حقیقة الحقائق کے مقام خلت کبری حضرة ابراهیم کا تھا' پس اسپر مدارج ثلاثه ختم هوگئے -

(تین و زیتون)

" تین و زیتون " سے سر زمین شام کا مراد لینا بالکل واضح ہے :

(۱) " طور سینا " اور " بلد امین " دونوں میں اشارہ اُس سرزمین کی طرف کیا گیا ہے جہاں ان کی دعوتوں کا ظہور هوا - پس معلوم هوا که اس سورة میں سرزمین کی طرف اشارہ کرکے اس سرزمین کی مشہور دعوة و امة کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے - اس بنا پر "تین و زیتون" میں بھی اشارہ کسی سرزمین هی کی طرف هوگا جیسا که ما بعد کی دو شہادتوں میں ہے -

(۲) دنیا کی تمام سرزمینوں میں اُس وقت بھی جبکه قرآن حکیم نازل هوا ' اور اب بھی جبکه ملکوں کی طبعی پیداوار کی فہرست همارے سامنے موجود ہے ' انجیر اور زیتون ایک مخصوص پیداوار سرزمین شام کی ہے - جس کثرت کے ساتھه اور جسقدر اعلی درجه کی یه دونوں چیزیں وهاں هوتی هیں ' کہیں نہیں هوتیں - زیتون کا تیل شام کی عام غذا ہے - گھی کی جگه عام طور پر اسی کو استعمال کرتے هیں - عیسائیوں کے بڑے بڑے

سمجھتا ہے کہ یہ صرف میرے ہی لیے نہیں ہے بلکہ سب کیلیے ہے ' اور اسلیے ایک قدرتی چیز ہے جسپر صرف صبر ہی کرلینا چاہیے - پس اس نے غلاموں پر نظر ڈالی اور غلاموں سے اپنی غلامی پر شہادت لایا - اگر وہ غلاموں کی جگہ آقاؤں کو دیکھتا اور ان سے شہادت لیتا کہ آخر وہ بھی تو انسان ہی ہیں اور اسی کرۂ ارضی کی پیٹھہ پر بستے ہیں ' تو فوراً اسکا احساس مردہ زندہ ہوجاتا ' اور اپنی فطرۃ کے شرف و خیریت کو پا لیتا - ایک مزدور کیوں اسی میں خوش ہے کہ آٹھہ گھنٹے کی محنت کے معاوضہ میں صرف ایک روٹی پاے ؟ اسلیے کہ وہ اپنی ادنی حالت کیلیے اپنے ہی جیسی ادنی حالت کے مزدوروں کو دیکھتا اور انسے استشہاد کرتا ہے ' اگر وہ انسے استشہاد کرتا جنکی وہ مزدوری کرتا ہے تو اسکے اندر بھی ولولۂ عزم و طلب پیدا ہوتا - ایک بد انسان کس طرح برائی میں اپنے اندر تسکین و قناعت پیدا کرلیتا ہے ؟ اسلیے کہ وہ بدوں ہی کو دیکھتا ہے ' اور انہی سے استشہاد کر کے سمجھہ لیتا ہے کہ انسان اسلیے بھی بنایا گیا ہے کہ برائی کرے جیسا کہ سب کررہے ہیں ' اور جب سب کررہے ہیں تو وہاں ایک اور سہی :

بیسا کہ رونق ایں کارخانہ کم نسود
ز زھد همچو توئی یا بہ فسق همچو منی !

پس حاصل مبحث یہ ہے کہ انسان نے فطرۃ انسانی کی حقدس و خیریت کے سمجھنے میں غلطی کی اسلیے کہ اس نے :

(۱) اعمال انسانی کو خیر و شر اور عظمت و ذلت کا مجموعہ دیکھا -

(۲) پس وہ سمجھا کہ انسان کی فطرۃ میں بھی خیر و شر اور ذلت و عظمت دونوں ہیں -

(۳) اس نے اعمال کی راہ سے فطرۃ کو دیکھنا چاہا اور افراد کی حالت کو دیکھکر نوع کو بھی اسی پر قیاس کرلیا -

(۴) اسی اعتقاد کا اثر اسکے تمام اعمال حیات میں پڑا - جب اس نے انسانی فطرۃ کو خیر و شر کا مجموعہ سمجھہ لیا تو اسکے اندر شر و تسفل کی حالت میں ایک گمراہ قناعت پیدا ہوگئی - وہ سمجھنے لگا کہ جب برائی فطرۃ ہی میں ہے تو نیکی کا نہونا کوئی ایسی چیز نہیں جسپر افسوس کیا جاے ' اور جسکے لیے اچھنبا ہو -

اسکی یہ حالت دراصل ایک استشہاد و استدلال ہے جو وہ تمام ادنی و سافل حالتوں کے افراد سے کرتا ' اور عموماً اعمال شر و تسفل کو اپنے سامنے لاتا ہے -

(سورۂ والتین کے مطالب کی ترتیب)

سورۂ والتین کا موضوع ' اور مسئلۂ خیر و شر فطرۃ کے متعلق انسان کی غلطی کے اصلی اسباب معلوم ہوگئے - اب دیکھو کہ سورۂ والتین نے اس حقیقت کے اظہار و ثبوت کیلیے مطالب کی ترتیب کیا اختیار کی ہے ؟

(۱) اس نے دعوا کیا کہ انسان کی فطرۃ ہم نے نیک و صالح پیدا کی ہے - وہ صرف شرف و عظمت کیلیے ہے - اسکو بہترین حالت عدل پر ہم نے پیدا کیا ہے اور عدل ہی خیر کی حقیقت ہے : لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم -

(۲) ساتھہ ہی اس نے اس غلطی کا ازالہ کیا جسکی وجہ سے انسان نے اپنی فطرۃ کے متعلق ایسی عظیم الشان غلطی کی - اسکی بڑی غلطی یہ تھی کہ وہ انسان کی فطرۃ کے معلوم کرنے کیلیے انسان کے اعمال کو دیکھتا ہے ' اور برے انسانوں کو دیکھکر فطرۃ کی برائی پر استشہاد کرتا ہے - پس سورۂ والتین نے انسانی اعمال کی عظمت و جبروت کیلیے انسان کی عظمت و شرف سے استشہاد کیا ' اور یہ کہا کہ تم برے ہوؤں کو دیکھکر اپنی فطرۃ کو کیوں گرا ہوا سمجھتے ہو ؟ انکو نہیں دیکھتے جو گرنے کی جگہ بلند ہوے ؟ یہ لوگ جو فطرۃ صادقہ کو قائم رکھکر بلند ہوے ' وہی لوگ ہیں جنکی طرف و التین و الزیتون ' و طور سینین ' و ھذ البلد الامین کے تین جملوں میں اشارہ کیا گیا ہے - اور یہی وہ انعام یافتۂ الہی گروہ ہیں جنکی راہ صراط مستقیم ہے اور جنکی راہ کی طلب سورہ فاتحہ میں سکھلائی گئی ہے : صراط الذین انعمت علیہم انکی راہ جن پر خدا نے انعام کیا - یہی حزب اللہ ہے - یہی اولیاء اللہ ہیں - یہی خیر البریہ ہیں ' یہی البصیر ہیں ' اور یہی اصحاب الجنۃ ہیں -

(۳) رہا اعمال انسانی کی بو قلمونی اور خیر و شر کا سوال تو یہ اسلیے نہیں ہے کہ انسان کی فطرۃ برائی ہے - اسکی فطرۃ تو عدل و خیر ہی ہے ' البتہ وہ جب اسکو ضائع کردیتا ہے اور اعمال سافلہ میں مبتلا ہوجاتا ہے تو جس طرح اسکی خلقت سب سے اعلی تھی ' اسی طرح اسکا اکتساب عمل اسکو سب سے زیادہ ادنی بھی بنا دیتا ہے - حتی کہ اپنی حقیقت انسانی کو مسخ کرکے بسا اوقات چارپایوں اور درندوں سے بھی بد تر ہو جاتا ہے - تم یہ حالت مسخ دیکھکر کہتے ہو کہ یہ فطرۃ ہے ' مگر نہیں سمجھتے کہ فطرۃ نہیں ' خارج کا کسب و عمل ہے - پس اعمال انسانی میں خیر و شر اور عظمت و تسفل جو تمہیں نظر آتا ہے ' اس میں تفریق کرو - نیکی و عظمت اسکی خلقت ہے ' اور شر و تسفل اسکی ضلالت عمل اور ضیاع فطرۃ - یہ اسکا عمل ہی ہے جس نے اسے چارپایوں سے بھی بدتر بنا دیا ہے : ثم رددناہ اسفل سافلین - اسفل سافلین یعنی ادنی سے بھی ادنی تر حالت تک گرے ہوے وہی ہیں جنکا نام مغضوب اور ضالین ہے - پھر حزب الشیطان ' اولیاء الطاغوۃ ' شر البریہ ' الاعمی ' اور اصحاب النار بھی وہی ہیں -

(۴) یہ غلطی اسلیے ہے کہ تم اللہ کے قانون جزا و مکافات سے بیخبر ہو - اسکا قانون ہے کہ ہر بیج پھل لاتا ' اور اسی طرح انسان کا ہر عمل ایک نتیجہ پیدا کرتا ہے - زہر جب کھایا جایگا انسان مریگا ' اور معصیت جب کبھی کی جائیگی عذاب آیگا - پس اعمال کے جزا ہی سے تمام نتائج پیدا ہوتے ہیں - اگر تمہارے اعمال فطرۃ صالحہ یعنی دین الہی کے مطابق ہیں اور تم نے اس کو ضائع نہیں کیا ہے ' تو تم اپنے فطری بڑائی اور نیکی حاصل کروگے ' اگر تم نے ضائع کردیا تو پھر تم مسخ ہوجاؤگے اور تم سے برا جانور زمین کی پیٹھہ پر اور کوئی نہ ہوگا - جانور نے اپنی اصلی فطرۃ کو ضائع نہیں کیا - وہ سافل ہے - تم نے اپنی فطرۃ ہی کو ضائع کردیا ' پس تم سافلوں سے بھی اسفل اور بد سے بھی بدتر ہوگئے !

(۵) پس جن لوگوں نے اپنی فطرۃ کو عمل غیر صالح سے ضائع کردیا وہ انسانیۃ سے گرگئے ' مگر جنھوں نے ایمان باللہ سے انکار نہ کیا اور ایسے اعمال اختیار کیے جو صالح ہیں اور اسلیے نور فطرۃ کو قائم رکھنے والے اور چمکانے والے ہیں ' سو وہ اعلی سے اعلی مراتب انسانیۃ تک فائز ہوے ' اور ہمیشہ ایسا ہی ہوگا - اس دوسری جماعت کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ انکے عمل صالح کا درخت ہمیشہ پھل دیگا - انکے نتائج حقہ کی برکتیں اور نعمتیں کبھی بھی ختم نہونگی - وہ اسفل سافلین کی حالت میں نہونگے کہ فنا اور ہلاکت انپر طاری ہو - وہ " شجرۂ خبیثہ " نہیں ہیں ' " شجرہ طیبہ " ہیں - لہذا فرمایا : فلہم اجر غیر ممنون !

(اصل تفسیر)

اب اصل سورۃ کی یکجا تلاوت کرو :

و التین و الزیتون ' و طور سینین و ھذالبلد الامین - انجیر اور زیتون ' طور سینا ' اور مکہ معظمہ شاہد ہیں کہ بلا شبہ ہم نے

خواطر فی الاسلام

تاریخ مدنیۂ اسلامیہ کا ایک سرسری دور

اردو زبان میں ابتک کوئی کتاب ایسی نہیں ... جسمیں اختصار کے ساتھہ تاریخ اسلام کے مختلف دوروں پر نظر ڈالی گئی ہو، اور فلسفۂ تاریخ کے اصول پر علل و اسباب عروج و زوال سے بحث کی گئی ہو -

عربی زبان کی جدید مطبوعات میں ایک کتاب "خواطر فی الاسلام" ہے جسکو عطا حسنی بک نامی ایک جدید تعلیم یافتہ مصری نے تصنیف کیا ہے - کتاب کا موضوع تقریباً وہی ہے جسکی طرف سطور بالا میں اشارہ کیا گیا، البتہ طرز بحث و نظر زیادہ دقیق اور بلند نہیں ہے اور یہ حال عصر کی تمام تصنیفات کا ہے - یوں سمجھنا چاہیے کہ اپنے موضوع میں ایک ابتدائی درجہ کی مگر دلچسپ کتاب ہے -

پچھلے دنوں مجھے خیال ہوا تھا کہ بحالت موجودہ اگر اسی کا اردو ترجمہ شائع ہوجاے تو بہتر ہے - چنانچہ ایک اہل قلم نے میری خواہش پر اسکا ترجمہ شروع کردیا اور اب قریب الاختتام ہے - کتاب میں بالترتیب تمام اسلامی دوروں پر نظر ڈالی گئی ہے - آجکی اشاعت میں بضمن مختارات اٹھارویں فصل کا ترجمہ شائع کیا جاتا ہے جو خلافۃ راشدہ کے دور کیلیے بطور تمہید کے ہے - آیندہ اشاعت میں انیسویں فصل شائع ہوگی اور وہی اصل بحث اور اسلیے زیادہ اہم و دلچسپ ہے -

فصل هژدهم

اسلامی دور اول

اسلام کا پہلا دور حروب و فتوحات کی رزمگاہ ہے - مسلمانوں نے جہاد فی سبیل اللہ کے حکم عام پر عمل کیا، اور توفیق الہی انکی حلیف تھی - اسلیے کوئی قلعہ نہ تھا جو انکی انگلیوں کے اشاروں پر فتح نہ ہوا ہو، اور کوئی ملک نہ تھا جس نے اسلامی حرکت سیاسی کے سامنے اپنی گردن نہ جھکا دی ہو -

اسلام وہ پہلی سلطنت ہے جس نے انسانوں سے انسانیۃ کیلیے جنگ کی، اور اقوام عالم کو یہ جتلادیا کہ فاتح مسلمان اپنے مغلوب دشمن پر رحم کرتے ہیں - اور جب انکا مقابل تابع و فرمان بردار ہوجاے، تو وہ اوسکے ساتھہ رحیمانہ نرمی کے سلوک سے پیش آتے ہیں - خواہ وہ لڑنے سے پہلے صرف رعب اسلام سے مرعوب ہوکر اطاعت گذار ہوا ہو، یا جنگ کے بعد شکست کھاکر -

اس سے پہلے یہ قاعدہ تھا کہ جب ایک بادشاہ دوسرے پر غالب آتا تو وہ اپنے مقابل کو قتل کر ڈالتا یا اسکو قید کر لیتا تھا - اور اسکے ساتھہ اسکے ننھے بچوں اور حجلہ نشیں شہزادیوں کا بھی وہی حال ہوتا جو انکے بدقسمت بادشاہ کا ہوتا - مفتوحہ جس طرح شہر کے رہنے والے گھر لوٹے جاتے، انکی عورتوں کو بھی قید کیا جاتا، اور بچوں کو ظالم فاتح عموماً تہ تیغ کر دیتے - یہی تباہی شاہی حرم سرا پر بھی آتی تھی - مورخوں نے بکثرت ایسے واقعات بیان کیے ہیں جنکے ذکر سے ہمارے جسم کانپ اٹھتے ہیں اور انکے سننے سے کان بہرے ہوجاتے ہیں - اسی طرح یہ واقعہ بھی معلوم ہے کہ اوس مقابل کے ساتھہ جو بلا لڑے ہتھیار ڈالدیتا اور مطیع و منقاد ہوجاتا - نیز اوس دشمن میں جو جنگ کے بعد زیر ہوا ہو اور اس میں جو بعد جنگ کے مطیع ہوتا ہو، کوئی فرق نہ تھا، اور سب کی عزت و ناموس کا خاتمہ یکساں طور پر کیا جاتا - ان بیرحموں کو نہ تو شہزادیوں کی عصمت دری پر رحم آتا اور نہ شہزادوں کی جوانی پر -

اس قسم کے واقعات سے ہم کتاب کو طوالت دینا نہیں چاہتے - اگر قبل از اسلام کے زمانہ پر تم نظر ڈالوگے تو وہ اس قسم کے ہیبتناک حوادث سے سیاہ نظر آئیگا - دولت شرقیہ، حکومت رومانیہ، اور سلطنت فارس کے عہد پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ اس زمانہ کی تاریخ ان ہولناک جنگوں کے خون سے رنگی ہوئی ہے جنمیں یہ سلطنتیں مبتلا ہوئیں - لیکن ہمیشہ فتح کے بعد انہوں نے اپنے بدقسمت مفتوح حریفوں کو ایسی ایسی وحشت ناک سزائیں دیں کہ ان پر زمانہ ابتک اشک ریز ہے اور ہمیشہ رہیگا -

وہ مسلمان ہی ہیں جنہوں نے فتح کا قدم اس حالت میں آگے بڑھایا کہ ہاتھوں میں قرآن اور سر پر لواء اسلام تھا - اور اسلیے اسلامی فتوحات کا مقصد سواے اسکے کچھہ نہ تھا کہ اشاعۃ کلمۂ عدل و حق ہو، اور انسانیۃ راحت تامہ اور سعادت کاملہ سے مستفید ہو - مسلمانوں نے انسانوں کو استبداد کے پنجوں سے چھڑایا، حریت کی روح پرور ہوا سے پالا، اور غارتگر دشمنوں سے انکو محفوظ و مامون رکھا - غرض مسلمانوں کی فتح انسانیۃ کی خادم تھی - اہل عقل و صاحب سیاسۃ کیلیے یہی وہ عقدہ تھا جسکو اسلام نے حل کیا، اور یہی وہ روشن دلیل تھی جس نے ظاہر کردیا کہ دین حنیف کی وہ اعجاز آفریں تاثیر کیا تھی جس نے عالم کے قلوب کو اپنی طرف مائل کرلیا تھا اور وحشت مزاجوں کو نرم دل اور جاہلوں کو مدنیۃ آباد بنا دیا تھا -

اس موقعہ پر یہ ضروری ہے کہ صرف مدنیۃ نصرانیۃ سے بحث کی جاے - لہذا اسکے لیے مثلاً اوس زمانہ فترۃ کو پیش نظر رکھنا چاہیے جو بت پرست اقوام پر غلبۂ نصاری کے بعد سے شروع ہوا، اور ظہور اسلام تک رہا - یعنی سنہ ۳۰۶ ع سے (جبکہ شاہ قسطنطین نصرانی ہوگیا تھا) سنہ ۶۲۲ ع تک جو نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کا سنہ ہجرت ہے - اسوقت شرقی سلطنت کے نصرانی تاجدار یا تو مذہب کے سایہ میں برسر حکومت تھے یا خود حکومت مذہب پر سایہ افگن تھی - زمانۂ فترہ کی تاریخ کلیسا ہمکو بتاتی ہے کہ عیسائیۃ اسوقت فساد کی جڑ اور انسانیۃ کشی کا ٹھکانا تھی جسکے حاملین کا صرف یہ کام تھا کہ بعض بعض پر لعنتوں کے تبر برسایا کریں اور قوی ضعیف کو بیرحمی و بیدردی سے قتل کرڈالے جیسا کہ ہم پہلے بتفصیل تحریر کرآے ہیں - مشرقی مسیحی سلطنت کی شام، مصر و فارس کی لڑائیاں جو اس قرن

مذهبي اعمال کا ابتک یه ایک مقدس جزء هے - انکے تمام مذهبي رسوم میں اسي تیل کو " مقدس تیل " کها جاتا هے - روم کے تمام عیسائي پادشاہ جب تخت نشیں هوتے تهے' تو مقدس تیل انکے سینے پر لگایا جاتا تها اور کهتے تهے که یه حضرة سلیمان کا اتباع هے - آجتک تاج پوشي کي رسم میں ایک پیالي روغن زیتون کي بهي رکهي جاتي هے - قطع نظر ان تمام خصوصیات کے' اس سے تو کوئي انکار نهیں کرسکتا که تمام عرب میں یه دو چیزیں شام کي مخصوص و ممتاز پیداوار سمجهي جاتي تهیں' اور اسقدر مشهور تهیں نه بچه بچه جانتا تها - اشاره کیلیے یه کافي هے -

(۳) پس جب تین و زیتون کا اشاره بهي کسي ملک کي طرف هونا چاهیے اور وہ شام کے سوا اور کوئي نهیں هوسکتا' تو پهر یه ظاهر هے که شام کا سب سے بڑا آخري ظهور حضرة عیسی کي دعوة هے' اور ساتهه هي یه سر زمین تمام اسرائيلي انبیاء مجددین کے ظهور کا بهي گهر هے -

نیز چونکه اسکے بعد هي دعوة موسوي کي طرف اشاره موجود هے' اسلیے ربط بهي یهي چاهتا هے که حضرة عیسی کي دعوة کي طرف بهي اشاره هو -

(۴) سب سے زیاده یه که تین اور زیتون کي تفسیر سے متعلق صحابۂ کرام و تابعین عظام رضوان الله علیهم اجمعین کي جو روایات موجود هیں' ان سب پر مجموعي نظر ڈالنے کے بعد یهي تفسیر مرجح ثابت هوتي هے' اور قرآن حکیم کي سب سے زیاده صحیح تفسیر وهي هے جو صحابه کي تفسیر سے مطابق هو که انکے علوم حامل وحي سے براہ راست ماخوذ تهے -

امام ابن جریر طبري نے تمام روایتیں جمع کردي هیں - انپر نظر ڈالو - سب سے پہلے حضرة کعب کا ایک قول سامنے آتا هے که " التین مسجد دمشق و الزیتون بیت المقدس " تین مسجد دمشق هے اور زیتون بیت المقدس - پهر حضرت عبد الله ابن عباس کي نسبت سے اس قول کي شهرت ثابت هوتي هے که " الزیتون بیت المقدس " یعني زیتون بیت المقدس هے -

لیکن اسکے بعد بعض کبار تابعین کي تصریحات آتي هیں جنهوں نے اس امر پر زور دیا هے که " هو تینکم و زیتونکم " - یعني تین اور زیتون سے یهي انجیر اور زیتون مراد هے جو تم استعمال کرتے هو - اور کوئي چیز مقصود نهیں هے - حضرة حسن' عکرمه' مجاهد' قتاده وغیره سب نے یهي کها هے -

اب ان دونوں تفسیروں کو جمع کرو - جن صحابه سے اس قول کو شهرت هوئي که تین اور زیتون سے مراد مسجد دمشق اور بیت المقدس هے' انکا مقصود یه نه تها که دمشق کي کسي عمارت کا نام تین هے اور بیت المقدس کا نام زیتون' بلکه یه واضح کرنا تها که تین و زیتون میں اشاره سر زمین شام کي طرف هے' کیونکه وهاں ان دو چیزوں کي پیداوار بکثرت هوتي هے اور یه اسکے خصائص میں سے هیں - پس " زیتون یعني بیت المقدس " سے مطلب یه تها که زیتون میں اشاره بیت المقدس کي طرف هے -

لیکن بهت سے لوگوں کو اسمیں غلطي هوئي اور انهوں نے یه سمجهه لیا که طور سینا کي طرح زیتون بهي بیت المقدس کے کسي پهاڑ کا نام هے - اور پهر طرح طرح کي مزید تاویلیں اسمیں هوگئیں - یه حال دیکهکر بعض اجلۂ تابعین نے غلطي کو رفع کرنا چاها' اور زور دیکر کها که " هو تینکم و زیتونکم " تین اور زیتون کسي پهاڑ یا ملک کا نام نهیں هے - وہ بهي انجیر اور زیتون کا درخت هے جو تم استعمال کرتے هو - گویا انهوں نے واضح کیا که تین و زیتون سے اسکي جاے پیدایش مقصود هے - یه نهیں که خود اس سر زمین کا نام هي تین و زیتون هو -

چنانچه امام ابن جریر کا بهي قریب قریب یهي خیال هے - تمام روایتیں جمع کرکے لکهتے هیں :

و الصواب من القول في ذالك عندنا من قال التين هو التين الذي يوكل و الزيتون هو الزيتون الذي يعصر منه الزيت لان ذالك هو المعروف عند العرب .... الا ان يقول قائل اقسم ربنا بالتين و الزيتون - و المراد من الكلام القسم بمنابت التين و منابت زيتون فيكون ذالك مذهبا - (جلد ۳۰ : ۱۵۴)	اس بارے میں همارے نزدیک انهی لوگوں کا قول ٹهیک هے جنهوں نے کها که تین وهي تین هے جو کهایا جاتا هے' اور زیتون وهي درخت هے جس سے تیل نکلتا هے - کیونکه عرب میں یه معروف تها - اور اس نام کے کسي پهاڑ کو وہ نهیں جانتے تهے - هاں یه هو سکتا هے که ایک شخص کهے که الله نے تین اور زیتون کي قسم کهائي مگر مقصود اس سے تین و زیتون کي پیدایش کے مقامات کي قسم کهانا هے - سو اگر یه کها جاے تو یه ایک مذهب هو گا -

اس سے معلوم هوا که جو لوگ تین و زیتون سے یهي پهل اور درخت مراد لیتے هیں' انکو صرف اس سے انکار هے که کسي ملک یا پهاڑ کا نام تین و زیتون نهیں هے' اور یه بالکل صحیح هے - لیکن اس سے وہ انکار نهیں کرتے که ان چیزوں سے ان چیزوں کي پیدایش کي سر زمین مراد نه هو -

(احســـن تقــویم)

" احسن تقویم " میں " تقویم " ٹهیک ٹهیک بمعني تعدیل کے هے - یعنے هم نے انسان کو بهترین قوام و عدل پر پیدا کیا - تعدیل خلقت میں جسم اور فطرة' ظاهر و باطن' سب داخل هیں - اور جن صحابه و تابعین سے " في اعدل خلق و احسن صورة " بکثرت منقول هے' اور نیز جو صحابه استقامت صورت و جسم کو پیش کرکے حقیقت تعدیل خلقت کو سمجهانا چاهتے هیں' ان سب کا مقصود بهي تعدیل فطرة هے اور اس بارے میں کوئي اختلاف نهیں - کسي نے کها که انسان کا قد دیکهو' کسي نے کها جسم کا تناسب دیکهو' کوئي اور آگے بڑها اور کها که خلقت کي تعدیل معنوي پر بهي نظر ڈالو - تعدیل کا ایک بڑا نمونه انسان کا قد هے' اسکي بڑي نمود اسکے تناسب اعضاء و جسم میں هے' اور پهر اسکي فطرة عدل و قوام مستقیم پر پیدا کي گئي هے - پس سب نے ایک هي حقیقت کو واضح کیا اور اسیکو مختلف تعبیرات سے سمجهانا چاها -

---

الهـــلال کی مـــکمل جـــلدیں

آخــــري فـــرصـت

الهـــلال کي مکمل جلدیں اب قریب ختم هوگئي هیں - صرف دو اور تین جلد کے چند مکمل نسخے باقي هیں بظاهر امید نهیں که پهر دوباره مجلدات الهـــلال طبع هوسکیں - اسلیے ارباب ذوق اس آخري مهلت سے فائده اٹهائیں اور اگر طلب هو تو دفتر سے منگوالیں - هر نسخه مجلد هے - مع فهرست مضامین تصاویر - قیمت مجلد آٹهه روپیه -

بعض جلدیں نا تمام بهي نکل سکتي هیں - یعنے جن میں ایک یا دو نمبر نهیں هیں - جن حضرات کو نا تمام جلدوں کي ضرورت هو - وہ طلب فرمالیں - جتنے پرچے نهیں هیں' انکي اور جلد کي قیمت وضع کرلي جائیگي -

جو اپنے اسلاف سے سنتے چلے آے تھے - حضرة ابو بكر صديق (رض) نے مرتدين سے جنگ كي' اور اون پر فتحياب هوے - اسطرح تمام جزيرة العرب ميں تعليم قران عام هوگئي اور اوس نور الهي كي تنوير سے عرب كا كوئي كنبــه خالي نه رها - اوني وفات كيوقت زيد بن حارثه كي سيادت ميں جس مهم جنگي كو جناب رسول الله صلعم نے شام كي جانب بهيجنا چاها تها' اسكو جناب صديق اكبر نے بهي شام پر حمله آور هونيكا حكم ديا - اسكے علاوه بلاد فارس كي جانب بهي لشكركشي كي - يه فوج كشي حضرت ابوبكر كي ناعاقبت انديشانه يا بلا سوچے سمجهے نه تهي' بلكه باكمال احتياط' كمال حسن تدبير' اور بهترين طريقه سياسة پر عمل ميں آئي تهي' جسكي شهادت ان لشكروں كي فتوحات هيں اور اوراق تاريخ ميں موجود هيں - حضرت ابو بكر صديق نے كلام ربانی نبي عربي سے پڑها تها' لهذا باين لحاظ اونكو حكمت قرآني رس دهن مبارك سے عطا هوئی تهي جو سرچشمه حكمت و علوم حقه تها - پس صديق اكبر كي سياسة عظيمه اور حكمت عاليه ذرا بهي قابل تعجب نهيں -

انكے بعد عمر فاروق خليفه ثاني كا دور آيا - اونكي قابل فخر حسن تدبير' شهرهٔ آفاق سياسة' مايهٔ روزگار حكمت و تدبر' بے مثل حكمت عملي نے بهت سے با جبروت سلاطين كا نام صفحهٔ دنيا سے محو كرديا' اور زمانه سے يه اقرار كرا ليا كه اسوقت اس زمين كي سطح پر عمر فاروق كا كوئي مثل و نظير نه تها :

مضـى الـدهـور و مـا اتيـن بمثلـه
و لقد اتى فعجــزن عــن نظـرائــه

اگر تم اس مدنيت كے بادشاه اور حكمت و سياست كے امام يعني فاروق اعظم كے ايام جاهلية كے حالات پڑهوگے تو تمكو معلوم هوگا كه يهي علم و حكم كا پيكر قبل از اسلام ايک ساده و معمولي بدوي وجود تها جسكي ترقي كي كائنات كل يه هے كه وه مويشيوں كا تاجر هے اور اس غرض سے شام و فارس كا گاه گاه سفر كرليتا هے - مگر اسي وجود نے جب انوار قرآني كو اپنے قلب ميں جذب كيا اور رسول الله صلى الله عليه وسلم سے آداب و حكمت الهي كي تعليم پائي تو عدل و فضل' سياسة و رياست' علوم و حكم كي وه آيات بنيات ظاهر هوئيں كه تمام اهل تحقيق كے نزديک اونكي كوئي مثال نهيں ملسكتي -

يهي حالت بقيه اصحاب رسول الله صلى الله عليه و سلم كي هے كه اونميں سے هر ايک ميدان حرب كا بطل' لشكر كا سپه سالار' سياسة كا امام' اور هدايت كا آفتاب تها - چنانچه حضرت علي' ابو عبيده' سعد بن ابي وقاص' طلحه' زبير' عباس وغيرهم رضي الله عنهم - اور اكثر صحابه مدنية فاضله كي بلند ترين منزل ميں هيں -

نسيــــم شمـــال

سراج الاخبار افغانيه و مجلة البلاغ هند

و ان كنت لا تـدري' فتلـک مصيبة
و ان كنت تـــدري' فالمصيبة اعظم !

بر قارئين كرام پوشيده نيست كه مجلة الهلال و البلاغ از اغاز اشاعة الى الآن در اقتباس آرا و افكار معاصرين كرام نسبت خودش يک مسلک مخصوصي پيش گرفته' و گاهے از باب تقريضات جرائد و مجلات عصر نقل و اقتباس نه نموده - حتى كه جرائد و مجلات شهيرهٔ عالم اسلامي على الخصوص روزنامه هاے آستانهٔ عليه و مصر و شام مثل اقدام و ترجمان حقيقت و الهلال و سبيل الرشاد و المنار و البلاغ بيروت وغيرها از مرحمت و لطف كريمانه و حسن ظن معاصرانهٔ خود شان هرچه درين باب بكرات و مرات نگارش فرمودند' على سبيل الاشاره هم ازان نقل و حكايت درميان نه آمد - لاكن اين اولين دفعه ست كه بر خلاف مسلک قديم خود از يک جريدهٔ شهيرهٔ عالم اسلامي بعض سطور را در صفحات البلاغ اقتباس مي كنيم كه بطور تقريظ البلاغ تازه نگارش يافته -

اين جريدهٔ جليلهٔ يگانه سراج الاخبار افغانيه ست كه از دار الامارة دولة عليهٔ اسلاميهٔ افغانيه خلد الله تعالى شوكتها و ملكها هر هفته توزيع و نشر' و در اسم محترم خود يک ياد آوري دل افروز و يک تذكار روح پرور از اسم سامي و محبوب اعلى حضرة سراج الملة و الدين را داراست' و بدين واسطه مركز آمال و مطمح انظار و جالب قلوب تمام ملت اسلاميه مي باشد :

و مـن مـذهبي حـب الـديار لاهلهـا
و للـنـاس فيمـا يعشـقـون مـذاهـب

مدير و محرر اين جريدهٔ شريفه حضرة اديب جليل و فاضل نحرير عالي جناب معالي آداب ميرزا محمود طرزي از اجلهٔ مشاهير عصر اند كه سالهاے دراز در ممالک عربيهٔ اسلاميه علوم و فنون قديمه و حديثه را بنهج جديد اخذ و تحصيل' و باز از طلب مخصوص حضرة ملوكي طرف وطن مبارک خود عودت' و مدتها ست كه پيوسته در خدمت ابناے وطن' و دعوة و تبليغ كلمهٔ حق و صدق' و نشر و توزيع علوم و فنون' و تدوين مصنفات و ادبيات نافعه' و ترتيب و تحرير جريدهٔ محترمهٔ سراج الاخبار افغانيه' اوقات گرامي خود را وقف نموده' و بدان واسطه در تمام عالم اسلامي بيرق شهرت و لواء عزت را بر افراشته اند - فطوبى لرجل يعيش و يموت في قوم يعرف اقدار الرجال !

هنـگاميكه در سنه ۱۹۰۴ عودت فرماے وطن مبارک بودند و از دمشق شـام به خاک هند وارد' اين فقير در بمبئي مقيم بود - هنوز آن لمحات گرانمايهٔ وقت خود را فراموش نه كرده ام كه' از صحبت و ملاقات اين فاضل يگانه خوش وقت و سعادت اندوز بودم:

فترة میں هوئیں' اون نفرت آمیز حالات سے معمور هیں جو دامن مسیحیت پر سخت بدنما داغ هیں' اور همارا خیال هے که اوس ظلم آلود دامن کو دیکھکر عیسائیة کی روح اب بھي کانپتي هوئي' کیونکه اوس سے انسانیة کي روح بھي سخت تلاطم میں هے - اس زمانه کے مجوسسي سلاطین اور نصراني ملوک بالکل یکساں هیں - اگر کوئي مدعي امتیاز اچھے برے واقعات کي تلاش کریگا تو ان دونوں میں کوئي فرق نہیں بتاسکتا - جس بیرحمی کے کارنامے مجوسیوں کي تاریخ حمله آوري میں موجود هیں' وهي ظالمانه حوادث مسیحي حملوں میں بھي نظر آتے هیں -

اور اگر ایسا هوا تو اسمیں کوئي تعجب کي بات نہیں - اسلیے که نصرانیة اس دنیا کیلیے نہیں هے بلکه صرف عاقبت کیلیے هے - جیسا که خود مسیح علیه السلام نے فرمایا " میري سلطنة اس جہان میں هے "

اِس زمانه فترة میں گذشته تمدن کے تاجدار اور علوم قدیمه کے وارث روم و فارس تھے' لیکن باوجود اس تفوق کے وہ خود همجیة و وحشت میں غرق تھے' اور وہ شرمناک حرکتیں اُن سے صادر هوتي تھیں جن سے انسانیة بیزار هے -

عرب قرن فترة میں بالکل جاهل اور عالم بدویة میں تھا - اسمیں مدنیة کي بو تک نه تھي اور تمدن کے نام سے بھي واقف نه تھا - اسي طرح وہ اُس علم و فلسفه سے بھي جاهل تھا جو عالم میں پھیل چکا تھا - اهل عرب کي صنعت یه تھي که وہ مویشیوں کو چراتے تھے اور چراگاهوں کیلیے لڑتے تھے - انکي تجارتي کائنات صرف یه تھي که کچھه سوداگران عرب' فارس اور شام کے بازاروں میں اپنے جانوروں کو فروخت کرکے وهانکي تھوڑي سي دولت حاصل کرلیا کرتے تھے - اور انکي مثال بعینه ایسي تھي جسطرح که آج بعض عربي سوداگر قاهرہ کي شاهراهوں پر کبھي کبھي جانوروں کو بیچتے نظر آجاتے هیں -

انھي بدوي عربوں نے جب ذکاوت و عقل کي منزل میں قدم رکھا تو نہایت قلیل وقت میں انکي وہ حالت هوگئي جو هم کو صحابۂ کرام کي زندگي میں نظر آتي هے - سیاست ملکي میں انکا حزم و احتیاط' تسخیر ممالک میں انکي حسن تدبیر' فتح بلاد میں انکا اسوۂ حسنه' اور شہروں کي آبادي و زینت میں انکا ولولۂ مدنیة اپني آپ نظیر هے -

آج تمام عالم جاپان کي ترقي سے حیرت زدہ هے اور اُس کے موجودہ ارتقاء نے عقول عالم کو حیرت میں غرق کردیا هے - لیکن اسکي ترقي کا زمانه بھي پینتیس سال هے' اور ان اسباب کي بنا پر هے جنکو زمانه کے انقلاب نے اسوقت پیدا کردیا هے' اور انپر غور کرنیکے بعد جاپان کي ترقي میں کوئي غرابت و حیرت باقي نہیں رهتي -

انیسویں صدي میں تمدني وسائل علمي اسباب کي طرح اسقدر بکثرت موجود هیں که جلد سے جلد وہ قوم جو بدویة و توحش میں غرق هے' تمدن و علوم کا آفتاب بن سکتي هے - یورپ و امریکه میں تعلیم عام هے' مدارس کي کثرت نے هر کس و ناکس' شہري و دیہاتي کیلیے اپنے دروازے کھول رکھے هیں -

جب جاپان کي منجمد سطح متحرک هوئي اور اسکے تخت حکومت پر گذشته بیدار مغز بادشاہ جلوس فرما هوا تو اس نے جوشیلے اَلتق جاپانیوں کا ایک لشکر عظیم مرتب کیا' اور یورپ و امریکه میں تحصیل علوم و فنون کي غرض سے اسکو بھیجا - نیز اپنے ملک میں بڑے بڑے مدارس قائم کیے' اور یورپ و امریکه کے فاضلوں کو بلاکر انکا پروفیسر مقرر کیا' ساتھه هي پارلیمنٹي حکومت کي بنیاد ڈالي - ایسي حالت میں کوئي عجیب بات نہیں اگر ایک جاهل قوم تیس سال کے اندر ایک بڑي قوي قوم بن جاے -

لیکن اگر هم عرب کي تاریخ کو پڑھیں اور اسکي جہالت سابقه کو سامنے لائیں' تو کوئي چیز بھي سواے اسلام کے ایسي نظر نہیں آتي جو اهل عرب کے اسلامي تمدن کي معاون هوتي' اور انکو مدني و علمي ترقي کي طرف حرص دلاتي' یا عمرانیة کے جذبه کو پیدا کرتي - بلکه اسکے برعکس اونمیں ظہور اسلام سے پہلے بدویانه درشت مزاجي موجود تھي' اور جاهلانه جنگ و جدال رات دن کا مشغله تھا - تربیت مویشي اونکي دین و دنیا تھي' اور حفظ نسب و بلاغة و فصاحت فطري کائنات علمي - مگر اسلام کے بعد انکي حالت میں ایک نا قابل فہم انقلاب هوگیا - دنیا کا امن و امان انھي کے ذات سے وابسته هوگیا - انھوں نے وہ علم حاصل کیا اور اوس صداقت کي پرستش کي' جس نے علم هندسه' الجبرہ' طبعیات' کیمیا' تاریخ وغیرہ تمام اون علوم سے بے نیاز کردیا جنکي ایک فاتح لشکر اور سیاسي جماعت کو سخت ضرورت هوتي هے - اسباب ظاهر کے لحاظ سے بغیر اون فنون و علوم کے فتح و نصرت اور حکومت و سیاست محال هے' مگر انھوں نے محال کو واقعه بنا دیا - وہ علم کیا تھا اور وہ صداقت کونسي تھي ؟ وہ صرف قران اور اوسکے حقائق و معارف تھے' جنکو اهل عرب نے نبي امي صلعم کي مقدس زبان سے سنا' اور اونکي مردہ رگوں میں برقي قوة کیطرح وہ تعلیم کام کرگئي - وہ حقانیت کا ایک نور تھا جس نے تمام عرب کو ایک هي جلوہ میں بیخود کردیا' اور عرب کے بدوي و وحشي فخر روزگار هوگئے -

پس عرب کے اسلامي انقلاب کو اس نظر سے نه دیکھو که ایک نئي قوم پیدا هوگئي' بلکه اس لحاظ سے دیکھو که تمدن وحکمت کو کس جذبے نے پیدا کیا ؟ گذشته متمدن قوموں نے تبدریج تمدن و علوم کو حاصل کیا اور پھر دنیا کي رزمگاہ میں در آے - آج همارے سامنے جاپان هے جس نے یورپ سے تمدن و علم کو اخذ کیا اور کامیابي کے ساتھه مشہور هوگیا - مگر عربوں کے پہلے دور میں کوئي تمدني سرچشمه ایسا نہیں ملتا جس سے انھوں نے فائدہ اُٹھایا هو - صرف دین اسلام کا ظہور اور قرآن مجید کي تعلیم تھي جو انکو ملي - اور بغیر علوم و تمدن کو اخذ کیے هوے انھوں نے تمدن و عمران' مساوات و امن' اور تعمیر و سلام کے ایسے تیس سال پیدا کردیے جنکي نظیر نه تو دنیا کے قدیم تمدنوں میں ملتي هے اور نه جدید تمدن میں -

تمام عالم میں ایک متنفس بھي خواہ وہ مسلم هو یا غیر مسلم' ایسا نظر نہیں آتا جو اس حقیقت سے انکار کرے که یه سب کچھه ثمرہ اونھي انوار الهیه کا نه تھا' جو نبي کریم صلعم پر نازل هوے - بلکه اس صدي میں اکثر ایسے معترفین پیدا هوگئے هیں جنکو صاف صاف اقرار هے که عربستان کے نبي امي هي نے اس موجودہ تمدن کي حرکت پیدا کي تھي' اور وہ اسلام هي هے جس نے دوبارہ مدنیة کو زندہ کیا - اور اس لحاظ سے بلاشک و شبهه نبي عربي کا وجود رحمة للعالمین هے - چنانچه اکثر عقلاء فرنگ اور محققین یورپ نے یه تصریح کردي هے که اگر اسلام ظاهر نه هوتا اور بلاد معمورہ عالم سلاطین روم و فارس کي عنایتوں کے دست نگر رهتے تو عمرانیة مٹ جاتي' شہر اجڑ جاتے' اور علوم و فنون کا لاشه کبھي کا ٹھنڈا هوگیا هوتا - جو شخص صفحات تاریخ پر تحقیق و تدقیق کي نظر ڈالیگا وہ اسکو ایک قول صادق اور عقیدہ راسخه پائیگا -

جب هم جناب ابو بکر صدیق (رض) کي طرف دیکھتے هیں جو رسول الله صلعم کے بعد خلیفه هوے' تو همکو معلوم هوتا هے که اونھوں نے سیاست کا وہ مستحکم ستون قائم کردیا تھا' جسکو مدارس سیاسیه کے بڑے بڑے ماهر بھي نہیں قائم کرسکتے - ملک راني کے بہترین اصول سے آپ واقف تھے' سطوت و سیاست کے پوشیدہ طریق آپ پر منکشف هوگئے تھے - حالانکه اسلام سے پہلے صدیق اکبر بھي دیگر ابناء عرب کي طرح بدویانه زندگي رکھتے تھے - پس اگر قرآن شریف نازل نه هوتا تو اهل عرب علوم و فنون' معاشرت و معاملات اور تاریخ سیاست سے بالکل جاهل رهتے - سواے اون چند روایتوں کے

انسان كي حياة صالحه

اور أسكي طبعي عمر

سلسلۂ الاصلاح والافساد كي ايک مختصر معبت

دنيا معدوم تهي ' وجود ميں آئي ' پهر معدوم هوجائيگي ' نباتات ' حيوانات ' معدنيات ' کا وجود صفحۂ هستي پر نه تها ' خدا نے ان کو پيدا کيا ' اور وهي ايک دن ان کو اولٹ بهي ديگا ' دنيا کے نشيب و فراز مٹ جائينگے ' اور خدا اور خدا کے فرشتے ايک هموار ميدان ميں کهڑے هوکر انسان کے اعمال فاسده و صالحه کا جائزه لينگے :

كلا اذا دكت الارض دكا	جب زمين حور چور کردي جائيگي '
دكا و جاء ربک و الملک	اور تمهارا پروردگار اور اوسکے فرشتوں کے
صفا صفا (فجر : ۲۲)	پرے کے پرے آ جائينگے -

اعمال صالحه و اخلاق فاضله کے قائم رکهنے کيليے دمق فطري ديا گيا ' پيمانه عام قائم کيا گيا ' خير و شرکي حد بندي کردي - ليکن کيا تمهارے اعمال اس قانون الهي سے آزاد هيں ؟ نهيں ! تمهارے اعمال ' تمهارے اخلاق ' تمهارے فضائل بهي دنيا کي اور چيزوں کي طرح معدوم تهے - قوت صانعه نے اونکو پيدا کيا ' مگر وقت و مکان کے لحاظ سے ان ميں بهي ايک سلسلۂ وجود و عدم جاري هے -

جسطرح دنيا کي ايک عمر هے ' اشخاص کي ايک محدود زندگي هے ' اقوام کے موت و حيات کي ايک مدت هے - يهي حال تمهارے فضائل و مناقب کا بهي هے - حضرت آدم کا سلسله نسب قيامت تک قائم رهيگا مگر بني آدم کا حسب چار پشتوں سے زياده نهيں چل سکتا - ايک شخص جد و جهد کرکے فضائل کا اکتساب کرتا هے ' علوم سيکهتا هے ' حکومت کي بنياد ڈالتا هے - مذهب کا سنگ بنياد رکهتا هے ' اوسکا بچه اس جد و جهد کا ذکر اوسکي زبان سے سنتا هے ' اوسکے اعمال کو ديکهتا هے - باپ مرجاتا هے ' اور وه اونهي طريقوں پر عمل کرتا هے جن پر باپ نے عمل کرکے يه بنياد قائم کي تهي ' ليکن ديوار ميں ذرا سا شگاف هوجاتا هے ' کيونکه باپ حصول محاسن کا موجد تها ' يه مقلد هے ' اور مقلد و مجتهد کا فرق ظاهر هے - دو پشت اسطرح گذر جاتي هے اور شرف خانداني قائم رهتا هے - تيسري پشت شروع هوتي هے ' اور يه سلسلۂ خاندان صرف آبا و اجداد کي سني سنائي باتوں کي تقليد کرتا هے ' اسليے شگاف ميں اور زياده وسعت پيدا هوجاتي هے - پهر چوتهي پشت شروع هوتي هے ' اور مغرور انسان آباء و اجداد کے فضائل اور جد و جهد کا مرقع زريں ديکهتا هے اور يقين کرليتا هے که اب يه وراثت دائمي هے ' جد و جهد اور عمل حق کي کوئي ضرورت نهيں - جب قلعه مستحکم هوگيا تو پهر فوج کي کيا حاجت هے ؟ پس وه هاتهه پانوں توڑ کے بيٹهه جاتا هے ' يه حال ديکهکر محرکات و وسائل عمل بهي اسکو چهوڑ ديتے هيں اور کسي دوسرے خاندان کا هاتهه پکڑ ليتے هيں - وه خاندان ان آلات و اسلحه کو ليکر اوٹهتا هے ' اور قلعه فتح کرليتا هے - ديوار دهم سے گر پڑتي هے ' اور چار پشت کے بعد اعمال صالحه کا گهرانا عموماً دوسري جگهه منتقل هوجاتا هے -

اگرچه بهت سے خاندانوں کا شرف اس سے زياده مدت تک قائم رهتا هے ' اور بهت سے خاندان اس سے پلے بهي برباد هو جاتے هيں ' ليکن معلوم هوتا هے که اعمال صالحه کي متوسط عمر يهي هے - قرآن حکيم اور حديث و تاريخ سے بهي اسکي تائيد هوتي هے :

ليس على الذين آمنوا	جو لوگ ايمان لاے اور عمل صالح کيا '
و عملوا الصالحات جناح	اونپر کوئي گناه اوس چيز کيليے نهيں هے
فيما طعموا اذا ما اتقوا	جسکو اونهوں نے کهايا ' جبکه تقوی
و آمنوا و عملوا الصالحات	اختيار کيا ' ايمان لاے ' اور عمل
ثم اتقوا و آمنوا ثم اتقوا	صالح کيا ' پهر تقوی اختيار کيا اور
و احسنوا و الله	ايمان لاے ' پهر تقوی اختيار کيا اور
يحب المحسنين -	احسان کيا ' اور خدا احسان کرنے
(مائده : ۹۴)	والوں کو دوست رکهتا هے -

ايمان و عمل صالح کے بعد ايک درجه قائم هوگيا ' اسکے بعد خدا نے تين بار تقوی و ايمان و احسان کي هدايت کي ' اسليے يه چاروں درجے مکمل هوگئے - چوتهے درجه پر احسان کا حکم ديا که عمل صالح کي تکميل احسان هي هے -

خدا نے اگرچه ان مراتب اربعه کو چند متعين اشخاص کے ساتهه محدود کرديا هے ' ليکن يه قرآن حکيم کا عام انداز هے که باپ کے اعمال کو اولاد کي طرف منسوب کر ديتا هے ' اسکے بعد کے تينوں مراتب نيچے کي پشتوں کے ساتهه تعلق رکهتے هيں - حديث شريف ميں آنحضرت نے حضرت يوسف عليه السلام کے مناقب کا ذکر ان الفاظ ميں فرمايا هے :

انما الكريم ' ابن الكريم '	شريف ' شريف کا بيٹا ' شريف کا
ابن الكريم ' ابن الكريم	بيٹا ' شريف کا بيٹا ' يوسف بن
يوسف بن يعقوب -	يعقوب هے -

يعني آپ نے کرم کا انحصار چار پشتوں ميں کيا ' جسکا مقصد يه هے که حضرت يوسف کے خاندان نے شرافت کي کامل مدت کو پورا کرليا ' اور يهي چار پشتوں کي مدت اوسکي آخري سرحد هے -

ايک بار نوشيروان نے نعمان سے کہا " کيا عرب ميں کوئي قبيله سب سے ممتاز هے ؟ " اوس نے کہا هاں ! نوشيروان نے وجه فضيلت پوچهي - نعمان نے جواب ديا : جس خاندان ميں تين سردار متصل هوتے چلے آئيں ' يه چوتهے کي باري آے ' تو تمام قبيلے ميں وه خاندان ممتاز خيال کيا جاتا هے - نوشيروان نے اس خاندان کو طلب کيا تو آل حذيفه بن بدر الفزاري نے شرافت کي يه آخري سند پيش کي - اگر سلاطين عالم کے خاندانوں پر نگاه غائر ڈالي جاے تو وه بهي اسکي تائيد کرينگے ' اور خلافت راشده کا دور تو اسکي واضح مثال هے :

خير القرون قرني ثم الذين	بهترين زمانه ميرا زمانه هے پهر وه
يلونهم ثم الذين يلونهم -	لوگ جو اسکے بعد آئينگے پهر وه
	جو اس کے بعد -

آنحضرت صلى الله عليه و سلم نے چوتهے دور کا ذکر نهيں کيا که فتنه و فساد کا زمانه قابل ذکر نهيں -

عموماً اقوام کي عمر ' اشخاص سے زياده ممتد هوتي هے - يهي حال اخلاق و فضائل کا بهي هے - اشخاص اور اشخاص کے ساتهه اونکے محاسن زندگي بهي چلے جاتے هيں ' ليکن قوم باقي رهتي هے ' اور اوسکے ساتهه اوسکي اخلاقي روح بهي قائم رهتي هے - پس اگر هم اپني اخلاقي زندگي کو ترقي دينا چاهتے هيں ' تو همکو اپنے تمام اعمال صالحه کو جمهوريت کے قالب ميں ڈهال دينا چاهيے - اسلام کے قالب ميں فطرتاً يه روح موجود تهي ' اسليے اوسکے تمام قواے طبعي ايک مرکز پر جمع هوکر جسم کو حرکت ديتے تهے ' ليکن امتداد زمانه نے اس مرکز کو اپني جگه سے هٹا ديا ' اسليے شخصيت نے جمهوريت کي جگه لےلي اور خلافت نے حکومت کي صورت اختيار کرلي ' جب تک بدن ميں قوت تهي مرض کے نتائج علانيه محسوس نهيں هوے ' ليکن جب جسم کي قوت ميں اضمحلال پيدا هوا تو دفعتاً ظاهر هوگئے - دنيا نے ديکهه ليا که مرض نے رطوبت غريزي کو خشک کرديا هے ' اور حرارة اصليه کا چراغ بجهه گيا ' اوسوقت خدا کا فرشته پکارا - ظهر الفساد في البر و البحر بما كسبت ايدي الناس - رطوبت اگرچه خشک هوگئي هے ' حرارت اگرچه بجهه گئي هے ' مگر جسم باقي هے ' اور وه پهر اسي معجون مرکب سے توانائي حاصل کرسکتا هے -

تــذكــرت ايــامــــا مضــت و لياليا
خلت ' فجرى من ذكرهن دموعي
الا ' هـل لنــا يوما من الــدهر عودة
و هل لي الى وقت الوصـــال رجوع ؟
و هـل بعـد اعـراض الحبيب توصل
و هـــل لبــدور قــد افلن طــلوع ؟

اما معلوم نيست كه آن طرف چه طور ست ؟

اينكه هرگز فرامشـــت نه كنـم
هيچت از بنــده ياد مي آيد ؟

بلكه بايد گفت :

بهــر تو شنيــده‌ام سخن ها
شايد كه تـو هم شنيده باشي !

همين تذكرهٔ و يادآوري يک صحبت رفتهٔ قديم بود كه از مطالعه تقريظ البــلاغ با جگرے پر از خون و دلے پر از اضطراب تازه گشت ' و يک تقريب مخاطبهٔ و معادثهٔ صديق قديم انگاشته بے اختيار اين چند كلمات از خامهٔ حسرت نگار تراوش يافته - و الى يضيق صدري ولا ينطلق لساني :

و من بعــد هــذا مايدق بيانه
و ماكتمه احظى لديه و اجمل

انما اشكوا بثي و حزني الى الله و اعلم من الله ما لا تعلمون !

و ان كنت لا تــدري فتلك مصيبــة
و ان كنت تدري ' فالمصيبة اعظــم !

وهو الذي ينزل الغيث من بعد ما قنطوا ' و ينشر رحمته ' و هو الولي الحميد !

* * *

معاصر محترم ممدوح در شمارهٔ ۱۰ ماه رواں به عنوان تقريظ مي نگارد :

(البــلاغ)

" البلاغ " نام يک رسالهٔ فوايد اسالهٔ اسلاميه است كه در تحت رياست تحريري اديب فاضل ' و لبيب كامل ' وطن پرور غيور ' و لفاظ فصيح و بليغ مشهور هند ' جناب مولانا ابوالكلام صاحب آزاد در هر پانزده روز يک بار بكمال زينت و زيبائي اشاعت و انتشار مي يابد - مسلك و مقصد اعظم اين رسالهٔ بلاغت توام از نام نامي اين روز نامهٔ گرامي بخوبي ظاهر و آشكار ست - چنانچه علاوه بر معاني كه ازاں مراد و مفاد يگانهٔ تبليغ احكام اسلام و ترغيب به حفظ و ترتيب قوانين منيف شرع شريف حضرت خيرالانام عليه السلام اخذ و استنباط ميشود ' مطلب و مقصد فصاحت و بلاغت آن نيز مفهوم و معلوم ميگردد - طرز تحرير و شيوهٔ تحرير اين جريده فريده خيلي مرغوب و پسنديده است - چنانچه اصل هر واقعه و هر بحث و بيان را از آيات بينات قرآن عظيم الشان اخذ و استناد مي نمايد -

جناب مولانائے موصوف در خصوص رنگيني عبارات ' و سنگيني كلمات ' و متانت ' الفاظ و لغاتي كه در حين تقرير و اثنائے تحرير خود شان بي تكلفانه استعمال مي نرمايند ' در همگنان معروف ' و در خلق و ايجاد مضامين جيد و عنارين جديد طبع عالي شان به حيثيت يک موجد و مخترع در عالم اسلامي تسليم ميشود -

قبل ازين " الهــلال " نام يک رسالهٔ معتبر ديگري كه طرز تحرير و نهج تقرير و وضع تقطيع و تركيب آنرا رسالهٔ مفاسد ازالهٔ " البلاغ " عيناً پيروي و تعقيب ميكند ' نيز در تحت مديرية جناب فاضل مشار اليه در عرصهٔ ادبيات رونق افزاى عالم مطبوعات مي گرديد ' ولي پيش از مدت ده ماه بنا بر بعض اشكالات مالي و اشغالات كثيرهٔ مدير عرفان تخميز خود به توقيف و تعطيل مجبور شد - و درين قدر مدت مديد شايقان ديدار و عاشقان گفتار خود را در انتظار مي داشت - تا تاريخ اول محرم سنه ۱۳۳۴ در عوض آن شمارهٔ نخستين رسالهٔ " البلاغ " الغرا در معرض طبع و انتشار آمده ' عالم علم و ادب را يک رونق تازه و يک طراوت بي اندازهٔ بخشيد - و بدينصورت دلوب همهٔ هواخواهان و جميع مشتركين " الهــلال " را به چهرهٔ ملاحت شيوهٔ خود حظ و سرور فوق العادهٔ عطا فرموده ' بنظافتهاى صوري و لطافتهاى معنوي خود گرويده و مجلوب ساخت - و درين خصوص ذات جناب مولانا ابو الكلام خيلي شايان تمجيد و تحسين ميباشد - علاوه بر اخلاق حميده و اوصاف پسنديدهٔ مانند حب دين و وطن و جوش اسلامي كه مولانا و بعضي از امثال شانرا در قطعهٔ هندوستان به آن شهرت حاصل است ' صفت اعجاز كلامي و فصاحت و بلاغت بياني و عبور علوم دينيه تنها از صفات ممتاز و مخصوصيتي است كه حق سبحانه تعالى خاص به ايشان عطا فرموده و ادبيات زبان اردو را به آن عروج و ترقي داده است - انسان اگر مجلدات " الهــلال " را در زير نظر دقت و مطالعه بگيرد ' بے شبهه در مقابل جودت تحرير و تقرير و جيادت مفهوم و معاني آن محو و حيران خواهد ماند - و از آنجا قوت سحر نگاري و جادو زباني صاحب و مدير انرا اندازه و تخمين خواهد توانست - حقيقتاً جناب مولانا در مسلک خود يک شيوهٔ احسن و يک اصول بسيار مستحسني را كه نظير آن كمتر يافتــه ميشود از پيش گرفتــه تعقيب مي كند -

رسالهٔ مصورهٔ " البلاغ " بلحاظ صورت و معني از جرايد برگزيدهٔ و ممتاز اردو زبان قطعهٔ وسيعهٔ هندوستان است ' و هيچ اخبارے نيست كه بقواعد مخصوصه و اصول موضوعهٔ وے كه براے خود اخذ و انتخاب نموده ' دعوى همسري نمايد - در لطافت و پاكيزگي خود يگانهٔ جريدهٔ است كه در همهٔ هندوستان بطبع ميرسد - يكي از خصوصيات لازمهٔ آن اينست كه بحروف " ٹايپ " و تصاوير بسيار زيبا و مهمي مطبوع و مزين مي گردد - قيمت ساليانه آن تنها ۱۲ روپيه انگليزي و شش ماهۀ آن ۹ روپيه و ۱۲ - آنه ميباشد ' و حجمش هم گاهي از ۲۴ صحيفه كمتر نميشود - مجلدات رسالهٔ مصورهٔ " الهلال " كه قبل ازين اشاعت مي يافت ' نيز هر يک به قيمت ۷ روپيه انگليزي در ادارهٔ عليهٔ " البلاغ " در كلكته بفروش ميرسد كه همهٔ آنها به اعتبار صفائي تصاوير كثيره و استفادهٔ ارباب ذوق شايان مطالعه و لازم خريدنست - ما همهٔ اهالي وطن عزيز خود را كه بزبان اردو كم و بيشي آشنائي دارند و يک شوق و لذت علمي را مالک باشند ' به اشتراى مجلدات " الهلال " و اشتراک رسالهٔ " البــلاغ " ترغيب و تحريض داده مي گوييم كه مطالعهٔ اين چنين آثار مفيده براے ايشان باعث بسي استفاده و توسيع معلومات و توليد عزائم و همم است -

" سراج الاخبار افغانيه " رفيق معزز و محترم خود " البــلاغ " را بكمال فرحت و مسرت استقبال و پذيرائي مي كند ' و همواره بتمام كاميابي و موفقيت اشاعت آنرا در تحت مديرت جناب كمالات مآب فضيلتمند مولانا ابوالكلام آرزو دارد ' و همهٔ عالم اسلام را بشارت ميدهد كه الحمد لله در هندوستان نيز بعضي چنين نواتي وجود دارند كه بكمال فعاليت مدافعهٔ ديني را نموده با همهٔ موجوديت خود شان بر حفظ حرارت اسلامي درين قوم و ملت خود كوشش ورزيده ' آنرا از شر و ضرر نجات و رستگاري ميدهند " زاد الله تعالى امثالهم "

البــلاغ :

سخن طرازي و دانش هنر نظيري نيست
قبــول درست مگــر نالهٔ حزين گــردد !

ایک ملا والے شخص نے گھاس خریدی ' وہ حضرت سلمان کو نہیں جانتا تھا ... لادی - وہ راستے سے گذرے تو لوگوں نے کہا آپ کے بدلے ہم اٹھا لیتے ہیں ' اسنے پوچھا یہ کون ہیں ؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ رسول الله کے صحابی ہیں ' اسنے معذرت چاہی ' مگر اُنہوں نے کہا کہ میں نے تو یہ نیت کرلی ہے کہ اُسکو تمہارے گھر تک پہونچاؤنگا -

ایک دفعہ وہ فوج کے امیر ہوکر گئے ' فوج کے نوجوانوں کے پاس ہوکر گذرے تو اُن سبھوں نے اُنکی هنسی اُڑائی - ایک شخص نے کہا آپ سنتے ہیں ؟ اُنہوں نے فرمایا ان سے درگذر کرو ' خیر و شر کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا -

وہ اگرچہ مدائن کے امیر تھے ' لیکن جب کبھی نکلتے تو لوگ کہتے " کرک آمد کرک آمد " وہ پوچھتے کہ یہ کیا کہتے ہیں تو لوگ کہتے کہ یہ سب آپ کو گدڑیے سے تشبیہ دیتے ہیں - لیکن وہ اُن سے درگذر کرتے -

لیکن باوجود اس زهد اور حلم و انکسار کے اُن میں رهبانیت کا شائبہ تک نہ تھا ' اور صرف یہی نہیں کہ خود رهبانیت سے بچتے ' بلکہ دوسروں کو بھی اس سے بچانے کی کوشش کرتے - حضرت ابوالدرداء سے رسول الله نے اُن کی مواخاۃ کرائی تھی - ایک دن حضرت ابو الدرداء کی بی بی نے اُن سے شکایت کی کہ وہ رات بھر تو نماز پڑھتے ہیں اور دن کو روزے رکھتے ہیں (یعنے میرا حق ادا نہیں کرتے) اسلیے حضرت سلمان فارسی نے وہ رات وهیں بسر کی - جب ابو الدرداء نماز کو اُٹھے تو اُنھوں نے روک لیا - صبح ہوئی تو کھانا تیار کروایا ' اور جب تک ابوالدرداء نے روزہ نہ افطار کر لیا ' وهاں سے نہ ٹلے - ابو الدرداء رسول الله کی خدمت میں حاضر ہوے تو آپ نے فرمایا : سلمان تم سے زیادہ عالم ہیں ' اعتدال کے ساتھہ عبادت کرو -

(مناقب)

حضرت سلمان کو زهد ' عبادت ' حلم و انکسار ' اور اخلاق حسنہ کی وجہ سے وہ درجہ حاصل تھا ' جو اکثر صحابہ کو حاصل نہ ہوا ہوگا - رسول الله صلی الله علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ جنت تین شخصوں یعنی حضرۃ علی ' عمار ' اور سلمان کی مشتاق ہے - (رضي الله عنهم) - حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ سلمان کو رسول الله سے وہ قربت حاصل تھی کہ قریب تھا کہ هم لوگوں پر غالب آ جائیں - حضرت علی (رضي الله عنه) فرماتے ہیں کہ سلمان کو آخر و اول کا علم حاصل ہے - وہ ایک ایسا دریا ہیں جو کبھی خشک نہیں ہوسکتا ' وہ اهل بیت میں سے ہیں - حضرت عبد الله بن عمر کا وظیفہ ساڑھے تین هزار اور حضرت سلمان فارسی کا چار هزار تھا - لوگوں نے حضرت عمر سے پوچھا کہ ان کو امیر المومنین کے بیٹے پر کیا فضیلت ہے ' جو انکا وظیفہ زیادہ مقرر کیا گیا ہے ؟ حضرت عمر نے فرمایا : سلمان جن جن لڑائیوں میں رسول الله کے ساتھہ شریک ہوے ' اُن میں ابن عمر نہیں شریک ہوے -

(وفات)

حضرت سلمان فارسی کی وفات کا واقعہ بھی نہایت عجیب ہے - جب اُنکی موت کا وقت آیا تو اُنھوں نے اپنی بی بی سے کہا کہ جو چیز میں نے چھپا رکھی ہے - اُسکو اُٹھا لاؤ - وہ مشک کی ایک تھیلی اُٹھا لائیں - حضرت سلمان فارسی نے پیالے میں پانی منگوایا اور مشک کو اُسمیں حل کردیا - پھر بی بی سے فرمایا : اسکو میرے اِرد گرد چھڑک دو ' کیونکہ میرے پاس ایک ایسی مخلوق آنے والی ہے جو خوشبو کو بہت پسند کرتی ہے ' اور کھانا نہیں کھاتی (ملائکہ) اور دروازہ بند کرکے تم باہر سے چلی جاؤ - اُن کی بی بی تعمیل حکم کرکے تھوڑی دیر تک باہر بیٹھی رهیں کہ اُنھوں نے ایک نہایت آهستہ آواز سنی - جاکر دیکھا تو اُنکا وصال ہوچکا تھا -

مواعظ وخطب

سورۂ کریمہ ماعون

(از مولانا خواجہ عبد الحی - سابق پروفیسر میرٹھہ کالج)

دولت کے کرشمے بھی عجیب و غریب ہیں - ایک مجسمہ شیطنت اور ملعونیت ' ایک پیکر فسق و فجور انسان ' زریں لباس زیب تن کیے ہوے تمہاری مجلس میں آ جاتا ہے - اُس کا ایک ایک فعل ' ایک ایک حرکت اخلاق انسانی کو توڑنے والی ' اور نظام عالم کو درهم برهم کرنے والی ہوتی ہے ' مگر سونے کا چمکدار تھیلا سب کی آنکھوں کو خیرہ کردیتا ہے اور تمام حاضرین سر بسجود ہوکر " انت الہنا " پکارنے لگتے ہیں - اسکی تمام برائیاں نیکیاں بن جاتی ہیں ' اسکے تمام نقائص محاسن و فضائل میں بدل جاتے ہیں ' اور وهی فساد و شیطنت کا پتلا ' معبود و مطلوب هر بو الهوس بن جاتا ہے - دولت کے یہ کرشمے ہیں ' تم ان کو روزمرہ مشاهدہ کرتے ہو ' مگر تم ان سے نصیحت و عبرت حاصل نہیں کرتے - یمرون علیها و هم عنها معرضون -

دولت اپنے ساتھہ خوبیاں بھی لیکر آتی ہے اور برائیاں بھی ' قرآن حکیم مال جمع کرنے سے تمکو نہیں روکتا بلکہ مختلف مقامات پر اس کو " خیر " سے تعبیر کیا ہے مگر اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ اسکے اندر عیب نہیں ' قرآن اپنے انداز مخصوص کے لحاظ سے هر ایک بحث کی تنقیح کرتا ہے ' اسکے محاسن و فضائل ظاهر کرتا ہے ' اسکے عیوب و مفاسد کو کھولتا ہے ' اور پھر بتلا دیتا ہے کہ صراط مستقیم کیا ہے ؟

بخل ایک نہایت هی مذموم و قبیح شے ہے ' جسوقت کسی قوم سے مالی و جانی قربانی کا مادہ جاتا رهتا ہے ' وہ قوم تباہ ہو جاتی ہے ' اور زندہ قوموں میں شمار ہونے کے قابل نہیں رهتی -

سورۂ صف میں فرمایا : هل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم ' تؤمنون بالله و رسوله و تجاهدون فی سبیل الله باموالکم و انفسکم ' ذالکم خیرلکم ان کنتم تعلمون - آؤ تمہیں وہ تجارت نافع بتائیں جس کا یقینی اور قطعی نتیجہ یہ ہو کہ عذاب الیم سے نجات مل جاے ' وہ تجارت وحید صرف یہ ہے کہ الله و رسول پر سچ سچ ایمان لے آؤ اور مال و جان کو حق کی راہ میں قربان کرو - حقیقت یہ ہے کہ اگر تمہیں ذرا بھی علم ہوگا تو تم دیکھہ لوگے کہ اس میں تمہارے لیے بڑی هی خیر و برکت ہے -

پھر اس قربانی کو زیادہ واضح ' نتیجہ خیز ' اور موثر بنانے کی غرض سے سورۂ توبہ میں فرمایا : قل ان کان اباؤکم و ابناؤکم و اخوانکم و ازواجکم و عشیرتکم و اموال اقترفتموها و تجارۃ تخشون کسادها و مساکن ترضونها ' احب الیکم من الله و رسوله و جهاد فی سبیله فتربصوا حتی یاتی الله بامره ' والله لا یهدی القوم الفسقین - مسلمانو ! اگر تمہارے باپ ' بیٹے ' بھائی ' عورتیں ' برادری ' وہ مال جو تم نے کمایا ہے ' وہ سوداگری و تجارت جسکی کساد بازاری کا تمہیں ڈر ہے ' وہ مکانات جو تمہیں بہت هی مرغوب ہیں ' اگر ان میں سے ایک چیز بھی تمکو زیادہ عزیز ہے الله سے اسکے رسول سے اور پھر اسکی راہ میں قربانی کرنے سے ' تو یقین کرو کہ تمہارے لیے الله کی رحمت و مغفرت کا دروازہ بند ہوگیا ہے - بس اب تم الله کے آخری فیصلہ کا انتظار کرو اور اس بات کا یقین کرو کہ خداے حکیم و علیم بد اخلاقوں کی کبھی رهنمائی نہیں کرتا -

غور کرو ' کہ اس جانی و مالی قربانی سے بھاگنے کا نتیجہ جو اوپر بیان کیا گیا ' اب ایسی قوم کی هدایت کا دروازہ مقفل

اُسوۂ صحابہ

تربیت یافتگان عہد نبوت

حضرت سلمان فارسی

رضی اللہ عنہ

(از مولانا عبد السلام صاحب ندوی)

(۲)

(غـزوات)

بدر و احد کی لڑائیاں جس وقت واقع ہوئیں، حضرت سلمان فارسی غلامی کی حالت میں تھے، اسلیے مجبوراً شریک نہو سکے - بدل کتابت ادا کرکے جب وہ آزاد ہوگئے تو غزوۂ خندق پیش آیا، اور یہ پہلی لڑائی تھی جس میں وہ شریک ہوے - اسکے بعد تمام لڑائیوں میں عام طور پر شریک ہوتے رہے - غزوۂ خندق میں حضرت سلمان فارسی ہی کے مشورہ سے خندق کھودی گئی تھی - اسکے کھودنے کے لیے انصار اور مہاجرین میں غالباً مسابقت کا خیال پیدا ہوگیا تھا - چونکہ حضرت سلمان فارسی نہایت قوی آدمی تھے، اس بنا پر آنکے متعلق انصار و مہاجرین میں حجت ہولی - انصار کہتے تھے سلمان ہم میں سے ہیں، اور مہاجرین آنکو اپنی طرف کھینچتے تھے - حضرت سلمان فارسی کی فضیلت اس سے زیادہ کیا ہوسکتی ہے کہ جناب رسول اللہ نے اس جھگڑے کو ان الفاظ میں چکا دیا کہ :

سلمان منا اهل البیت   سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہیں -

غالباً کسی مذہب کے بانی نے ایک اجنبی غلام کو اسقدر عزت نہ دی ہوگی کہ اسکو اپنے اہل بیت میں شامل کرلیا ہو - یہ مساوات اسلام ہی نے قائم کی تھی اور یہ اسیکا خاصۂ لازمی ہے -

(اخلاق و عادات)

حضرت سلمان فارسی بیحد حلیم، منکسر المزاج، قانع، رحم دل، زہد پیشہ، اور فیاض طبع تھے - بیت المال سے آنکو چار ہزار درہم ملتے تھے، لیکن وہ آنکو تقسیم کردیتے تھے، اور خود اپنے ہاتھہ کی کمائی پر بسر کرتے تھے - وہ جس زمانے میں مدائن کے امیر تھے، کھجور کی چٹائیاں وغیرہ بناکر معاش پیدا کرتے تھے - چنانچہ کچھہ لوگ آنکی طرف گذرے اور یہ حالت دیکھکر کہا : آپ تو یہاں کے امیر ہیں، اور آپ کو بیت المال سے بھی وظیفہ ملتا ہے، پھر آپ ایسا کیوں کرتے ہیں ؟ آنہوں نے کہا : میں اپنے کسب کا مال زیادہ پسند کرتا ہوں - بعض روایتوں میں ہے کہ آنکا وظیفہ پانچ ہزار تھا، اور وہ تیس ہزار آدمیوں کے حاکم تھے - لیکن اس حالت میں بھی وہ لکڑیاں چُن لاتے تھے، اور آنکے پاس صرف ایک عبا تھی جسکا آدھا حصہ بچھاتے تھے اور آدھا پہنتے تھے - جو وظیفہ ملتا تھا آسکو تقسیم کردیتے تھے، اور کماکر گذر اوقات کرتے تھے - آنہوں نے اپنے لیے کوئی مکان نہیں بنایا تھا، جہاں کسی کا گھر مل جاتا، اسکے سایہ میں پڑ رہتے تھے - ایک مرتبہ حذیفہ (رض) نے آن سے کہا ہم آپ کے لیے گھر کیوں نہ بنادیں - انہوں نے فرمایا کیا مجھے بادشاہ بنانا چاہتے ہو؟ کیا میرے لیے ویسا ہی گھر بناؤگے جیسا کہ تمہارا مدائن میں ہے ؟

آنہوں نے کہا نہیں، ہم تمہارے لیے بانس کا گھر بنائینگے، اور آسکی چھت نیچی سی ہوگی، وہ اسقدر پست ہوگا کہ جب تم کھڑے ہوگے تو تمہارا سر آس سے لگ جائیگا، اور اس قدر تنگ ہوگا کہ جب سونا چاہوگے تو تمہارے پہلو آسکے دونوں کناروں سے مل جائینگے - آنہوں نے کہا اب تم نے میرے دل کی بات کہی -

امارت اور حکومت سب کو عزیز ہے، لیکن حضرت سلمان (رض) زہد کی وجہ سے آسکو ہمیشہ مکروہ سمجھا کیے، ایک بار آن سے اس کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا :

حلاوة رضاعتها و   یعنے آسکے دودھہ کی شیرینی اور آسکے
مرارة فطامها -   دودھہ چھوڑنے کی تلخی اسکا سبب ہے -

عمر بھر کسی سے سوال نہیں کیا، زکوۃ و خیرات کے مال کھانے سے اسقدر بچتے تھے کہ ایک مرتبہ آنکے غلام نے درخواست کی کہ مجھے مکاتب بنا دیجیے - آنہوں نے فرمایا : تمہارے پاس کچھہ مال ہے - اسنے کہا نہیں - آپ نے کہا پھر یہ کیونکر ہوگا ؟ آسنے جواب دیا کہ میں لوگوں سے سوال کرکے یہ مال ادا کردونگا - آپ نے فرمایا کیا مجھے لوگوں کا دھوون کھلانا چاہتے ہو ؟

وہ زہد و قناعت کی وجہ سے معمولی سے معمولی سامان کو بھی وبال جان سمجھتے تھے - وہ جب مرض الموت میں مبتلا ہوے تو سعد بن ابی وقاص آنکی عیادت کو آے، حضرت سلمان آنکو دیکھکر رونے لگے - آنہوں نے کہا رونے کی کوئی وجہ نہیں، رسول اللہ آپ سے بہت خوش تشریف لیگئے - آپ قیامت کے دن اپنے ساتھیوں سے ملینگے اور حوض کوثر پر رسول اللہ سے بھی ملاقات ہوگی - حضرت سلمان نے فرمایا : خدا کی قسم میں موت کی گھبراہٹ یا دنیا کی طمع سے نہیں روتا - لیکن رسول اللہ نے وصیت کی تھی کہ تمہاری معاش ایک مسافر کی زادراہ سے زیادہ نہ ہونی چاہیے - حالانکہ ہمارے آس پاس یہ سانپ ہیں !

جس سامان دنیا کو انہوں نے سانپ کا خطاب دیا تھا، وہ صرف ایک پیالہ اور لوٹے کے سوا کچھہ نہ تھا -

حضرت سلمان فارسی کا توکل اور آنکی قناعت عام طور پر مشہور تھی - یہانتک کہ بعض صحابہ نے آنکی وفات کے بعد خواب میں بھی توکل و قناعت ہی کو دیکھا -

عبد اللہ بن سلام کا بیان ہے کہ میں ایک روز دوپہر کے وقت سویا ہوا تھا، مجھے نیند آگئی تو سلمان آے اور سلام کیا، میں نے سلام کا جواب دیا، اور پوچھا کہ تم نے کیسا گھر پایا - انہوں نے نہایت عمدہ - توکل اختیار کرو کیونکہ توکل نہایت عمدہ چیز ہے اور اس جملہ کو بار بار دوہراتے رہے -

رحمدلی کی یہ کیفیت تھی کہ اپنے غلاموں سے دو کام لینا کبھی نہیں گوارا فرماتے تھے - ایک دفعہ ایک شخص آنکے پاس آیا، وہ آس وقت آٹا گوندہ رہے تھے - اس نے کہا آپ کا خادم کہاں ہے ؟ آپ نے فرمایا ہم نے اسکو ایک ضرورت کے لیے بھیجا ہے، ہم نے پسند نہیں کیا کہ اس پر دو کاموں کا بار ڈالا جاے -

حلم و خاکساری کا تو وہ گویا مجسم نمونہ تھے - وہ مدائن کے امیر تھے - ایک مرتبہ نکلے تو ایک شخص بانس کا بوجھہ لیے جاتا تھا، اس سے انکے جسم میں خراش آگئی، وہ رک گئے اور پلس آکر بازو ہلاکر کہنے لگے : جب تک جوانی کا لطف نہ اٹھالو خدا تم کو زندہ رکھے -

ایک مرتبہ ایک شخص شام سے انجیر کا گٹھا لیے آتا تھا، اس نے حضرت سلمان فارسی کو دیکھا تو انکے بدن پر صرف ایک چھوٹی سی عبا تھی، اسکو چونکہ یہ معلوم نہ تھا کہ مدائن کے حاکم یہی ہیں اسلیے اسنے بلاکر کہا کہ یہاں آو - یہ بوجھہ اٹھا لیچلو - حضرت سلمان کو بوجھہ لیجاتے ہوے لوگوں نے دیکھا تو اس سے کہا یہ تو یہاں کے گورنر ہیں - اسنے کہا مجھے کیا معلوم تھا ؟ حضرت سلمان نے فرمایا جب تک اسکو تمہارے گھر تک نہ پہونچادونگا ہرگز نہ اتارونگا

مدارس اسلامیہ

جـــامـــع ازهـــر

(از جناب مولانا سید سلیمان صاحب دسنوي)

چوتهي صدي کے وسط میں جبکه اخشیدي سلطنت کا الوالعزم فرمان روا کافور فوت هوچکا تها اور اُسکي جگه احمد بن علي بن الاخشیدي تخت مصر پر بٹهایا گیا تها ' تو احمد بن علي اپني کم سني کي وجه سے سلطنت کا بار نه اُٹها سکا اور اسکا چچا زاد بهائي حسین بن عبد الله اسکي طرف سے منتظم سلطنت قرار پایا - جعفر بن الفرات ان دنوں وزیر اعظم تها - احمد جو اصلي وارث تاج و تخت تها اور جسکو اخشیدي سلطنت کا سچا درد هوسکتا تها وہ کم سن تها ' اوروں کو بقاے سلطنت کی کیا پروا هوسکتي تهي ؟ اُنکي کوشش صرف ذاتي کامیابیوں تک محدود رهي - نتیجه یه هوا که سلطنت کے تمام ارکان مضمحل هوگئے - امرا کی غفلت سے مداخل مخارج سے کہیں بڑهگئے - فوجوں کے مقررہ تنخواهوں میں روز بروز کمي هونے لگي - آخر فوج کے ایک دسته نے اصلاح سلطنت سے نا امید هو کے المعزلدین الله کو جو اُن دنوں افریقه کا بادشاہ تها' لکها که " تم آؤ مصر پر حمله کرو هم تمهاري مدد کرینگے " معز نے یه نوید جانفزا سنتے هي ابوالحسن جوهر بن عبد الله کي زیر امارت ایک فوج مصر کي طرف روانه کردي - اخشیدي سلطنت کي طرف سے بهي مقابله کے لیے فوج بهیجي گئي - ۱۱ - شعبان سنه ۳۵۸ میں دونوں فوجوں کا مقابله هوا ' مگر جو سیلاب پهیل چکا تها ' وہ اب کسي کے روکے کب رک سکتا تها ؟ کچهه دنوں تک تو مصري فوج برابر کا جواب دیتي رهي ' مگر آخر اسکے پاے استقلال کو لغزش هوئي اور شکست فاش کهالي -

دوسرے دن جوهر اپني کامیاب فوج کے ساتهه بڑے جاہ و جلال سے مصر میں داخل هوا اور امن عام کا اعلان کیا - جب فاطمیین کو ملک مصر پر پورا اقتدار حاصل هوچکا ' تو اُنکو خیال پیدا هوا که اس فتح کي یادگار میں ایک نیا شهر آباد کرنا چاهیے جو بني فاطمه کے نام کو قیامت تک زنده رکهے - یه فوري تحریک بهت جلد قوت سے فعلیت میں آگئي' اور اُسي سال سنه ۳۵۸ میں یه شهر آباد هوگیا جسکا نام فتح کی مناسبت سے المنصوریه رکها گیا - لیکن جب سنه ۳۶۲ میں خلیفه فاطمي المعزلدین الله نے قیروان کو چهوڑ کر مصر کو دارالخلافت بنایا تو خلیفه کے نسبت سے اسکا نام القاهرة المعزیه رکها گیا - اب صرف " قاهره " زبانوں پر رهگیا هے -

اُس زمانه کي رسم یه تهي که جب کوئي نیا اسلامي شهر بسایا جاتا تو تبرکا وهاں پہلے مسجد کي بنیاد ڈالی جاتي تهي - چونکه فاطمیین شیعه تهے' اسلیے اهل سنت کي مسجد میں خطبۂ خلافت دینا نامناسب خیال کرتے تهے - ان وجوہ سے جوهر نے روز شنبه ۲۴ جمادي الاولی سنه ۳۵۹ کو اُس مسجد کی بنیاد ڈالي جسکي قسمت میں آگے چلکر جامع ازهر هونا تها - دو برس کي متواتر جانفشانیوں کے بعد سنه ۳۶۱ میں اسکي عمارت طیار هوگئي - اسکا نام فاطمیین نے سیدة النساء فاطمة الزهراء کي طرف منسوب کر کے جامع ازهر رکها - اسکي وسعت اور صرف کثیر کا اندازہ اس سے هوسکتا هے که اسکي صرف ایک قطار میں ۷۶ ستون سنگ مرمر کے تهے -

سنه ۷۰۲ میں ایک سخت زلزله آیا جسکے صدمه سے جامع ازهر کي کچهه دیواریں گرپڑیں - سالار نامي ایک امیر نے پهر نئے سرے سے تعمیر کرائي - سنه ۱۱۶۷ میں امیر عبد الرحمن کتعدا نے نصف جدید عمارتوں کا اس پر اضافه کردیا جنمیں صرف سنگ مرمر کے ۵۰ ستون تهے - اگر متعلقات جامع کو بهي شمار کرلیا جاے تو ازهر کے کل ستون کي مجموعي تعداد ۳۷۵ هوگي -

اگر تم قدیم عمارت کي جو فاطمیین کي یادگار هے ' سیر کرنا چاهوگے تو تمهیں اندر جانے کے لیے تین دروازے ملینگے - اندر پهونچکر تم کو معلوم هوگا که یه مسجد چاروں طرف سے گهري هوئي هے ' اُسکي اندروني سطح سنگ مرمر سے مزین هے' جس پر کوفی خط میں قرآن شریف کي آیتوں کا طغرا هے - جدید و قدیم دونوں عمارتوں کے دو حصے هیں - ایک چهت هے جس میں لکڑي کي کڑیاں هیں اور اُن میں بڑی دیدہ ریزي سے نقش و نگار بنائے گئے هیں - دوسرا پتهر کا کهلا صحن هے جس میں طلبا ایام گرما میں شب کو سوتے هیں - پہلے اس میں دس محرابیں تهیں جن میں سے اب صرف چهه رهگئی هیں - مگر ان محرابوں میں صرف دو مشهور هیں - ایک کا امام شافعي المذهب هے اور دوسرے کا مالکي - کل مسجد میں صرف ایک منبر هے جس پر کهڑے هوکر امام جمعه اور عیدین کا خطبه پڑهتا هے - اذان دینے کے لیے پانچ بهت بلند منارے هیں جن پر چڑهکے موذن اذان کہا کرتے هیں - جامع ازهر کی ایک عجیب و غریب رسم یه هے که یهاں موذن اندهے مقرر کیے جاتے هیں تا که مناروں پر چڑهتے وقت پردہ نشین گهروں کي پردہ دري نه هو - جب موذن اذان کهنا چاهتے هیں تو ایک بار " المیقـــاتي " کا نعرہ بلند کرتے هیں - اس آواز کو سنکر اور مسجدوں کے موذن بهي اذان کے لیے طیار هو جاتے هیں -

مقریزي کے کلام سے ایسا معلوم هوتا هے که موسم حج میں ان مناروں پر کثرت سے روشني کي جاتي تهي جس سے ساري مسجد بقعۂ نور بن جاتي تهي - اس جلوۂ نور کے حسن منظر کا اس سے اندازہ هوسکتا هے که خلفاے فاطمیین نے صرف اسکي سیر دیکهنے کي غرض سے ایک قصر بنایا تها -

دولة فاطمیه جب اپني زندگي کے دن پورے کر چکي اور ایوبیه خاندان کا سب سے بڑا پردوش ممبر سلطان صلاح الدین یوسف بن ایوب مصر پر قابض هوا تو اس نے شیخ صدر الدین بن درباس شافعي کو مصر کا قاضي القضاة مقرر کیا - شوافع کے هاں چونکه ایک شهر میں دو جگه نماز جمعه نهیں هوسکتي' اسلیے جامع ازهر کے بدلے جامع حاکمي میں نماز جمعه هونے لگي ' کیونکه یه مسجد ازهر سے زیادہ وسیع تهي - تقریباً سو برس تک جامع ازهر میں نماز جمعه موقوف رهي - جب سلطان ظاهر سنه ۶۵۸ میں مصر کا حکمراں هوا تو اس نے شافعي قاضي کو اس خدمت سے سبکدوش کر کے اسکي جگه ایک حنفي قاضي القضاة مقرر کیا' جس نے ازهر میں پهر جمعه پڑهنے کي اجازت دیدي' اور جب سے آج تک برابر یهاں نماز جمعه بڑے شان و شوکت سے ادا کي جاتي هے -

(مدرسـة الازهـر)

چونکه یه مقدس عمارت مذهبي شان کے ساتهه دولة فاطمیه کي یادگار تهي ' اسلیے جب کوئي شخص مصر پر نیا حکمراں هوتا ' تو وہ کچهه نه کچهه مذهبي خاطر یا بقاے نام کي غرض سے اُن عمارتوں پر اضافه کرتا جاتا جو گذشته سلاطین کے نام زنده کر رهي تهیں - کسي نے دارالاقامة ' کسي نے حمام' کسي نے باورچي خانے بنوادیے - چنانچه اسوقت جامع ازهر کي وسعت ۱۲۲۵۰ گز هے - یهاں کا هر کمرہ جسکو ازهر کی اصطلاح میں رواق کهتے هیں' متوسط وسعت کا هوتا هے' جس میں دو تین الماریاں بهي هوتي هیں - مختلف ممالک اسلامیه کے لیے یهاں الگ الگ دارالاقامة هیں' اور اُنکا مهتمم جسکو ازهر کي زبان میں شیخ کهتے هیں' الگ هوتا هے ' اور اسکا

هوجاتا هے ' وہ مغضوب و ملعون هوجاتي هے اور خدا کي لعنت کا آهني طوق اسکي گردن میں پڑجاتا هے ' پهر دنیا میں کون هے جو الله کے ذلیل کیے هوے کو عزت دے ؟

بخل اگرچه تم ابتدا میں صرف مال کے لیے کروگے مگر اس کا فساد عظیم جان کے عزیز هونے تک پهنچ جائیگا ' اور خدا کے راسته میں دکهه اٹهانا بهي تمهارے لیے مشکل نہیں امر هوجائیگا -

قرآن حکیم نے اسي بخل کو لیا ' اور ایک مستقل سورۃ میں اسکے نتائج کو واضح کیا :

ارئیت الذي یکذب بالدین ' فذلک الذي یدع الیتیم ولا یحض علی طعام المسکین -

کیا تم نے اس شخص کو دیکها جس کو اتنا بهي یقین نہیں که اسکو کسي نه کسي دن اپنے اعمال کا خود جوابده هونا پڑیگا ' اور اگرچه زبان سے وہ قیامت کا اقرار کرتا هے' مگر اسکے اعمال اسکے اس اقرار کي تکذیب کر رهے هیں ؟ جو شخص یتیموں کي ذرا بهي پروا نه کرے بلکه جب وہ اپني حاجات اس دولتمند شخص کے پاس لے کر آویں تو انکو دهکا دیکر نکالدے - تو کیا اس عمل قبیح سے یه ثابت نہیں هوا که اس کو قیامت پر ذرا بهي یقین نہیں ؟ اسکے ساتهه تو اسکے اعمال جائینگے نه که مال و دولت - مگر حقیقت یه هے که اسکو وهم و گمان بهي نہیں که هر شخص کو اپنے اعمال کا آپ جواب دینا هے - خیر اسکو بهي جانے دو ' اگر یه نه سهي تو کم سے کم اتنا تو هوتا که دوسروں هي کو نیکي کي ترغیب دیتا' مگر اس بدبخت کي حالت عجیب هے که اوروں کو بهي مساکین و فقرا کي خدمت کرنے پر ترغیب نہیں دیتا - اسکے یه تمام اعمال و افعال صاف صاف اعلان کر رهے هیں که اسکو قیامت سے قطعي انکار هے ' ورنه کیا اتني معمولي نیکي سے بهي گریز کرتا ؟

یه وہ جماعت هے جسکے پاس مال هے ' دولت هے' اور وہ الله کے راسته میں خرچ نہیں کرتي ' بلکه اسکو خزانوں اور کوٹهریوں میں مقفل کرکے بند رکهتي هے ' ان کي بعینه وهي حالت هے جو یہودیوں کي تهي : والذین یکنزون الذهب والفضة ولا ینفقونها في سبیل الله فبشرهم بعذاب الیم - یوم یحمی علیها فی نار جهنم فتکوی بها جباههم و جنوبهم و ظهورهم هذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون - جو لوگ سونا اور چاندي ' مال اور دولت ' جمع کرکے خزانوں میں جمع کرتے هیں اور غربت و افلاس کے خوف سے الله کے راسته میں خرچ نہیں کرتے ' تو انکو عذاب الیم کي خوشخبري سنادو - اس مال کو جهنم کي آتش میں گرم کرکے ان کے ماتهے' ان کے لبوں' اور ان کے پشتوں پر داغ دیا جائیگا - اسوقت انسے کہا جائیگا که یهي وہ مال و متاع زندگي هے جو بیحد مرغوب و محبوب هونے کے باعث تم جمع رکهتے تهے ' دیکهو یه اس گاڑنے اور جمع کرنے کا نتیجه هے -

رسول الله صلي الله علیه و سلم کو ایک مرتبه جهاد کیلیے روپیه کي ضرورت تهي - آپ نے مسجد میں جاکر خطبه دیا اور صحابه رضی الله عنهم سے فرمایا کهجور لاؤ -

حضرت عمر رضی الله عنه گهر سے کهجور لیکر دربار نبوت میں حاضر هوے - یه اس وقت امیر تهے' رسول الله صلی الله علیه و سلم نے فرمایا : تم نے گهر میں کیا چهوڑا اور همارے لیے کیا لاے ؟

حضرت عمر نے عرض کیا : تمام مال جمع کیا ' نصف حضور کي خدمت میں پیش کردیا اور نصف اپنے اهل و عیال کیلیے رکهه آیا هوں -

اب حضرت ابو بکر رضی الله عنه حاضر هوتے هیں - یه اس زمانه میں غریب تهے - رسول الله صلی الله علیه وسلم نے حضرت ابوبکر سے دریافت فرمایا : همارے لیے کیا لاے : اور گهر میں کیا چهوڑا ؟ عرض کیا : جو کچهه گهر میں موجود تها سب کچهه جمع کرکے لے آیا هوں اور گهر میں الله اور اسکا رسول هے -

دنیا نے دیکهه لیا که ان قربانیوں نے کیا نتائج پیدا کیے' اور جس وقت مسلمانوں میں یه جذبه قربانی پیدا هوجائیگا اسکے نتائج دوبارہ دیکهه لیگے -

ان تین آیتوں میں ارباب مال و دولت کي تصویر کهینچ دي جب وہ انفاق في سبیل الله سے گریز کریں - اس کے ساتهه اب ان لوگوں کي طرف توجه دلائي جاتي هے جو نماز تو پڑهتے هیں مگر در اصل اسکے مقصد حقیقي کا ذرا بهي خیال نہیں کرتے :

فویل للمصلین الذین هم عن صلاتهم ساهون الذین هم یراؤن و یمنعون الماعون - جو لوگ نماز پڑهتے هیں ' چاهیے تها که نماز انکے اندر تمام وہ خصائص پیدا کردیتي جو نماز کے اصل مقاصد هیں ' مگر هم دیکهتے هیں که جاني قرباني تو کجا ' مالي قرباني سے بهي گریز کرتے هیں ' معمولي روز مرہ کے استعمال کي چیزیں تک لوگوں کو دینے سے انهیں انکار هے - ایک عالم سے اتنا نہیں هو سکتا که اپني کتابیں دوسرے کو پڑهنے کیلیے عاریتاً دیدے ' ایک طالب علم یه نہیں کرسکتا که اپنے قلم و دوات سے دوسرے کو نفع پهنچاوے ' ایک عورت میں اتني فدویت بهي نہیں پیدا هو سکتي که اپنے برتن دوسري پڑوسن کو استعمال کے لیے دیدے - جب نماز پڑهتے هیں ' اور نهایت خشوع و خضوع کا اظهار کرتے هیں' تو بڑي لمبي نمازیں هوتي هیں' پیشاني پر سجده کا نشان پڑ جاتا هے' مگر قرباني کا اتنا ماده بهي پیدا نہیں هوتا - پس افسوس ایسے نمازیوں کیلیے - وہ نماز کي اصل حقیقت کو بهول گئے - وہ نماز سے بالکل غافل هیں ' وہ محض لوگوں کو دکهلانے کي غرض سے نماز پڑهتے هیں - الله کیلیے انکے پاس کچهه نہیں هے !

اس چهوٹي سي سورۃ میں قدوس حق نواز نے بخل کي حقیقت کو واضح کردیا هے که اسسے قومیں تباہ ' ملتیں برباد ' اور مذاهب ناپید هوجاتے هیں - اب یه بخل خواہ ارباب دولت میں پیدا هو جس کو تم آساني سے سمجهه سکتے هو ' خواہ ان عابدان گوشه نشین میں پیدا هو' جو کنج عزلت میں بیٹهکر ادعاء زهد و عبادت کرتے هیں ' نمازیں پڑهتے هیں مگر بے سود ' سجدے کرتے هیں مگر لا حاصل' دعائیں مانگتے هیں مگر قبول نہیں هوتیں -

حقیقت یهي هے که ابتدا میں قوموں کے اندر مالي قرباني کا جذبه پیدا هوتا هے ' جب اسمیں کامل و مکمل هوجاتي هیں تو پهر جاني قرباني کا حکم هوتا هے - اسي جگه دیکهو ' سورہ ماعون میں بخل کي مذمت بتلائي تا که بخل سے بچیں ، اور الله کے راسته میں مال خرچ کریں - ایک مدت تک جب اس پر عمل هوتا رها ' قوم مالي قرباني کیلیے ایک حد تک تیار هوگئي تو پهر سورہ کوثر نازل هوئي جسمیں جاني قرباني پر زیادہ زور دیا گیا اور اس کا ایک هي نتیجه بهي بتا دیا : ان شانئک هو الابتر

(وظــائف)

یہاں طلبا کو دو قسم کے وظائف دیے جاتے ہیں - اول ماهانه نقد' دوم سامان خورد و نوش - دونوں قسم کے طلبا کی ایک خاص تعداد ہے جن سے زائد کو مدرسه وظیفه نہیں دیتا جب تک اسمیں سے کوئي جگه خالي نهو - کهانے میں هر طالب علم کو زیاده سے زیاده چهه روٹیوں تک لینے کا اختیار ہے - ازهر کا مذهبي اقتدار دیکھکر که عمائد مصر خود تبرکا اپنے لیے ازهر سے روٹیاں مقرر کراتے هیں - طلبا کي اس مالي امداد کي تعداد کم سے کم ۲ قرش یعني ٥ آنه ' اور زیاده سے زیاده سو قرش ماهانه یعني پندره روپیه دس آنه ہے - اس وقت جامع ازهر میں تین هزار وظیفه خوار طلباء هیں -

(اخــلاق)

چونکه جامع ازهر کے طلبا مختلف مذاهب کے هیں اور مختلف ممالک کے باشندے هیں' اسلیے اُنکے اخلاق و عادات پر کوئي ریمارک نهیں کیا جاسکتا - عموماً وهاں کے طلبا کے وهي اخلاق و عادات هیں جو هندوستان کے عربي خواں طلبا کے همیں نظر آتے هیں -

(مدرسین)

جامــع ازهــر میں دو قسم کے علما هیں' ایک وه جو سنه ۱۲۸۸ ھ سے (جس سے ازهر کا دور جدید شروع هوتا ہے) چلے آتے هیں' اِن کي تعداد روز بروز کم هوتي جاتي ہے - اس وقت اُنکي تعداد اُنسٹھه ہے - دوسرے وه علما هیں جنکا تعلق ازهر سے اسکے بعد شروع هوا ہے - ان دونوں قسم کے علما کي تعداد بحیثیت درجات حسب ذیل ہے :

مدرسین درجه اول	۷۲
مدرسین درجه دوم	۷۳
مدرسین درجه سوم	۱۱۰

مدرسین درجه اول کو اختیار ہے که وه جو علم اور جو کتاب چاهیں پڑها سکتے هیں' کسي قسم کي روک ٹوک نهیں ہے - درجه دوم کے علما صرف صرف و نحو کي متوسط کتابیں پڑها سکتے هیں - درجه سوم کے اساتذه چهوٹي چهوٹي کتابیں پڑهاتے هیں - درجه ثاني و سوم کے مدرسین اگر درجه اول میں آنا چاهیں تو اونکو درجه اول کي مدرسي کا امتحان دینا هوگا - خود مجلس انتظامیه بهي ترقي دے سکتي ہے - بشرطیکه اُنکي قابلیت و وسعت معلومات کا جوهر مجلس پر ظاهر هوگیا هو - به لحاظ اختلاف مذاهب مدرسین کي تقسیم حسب ذیل ہے :

حنفي	۷۲	شافعي	۱۰۰
مالکي	۷۷	حنبلي	۲

(تنخواه)

حساب و جغرافیه و ریاضي وغیره پڑهانے کیلیے بیس اساتذه اور هیں' پس تمام اساتذه کي مجموعي تعداد ۲۷۲ هوئي - ان اساتذه کي تقسیم بحیثیت تنخواه ماهانه یه ہے :

	روپیه	آنه	پائي
درجه اول	۲۳	۲	۰
درجه ثاني	۱۵	۱۰	۰
درجه ثالث	۹	۱۱	۲

یه نقشه صرف اُن اساتذه کي تنخواه کو بتلاتا ہے جو دور جدید کے بعد مقرر کیے گئے هیں - دور جدید سے پہلے کے علما کے مشاهرے اِن سے زیاده هیں - مدرسین کو خورد و نوش کے سامان کي تکلیف نهیں دي جاتي' مشاهره کے علاوه کهانا اور رهنے کے لیے کمرے بهي دیے جاتے هیں' جہاں ضروریات زندگي کے سامان موجود رهتے هیں -

(لباس)

ازهر میں ایک رسم یه بهي ہے که خدیو کي طرف سے علما کو سالانه پوشاکیں ملتي هیں' اور اب کپڑوں کے بدلے اُنکي قیمت هي دیدیجاتي ہے - مدرسین کي بوجه اختلاف ملک و ملت کوئي خاص پوشاک نهیں ہے' مگر عموماً سب عربي لباس زیب بدن کرتے هیں - البته جدید تعلیم یافته اساتذه جو حساب و جغرافیه کي تعلیم دیتے هیں' فرنچ ڈریس پهنتے هیں -

مدرسین سرکاري کمیٹیوں اور مجامع عامه میں ایک خاص وضع کي پوشاک پهنتے هیں' جسکو مصر کي زبان میں " کساوی تشریفیه " یعني عزت کا لباس کهتے هیں - یه لباس حکومت مصري اُس شخص کو بهي بطور خلعت کے دیتي ہے جو کوئي خاص علمي قابلیت رکهتا ہے -

(اعــزاز)

علماے ازهر پر سلطنت کا بہت کم دباؤ پڑتا ہے - مصر میں کیا کیا انقلابات نه هوے - فاطمیین' ایوبیین' چراکسه' دولة عثمانیه کي یکے بادیگرے سلطنتیں قائم هوئیں' مگر ازهر جس شان سے پہلے تها اب تک اُسي شان سے قائم ہے - اب بهي سیاست کا اثر علماے مصر پر بہت کم هوتا ہے - اُنکو ایک حد تک آزادي نصیب ہے' اسي لیے خواص و عوام اُنکو نگاه عزت سے دیکهتے هیں - شیوخ ازهر جب سوار هوکر بازاروں میں نکلتے هیں' تو دوکاندار اُٹهه اُٹهه کر تعظیم کرتے هیں اور رکاب کو بوسه دیتے هیں - جب شروع شروع یہاں ریل جاري هوئي ہے تو سعید پاشا نے علما کے لیے کرایه معاف کردیا تها - اب بهي نصف کرایه لیا جاتا ہے - ازهر کا ایک قانون یه بهي ہے که جب کوئي مدرس انتقال کرتا ہے تو اُسکي تنخواه اُسکي اولاد پر تقسیم کرکے اُنهیں ازهر میں جبري تعلیم دلائي جاتي ہے -

(تعلیم و تدریس)

جامع ازهر کي علمي زندگي کي ابتدا سنه ۳۶۵ سے هوتي ہے جبکه دولة فاطمیه کو مصر پر قبضه کیے هوے آٹهه سال گذر چکے تهے - چونکه سلطنت کا مذهب اسوقت شیعه تها' اسلیے صفر سنه ۳۶۵ هجري کو قاضي علي بن نعمان نے جامع ازهر میں شیعي فقه پر املا کیا' اور اب وه کتاب کي صورت میں موجود ہے جسکا نام الاقتصار ہے - جب تک فاطمیه دولت رهي' یہاں شیعي فقه کا درس هوتا رها - جمعه کو خود امراے سلطنت اور خلیفۂ فاطمي درس کي شرکت سے مشرف هوتے تهے - دولت فاطمیه کي اُس شاهانه توجه کو دیکهکر جو معقولات و ریاضي کي طرف ملتفت تهي' به قرینۂ غالب معلوم هوتا ہے که ازهر میں علوم عقلي و ریاضي کي بهي تعلیم هوتي هوگي - دولت فاطمیه کے علمي خزانۂ میں ایک لاکهه کتابیں تهیں جن میں سے چهه هزار صرف علم طب کي تهیں - دو کرۂ فلکي تهے جن میں ایک چاندي کا تها اور اُسکي نسبت مشهور تها که وه خود بطلیموس کے هاتهه کا بنایا هوا ہے اور اسکے بنانے میں تین هزار اشرفیاں صرف کي گئي هیں - خدا جانے گردش چرخ نے اسکو یہاں کیونکر پهونچا دیا؟ ایک جغرافیائي نقشه بهي تها جس میں کاغذ کے بدلے نیلگوں ریشمیں کپڑے کي زمین تهي اور اُس میں دنیا کے تمام پہاڑ' دریا' آبادیاں' سونے چاندي سے بنائي گئي تهیں -

جامع ازهر میں دو سو دو برس تک شیعي علوم کا درس هوتا رها - سنه ۵۶۷ میں جب دولة فاطمیه برباد هوگئي' اور اُسکي جگهه سلطان صلاح الدین یوسف بن ایوب جو سلطنت ایوبیه کا ایک پرجوش ممبر تها تخت مصر پر جلوه افروز هوا' تو اُس نے دو اور نئے مدرسه تعمیر کراے - ایک میں فقهاے شافعیه درس دیتے تهے' دوسرے میں علماے مالکیه' اور اس خیال سے که شیعي سلطنت کي کوئي زنده یادگار مصر میں باقي نرهے' اُس نے جامع ازهر میں تدریس موقوف کرادي - چنانچه پورے ایک سو دس برس تک جامع ازهر کي درسگاهیں شرف تدریس سے محروم رهیں - سنه ۶۵۸ هجري میں جب ایوبیه خاندان چراکسه کے هاتهه سے برباد هوا اور سلطان ظاهر مصر پر قابض هوا' تو اُس نے پهر ازهر کي آراستگي کا حکم دیا - اب گویا ازهر کي علمي زندگي دوباره شروع هوتي ہے' اور اپني

تقرر طلبه کے انتخاب سے هوتا هے - شیخ الرواق کے فرائض وهي هیں جو انگریزي کالجوں کے پرا کٹر کے هیں - هر کمره میں چٹائیوں کا فرش هوتا هے جو هر ششماهي پربدل ڈالي جاتي هیں -

جامع ازهر میں جهاں، مصر، شام، بغداد، حضرموت، یمن، کرد، ترک، حبش، طرابلس، تیونس، افغانستان، مراکش، سوڈان، جزیره جاوا، اور حجاز کے لیے علحده علحده بورڈنگ هیں وهاں غریب هندوستان کے لیے بهي ایک خاص دارالاقامة هے - انهي دارالاقامتوں میں طلبه رهتے هیں اور اسلیے تاکه نعلیم کے سوا کسي اور طرف ملتفت نهوں، آنکو وظائف دیے جاتے هیں - وظائف کي مقدار طالب علم کے احتیاج کے موافق هوتي هے، کسي کو صرف کهانادیا جاتا هے، کسي کپڑے بهي دیے جاتے هیں، کسي کو ذاتي مصارف کے لیے نقد دیا جاتا هے -

(مالي حالت)

سلاطین فاطمیه میں سے پہلے پہل المعزلدین الله کے بیٹے العزیز بالله نے طلبا و مدرسین کے وظائف مقرر کیے اور دارالاقامے بنواے - جمعه کے دن یه لوگ خود حلقۂ درس میں شریک هوتے تهے - عید کے دن مدرسین کو خلعت دیا جاتا تها - حاکم بامر الله نے ازهر کے لیے دو تنور اور ستائیس قندیلیں چاندي کي بنوائیں تهیں جو ایام رمضان میں روشن کي جاتي تهیں - ان کے سوا اکثر امراء و سلاطین ازهر کے لیے بڑي بڑي جاگیریں وقف کرتے تهے - سب سے پہلے جس نے جامع ازهر کے لیے جاگیر وقف کردیے عزت حاصل کي، وه دولت فاطمیه کا علم دوست خلیفه الحاکم بامر الله هے - اسکے بعد یکے بعد دیگرے اور امراے سلطنت نے بهي جاگیریں وقف کیں - خاندان خدیوي نے بهي بڑي بڑي رقموں سے ازهر کي امداد کي هے - حکومت خدیویه ۶۶۱۱ - گینی سالانه سے ازهر کي اعانت کرتي هے - ازهر کي موقوفه جاگیروں کي سالانه آمدني ۸۰۰۰ گینی سے کم نهیں هے -

(طلباء ازهر)

قاعده هے که الناس علی دین ملوکهم - لوگوں نے جب دیکها که امراء و سلاطین کي ازهر کي طرف خاص توجه هے، تو مختلف ممالک سے کثرت کے ساتهه طلبه تحصیل علم کے شوق میں جامع ازهر میں آنے لگے - مشکل سے کوئي مسلمانوں کي آبادي هوگي جهاں کا کوئي طالب علم ازهر کي تعلیم سے مشرف نه هوا هو - ابهي ازهر اپنے بچپن کي منزلیں بهي طے کرنے نه پایا تها که اُسکي درسگاه طلبا سے بهرگئي تهي، اور اب تو اُسکے آغوش درس میں دور دور کي علمي اولادیں پرورش پا رهي هیں - حنفي، شافعي، حنبلي، مالکي، ترکي، هندي، حجازي، طرابلسي، مختلف رنگ و بو کے پهولوں سے ازهر کا دامن پر هے - سنه ۸۱۸ - هجری میں یہاں ۷۵۰ طالب علم تهے - سنه ۱۲۹۲ هجری میں یہاں کے طلبا کي تعداد ۱۱۰۹۵ تهي - سنه ۱۳۱۰ هجري میں یہاں ۸۲۵۹ طالب علم تعلیم پارهے تهے - سنه ۱۳۲۰ میں ۱۰۴۰۳ - طلبا تهے - ان طلبا کي تعداد به لحاظ مختلف مذاهب حسب ذیل هے :

حنفیه	۲۹۵۱
مالکیه	۲۶۵۴
شافعیه	۳۵۶۹
حنابله	۲۹

مصریوں کے مقابله میں غیر مصري طلبا بهت کم هیں جو ذیل کے نقشه سے ظاهر هوگا :

شامي	۲۶۴	جبرت (ملک حبش)	۶
ترک	۱۰۴	هندوستاني	۳
طرابلس الغرب	۵۱	حجازي	۷
جزائر	۲۷	جاوا	۷
مراکش	۲۲	افغان	
تیونس	۲۰	دارفور (سوڈان)	۱۴
کرد	۹	سنار (سوڈان)	۲۸
بغدادي	۲	برنو (سوڈان)	۱۴
بربري	۴۵	صلیح (سوڈان)	۱۳
			۶۴۵

(لباس)

ان طلبا کا کوئي ایک خاص لباس نهیں هے جو انکي دلي یکجهتي کا عنوان بن سکے - هر طالب علم اپنے وطن کي پوشاک پهنتا هے - مگر یوروپین ڈریس کوئي طالب علم نهیں پهنتا - عمامه وهاں کے ضروریات لباس سے هے - عموماً اُنکي وضع عربي هے - سروں پر سفید رنگ کے عمامے هوتے هیں - بدن پر عبائیں هوتي هیں - هاں سادات سبز عمامے باندهتے هیں، یه سرکاري طور پر سنه ۷۷۳ میں شعبان بن ناظر سلطان مصر نے سادات کیلیے یه شناخت قرار دي تهي - اسي کي طرف اشاره کرکے ایک شاعر ابو جابر نامي کهتا هے :

جعلوا لابناء الرسول علامة

ان العلامة شان من لم یشهر

ترجمه - لوگوں نے اولاد رسول کیلیے علامت مقرر کي هے - لیکن علامت کي ضرورت گمنام لوگوں کے لیے هے -

نور النبوة في کریم وجوههم

یغني الشریف عن الطراز الاخضر

ترجمه - اُنکے چهروں سے نبوت کي روشني چمک رهي هے، اسلیے اُنکو سبز پوشاک کي علامت کي حاجت نهیں -

(انتظام صحت)

پہلے یہاں طلبا کے صحت کا انتظام نه تها - دولة خدیویه نے اسکي طرف توجه کي اور صفائي کا اهتمام کیا - پہلے یہاں کي عمارت هر طرف سے گهري هوئي تهي - اب تازه هوا آنیکے لیے میدان وسیع کیا گیا هے - ایک ڈاکٹر اور ایک عطار خانه بهي خاص مدرسه کے متعلق هے جهاں سے دوائیں مفت دي جاتي هیں

(قواعد داخلۂ مدرسه)

یہاں کسي طالب علم سے کسي قسم کي فیس نهیں لي جاتي جو طالب علم که صرف اسباق میں شریک هونا چاهتا هے، اُسکے لیے کوئي قید نهیں هے، هر شخص شریک هوسکتا هے - هاں البته دار الاقامه میں داخل هونیکے لیے مندرجه ذیل شروط کي پابندي کي جاتي هے :

(۱) پندره برس سے کم عمر نهو -

(۲) معمولي نوشت و خواند سے واقف هو -

(۳) کم سے کم نصف قرآن مجید کا حافظ هو -

(۴) اندهے طلبا کو پورا قرآن یاد هونا چاهیے -

پہلے طالب علم کا قرآن میں امتحان لیا جاتا هے - اگر ممتحن نے اُسکي کامیابي کي شهادت دي، تو وه جامع ازهر ڈاکٹر کے پاس جاتا هے، وهاں اُسکو چیچک کا ٹیکه لگایا جاتا هے یہاں سے فارغ هوکر وه اُن اساتذه کي خدمت میں حاضر هوتا هے جن سے اُسکا سبق متعلق هوگا - اگر اُنهوں نے اجازت دي تو اُسکا نام اُس بورڈنگ هوس میں داخل کیا جاتا هے جهاں وه رهنا چاهتا هے - اُسکے بعد مدرسه ازهر کے عام رجسٹر میں اُسکا نام درج کیا جاتا هے - یه قواعد مصري طلبه کے ساتهه مخصوص هیں - مصري طالب علم جب مدرسه میں داخل هونیکي درخواست کرتا هے تو شیخ الرواق، منتظمین اور سر برآورده طلبا کي ایک مجلس منعقد کرتا هے - یه مجلس اُس طالب علم کا امتحان لیتي هے اور کامیابي کے بعد اسکے داخله کي اجازت دیتي هے -

ا ـ مآثر الکرام - و سرو آزاد

مصنفهٔ

حسان الهند مولانا میر غلام علي آزاد بلگرامي پر

مولانا حکیم شمس الله قادري صاحب - ایم - اے - ایس - ایف

آر - ایچ - ایس - عالم آثار قدیمه کا

ریویو

علم تاریخ کي دو قسمیں هیں - ایک وه سلسله واقعات هے که جس میں مختلف قوموں اور سلطنتوں کے عروج و زوال سے بحث کي جاتي هے ' اور جس کو عرف عام میں تاریخ یا هسٹري کے نام سے تعبیر کرتے هیں - دوسري قسم وه هے که جس میں کسي ملک یا قوم کے افراد کا تذکره کیا جاتا هے' اس کو اسماء الرجال یا بیوگریفي کهتے هیں -

اسماء الرجال جس کو دوسرے الفاظ میں تذکره نویسي بهي کهتے هیں کم و بیش قدیم الایام سے چلا آتا هے - عبراني' یوناني' رومي لٹریچر میں اس قبیل کي بهت سي کتابیں موجود هیں - لیکن ان میں زیاده تر ملکي بهادروں کے نامي کارنامے یا اولیا و شهدا کے کشف وکرامات منضبط هیں - قرون وسطی میں مسلمانوں نے اس فن کو اس قدر ترقي دي که جس کي نظیر دنیا میں نهیں مل سکتي - ان لوگوں نے تراجم ' طبقات' وفیات و اعیان وغیره کے عنوانوں میں هزاروں کتابیں لکهه ڈالیں' اور ان میں علماء و فضلا ' شعرا' حکما ' امرا وغیره وغیره غرض هر طبقه کے لاکهها آدمیوں کا تذکره قلم بند کردیا - اس موقعه پر یه ظاهر کردینا بهي خالي از دلچسپي نه هوگا که یه تمام کارنامے ان مسلمانوں کے تهے جو بلاد ایران ' روم و شام و مصر میں رهتے تهے - برخلاف اس کے هندوستان کے مسلمانوں نے اس کے ساتهه بهت بے اعتنائي سے کام لیا -

مسلمانان هند کي تاریخ پانچویں صدي هجري سے شروع هوتي هے - اس زمانے سے لیکر مغل ایمپائر کے انحطاط تک هندوستان کي مردم خیز خاک سے بڑے بڑے علما ' فضلا اور نامي گرامي اهل کمال پیدا هوے هیں - مگر افسوس هے که ان کے حالات مصنفین کي بے التفاتي سے اس طرح ناپید هوگیے که اس وقت باوجود تلاش و تجسس کے بهي نهیں مل سکتے -

مولانا آزاد بلگرامي بارهویں صدي میں ایک نامي گرامي مصنف گزرے هیں - انهوں نے اسماء الرجال میں بهت سي کتابیں لکهي هیں' اور موقعه پر فخر کے ساتهه اس امر کا ذکر کیا هے که وه هندوستان میں اسماء الرجال کے سب سے پهلے مصنف هیں - چنانچه اُن کي اصل عبارت یه هے :

" و پیش از من احدی آستین سعي بایں درجه نه شکسته و کمر خدمت بزرگان سلف و خلف بایں جد و جهد نه بسته " -

مولانا آزاد سے پهلے اگرچه ملا عبد القادر بدایوني اور شیخ ابو الفضل - بختاور خان عالمگیري وغیره مورخین نے اپني تاریخوں میں اپنے معاصرین کا تذکره بهي قلم بند کیا هے - لیکن یه تحریرات اس موضوع پر مستقل تصنیف کي حیثیت نهیں رکهتي هیں - مولانا آزاد اسماء الرجال کو ایک مستقل فن قرار دیکر اس کے مختلف شعبوں پر متعدد کتابیں تصنیف کیں مثلاً :

تراجم علما میں سبحة المرجان ' مآثر الکرام - تراجم شعرا میں ید بیضا - خزانهٔ عامره - تراجم صوفیه میں روضة الاولیا ' شجرهٔ طیبه ' وغیره وغیره - اس اعتبار سے اگر هم یه کهیں تو کچهه بیجا امر نه هوگا که مولانا آزاد بلگرامي هندوستان میں اسماء الرجال کے سب سے پهلے مصنف هیں -

مآثر الکرام اسماء الرجال کي ایک قابل قدر او ر بیش قیمت کتاب هے - علامه مصنف نے اس کے دو حصے قرار دیے هیں - پهلے حصه میں ان ڈیڑه سو (۱۵۰) مشاهیر علما و صوفیه کا تذکره قلم بند کیا هے' جو فتح اسلام سے لیکر بارهویں صدي هجري کے خاتمه تک سرزمین هندوستان کے مختلف شهروں میں گزرے هیں - دوسرا حصه جس کا نام سرو آزاد هے شعرا کے متعلق هے - اس میں فارسي اور هند کے (۱۵۱) شعرا کا تذکره هے - اور هر ایک شخص کي نسبت وه تمام باتیں درج کردي هیں جو اس کي سوانح عمري کے لیے ضروري اور کار آمد هیں - مثلاً خاندان ' قوم ' وطن ' تعلیم و تربیت ' تلمیذ - اخلاق و عادات ' تصنیف و تالیف وغیره اور ان کے ضمن میں بهت سے تاریخي واقعات و علمي نکات کا تذکره بهي آگیا هے -

مصنف نے حصه اول کو دو فصلوں پر مرتب کیا هے - پهلي فصل میں اولیاے کرام کے حالات هیں - دوسري فصل میں علما و فضلا کا تذکره هے - هر فصل کي ابتدا میں ایک تمهید هے - پهلي تمهید میں هندوستان میں مسلمانوں کے آنے اور اسلام کے اشاعت پانے کا ذکر هے - اسي طرح دوسري تمهید میں اهل اسلام میں علوم و فنون کے پهیلنے اور خلفاے بغداد و اندلس کے مشاغل علمي کا بیان هے -

حصه دوم یعني سرو آزاد کي ابتدا میں ایک مقدمه هے جس میں فارسي شاعري کي تاریخ بیان کي هے - شعرا کے تراجم درج کیے هیں اور اس کے ضمن میں موقع بموقع شعر و سخن کے قیمتي نکات کا بهي تذکره کردیا هے -

ان دونوں حصوں میں ایک خاص باب یه هے که اکثر مشاهیر دکن کے حالات بهي آگئے هیں ' اور نواب نظام الملک آصفجاه اور اُنکے خاندان کا تذکره اس شرح و بسط کے ساتهه لکها هے که اُن کے هم زمانه تصنیفات سے کسي میں بهي نهیں مل سکتا -

بارهویں صدي کے نصف آخر میں جو حوادثات پیش آے هیں مصنف نے اُنکا ذکر نهایت عمدگی سے بیان کیا هے' اور بعض باتیں تو ایسي لکهي هیں که جو کسي دوسري تاریخ میں مشکل سے مل سکتي هیں' اور جو حضرات تاریخ دکن سے مذاق رکهتے هیں اُن کیلیے یه حصه (سرو آزاد) ایک لاجواب تحفه هے -

فن تراجم میں یوں تو هندوستان میں بهت سي کتابیں لکهي گئي هیں - لیکن ان میں صرف دو کتابیں ایسي هیں جو هر زمانه میں عزت و رفعت کي نگاهوں سے دیکهي جا سکتي هیں - ان میں ایک مآثر الامرا هے جس میں هندوستان کے بڑے بڑے وزرا' امرا اور عهده داروں کا تذکره منضبط هے - دوسري کتاب مآثر الکرام اور اس کا حصه دوم سرو آزاد هے' جس میں علما' فقرا اور شعرا کے حالات لکهے هیں' اور هر ایک کا حال اس تفصیل سے درج هے که کسي دوسري کتاب میں اس کي نظیر نهیں مل سکتي -

مآثر الامرا کو بنگال ایشیاٹک سوسائٹي کي علم دوست جماعت نے مدت هوئي که تین ضخیم جلدوں میں چهاپ کر شایع کردیا هے - لیکن مآثر الکرام کے دونوں حصے ابهي تک گوشهٔ گمنامي میں پڑے هوے تهے -

خدا بهلا کرے مولوي عبد الله صاحب کا که باوجود بے بضاعتي هونیکے اس کتاب کو نهایت اعلی اهتمام سے چهپواکر هندوستان کي علمي تاریخ میں ایک قابل قدر اضافه کیا هے ' اور تمام اهل ملک کو ان کے احسان کا مشکور هونا چاهیے - اور جو حضرات تاریخي مذاق رکهتے هیں ان کے لیے یه دونوں چراغ هدایت کا کام دینگے - پهلے حصه کے (۳۳۴) اور دوسرے حصے کے (۴۲۲) صفحات هیں - ان کي قیمت حسب ذیل رکهی گئي هے :

مآثر الکرام	قیمت	۲ روپیه	علاوه محصول ڈاک
سرو آزاد	قیمت	۳ روپیه	علاوه محصول ڈاک

نظم الکلام في ارتقاء الاسلام

(یعنے اردو ترجمه)

" پروپوزڈ پولیٹکل اینڈ سوشیل ریفارمز انڈر مسلم رول "

مُصنفه

نواب اعظم یار جنگ مولوي چراغ علي مرحوم

پر مولوي محمد اختر صاحب کا ریویو

اس کتاب میں علامه مصنف نے بزبان انگریزي سنه ۱۸۸۳ ع میں ایک یوروپین عالم ریورنڈ ملکم میکال کے اس اعتراض کي تردید کي هے " مذهب اسلام مانع ترقي هے " قرآن ' حدیث ' فقه اور تاریخ سے نهایت عالمانه طریق پر یه ثابت کیا هے که اسلامي روحاني' اخلاقي اور معاشي ترقي کا حامي ' تغیر زمانه کے ساتهه نئے تمدن و سیاست کا ساتهه دینے والا' اور زنده ضروریات کے مطابق هر قسم کے قوانین کي بنیاد بننے کي صلاحیت رکهنے والا مذهب هے - اس کي فطرت جمود و خمود کے منافي هے - اسي ضمن میں اسلام کے متعلق دوسرے یوروپین مصنفین مثلاً سر ولیم میور' سمتهه اسمتهه ' پاڈاکس

اسي بهلي شان و شوکت سے مختلف الاوطان اور مختلف المذاهب طلبا و مدرسين کا گلدسته نظر آنے لگتا هے - امراء و سلاطين کي علمي فياضياں پهر ازهرکو روز بروز ترقي ديني لگيں - دور دور سے جامع ازهر کي علمي کشش طلبا کو کهينچ لائي - اعراق ' بغداد ' غرناطه ' قيروس ' عسقلان ' تبريز ' اندلس ' اصفهان سے طلبا آرهے تهے - علم کے ذوق و شوق ميں دور دراز سفر کي مصيبتوں کو کچهه خاطر ميں نه لاتے ' گمنامي اور جهل کے بادلوں ميں چهپے هوے ازهر ميں داخل هوتے ' اور علم و شهرت کي روشني سے درخشنده هوکر نکلتے - امام عز الدين بن عبد السلام ' امام سبکي ' شهاب قرآني ' ابن هشام سراج بلقيني ' شيخ جلال الدين سيوطي ' ابراهيم بن عيسی اندلسي ' عز الدين عمر بن عبد الله عمر القدسي ' ابو حيان محمد بن يوسف غرناطي ' تاج الدين تبريزي ' امام اصفهاني ' امام زيلعي ' حافظ عراقي ' حافظ ابن حجر عسقلاني ' علاء الدين حموي ' رضي شاطبي ' محمد بن محمد بغدادي ' قاسم بن محمد قيرنسي ' شيخ الاسلام زکريا انصاري ' يه تمام لوگ جو آسمان علم کے آفتاب و ماهتاب هيں ' اسي درسگاه کے فيضياب اور اسي ميخانه علم کے جرعه نوش تهے !

(نصاب تعليم)

دولة فاطميه کے بعد جامع ازهر ميں اول اول فقه شافعي کا درس ديا گيا ' اسکے بعد اور مذاهب کے علوم کا بهي درس ديا جانے لگا - گو يهاں معقولات کي بهي تعليم هوتي تهي ' مگر چونکه ابتدا هي سے جامع ازهر ميں ايک مذهبي شان قائم هوگئي تهي ' اسليے اس کي درسگاه رفته رفته عقلي علوم سے محروم هوگئي -

سنه ۱۳۰۰ تک اس خيال ميں کوئي تبديلي نهيں هوئي ' مگر جب چودهويں صدي کا آفتاب طلوع هوا ' تو علماء و امراے مصر کو خيال هوا که ازهر ميں معقولات کي تعليم بهي لازمي طور سے هوني چاهيے - مگر چونکه عوام کے دماغ ميں يه خيال راسخ هوچکا تها که مذهبي مدارس کو فلسفيانه تعليمات سے پاک هونا چاهيے ' اسليے سنه ۱۳۰۱ ميں ايک استفتا شيخ محمد ابناني شيخ الاسلام مصر و شيخ جامع الازهر اور شيخ محمد البنا مفتي مصر کي خدمت ميں پيش کيا گيا که علوم عقليه طبعيات (فزکس) کيميا (کيمسٹري) رياضي (ميتهميٹکس) کي تعليم کي اسلام اجازت ديتا هے يا نهيں ؟ بالاتفاق دونوں نے اسکے اباحت بلکه ضرورت کا فتوی ديا - اسوقت سے معقولات جامع ازهر کے درس ميں داخل هيں مگر سرکاري طور پر يه علوم عباس حلمی پاشا خديو حال کے عهد ميں ۲۰ محرم سنه ۱۳۱۴ کو داخل کيے گئے - اب ازهر ميں فلسفه ' منطق ' حساب ' جغرافيه ' تاريخ اسلام ' رياضي ' هندسه ' تقرير و تحرير وغيره کي بهي تعليم دي جاتي هے ' اور بغرض تشويق طلبه معززين مصر نے علوم جديده ميں کامياب هونے والے طلبه کے ليے سالانه وظائف مقرر کردیے هيں -

بالفعل جامع ازهر کي پوري مدت خواندگي ميں حسب ذيل علوم پڑهاے جاتے هيں : صرف نحو ' معاني ' بيان ' بديع ' فقه ' اصول فقه ' حديث ' اصول حديث ' تفسير ' علم کلام ' علم الاخلاق ' حساب ' جبر ' مقابله ' علم عروض و قافيه ' تاريخ اسلام ' منطق ' علم الخطابه و الکتابة ' علم لغت ' جغرافيه ' علوم عقليه فلسفه -

جامع ازهر کا کوئي مطبوعه نصاب موجود نهيں هے ' اسليے ازهر کي داخل نصاب کتابونکے نام نهيں بتاے جاسکتے ' مگر جو وهاں کتابيں پڑهائي جاتي هيں - ان ميں سے اکثر وه کتابيں هيں جو هندوستان ميں نهيں پڑهائي جاتيں - علوم بهی حسب ذيل عام هندوستاني عربي مدارس سے زياده هيں -

(علم صرف)

مراح مؤلفه احمد بن مسعود ' کافيه ' ابن حاجب مع شرح شيخ الاسلام رضي ' تصريف مع شرح سعد تفتازاني ' تعريف ' نظم العقود طحطاوي ' لامية الافعال ابن مالک ' رساله الجوهرة في فن الاشتقاق -

(علم نحو)

اجرومیه مع شروح ' توضيح ابن هشام مع شرح ' ازهرية مع شروح ' قطر الندی عبد الله بن هشام ' مذهب ابن هشام ' الفيه ابن مالک مع شروح ابن عقيل و اشموني ' مغني اللبيب ابن هشام - تسهيل ابن مالک -

(علم اللغة)

قاموس فيروز آبادي مع شرح سيد مرتضی ' صحاح جوهري مختار الصحاح رازي ' المصباح المنير ' فقه اللغة امام منصور ثعالبي اساس زمخشري ' المزهر علامه و حافظ عبد الرحمن جلال الدين سيوطي ' لسان العرب جمال الدين انصاري -

(فقه حنفي)

نور الايضاح شيخ شرنبلالی ' کنز نسفي مع شروح طائي و ابن نجيم و زيلعی عيني ' تنوير الابصار مع شرح حصفکي ' البداية امام مرغيناني ' الهداية ' الغاية ' فتح القدير ' الاشباه و النظائر ابن نجيم ' کتاب الخراج امام ابو يوسف ' ملتقي للشيخ حلبي مع شرح حصفکي ' مجمع البحرين ابن ساعاتي ' قدوري ابوالحسن بغدادي ' جامع الفصولين ابن قاضي سماوية -

(فقه مالکي)

عشماويه شيخ عشماوي مع شرح ابن ترکی ' العزيه ' رساله ابن ابي زيد مع شرح اقرب المسالک ' مختصر خليل مع شروح ' المجموع ' العاصمية ' البقرة ' القصاري -

(فقه شافعي)

التقريب شيخ احمد مع شرح خطيب شربيني ' الاشباه و النظائر جلال الدين سيوطی ' التحرير شيخ الاسلام زکريا ' منهج الطلاب ' منهاج الطالبين شيخ محي الدين يحی نووي ' العباب ' نهج الطلاب ' البهجة ' الوجيز امام غزالي ' الروض نووي ' الارشاد ' کشف النقاب ' فتاوی ابن حجر ' فتاوی الرملي ' الرحبيه ' الترتيب ' کشف الغوامض ' الفيه -

(فقه حنبلی)

متن الدليل ' الغاية ' زاد المتقنع ' متن المنتهی ' الاقناع ' المقنع لابن قدامه ' مختصر المقنع ' الانصاف ' الفروع ' تصحيح الفروع ' مختصر الشاطبي -

(اصول فقه)

جمع الجوامع للسبکي مع شرح قاضي عضد ' منار الانوار للنسفي مع شرح ابن مالک و حصفکي و ابن نجيم ' التنقيح لصدر الشريعة ' تنقيح الفصول ' الورقات لامام الحرمين مع شروح الورقات للخطاب ' التحرير للکمال بن ابن الهمام ' حل البدائع ' المرآت -

(علم حديث)

صحيح بخاري مع قسطلاني و عسقلاني و عيني و زکريا انصاري ' صحيح امام مسلم مع شرح محي الدين نووي ' مختصر البخاري شيخ ابن ابی جمره ' الشفاء قاضي عياض مع شرح خفاجي و ملا علي قاري ' موطا امام مالک مع شرح زرقاني و ابن عبد البر ' الجامع الصغير للسيوطي ' مع شروح ' الاذکار امام نووي مع شرح ' التجريد ' شمائل ترمذي ' الترغيب و الترهيب امام منذري ' الاربعين امام نووي ' صحيح ترمذي ' صحيح نسائی ' صحيح الاشعث ' صحيح ابن ماجه ' مواهب لدنيه امام قسطلاني ' السيرة الحلبيه امام حلبي -

نے ہیں کہ اس نے کس طرح اس علمي میدان میں داد تحقیق دي ہے' اور اپنے مقصد میں کہانتک کامیاب ہوا ہے - اور جس سبجکٹ پر قلم اٹھایا ہے پھر کسي دوسرے کے لیے اس پر اضافہ کرنے کی بہت کم گنجایش باقي رکھي ہے - پبلک کو اس دعوی کا ثبوت کتاب ھذا اور ان کي دوسري تصانیف سے بخوبي مل سکے گا - جب وہ اسی مصنف کي دوسری کتاب " تحقیق الجہاد " کو پڑھیگي جو چھپ کر اردو زبان میں تیار ہوگئي ہے اور ۴۱۲ صفحات پر ختم ہوئي ہے' تو مصنف کا علمي پایہ اس صدی کے تمام مسلمان مصنفین سے اعلی و ارفع ثابت ہوگا - افسوس ہے کہ سوا ے معدودے چند مضامین مطبوعہ " تہذیب الاخلاق " کے ابھي پبلک کے پاس کوئی اور ایسا معیار نہیں پہنچا جس سے وہ مصنف کو جانچ سکے - لہذا پبلشر کتاب ھذا (مولوی عبد اللہ خانصاحب کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن) نے ارادہ کیا ہے کہ مصنف مرحوم کے اُن تمام قلمی مسودات کو شایع کردیا جاے جو وہ اس دنیاے فاني میں اپني ایک لازوال یادگار چھوڑ گیا ہے - یہ رسائل نہایت جستجو سے جمع کیے گئے ہیں جو تقریباً دو ہزار صفحات (۲۰۰۰) تک وسیع ہوں گے ان میں سے ہر ایک رسالہ ایک بیش بہا علمي خزنہ ہے' اور بالکل نئے نئے سبجکٹوں پر اردو زبان میں لکھا گیا ہے - یہ رسائل بعد طبع دنیا کو حیرت میں ڈال دینگے -

کتاب نہایت خوشخط عمدہ کاغذ پر دو حصوں میں چھاپي گئی ہے' اور شائقین کو بقیمت ۳ روپیہ علاوہ محصول ڈاک - مولوی عبد اللہ خاں صاحب بک سیلر اینڈ پبلیشر حیدر آباد دکن کتب خانہ آصفیہ سے مل سکتی ہے - فقط -

۴ - گلشن ھند

تصنیف میرزا علي دھلوي المتخلص بہ لطف پر

حکیم سید شمس اللہ قادري صاحب عالم اثار قدیمہ کا ریویو

لارڈ وارن هیسٹنگز گورنر جنرل (سنہ ۱۸۷۳ ع سنہ ۱۸۸۲ع) کے زمانہ میں نواب علي ابراهیم خاں نے گلشن ابراهیم کے نام سے فارسي زبان میں شعراے ھند کا ایک تذکرہ لکھا تھا - زبان اردو کے مشہور محسن و سر پرست مسٹر جان گلگرسٹ کي فرمایش سے سنہ ۱۸۰۱ میں بعہد مارکوئس آف ویلزلي (سنہ ۱۷۹۸ ع - سنہ ۱۸۰۵ ع) میرزا علي لطف نے بہت کچھہ اضافہ کے بعد اردو میں اس کا ترجمہ کیا اور گلشن ھند نام رکھا - میرزا علي لطف کے والد میرزا کاظم بیگ استر آباد کے باشندے تھے - سنہ ۱۵۴۱ع میں نادر شاہ کے ھمراہ دھلي آے' اور نواب ابو المنصور خاں کے توسط سے شاھي دربار میں ملازمت کرلي - فارسي کے شاعر تھے - ھجري تخلص تھا - میرزا علي لطف دھلي میں پیدا ہوے اور وھیں نشو و نما پائي جواني میں عظیم آباد چلے گئے اور وہاں سے کلکتہ پہونچے - کچھہ عرصہ یہاں قیام رہا اس کے بعد حیدر آباد چلے آے - اس وقت نواب سکندر جاہ (سنہ ۱۷۶۸ع - سنہ ۱۸۲۸ ع) کي حکومت تھي - نواب اعظم الامرا ارسطو جاہ ان کے وزیر اعظم تھے - ارسطو جاہ نے انھیں اپنے مصاحبین میں شامل کرلیا' اور چار سو روپیہ ماھوار مقرر کردي - سنہ ۱۸۱۲ع میں بمقام حیدر آباد میرزا علي لطف کا انتقال ہوا (گلشن ھند - ص - ۱۴۶ - گلشن بے خار - ص - ۱۹۷ - تاریخ گلزار آصفیہ - ص ۳۵۰) نظم اردو کے بابا آدم ولی دکھني سے لیکر سنہ ۱۸۰۱ع تک جس قدر مشہور شعرا گذرے ہیں' قریب قریب ان تمام کا تذکرہ گلشن ھند میں مندرج ہے - مصنف نے ہر شخص کے ضروري حالات مثلاً خاندان' قوم و وطن' تعلیم و تربیت' تلمذ' اخلاق و عادات' تصنیف و تالیف وغیرہ کا ذکر کیا ہے - اسي کے ضمن میں ھندوستان کے بہت سے تاریخي واقعات بھی لکھدیے ھیں -

اس تذکرہ سے اردو شاعري کي نسبت کئي ایک نئي باتیں معلوم ہوئي ھیں - مشہور محدث شاہ ولي اللہ صاحب دھلوی کي نسبت لکھا ہے کہ آپ اردو کے بھي شاعر تھے' اشتیاق تخلص تھا -

یہ بھي معلوم ہوتا ہے کہ فارسي کے مشہور شاعر میرزا عبد القادر بیدل بھي اردو میں شعر کہا کرتے تھے - چنانچہ اُن کے دو بیت بھي گلشن ھند میں منقول ھیں - اس تذکرہ میں بعض ایسے شعراء کا بھي کلام درج ہے جن کا نام تو بہت مشہور ہے' مگر کلام نہیں ملتا - مثنوي سحر البیان کے مصنف میر حسن دھلوي اردو کے بلند پایہ شاعر ہوے ھیں اس وقت ان کا دیوان ناپید ہے - شمس العلما مولوي محمد حسین آزاد لکھتے ھیں :

" دیوان نہیں ملتا .... آج یہ نوبت ہے کہ پانچ غزلیں بھي پوري نہ ملیں' جو اس کتاب میں درج کرتا - (آب حیات) مولوي صاحب موصوف نے آب حیات میں صرف سولہ شعر درج کیے ھیں - گلشن ھند میں تین صفحوں پر صرف غزلیات کا انتخاب درج ہے - سید محمد میر اثر کي مثنوي "خواب و خیال" نہایت مشہور ہے' مگر آج تک دیکھنے میں نہیں آئي - گلشن ھند میں اسکا انتخاب بھی درج ہے - میرزا لطف چونکہ بڑے بڑے شعرا میر' انشا' مصحفي' منت وغیرہ کے ھم عصر اور صحبت یافتہ تھے' اس لیے ان کے بہت سے ایسے واقعات بھي لکھے ھیں جن کا دوسري کتابوں میں پتہ تک نہیں چلتا - میر تقی کے حالات میں ایک مقام پر لکھا ہے کہ سرکار کمپني نے کلکتہ فورٹ ولیم میں اردو کتابوں کی تصنیف و تالیف کا محکمہ قائم کیا' تو کرنیل اسکاٹ رزیڈنٹ لکھنو کی وساطت سے میر صاحب کلکتہ بلواے گئے - مگر بوجہ پیرانہ سالي وھاں نہ جاسکے - یہ ایسا واقعہ ہے جس کو کسي تذکرہ نویس نے نہیں لکھا -

میرزا لطف نے حالات لکھنے میں نہایت صاف بیانی سے کام لیا ہے - بلا کسي رو و رعایت کے سچ سچ باتیں بھي لکھہ دي ھیں - خان آرزو نے شیخ علي حزیں کے کلام پر جو نکتہ چیني کي تھي اس کي نسبت لکھا ہے کہ :

" دیوان شیخ کا دیکھکر بہت سے شعر سقیم ٹھہراے - چنانچہ وہ سب اعتراض جملہ کرکے ایک رسالہ لکھا اور اوس کا نام تنبیہ الغافلین رکھا - عوام کي طبیعت تو ان اعتراض سے البتہ تشویش میں پڑتي ہے' نہیں تو صاف نزاع معلوم ہوتي ہے' جب باریک بینوں کي نگاہ اس سے جا لڑتی ہے " -

الغرض گلشن ھند شعراے اردو کا ایک نادر و نایاب اور قابل قدر تذکرہ ہے - سنہ ۱۹۰۶ع سے پہلے دنیا میں اس کے تین نسخوں کا پتہ معلوم تھا - ایک نسخہ انڈیا آفس لائبریري واقع لندن کا - دوسرا نسخہ پروفیسر گارسن دي تاسي کے کتب خانہ کا - تیسرا نسخہ اودھہ کے کتب خانہ شاھي کا - (جو اس وقت انڈیا آفس لائبریري میں شریک کردیا گیا ہے) سنہ ۱۹۰۵ع کے موسم برسات میں حیدر آباد کي رود موسی کو طغیاني ہوئي' جس کی وجہ سے ہزاروں گھر غرق ہوگئے' لاکھوں کا نقصان ہوا - کسي آفت رسیدہ کا کتب خانہ بھي بہہ گیا - اس میں یہ نادر الوجود تذکرہ بھي تھا - مولوي غلام محمد صاحب نے جو آج کل تعلقدار ھیں اسے خرید لیا - شمس العلماء مولانا شبلي نعماني کي نظر سے جب یہ تذکرہ گزرا تو انھیں بدرجہ غایت پسند آیا' اور اوسے انجمن ترقي اردو کي طرف سے شائع کرنے کا قصد کیا - لیکن جب انجمن نے پیچ در پیچ دار طرز عمل کي وجہ سے اس کو نہ چھاپ سکي' تو شمس العلماء نے مولوي عبد اللہ خان کو اس کے شایع کرنے کي راے دی' اور خود اُس کي تصحیح کی' اور بہت سے حواشي بھي لکھے - کتاب کي ابتدا میں مولوي عبد الحق صاحب بي - اے - سکریٹري انجمن ترقي اردو نے ایک عالمانہ مقدمہ بھي لکھا ہے' جس میں زبان اردو کے نشو و نما کي تاریخ اور اُس کے قدیم تصنیفات کا بیان' تذکرہ ھذا کے خصوصیات' نہایت وضاحت سے بتلاے ھیں -

مولوي عبداللہ خاں نے اس کتاب کو چھپواکر اردو علم ادب میں ایک قابل قدر اضافہ کیا ہے - امید ہے کہ جو لوگ اردو کي ترقي کے خواھاں ھیں وہ ضرور اس کي اشاعت میں کوشش کرینگے صفحات (۳۳۳) قیمت صرف ایک روپیہ -

(۳) تحقیق الجہاد نواب اعظم یار جنگ مولوي چراغ علي مرحوم کي کتاب "کرٹیکل اکسپوزیشن آف دي پاپولر جہاد " کا اردو ترجمہ ترجمۂ مولوی غلام الحسنین صاحب پاني پتي - علامۂ مصنف اس کتاب میں یوروپین مصنفین کے اس اعتراض کو رفع کیا ہے - " مذھب اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے " فاضل مصنف نے قرآن' حدیث' فقہ اور تاریخ سے عالمانہ اور محققانہ طور پر ثابت کیا ہے کہ جناب رسالت مآب (صلعم) کے تمام غزوات و سرایا و بعوث محض دفاعی تھے' اور ان کا یہ مقصد ہرگز نہ تھا کہ غیر مسلموں کو بزور شمشیر مسلمان کیا جاے - حجم (۴۱۲) صفحات - قیمت ۳ روپے -

هیر - سیل وغیرہ کی غلط بیانیوں کی اصلاح بھی مشرقی اور مغربی حوالوں سے کی گئی ہے' اور صدہا اسلامی مسائل متعلق معاشرت و سیاست پر عالمانہ بحث کی گئی ہے -

غرض کہ یہ کتاب اسلامی تمدن و سیاست کا خلاصہ ہے' اور اس میں وہ مسائل جمع کیے گئے ہیں' جن پر ہزارہا اسلامی کتب کے مطالعہ کے بعد بھی بہ مشکل عبور ہوسکتا ہے - اور یہ کہنا بالکل مبالغہ سے خالی ہے کہ جو قیمتی معلومات اس مختصر کتاب میں جمع کی گئی ہیں وہ آج تک زبان اردو میں نہیں ملینگی' جس کا ثبوت فہرست مضامین کتاب هذا سے ملیگا -

اس پر آشوب زمانہ میں جب کہ ہر طرف سے مسلمانوں کے تمدن و سیاست اور اُن کے ملکی و قومی اخلاق پر حملے کیے جارہے ہیں' اور دیکھایا جاتا ہے کہ اُنکا وجود کرۂ ارض کی تہذیب و شایستگی کے حق میں ایک بار اور سد راہ ہے' اس کتاب کا مطالعہ تمام علیہم دوست حضرات اور خصوصاً تعلیم یافتہ مسلمانوں اور بالخصوص اُن حضرات کو بیحد مفید ہوگا' جنھوں نے محض حب اسلامی اور حب قومی سے اپنی زندگی مذہب اسلام کی حمایت کیلیے وقف کررکھی ہے' اور جن کو رات دن یہ فکر دامنگیر رہتی ہے کہ مذہب اسلام کو نئی روشنی و تہذیب کا ساتھہ دینے والا ثابت کیا جاے' اور اس پر جو ناجائز حملے کیے جارہے ہیں' اُنکی مدافعت عالمانہ طور پر کی جاے - اس لحاظ سے یہ کتاب اسلامی مشنریوں کو نہایت اعلی درجہ کے ہتھیار کا کام دیگی - کیونکہ علامہ مصنف نے اس کتاب میں الزامی جوابوں سے کام نہیں لیا' بلکہ ہر اعتراض کا جواب تحقیقی' اور قرآن و حدیث اور تعامل مسلمانان صدر اول اور تاریخ و فقہ اور مقننین اسلام' اور مسلمانوں کے زندہ زمانہ کی مثالوں سے دیا ہے - اور بالمقابل دوسرے مذاہب خصوصاً عیسائیت کے قانون اور فقہ کا ذکر کرکے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اسلام نے دنیا کی تہذیب و شایستگی کے حق میں کیا کیا' اور مخالفین نے کیا -

غرضکہ مصنف نے زبردست دلائل سے ثابت کیا ہے کہ مذہب اسلام صرف سر زمین عرب اور خاص مسلمانوں کے حق میں ہی مفید نہیں ہے' بلکہ وہ یہ آیۃ رحمت ہے جس پر تمام دنیا کی دینی و دنیوی فلاح منحصر ہے' اور اس کا نیچر ایسا پر حکمت ہے کہ ملک و قوم اور زمانہ کا ساتھہ دے سکتا ہے' اور اس طرح وہ ایک زندہ مذہب ہے' اور ریورنڈ ملکم میکال کا اعتراض تاریخی شہادتوں کے بالکل خلاف ہے -

مرحوم مصنف نے اس کتاب کو دو حصوں پر تقسیم کیا ہے - پہلے حصہ میں نہایت شرح و بسط کے ساتھہ مسائل تمدن و سیاست پر بحث کی ہے' جس میں جزیہ' دار الحرب' دار الاسلام' حقوق ذمیاں' شہادت غیر مسلمین' حقوق رعایا' ارتداد و بغاوت' مساوات اقوام غیر' عدم جواز جنگ و جدال از قرآن' مذہبی آزادی' تعمیر گرجا' معاہدوں کی پابندی' خلفاء اسلام کی تاریخی مسالمت' قانون بین الاقوام وغیرہ کا تفصیلی ذکر ہے -

دوسرے حصہ میں مسائل معاشرت کو اسلامی روشنی میں دکھلایا گیا ہے' اور مسائل طلاق و نکاح' تعدد زوجات' اور غلامی و تسری پر مفصل بحث کی گئی ہے -

اس کے علاوہ حصہ اول کے شروع میں مصنف نے ایک مفصل مقدمہ بھی لکھا ہے - اس مقدمہ میں اُن اہم امور پر بحث کی گئی ہے جو اسلامی فقہ کے اصل الاصول ہیں' یعنی فقہ کے دور' مذاہب اربعہ کا شیوع' اختلاف زمان و مکان سے مسائل فقہی کا بدلتا رہنا' قیاس و اجماع اور عدم اختتام اجتہاد وغیرہ -

اس کتاب میں سلطنت ترکی کی سیاسی حالت کا ذکر بھی آیا ہے - علامہ مصنف نے اس سلسلۂ بیان میں اُن تمام اعتراضات کی قلعی بھی کھولدی ہے جن کا سنگ بنیاد مہذب یورپ اسپر رکھتا ہے کہ اسلام کا کانسٹی ٹیوشن اس کے تنزل کا باعث ہے' اور اسی مناسبت سے مصنف نے اس کتاب کو سلطان عبد الحمید خان کے نام ڈیڈیکیٹ کیا تھا -

محض قومی خدمت کی غرض سے اردو زبان میں اس کا ترجمہ کیا گیا ہے - ترجمہ کی خوبی کے بارہ میں صرف اسقدر کہدینا کافی ہے کہ اس کا مترجم موجودہ زمانہ کا وہ مسلم الثبوت انشا پرداز ہے جس کے وجود سے اردو زبان زیربار احسان ہے' جسکا نام نامی مولوی عبد الحق صاحب بی - اے (علیگ) ہے -

اس کتاب کا ترجمہ کچھہ آسان نہیں تھا - کیونکہ گو یہ کتاب انگریزی زبان میں تھی' اور یہ بات ایک معمولی سی معلوم ہوتی ہے' لیکن اس کو اردو کا جامہ پہنانے کے لیے اسلامی معلومات اور عربیۃ کی سخت ضرورت تھی - کیونکہ اس کتاب میں ہزارہا آیات قرانی' احادیث' مسائل فقہ' اور سیکڑوں کتب علمیہ عربیہ کے اقتباسات دیے گئے ہیں' جن کا ترجمہ بغیر اصل کے مقابلہ کیے ہوے نہیں ہوسکتا تھا' اور نہ اصطلاحات عربیہ قائم رہ سکتی تھیں - لہذا اس کتاب کے ترجمہ میں مترجم نے جو جانکاہی و جانفشانی کی ہے وہ بجاے خود ایک مستقل تصنیف کا درجہ رکھتی ہے اور اس لحاظ سے یہ کتاب اُن حضرات کو چراغ ہدایت کا کام دیگی جو اعلی درجہ کی کتب علمیہ کا ترجمہ کرنا چاہتے ہیں -

اس محنت کے علاوہ فاضل مترجم نے اصل پر بہت کچھہ اضافہ بھی کیا ہے' یعنی ایک بسیط اور جامع مقدمہ بھی تحریر کیا ہے - جو تین حصوں پر مشتمل ہے :

حصہ اول میں علامہ مصنف کے حالات زندگی قلمبند کیے ہیں' جو بجاے خود ایک نہایت عمدہ اور مفید چیز ہے - اور اُن سے یہ سبق ملتا ہے کہ مصنف نے محض اپنی کوشش اور مطالعہ سے یہ علمی پایہ اور مراتب دنیاوی حاصل کیے' جس کی مثال اب تک نئے تعلیم یافتہ لوگوں میں نہیں پیدا ہوئی - گویا مصنف کی سوانح عمری سیلف ہلپ کا ایک کامل نمونہ ہے -

حصہ دویم میں علامہ مصنف کی دوسری تصانیف تحقیق الجہاد' ترر پرافت' کتاب زیر بحث اور دیگر کتب پر ریویو کیا گیا ہے -

حصہ سوم میں فاضل مترجم نے اُن آراء و خیالات کو جمع کیا ہے جو مشاہیر عہد اور علماے یورپ نے کتاب هذا کی نسبت ظاہر کیے تھے' مثلاً ڈاکٹر ہنٹر' ڈبلیو - سی بلنٹ' مصنف فیوچر آف اسلام' ڈاکٹر اسپرنگر اور سر سید مرحوم وغیرہ -

ڈاکٹر اسپرنگر اپنے زمانہ کا مشہور عالم شرقیات گزرا ہے' اُس کا خط خصوصیت سے قابل ذکر ہے - یہ خط نہایت دلچسپ اور عالمانہ ہے - اس میں مسلمانوں کے ترقی و تنزل کے اسباب اور اُن کے علمی کارناموں پر مفصل بحث کی گئی ہے - یہ خط کتاب کے شایع ہونے کے بعد مصنف کو لکھا گیا تھا - جس میں اُن خیالات کی بیحد تعریف کی گئی ہے' جو اس کتاب میں ظاہر کئے گئے ہیں' اور مجبوراً اُس کو یہ تسلیم کرنا پڑا ہے کہ واقعی مذہب اسلام اصول کسی قوم کی ترقی میں سد راہ نہیں ہو سکتے - بلکہ ناقص تعلیم و تربیت نے مسلمانوں کو اس قعر مذلت میں ڈال رکھا ہے - لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ نصاب تعلیم میں اصلاح کی جاے تاکہ انسانی ترقی کا وہ اعلی مقصد حاصل ہو سکے جو مذہب اسلام کا منشاء ہے - چنانچہ اُس نے اس خط میں ایک کورس کا خاکہ بھی پیش کیا ہے' جس سے مصلحان تعلیم قدیم کو اس تعلیمی انقلاب کے زمانہ میں بہت کچھہ مدد مل سکتی ہے خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ قیام محمڈن یونیورسٹی علیگڈھ کا مسئلہ بھی خواہان قوم کے پیش نظر ہے -

اگرچہ مصنف کا زمانہ کچھہ بہت دور نہیں ہے' لیکن اردو خواں پبلک سے اُس کا تعارف کرانا ضرور ہے' کیونکہ مصنف اکثر و بیشتر اپنے خیالات انگریزی زبان میں ظاہر کرتے تھے -

اس مختصر ریویو میں مصنف کی علمی اور شخصیت پر مفصل روشنی نہیں ڈالی جاسکتی - کیونکہ وہ ایک ایسا جامع صفات شخص ہے جو اپنے تعارف کے لیے نہایت دقت نظر کا محتاج ہے - تاہم اس کتاب کا پوزیشن بتانے اور پبلک کی واقفیت کے لیے کچھہ نہ کچھہ لکھنا ضرور ہے -

مصنف مرحوم سر سید مرحوم کے اصحاب میں سب سے عالم اور دقیق النظر اور وسیع معلومات کا شخص تھا - لیکن قدر سب سے زیادہ خاموش تھا - اور ہر وقت مطالعہ میں مصروف رہتا تھا - باوجود عالم شرقیات ہونے کے وہ ہمیشہ اپنے خیالات انگریزی زبان میں ظاہر کرتا تھا - اور اُس کا روے سخن اُن علماے اقوام کی طرف رہتا تھا جن کا مقصد زندگی یہ تھا کہ مذہب اسلام کو تمام ممکن پہلووں سے مورد مطاعن بنایا جاے - لہذا مصنف مرحوم نے بھی اپنا اعلی مقصد زندگی یہ قرار دیا تھا کہ مذہب اسلام کی حمایت میں اپنا دل و دماغ اور جان و مال وقف کردے - جو لوگ انگریزی میں مصنف کی تصانیف تک رسائی رکھتے ہیں وہ اس کے علمی مطمح نظر اور ایثار نفس سے بخوبی واقف ہیں

(۵) الفاروق - شمس العلما مولانا شبلي نعماني کي لاثاني تصنيف - جس ميں حضرت عمر رضي الله عنہ کي مفصل سوانح عمري اور ان کے ملکي ، مالي ، فوجي انتظامات اور ذاتي فضل و کمال کا تذکرہ مندرج ہے - قيمت ۳ روپيہ -

(۶) آثار الصناديد - مرحوم سرسيد کی مشہور تصنيف جس ميں دهلي کی تاريخ اور وهاں کے آثار و عمارات کا تذکرہ مندرج ہے - نامي پريس کانپور کا مشہور اڈيشن - قيمت ۳ روپيہ -

(۷) موڈيکل جيورس پروڈانس - حضرت مولانا سيد علي بلگرامي مرحوم کي مشہور کتاب - يہ کتاب وکيلوں ، بيرسٹروں اور عهدہ داران پوليس و عدالت کے ليے نهايت مفيد و کارآمد ہے - تعداد صفحات (۳۸۰) مطبوعہ مطبع مفيد عام آگرہ قيمت سابق ۹ روپے قيمت حال ۳ روپيہ -

(۸) علم اصول قانون - مصنفۂ سر ڈيلارم رتيڈن ال - ال - ڈي کا اُردو ترجمہ جو نظام الدين حسن خاں صاحب بي - اے - بي - ال - سابق جج هائيکورٹ حيدر آباد اور مولوي ظفر علي خاں صاحب بي - اے کي نظر ثاني کے بعد شايع هوا ہے - مترجمہ مسٹر مانک شاہ دين شاہ ششن جج دولت آصفيہ - آخر ميں اصطلاحات کا فرهنگ انگريزي و اُردو شامل ہے - کل تعداد صفحات (۸۰۸) قيمت ۸ روپيہ -

(۹) تمدن هند - قيمت پچاس روپيہ -

(۱۰) داستان ترکتازان هند - ۵ جلد فارسي زبان ميں - جس ميں مسلمانوں کے ابتدائي حملوں سے دولت مغليہ کے انقراض تک تمام سلاطين هند کے مفصل حالات منضبط هيں - اعلی کاغذ پر نهايت خوشخط چهپي ہے حجم (۲۲۵۶) صفحہ - قيمت سابق ۲۰ روپيہ قيمت حال ۶ روپيہ -

(۱۱) الغزالي - مصنفۂ مولانا شبلي نعماني - امام همام ابوحامد محمد بن محمد الغزالي کي سوانح عمري اور ان کے علمي کارناموں پر مفصل تذکرہ - حجم (۲۸۲) صفحہ طبع اعلی قيمت ۲ روپيہ -

(۱۲) جنگل ميں منگل - انگلستان کے مشہور مصنف اڈيارڈ کپلنگ کي کتاب " دي جنگل بک " کا اُردو ترجمہ - مترجمہ مولوي ظفر علي خاں بي - اے - جس ميں انوار سهيلي کي طرز پر حيوانات کي دلچسپ حکايات لکهي گئي هيں - حجم ۳۹۲ صفحہ قيمت سابق ۴ روپيہ حال دو روپيہ -

(۱۳) وکرم اروسي - سنسکرت کے مشهور ڈراما نويس کالي داس کے ڈراماالين کا ترجمہ - مترجمہ مولوي عزيز مرزا صاحب بي - اے مرحوم - ابتدا ميں مرحوم مترجم نے ايک عالمانہ مقدمہ لکها ہے جس ميں سنسکرت ڈراما کي تاريخ اور مصنف ڈراما کے سوانحي حالات مذکور هيں - قيمت ايک روپيہ آٹهہ آنہ -

(۱۴) افسر اللغات - عربي فارسي کے کئي هزار متداول الفاظ کي کارآمد ڈکشنري - حجم ۱۲۲۶ صفحہ - قيمت سابق ۶ روپيہ قيمت حال ۲ روپيہ -

(نوٹ) عربي فارسي الفاظ کے معنے اُردو زبان ميں رکهے گئے هيں -

(۱۵) قران السعدين - جس ميں تذکير و تانيث کے جامع قواعد لکهے هيں ، اور کئي هزار الفاظ کي تذکير و تانيث بتلائي گئي ہے - قيمت ايک روپيہ آٹهہ آنہ -

(۱۶) دربار اکبري - مولانا آزاد دهلوي کي مشهور کتاب - جس ميں اکبر اور اس کے اهل دربار کا تذکرہ مذکور ہے - قيمت ۳ روپيہ -

(۱۷) نغان ايران - مسٹر شوسٹر کی مشهور کتاب " اسٹرنگلنگ آف پرشيا " کا ترجمہ - حجم (۵۰۰) صفحہ مع ۲۱ تصاوير عکسي - قيمت ۵ روپيہ -

(۱۸) صنمخانہ عشق - حضرت امير مينائي کا مشهور ديوان قيمت ۳ روپيہ -

۱۹ - حکمت بالغہ

مولوي احمد مکرم صاحب عباسي چرياکوٹي نے ايک زمانہ سے سلسلہ جديد تصنيفات و تاليفات کا قائم کيا - مولوي صاحب کا مقصود يہ ہے کہ قرآن مجيد کے کلام الهی هونے کے متعلق آج تک جس قدر دلائل کيے گئے هيں ان سب کو ايک جگہ مرتب و مدون کر ديا جائے ، اس سلسلہ کی ايک کتاب موسوم بہ " حکمت بالغہ " تين جلدوں ميں چهپ کر تيار هو چکی ہے -

پهلي جلد کے چار حصے هيں - پهلے حصہ ميں قرآن مجيد کی پوري تاريخ ہے جو " اتقان في علوم القرآن " علامہ سيوطي کے ايک بڑے حصہ کا خلاصہ ہے - دوسرے حصہ ميں تواتر قرآن کی بحث ہے اس ميں ثابت کيا گيا ہے کہ قرآن مجيد جو آنحضرت (صلعم) پر نازل هوا تها ، وہ بغير کسي تحريف يا کمي بيشي کے ويسا هي موجود ہے ، جيسا کہ نزول کے وقت تها - اور يہ مسئلہ کل فرقہاے اسلامي کا مسلمہ ہے - تيسرے حصہ ميں قرآن کے اسماء و صفات کے نهايت مبسوط مباحث هيں - جن ميں ضمناً بهت سے علمي مضامين پر معرکۃ الآرا بحثيں هيں - چوتهے حصہ سے اصل کتاب شروع هوتي ہے - اس ميں چند مقدمات اور قرآن مجيد کي ايک سو پيشين گوئياں هيں جو پوري هوچکي هيں - پيشين گوئيوں کے ضمن ميں علم کلام کے بهت سے مسائل حل کيے گئے هيں ، اور فلسفۂ جديدہ جو نئے اعتراضات قرآن مجيد اور اسلام پر کرتا ہے ان پر تفصيلي بحث کی گئي ہے -

دوسري جلد ايک مقدمہ اور دو بابوں پر مشتمل ہے - مقدمہ ميں نبوت کي مکمل اور نهايت محققانہ تعريف کي گئي ہے - آنحضرت صلعم کي نبوت سے بحث کرتے هوے آيۂ خاتم النبيين کي عالمانہ تفسير کی ہے - پهلے باب ميں رسول عربي صلعم کی ان معرکۃ الآرا پيشين گوئيوں کو مرتب کيا ہے جو کتب احاديث کی تدوين کے بعد پوری هوئي هيں ، اور اب تک پوری هوتي جاتی هيں - دوسرے باب ميں ان پيشين گوئيوں کو لکها ہے جو تدوين کتب احاديث سے پهلے هوچکی هيں - اس باب سے آنحضرت صلعم کي صداقت پوري طور سے ثابت هوتي ہے -

تيسري جلد ميں فاضل مصنف نے عقل و نقل اور علماے يورپ کے مستند اقوال سے ثابت کيا ہے کہ آنحضرت صلعم امي تهے ، اور آپ کو لکهنا پڑهنا کچهہ نهيں آتا تها - قرآن مجيد کے کلام الهي هونے کی نو عقلي دليليں لکهی هيں - يہ عظيم الشان کتاب ايسے پر آشوب زمانہ ميں جب کہ هر طرف سے مذهب اسلام پر نکتہ چيني هورهي ہے ، ايک عمدہ هادي اور رهبر کا کام دے گي - عبارت نهايت سليس اور دل چسپ ہے ، اور زبان اردو ميں اس کتاب سے ايک بهت قابل قدر اضافہ هوا ہے - تعداد صفحات هر سہ جلد (۱۰۹۴) لکهائي چهپائي و کاغذ عمدہ ہے قيمت ۵ - روپيہ -

۲۰ - نعمت عظمیٰ

امام عبد الوهاب شعراني کا نام نامي هميشہ اسلامي دنيا ميں مشهور رها ہے - آپ دسويں صدي هجري کے مشهور ولي هيں - " لواقح الانوار " صوفياے کرام کا ايک مشهور تذکرہ آپ کي تصنيف ہے - اس تذکرے ميں اولياء فقراء اور مجاذيب کے احوال و اقوال اس طرح پر کانٹ چهانٹ کے جمع کيے هيں کہ ان کے مطالعہ سے اصلاح حال هو ، اور عادات و اخلاق درست هوں ، اور صوفياے کرام کے بارے ميں انسان سوء ظن سے محفوظ رهے - يہ لاجواب کتاب عربي زبان ميں تهي - همارے محترم دوست مولوي سيد عبد الغني صاحب وارثي نے جو اعلی درجہ کے اديب هيں اور علم تصوف سے خاص طور سے دل چسپي رکهتے هيں - اس کتاب کا ترجمہ نعمت عظمیٰ کے نام سے کيا ہے - اس کے چهپنے سے اردو زبان ميں ايک قيمتي اضافہ هوا ہے - تعداد صفحات هر دو جلد (۷۲۹) خوشخط کاغذ اعلی قيمت ۵ - روپيہ -

(نوٹ ۱) ايک روپيہ في جلد کے حساب سے هر کتاب کی عمدہ جلد بن سکتي ہے -

(نوٹ ۲) کل کتابوں کا محصول ڈاک وغيرہ ذمۂ خريدار هوگا -

المشتهر عبد الله خان بک سيلر اينڈ پبلشر کتب خانہ آصفيہ حيدرآباد - دکن

هٰذا بلاغ للناس وليُنذروا به وليعلموا
انما هو اله واحد وليذكر اولوا الالباب (۱۴ : ۵۲)

نمبر - ۱۵ - ۱۶

کلکته : جمعه ۱۲ - ۱۹ جمادي الاول سنه ۱۳۳۴ هجري
Calcutta : Friday, 17th and 24th March, 1916.

جلد ۱

یعني قرآن حکیم کا اردو ترجمه ' از خامهٔ ایڈیٹر الهلال

سماني صحائف و اسفار کے حقیقي حامل و مبلغ حضرات انبیاء کرام و رسل عظام هیں - پس انکي تبلیغ و تعلیم اور نشر و توزیع کا مقدس کام دراصل ایک پیغمبرانه عمل هے ' جس کي توفیق صرف انهي لوگوں کو مل سکتي هے جنهیں حق تعالی انبیاء کرام کي معیت و تبعیت کا درجه عطا فرماتا هے ' اور انکا نور علم براه راست مشکواة نبوت سے ماخوذ هوتا هے : و ذالک فضل الله یوتیه من یشاء -

هندوستان کي گذشته قرون اخیره میں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کي توفیق ملي ' وه حضرت شاه عبد الرحیم رحمة الله علیه کا خاندان تها - انکے فرزند حجة الاسلام ' امام الاعلام ' مجدد العصر ' حضرة شاه ولي الله قدس سره تهے ' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حکیم کے ترجمه کي ضرورت الهام الهي سے محسوس کي ' اور فارسي میں اپنا عدیم النظیر ترجمه مرتب کیا - انکے بعد حضرة شاه رفیع الدین اور شاه عبد القادر رحمة الله علیهما کا ظهور هوا ' اور اردو زبان میں ترجمة القران کي بنیاد استوار هولي - شکر الله سعیهم ' و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر ٹهیک ایک صدي گذر چکي هے ' لیکن یه کهنا کسي طرح مبالغه آمیز نه سمجها جائیگا که نشر و تبلیغ قرآن حکیم کي جو بنیاد اس خاندان بزرگ نے رکهي تهي ' اسکي تکمیل کا شرف حق تعالی نے ایڈیٹر الهلال کیلیے مخصوص کردیا تها ' جنهوں نے بعض داعیان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فهم حقائق و معارف قرانیه ' و ضروریات و احتیاجات وقت کو ملحوظ رکهکر قرآن حکیم کا یه اردو ترجمه نهایت سلیس ' عام فهم ' معني خیز ' حقیقة [illegible] عبارت میں مرتب کیا هے ' اور بحمد الله که زیر طبع هے -

یه ترجمه کیسا هے ؟ ان لوگوں کیلیے جو الهلال کا مطالعه کرچکے هیں ' اسکا جواب دینا بالکل غیر ضروري هے -

یه ترجمه حامل المتن ٹائپ کي جگهه لیتهو میں چهاپا جارها هے تاکه ارزاں هو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب کے مطالعه میں آسکے - قیمت في جلد چهه روپیه رکهي گئي هے - لیکن جو حضرات اس اعلان کو دیکهتے هي قیمت بهیجدینگے ' انسے صرف ساڑهے چار روپیه لیے جائینگے درخواستیں اور روپیه منیجر البلاغ کے نام بهیجنا چاهیے -

---

نوٹ — دونوں نمبر [illegible]

فی

مقاصد القرآن

ھذا بیان للناس ' و ھدی و موعظة للمتقین (۳ : ۳۳)

یعنی قرآن حکیم کي مفصل تفسیر ' از خامه اڈیٹر الھلال

اس تفسیر کے متعلق صرف اسقدر ظاھر کردینا کافي ھے که قرآن حکیم کے حقائق و معارف اور اسکي محیط الکل معلمانه معزا کا موجوده دور جس قلم کے فیضان سے پیدا ھوا ھے ' یه اسي قلم سے نکلي ھوئي مفصل اور مکمل تفسیر القرن ھے !

یه تفسیر موزوں کتابي تقطیع پر چھپنا شروع ھوگئي ھے - ھر مھینے کے وسط میں اسکے کم سے کم ۶۴ اور زیاده سے زیاده ۱۰۰ صفحے اعلی درجه کے ساز و سامان طباعة کے ساتھه شائع ھوتے رھینگے - اس سلسلے کا پہلا نمبر جسمیں نصف حصه مقدمة مسند اور نصف سورة فاتحه کي تفسیر کا ھوگا ' انشاء الله عنقریب شائع ھوجائیگا - قیمت سالانه قبل از اشاعت چار روپیه - بعد کو پانچ - روپیه -

نوادر آثار مطبوعات قدیمۂ ھند

تاریخ ھندوستان

ترجمه فارسي " ھسٹري آف انڈیا " مصنفۂ مسٹر جان مارشمن

مطبوعۂ قدیم کلکته سنه ۱۸۵۹

ھندوستان کي تاریخوں کے لکھنے میں جن انگریز مصنفین نے جانکاه محنتیں کي ھیں ' ان میں مسٹر جان - سی - مارشمن کا نام خصوصیت کے ساتھه قابل ذکر ھے - اسکا نہایت سلیس و فصیح فارسي ترجمه مولوي عبدالرحیم گورکھپوري نے کیا تھا ' اور بحکم لارڈ کیننگ پرنس بہرام شاه نبیرۂ سلطان ٹیپو مرحوم و مغفور نے نہایت اهتمام و تکلف سے طبع کرایا تھا اس کتاب کی ایک بڑی خوبي اسکی خاص طرح کي چھپائی بھی ھے - یعنے چھپي تو ھے ٹائپ میں ' لیکن ٹائپ برخلاف عام ٹائپ کے بالکل نستعلیق خط کا ھے - کاغذ بھی نہایت اعلی درجه کا لگایا گیا ھے - علاوه مقدمه و فہرست کے ملی کتاب ۴۰۴ صفحوں میں ختم ھوئی ھے - چند نسخے موجود ھیں - قیمت مجلد ۳ - روپیه -

ترجمۂ تفسیر کبیر اردو

حضرت امام فخر الدین رازي رحمة الله علیه کي تفسیر جس درجه کي کتاب ھے ' جسکا اندازه ارباب فن ھي خوب کر سکتے ھیں اگر آج یه تفسیر موجود نه ھوتي تو صدھا مباحث و مطالب عالیه تھے جو ھماري معلومات سے بالکل مفقود ھو جاتے -

پچھلے دنوں ایک فیاض صاحب درد مسلمان نے صرف کثیر کرکے اسکا اردو ترجمه کرایا تھا ' ترجمے کے متعلق اڈیٹر الھلال کي راے ھے که وه نہایت سلیس و سہل اور خوش اسلوب و مربوط ترجمه ھے

لکھائي اور چھپائي بھي بہترین درجه کي ھے - جلد اول کے کچھه نسخه دفتر البلاغ میں بغرض فروخت موجود ھیں پہلے قیمت دو روپیه تھي اب بغرض نفع عام - ایک روپیه ۸ - آنه کردي گئي ھے -

تمام درخواستیں : " منیجر البلاغ کلکته " کے نام آئیں -

Printed & Published by Q. Ah... at the AL-BALAGH Press, 40, Ripon Lane Calcutta.

Tel Address "Albalagh," Calcutta.
Telephone No. 648

AL-BALAGH.

Chief Editor.
Abul Kalam Azad,
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly .. Rs. 6-12

البلاغ

مدیر مسئول و رئیس التحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدهلوی

مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - ریپن لین
کلکتہ

ٹیلیفون نمبر ۶۴۸

سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

جلد ۱ — کلکتہ : جمعہ ۱۲ ; ۱۹ و ۲۶ جمادی الاول سنہ ۱۳۳۴ ھجری — نمبر - ۱۵ - ۱۶ - ۱۷
Calcutta : Friday, 17th, 24th and 31st March, 1916.
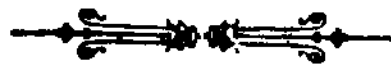
قفا نبک من ذکری حبیب و منزل !

انی مھاجر الی ربی ، انہ ھو العزیز الحکیم !

(۲۹ : ۲۵)

ستبدی لک الایام ما کنت جاھلا
و یاتیک بالاخبار من لم تزود !

" یمحو اللہ ما یشاء و یثبت و عندہ ام الکتاب - و اما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک ، فانما علیک " البلاغ " و علینا " الحساب " ! اولم یروا انا ناتی الارض ننقصھا من اطرافھا ؟ و اللہ یحکم ، لا معقب لحکمہ و ھو سریع الحساب ! (۱۳ : ۴۲) قل کفی باللہ شھیدا بینی و بینکم ، و من عندہ علم الکتاب ! (۱۳ : ۴۳)

۲۸ - مارچ کو گورنمنٹ بنگال کا حکم زیر دفعہ ۳ - ڈیفنس ایکٹ پہنچا کہ میں چار دن کے اندر کلکتہ کا قیام ترک کردوں اور حدود بنگال سے باہر چلا جاؤں - بعد کو یہ مدت ایک ھفتہ تک بڑھادی گئی - اس سے پہلے گورنمنٹ دھلی ، پنجاب ، اور متعدد اپنے اپنے صوبوں میں آنے سے روک چکی ھیں ، تاھم اُن لوگوں کیلیے جنکو اول روز ھی :

یا عبادی الذین امنوا ! ان ارضی واسعۃ ، فایای فاعبدون ! (۲۹ : ۵۷)	اے میرے بندو کہ مجھپر ایمان رکھتے ھو ! یقین کرو کہ میری زمین بہت وسیع ہے اور کسی ایک ٹکڑے میں محدود نہیں - پس میرے ھی آگے جھکو اور صرف میری ھی بندگی کرو !

کا حکم مل چکا ہے ، یہ احکام بالکل بے اثر ھیں ، اور ترک وطن و ذھاب الی اللہ تو وہ منزل محبوب و مطلوب ہے ، جسکا منزل تبلیغ و دعوۃ کے بعد پیش آنا ھر دعوۃ کے بقاء و ظہور کیلیے ناگزیر ہے - پس اگر یہ منزل پیش آگئی ہے تو خداے قدوس کی تحمید و تقدیس کرنی چاھیے کہ انشاء اللہ اخری منزل بھی دور نہیں : اعملوا علی مکانتکم ، انی عامل فسوف تعلمون من تکون لہ عاقبۃ الدار ؟

مکن تغافل ازاں بیشتر کہ می ترسم
گمان برند کہ ایں بندہ بے خداوند ست !

جب کہ تمام زمانے کے سامنے انسانوں کے بنائے ھوے طریقے تھے ، اور جب کہ سعی و عمل کا ھر ولولہ اس سے زیادہ بلند نہیں ھوسکتا تھا کہ غیر قوموں کی مجلسی و اجتماعی طریقوں کی ادھوری اور ناقص تقلید کرکے امۃ مرحومہ کو بھی انکی طرف دعوۃ دیجاے ، تو فضل و رحمت الہی نے اس عاجز کی راھنمائی کی ، اور بجاے اسکے کہ کوئی انسانی نمونہ یا مادی تحریک اس کے لیے محرک ھوئی ھو ، خود بخود اُس راہ عمل کو کھول دیا جسکو بغیر لطف و توفیق الہی کے اس دنیا میں کوئی نہیں پا سکتا - پس ابتدا ھی سے اس عاجز نے تمام نام نہاد سیاسی و تعلیمی و قومی تحریکوں سے الگ ھوکر صرف دعوۃ و تبلیغ اسلامی و قرانی کی صراط مستقیم کو اپنا شعار و دستور العمل قرار دیا ، اور ایک ایسے عہد ضلالت میں جو طرح طرح کی انسانی آوازوں سے گونج رھا تھا ، سب سے پہلے " اجیبوا داعی اللہ " کی صدا بلند کی - نیز اس گم شدہ حقیقت کو آشکارا کردینے کی توفیق پائی کہ مسلمانوں کی نجات و فلاح نہ تو محض دعوۃ تعلیم میں ہے نہ دعوۃ قومیت و سیاست میں ، نہ انجمنوں کی کثرت میں ہے اور نہ محض مدرسوں اور کالجوں کے قائم کرنے میں ، بلکہ جب تک حضرات انبیاء کرام کے اسوۂ حسنہ اور داعی اسلام کی سنت مقدسہ سے کوئی دعوۃ حقہ ماخوذ نہوگی اور انسانی طریقوں کی جگہ الہی سرچشموں سے فیض یاب ھوکر نشو و نما نہ پائیگی ، اُس وقت تک وہ کامیابی اور فوز و فلاح حاصل نہیں ھوسکتی جس کے متعلق کلام الہی نے فرما دیا ہے کہ صرف متقین و مومنین ھی کیلیے مخصوص ہے -

حضرات انبیاء کرام کا اسوۂ حسنہ ھم کو بتلاتا ہے کہ سب سے پہلی منزل تبلیغ و دعوۃ کی ہے ، دوسری ذھاب الی اللہ اور ترک وطن کی ، اور پھر تیسری ظہور امر الہی کی : ساوریکم آیاتی فلا تستعجلون !

و الحمد للہ کہ یہ حقیقت اب کسی بحث و دلیل کی محتاج نہیں رھی ہے کہ حق تعالی نے اپنے فضل و کرم سے اس عاجز کو جو توفیق دعوۃ و تبلیغ کی عطا فرمائی ، اور جس طرح اسکو روح دعوۃ و اعلان و ظہور و سلطان و نفوذ و رسوخ و انتشار

آب حیات

مندی کایا پلٹ، یونانی اکسیر البدن اور
کیمیاگر اکسیر اعظم کہتے ہیں جو موت پورا

زندگی کو موت سے ایک روپیہ میں خریدنا

(آبحیات کے اکسیری فوائد)

صحت کے برابر دنیا میں کوئی نعمت نہیں - مگر لوگ وقت پر قدر نہیں کرتے - جب تندرستی بگڑ جاتی ہے تب عمر بھر پچھتاتے ہیں جو لا حاصل ہوتا ہے - اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت - ہندوستان گرم ملک ہے اور بوجہ شدت گرمی [illegible] آئے دن ہزاروں قسم کی بیماریاں فساد خون [illegible] نئے نئے پیدا ہوا کرتے ہیں [illegible] لوگوں کو مفلس بنا رکھا ہے - اور کثرت [illegible] کے لائق نہیں رہا - اس لئے عام لوگ بلا علاج [illegible] ہو جاتے ہیں - اگر علاج کرتے ہیں تو فیس اور قیمت دوا ادا کرنے سے مفلس تنگدست بن جاتے ہیں - اور صاحب توفیق حضرات کو دوا خالص نہیں ملتی - مندرجہ بالا تکالیف کو دور کرنے لئے حکیم مطلق نے آب حیات کو مسیحائی اثر بخشا ہے تاکہ کوئی دکھیا دنیا میں نہ رہے - غریب سے غریب اور لاچار سے لاچار ایک پیسہ کی ایک خوراک لے کر امراض مزمنہ مایوسہ سے خلاصی پائے - آبحیات ہر مرض شدید کی دوا ہے خارجاً لگانے سے ہر درد وغیرہ کے لیے شفا ہے - ایک شیشی آبحیات کی ڈبہ بھر کو بہت بلاؤں اور ناگہانی آفتوں سے بچاسکتی ہے، کسیکو معلوم نہیں مرض کسوقت رات کو یا دن کو جنگل میں یا گھر میں آ دبائیگی اسلیے یہ عقلمندی ہے کہ پہلے ہی سے ایک شیشی گھر میں رکھی جائے -

(فوائد مصدقہ آبحیات)

تپدق، تپ محرقہ، صفراوی تپ، تپ پرسوت، سل، پیچش صفراوی، اسہال، سرسام، درد سر، درد پہلو، نمونیا، ذات الجنب، تپش دل، ناسور، بدھ کا زخم، درد کان، مسوڑوں سے خون آنا، پھوڑے پھنسیاں، پٹھوں کا اکڑاؤ، بواسیر، نواسیر، بھگندر، تالو کا سوراخ، دانت کا درد، قبض، درد قولنج، درد امر[illegible]، نقرس، جھپائی، متلی، قے، زخموں میں کیڑے پڑنا، کثرت پیشاب، مشدم، بیخوابی، کھانسی خشک و تر، ورم، پھوڑے، ورم پستان، درد دل، ہیضہ، طاعون، خنازیر، درد شکم، زہر دار ڈنگ، بھڑ، سانپ، بچھو، آگ سے جلنا، گرمی کی شدت سے جسم پر گرم دانے نکلنا، درد، چوٹ، خارش لکسیر وغیرہ وغیرہ کتاب میں مفصل حال درج ہے -

قیمت فی شیشی ایک روپیہ - چھ شیشی پانچ روپیہ - ایک درجن دس روپیہ محصول ڈاک ذمہ خریدار -

آبحیات کا مسیحائی اثر

(سل، دق، کھانسی، سات ماہ کی صرف سات دن میں دور)

عالیجناب ہز ہائینس نواب میر فیض محمد خانصاحب بہادر
کے - سی - ایس - آئی والی ریاست خیرپور سندھ

سرائے غلام رسول عرصہ سات ماہ سے عارضہ بخار لازمی حرارت ۱۰۴ درجہ ہمیشہ مستمر رہتا تھا - اور اس کے علاوہ کھانسی ایسی شدید تھی کہ سونا [illegible] حرام ہو گیا تھا - چونکہ سرائے ممدوح اپنے آقائے نامدار میر محمد علی خان صاحب کی خدمت میں [illegible] رہتا تھا اور کھانا پینا ان کے ساتھ رکھتا تھا - آپ کے معالجہ کے لئے [illegible] سول سرجن سات سو روپیہ روزانہ کراچی وغیرہ سے اور نامور اطباء ہندوستان سے جمع کیے تھے - میر ممدوح مدقوق تھا - کوئی چارہ نہ چلا اور وہ فوت ہو گیا - تمام طبیبوں اور ڈاکٹروں نے متفق ہوکر کہدیا تھا کہ سرائے غلام رسول بھی اسی مرض میں مبتلا ہو گیا تھا -

آخر جب تمام معالجات سے تنگ آ کر بحالت مایوسی سرکار ابد پائدار والی ریاست نے حکیم غلام نبی زبدۃ الحکماء لاہور کو جو جامع علوم ڈاکٹری و یونانی اور ماہر فنون ہر دو طب ہیں، ریاست میں برائے معالجہ طلب فرمایا -

(آبحیات کا کرشمۂ قدرت)

زبدۃ الحکماء موصوف نے یورپین ڈاکٹر وغیرہ میڈیکل افسروں سے اس بات کا اتفاق کیا کہ مدقوق سل ہے - اور جگر بھی بگڑ گیا ہے، صرف دس قطرہ آبحیات کے تین دفعہ دینے شروع کیے، اور تمام انگریزی و یونانی دوائیں ترک کرادیں - سات ماہ کا بخار، کھانسی ساتویں روز جاتی رہی - یہ حادثہ کے اثر کی خبر ریاست میں مشہور ہو گئی - اور آبحیات کے جادو اثر ہونے اور اس کے سریع العمل اور [illegible] ہونے [illegible] قیمت [illegible] ہے تو آبحیات مسلم ہو گیا ہے - اب سندھ میں جو آتا ہے - اسی آبحیات کا طالب ہوتا ہے - تمام اخباروں میں اسی قصہ کو پڑھو اور وہاں سے تصدیق کرلو کہ سرائے غلام رسول اب تندرست ہے اور کاروبار ریاست میں مصروف ہے -

(العبد - خان بہادر رسول بخش خان صاحب وزیر ریاست خیرپور سندھ)

الغرض آبحیات کی شیشی گھر میں موجود رہنی ضرور ہے - سفر و حضر میں کار آمد - نہ ڈاکٹر کی ضرورت ہے نہ طبیب کی - بیسیوں امراض کی ایک ہی تیر بہدف دوا ہے، جو کسی قسم کے ضرر کے بغیر فائدہ دیتی ہے -

قیمت فی شیشی صرف ایک روپیہ - (منیجر)

(شربت مقوی اعصاب)

وہ نقص جو بھرپور جوانی میں مرد کو رنجیدہ خاطر بناتے ہیں، اس سے دور ہوتے ہیں - گئی ہوئی طاقت کو واپس لاکر مرد کو پورا مرد بناتا ہے - اعمال قبیحہ اور کثرت عیاشی نے جب جسم کی قوت کو گھٹا دیا ہو - تو یہ شربت خاک میں ملی ہوئی امیدیں بر لاتا ہے، فی شیشی صرف چار روپیہ -

(سنون مستحکم دندان)

ہلتے دانت مضبوط - بدبو میل دور - دانت موتیوں کی طرح چمکدار - قیمت چار تولہ ایک روپیہ -

(سر کا خوشبودار تیل)

بالوں کو خوشبودار رکھنے کے سوا سیاہ بالوں کو سفید نہیں ہونے دیتا - دافع ضعف دماغ نزلہ و زکام فی شیشی تین روپیہ -

دوائی درد کان - قیمت صرف ایک روپیہ -

(سرخ رو)

بعد از غسل اس دوا کے دو قطرے چہرے پر مل لینے سے چہرہ خوبصورت ہو جاتا ہے، قیمت فی شیشی صرف ایک روپیہ

(روغن اعجاز)

برسوں کے زخم دنوں میں بھر جاتے ہیں، ناسور، بھگندر - خنازیر کے گھاؤ اور کاربنکل زخم کا اچھا علاج - قیمت دو تولہ صرف دو روپیہ

(دوائی پیچش و مروڑ)

نہایت زود اثر اور مجرب دوائی ہے - قیمت چار تولہ صرف ایک روپیہ ہے -

(خنازیر کا خوردنی علاج)

اس دوائی کے کھانے سے گلتیاں اندر ہی اندر بیٹھ جاتی ہیں قیمت دو تولہ صرف دو روپیہ -

بخاروں کی شرطیہ دوا، پسینہ آ کر ہر قسم کا بخار ایک گھنٹہ میں [illegible] ہے - قیمت فی ڈبیہ دو روپیہ -

(سفوف دافع درد گردہ)

اس کے استعمال سے ریگ مثانہ دور ہوکر آئندہ دورہ درد سے نجات ہوتی ہے - [illegible] صرف دو روپیہ -

پتہ - منیجر شفاخانہ شہنشاہی، سند یافتہ حکیم و ڈاکٹر حاجی غلام نبی
زبدۃ الحکماء لاہور - موچی دروازہ

افکار و حوادث

مسئلہ مسلم یونیورسٹی

اور علوم و معارف جدیدہ !

دنیا کے عجائب و غرائب کی فہرست بڑی طولانی ہے - شاهنامه کے عجیب و غریب " سیمرغ " سے لیکر گل بکاولی کے عجیب الخواص " پھول " تک ' ایک سے ایک معجب المعتوقات ' اور ایک سے ایک محیر العقول ہے !

اگر بابل کے معلق باغ اور مصر قدیم کے پر اسرار مقبروں سے قطع نظر کرلیا جاے جنکی ملکیت کا تاریخ قدیم کو دعوا ہے ' جب بھی دیوار قہقہہ کی طلسم آرا دیوار ' اسکندر اعظم کا اعجوبہ زا چشمۂ حیات ' اور بادشہ بخیر حاتم طائی کی فیاضانہ سیاحتوں کے انکشافات دنیا کی دلچسپیوں کیلیے کیا کم ہیں ؟

* * *

تاهم موجودہ زمانہ عقل و دانائی اور تجربۂ و مشاہدہ کا عہد ہے - لوگ کہتے ہیں کہ اب ہم بہت زیادہ عقلمند ہوگئے ہیں - اسلیے ان عجیب عجیب قصوں کو نہیں مان سکتے - لیکن اگر ان قصوں کو نہیں مان سکتے تو اس واقعہ کو تو مان سکتے ہیں کہ مسلم یونیورسٹی بلا توقف لے لینی چاهیے ' اسلیے کہ مہاراجہ دربھنگہ اور پنڈت مدن موہن مالویا نے لیلی ' اور اسلیے کہ ایک لاکھ روپیہ ماہوار ملیگا ' اور اسلیے کہ علی گڈہ میں ہر سال تقسیم سندات کا عظیم الشان جلسہ منعقد ہوگا ' اور اسلیے کہ " برٹش گورنمنت رحمت الہی ہے " اور اسلیے کہ " سر سید علیہ الرحمۃ کا حقیقی مقصد ایسا ہی تھا " اور اسلیے کہ " خالق اکبر نے ہم کو اسی لیے بنایا ہے کہ احکامات و اوامر کی تعمیل کریں " اور اسلیے کہ " مسلمانوں کی مسلمہ قومی پالیسی گورنمنت کے اعتماد پر مبنی ہے " اور سب سے آخر مگر سب سے پہلے یہ کہ بنارس کی طرح علی گڈہ کی گلیاں بھی گذشتہ فرزری کے عجیب و غریب مناظر و مشاہد کو دیکھہ لینگی ' اور یہ سب سے بڑی نعمت ہے جسکے لیے کوئی ذی روح اس کرۂ ارضی پر بیقرار ہوسکتا ہے ' اور سب سے بڑی دولت کونین ہے جو آدم کی اولاد کو دنیا میں ملسکتی ہے :

و فی ذالک فلیتنا فس المتنا فسون -

* * *

اگر مسلم یونیورسٹی کے بلا انتظار لے لینے کیلیے یہ حقائق و دقائق " دلیل و برہان " ہوسکتے ہیں ' اور دنیا میں ایسے دماغ باقی ہیں جو علمی سنجیدگی کے ساتھہ ان چیزوں کو پیش کرنے سے نہیں شرماتے ' اور ایسے لوگ موجود ہیں جو دلائل و شواہد کی طرح ان کو قبول کرلے سکتے ہیں ' تو پھر دنیاے قدیم کی کوئی روایت بھی عجیب نہیں ' اور بلا تامل مان لینا چاهیے کہ دنیا میں اب بھی وہ تمام عجائب و غرایب ہوسکتے ہیں جو کسی مجہول ماضی میں ہو چکے ہیں - اب ہم کو پورا یقین ہے کہ فردوسی کے سیمرغ سے مایوس ہوجانے کا فیصلہ صحیح نہیں تھا - اسکے گھونسلے سے اب بھی " زال " پیدا ہو سکتا ہے ' کیونکہ مسلم یونیورسٹی کے لیے اپنے ہی سب کچھہ ہوجائیگا ' اور اگر آپکی آنکھیں جاتی رہیں تو اسکا صحیح علاج یہ ہے کہ " گل بکاولی " کو تلاش کیجیے ' کیونکہ حقائق کے ثبوت کا دار و مدار اب حقائق پر نہیں بلکہ صرف نقالی ' حکم ' اطاعت ' اور خوش اعتقادی و حسن ظن پر آ کر رہگیا ہے ' اور اگر ایسا ہی ہے تو غریب " تاج الملوک " نے کیا خطا کی ہے کہ اسکی مشہور و متواتر روایت کو نظر انداز کردیا جاے ؟

* * *

حقیقت میں یہ واقعہ بھی دنیا کے عجائب و نوادر میں سے ہے کہ ایک طرف تو مسلمانوں کو کہا جاتا ہے کہ انکے تمام امراض کا علاج ' انکی تمام جستجوؤں کا مقصود ' انکی تمام امیدوں اور آرزوں کا مرکز و ملجاء مسلم یونیورسٹی ہے ' اور یہی وہ چیز ہے جو غرناطہ اور قرطبہ اور بغداد اور کیمبرج اور اکسفورڈ اور نہیں معلوم کیا کیا کچھہ مسلمانوں کے حوالے کردیگی - دوسری طرف جب انسے کہا جاتا ہے کہ " اگر یہ متاع اسقدر قیمتی ' اسقدر عظیم و اہم ' اور اسدرجہ موت و حیات ملت کا فیصلہ کرنے والی ہے ' تو خدا را جلدی نہ کیجیے - بغیر کامل جد و جہد اور سعی و کوشش کے خاتمہ نہ کردیجیے - ایک ہی غمزۂ تمکین طلب پر اپنی تمام متاع دل و جاں نذر نہ کردیجیے - صبر ' استقامت ' عزم راسخ ' اور سعی و جہد کامل دنیا میں ہمیشہ عزائم امور کیلیے ایک حقیقت ثابتہ رہے ہیں - آپ بھی انسے کام لیجیے ' اور ساتھہ ہی اپنی اصلاح حال اور حقیقی و معنوی ترقیات و توسیعات میں سرگرم رہیے کہ اصل کار یہی ہے - اور اگر ایسا نہیں ہے اور چند مہینوں یا ایک سال کے اندر آپکی ساری کائنات سعی و تدبیر غارت جا رہی ہے ' تو پھر خدا را آہ و واویلا نہ مچائیے ' مخفی اور در پردہ کوششیں نہ کیجیے - یہ تعلقہ داری کا مقدمہ یا جد امجد مرحوم کی وراثت کا جھگڑا نہیں ہے - دلائل و حقائق کا مقابلہ ہے - سنجیدگی کے ساتھہ واقعی دلائل پیش کیجیے - دنیا میں عقل و فہم کی بخشش عام ہے ' اور آپ جیسی نہیں مگر سمجھہ ہر شخص رکھتا ہے " تو پھر اسکے جواب میں یا تو بگڑ جاتے ہیں کہ تم " مسلمہ قومی پالیسی " کے دشمن ہو ' یا روٹھہ جاتے ہیں کہ تم ہماری بات نہیں مانتے ' یا پھر دلیل پیش کرنے پر آتے ہیں تو یہ فرماتے ہیں کہ بنارس میں اڈو بت چکے ہیں - تم بھی بے تحاشا دوڑ جاؤ !

(" علوم جدیدہ ")

اصل یہ ہے کہ مسلم یونیورسٹی کے بلا توقف لیلینے کے متعلق جسقدر مصنفات و اسفار محققین عہد نے شائع کیے ہیں ' انسے مسلم یونیورسٹی کا ہندو یونیورسٹی ایکٹ پر لے لینا ضروری ثابت ہوتا ہو یا نہو ' لیکن اسمیں تو کچھہ شک نہیں کہ ضمناً ایک عظیم الشان کام ضرور انجام پا گیا - ہمارا اشارہ اس جدید فن منطق کی طرف ہے جو " علماء مسلم یونیورسٹی " نے مدون فرمایا ہے اور جس نے ثابت کردیا ہے کہ دنیا میں ارسطو سے بڑھکر آجتک کوئی انسان احمق نہیں ہوا - مسکین ارسطو کے وقت سے لیکر اس وقت تک دنیا اس عالمگیر غلطی میں مبتلا رہی ہے کہ دعوے اور دلیل میں ربط کی ضرورت ہوتی ہے - مگر یہ کیسا سفیہانہ اور احمقانہ خیال تھا ؟ ہمارے محققین کاملین نے اپنی سیف منطق کی پہلی ضرب اسی پر ماری ' اور ثابت کر دیا کہ اس سے بڑھکر اور کوئی غلط خیال نہیں ہوسکتا - دلیل کیلیے صرف ایک ہی شے ضروری ہے - یعنے وہ بلا کسی درمیانی فصل کے معاً دعوے کے بعد کہدی جاے - اب رہی یہ بات کہ اسمیں اور دعوے میں ربط بھی ہو ' تو ایسا سمجھنا ایک خالص حماقت ہے جسمیں بدبخت ارسطو گرفتار تھا ' اور کچھہ ضرور نہیں کہ ہر انسان گرفتار ہو !

* * *

اس سے بھی بڑھکر ان مباحث حکمیۂ و فنیہ نے جس ' قدیم غلطی کی ضلالت سے نوع انسانی کو نجات دلائی ' وہ " برہان " کی تعریف کا مسئلہ ہے - تمام دنیاے قدیم و جدید کس درجہ عقل و دانائی سے محروم تھی ' جب کہ یقین کررہی تھی کہ

عام کي حيرت انگيز و محير العقول نشانيوں سے ممتاز کيا ' وہ کلمۂ حق و صدق کي شہنشاھي و خسروي اور دعوۃ الی اللہ کي فتح مندي و کامراني کي ایک عجیب و غریب مثال ہے ' اور کم از کم ھندوستان کي سر زمین میں اسکي کوئي قریبي مثال موجود نہیں ہے - باوجود اُن تمام حالات و واقعات کے جو سب کو معلوم ھیں ' اور باوجود اُن صدھا موانع و مہالک کے جنکو ھر شخص دیکھ رھا ھے ' اللہ کي مرضي اسي کي مقتضي ھوئي کہ جتني مدت تک کیلیے اس نے ضروري سمجھا ہے ' ایک غیر مسخر و غیر متزلزل ھستي بناکر مجھکو اور میرے کاموں کو دنیا میں قائم کردے ' اور ایسي نا قابـل فہـم و نا قابـل توجیہ قوت دیدے جسکو کوئي غیر الہي طاقت نقصان نہ پہنچا سکے - چنانچہ دنیا نے دیکھ لیا کہ ایسا ھي ھوا ' اور جو کچھ ھوا وہ انساني عقل و ادراک کي رسائي سے یکسر ما فوق ہے - گذشتہ زمانے کے تمام واقعات کو اپنے سامنے لاؤ ' اور پھر اللہ کي حکمت اور [illegible] کے تسلط و نفوذ کو دیکھو کہ کیسي [illegible] کس درجہ [illegible] اسعد ' اور [illegible] خسروانہ [illegible] کے ساتھ دعوۃ حق و قرآن کا سلسلہ جاري رھا ' اور [illegible] انگیز مدتوں میں سے یہ دعوۃ محفوظ و مصئون [illegible] کہ صدھا منکرین اور جاحدین منافقین [illegible] طرح طرح کي آرزوئیں اور کوششیں کرتے کرتے ختم ھوگئے ' اور قدرت حق کي بو العجبیوں اور کرشموں اور سطان دعوۃ کي [illegible] اور خسرویوں کو دیکھتے دیکھتے شدت تعجب و حیرت سے پاگل ھوگئے ' مگر " و تمت کلمۃ ربک صدقا و عدلا " کے قانون کو نہ بدلنا تھا اور نہ بدلا ' اور " لا مبدل لکلماتہ " کي حقیقت غیر مسخر تھي اور غیر مسخر رھي : الا ' ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون !

میں نے ابتداء اشاعۃ الہلال سے لیکر اس وقت تک جو کچھ لکھا اور کہا ہے ' اسکا حرف حرف زمانے کے علم و حافظہ میں محفوظ ہے - میں نے نہ تو کبھي تعلیم کا ذکر کیا ' نہ سیاسي اصولوں اور تقلیدوں کي دعوۃ دي ' نہ اُن رھنماؤں اور پیشواؤں کي راہ اختیار کي جنھوں نے امۃ مرحومہ کي تجدید و احیاء کو غیر قوموں کي تقلید و اتباع میں محدود دیکھا ہے ' اور نہ کبھي انسانوں کے بنائے ھوئے طریقوں اور حکمت عملیوں کو اختیار کیا ' جو ابنائے زمانہ کي بلند پروازیوں کا ھمیشہ منتہاء خیال رھا ہے - برخلاف اسکے میں نے ھمیشہ خدا کا نام لیا ' میں نے ھمیشہ قرآن کي دعوۃ دي ' میں نے ھمیشہ ایمان ' یقین ' اعتقاد ' اور عمل صالح کا ذکر کیا ' اور میں نے جب کبھي کوئي بات کہي تو اسکو وحي الہي کي دائمي اور غیر متغیر یقینیات اور حقائق کي بنا پر پیش کیا - میں اپنے سامنے ایک " یقین " رکھتا تھا ' اور میري دعوۃ کي بنیاد انساني افکار پر نہیں بلکہ ایک دیني اعتقاد پر تھي - دنیا کي ھر چیز بدل سکتي ہے مگر الہي اعتقاد و یقین نہیں بدل سکتا - اسلیے زمانہ کي کوئي تبدیلي میرے لیے موثر نہ ھو سکي - میں نے ابتدا سے لیکر اس وقت تک ایک ھي اعلان کیا ' اور اسي اعلان کے نتائج و ثمرات ھیں جو مجھکو اپنے اعمال و اشغال کي ھر ساعت میں نظر آئے - میں نے الہلال کي اولین اشاعت کے سب سے پہلے مضمون کو ان سطروں پر ختم کیا تھا جنکو دنیا نے بھلا دیا ھو مگر میں نہیں بھلا سکتا :

" آتش خدائے حي و قیوم ہے جسکے کان فرزندوں کے سننے کیلیے ھر وقت طیار ' اور نعمۂ امن یجیب المضطر اذا دعاہ سے سننے والا ھر قلب مشتاق ھیں ' اور جس کي آنکھیں کسي حال میں بے خبر نہیں ' اور ھر آن و ھر لمحہ ان ربک لبالمرصاد کي [illegible] لگائي ھوئي ھیں ' یہ آخري التجا ہے کہ اگر یہ [illegible] میں سچائي اور اخلاص کي کوئي سرگرمي دیکھتا ہے ' [illegible] رحمۃ اور اس نے کلمۂ حق کي خدمت کي ھوئي سچي تپش و درد دل

کے اندر موجود ہے ' اور اگر واقعي اس کي راہ میں فدویت و جاں فروشي کي ایک آگ ہے جس میں برسوں سے بغیر دھویں کے جـل رھا ھوں ' تو اپنے فضل و لطف سے مجھـہ کو اتني مہلت عطا فرمائے کہ اپنے بعض مقاصد کے نتائج اپنے سامنے دیکھ لوں - لیکن اگر یہ میرے تمام کام محض ایک تجارتي کار و بار اور ایک دکاندارانہ مشغلہ ھیں جنمیں قومي خدمت اور ملت پرستي کے نام سے گرم بازاري پیدا کرنا چاھتا ھوں ' تو قبل اسکے کہ میں اپني جگہ پر سنبھل سکوں ' وہ میري زندگي و مہلت کا خاتمہ کردے ' اور نیز میرے تمام کاموں کو ایک دن بلکہ ایک لمحہ کیلیے بھي کامیابي کي لذت چکھنے نہ دے - باغوں کے سرسبز و ثمر دار درختوں کي حفاظت کي جاتي ہے ' مگر جنگل کے خشک درختوں کو جلا دینا ھي چاھیے - جس دل میں خلوص اور صداقت کو جگہ نہ ملي ' اسکو صادقوں اور راست بازوں کي طرح کامیابي کیلیے کیوں باقي رکھا جائے ؟

ام حسب الذین اجترحوا السیئات ان نجعلھم کالذین آمنوا و عملوا الصالحات ' سواء محیاھم و مماتھم ؟ ساء ما یحکمون ! (۲۰ . ۴۵)

وہ لوگ جنھوں نے بدیوں اور برائیوں کي راہ اختیار کي ہے ' کیا ایسا سمجھتے ھیں کہ ھم انکو اُن لوگوں جیسا کردینگے جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ اختیار کیے ؟ کیا راست بازوں اور مفسدوں کي زندگي اور موت ایک طرح کي ہے ؟ افسوس انکي سمجھہ پر اور افسوس انکے فیصلہ پر !

یہ وہ جملے ھیں جو جولائي سنہ ۱۹۱۲ میں میرے قلم سے نکلے تھے اور جنکو میں برابر الہلال کي ھر جلد کے اختتام اور نئي جلد کے افتتاح کے موقعہ پر دھراتا رھا ھوں - سو الحمد للہ کہ اس کریم ذرہ نواز نے میري درماندگیوں کو قبول کرلیا ' اور واقعات نے ھر منزل و ھر قدم پر ثابت کردیا کہ میري یہ عاجزانہ دعا بے اثر نہ رھي - یہ اسي کے ھاتھہ میں تھا کہ وہ بتلا دیتا کہ جو کچھہ کیا جارھا ہے ' وہ اصلح و احق ہے جسکو بڑھنے اور پھیلنے کیلیے چھوڑ دینا چاھیے ' یا مفسد و باطل ہے جسکو فنا ھو جانا اور مٹ جانا چاھیے ؟ پس اس نے بتلا دیا کہ حقیقت کیا ہے ' اور ارباب بصیرۃ نے دیکھہ لیا کہ حکمۃ الہي کیا چاھتي ہے ؟ دعوۃ حقہ و کاذبہ کي تفریق کا یہي معیار ہے - اور اگر خدا سچائي اور صداقت کے ساتھہ بھي وھي کرے جو باطل اور افساد کے ساتھہ کرتا ہے ' تو دنیا سے امن اور ایمان اُٹھہ جائے اور خدا کے ماننے کیلیے انسان کے پاس کوئي روشني نہ رہے - یہ محال ہے کہ صادق اور کاذب ایک ھي نتیجہ پائیں ' اور یہ کبھي نہیں ھوسکتا کہ خدا کا سلوک حق اور باطل ' دونوں کے ساتھہ یکساں ھو : لا یستوي اصحاب النار و اصحاب الجنۃ ' اصحاب الجنۃ ھم الفائزون -

اور پھر اس کے فضل و کرم کي بخششوں اور نعمتوں میں سے سب سے بڑي اور سب سے آخري نعمت وہ ہے جو اس نے موجودہ واقعہ کے اندر پوشیدہ رکھي ہے - یعني البـــلاغ کي دعوۃ و تبلیغ کو اسکي دوسري منزل تک عروج و رفعت بخشي گئي ' اور مقام ذھاب الی اللہ و ترک وطن پیش آیا : اني ذاھب الی ربي سیھدین (۳۷ : ۹۷) فسبحان الذي بیدہ ملکوت کل شی و الیہ ترجعون -

یہ جو کچھہ تھا ' کلمۂ حق و عدل کي دعوۃ و تبلیغ کي سرگذشت تھي جو الحمد للہ و المنہ کہ اپني دوسري منزل تک پہنچ گئي ہے - و لا مبدل لکلماتہ - رھا خود اس عاجز کے وجود کا معاملہ ' تو شخص و ذات کا یہاں کبھي بھي سوال نہیں ھوا ہے ' اور میري نفسي کیلیے مرحوم عرفي کا یہ شعر سالہا سال سے مونس و رفیق ہے :

امید ھست کہ بیگانگي عرفي را
بدوستي سخن ھائے آشنا بخشند !

و افوض امري الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد -

چانسلري هے' تمام معلمين و اساتذۂ يونيورسٹي كي جماعت اپنے اپنے مدارج علميه كے مطابق شاندار اور طويل الذيل جبے پهنے هوے تمكنت افلاطوني' عظمت سقراطي' اور شان يوناني و روماني كے ساتهه يمين و شمال رونق افزا هے' اور يكے بعد ديگرے حاملين علوم و فائزين مراتب عاليۂ تعليميه كے مقدس غول بڑهتے هيں اور سند بكف اور چغه بدوش هوكر واپس جاتے هيں ! الله الله ! كون هے جو ايک لمحه كيليے بهي اس بهشت تعليمي و جنت قومي كے منظر روح پرور كو ديكهه لے اور پهر اسكے عشق جنون آور سے مست و لا يعقل نهوجاے ؟ يونيورسٹي كے پيش كرده هزارها نقائص ايک طرف' اور اس منظر قومي و تعليمي كا نظارۂ يک لمحه ايک طرف ! اگر مسلم يونيورسٹي سے اور كچهه نه هوتا' اور صرف سال بهر ميں ايک بار اس منظر جاں نواز و مشهد روح پرور كا ايک نظاره ميسر آجاتا' جب بهي يه سودا اسقدر ارزاں تها' گويا گرد و خاک كي ايک مٹهي ديكر بهشت شداد مول ليلي ! البته يه ايک خالص " تعليمي مسئله " هے اور اسكو صرف عرفاء تعليم و كاملين حقائق قوميه هي سمجهه سكتے هيں - شرف قزويني نے انهي حقائق و معارف كے متعلق كها هے :

بيا كه مسئلۂ عشق ازاں دقيق ترست
كه حل شود شرف از فكر باطل همه كس

نا محرمان اسرار كا يهاں گذر نهيں :

كيں زميں را آسمانے ديگرست !

* * *

بعض ارباب اشارات و اصحاب معارف سے يه بهي منقول هے كه اگر قوم كي ديدۂ بصيرة بينا هوتي تو بنارس هندو يونيورسٹي كا گذشته جلسه فهم حقيقت كيليے بس كرتا تها - سبحان الله ! كيسا عجيب و غريب منظر تها جو چشم فلک نے پهلي مرتبه خاک هند ميں ديكها ! عظيم الشان واليان رياست كا هجوم' اعلى ترين حكام و فرماں روايان ملک كا اجتماع' شوكت و عظمت قومي كا عديم النظير مظاهره' اور تعليمي فرمانفرمائي و خسروي كے عهد حكومت كا افتتاح ! اس سے بڑهكر ايک قومي يونيورسٹي كيليے اور كيا هو سكتا هے ؟ كيا يه منظر اسكے ليے كافي نهيں هے كه قوم كي آنكهيں كهلتيں اور وه بهي كسي نه كسي طرح يونيورسٹي ليلينے كيليے پاگل هوجاے ؟ افسوس كه قوم ميں " ماهرين مسئلۂ تعليم" كا قحط الرجال هے اور "عملي كام" اور " مسئلۂ قومي تعليم" كے حقائق و اسرار سمجهنے والے ناپيد هيں - اگر ايسا نهوتا تو يه روز بد ديكهنا نصيب نه هوتا ! لوگ كيسي تمسخر انگيز غلطي كرتے هيں جبكه كهتے هيں كه قومي يونيورسٹي كسي بڑے جلسے' كسي بڑے مجموعۂ عمارت' اور نامو اور رسموں كے كسي طول طويل سلسلے كا نام نهيں هے ؟ كوئي ان بيخبروں سے پوچهے كه اگر يونيورسٹي جلسه' عمارت' اور اسم و رسم كا نام نهيں تو اور كسي چيز كا نام هے ؟ يه ناداں هندو يونيورسٹي ايكٹ كو ديكهتے هيں اور صرف اختيارات' عهدۂ وائس چينسلر كي منظوري و عدم منظوري' ريگوليشنز كا انتظار' وغيره وغيره چند الفاظ انهوں نے سيكهه ليے هيں' حالانكه حقيقت يونيورسٹي نه تو ان جزئيات و فروعات ميں هے' اور نه اختيارات كا مسئله في نفسه كوئي قابل [illegible] هے - اصلي حقيقت تو وه نقرئي هتوڑا تها جس سے بنارس [illegible] هندو يونيورسٹي كا سنگ بنياد نصب كيا گيا' اور اگر ايک ايسے هي نقرئي هتوڑے كي با عظمت ضرب سرزمين علي گڈه كو بهي نصيب هوتي' تو ساري مشكليں حل' اور ساري اميدوں كيليے پيام بشارت هے'

افســـانــه زلـــف

يا " مسلم يونيورسٹي "

اولا يرون انهم يفتنون في كل عام مرة او مرتين ثم لا يتوبون و لا هم يذكرون ! (توبه)

كيا يه لوگ نهيں ديكهتے كه كوئي برس ايسا نهيں گذرتا كه ايک بار يا دو بار وه بلاؤں ميں نه ڈالے جاتے هوں' پهر بهي انكي غفلت كا يه حال هے كه نه تو توبه كرتے هيں اور نه واقعات و حوادث كي تنبيهوں اور سرزنشوں سے نصيحت پكڑتے هيں !

رات اور زلف كا يه افسانه
قصه كوته' بڑي كهاني هے !

مسئلۂ مسلم يونيورسٹي كي گذشته سه ساله تاريخ جن واقعات و حوادث سے عبارت هے' ميں انكو اس وقت به تفصيل نهيں دهراؤنگا كيونكه واقعات ابهي اس قدر پرانے نهيں هوے هيں كه حافظه كيليے تجديد ذكر كي ضرورت هو -

نفس تجويز كي ابتدائي تحريک' گورنمنٹ كا اولين مراسله' فونڈيشن كميٹي كا پهلا انعقاد' ڈيپوٹيشن كي تشكيل و شكست' فونڈيشن كميٹي كا دوسرا اجلاس علي گڈه' پهر مسلم يونيورسٹي ايسوسي ايشن كا قيام' على الخصوص اسكا پچهلا اجلاس' يه اور نيز ان واقعات و حوادث كے بے شمار اطراف و نتائج' نه صرف مسلم يونيورسٹي نامي كسي مسئله كي سرگذشت هے بلكه مسلمانوں كي گذشته سه ساله حيات قومي و اجتماعي كي ايک ايسي مكمل تاريخ هے' جسميں اس تين سال كے اندر كي هر چيز ديكهي اور پڑهي جاسكتي هے !

على الخصوص حق و باطل اور اصلاح و افساد كي باهمي آويزش اور حق كے قدرتي اور لازمي خواص فتح و نصرت كے ظهور و اعلان كے لحاظ سے تو مسئلۂ مسلم يونيورسٹي كي تاريخ اسدرجه پر عبرت و بصيرة هے كه اگر هندوستان كے اور تمام واقعات و حوادث سے قطع نظر كر ليا جاے تو صرف يهي واقعه اس حقيقت كے اعلان كيليے بس كرتا هے كه حق جاگ اٹهتا هے' اور جب وه جاگ اٹهے تو پهر باطل كيليے امن و بقاء نهيں هے -

[۲]

مسئلۂ مسلم يونيورسٹي كے واقعه كو دنيا خواه كچهه هي سمجهے مگر ميں نے هميشه اسميں ايک هي چيز كو ديكها اور هميشه اس سے ايک هي طرح كي صدائيں سنيں - ميں نے ديكها كه حق و باطل معركه آرا هيں' اور گو مختلف صداؤں' مختلف ناموں' اور مختلف شكلوں ميں منظر آرائياں هو رهي هيں مگر انكے اندر بجز حق و باطل كے مقابلے كے اور كچهه نهيں هے - ميري يه صاف نظارگي بهتوں كو خوش نه آئي' اور بهتوں نے كوشش كه اسقدر صاف لفظوں ميں مطلب نه كها جاے' ليكن ميں اپنے مشاهده كو جهٹلا نهيں سكتا تها - الحمد الله كه ابتدا سے ليكر اسوقت تک ميں نے جو كچهه ديكها' صاف صاف كها' اور كوئي سعي' كوئي آرزو' كوئي قوت ميري نگاه كو گرد آلود نه كر سكي :

بندۂ را كه بفرمان خدا راه رود
نگزارند كه در بند زليخا ماند

غور كرو كه اس تمام عرصه كے اندر يكے بعد ديگرے كيسے كيسے واقعات پيش آے' اور كس طرح هر موقعه پر حق نے بتلاديا

"برهان" اس چیز کو کهتے هیں جسکے مان لینے سے دعوے کا مان لینا لازم آجاے ؟ حالانکه مصنفین صحائف مسلم یونیورسٹی و مدونین اسفار مسئلۂ قومی و تعلیمی نے (جن میں بڑے بڑے ماهرین فلسفۂ تعلیم موجود هیں) ثابت کردیا هے که نه صرف یه تعریف غلط هی هے ' بلکه اصل حقیقت بالکل اسکے برعکس هے - دعوے اور برهان میں جسقدر بعد لزومی هو' اسیقدر وه زیاده صحیح اور مسکت برهان هوگا - مثلاً دعوا یه هے که مسلم یونیورسٹی جن شرائط کے ساتھه اسوقت مل رهی هے' انکو منظور کرلینا چاهیے' کیونکه اس سے مسلمانوں کا تعلیمی و قومی مقصود حاصل هوجائیگا - دلیل یه هے که ایک لاکهه روپیه منظور ملا هے - جس وقت تک کوئی شخص روپیه کی اس تعدادمیں اور مقصود کی حقیقت ثابته کو جهٹلا نه دے ' اس وقت تک یه دعوا غلط نہیں هوسکتا !

* * *

ارسطو نے شاعری کو محاکات کا نتیجه قرار دیا هے' یعنی وه کهتا هے که انسان میں بالطبع نقالی کا ماده موجود هے - وه جس حالت کو دیکهتا هے ' اس سے منفعلانه متاثر هوتا هے اور اسی کو دهراتا هے - مگر مسئله مسلم یونیورسٹی کا محقق کهتا هے که یه اس قدیم مدعی علم کی سخت کوتاه نظری تهی - شاعری هی نہیں بلکه قومی زندگی کے تمام اعمال و افکار علی الخصوص مسئلۂ تعلیم و قومیت کا دار و مدار " اصول محاکات " یعنے نقالی پر هے - دوسروں کو جس طرح کرتے دیکهو' اسی طرح خود بهی کرو - اگر ایک هندو انسانوں کی کوئی بهیڑ کر رهی هے' تو انکا کرنا بجاے خود ایک دلیل عمل هے - اسکے بعد اور کسی دلیل کی ضرورت باقی نہیں رهتی - مسلمانوں کے تمام قومی و تعلیمی کاموں کا معیار اسی حقیقت کو هونا چاهیے - انکے لیے نه تو کوئی چیز سیاه هے اور نه سفید - سیاهی اور سفیدی کا معیار دوسروں کا سیاه و سفید کهنا اور قرار دینا هے - پس جب مهاراجه دربهنگه اور بدقت مدن موهن مالویا جی اسمدی نے کهدیا که یه چیز سفید هے' تو اب تمام مسلمانوں کو چاهیے که بے چون و چرا اسکے آگے سربسجود هوجائیں' اور اگر دوسرے کو بهی عالی کده کی فضاء میں اڑتا هوا دیکهیں تو جبهٔ اٹهیں که کلا ناچ رها هے !

* * *

یه محققین عهد ' ماهرین مسئلۂ تعلیم ' محرمان اسرار و رموز قومیات و تعلیمات جدیده ' اور مجددان و مصلحین عصر تعلیمی کی جماعت تهی - لیکن انکے بعد ارباب سلوک و معرفت و اصحاب حقائق و معارف کا ایک مقدس گروه سامنے آتا هے' اور علمی طرز بحث کی جگه عارفانه انداز بیان کے ساتهه کهتا هے که یه مقام استدلال و براهین کا نہیں بلکه محض وجدانیات و جذبات کا هے :

گر باستدلال کار دیں بدے
فخر رازی رازدار دیں بدے

جب مذهب اور مذهب کے اعتقادات جیسی اهم و عظیم چیز کے متعلق غزالی و رازی کا فتوی هے که اس مقام کو استدلال و عقلیات سے نہیں بلکه ذوق و وجدان سے طے کرو ' تو پهر یونیورسٹی کے متعلق دلیل و برهان کا طلب کرنا کب جائز هوسکتا هے ؟ اگر خدا کے وجود و صفات کا ثبوت عقل و دلیل سے نہیں بلکه صرف وجدان و جذبات کے اعتراف سے ملتا هے' تو پهر مسلم یونیورسٹی کی صفات کے متعلق یه مغرورانه کاوش عقل و ذهن کیوں هے ؟ یه مقام دوسرا هے - یہاں عقل کے دعووں سے کام نہیں چلتا - اس یونان کدهٔ اسرار و معارف کا سب سے بڑا افلاطون وه هے جو سب سے زیاده بے عقلی و نادانی کا اقرار کرے - یہاں فلسفۂ و عقل کی پرسش نہیں هوتی - اس عالم میں بقراط کے طب' ارسطو کی منطق' اور افلاطون کی اشراقیات سے کہیں زیاده اس چرواهے کی بے وقوفی مقبول هے جو مولانا روم کی کائنات قصص و حکایات میں حضرت موسی علیه السلام سے ایک جنگل میں ملا تها اور خدا کو اپنے صحرائی جهونپڑے میں دعوت دینا چاهتا تها تا که اپنی بکریوں کا دوده پلاے :

ملت عشق از همه دین ها جدا ست
عاشقاں را ملت و مذهب خدا ست

پهر کیا تم نے نہیں سنا که خدا کے مقدس نوشتے کیا کهتے هیں ؟ حضرة مسیح نے عقل کا دعوی کرنے والوں کو " سانپ کے بچوں " کا تاریخی لقب عطا فرمایا اور کها که " تو آسمان کی بادشاهت میں داخل نہیں هوسکتا جب تک زمین پر سب سے زیاده نادان و بے عقل نه بن جاے "

ز نازکی نه برد ــــ مدل مقصود
مگر طریق رهشی ... سر نیازکنی !

* * *

مشهور هے که امام فخر الدین رازی نے دو سو دلیلیں خدا تعالی کے وجود کے اثبات میں جمع کی تهیں' اور اعلان کردیا تها که هم نے اس راه کو عقل کی راهنمائی هی سے طے کرلیا - یه خبر سنکر شیطان نے اپنا بهیس بدلا اور مجلس درس میں آکر امام رازی سے مباحثه شروع کردیا - جو دلیلیں انهوں نے تمام عمر کی فکر و کاوش سے قائم کی تهیں ' یکے بعد دیگرے پیش کرتے اور شیطان ایک دو اعتراض کرکے انکو باطل کردیتا - یه حال دیکهکر امام صاحب بهت پریشان هوے اور الله کے حضور اپنے عجز کا اظهار کیا - خواب میں دیکها که ایک شخص کهه رها هے " ان دلیلوں کو چهوڑدو - یه دلیل و استدلال کا مقام نہیں هے - تم اسکے جواب میں بغیر کسی دلیل کے کهتا هوں که خدا هے اور اسکو کوئی جهٹلا نہیں سکتا " بزرگان طریقت روایت کرتے هیں که جب انکار کی نوبت آخری دلیل امام رازی نے پیش کی تو شیطان نے عاجز و درمانده هوکر ایک نعره مارا ' اور راه فرار اختیار کی که اس دلیل کا جواب میرے پاس کوئی نہیں یهی حال دیکهکر مولانا روم نے کهدیا تها :

پاے استدلالیاں چوبیں بود
پاے چوبیں سخت بے تمکیں بود

چنانچه خانقاه مسلم یونیورسٹی کے پیر طریقت بهی ایسا هی فرماتے هیں - ارشاد هوا که دلیلوں کا یه مقام نہیں - بغیر کسی دلیل کے هم کهتے هیں که مسلم یونیورسٹی کو جلد سے جلد لیلینا چاهیے اور حق اسی میں هے - اگر معلم الملکوت اس آخری ملکوتی و لاهوتی دلیل کو سنکر چیخ اٹها تها' تو اے هزار حسرت و افسوس انسان کے قلب غافل پر' اگر اس دلیل کو سنکر بے اختیار رو نه پڑے !

* * *

نیز فرمایا که مسلم یونیورسٹی کا مسئله دلائل و شواهد سے تعلق نہیں رکهتا ' بلکه صرف ایک لمحهٔ تصور سے عبارت هے جو صالح اعتقاد اور صافی و پاک ذهن کے ساتهه میسر آجاے - دنیا کی تمام اشیاء و موجودات کا مشاهده آنکهیں کهولکر کرتے هیں ' مگر یه وه سر لاهوتی و رمز ناسوتی هے جسکا مشاهده اس وقت تک نہیں هوسکتا جب تک آنکهیں اچهی طرح بند نه کرلیجیے ! "

هاں آنکهیں بند کیجیے اور چشم تصور سے کام لیجیے - مسلم یونیورسٹی قائم هوچکی هے ' اور سینٹ هال میں تقسیم انعامات و سندات کا عظیم الشان جلسه منعقد هے - ایک مسلمان والی ریاست یا کوئی بہتری قومی شخصیت جسکے چانسلر هونے کا گورنمنٹ گزٹ نے اعلان کردیا هے ' با کمال شرکت و ابهت و با یک دنیا عظمت و رفعت ' سریر آراے مسند

ہیں جنہوں نے ابھی اُس منظر کو نہیں بھلایا ہوگا جبکہ ۲۸ دسمبر کی صبح کو فونڈیشن کمیٹی کے اجلاس کی آخری نشست ہوئی ہے اور یہ رزولیوشن باتفاق پاس کرایا جاتا ہے کہ ۲۶ آدمیوں کی ایک جماعت کو اس مسئلہ کے رد و قبول کا پورا اختیار دیدیا جاے - کیسا مغرورانہ اعلان، کیسا فتح مندانہ گھمنڈ، کیسا مالکانہ حکم، اور کس درجہ شادمانی و مسرت کا بےحساب و بےاندازہ جوش و خروش تھا، جب دو روز کی متصل محنتوں اور تدابیر کے بعد طرح طرح کی غلط فہمیاں پھیلانے کا کام انجام کو پہنچا دیا گیا، اور بظاہر اُس پورے مجمع میں مجکو اپنی صداے حق کے اعلان و انداز کیلیے تن تنہا چھوڑ دیا گیا ؟ پھر وہ نادان اور نا قابل فراموش گھڑی، جب میری آواز کو فریب خوردہ مجمع نے قبول نہ کیا، اور نادان انسان یہ نہ سمجھے کہ جس آواز کو اسوقت رد کر رہے ہیں، قریب ہے کہ اسی کے سننے، اُسی کے ماننے، اور اُسی کی اطاعت کرنے کیلیے انکو بیقرار ہونا پڑیگا - اسکے بعد ان قابل رحم روحوں کا شور و غل جنکے اندر بجز نادانی، غلط فہمی اور سوءِ فہم کے اور کچھہ نہ تھا، اور ساتھہ ہی رزولیوشن کے پاس کرنے کا پادشاہانہ اعلان، جس نے خوشیوں اور شادمانیوں کی مستی سے نادانوں اور بیخبروں کو متوالا کردیا تھا : و زین ذلک فی قلوبکم و ظننتم ظن السوء و کنتم قوما بورا - (۴۸ : ۱۲)

با ایں ہمہ نتیجہ کیا نکلا ؟ فتح مندیوں اور کامرانیوں کے اس اعلان نے کتنی عمر پائی ؟ کامیابی و نصرت کا یہ گھمنڈ جس نے اپنی بڑائی کا اعلان کیا تھا حالانکہ بڑا صرف خدا ہے، کتنی مدت تک زندگی پا سکا ؟ بلا شبہہ ۲۸ - کی صبح کو چند سو آدمیوں کے مجمع میں مجکو شکست دیدی گئی، لیکن اسکے بعد کتنی صبحیں فتح و کامیابی کی نصیب ہوئیں، اور کیا صرف ۲۸ دسمبر ہی کی نہ تھی ؟ کیا ایسا نہیں ہوا کہ ابھی دو روز بھی نہیں گذرے تھے کہ " [illegible]بة للمتقین " کی قدوسیت و جبروتیت یکا یک نمایاں ہوئی اور ھموا بمالم ینالوا کے قانون فطرت نے ظاہر ہوکر بتلادیا کہ فتح کسکے لیے اور شکست کسکیلیے ہوتی ہے ؟ اور پھر کیا یہ سچ نہیں ہے کہ جو رزولیوشن اس درجہ غرور اسکندری اور نشاط جمشیدی کے ساتھہ پاس کیا گیا تھا، بالاخر نامراد و خاسر ہوا، اور جس ڈیپوٹیشن کی دیوار اتنی محنتوں اور مشقتوں سے چنی گئی تھی، اسکو خود ہی اپنے ہاتھوں گرانا پڑا ؟ اللہ اللہ ! اُس قدوس حکیم کی مصلحتیں اور اُس حی و قیوم کی قدرتیں ! جن ہاتھوں نے اس ڈیپوٹیشن کی تجویز کی کامیابی پر خوشی سے سرمست ہوکر دس دس منٹ تک متصل تالیاں بجائی تھیں، انہی ہاتھوں کو میں نے دیکھا کہ زمین کھود رہے ہیں، اور اس چار ماہہ طفل نو مولود کو سپرد خاک کر رہے ہیں !! اگر عقل مر نہ گئی ہو، اور ایمان باللہ کی روح نے جسم کو چھوڑ نہ دیا ہو، تو کلمۂ حق و صدق کی کامیابی اور دعوۂ الہ[illegible] کی فتح مندی کیلیے اس سے بڑھکر اور کیا نشانی ہوسکتی ہے ؟ لیکن : و من لم یجعل اللہ لہ نوراً فما لہ من نور ؟

[۵]

لیکن مسئلۂ مسلم یونیورسٹی کی تاریخ اسی واقعہ پر پہنچکر ختم نہیں ہوجاتی - اگر انسان کی غفلت حق کی طاقت کو بار بار آزمانا چاہتی ہے تو حق بھی اپنے خواص کے بار بار اظہار و اعلان سے نہیں تھکتا - فونڈیشن کمیٹی کے اولین اجلاس اور مجوزہ ڈیپوٹیشن کے حادثہ نے اگرچہ بتلادیا تھا کہ آگ کا خاصہ حرارت ہے اور اسکو چھونے سے ہاتھہ جل جاتا ہے، لیکن نادانوں نے چاہا کہ انگاروں سے کھیلنے کا تجربہ ابھی اور جاری رکھیں - چنانچہ اسکے بعد علی گڈہ میں فونڈیشن کمیٹی کا دوسرا اجلاس کیا گیا، بڑی بڑی کوششوں اور تدبیروں سے راجے مہاراجے، ممتاز اشخاص مختلف اطراف ہند سے جمع کیے گئے، خاص علی گڈہ میں جلسہ منعقد کرکے یقین کیا گیا کہ ہمارے دارالخلافہ کے اندر آکر باہر کی کوئی جماعت کامیاب نہیں ہوسکتی : ظنوا انہم مانعتہم حصونہم من اللہ - انہوں نے گمان کیا کہ ہمارے قلعہ کی سازتیں اللہ کی طاقت کو آنے سے روکدینگی - فاتاہم اللہ من حیث لم یحتسبوا - پس خدا اس راستہ سے آیا جہاںسے ظہور طاقت کا انہیں گمان بھی نہ تھا - و قذف فی قلوبہم الرعب - نتیجہ یہ نکلا کہ اپنے حصار و لشکر کے اندر جلسہ کرکے بھی وہ ناکام رہے، اور کلمۂ حق کی ہیبت اسطرح انکے دلوں پر چھاگئی کہ باوجود کمال جد و جہد کے انتخاب بھی نہ کرسکے، اور داعیان حق نے جو کچھہ چاہا وہی ہوا - و لکم فیہا ما تشتہی انفسکم و لکم ما تدعون !

پھر اسی - اثنا میں مسلم یونیورسٹی ایسوسی ایشن قائم کی گئی، اور اسکے ضمن میں متعدد جزئی واقعات پیش آے، مگر ہر جزئی سے جزئی واقعہ میں بھی قوت حق و غلبۂ آراء ملت کی طاقت اپنے آثار و شواہد دکھلاتی رہی، اور اس میدان نے کسی گوشے نے بھی اسکو پناہ نہ دی - حتی کہ گذشتہ اجلاس ایسوسی ایشن کا آخری واقعہ پیش آیا جسمیں مخفی طیاریوں اور درپردہ تدبیروں کو منتہاء سعی تک پہنچا دیا گیا تھا - جنگ کے زمانے کے شدید اثرات، بعض آزاد خیال افراد کی نظربندیاں، ایک عرصہ کے التوا و خاموشی کی وجہ سے عام طور پر دلوں کی افسردگی، جنگ کے زمانے کی وجہ سے آزادانہ خیالات کے اظہار کی عام طور پر بندشیں، اور اور بہت سے ایسے وقتی حالات و اسباب پیش نظر تھے جنکی وجہ سے ان لوگوں کو پورا یقین ہوگیا تھا کہ موجودہ فرصت حصول مقصد کیلیے سب سے زیادہ قیمتی ہے، اور کچھہ عجب نہیں کہ شملہ کے وعدے علی گڈہ کی کوششوں سے پورے ہوجائیں - اس اجلاس کے انعقاد کی سرگذشت بھی اس سے کم دلچسپ نہیں ہے جس قدر اجلاس کے اندر کے واقعات دلچسپ ہیں - دوسری فونڈیشن کمیٹی میں طے پایا تھا کہ ایک ڈیپوٹیشن آخری گفتگو کیلیے وایسراے ہند کی خدمت میں حاضر ہو، اور اب اس کے تمام مراتب ابتدائی طے پاچکے تھے، لیکن صورت حال یوں ٹہرائی گئی کہ گویا ڈیپوٹیشن کے آنے کی اس طرف سے درخواست کی گئی ہے اور وہاں سے جواب صاف مل گیا ہے کہ جب تک اصولی شرائط ہندو یونیورسٹی کے منظور نہ کرلیے جائیں، اس وقت تک ڈیپوٹیشن کا آنا بیکار ہے - اس سے مقصود یہ تھا کہ مسلمانوں کے سامنے یونیورسٹی کا مسئلہ آخری رد و قبول کی شکل میں آجاے اور لوگ گھبراکے اور پریشان ہوکے فیصلہ کردیں کہ جب اس طرح دو ٹوک جواب مل گیا ہے تو اب لے لینے کے سوا کوئی چارہ نہیں -

لیکن با ایں ہمہ اس سعی کا بھی جو نتیجہ نکلا وہ دنیا کو معلوم ہے - بالاخر اُسی ناکامی نے انکا استقبال کیا جو اولین اجلاس فونڈیشن کمیٹی سے انکی رفیق حال و ہمدم اعمال ہے، اور بجز اسکے کہ ماتموں میں ایک نئے ماتم کا اور حسرتوں میں ایک اور نئی حسرت کا اضافہ ہوگیا، اس پورے گروہ کو اور کچھہ بھی ہاتھہ نہ آیا -

[۶]

اب ۱۰ - اپریل کو پھر فونڈیشن کمیٹی کا اجلاس لکھنو میں منعقد کیا گیا ہے اور یہ لوگ تین سال کے متواتر و مسلسل تجربہ کے بعد اب پھر آتے ہیں کہ خدا کو اور اسکے کلمۂ حق کی قوت کو ایک بار اور آزمالیں - یہ محض فونڈیشن کمیٹی کا ایک مجمع ہی نہیں ہے، بلکہ اُن کوششوں اور تدبیروں کی انتہا ہے جو مشیت الہی کے مقابلے میں انسانوں کا کوئی گروہ کرسکتا ہے - ان لوگوں نے سمجھا ہے کہ اگر ہم ایک مرتبہ آخری جانبازانہ کوششوں کا سامان اور کرلینگے تو ضرور خدا

که وہ کہاں ہے اور باطل نے دیکھہ لیا کہ خصائص حق کا قانون کسطرح اٹل اور غیر متغیر ہے ؟

[۳]

اس سلسلے میں سب سے پہلے وہ زمانہ یاد آتا ہے جب پہلے پہل مسلم یونیورسٹی کے متعلق دنیا نے معلوم کیا ہے کہ جن امیدوں اور ولولوں میں انکو مبتلا کیا گیا تھا ' ضروری نہیں ہے کہ اصلیت ویسی ہی ہو - اس زمانے میں الہلال نیا نیا شائع ہوا تھا - اس نے مسلسل چار اشاعتوں میں تعلیمی ممبر کے اولین مراسلہ پر بحث کی اور مسلم یونیورسٹی کی تحریک اور اسکے دعاۃ و واعظین کے متعلق خصوصاً اور تمام قومی تحریکوں اور جماعتی کاموں کے متعلق عموماً ' اُن افکار اسلامیہ اور عقائد صحیحہ کا اعلان کیا جنکی صداؤں سے سرزمین ہند کی اسلامی آبادی اسوقت تک آشنا نہ ہوئی تھی - یہ سلسلۂ مقالات بھی الہلال کے اُن ابتدائی مقالات میں سے ہے جنھوں نے مسلمانان ہند کے آگے سب سے پہلے اسلام کے احکام دینیہ و اوامر شرعیہ کی بنا در حریۃ فکر ' و اجتہاد رائے ' و دعوۃ الی الحق ' و توصیۃ معروف ' و احتساب شرعی کی دعوۃ پیش کی ' اور جسکو چند مہینوں کے اندر حکمۃ الہی نے وہ فتح مندانہ نشر و اعلان اور خسروانہ قبولیت و رفعت عطا فرمائی کہ وہی دعوۃ ' وہی پکار ' وہی الفاظ ' وہی جملے ' وہی ترکیبیں ' وہی عقائد ' ہزاروں انسانوں ' صدہا جماعتوں ' بڑی بڑی آبادیوں ' بڑے بڑے شہروں ' بلکہ مسلمانان ہند کے سب سے زیادہ وسیع و غالب حصے کی زبانوں سے نکلنے لگے - حتی کہ بہت سے ایسے لوگ بھی جو اُس وقت دعوۃ الہلال کے اشد شدید منکرین و جاحدین میں سے تھے ' دوسرے ناموں اور بھیسوں میں آکر انھی عقائد کا وعظ کرنے لگے اور سلطان حق کی قہرمانیت و شہنشاہیت کے آگے سر بسجود ہو جانے کیلیے مجبور ہو گئے - و للہ در ما قال :

کر گفتۂ زعشں کہے حرف آشنا
آں ہم حکایتیست کہ از من شنندہ !

چونکہ اس وقت تک انقلابی دور دعوۃ شروع نہیں ہوا تھا ' اور استعباد فکر ' و اسر ذہن ' و تقلید اشخاص ' و اتباع افکار مالوفۂ و متوارثہ کی بندشیں ہر جماعت اور ہر گروہ کیلیے ' زینت باؤ گردن تھیں ' اسلیے اس سلسلۂ مقالات کا شائع ہونا تھا کہ ہر طرف سے رد و انکار کی صدائیں اٹھنے لگیں ' اور ان لوگوں نے جنکی تمام عمر انسانی پرستشوں اور طرح طرح کی دنیاوی طاقتوں کی عبودیتوں میں بسر ہوئی تھی ' حیران ہو ہو کے چلانا شروع کیا :

اجعل الالهة الها واحداً ؟	کیا اس شخص نے تمام معبودوں سے
ان هذا لشي عجاب ! !	انکار کرکے صرف ایک ہی کو معبود
(۳۸ : ۴)	قرار دیدیا ہے ؟ یہ تو بڑی ہی عجیب بات ہے !

بعضوں نے سب سے بڑی وجہ انکار یہ بتلائی :

ما سمعنا بهذا في الملة	ہم نے ایسی بات تو کبھی اپنی پرانی
الاخره ' ان هذا الا	ملت میں نہ سنی ' کچھہ نہیں ' یہ
اختلاق - (۳۸ : ۶)	اس شخص کی من گھڑت بات ہے !

بہتوں نے عاجز آکر وہ آخری صداے باطل بھی بلند کی - اسوقت سے دنیا میں بلند ہوتی آئی ہے جب سے کہ حق کی دعوت اور پکار موجود ہے :

حرقوه و انصروا الهتكم	اسکو جلادو ' اسکو ہلاک کردو ' اور اپنے
ان كنتم فاعلين	معبودوں کی مدد کرو اگر تم حقیقت
(۲۱ : ۶۸)	میں کچھہ کرنے والے ہو !

حتی کہ بعض ایسے مخصوص افراد بھی جنکے افکار و عزائم میں تبدیلی ہو چکی تھی اور آزادہ بیانیوں کی راہ پر چلنا چاہتے تھے ' یکایک قدیم اثرات سے پاک نہوسکے اور الہلال کی صدائیں ابتدا ابتدا میں انہیں بھی خوش نہ آئیں - لیکن پھر غور کرو کہ چند دنوں کے بعد ہی ان حالات کا نتیجہ کیا نکلا ؟ دنیا کی اُن نظروں نے جو ایک غیر معلوم مدت سے حق و باطل کے ان گنت معرکے دیکھہ چکی ہے ' اس معرکے میں بھی کیا دیکھا ؟ کس کے ساتھہ اللہ تھا جس نے اسکو تنزل کی جگہ عروج ' ادبار کی جگہ اقدام ' شکست کی جگہ فتح ' اور ذلت و رسوائی کی جگہ عظمت و رفعت بخشی ؟ اور وہ کون تھے جنکو روز بروز ناکامی و نامرادی اور ذلت و خسران کے سوا اور کچھہ ہاتھہ نہ آیا ؟ کس کے ساتھہ سچائی تھی جو ہمیشہ " لا خوف عليهم و لا هم يحزنون " اور " لهم البشري في الحياة الدنيا و في الاخره " کا مصداق رہا ؟ اور کون رشتۂ حق و صدق سے محروم تھا جس نے ان الباطل كان زهوقا کے سوا اور کچھہ نہ پایا ؟ اسکا جواب میں خود نہ دونگا - ان سوالوں کا جواب ہندوستان کے زمین و آسمان سے پوچھو ' خاک ہند کے ایک ایک ذرہ سے پوچھو ' ہر اُس ستارے سے پوچھو جو گذشتہ تین سال کے اندر ہندوستان کی راتوں میں نکلا ' اور آفتاب کی ہر اُس کرن سے پوچھو جو پچھلے تین سالوں کی ہر صبح کو چمکی اور ہر شام کو غروب ہوئی ' اور اگر یہ تمام صدائیں بھی اسکے لیے کافی نہوں ' تو پھر خود انھی ہستیوں کے پاس جاو جنھوں نے صداے حق کے انکار و جحود میں منکرین سابقین اور جاحدین اقدمین سے اپنا رشتہ جوڑا ہے ' اور انکے پہلوؤں کے اندر اُتر کے دیکھو کہ دل کا ایک ایک گوشہ اور اسکی گہرائی میں کا ایک ایک گوشہ کیا کہہ رہا ہے ؟ کس ناکامی کا داغ ہے ' اور کس نامرادی کا ماتم ؟

[۴]

اس عہد کے بعد ہی نہ صرف مسئلۂ مسلم یونیورسٹی کی تاریخ ' بلکہ مسلمانان ہند کے اعمال و افکار عمومی کی تاریخ کا وہ مشہور اور یادگار واقعہ پیش آیا جو بصیرتوں کا ایک صحیفہ عبرتوں کا ایک سرچشمہ ' اور قلوب مومنین و ارواح صادقین کیلیے موعظتوں اور حکمتوں کی روشنیوں کا ایک آفتاب عالمتاب تھا : لمن كان له قلب او القي السمع و هو شهيد ! (۵۰ : ۳۶) یعنی فونڈیشن کمیٹی کا پہلا اجلاس جو ۲۶ دسمبر سنہ ۱۹۱۳ کو قیصر باغ لکھنؤ میں منعقد ہوا - آہ ' کیا دنیا میں ایسی غفلتیں بھی بستی ہیں جنکے جگانے کیلیے زلزلوں اور آتش فشانیوں کے دھماکے بھی بیکار ہوتے ہیں ' اور کیا ایسی آنکھیں بھی موجود ہیں جنکے لیے دوپہر کے سورج میں بھی روشنی نہیں ؟ فونڈیشن کمیٹی کا یہ اجلاس اور اس کے نتائج و عواقب قاہرہ اعلان حق و فتح صداقت کا ایک ایسا تاریخی واقعہ تھا کہ اگر لوگوں کے دلوں کو حق و انابت اور خشیت ایمانی کا ایک ذرۂ احساس بھی ملا ہوتا تو ہدایت یابی اور توبۂ و رجوع الی الحق کیلیے صرف یہی ایک واقعہ بس کرتا تھا - وہ سمجھہ جاتے کہ حق کس کے ساتھہ ہے اور اللہ کی مشیت کا ہاتھہ کسکی جانب سے حرکت کر رہا ہے ؟ وہ اعلان و ظہور اور انقلاب وقت و افکار کی روشنیوں کی ایک ایسی مجلی دوپہر تھی کہ اندھوں کو بھی راہ مل جاتی تھی اور تہہ خانوں کو بھی روشنی سے چمک اُٹھنا تھا ' لیکن افسوس انسان کی غفلت پر ' اور صد حسرت دلوں کے اعراض اور عقلوں کی ضلالت پر ' کہ سرگشتگان خواب و سر مستی کی رات اسپر بھی ختم نہ ہوئی " اور حق پرستی کی راہ اسطرح انکے سامنے سے گم ہوگئی کہ ایسی واضح و آشکارا رہنمائیوں کے بعد بھی صراط مستقیم پر قدم نہ رکھہ سکے : ما یاتیهم من ايات ربهم الا كانوا عنها معرضين !

کیا یہ ممکن ہے کہ ایک صحیح الفکر دماغ اس واقعہ کو دیکھے اور پھر بھی معلوم نہ کر سکے کہ خدا کیا چاہتا ہے ؟ ہزارہا انسان

کر شکست دیدینگے' کیونکہ انسانوں کي طرح لڑتے لڑتے وہ بھي تھک جا سکتا ہے' اور اگر بہت زیادہ روپیہ' بہت زیادہ سازشیں' بہت زیادہ انسان' اور بہت زیادہ انساني تدبیروں کا مواد جمع کرلیا جاسکے تو کیوں نہیں خدا کو بھي ہار مان لیني پڑے ؟ چنانچہ مہینوں سے طرح طرح کے سامان کیے جا رہے ہیں' اور بڑے بڑے دعوے اور بڑے بڑے اعلانات سننے میں آ رہے ہیں - اب دیکھنا یہ ہے کہ اس آخري معرکے کا نتیجہ کیا نکلتا ہے ؟ کیا کلمۂ حق و جماعت کي پچھلي فتح مندیاں صرف اسلیے تھیں کہ بہت زیادہ سامان اسکے حریفوں نے نہیں کیا تھا اور اب زیادہ سامان کرکے اسکو شکست دیدي جائیگي ؟ یہ سچ ہے کہ صوبۂ متحدہ کي گورنمنت نے پچھلے اجلاس ایسوسي ایشن کي شرکت کے بعد ہي مجکو اپنے صوبے میں داخل ہونے سے روک دیا ہے' اور اسلیے میں اس جلسہ میں شریک نہیں ہوسکتا' لیکن غالباً وہ خدا کو لکھنؤ میں آنے سے نہیں روک سکتي' اور اسکے آنے اور نمودار ہونے کي راہیں ہمیشہ ایسي رہي ہیں جنکا انسانوں کو وہم و گمان بھي نہ تھا : فاتاھم اللہ من حیث لم یحتسبوا -

یہ وہي حق اور باطل کا مقابلہ ہے جو برسوں سے ہورہا ہے' یہ وہي اشخاص اور جماعت کے فوائد کي معرکہ آرائي ہے جسکا میدان عرصہ سے گرم ہے' یہ وہي اصلاح اور افساد کے قوت و ضعف کا فیصلہ ہے جو اگرچہ ازل روز ہي ہوچکا ہے مگر ایک آخري فیصلہ غالباً ابھي باقي ہے - پس قریب ہے کہ حق ظاہر ہو' اور کچھہ دور نہیں کہ جس کلمہ کے ساتھہ اللہ کي مشیت و حکمت شامل ہے' وہ اپني آخري فتح مندي کا اعلان عام کردے :

اعملوا علی مکانتکم انا عاملون - وانتظـــروا انا منتظـــرون (۱۱ : ۱۲۲)	اے لوگو! تم اپني جگہ کام کیے جاؤ' ہم اپني جگہ کام کررہے ہیں - اور پھر نتیجہ کا انتظار کرو - ہم بھي انتظار کرنے والے ہیں !
وما ربک بغافل عما تعملون (۱۱ : ۱۲۳)	.... اور تمہارا پروردگار اُن کاموں سے غافل نہیں جن میں تم لگے ہوے ہو -

(دلائـــل و مباحث)

ہمارا ارادہ تھا کہ اس نمبر میں ایک مضمون اُن تمام دلائل و مباحث کے متعلق ہم لکھینگے جو اس وقت تک مسلم یونیورسٹي کے بلا انتظار الملتمس کے لیے شائع کیے گئے ہیں - چنانچہ اسي غرض سے ہم نے ایک پورے فارم کي جگہ خالي رکھي' اور تمام کاغذات و رسائل جمع کراے جو اس وقت تک شائع کیے جاچکے ہیں -

لیکن اب کہ لکھنے کا ارادہ کیا ہے' اور اُن تمام مضامین و رسائل پر نظر ثاني ہے جو ابتدا سے لیکر اسوقت تک شائع کیے گئے ہیں' علی الخصوص وہ تحریریں جو گذشتہ اجلاس ایسوسي ایشن کے موقعہ پر شائع کي گئیں' نیز وہ بعض رسائل جو پچھلے دو چار ہفتوں کے اندر نکلے ہیں' تو سمجھہ میں نہیں آتا کہ کس چیز کو دلیل و ثبوت کے لفظ سے [illegible] اور اس تمام ذخیرۂ اشاعات کي کس سطر کو قابل بحث و [illegible] قرار دوں ؟ اس تمام ذخیرہ میں ایک دلیـــل بھي ایسي نہیں ملـتي جو ثابت کرسکے کہ بحالت موجودہ (جبکہ گورنمنٹ آف انڈیا اور گورنمنت انگلستان نام نہاد قومي یونیورسٹیوں کے متعلق [illegible] انقطاعي مقام اختیار کرچکي ہے) چند دنوں [illegible] یونیورسٹي کي ترمیمات قوانین متعلقۂ [illegible] اور دوائر نفوذ و احاطہ کے معائنہ میں کونسا نقصان عائد [illegible]

[illegible] شائع کیے گئے ہیں [illegible] علامات [illegible] اور تلبیسات و [illegible]

[illegible] ایک نئي [illegible]

[illegible] دلائل [illegible]

اس بیان میں کئي دھوکے اور مغالطات ہیں - اول تو قومي یونیورسٹي کے متعلق نہ صرف حکومت ہند بلکہ حکومت بالا بھي اپني پالیسي صاف و واضح کرچکي ہے اور ایک قوم کو دیچکي ہے - اب اسمیں تبدیلي کا خوف دلانا ایک ایسي سوفسطائیت ہے جسکو بجز علي گڈہ کے " محققین تعلیم " کے اور کوئي اختیار نہیں کرسکتا - ثانیاً' ابھي ابھي جدید ممبر تعلیمات دہلي کي صحبت میں ظاہر کرچکا ہے کہ " ہندو یونیورسٹي کي شرائط پر مسلم یونیورسٹي ہر حال میں طیار ہے - آپ جب چاہیں لیلیے سکتے ہیں " -

(۲) دلیل نہیں مگر ایک بڑا مغالطہ یہ دیا جاتا ہے کہ مسلم یونیورسٹي لے لینے کي صورت میں علي گڈہ کالج کي آزادانہ حالت کچھہ نہ کچھہ بڑھ ہي جائیگي - گھٹ کسي طرح نہیں سکتي - مگر یہ بیان اپني شدت اور نوعیت کے لحاظ سے ایک ایسا کامل ترین قسم کا جھوٹ ہے جس سے زیادہ غلط بیاني انسان کي زبان نہیں کرسکتي - دلیل میں یہ لوگ علي گڈہ کالج کے موجودہ قانون اور ہندو یونیورسٹي ایکت کا مقابلہ کرتے ہیں اور بلا دریغ سفید کو سیاہ اور دنکو رات دکھلاتے ہیں - علي گڈہ کالج اور گورنمنت کے اختیارات کي اصلي بنا قانون ٹرسٹیاں کي دفعہ ۱۴۷ ہے : " لوکل گورنمنت اور ڈائرکٹر تعلیمات کو کالج کي تعلیم کے اندروني انتظامات اور بورڈنگ ہاؤس کے انتظام اور کالج کے اسٹاف کے تقرر اور موقوفي اور تبادلہ نیز معاملات متعلق تعلیم مذہبي میں بجز اسکے جسکا ذکر دفعہ ۱۴۴ میں ہے' مداخلت کرنے کا اختیار نہوگا "

دفعہ ۱۴۴ جسکا اسمیں ذکر ہے یہ ہے " لوکل گورنمنت کو اختیار ہوگا کہ اس امر کي نسبت اپنا اطمینان کرنے کي غرض سے کہ کالج کا اسٹاف کالج کے طالب علموں کي تعلیمي ضروریات کیلیے کافي ہے' ٹرسٹیوں سے وقتاً فوقتاً استفسار کرے' اور اگر استفسار کے بعد لوکل گورنمنت کو یہ معلوم ہو کہ کالج اسٹاف کا کوئي عہدہ دار اس کام کے قابل نہیں ہے' تو ٹرسٹیوں کو ہدایت کریگي کہ اس شخص کو اس عہدہ سے علحدہ کردیا جاے "

ان دفعات سے واضح ہوگیا کہ موجودہ قوانین کي بنا پر لوکل گورنمنت کو صرف اسقدر اختیار حاصل ہے کہ اگر کالج کي تعلیمي ضروریات کیلیے کوئي عہدہ دار قابل نہو تو وہ ٹرسٹیوں کو ہدایت کردے کہ اسے علحدہ کردیں -

علاوہ بریں قانون ٹرسٹیاں اسوقت ہمارے سامنے ہے - اسمیں جسقدر دفعات گورنمنت اور عہدہ داران گورنمنت کے علائق سے تعلق رکھتي ہیں' ان سب میں حسب ذیل الفاظ کے سوا اور کچھہ نہیں ملسکتا :

" ڈائرکٹر کو ...... صلاح دینے کا اختیار ہوگا - ٹرسٹیوں کا فرض ہوگا کہ مشورہ پر لحاظ کریں - عمل نہ کرنے کے وجوہ قلمبند کریں (دفعہ ۱۴۱) وزیٹر (یعني لفٹننت گورنر) مشورہ دینے کا مجاز ہوگا (دفعہ ۱۴۲) وزیٹر کو جائز ہے کہ اپني رائے لکھے - کوئي تجویز پیش کرے - ٹرسٹیوں [illegible] کا فرض ہوگا کہ مشورہ پر غور کرے (دفعہ ۴۳ ضمن ۲) گورنمنت کو اختیار ہوگا کہ تحقیقات کرے (دفعہ ۱۳۹)

اس سے معلوم ہوا کہ موجودہ حالت میں قوانین کالج [illegible] گورنمنت کے کسي علاقہ کو قانوناً " صلاح و مشـــورہ' تجاویز' [illegible] و تحقیقات [illegible] زیادہ تسلیم نہیں کرتے' اور پھر حسب [illegible] ۱۴۷ [illegible] اندروني معاملات میں وہ آزاد ہے ؟

[illegible] مقابلہ [illegible] ہندو یونیورسٹي ایکت اور اسکي دفعات [illegible] لفظوں میں یہ ہے کہ ہر بنیادي و اساسي [illegible] منظوري [illegible] منظوري کا اختیار [illegible] ہے' اور ضوابط کي ترتیب بھي [illegible] گورنمنت ہي [illegible] متعلق ہے -

فرانس کا ایک مشہور عالم نباتي "دي کاندل" هے - اس نے سنه ۱۸۲۰ میں اپني کتاب شائع کي اور اسمیں تنازع البقاء کے قانون کو ایک منظم شکل میں پیش کیا - وہ لکھتا هے کہ نباتات همیشه ایک عالم تدرع و مزاحمة اور کشمکش میں هے' اور جو فرد اور قسم اصلح و اقوي هوتي هے ' باقي رهتي هے ' اور جو اصلح نہیں رهتي مٹ جاتي هے -

(تیسرا دور)

یه انتخاب طبیعي کا دوسرا دور تها که عالم نباتات میں بھي اس قانون کا کشف هوا - تیسرا دور خود چارلس ڈارون کا هے جس نے اس قوت کے ساتهه مسئله نشو و ارتقاء کو پیش کیا کہ وہ ایک مدلل و مرتب نظریه بنکر تمام علمي دنیا میں شائع هوگیا - ڈارون نے اپنے نظریه کي بنیاد جن قوانین پر رکھي ' ان میں سب سے زیادہ اهم تنازع البقاء اور انتخاب طبیعي هے - اس نے انتخاب طبیعي کو ایک مستقل قانون طبیعة قرار دیا ' اور نہایت تفصیل و کثرت سے اسکے امثال و نظائر جمع کیے - اس نے اپني دوسري کتاب کا نام هي یه رکھا کہ " پیدائش انواع بواسطهٔ انتخاب طبیعي یا بواسطهٔ حفظ انواع اکمل در تنازع البقاء "

ڈارون نے ظاهر کیا کہ تنازع البقاء جمادات سے لیکر حیوانات تک میں جاري و ساري هے' اور طبیعة اسي درخت اور اسي حیوان کو باقي رکھتي هے جو اصلح و اقوی هو - اس نے تنازع البقاء کي دو حالتیں قرار دیں : فاعلي اور مفعولي - فاعلي سے مقصود وہ کشمکش هے جو حیوانات میں ایک کو دوسرے کے ساتهه در پیش هے اور مفعولي وہ کشمکش هے جو احیاء و حیوانات کو قواے طبیعة صامته کے ساتهه پیش آتي هے - پھر " انتخاب " کي بھي دو قسمیں کرتا هے - طبیعي اور صناعي - طبیعي اصل انتخاب هے جو خود فطرة بتدریج کررهي هے - اصلح کو باقي رکھتي هے - غیر اصلح کو چھانٹ دیتي هے - صناعي وہ انتخاب هے جو انسان کے هاتھوں ظاهر هوتا هے - وہ طرح طرح کي موثر تدبیروں اور تربیتوں سے ایک نوع کے درخت کو قوت پہنچاتا اور بہتر حالت میں لاتا هے - پس وہ اصلح هوکر حسب قانون طبیعة باقي رهتا هے - یا کسي ایک زمین کو درست کرتا هے' جھاڑیاں کاٹ دیتا هے' پھولوں کو بھر دیتا هے' اطراف کو صاف کردیتا هے' وہ اصلح هوکر الگ ہوجاتي هے' یا کسي ایک نسل حیواني کو لیکر پرورش کرتا هے' عمدہ آب و هوا میں رکھتا عمدہ غذا کھلاتا ' اچھے اصولوں پر پرورش کرتا هے - وہ اصلح هوکر باقي رهتي هے ' اور اسکے مقابلے میں غیر تربیت یافته نسل مٹ جاتي هے - وغیرہ ذالك من الامثال و الاشباہ - لیکن آگے چلکر تم کو معلوم هوگا کہ انتخاب طبیعي اور صناعي کا یه فرق ڈارون کي سخت غلطي تھي - جس انتخاب کو وہ صناعي کہتا هے ' وہ کوئي مستقل قسم نہیں هے بلکه اسي انتخاب طبیعي کي ایک قوة عامله هے - طبیعت نے انتخاب کیلیے مختلف عوامل و وسائل قرار دیے هیں' ان میں خود انسان کا هاتهه بھي فطرة کے اعمال کا ایک آله هے - فطرة الهي کبھي تو اسے هاتهه میں تلوار دیدیتي هے تاکه غیر اصلح هستیوں کو قتل کرکے مٹادے اور اسطرح فطرة کا دنیا میں خلیفه هو' اور کبھي اصلاح و تربیت کي قوت دیدیتي هے تاکه باقي رهنے والي قوتوں کی اصلحیت کا ذریعه بن جاے اور اصلح دنیا میں باقي رهے - خود انسان کوئي چیز نہیں هے - ڈارون انسان تھا - وہ ظن و تخمین سے آگے نہیں بڑھسکا ' قرآن العلم هے اور اختلافات کیلیے حکم' وہ اصل حقیقت کو واضح کردیگا - و لتعلمن نبائه بعد حین -

ڈارون کے بعد هي (بلکه کہا جاسکتا هے که تقریباً اسکے معاصرین میں) مشہور " ویلز " هے ' جس نے خاص طور پر مسئلهٔ " انتخاب طبیعي " کو اپنے درس و نظر کا موضوع قرار دیا اور مستقل طور پر اس قانون کے کشف و حقیقت کیلیے اپنے اعمال عملیه وقف کردیے - مسلسل سیاحتوں اور بعض جزائر اور غیر متمدن ممالک کے مشاهدات نے اسکو بہت مدد دي ' اور مختلف قسم کے حیوانات علي الخصوص صنف طیور کا اس نے خاصتاً مطالعه کیا - الهلال جلد ۴ - کي آخري اشاعت میں هم به تفصیل اسکے تجارب پر بحث کرچکے هیں - حیوانات و احدہ میں انتخاب طبیعي کے قانون کو جس وسعت کے ساتهه اسنے ثابت کیا هے' وہ درجه خود ڈارون کو بھي نصیب نہیں - سب سے پہلے بقاء امثل و اصلح (نیچرل سلکشن) کي اصطلاح اسي نے وضع کي هے - پس ڈارون اور ویلز انتخاب طبیعي کا تیسرا درجه هیں ' جنہوں نے جمادات اور نباتات کے علاوہ خود حیوانات میں بھي قانون انتخاب کي حقیقت و نفاذ کو معلوم کیا -

(چوتھا دور)

لیکن اس دور تک انتخاب طبیعي کا قانون اگرچه عالم حیوانات تک پہنچ چکا هے اور انسان نے دیکھه لیا هے کہ مثل جمادات و نباتات کي طرح خود اسکي نوع یعنے حیوانات میں بھي اصلح کو باقي رکھتي اور غیر اصلح کو چھانٹ دیتي هے ' تاهم ابتک وہ اس سے آگے نہیں بڑھسکا که حیوانات کا تنازع البقاء مرتبه وجود انساني سے نیچے جاري هے ' اور جب نوع حیواني ترقي کرتے هوے حد انساني تک پہنچ گئي تو چونکه انسان زنجیر ارتقاء کي آخري کڑي هے اسلیے اسکے بعد اور کچهه نہیں هوتا -

ڈارون کے مباحث و مذاکرات کے پڑھنے سے معلوم هوتا هے کہ وہ صرف انسان کے وجود کي تکوین تک ابدي [illegible] محدود رکھتا هے - وہ کہتا هے کہ دنیا میں مخلوقات کا سلسلہ جمادات کي ابتدائي تخلیقات سے شروع هوا عالم نباتات میں پہنچتا هے' اور نباتات سے حیوانات میں - پھر حیوانات میں [illegible] اولی (پروٹو پلاسم) کے ارتقاء اور مذهب [illegible] طرف بھي اشارہ کرتا هے - یه سلسله بڑھتے بڑھتے آخري زنجیر [illegible] هے یعني وجود انسان تک اس کے بعد وہ بالکل خاموش هے' چونکه سلسلهٔ ارتقاء کو اسکے بعد نہیں دیکھتا ' اسلیے [illegible] عوامل و موثرات ارتقاء هیں' مثلاً انتخاب طبیعي [illegible] مطابقت و وراثت ' انکو بھي وجود انساني کے بعد معلوم [illegible]

ڈارون کي اصلي غلطي یه تھي که [illegible] انتخاب طبیعي کو ایک مستقل قانون فطرة کي [illegible] دیکھا تھا ' بلکه اپنے نظریه وحدة انواع (یعنے اصل میں [illegible] هي نوع هے جس سے تمام انواع و عوالم خلقت [illegible] هیں) کے ضمن میں اس قانون کو بھي جگهه دي [illegible] - اسکا مذهب یه تھا که ایک هي نوع سے مختلف انواع [illegible] پیدا هوگئیں که دنیا میں چند قوانین طبیعة : تنازع البقاء ' انتخاب طبیعي ' مطابقت ' اور وراثت کام کررهے هیں' اور جس طرح [illegible] کا عمل اور صناعة مفید و نافع چیز کو چھانٹ لیتا اور بیکار هے [illegible] ناقص کو چھوڑ دیتا هے' ٹھیک ٹھیک اسي طرح طبیعة [illegible] کو باقي رکھتي اور غیر اصلح کو ضائع کردیتي هے - پس [illegible] نوع به تحت قانون مطابقت و وراثت ' مختلف [illegible] زمین و احتیاجات خلقت و تلاش غذا وغیرہ سے متاثر هوکر [illegible] منقسم هوئي ' تنازع البقاء جاري تھا ' انتخاب طبیعي نے اصلح [illegible] باقي رکھا ' غیر اصلح کو ضائع کردیا - نتیجه یه نکلا [illegible] وجود برابر قائم و ترقي کرتا رها - حتی که خلقت کي آخري زنجیر تک پہنچا جو انسان هے -

حالانکه " انتخاب طبیعي " کا قانون ایک مستقل [illegible] هے' جو مسئلهٔ وحدت انواع کا تابع نہیں' اور اگر ایک [illegible] مستقلاً هرنوع کو ایک علحدہ نوع بھي مان [illegible]

باب التفسیر

الحـــق و البـــاطــــل

حقیقت بقــــاء اســـــلام و فنائے کفر

گذشته صحبت میں " تنازع البقاء " اور " انتخاب طبیعي " اور " بقاء اصلح و امثل " کي حقیقت پر هم ایک مجموعي نظر ڈال چکے هیں - اب قبل اسکے که اصل موضوع کي طرف متوجه هوں ' مسئله انتخاب طبیعي کے تدریجي ارتقاء اور اسکے مختلف دوروں پر ایک سرسري نظر ڈال لینا ضروري ھے -

هم دیکھنا چاهتے هیں که قانون انتخاب طبیعي کے متعلق اس وقت تک انساني معلومات کس درجه تک پہنچي هیں اور زیاده سے زیاده انسان جو اسکے متعلق جانتا ھے وه کیا ھے ؟ گذشته صحبت میں هم نے جو کچھه لکھا وه گویا اس وقت تک کي حاصل شده معلومات کا ایک مرتب سلسله تھا ' لیکن ضروري ھے که اس قانون کے علم و اختبار کے درجه بدرجه جو مختلف مراتب رهے هیں ' انکو بھي مختصراً واضح کردیا جاے - همارے لیے همیشه ایک بڑی مصیبت موضوع کي وسعت ' خیالات و افکار کا هجوم و انتشار ' اور اختصار بیان کي ناگزیر ضرورت هوتي ھے' اور اس صحبت میں بھي یهي مشکل درپیش ' تاهم جہاں تک ممکن هوگا ' اختصار سے کام لینگے' اور عمداً اهم سے اهم اطراف بحث کو بھي ترک کردینگے -

یہاں اس قدر ظاهر کردینا ضروري ھے که مباحث کا یه حصه بعض احباب کي نظروں میں خشک اور بے مزه هو' کیونکه محض تاریخي حالات و علمی مصطلحات پر مبنی ھے - ایسے ان حضرات کو چاهیے که وه اس ٹکڑے کو چھوڑ دیں اور اس کے بعد کے عنوان سے مطالعه فرمائیں جہاں سے قرآن حکیم کی تفسیر شروع هوئي هے -

(۲)

مراتب کشف و تحقیق بقاء اصلح

گذشته صحبت میں انتخاب طبیعي پر جو مجموعي نظر ڈالي گئي ھے ' اسکے امثال و نظائر کو هم نے انسان سے شروع کیا اور نباتات و جمادات تک پہنچکر افکار و ذهنیات و عالم معنویات کي طرف چلے گئے ' لیکن اس قانون کي تحقیق و کشف کي تاریخ بالکل اس کے برعکس واقع هوئي ھے - یعني سب سے پہلے انسان نے جمادات میں تنازع البقاء اور انتخاب طبیعي کو معلوم کیا ' اسکے بعد حیوانات میں ' پھر انسان کے اجتماع و تمدن میں ' اور سب سے آخر عالم افکار و ذهنیات و معنویات میں - حسب قانون ارتقاء ' اس قانون کے کشف و علم میں بھي قدرتي اور بر اسي طرح ارتقاء کا هونا ضروري تھا -

(بقاء اصلح کا اولین کشف)

یه عجیب بات ھے که قانون تنازع البقاء کي سب سے پہلي روشني زمین کے بالائي سطح کي روشن فضاء کي جگه اسکے اندروني طبقوں اور نہایت عمیق غاروں کي تاریکي میں چمکي !

چارلس ڈارون سے کچھه پہلے چند علماء طبقات الارض (جیوالوجی) اور علماء احافیر و اثریات (آرکیوا لوجي) کے نام هم کو معلوم هوتے هیں جنھوں نے زمین کے اندروني طبقات کي بتدریج تکوین و تخلیق کے مطالعۂ و درس میں تنازع البقاء کی طرف رهنمائي پائي' اور انکو خیال هوا که طبیعت کا اولی غیر معلوم قانون ھے جو بہتر و اصلح اشیاء کو قائم رکھتا اور ناقص شده اجزاء کو فنا کر دیتا ھے - انتخاب طبیعی کے کشف کا یه پہلا درجه تھا جو گویا عالم جمادات میں هوا - ان علماء نے تکوین ارض کے مختلف دوروں کي جو طبقات الارضی عمر قرار دي' اسمیں تنازع البقاء اور انتخاب طبیعی کے اصولوں کو ایک نا مکمل اور ابتدائی صورت میں ملحوظ رکھا ھے -

(دوسرا دور)

اسی دور میں قبل اسکے کد چارلس ڈارون اپنے مشہور مذهب ارتقاء کو دنیا کے سامنے پیش کرے ' فرانس میں لامارک اور جوفروسان دو مشہور حکماء طبیعی کا ظہور هوا ' جنھوں نے ڈارون کي طرح مسئله وحدۃ انواع کو اپنا موضوع بحث قرار دیا -

لامارک پیرس کے باغ نباتات کا مہتمم تھا اور اس میں نباتات کے علاوه ایک بڑا ذخیره طرح طرح کے حیوانات کا بھي موجود تھا - حیوانات و نباتات کي مختلف انواع کے علمي درس و مطالعه اور تربیت صناعي کے اعمال و نتائج سے اسکو مسئلۂ وحدتٔ انواع کي طرف ایک قوي تحریک ملي ' اور بالترتیب سنه ۱۸۰۹ اور سنه ۱۸۱۵ میں اس نے اپني دو کتابیں " فلسفۂ حیوانات " اور " تاریخ حیوانات معدومه " شائع کیں - ان کتابوں کے دیکھنے سے معلوم هوتا ھے که مذهب وحدت انواع میں اسکا زیاده تر اعتماد قانون وراثت (Heredity) اور قانون مطابقت (Adaptation) پر تھا (جنکي تشریح گذشته اشاعت کے مضمون التحول الفجائي میں کي جاچکی ھے) تنازع البقاء اور انتخاب طبیعي کو وه زیاده اهمیت نہیں دیتا ' تاهم اس سے بیخبر بھی نہیں ھے - اپني دوسري کتاب میں جمادات کے علاوه نباتات میں بھي طبیعت کے انتخاب کي طرف اشاره کرتا ھے -

لامارک کا معاصر جوفروسان ھے (المتولد سنه ۱۷۷۲) اس نے سنه ۱۸۲۸ میں اپني کتاب " اصل وحدۃ ترکیب عضوي " شائع کي - اسکا اعتماد زیاده تر قانون مطابقت یعني موثرات خارجیه پر تھا - وه کہتا ھے که آب و هوا ' حرارت ' رطوبت ' اور مقدار کاربونک ایسڈ کے اختلافات سے ایک نوع متاثر هوکر مختلف انواع کي شکل میں متحول هوتی - تاهم اس نے بھي تنازع البقاء کي طرف اشارات کیے هیں ' اور معلوم هوتا ھے که نباتات تک اسکي بھي نظر پہنچ چکي تھي -

اسي زمانے میں دو مشہور شخص جرمني کے اندر بھي مسئلۂ وحدت انواع و مذهب ارتقاء پر غور کررهے تھے - یعني مشهور شاعر " گوئٹے " (Goethe) اور مشہور طبیعي " اوکن " - گیٹے نے سنه ۱۷۹۰ میں اپني کتاب " تحول نباتات " شائع کي اور اوکن (المتوفي سنه ۱۸۵۱) نے سنه ۱۸۱۸ میں " فلسفۂ طبیعي " یه لوگ بھي لامارک کي طرح ابھي تنازع البقاء کي حقیقت سے پوري طرح با خبر نہیں هیں' لیکن کبھي کبھي اسطرف بھي ایک دو قدم بڑھ آتے هیں ' اور جمادات کے علاوه نباتات میں بھي ایک مزاحمت اور کشاکش کو دیکھه لیتے هیں -

لیکن سب سے زیاده جس شخص نے عالم نباتات میں انتخاب طبیعي کے قانون کا مطالعه کیا اور اسکو قوت کے ساتھه پیش کیا ' وه

آج تک تمام ممالک متمدنه اپنے ارتقاء علمي کا آخري مرتبه سمجھتے تھے' اس نے ثابت کردیا که وه ادنی ترین مرتبۂ وهم و ضلالت هے -

ازآنجمله مذهب ارتقاء هے - وه انسان کے ارتقاء و تسلسل اجتماعي و مدني کا قائل نهیں' بلکه مذهب دورکو از سر نو قائم کرتا هے یعني کهتا هے که ترقي کے بعد پهر تنزل شروع هوتا هے اور تنزل کے بعد پهر ترقي شروع هوتي هے - لیکن ساتهه هي انتخاب طبیعي اور بقاء اصلح کے ماتحت انسان کی اجتماعي و قومي زندگی کو اس قدر شرح و بسط اور دلائل و حقائق کے ساتهه دیکهتا هے که قدماء میں سے کسي کو بهي یه درجه نصیب نهیں -

نیشے کے علاوه جرمني کے جدید حکماء میں ایک عظیم الشان شخص ٹریشکے (Treitschke) (۱) بهي گذرا هے جس نے گو کوئی کتاب یادگار نهیں چهوڑي مگر اپنے دروس و خطبات میں مسئله بقاء اصلح کو انسان کي حیاة اجتماعی پر نهایت وسعت کے ساتهه منطبق کیا -

(حاصل صحبت)

قانون انتخاب طبیعي کے مختلف دوروں اور انساني علم کے منتهاے تحقیق کي یه مختصر سرگذشت هے ' انسان هزاروں برس تک انتخاب طبیعي سے بالکل بے خبر رها - پهر سب سے پہلے جمادات و نباتات اور عام اجسام حیه میں تنازع البقاء اور انتخاب طبیعي کو اس نے معلوم کیا ' اور عرصه تک اسي پر قانع رها - وه دنیا کي هر چیز میں تنازع البقاء کي جنگ کا تماشه دیکهتا مگر خود اپنے وجود اور اپنے اعمال حیات کي طرف اسے بالکل بیخبر تها که خود اسکے اندر کیا هو رها هے ؟ وه درختوں ' جڑیوں ' رینگنے والے کیڑوں کا مطالعه کرتا اور کهتا که انتخاب طبیعي کا اخذ و دفع جاري هے اور فطرة اصلح کو باقي رکهتي اور غیر اصلح کو هلاکت دیتي هے' پر کبهي خود اپنے وجود کو نهیں دیکهتا که یهاں بهي کس طرح اصلح باقي رهتا اور غیر اصلح مٹ جانے کیلیے چهوڑ دیا جاتا هے ؟ یه خود فراموشي انسان کی ایک عام غلطي هے' اور اسکي نظر و فکر کے تمام دائروں میں نظر آتي هے -

لیکن پهر وه آگے بڑها ' اور اس نے دیکها که خود انسان کي اجتماعي زندگي بهي اسي قانون کے ماتحت هے - اسپنسر نے اسکے لیے قدم اُٹهایا اور ٹریشکے اور نیشے نے اس مطالعه کو آخري مرتبهٔ کشف و بحث تک پهنچایا - لیکن تاهم یه آخري مرتبه بهي صرف اس حد تک پهنچکر رهگیا که انسان کي اجتماعي زندگي میں بقا قوي و ضعیف کیلیے هے - لیکن یه حقیقت که کیا انفرادي حالت میں بهي بقاء اصلح کا قانون کام کرتا هے ؟ تو اس کے جواب سے تمام مجمع انساني خاموش هے - پهر سب سے زیاده اهم اور ضروري سوال یه پیدا هوتا هے که تم زندگي اور بقاء کو " اصلح " کیلیے قرار دیتے هو' لیکن " اصلح " اور " اصلاح " کي حقیقت کیا هے ؟ اور اصلحیت کے حصول کے صحیح اصول کیا هیں ؟ اس سوال کے جواب میں یا تو خاموشي هے' یا پهر اختلافات و نزاعات ' ظنون و اوهام ' تخمین و قیاسات هیں - سب سے زیاده بهتر جواب دینے کي نیشے نے کوشش کي هے ' مگر آگے چلکر تم کو معلوم هو جائیگا که وه بهي نهیں بتلا سکتا که " اصلح " کي اصل حقیقت کیا هے ؟

ان مراتب و توضیحات کے بعد هم بالکل مستعد هوگئے هیں که مسئله بقاء حق کي تیسري صحبت شروع کریں' اور دیکهیں که یه سب کچهه تو انساني علم کي انتها تهي' مگر قران حکیم یعنے " العلم " کیا بتلاتا هے ؟

---

(۱) جرمن زبان میں عموماً ٹي غیر ملفوظ هوتا هے اور سي ایچ کا تلفظ اکثر اوقات ش سے کرتے هیں - غالباً اس نام میں بهي ٹي پڑها نهیں جاتا - لوگ انگریزي ترکیب سمجهکر غلطي نه کریں -

[۳]

القـــران الحکیـــم

(حقیقت حق و باطل)

دنیا اور دنیا کي تمام مخلوقات اور انکے اعمال و نتائج پر جب هم نظر ڈالتے هیں تو سب سے پہلے هم کو اعمال هستي کے اندر متضاد اور با همدگر مخالف حقیقتوں کي دو صفیں نظر آتي هیں' جو ایک دوسرے کے مقابله میں اپنے اپنے آثار و خواص کے ساتهه موجود هیں اور تمام اعمال حیات انهي کے ملنے اور الگ هونے ' جڑنے اور ٹوٹنے ' متحد هونے اور متخالف هونے ' ٹکرانے اور ایک دوسرے پر گرنے' اور پهر باهم متضارب و متصادم هونے سے عبارت هیں - هستي کا کوئي گوشه نهیں جس میں متضاد قوتوں کي کشا کش نظر نه آتي هو - دنیا نام هي اس کشاکش قواء متضاده کا هے - یعني دو باهم لڑتي هوئي مخالف قوتوں کے آثار و خواص دنیا کي هر چیز میں نظر آتے هیں -

ان متضاد حقیقتوں اور حالتوں کو مختلف دائروں میں آکر هم مختلف ناموں سے پکارتے هیں - سب سے پهلا نام انکا " کون و فساد " هے - یعني هم دیکهتے هیں که دنیا میں اشیا کا بننا ' سنورنا ' درست هونا هے' یا انکا بگڑنا ' بکهرنا ' معدوم هونا هے - بننا تکوین هے اور بگڑنا فساد - اسکے بعد هم فلسفه و نظریات حکیمه میں آتے هیں تو همکو " وجود و عدم " کي اصطلاح معلوم هوتي هے - یه بهي انهي دو حقیقتوں کي تعبیر هے - فلسفه بتلاتا هے که دنیا میں وجود و عدم کا سلسله برابر جاري هے - چیزیں مختلف صورتوں میں وجود پاتي هیں' اور پهر انکي صورتیں معدوم هوجاتي هیں - تکوین صور وجود هے اور اعدام صور عدم - علوم مادیه میں انهي حقیقتوں کو دوسرے ناموں سے پکارتے هیں - علم کهرباء (الکٹرسٹی) میں انهي کا نام منفي و مثبت هے - یعني ایک قوت نفي کي هے ایک اثبات کي - طبعیات میں انهي کا نام جذب و دفع هے - اسي کو ایجاب و سلب بهي کهتے هیں -

اخلاق میں آکر بهي دو حقیقتیں هیں جنکو تعمیر و تخریب سے تعبیر کیا جاتا هے - یعني بنانا اور خراب کرنا - پهر جب کچهه اور آگے بڑهتے هیں تو کون و فساد کے یهي دو چهرے هیں جو خیر اور شر' نیکي اور بدي' روشني اور اندهیاري کے نقابوں میں اپني نمایش کرتے هیں اور انکو نئے ناموں سے پکارا جاتا هے - لیکن خواه کتنے هي مختلف ناموں سے پکارا جاے' در اصل حقیقت ایک هي هے ' اور مختلف علوم میں آکر انساني علم نے انکے مختلف نام رکهدیے هیں -

اور آگے بڑهو اور دیکهو که یهي دو حقیقتیں اور کن کن شکلوں میں موجود هیں اور کام کر رهي هیں ؟ تمام اجسام و وجود پر نظر ڈالو اور دیکهو که دنیا کي تمام موجودات میں یا قوت هے یا ضعف' یا قوي هے یا ضعیف' یا سالم هے یا ناقص' یا عدل هے یا انحراف ' سو یه بهي في الحقیقت وهي دو مختلف حالتیں هیں جنکو پہلے مختلف ناموں سے پکار چکے هو -

جسم کیلیے تم کهتے هو که صحت و تندرستي هے اور بیماري و ناخوشي ' جذبات و حسیات میں کهتے هو که لذت هے یا الم' خوشي هے یا غم' اشک حسرت هیں یا تبسم عیش -

ان سب سے بهي بڑهکر تمهاري عام اصطلاح یه هے که ایک حالت کو " موت " کهتے هو' اور ایک حالت کو " زندگي " - زندگي تمهارا عشق عمل هے ' اور موت تمهارے لیے پیام یاس -

سو یه بهي فی الحقیقت وهي دو مختلف حالتوں کي صدیں هیں جو اس رنگ میں بهي آگئي هیں' اور پہلے انکو اور شکلوں میں تم پہچان چکے هو -

جب بھی قانون انتخاب طبیعی کی حقیقت بدستور قائم رہتی ہے، اور وہ ہر حال میں ایک محکم و ناقابل انکار حقیقت ہے - بہرحال ڈارون تک انتخاب طبیعی عالم حیوانات تک ہی تو معلوم ہوگیا مگر خود انسان کے وجود، اسکے اعمال، اور فرد و اجتماع کی کشاکش و مزاحمۃ کی حقیقت پر کوئی روشنی نہیں پڑی - اس حد تک پہنچکر قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ یہ تنازع البقاء، یہ فطرۃ کا انتخاب، یہ قوۃ مصلحۃ و مدبرۂ عالم کا حفظ اصلاح و دفع افساد، کیا صرف پتھروں، مٹی کے منجمد ٹکڑوں، درختوں کی جڑوں اور چار پایوں اور چڑیوں ہی تک محدود ہے، یا تنازع البقاء خود انسان کی زندگی اور اعمال کے اندر بھی جاری ہے اور اصلح باقی رہتا ہے اور غیر اصلح فنا ہو جاتا ہے؟ پھر کیا یہ ممکن ہے کہ فطرۃ چڑیوں اور چار پایوں میں سے تو اصلح کو انتخاب کرلے، مگر خود انسان کیلیے اسکا قانون انتخاب بیکار ہو؟

ڈارون کے بعد جس شخص نے انتخاب طبیعی کو نسبتاً زیادہ وسیع دائرہ میں دیکھنا چاہا، وہ پروفیسر "ہیگل" ہے، جو مذہب ڈارون کے مشہور منتصرین میں سے ہے، تاہم کوئی معتدل وسعت پیدا نہیں کرسکی، کیونکہ سب سے زیادہ توجہ اسکی قانون وراثت و مطابقۃ پر رہی - ساتھہ ہی اس نے تنازع البقاء کا دائرہ ایک لحاظ سے تنگ بھی کردیا - وہ کہتا ہے کہ تنازع البقاء اس لحاظ سے کہ ایک وجود دوسرے وجود کا مقابلہ کرکے بوجہ اصلحیت اسکو فنا کردے، صرف ذی روح اجسام ہی میں محدود ہے - حالانکہ ہیگل سے پہلے ہم انتخاب طبیعی کو تمام کائنات عالم میں کام کرتا ہوا دیکھہ چکے ہیں -

(آخری درجۂ کشف و تحقیق)

اب اسکے بعد حکماء یورپ ہمکو دو گروہوں میں منقسم نظر آتے ہیں - ایک گروہ نے اپنا قدم آگے بڑھایا اور اس حقیقت کو واضح کرنے کی کوشش کی کہ سلسلۂ ارتقاء انسان تک پہنچنے کے بعد معدوم نہیں ہوگیا، بلکہ خود انسان میں بھی جاری ہے اور تمام قوانین طبیعۃ مثلاً انتخاب طبیعی وغیرہ بدستور کار فرما ہیں - دوسری جماعت نے اس سے انکار کیا - اسنے کہا کہ اب عالم عضوی میں ارتقاء کے ہونے کا کوئی ثبوت نہیں - صرف تحول و تبدل ہم دیکھہ رہے ہیں - یہ آخری جماعت "مذہب تحول" کے نام سے مشہور ہوئی - اور پہلی "مذہب ارتقاء" کے نام سے -

پروفیسر ہیگل پہلی جماعت میں سے ہے، مگر زیادہ قوت کے ساتھہ آگے بڑھنا نہیں چاہتا - انگلستان میں سب سے بڑا شخص جس نے تنازع البقاء اور انتخاب طبیعی کو وسعت دیکر چوتھے مرتبہ میں پہنچا دیا، وہ مشہور حکیم ہربرٹ اسپنسر ہے - اس نے مسئلہ ارتقاء پر بالکل ایک نئی قسم کی نظر ڈالی، عوامل ارتقاء کو خود انسان کی اجتماعی اور قومی زندگی میں نافذ و جاری قرار دیا، اور انسان کی پوری اجتماعی زندگی کو قوانین مادیۂ طبیعیۂ پر مرتب کردیا - اس بارے میں اسکی کتاب "اصول سوشیالوجی" ایک انقلاب آفرین کتاب سمجھی جاتی ہے -

اسپنسر کہتا ہے کہ خود انسان کی اجتماعی زندگی، اقوام کی پیدائش و موت، تمدن و تہذیب کا عروج و زوال، اور نیز اہیئۃ اجتماعیہ کی ہر شاخ اسی قانون کے ماتحت ہے - یہاں بھی ہر جگہ تنازع البقاء جاری ہے - جماعتوں کا مقابلہ ہے، اصولوں کا مقابلہ ہے، صناعتوں کا مقابلہ ہے، علوم کا مقابلہ ہے، تمدن و شایستگی کا مقابلہ ہے، دولت و اقتصاد کا مقابلہ ہے، پھر زندگی اسی کیلیے ہے جو اصلح ہے اور طبیعۃ باقی اسی کو رکھیگی جس میں قوت ہے -

اسپنسر کے علاوہ اس عہد میں اور بھی بعض مصنفین ایسے ملتے ہیں جنھوں نے تنازع البقاء اور انتخاب طبیعی کے قانون کو حیوانات و اجسام کے علاوہ ذہنیات و معنویات میں بھی دیکھنا چاہا تھا - ازانجملہ علم طبقات الارض کا ایک مشہور پروفیسر چارلس لائل ہے، جس نے سنہ ۱۷۶۰ میں اپنی کتاب "قدامت جنس بشری" شائع کی، اور اس میں قانون تنازع البقاء و انتخاب طبیعی کو دنیا کی تمام زبانوں اور لغتوں پر منطبق کرنا چاہا - اس نے کتاب کا مواد زیادہ تر مشہور ماہر علم اللسان میکس ملر سے لیا ہے اور دعوا کیا ہے کہ دنیا کی زبانوں کے اندر بھی تنازع البقاء جاری ہے - جو زبان اصلح ہے باقی رہتی ہے، غیر اصلح مٹ جاتی ہے - یہ گویا انتخاب طبیعی کا عالم معنویات میں مشاہدہ تھا، اور اس اعتبار سے بلاشبہ پروفیسر موصوف کو ایک مخصوص مزیت حاصل ہے -

لائل نے اپنی کتاب میں اُن اعتراضات کا جواب بھی دیا ہے جو مذہب ارتقاء پر کیے جاتے ہیں اور سب کی مثالیں علم اللسان سے پیش کی ہیں - ایک مشہور اور بڑا اعتراض یہ ہے کہ سلسلۂ ارتقاء کی متعدد درمیانی کڑیاں ہیں جو نہیں ملتیں - لائل کہتا ہے کہ ہالینڈ کی زبان کو دیکھو جو انگریزی اور جرمن زبان میں ایک درمیانی کڑی کا درجہ رکھتی ہے - اگر زبانوں کے تنازع البقاء میں یہ زبان فتح مند ہوئی اور اسلیے بوجہ غیر اصلحیت مٹ گئی، تو عجب نہیں کہ ایک زمانہ آئے جب علماء علم اللسان کہیں کہ جرمن اور انگریزی زبان میں کوئی باہمی تعلق نہیں کیونکہ دونوں کا درمیانی ٹکڑا نہیں ملتا -

لائل کے علاوہ جرمنی کا ایک اور محقق شلائخر بھی اس سلسلہ میں قابل ذکر ہے جس نے خاص اسی موضوع پر ایک کتاب لکھی اور سنہ ۱۸۶۳ ع میں شائع کی - کتاب کا نام اسکے موضوع کو ظاہر کرتا ہے - یعنی "مذہب ڈارون و علم اللغات" اس کتاب میں اس نے ظاہر کیا ہے کہ تمام لغات عالم مذہب ڈارون کے مطابق پیدا ہوئی ہیں، مقابلہ اور کشمکش میں ٹھیک پھر طبیعت انتخاب کرتی ہے، اصلح رہتی ہے، غیر اصلح مٹ جاتی ہے -

(حکماء جرمنی کا جدید دور)

ان تمام لوگوں نے قانون انتخاب طبیعی کو اجسام و حیوانات سے بڑھا کر اجتماعییات و معنویات تک پہنچا دیا، لیکن فی الحقیقۃ اس مسئلہ کی تحقیق و کشف کا آخری درجہ جرمنی کی عہد پرور و انقلاب آفریں سر زمین کیلیے مخصوص تھا جسکے اندر گذشتہ قرن کے اندر چند ایسے افراد عالیہ و افکار مجددہ پیدا ہوے جنھوں نے قانون انتخاب طبیعی کو بالکل ایک نئی کائنات علم و تحقیق تک پہنچا دیا - یہ مسئلہ کا یہ آخری دور ہے، اور یہاں تک پہنچکر انسان نے جو کچھہ اس بارے میں سمجھا ہے، گویا منتہاے علم ہے -

یہ آخری دور ڈاکٹر لوئس بخنر سے شروع ہوتا ہے جس نے شہر اوزنبرگ کی یونیورسٹی میں مسلسل چھہ لکچر مذہب نشو ارتقا پر دیے، اور سنہ ۱۸۷۵ع میں ان کا مجموعہ چھپ کر شائع ہوا - ہماری اس تحریر کا تاریخی حصہ اسی سے ماخوذ ہے - بخنر اسپنسر کے ہمقدم ہوکر کائنات عالم کی ہر خلقت اور خود انسان کی اجتماعی زندگی کی ہر شاخ پر تنازع البقاء کو منطبق کیا ہے

بخنر کے بعد جرمنی کے علمی حلقوں میں برابر اس مسئلہ کا درس و مطالعہ جاری رہا - یہاں تک کہ تاریخ علم و حکمت انسانی کا وہ سب سے بڑا شخص پیدا ہوا جس کے آگے یونانیوں کا دور علم اور یورپ کی تمام کائنات فکر گرد ہوگئی، یعنی مشہور پروفیسر نیٹشے (Nietzsche) اس عجیب و غریب حکیم نے دنیا کی پوری کائنات علم و فلسفہ کو یکسر منقلب کردیا، اور جن اصولوں

نہیں ملسکتی' اور یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ پانی کی طرح جھاگ کو اور سونے کی طرح میل کو بچا کر رکھا جاے -

(۴) اسکے بعد کیسے واضح لفظوں میں فرمایا کہ کذالک یضرب اللہ الحق و الباطل - حق اور باطل کی یہ مثال ہے : فاما الزبد فیذهب جفاء - پس جھاگ جو نافع نہیں ہے وہ باطل ہے ' باطل بہ جائیگا ' چھانٹ دیا جائیگا - فنا ہو جائیگا ' حق وہ ہے جسکی تعریف ما ینفع الناس کے لفظوں سے سمجھہ لو - یعنی وہ چیز جو نافع ہے ' اور اسلیے اصلح اور امثل و اوفق ہے - پس وہی باقی رهیگی اور باقی رکھی جائیگی -

(۵) انتخاب طبیعی اور بقاء اصلح کی صحیح حقیقت یہی ہے - اور اس آیت نے صاف صاف طور پر واضح کردیا ہے کہ بقاء حق اور فناء باطل اسی قانون کا ظہور ہے -

اگر تم کہو کہ تنازع البقا کی اسمیں صراحت نہیں تو اسکے لیے سورۂ بقرہ کو پڑھو - فرمایا :

ولولا دفع اللہ الناس بعضهم ببعض لفسدت الارض ولکن اللہ ذو فضل علی العالمین (۲ : ۲۵۲)	اور اگر اللہ ایسا نہ کرتا کہ بعض انسانوں کے ذریعہ بعض کو دفع کرایا کرے تو زمین تباہ ہوجاتی لیکن اللہ کی حکمت دنیا کیلیے فضل و احسان ہے کہ وہ فساد کو اصلاح سے دور کراتا ہے -

اس آیۂ کریمہ میں صاف صاف واضح کردیا کہ اگر ایک گروہ کے ذریعہ دوسرے کو دفع نہ کیا جاتا تو زمین میں اصلاح باقی نہ رهتی اور وہ صرف نقص اور فساد کا گهر بنجاتی - خدا تعالی کی حکمت نے تنازع البقاء کے ذریعہ ایک سے دوسرے کو دفع کرایا اور یہی دافعۂ فساد بقاء اصلح و امثل کا ذریعہ ہے - پس یہ بڑی ہی حکمت اور عدل فرمائی ہے کہ اس نے تنازع حیات میں طاقت و عالم کو دفع و غلبہ کا ذریعہ بنایا تاکہ صرف صحت ہی دنیا میں باقی رہے - یہی چیز ہے جسکو ڈارون نہ پا سکا اور جسکو المانی جرمنی کا حکیم اعظم " نیشے " بیقرار ہے مگر اپنے سامنے نہیں دیکھتا -

اب تمام مقدمات ختم ہوگئے - آیندہ صحبت سے اصل مبحث شروع ہوگا اور وہ اسقدر اہم و اعظم ہے کہ اگر بہتر طریقہ سے صاف ہوگیا تو دو تہائی قران حکیم کی تفسیر ایک ہی مضمون میں ہو جائیگی -

شرح موطا

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ علیہ نے موطاء امام مالک کی شرحین عربی اور فارسی میں لکھی ہیں - " مصفی " اور " مسوی " - دونوں چھپ چکی ہیں مگر کم یاب ہیں - میرے پاس شرح فارسی مطبوعہ اور عربی قلمی موجود تھی لیکن اب تلاش کرنے سے معلوم ہوا کہ یا تو کوئی صاحب لیگئے یا بمبئی میں ضائع گئیں - اگر کسی صاحب کے پاس ہوں اور وہ فروخت کرنا چاہیں تو دفتر البلاغ کو اطلاع دیں - (ابو الکلام)

اسئلہ و اجوبتہا

حکم رضاع و محرمات رضاعة

(از جناب مولوی حکیم غلام غوث صاحب - خانپور)

جناب اعلی و اقدس تحیۃ و تسلیم -

یہ استفتا .... بھیجا گیا تھا .... نے درمختار کی ایک عبارت کا ٹکڑہ لکھکر فتوی دیا ہے کہ " ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں حرمت رضاعت ثابت نہیں ہے ' اور صرف ایک عورت کا قول معتبر نہیں ہے - اسکے قول سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ' پس نکاح دونوں میں جائز ہے - یعنے بھائی کی لڑکی اور بہن کے لڑکے کا نکاح باہم درست ہے " تم کلامہ -

اور ہمکو ضرورت ہے دلائل اور احادیث کی - رضاعت میں دودھ کی مقدار کیا ہے ؟ اصلی علت و مصلحت حرمت کیا ہے ؟ ان روایات متعددہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے جو جواب میں ظاہر کیا گیا ہے ؟ ساٹھہ برس کی عورت' انیس سال سے بیوہ ' کیا اوس سے دودھ آنا ممکن ہے ؟ اگر ممکن ہے تو حرمت رضاعت میں اوسکو دخل ہے یا نہیں ؟

آپکا مطالعہ وسیع اور اجتہاد قوی ہے ' اسلیے عرض ہے کہ تشریح کے ساتھہ آگاہی بخشیں ' اور اس مسئلہ پر تشریح کے ساتھہ سنکر عمل کرنا ہے -

اگر جواز کا مسئلہ طمانیت بخش نہ ملا ' تو شاید وہ کہیں لڑکی بیاہنا نہیں - دیوبند سے جواب آ گیا ' لیکن ضرورت تفصیل کی باقی ہے -

(استفتا)

کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی لڑکی اور اوسکی حقیقی بہن کا لڑکا ہے - یہ تو ظاہر ہے کہ انکا نکاح جائز ہے ' مگر بات یہ آ پڑی ہے کہ اوس شخص کی وہی بہن جسکا لڑکا ہے مرگئی ' اور وہ بچہ دودھ پر تھا - پرورش کے لیے ایک ایسی عورت کو سونپا گیا جسکی عمر ساٹھہ برس سے متجاوز اور ۱۹ سال سے بیوہ تھی - یہ عورت لڑکی والے اور اوسکی بہن لڑکے والی کی بھی والدہ ہے !

بچہ کو دودھ مختلف عورتیں پلاتی رہیں - اب نکاح ہونے کی بات سنکر اوسی انیس سال کی بیوہ عورت نے ظاہر کیا ہے کہ یہ بچہ میرے پستان چوسا کرتا تھا - دودھ تو نہیں آتا تھا ' مگر پانی نکلتا تھا -

اور یہ بھی ہے کہ وہی بیوہ عورت جو لڑکی اور لڑکے کے ماں باپ کی والدہ ہے یہ پیوند نہیں چاہتی - دوسری جگہ کے لیے اسکا اصرار ہے اور انکا انکار -

مشرح جواب کی بدلائل عقلی و نقلی ضرورت ہے -

البــلاغ

سب سے پہلے یہ سمجھہ لینا چاہیے کہ حکم رضاعة سے شارع کا مقصود کیا ہے ؟ کتاب و سنۃ کی تصریحات بینہ سے ہم اس اصل تک پہنچ چکے ہیں کہ شریعت کا کوئی حکم مصلحت و حکمت سے خالی نہیں ہوتا ' اور ضرور ہے کہ ہر حکم اپنے بیانات میں اسکی

اب آؤ آگے بڑھو - تم انسان ہو اور اسلیے ان متضاد حقیقتوں اور حالتوں کو اس سے زیادہ نہ دیکھہ سکے' لیکن قرآن حکیم آگے بڑھتا ہے اور ان متضاد حالتوں کو زیادہ وسیع' زیادہ احاطہ کن' اور زیادہ حقیقت نما اصطلاحوں سے موسوم کرتا ہے - تم کہتے ہو کہ تکوین ہے اور افساد' وجود ہے اور عدم' تعمیر ہے اور تخریب' بناؤ ہے اور بگاڑ' ضعف و نقص ہے اور قوت و کمال' عدل ہے اور انحراف' موت ہے اور زندگي' قرآن حکیم کہتا ہے کہ حق ہے اور باطل' اصلاح ہے اور افساد' ہدایت ہے اور ضلالت' معصیت ہے اور تقوی' اطاعت ہے اور طغیان' حسنات ہیں اور سیئات' اور پھر ان سب سے بڑھکر اور ان سب سے جامع و مانع " اسلام " ہے اور " کفر " -

جس طرح تم کائنات ہستي کے ہر عمل میں بناؤ دیکھتے ہو اور بگاڑ' اجسام و وجود میں قوة دیکھتے ہو اور ضعف' حسیات میں الم دیکھتے ہو اور لذت' اپني حیاة جسماني میں عدل مزاج کو دیکھتے ہو اور انحراف کو' پھر کہتے ہو کہ یہ تندرستي و بقاء ہے اور وہ بیماري و ہلاکت - ٹھیک ٹھیک اسي طرح قرآن حکیم کہتا ہے کہ ہدایت ہے اور ضلالت' معصیت ہے اور تقوی' سعادت ہے اور شقاوت - پھر جسطرح تم کہتے ہو کہ ضعیف مٹ جائیگا اور بیمار مر جائیگا - طاقت و صحت باقي رکھتي ہے اور کمزوري و بیماري ہلاک کر دیتي ہے - ٹھیک اسي طرح وہ کہتا ہے کہ باطل مٹ جائیگا اور گمراہ ہلاک ہوگا' ہدایت انسان کو باقي و قائم رکھتي ہے اور ضلالت ہلاک کرتي ہے - عمل صالح صرف بقاؤ فتح کیلیے ہے اور عمل مفسد فنا و خسران کیلیے !

تم اپنے محدود علم میں صرف اتنا جانتے ہو کہ طاقت و صحت اور عمر و توفیق زندگي کو بڑھاتا اور نقصان و ہلاکت سے بچاتا ہے' لیکن " العلم " اور " البصائر " یعني قرآن بتلاتا ہے کہ صرف اتنا ہي نہیں بلکہ اور آگے بڑھو اور یوں بولو کہ عمل صالح و حق باقي رکھتا اور طاقت بخشتا ہے' اور عمل غیر صالح فنا کرتا اور نقصان و کمزوري پیدا کرتا ہے - وہ کہتا ہے کہ تم اتنے سارے لفظ نہ بولو اور ایک ہي حقیقت کو بہت سي شکلوں میں دیکھکر گم نہو جاؤ - بلکہ صرف ایک ہي بات بولو - دنیا میں یا حق ہے یا باطل' یعني یا قوت ہے یا ضعف - حق باقي رہیگا اور باطل تباہ و ہلاک ہوگا - یعني طاقت باقي رہیگي اور کمزوري ابد تک موت تک پہنچکر فنا ہو جائیگي -

تم کہتے ہو کہ دنیا میں انتخاب طبیعي یا بقاء اصلح کا قانون جاري ہے' اور کائنات ہستي کے تمام وہ انقلابات و تغیرات اسي کا نتیجہ ہیں جن میں وجود اور اعدام' غلبہ اور انہزام' اور زندگي اور موت کا سلسلہ ہمیں نظر آتا ہے - یہ بالکل سچ ہے مگر پھر تم کیوں نہیں آگے بڑھتے اور کیوں نہیں تسلیم کرلیتے کہ یہي انتخاب فطرة کا قانون ہے جو حق کو باقي رکھتا ہے اور باطل کو فنا کرتا ہے ؟

اصطلاحات کے اختلاف نے کس طرح حقیقت کو پیچیدہ بنادیا ہے ؟ تم جب کبھي قانون انتخاب طبیعي پر بحث کرتے ہو اور کہتے ہو کہ بقاء اصلح کیلیے ہے' تو یہ نہیں جانتے کہ ٹھیک ٹھیک اسي حقیقت کا اقرار کررہے ہو جسکو قرآن حق و باطل اور اسلام و کفر کے نام سے پیش کرتا ہے - تم کہتے ہو کہ ضعف و نقص فنا ہوگا - طاقت اور اصلیت باقي رہیگي - قرآن کہتا ہے کہ یہي شے جس کو تم ضعف کہتے ہو میري زبان میں باطل اور کفر ہے اور وہ اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے جتنا تم سمجھتے ہو - پس بقاء طاقت کیلیے ہے - طاقت صرف حق' سچ' عدل' اور عمل صالح میں ہے - وہ باقي رہیگا' اور جو اسکے مقابلے میں اٹھیگا فنا ہو جائیگا -

(انتخاب طبیعي اور قرآن حکیم)

اب ہر طرف سے ہٹ کر سب سے پہلے قرآن حکیم اور العلم حقیقي کے سامنے مسئلۂ انتخاب طبیعي کو عرض کرو - قرآن حکیم نے صاف صاف اس تنازع البقاء اور انتخاب طبیعي کے قانون کو جا بجا واضح کیا ہے اور وہ بقاء اصلح و امثل کو ایک قانون الہي اور امر مقدر قرار دیتا ہے - چونکہ آگے چلکر تمام آیتوں کي تفسیر ہوگي' اسلیے یہاں صرف ایک آیت کریمہ پر اکتفا کیا جاتا ہے' سورہ رعد میں فرمایا :

انزل من السماء ماء فسالت اودیة بقدرها فاحتمل السیل زبدا رابیا و مما یوقدون علیه في النار ابتغاء حلیة او متاع زبد مثله کذالک یضرب الله الحق و الباطل' فاما الزبد فیذهب جفاء و اما ما ینفع الناس فیمکث في الارض' کذالک یضرب الله الامثال للذین استجابوا لربهم الحسنی (۱۳ : ۱۷)

اللہ نے آسمان سے پاني برسایا پس اپني اپني گنجائش کے مطابق زمین کے نالے پاني سے بھر گئے اور بہہ نکلے - ساتھہ ہي زور و شور سے پاني کي رو گرنے لگي اور پاني کي سطح جھاگ سے بھر گئي - اب دیکھو کہ کس طرح پاني کي رو جھاگ کو بہا لیجا رہي ہے اور صرف بقدر ضرورت پاني نیچے باقي رہگیا ہے ؟ اسي طرح اس وقت بھي جھاگ اٹھتي ہے جب آگ پر صفائي کیلیے سونے کو اور اور طرح طرح کي چیزوں کو تم رکھتے ہو اور تپاتے ہو - میل کٹ کٹ کر نکل جاتا ہے اور خالص اور صاف سونا باقي رہجاتا ہے - ٹھیک ٹھیک یہي مثال حق اور باطل کي ہے - پس جو چیز محض جھاگ ہے' وہ بہہ کر رائگاں جائیگي اور اسکو بقا و زندگي نہیں دي جائیگي' لیکن جو چیز نفع اور فائدہ دینے والي ہے اور اسلیے نافع وجود کا حکم رکھتي ہے' وہ زمین پر باقي و قائم رہیگي - اسي طرح اللہ تعالی سعادت و بقاء حیاة کي حقیقتوں کو مثالوں کي دانائي میں سمجھاتا ہے تاکہ اطاعت فرمانان حق نصیحت پکڑیں -

یہ آیۃ کریمہ عجیب و غریب ہے اور چند جملوں کے اندر اعجاز الہي و بلاغت رباني نے ایک کائنات حقیقت اور دنیاء معارف کو بھر دیا ہے - آگے چلکر اسکي تفصیل آئیگي - مگر یہاں چند امور پر غور کرو :

(۱) اس آیۃ میں اللہ تعالی نے صاف صاف واضح کردیا ہے کہ دنیا میں بقاء وجود کیلیے اللہ تعالی کا کونسا قانون کام کررہا ہے ؟ پھر بتلا دیا ہے کہ وہ انتخاب طبیعي اور بقاء اصلح ہے -

(۲) فرمایا اسکي مثال یوں ہے کہ پاني برسا اور زور سے نالے' ندیاں' اور وادیاں بہنے لگیں - پاني کے زور سے جھاگ پر جھاگ اٹھہ رہي ہے اور ابل ابل کر اطراف میں پھیل رہي ہے - لیکن دیکھو کہ پاني کي رو جھاگ کو کس طرح بہا کر لیجاتي ہے جو بیکار اور لاحاصل ہے' اور کس طرح پاني کا مفید' ضروري' نافع' اور بقدر ضرورت حصہ وہیں جم کر رہجاتا ہے ؟ اسکے بعد اس حالت کو اس وقت دیکھو جبکہ کھوٹ اور میل صاف کرنے کیلیے کسي چیز کو آگ پر تپاتے ہو - اسوقت بھي میل کٹ کٹ جھاگ کي صورت میں نکل جاتا ہے اور اگر سونا ہے تو صاف مجلي اندر رہجاتا ہے -

(۳) پس یہ جو کچھہ ہورہا ہے سو کیا ہے ؟ فرمایا کہ یہ ایک قانون ہے کہ و اما ما ینفع الناس فیمکث في الارض - یعني جو چیز میں نفع اور فائدہ ہے وہي زمین پر رہیگي' اور جو نافع نہ ہوگي وہ جھاگ اور میل کي طرح چھانٹ دي جائیگي - اسکو زندگي

(احادیث رضاعة)

اب آپ احادیث صحیحۂ باب پر نظر ڈالیے اور غور کیجیے کہ سطور مندرجۂ صدر محض عقلی استنباط و تعلیل ہی نہیں ہیں بلکہ احادیث صحیحہ سے ٹھیک ٹھیک یہی امور بطور اصول کے معلوم ہوتے ہیں -

سب سے پہلے حضرة عائشہ کی حدیث مسلم وغیرہ سامنے آتی ہے کہ " لا تحرم المصة و المصتان " یعنی ایک دو مرتبہ بچے کا پستان چوسنا حرمت رضاعة کا موجب نہیں ہوسکتا - پھر حدیث ام الفضل مندرجۂ مسلم میں ایک شخص نے آنحضرة سے پوچھا : کیا ایک مرتبہ بچے کے منہ لگا دینے سے حرمت ہوجاتی ہے ؟ فرمایا : لا تحرم الرضعة و لا الرضعتان و لا المصة و المصتان - ایک دوسری روایت میں " لا تحرم الاملاجة و لا الا ملاجتان " بھی آیا ہے - اسی طرح احمد و نسائی اور ترمذی نے حضرة ابن زبیر سے روایت کی ہے کہ " لا تحرم من الرضاعة المصة و المصتان " ترمذی میں ہے : " الصحیح عن اهل الحدیث من روایة ابن الزبیر عن عائشہ کما فی الحدیث الاول " حاصل سب کا یہ ہوا کہ بچے کے ایک دو بار منہ لگا دینے اور دودھ پی لینے سے حرمت نہیں ہوسکتی - " رضعہ " سے مقصود رضاع کا ایک مرتبہ ہونا ہے - بچے نے جب پستان منہ میں لیا اور بغیر کسی کے چھڑاے خود چھوڑ کے دوبارہ پینا چاہا تو یہ ایک " رضعہ " ہے - " مصہ " کے معنی ہیں کسی چیز کو تھوڑا سا لینا - یا تھوڑا سا پینا - " ملج " کے معنی بھی یہی ہیں - یعنی بچے کا ہونٹوں میں پستان کو لینا اور دودھ پینا - پس تمام احادیث میں یہی الفاظ فرماے جس سے واضح ہوگیا کہ ایک دو مصہ - رضعہ سے حرمت نہیں ہوتی -

اسکے بعد حضرة عائشہ کی وہ مشہور حدیث پڑھیے جسکو باختلاف الفاظ و باتحاد معنی بخاری و مسلم او ر ترمذی و احمد وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ " کان فیما نزل من القرآن عشر رضعات معلومات یحرمن ثم نسخن بخمس معلومات " الخ - اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آخری تعداد اسکی پانچ رضعات ہیں - یعنی بچے کا پانچ بار پینا - قصۂ ارضاع سالم بھی اسکا موید ہے کہ " ثم ارضعیہ خمس رضعات " اور خوف طوالت مانع تفصیل -

ان تمام روایات سے ثابت ہوگیا کہ چونکہ اصل علت حرمت دودھ کا تغذیہ اور اس سے جسم کا طیار ہونا ہے ' اور یہ حالت ایک دو مرتبہ پی لینے سے اس درجہ تک نہیں ہوتی کہ ماں کے حقوق قائم ہوجائیں ' اسلیے شارع نے ایک دو بار پینے کو وجہ حرمت نہیں قرار دیا ' اور اسکی مقدار و تعداد اتنی مقرر کردی جس سے مولود کے جسم کو کافی مقدار میں غذا ملسکے -

چنانچہ صحابہ میں حضرة علی ' حضرت عایشہ ' حضرة ابن مسعود ' ابن زبیر رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب تھا کہ خمس رضعات معلومات سے کم میں حرمت نہیں ہوتی - حضرة عطاء ' طاوس ' سعید بن جبیر ' عروہ ابن الزبیر ' لیث بن سعد ' وغیرہم بھی اسی طرف گئے ہیں - ائمۂ امصار میں حضرة امام شافعی ' امام احمد (فی ظاہر مذہبہ) ابن حزم ' اور اسحق کا بھی یہی مذہب ہے - لیکن حضرة امام اعظم ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ نے قلت و کثرت اور تعداد و مقدار کو اس بارے میں اہمیت نہ دی ' اور بسبب اہمیت حکم تحریم رضاع ہر حال میں حرمت کو ضروری قرار دیا سو بقول صاحب حجة اللہ یہ ایک طرح کی مزید احتیاط ہے ' مگر احادیث و روایات وہی ہیں جو اوپر درج کردی گئیں - وجوہ و قیاسات حنفیہ شرح معانی و غیرہ میں بہ تفصیل دیکھے جاسکتے ہیں ' اور امام المحققین حجة الاسلام حضرة امام ابن قیم نے زاد المعاد میں اور شیخ المتاخرین امام شوکانی نے نیل میں نہایت تفصیل کے ساتھ تمام پہلوؤں پر بحث کردی ہے -

اب اسکے بعد اور آگے بڑھیے - ترمذی میں حضرة ام سلمہ سے ہے کہ " لا یحرم من الرضاع الا ما فتق الامعاء فی الثدی و کان قبل الفطام " دار قطنی کی روایت میں ہے " لا رضاع الا ما کان فی الحولین " ابو داؤد طیالسی اپنی مسند میں لاے ہیں : " لا رضاع بعد فصال و لا یتم بعد احتلام " ان سب سے بڑھکر حضرة عائشہ کی حدیث ہے کہ جب آنحضرة نے انکے پاس ایک شخص کو دیکھا تو پوچھا کہ یہ کون ہے ؟ حضرة عائشہ نے کہا میرا برادر رضاعی ہے - اسپر فرمایا : " یا عائشہ ! انظرن من اخوانکن فانما الرضاعة من المجاعہ " اس حدیث کو ترمذی کے علاوہ تمام اصحاب صحاح نے روایت کیا ہے - حاصل ان تمام روایات کا یہ ہے کہ حرمت رضاعة کیلیے ضروری ہے کہ دودھ پینے کی عمر میں بچہ اسقدر دودھ پیے جس سے اسکا معدہ کافی غذائیت حاصل کرسکے - اور اسکے لیے ضروری ہے کہ بچے نے اس زمانے میں دودھ پیا ہو جبکہ اسکی غذا صرف دودھ تھی اور اسلیے وہ اپنی بھوک کو صرف ماں کے دودھ ہی سے دور کر سکتا تھا - یعنی ابتدا کے دو سال یا کچھ زیادہ -

اسکے علاوہ ابو داؤد کی ایک اور روایت مرفوع بھی ہے کہ " لا رضاع الا ما انشر العظم و انبت اللحم " لیکن اسکے اسناد میں ابو موسی الہلالی اور انکے والد دو مجہول شخص ہیں - امام بیہقی کی ایک روایت سے خود ابو موسی کی مجہولیة تو دور ہوجاتی ہے مگر انکے والد کی مجہولیة باقی رہتی ہے - تاہم بصورت صالحیة احتجاج ' یہ روایت بھی سابق روایات کی موید ہے - یعنی دودھ کا اسقدر پینا جس سے مولود کے جسم و ہیکل میں نشو و نما ہوسکے -

پس غور کیجیے کہ ان تمام روایتوں سے بھی وہی علت اصلی ثابت ہوئی جو بطور اصل کے اوپر لکھی جاچکی ہے - چونکہ وجہ تحریم دودھ کا تغذیہ اور اس سے جسم کا نشو و نما پانا ہے ' اسلیے واضح کردیا گیا کہ وہی رضاعة سبب حرمت ہو سکتی ہے جو دودھ پینے کے زمانے میں ہوئی ہو ' بچے کیلیے غذاء اصلی ہو ' اور اس سے اسکے جسم و ہیکل میں نشو و نما ہو سکے -

خود شارع نے اسکی اخری مقدار " خمس رضعات معلومات " قرار دیدی ہے - پس دودھ پینے کے زمانے اور " حولین " میں جب کبھی خمس رضعات معلومات ہو تو یہ وہ رضاعة ہوگی ' جسکو شارع نے " ما فتق الامعاء فی الثدی " ای فی زمن الثدی قرار دیا ہے ' اور یہی وہ مقدار ہے جو شارع کے نزدیک " ما انشر العظم و انبت اللحم " ہے -

(صورت مسئولہ)

اب آپکے سوال کی طرف متوجہ ہوتا ہوں - آپنے ایک تو مخصوص صورت حال پیش کی ہے - ساتھ ہی نفس مسئلۂ رضاعة کے متعلق بھی تشریح چاہی ہے - اصل مسئلہ کیلیے تو غالباً سطور مندرجۂ صدر کافی ہونگی ' رہی صورت مسئولہ تو ضمناً اسکا بھی جواب ہوگیا - روایات مندرجۂ صدر سے ثابت ہوگیا کہ وجہ حرمت تغذیۂ شیر ہے - یعنی مولود کا دودھ پینا - پس اگر کوئی عورت بہلانے کیلیے بچے کے منہ کو اپنی چھاتی سے لگادے اور وہ بغیر دودھ کے محض چوستا رہے ' تو اس سے ہرگز ہرگز حکم تحریم رضاعة ثابت نہیں ہوسکتا ' اور بجز احمق و بے عقل کے کوئی شخص اسکا تصور بھی نہیں کریگا - صورت مسئولہ میں عورت کا یہ کہنا کہ پانی نکلتا تھا ' محض لغو و بے اثر ہے - جب عورت عرصہ سے بیوہ ہوچکی تھی بلکہ سن یاس تک پہونچ چکی تھی تو دودھ کا وجود ہی باقی نہ رہا ' اور چونکہ وجہ حرمت دودھ کا پینا ہے ' اسلیے حرمت کا بھی وجود باقی نہیں -

آپ دیکھ رہے ہیں کہ احادیث صریحہ تو اس حالت کو بھی وجہ حرمت قرار نہیں دیتے کہ بچہ ایک دو بار پستان منہ میں

مصلحت و حکمت کی طرف بھی اشارہ کردے - یہ دوسری بات ہے کہ بعض اوقات اپنے قصور فہم و نارسائی فکر سے ہم علل و حکم کو نہ سمجھ سکیں -

یہ معلوم ہے کہ قرآن حکیم نے اُن عورتوں کو جنکا بچپنے میں دودھ پیا ہو' مثل ماں کے قرار دیا : و امہاتکم اللاتی ارضعنکم - (۴ : ۲۲) اور انحضرۃ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا : ان اللہ حرم من الرضاع ما حرم من النسب - یعنی نسب کے تعلق سے جو رشتے حرام ہیں' دودھ کے رشتے سے بھی اللہ نے حرام کردیے - یہ روایت حضرۃ علی علیہ السلام کی ہے جسکو امام احمد و ترمذی نے درج کیا ہے - لیکن اسی ہم معنی روایات حضرۃ ابن عباس و حضرۃ عائشہ رضی اللہ عنہما سے بخاری و مسلم وغیرہ میں باختلاف جزئیات الفاظ موجود ہیں -

اب غور کیجیے کہ اس حرمت کی علت کیا ہے ؟ سر فکر صحیح بتلاتی ہے کہ اولاد اور ماں کے تعلق میں سب سے زیادہ نمایاں چیز پیدایش کے بعد رضاعۃ ہی ہے - بچہ جب دنیا میں آتا ہے تو اسکی غذا کیلیے دنیا کی تمام پیداوار و حاصلات بکقلم بیکار ہوتی ہیں - نباتات کی نعمتیں اسکے کام نہیں آسکتیں' حیوانات کا گوشت اسکے لیے ایک بتھر سے زیادہ قیمتی نہیں ہوتا' پانی جس سے دنیا کی ہر چیز زندگی پاتی ہے اور جو زندگی کیلیے سب سے بڑی ضروری نعمت ہے' وہ بھی اسکے لیے بیکار ہوتا ہے - صرف ایک ہی غذا ہوتی ہے جو تمام کائنات ارضی کی غذاؤں میں سے اسکے کام آسکتی ہے اور جسکو حاصل کرکے وہ دنیا میں ایک کامل انسانی جسم و شکل اختیار کرسکتا ہے - یہ غذا دودھ ہے' اور فطرۃ الہی نے قبل اسکے کہ وہ دنیا میں آے' ماں کے جسم کے اندر ہی اسکا انتظام کردیا ہے : ربنا الذی اعطی کل شی خلقہ ثم ھدی (۲۰ : ۳۰)

یہی چیز اسکی زندگی کا اولین وسیلہ اور اسکے بقاء وجود کا ذریعۂ وحید ہے - اگر ایک بچے کی نشو و نما اور ارام و آسایش کا تمام انتظام کردیا جاے اور صرف یہی ایک چیز اس سے چھین لی جاے' تو دنیا اور دنیا کا تمام دستر خوان نعائم و لذائذ اسکے لیے بیکار ہو جائیگا اور وہ تھوڑے ہی دیر کے بعد ھلاک ہوجائیگا - کیونکہ یہی اسکی غذا ہے' اسی غذا سے اسکا جسم بنتا' گوشت بڑھتا' خون صالح پیدا ہوتا' اور ھڈیوں کے اجزا نشو و نما پاتے ہیں - موجودہ زمانے میں بڑے بڑے ڈاکٹروں نے تحقیق و اختبار کے بعد تسلیم کرلیا ہے کہ بچے کی صحیح و صالح غذا ماں کا دودھ ہے - جو لوگ حیوانات کے دودھ سے بچے کو پالتے ہیں' وہ اسکی ابتدائی زندگی ہی میں اسکو صحت و توانائی سے محروم کردیتے ہیں -

پس دودھ کا تغذیہ ماں اور اولاد کے تعلق کا سب سے زیادہ بنیادی معاملہ ہے - اس بنا پر اگر ایک عورت نے کسی دوسرے کے بچے کو بھی دودھ پلایا اور پرورش کیا' تو وہ ٹھیک ٹھیک مثل اسکے حقیقی ماں کے ہوگئی - جسطرح ماں کا دودھ اسکے جسم کے اجزاء کی تولید و نمو کا ذریعہ تھا' اسی طرح اسکے دودھ سے اسکے ھیکل جسم کا ایک ایک ذرہ بنا اور ھڈیوں کے اجزا تک میں پیوست ہوگیا -

یہ امومۃ یعنی ماں ہونے کا ایک صحیح اور طبیعی اشتراک ہے' اور اسلیے ضروری ہے کہ جو حقوق حقیقی ماں کے بچے پر ہوں' وہی حقوق امومۃ رضاعۃ یعنی دودھ پلانے والی کے بھی قرار دیے جائیں' اور جو اثرات ان حقوق سے مرتب ہوتے ہیں' وہ سب کے سب اس حالت میں بھی مرتب ہوں -

ایک اور دقیق نکتہ بھی اس بارے میں پیش نظر رہے - اللہ تعالی کے صفات میں ایک تو خالقیت ہے اور ایک ربوبیت - مجازی طور پر والدین بھی بچے کیلیے خلقت اور ربوبیت' دونوں کا واسطہ ہوتے ہیں' پس اگر امومۃ حقیقی کو مجازی خالقیت حاصل ہے تو امومۃ رضاعۃ کو مجازاً ربوبیت - ربوبیت کے معنی پرورش اور حسب احتیاج و وقت ضروریات پورا کرنا ہے -

لہذا شارع نے دودھ پلانے والی امومۃ کو بھی امومۃ حقیقی کے لقب سے موسوم کیا' اور انکا شمار بھی " امہات " میں ہوا کہ : و امہاتکم اللاتی ارضعنکم - اور : ان اللہ حرم من الرضاع ما حرم من النسب - کیونکہ نسب میں ایک بڑی چیز حق رضاعۃ ہے اور وہ امہات حقیقی اور امہات مرضعہ دونوں میں مشترک ہے -

چنانچہ تاریخ اسلام کے ایک عظیم الشان شخص ملہم و مجدد' یعنی حضرت حجۃ الاسلام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

ومنہا الرضاعۃ فان التی ارضعت تشبہ الام من حیث انہا سبب اجتماع امشاج بنیتہ و قیام ھیکلہ' غیر ان الام جمعت خلقتہ فی بطنہا و ھذہ درت علیہ سد رمقۃ فی اول نشاءتہ فہی ام بعد الام و اولادھا اخوۃ بعد الاخوۃ - (حجۃ اللہ البالغہ مطبوعہ مصر ۲ : ۹۸)

اور محرمات شرعیہ میں سے رضاعۃ بھی ہے' اور اسکی علت یہ ہے کہ جس عورت نے دودھ پلایا تو وہ حقیقی ماں کے مشابہ ہوگئی - اس بنا پر کہ اسی کا دودھ بچے کے اخلاط جسم کے اجتماع اور صورت جسم کے قیام اور نشو و نما پانے کا مثل ماں کے ذریعہ ہوا - حقیقی ماں کے شکم میں اسکے جسم کی خلقت کا اجتماع و انضمام ہوا تھا' اور دودھ پلانے والی نے اسکی پہلی نمود میں غذا دیکر اسکی خلقت و جسم کو نشو و نما بخشی - پس یہ اسکی دوسری ماں ہوئی بعد حقیقی ماں کے' اور اسی لیے اسکی اولاد بھائی بہن ہوے بعد ہم بطن بھائی بہنوں کے -

اس علت و مصلحت کے معلوم کرنے کے بعد قدرتی طور پر حسب ذیل امور سامنے آجاتے ہیں :

(۱) حکم رضاعۃ میں اصل وہی ہے جو اس لفظ سے ظاہر ہوتا ہے - یعنی دودھ کا پینا' پس شبہ رضاعۃ کی ہر وہ حالت جس میں یہ اصل نہو' رضاعۃ میں داخل نہیں -

(۲) بچے کی ابتدائی عمر کا جو حصہ ایسا ہوتا ہے جس میں اُس کی غذا دودھ ہوتی ہے' اُسی حصۂ عمر سے یہ متعلق ہوگا - کیونکہ مقصود اصلی تغذیۂ شیر و تربیت مولود ہے -

(۳) چونکہ اصل حرمت تغذیۂ شیر ہے اسلیے حکم رضاعۃ کے نفاذ کیلیے ایک کم سے کم مقدار بھی ہونی چاہیے - لیکن یہ مقدار ایسی ہی ہونی چاہیے جس سے علت نہی و حرمت یعنی نشو و نماء جسم و تولید خون و تشکیل ھیکل و بنیہ حاصل ہو و الا فلا

چنانچہ حضرۃ شاہ ولی اللہ نے بھی اس کے طرف اشارہ کیا ہے جبکہ فرمایا ہے : و لما کان الرضاع انما صار سببا للتحریم لمعنی المشابہۃ بالام فی کونہا سبباً لقیام بنیۃ المولود و ترکیب ھیکلۃ' وجب ان یعتبر فی الارضاع شیئان : احدھما القدرۃ الذی یتحقق بہ ھذ المعنی .... و الثانی ان یکون الرضاع فی اول قیام الھیکل و تشبح صورۃ الولد' و الا' فہو غذاء بمنزلۃ سائر الاغذیۃ الکائنۃ بعد التشبح و قیام الھیکل (۲ : ۹۸) یعنی چونکہ رضاعۃ کا سبب حرمت ہونا اس علۃ پر مبنی ہے کہ مولود کے جسم و وجود کے نشو و نما کا ذریعہ مرضعہ کا دودھ ہوتا ہے' اسلیے ضرور ہوا کہ رضاعۃ میں دو چیزیں بطور اصل کے دیکھی جائیں - اول اتنی مقدار میں رضاعۃ کا ہونا جس سے یہ صورت پیدا ہو' دوسرے یہ رضاع انسان کے اول عہد میں ہو جبکہ دودھ اسکی غذا ہوتی ہے' اور اسی سے اسکا جسم و ھیکل نشو و نما پاتا ہے - انتہی ملخصاً -

" قال رسول الله صلعم : سموا باسماء الانبیاء و احب الاسماء الی الله عبد الله و عبد الرحمن " یعنی انبیاء کرام کے نام رکھا کرو اور سب سے زیادہ پیارا نام الله کے نزدیک عبد الله اور عبد الرحمن ہے -

ان تمام تصریحات و رالفاظ سے ثابت ہوا کہ :

(۱) شارع نے ناموں کے معانی و مطالب کی رعایت کی ہے جیسا کہ عقل صحیح کہتی ہے کہ ہونی چاہیے - نام سب سے پہلی چیز ہے جو مسمی کو نمایاں کرتی ہے - پس اگر اسمیں رعایت معانی صحیحۂ و مستحسنہ ملحوظ نہو تو اسکا اثر مسمی کی شخصیت و وجود پر لا محالہ پڑیگا -

(۲) مسلمانوں کے ناموں کیلیے ضروری ہے کہ تمام غیر شرعی نسبتوں سے پاک ہوں - بحکم حدیث مسلم " لا یقولن احد کم عبدی و امتی - کلکم عبید الله وکل نسائکم اماء الله " یعنی اپنے غلاموں اور زیردستوں کو کوئی اپنا بندہ اور بندی نہ کہے - نہ سب صرف الله هی کے بندے ہو ' اور سب عورتیں الله هی کی بندیاں ہیں -

(۳) مومن و مسلم ہستی وہ اشرف و اعلی ہستی ہے جسکو خدا نے " خیر البریہ " قرار دیا ہے ' یعنی تمام کرۂ ارضی میں اس سے اشرف و اعلی کوئی وجود نہیں - پس انکے نام بھی ایسے ہونے چاہئیں جو بہ لحاظ اپنے مطالب و معانی کے اشرف و اعلی ہوں ' اور شرف انسانیت و ایمان کو واضح کرنے والے ہوں ' نیز تمام غیر الہی نسبتوں سے پاک ہوں - اگر خود انکی پیشانی خدا کے سوا اور کسی کے آگے نہیں جھک سکتی ' تو انکے ناموں میں بھی خدا کے سوا اور کسی کی عبودیت و غلامی کی نسبت نہیں ہوسکتی -

(۴) آنحضرۃ صلی اللہ علیہ و سلم نے ہمیشہ ایسے ناموں کو بدل دیا جنکے معانی اخلاق حسنہ و خصائص حسنہ کے خلاف تھے ' کیونکہ یہ شرف انسانی و اسلامی کے خلاف ہے - لیکن آجکل ہزارہا جاہل مسلمان ایسے نام اپنے بچوں کے رکھتے ہیں جو الفاظ کے لحاظ سے کریہہ الصوت اور معانی کے لحاظ سے ارذل و اسفل ہیں ' مثلاً دمڑی ' چھکوڑی ' بھوسی ' شبراتی ' چھٹن ' بفن ' بدھن ' وغیرہ وغیرہ من الخرافات ' تو یہ سب شرعاً بالکل نا جائز ہیں اور اپنے وجود مومن و مسلم کو جو الله کے آگے زمین و آسمان کی تمام کائنات سے زیادہ افضل و برتر ہے ' ذلیل و خوار کرنا ہے - علماء کا فرض ہے کہ ایسے ناموں کو حکماً بدلیں ' بشرطیکہ وعظ کی قیمت وصول کرنے اور پیری و مرشدی کے نذرانے لینے کے سوا اور بھی کوئی کام وہ کرنا چاہتے ہوں -

(۵) فرمایا کہ انبیاء کرام کے نام رکھو - کیونکہ انبیاء کرام کے نام نہایت اجمل و احسن ہیں - انکے ہم اسم ہوکر انکے اعمال جلیلہ و اسوۂ حسنہ کی پیروی کا شوق ہوگا - و نعم ما قیل :

فتشبهوا ان لم تکونوا مثلهم
ان التشبه بالکرام کرام

سب سے زیادہ محبوب نام الله کو عبد الله اور عبد الرحمن جیسے نام ہیں ' اور یہ بالکل ظاہر ہے - عبد الله کے معنی یہ ہیں کہ وہ انسان جسکی غلامی اور عبودیت کیلیے الله کے سوا اور کسی کی چوکھٹ نہیں ' سو جو انسان عبد الله ہوگا ' یعنی صرف الله هی کا اور الله هی کیلیے ہوگا ' اس سے بڑھکر الله کو اور کون محبوب ہوسکتا ہے ؟ پھر اس حدیث پر غور کرو کہ الله کو اپنی عبدیت و غلامی کسدرجہ محبوب ہے کہ ناموں میں بھی وہ انہی ناموں کو محبوب رکھتا ہے جنمیں اسکی غلامی کی طرف اشارہ ہو - آہ ' جس ذات کو نام میں بھی غیر کی عبدیت پسند نہیں ' وہ عمل کے اندر دوسروں کی غلامی میں تم کو دیکھنا کب گوارا کریگا ؟ ان الله لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذالک لمن یشاء - محبوب کہتا ہے کہ عاشق کی ساری خطائیں معاف ہیں لیکن یہ خطا معاف نہیں ہو سکتی کہ میرے سوا کسی دوسرے کو بھی اپنے دل میں جگہ دے کہ دل صرف میرے لیے ہے :

اذا کان هذ الدمع یجری صبابة
علی غیر لیلی فهو دمع مضیع

میں نے جب ابو داؤد میں یہ الفاظ پڑھے تو : احب الاسماء الی الله عبد الله - تو کچھ نہیں سکتا کہ قلب و جگر کا کیا حال ہوا تھا ؟ آہ ' ایسا کیوں نہیں ہے کہ جگر پھٹ جاتے اور کیوں دلوں کے ٹکڑے منہہ سے نہیں نکل پڑتے ؟ الله الله ! اسکو تو ناموں میں بھی وہی نام پسند جنمیں اسکے غلامی کی نسبت ہو ' اور ہمیں اپنے کاموں میں وہ کام پسند جو دوسروں کی غلامی کی لعنت سے مخذول و ملعون ہوں !

سارت مشرقة و سرت مغرب
شتان بین مشرق و مغرب

آپ کہینگے کہ مبحث کیا ہے اور کہہ کیا رہا ہوں ؟ ہاں یہ سچ ہے ' مگر میں کیا کروں ' کوئی بحث ہو مگر دل کے اصلی زخم کو نہیں بھلا سکتا ' اور جب ٹیس اور ٹپک ہو تو ہر صحبت میں آہ نکل ہی آتی ہے :

تمثل لی لیلی بکل سبیل !

رہا آپکا دوسرا سوال کہ یاسین اور طه نام رکھا جاے یا نہ رکھا جاے ؟ تو مولانا رحیم بخش صاحب نے جو جواب دیا ہے صحیح ہے ' اور ازاں یہی ہے کہ انسے احتراز کیا جاے کیونکہ انکے معانی یقینی طور پر متحقق نہیں اور اسلیے طرح طرح کے خدشات لاحق ' اور حضرۃ امام مالک کی نہی قابل قبول و مدلل -

البتہ مولوی صاحب کا یہ تشدد کہ جس شخص کا نام طه ہو اسکے پیچھے نماز درست نہیں ' بالکل غلط اور یکسر قابل رد و انکار ہے - صحت امامت کے شرائط ہم کو معلوم ہیں ' اور ان پر تسمیۂ طه سے کوئی اثر نہیں پڑتا - معلوم نہیں اصلی حالات کیا ہیں اور کیا امور مفتی کے سامنے پیش کیے گئے ؟ بہر حال اگر ایک شخص کا نام طه ہو اور وہ نماز پڑھاتا ہو تو بلا تکلف اسکے پیچھے نماز پڑھیے - کوئی دلیل شرعی اسکے خلاف نہیں -

لیلے اور دودھ پیلے - مصة ولا مصتان٬ رضعة ولا الرضعتان٬ املاجة و لا الا ملاجتان٬ نصوص صریحہ و قاطعہ ھیں - پھر جب دودھ کے وجود اور حالت مرضعیة میں بھی ایک دو بار مکیدن و نوشیدن وجہ حرمت نہیں٬ تو صورت مسئولہ میں کیونکر حرمت ہو سکتی ہے ؟ جن ائمۂ کرام رحمھم اللہ نے حرمت میں قلت و کثرت اور مقدار و عدد کو تسلیم نہیں کیا ہے٬ انکے نزدیک بھی دودھ کا وجود بہر حال ضروری ہے - پس کسی طرح بھی اس عورت کا بیان مفید حرمت نہیں ہو سکتا -

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ گیارھویں صدی کے مجدد و مصلح امام المتاخرین علامۂ شوکانی نے اپنے مختصر درر البہیہ میں باب الرضاع کو حسب ذیل جامع و حاوی لفظوں میں لکھا ہے :

انما یثبت حکمہ بخمس رضعات مع تیقن وجود اللبن و یحرم ما یحرم بالنسب (نسخۂ قلمی منقول از خط مصنف)	رضاعت کا حکم پانچ دفعہ دودھ پینے سے ثابت ہوگا ایسی حالت میں کہ دودھ کا وجود یقینی ہو٬ اور پھر رضاعت سے بھی وہ تمام رشتے حرام ہو جائینگے جو نسب سے ہوتے ھیں -

سبحان اللہ ! کیا جامع و مانع الفاظ ھیں٬ اور کس طرح چند لفظوں کے اندر باب الرضاع کے تمام مباحث مہمۂ و طویلہ کو ختم کردیا ہے - حضرة علامۂ شوکانی کے یہی خصائص و فضائل و آیات باھرۂ حکمۂ یمانیہ ھیں جنکو دیکھکر روح بے اختیار جوش تحسین و آفریں سے معمور ہو جاتی ہے٬ اور ارباب حق و صفا و پرستاران کعبۂ کتاب و سنت بیخودانہ پکار اٹھتے ھیں :

و انی و ان کنت الاخیر زمانہ
لآت بما لم یستطعہ الاوائل

اب غور کیجیے کہ کس طرح علامۂ و مجدد ممدوح نے " مع تیقن وجود اللبن " کی قید لگا کر آپکے سوال کا جواب دیدیا ہے اور یہ حقیقت اسقدر واضح ہے کہ اسدرجہ بحث و تحقیق کی بھی ضرورت نہ تھی -

بہر حال جو جواب آپکے سوال کا بعض علماء عصر نے دیا ہے کہ " عورت کا بیان مفید حرمت نہیں اور نکاح ہوسکتا ہے " بالکل صحیح ہے - رہا یہ مسئلہ کہ اس بارے میں " صرف ایک عورت کا قول معتبر نہیں " تو یہ امر البتہ بحث طلب ہے٬ اور صحیح بخاری وغیرہ میں حدیث عقبہ بن الحرث اور واقعہ امۂ سوداء موجود ٬ اور مذھب حضرة عثمان و ابن عباس و زھری و الحسن و اسحق و الا وزاعی و احمد بن حنبل و مالک رحمھم اللہ معلوم ٬ لیکن آپکی پیش کردہ صورت کو اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں - مجرد مرضعہ کی شہادت معتبر ہو یا نہو٬ لیکن یہاں تو سرے سے حالت رضاعۃ ھی مفقود ہے - کوشش کیجیے کہ یہ جاھلانہ خیال دور ہوجاے اور جو رشتہ شرعاً جائز ہے٬ اسکو شریعۃ پر افتراء کرکے اور اسکی نسبت غیر صحیح سے نا جائز قائدہ اٹھاکر نہ روکا جاسکے٬ کہ یہ ایک خدمت دینی ہوگی اور آپکا اجر اللہ کے یہاں طیار ہے -

مسئلہ تسمیہ طٰہٰ و یاسین

(ایک مستفسر - ارآرہ)

(۱) ناموں میں معنی اصلی ملحوظ ہوتے ھیں یا نہیں ؟

(۲) یاسین اور طہ نام رکھنا جائز ہے یا نہیں ؟

یہاں مولوی رحیم بخش صاحب نے ان سوالوں کا یہ جواب دیا ہے کہ :

(۱) معانی کا ملحوظ ہونا عقلاً ضروری نہیں مگر اس بالکل انکار بھی نہیں کیا جاسکتا - احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرة نے متعدد ایسے ناموں کو بدلدیا جنکے معانی اچھے نہ تھے - ترمذی میں ہے : ان النبی صلعم کان یغیر الاسم القبیح

(۲) یاسین اور طہ نام رکھنا بقیناً منع ہے کہ وہ اسماے الہی و اسماء آنحضرة صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ایسے نام ھیں جنکے معانی معلوم نہیں - کیا عجب کہ انکے وہ معانی ہوں جو غیر خدا یا غیر رسول پر صادق نہ آسکیں - چنانچہ امام ابن عربی نے احکام القرآن میں حضرة امام مالک کا قول نقل کیا ہے کہ یاسین نام نہ رکھو کیونکہ وہ اللہ کا نام ہے -

نیز مولوی صاحب موصوف یہ بھی فرماتے ھیں کہ جس شخص کا نام طہ یا یاسین ہو٬ اسکے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں - آپ جناب سے گذارش ہے کہ اسکا جواب البلاغ میں مرحمت ہو -

البلاغ :

ناموں میں انکے معانی کی رعایت کا ہونا عقلاً واضح و بین٬ اور احادیث صحیحہ سے ثابت و معلوم ہے - اگر ناموں میں معانی ملحوظ نہیں تو عبد المسیح اور عبد العزی کیوں ناجائز ھوں اور کیوں بدلے گئے ؟ کسی عمارت کا ہم نام رکھتے ھیں تو مہمل و بے رعایت نہیں رکھتے٬ کتابوں کا نام رکھتے ھیں تو کتاب کے موضوع و مقصد کو ملحوظ رکھتے ھیں٬ حتی کہ اپنے پالتو مویشی جانوروں کے ناموں میں بھی رعایت معانی ضرور کرتے ھیں پھر یا للعجب اگر انسان کے نام میں جس سے وہ مدة العمر پکارا جائیگا اور جو ھمیشہ کیلیے اسکا علم و خطاب ہوگا٬ معانی صحیحہ و مفہومات مستحسنہ کی رعایت ملحوظ نہ رکھی جاے - احادیث اس بارے میں بے شمار ھیں اور کتب محدثین میں یہ مبحث بتفصیل موجود ہے - حضرة عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک لڑکی کا نام " عاصیہ " رکھا تھا - آنحضرة نے بدلکر " جمیلہ " رکھا - عاصیہ کے معنی گنہگار اور نافرمان کے تھے٬ آپنے نام بدلکر گویا اشارہ کر دیا کہ انسان کیلیے بہتر وصف جمال ہے نہ کہ عصیان - حضرة علی علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے کا نام حرب یعنی لڑائی رکھا - عرب میں یہ نام بکثرت رکھا جاتا تھا - آنحضرة نے سنا تو فرمایا حسن رکھو - جب دوسرے صاحبزادے پیدا ہوے تو پھر حضرة علی کی رھی " حرب " تجویز کیا - آپنے پھر بدلدیا اور حسین رکھا - تیسرے صاحبزادے محسن ھیں٬ انکا نام بھی پہلے حرب رکھا تھا٬ آنحضرة نے بدلکر محسن کردیا -

حضرة سعید بن مسیب کہتے ھیں کہ میرے جد امجد جب آنحضرة صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوے تو آپ نے نام پوچھا - عرض کیا " حزن " یعنی رنج و ملال - فرمایا " بل انت سہل " لیکن چونکہ حزن مشہور ہوچکا تھا٬ لوگ اسی نام سے پکارتے رہے -

مجھے اس وقت فرصت بالکل نہیں ہے اور کتابوں کو نہیں دیکھ سکتا٬ لیکن یاد پڑتا ہے کہ ابو داؤد میں بروایت ابو وھب ...

اُسوۂ حسنہ

تفویض و اطاعت

عہد صحابۂ کرام رضي الله عنہم

تم نے غور کیا ہوگا کہ عالم کي اکثر قوتیں ایک قوت کے تابع هوتي هیں ' اور اوس ایک هي قوت پر تمام قوتوں کي هستي کا دار و مدار هوتا هے - ایک جرنل کي بہادري هزاروں اور لاکھوں کو بہادر بنا سکتي هے ' اور اسي ایک کے جبن و بزدلي سے ملک ذلت و نامرادي کا جامه پہن لیتي هے - اس قسم کي چھوٹي چھوٹي مثالیں بکثرت پیش نظر لائي جاسکتي هیں ' مگر ان سب سے گذر کر نظام عالم کي ایک معجزتي مثال سامنے هو- جسطرح تمام عالم کي طاقت و حرکت کا سر چشمه ایک جرم آفتاب هے اور بغیر سورج کے اس عالم کي نزهت و رونق قائم نہیں رهسکتي ' بعینه یهي حالت مذهب کي بھي هے- کل مذهبي اعمال و افکار اور حرکت و سکون کا سر چشمه محض اوس شخص کا وجود هوتا هے جو مذهب کا مفاد بنکر آتا هے ' اور ایک صحیح تعلیم الهي لوگوں کے سامنے پیش کرتا هے - اگر وه اپني پیش کرده صداقت کا مکمل نمونه هے تو اسکی قوت جذب و کشش عالم کو اپني طرف کھینچ لیتي هے اور پھر اسي کي حرکت و قوت میں وه زور پیدا هو جاتا هے که تمام عالم اوس سے حرکت میں لایا جاسکتا هے ' طبقات ارضي اوس سے الٹے جاسکتے هیں ' اور زمین و آسمان زیر و زبر کیے جاسکتے هیں -

حکماء کہتے هیں که انسان میں بالطبع نقل کا ماده موجود هے ' جیسا دیکھتا هے ویسا کرتا هے- اسي کو ارسطو اصول محاکات سے تعبیر کرتا هے- لیکن مذهب ایک حقیقت هے جس کو اسوۂ حسنه کہتا هے - الله تعالی انبیاء کو مبعوث کرتا هے اور بار بار اونکي زندگي اور اونکے اعمال کي طرف توجه دلاتا هے - اسي طرح عهد انبیاء کے جو مقدس نفوس هیں ' اونکے سوانح و حالات کو بھي پیش کرتا هے - جہاں قرآن کریم نے یه کہا که : لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة لمن کان یرجو لقاء الله والیوم الاخر و ذکرالله کثیرا (احزاب : ۸) وهاں صحابه کے متعلق بھي ارشاد فرمایا که : لقد کان لکم فیهم اسوة حسنة لمن کان یرجو الله والیوم الاخیر و من یقول فان الله غني حمید - (۹:۹۰) ایک دوسرے مقام پر حضرت ابراهیم کے اسوۂ حسنه کے ساتھه اونکے متبعین کے بھي اسوۂ حسنه کا ذکر کیا گیا :

قد کانت لکم اسوة حسنة في ابراهیم والذین معه اذ قالوا لقومهم انا براء منکم و مما تعبدون من دون الله - (ممتحنه : ۴)

ایک جگه حکم هوا که : یا ایها الذین آمنوا اطیعوا الله و اطیعوا الرسول تو اوسکے بعد هي متصل فرمایا : و اولی الامر منکم - اور یه ظاهر هے که صحابه کرام اولی الامر کے اولین مصداق هیں - پس جس طرح اسوۂ انبیاء کرام کو یاد دلایا گیا هے اسي طرح آغوش نشینان عهد نبوت کے اسوۂ حسنه اور طریق عمل کا بھي ذکر کیا گیا هے -

خیر الناس قرني ثم اللذین یلونهم ثم اللذین یلونهم (بخاري)

(تفویض اور اسوۂ صحابه)

تفویض کے معني کسي شے کو سونپ دینے کے هیں - قرآن حکیم اور احادیث و اثار اس لفظ کو کمال مرتبۂ ایمان کیلیے استعمال کرتے هیں ' اور به تصریح واضح کرتے هیں که جب تک یه مرتبه حاصل نهو ' اس وقت تک کوئي انسان مومن کامل نہیں هوسکتا

تفویض اسلامي سے مقصود یه هے که ایک انسان اپنے اندر اور اپنے سے باهر جو کچھه رکھتا هے ' وه سب کچھه الله اور اسکے رسول کے سپرد کردے اور یقین کرلے که میري جان اور میري جان کے لوازم میں سے جو کچھه هے ' وه میرا نہیں بلکه الله اور اسکے کلمۂ حق کا هے - تمام کائنات عالم اسی تفویض پر قائم هے -

روح اگرچه همارے جسماني پیکروں میں هے مگر هر وقت خیال نه هو که یه هماري نہیں بلکه کسي اور کي هے - مال و متاع ' دولت و تمول همارے خزانوں میں مقفل هو ' مگر یه یقین ایک لمحه کیلیے بھي هم سے جدا نه هو که یه سب کچھه همارا نہیں بلکه کسي دوسرے کا هے - اعزا و اقارب کا رشتۂ الفت همارے گلے میں هو ' مگر اوس ایک رشته کے قائم رکھنے کیلیے هر ان تمام رشتوں کو توڑا جاسکے - آنحضرة صلی الله علیه وسلم نے فرمایا :

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیه من ماله و اولاده و نفسه	اوسوقت تک مومن کامل کوئي نہیں هو سکتا جب تک که اوسکي جان و مال اور اهل و عیال سے زیاده میں عزیز نه هوجاؤں -

اس حدیث میں تین چیزوں کا ذکر فرمایا - جان ' اهل و عیال ' مال - اور اگر غور کرو تو انسان کي محبوبات و مطلوبات میں سے جو کچھه هے سب اسي کے اندر هے - اس سے باهر کچھه نہیں - سب سے پہلے وه اپني جان اور زندگي کا عاشق هے اور یه وه عشق هے جو اس سے سدھا عشقوں کو چھڑا دیتا هے - پھر اهل و عیال کي محبت و تعلق کا مرتبه هے که بسا اوقات انسان اپني جان کو قربان کر ڈالنا چاهتا هے مگر اپني اولاد و عیال کو دکھه میں نہیں دیکھه سکتا - اسکے بعد مال هے ' اور اسکي محبت کي زنجیریں بھي بڑي هي سخت هوتي هیں - مال اسکي زندگي کے قیام کا ذریعه ' اسکي محنت کا حاصل ' اور اسکے بقا کیلیے وسیلۂ غذا هے -

پس اس حدیث میں مومن کي زندگي اور مرتبۂ ایمان کي تکمیل کي یه تصویر کھینچي گئي هے که جان ' مال ' اهل و عیال ' سب ہي محبت کے رشتوں پر ایمان و حق کا رشته غالب آجائے اور صاحب قرآن و داعي اسلام (صلي الله علیه وسلم) کي محبت و متابعت کے آگے کوئي چیز حتي که خود اپني جان بھي وقیع نهو - یهي تفویض هے ' اور یهي وه حقیقت ایمان و اسلام هے جسکي عملي تصویر هم کو صحابه کرام کي زندگي میں نظر آسکتي هے -

اس حدیث کے مطابق تفویض کي هم بھي تین قسمیں قرار دیتے هیں : تفویض نفس ' تفویض مال ' اولاد ' اور ان تینوں قسموں کے لحاظ سے هم صحابه کرام کے جسته جسته واقعات پیش کرینگے -

اس سلسله میں هم ترتیب خلافت کو ملحوظ رکھکر پہلے خلفاء اربعه کي مقدس زندگي پر نظر ڈالتے هیں -

(حضرة صدیق رض)

سب سے پہلے حضرة ابو بکر صدیق رضي الله تعالی عنه کي زندگي کے چند متفرق واقعات یکجا کرینگے جن سے آن کے تفویض مال و متاع کا اسوۂ حسنه واضح هوتا هے -

[۱]

دنیاء اسلام جانتي هے که حضرت بلال نے صدر اسلام میں جب سر زمین اسلام پر قدم رکھا تو مصائب و آلام نے اونکو کسطرح گھیر لیا تھا ' اور کفار عرب کیسے هیبت ناک عذاب اونکو دیا کرتے تھے ؟ یه زهره گداز خبر جب حضرت ابو بکر کے گوش گذار هوئي تو بے اختیار تڑپ اٹھے - رسول اکرم صلعم کي خدمت میں حاضر هوکر عرض کیا : کاش اسوقت میرے پاس مال هوتا تو میں بلال کو خرید لیتا " آخر کار پھر جسطرح ممکن هوا جستجو کرکے اونکو خریدا اور آزاد کردیا - (ترمذي وغیره)

تفویض مال کي یه سنت حسنه صرف ایک هي مرتبه ایسے ادا نہیں هوئي ' بلکه بعینه اس قسم کے متعدد واقعات ظهور

المسائل والمناظرة

بیع غرر و مسئلۂ اجارۂ اراضی، مروجہ

از جناب مولانا ابو النصر محمد عبد القادر صاحب
مفتی ریاست جموں

مخدومنا مولانا ابو الکلام سلمہم اللہ الی دار السلام - السلام علیکم و رحمۃ اللہ - معروض آنکہ جناب کے رسالہ البلاغ ۲۵ فروری سنہ ۱۶ صفحہ ۱۹ میں ایک مضمون مولوی محمد سلیمان صاحب کے نام سے چھپا ہے ' جسمیں وہ لکھتے ہیں کہ زمین کاشت کو حصہ مقررہ پر دینا بیع غرر میں داخل ہے - خاکسار کی راے میں مولویصاحب کی تقریر تفصیل طلب ہے - ورنہ مطلق تحقیق سے بعید ہے - یہاں جموں میں سے ایک جاہل مفید نے یہ ہی پنجاب کے رواج ٹھیکہ پر جو مالک زمین اپنی زمین مزارعہ کو بطور اجارہ کے نقدی مقررہ یا غلۂ مقررہ پر دیدیتے ہیں' بہت فتنہ اور شور و غل بپا کر رکھا تھا - جناب کے اخبار نے زخم پر نمک کا کام دیا' اسلیے مجبوراً خاکسار کو بھی کچھہ لکھنا پڑا - امید ہے کہ جناب مرقمین کی تحریرات دیکھکر اپنی راے زریں اور فکر متین سے مسلم پبلک کو فتنہ سے بچاوینگے - اور اگر جناب کچھہ لکھنا مناسب نہ سمجھیں تو پھر خاکسار کی تحریر کو طبع کردیں تاکہ محتسبان حق خود فیصلہ کرلیں - میری کم بضاعتی یا طرز تحریر سے ناواقفیت مانع نشر حقیقت نہو -

مولوی محمد سلیمان صاحب البلاغ ۲۵ فروری سنہ ۱۶ میں لکھتے ہیں :

" زمین کو یا مال کو کاشت یا تجارت پر اسطرح دیں کہ اسکی شرح حصہ خاص (مثلاً چار سو من غلہ یا چار سو روپیہ) سے مقرر کرلی جاے ' ان تمام صورتوں میں بیع حالت مستقبل پر مبنی ہے' جسکے متعلق کوئی حصہ نہیں کیا جا سکتا "

عبارت مذکورہ سے دو احتمال ہوسکتے ہیں :

(۱) کوئی شخص اپنی اراضی کسی مزارع کو اس شرط پر دیوے کہ پیداوار میں سے جو میرا حصہ ہے' وہ میں اسقدر رقم یا اسقدر غلہ پر فروخت کرتا ہوں - تو یہ بلا شبہہ بیع حالت مستقبل پر مبنی ہے -

(۲) ایک شخص اراضی کاشتکار کو اس قرار داد پر دیوے کہ میں اپنی اراضی اتنی رقم پر یا اتنے غلہ پر ایک سال کیلیے یا زیادہ کیلیے بطور اجارہ و کرایہ کے دیتا ہوں - یہ طریق پنجاب میں عام طور پر مروج ہے -

مالکان اراضی مزارعین کے خوف خیانت سے اراضی بطور ٹھیکہ کے طریقہ مذکورہ پر دیتے ہیں - مولوی صاحب کی غرض اگر اسی طریق کو بیع غرر میں شامل کرنا ہے تو یہ بعید از تحقیق ہے - بیع کے معنی کسی چیز کا بعوض مالک ہونا ہی نہیں ہے - بلکہ بیع چار انواع کو شامل ہے - کما فی شرح الوقایۃ : و اعلم ان التملیکات اربعۃ انواع ' فتملیک العین بالعوض بیع ' و بلا عوض ہبۃ ' و تملیک المنفعۃ بعوض اجارۃ ' و بلا عوض عاریۃ - صورت مذکورہ مروجہ پنجاب تملیک اجارہ ہے جسکے مشہور معنی مراد ہیں - اور صحیح مسلم نے باب ہی کراء الارض باندھا ہے ' اور زمین کا کرایہ پر دینا جائز اور مفتی بہ ہے - ہدایہ اور شرح وقایہ وغیرہ میں صاف موجود ہے : و لو استاجر ارضاً لبناء او غرس صح - (شرح وقایہ صفحہ ۲۹۶) بلوغ المرام محشی مطبوعہ دہلی صفحہ ۳۳ میں ہے : و عن حنظلۃ ابن قیس رض قال سالت رافع ابن خدیج رض عن کراء الارض بالذہب و الفضۃ فقال لا باس بہ - انما کان الناس یواجرون علی عہد رسول اللہ صلعم علی الماذیانات و اقبال الجداول و اشیاء من الزرع فیہلک ہذا ' و یسلم ہذا - و یسلم ہذا و یہلک ہذا و لم یکن للناس کراء الا ہذا فلذالک زجر عنہ - فاما شیء معلوم مضمون فلا باس بہ - رواہ مسلم - شیخ المحدثین حافظ امام ابن حجر عسقلانی رح مولف کتاب مذکور نے بعد ذکر اس حدیث کے لکھا ہے : و فیہ بیان لما اجمل فی المتفق علیہ من اطلاق النہی عن کراء الارض - و شارح کتاب مذکورہ صاحب سبل السلام اور علامہ امام شوکانی بھی حدیث مذکورہ کی شرح میں لکھتے ہیں : و قد جمع بین احادیث النہی عن المزارعۃ و بین الاحادیث الدالۃ علی جوازہا ' بوجوہ' احسنہا ان النہی کان فی اول الامر ثم ابیح و دل علی ہذ الجمع حدیث جابر و حدیث رافع ابن خدیج فی الباب عند مسلم ' و یؤیدہ مما وقع من المزارعۃ فی عہدہ صلعم و فی عہد الخلفاء - و من البعید غفلتہم عن النہی کانوا یدفعون الارض الی من یزرعہا ببذر من عندہ علی ان یکون لمالک الارض ما ینبت علی مسائل المیاہ و رؤس الجداول فنہوا عن ذالک مما فیہ من الغرر فربما ہلک ذا دون ذالک - انتہی

حضور علیہ السلام کا بعد فتح خیبر یہود خیبر کو اراضی حصہ مقررہ نصف یا ربع پر دینا بھی اسی کا موید ہے - صورت مذکورہ مروجہ پنجاب تو بالکل ایسی ہے جیسے مکان کرایہ پر دیے جاتے ہیں' پھر جب مکانوں کا کرایہ پر دینا جائز و مباح ہے تو معلوم نہیں کہ مولوی صاحب نے کس دلیل سے زمین کے کرایہ پر دینیکو بیع غرر میں شمار کرلیا ہے - ملاحظہ ہو موطا امام محمد رح صفحہ ۳۵۶ قال محمد و بہذا ناخذ لا بأس بکرائہا بالذہب و الورق و بالحنطۃ کیلاً معلوماً و ضرباً معلوماً ما لم یشترط ذالک مما یخرج منہا فان اشترط مما یخرج منہا کیلاً معلوماً فلا خیر فیہ و ہو قول ابی حنیفۃ و العامۃ من فقہائنا - و قد سئل عن کرائہا سعید ابن جبیر بالحنطۃ کیلاً معلوماً فرخص فی ذالک فقال ہل ذالک الا مثل البیت یکری ؛ مولانا مخدومنا محمد عبد الحی صاحب مرحوم محدث لکھنوی اسکی شرح تعلیق الممجد میں لکھتے ہیں : ای لیس ذالک الا مثل کراء البیت بالذہب و الفضۃ و الحنطۃ المعلومۃ و غیر ذالک فلما جاز ذالک' جاز ہذا -

مولوی صاحب ممدوح کی غرض اگر صورت ثانیہ مروجہ پنجاب ہے تو جناب کو تفصیل کے ساتھہ مدلل لکھنا چاہیے' اور اگر غرض صورت اول ہے یا کچھہ اور' تو بھی پبلک کو شبہ اور فتنۂ و فساد سے بچانا چاہیے - خاکسار نے جو کچھہ لکھا ہے نیک نیتی اور اعلان حق کے لیے لکھا ہے - اگر مولوی صاحب خلاف مدلل مبرہن لکھیں جس سے بندہ کی تسکین ہوجاوے تو بندہ فوراً رجوع کیلیے تیار ہے -

البــلاغ :

یہ عاجز آپکی راے سے بالکل متفق ہے اور آپکا بیان صحیح و مدلل ہے - جہاں تک میں غور کرتا ہوں آپکی بیان کردہ صورت اجارہ ہی کی معلوم ہوتی ہے اور اجارہ کو بیع غرر مروجۂ جاہلیۃ و حال سے کوئی تعلق نہیں - غالباً مولانا سید سلیمان صاحب کا بھی یہی مقصد ہوگا - امید ہے کہ وہ خود اسپر لکھینگے - اصولاً بیع غرر او اسکے اطلاقات کے چند پہلو ضرور قابل غور ہیں اور مسئلہ کو حد و حیل سے بالکل الگ کرلینا چاہیے کہ شریعت میں حیلہ نہیں ہے اگر آیندہ فرصت ملی تو کچھہ عرض کرونگا - سر دست جناب کی تحریر کی اشاعت کافی ہے - اور میں اس سے متفق ہوں -

شیعه کالج کا نام نہیں دینا اور کالج فنڈ میں غیر شیعه کي امداد قبول کرلینا ' یه دو ایسي باتیں هیں جنکے ماننے میں غالباً کسي کو عذر نه هوگا - ان افراد او ر اس جماعت کي مخالفت سے قطع نظر جو سوا شیعوں کے دنیا کے کسي فرد بشر کو جنت کیلیے مستحق هي نه سمجھتے هوں ' ایسے تعصب کي مخالفت تو کوئي روک نہیں سکتا - رها یه که عام شیعوں کا کیا خیال ہے ؟ تو مذهب امامیه بد قسمتي سے ایسے لوگوں کي امانت نہیں ہے جو کسیطرح اهل نہیں اور اپنے بیجا تعصب سے مذهب کو بدنام کرتے هیں ' ورنه خود اسلام (یا اسکا کوئی طریق اختیار کیا جاے) تعصب سے کوسوں دور ہے -

خدا کرے آپ کي ترمیموں کي تائید میں هندوستان کے هر گوشه سے صدائیں بلند هوں !

(سید وصي احمد بلگرامي)

البـــلاغ :

الحمد لله که سورۂ و التین اور حقیقت شہادۃ تین و زیتون کے متعلق آپنے جو سوال کیا تھا ' اسکا جواب آپکے لیے موجب تسکین و اذعان هوا - اپني محبت اور حسن ظن کي وجه سے آپنے جو کچھه لکھا ہے ' الله تعالی هم سب کو اسکا اهل ثابت کرے -

مجوزہ شیعه کالج کے متعلق فقیر نے جو کچھه لکھا ہے ' وہ محض ایک مخلصانه التماس ہے جو اگر سني گئي تو کلمۂ اسلام و ملت کي سب سے بڑي خدمت هوگي ' اور اگر اعراض کیا گیا تو و ما علینا الا البلاغ - الله علیم و خبیر ہے اور وہ بہتر جانتا ہے که جو کچھه لکھا گیا وہ فریقانه تعصب و تحاسد کا نتیجه ہے یا ایک ایسے دل کي صدا ہے جو اس طرح کے تمام جذبات سافله و رذیله سے الحمد لله که بالکل پاک هوچکا ہے - آپکو یاد هوگا که جب آپ نے شیعه کالج کے متعلق خط لکھا اور پھر خود آکر ملے اور سخت اصرار کیا که اس تحریک کي اصلاح کیلیے میں قلم اٹھاوں تو میں نے کیا جواب دیا تھا ؟ آپ بسبب اپنے کمال جوش اتحاد و عشق وحدۃ اسلامي کے مصر تھے که دوسرا کالج قائم هي نه هونا چاهیے - لیکن میں نے اس سے مخالفت کي تھي اور کہا تھا که صرف طرز عمل اور طریق کار کا سوال ہے ' اور اگر ان حالات سے الگ رهکر اس تحریک کو شروع کیا [illegible] کي خود غرضانه مصلحتوں کا نتیجه هیں ' تو [illegible] تحریک [illegible] وجه اختلاف نه هوني چاهیے -

خط کے اخر میں آپ لکھتے هیں که [illegible] نہیں آپ فرقۂ امامیه کي امانت [illegible] اهل نہیں - لیکن میں تو کوئي وجه نہیں [illegible] ایسي [illegible] مایوس راے آپ قائم کریں - میں دیکھتا هوں که الحمد لله جماعۃ شیعه میں (اور جماعۃ صرف ایک هي ہے جسکا نام اسلام ہے) هر جگه اور هر حصه میں ایسے ارباب نظر و راے موجود هیں جنسے بڑي بڑي امیدیں هم سب کي وابستہ هیں ' اور انشاء الله تعالی مایوسي کي جگه هر طرح فتح باب امید ہے - جماعۃ امامیه کا سب سے بڑا مرکز و مبدء علوم و مذهب سرزمین عراق اور علی الخصوص عتبات عالیات (زاد الله شرفهم) هیں ' اور آپ کو معلوم ہے که حضرات مجتہدین کرام عراق و حجج اسلامیۂ عتبات عالیات نے سالہا سال سے کس طرح وحدۃ امۃ و اتحاد کلمه کیلیے قولاً و فعلاً اسوۂ حسنه پیش کیا ہے ' اور علی الخصوص حضرۃ شہید خامس آیۃ الله خراساني رحمۃ الله علیه کے اعمال مقدسه همارے سامنے هیں ' اور انکے نقش قدم پر چلنے والے انسے بڑھکر اپنے اقدام حق کا ثبوت دے رہے هیں - پھر هندوستان میں بھي جہانتک فقیر کي معلومات ہے ' ایسے ارباب نظر و فکر موجود هیں جنکي توجہات گرامي سے کسي طرح بھي هم نا امید نہیں هوسکتے - علی الخصوص جناب مولانا السید ناصر حسین صاحب قبله جنکي ذات گرامي سے فقیر کو همیشه بہترین توقعات رهي هیں اور مجوزہ شیعه کالج کے متعلق بھي امید واثق ہے که وہ آخري صحبت کي دو گذارشوں پر ضرور توجه فرمائینگے ' اور انشاء الله مسئلۂ وحدۃ کلمه و حفظ بیضۂ ملت و اتحاد احزاب و فرق اسلامیه کي دعوۃ حقه پر هم سب سے زیادہ انکي نظر صائب کام فرما هوگي - نیز چونکه جناب ممدوح کي خدمت میں فقیر کو شخصاً نیاز حاصل ہے ' اور وہ فقیر کے مسلک و اصول سے بخوبي واقف هیں ' اسلیے کسي طرح یه امید نہیں کیجا سکتي که اس بارے میں بعض نادان و نافہم طبائع کي پیدا کردہ غلط فہمیاں انکے لیے موجب عدم التفات هوسکیں - و افوض امري الی الله ان الله بصیر بالعباد -

---

ایک اهم علمی مسئلہ !

تجربه کي قوت ' اور یه که تجربه سے تمام مشکلیں دور هو جاتي هیں !

یه مسئله حل هوگیا که صناعۃ کے مسئله میں ملک اور سرزمین کو دخل نہیں !

رنگون سوپ ورکس اس اکتشاف کا ذریعه ہے

یورپ اور ممالک متمدنه کي صناعیں اور عملي ایجادات کا سلسله جس وقت سے شروع هوا ہے ' اسي وقت سے یه مسئله بھي تمام مشرقي ممالک اور علی الخصوص اهل هند کے سامنے ہے که کیوں یورپ کي سي صنعتیں اور مصنوعه چیزیں هماري سرزمین میں نہیں بن سکتي هیں ؟

اس سوال کا همیشه ایک هي جواب رها ہے اور جس وقت سے سوال ہے اس وقت سے وہ جواب بھي موجود ہے - صنعت و حرفت کي کنجي تجربه ' کوشش ' سرمایه ' اور سرمایه کے صحیح استعمال میں پوشیدہ ہے - اگر هندوستان بھي انھي اصولوں سے کام لے اور تجربه کي راہ میں اولوالعزمانه قدم رکھے تو وہ سب کچھه کر سکتا ہے جو یورپ ' امریکه ' اور جاپان میں هو رها ہے !

اس جواب کي صداقت کا عملي ثبوت " رنگون سوپ ورکس " یعني صابون سازي کا کارخانه واقع رنگون ہے - اس کارخانے نے کافي سرمایه لگا کر اور جدید علمي و صناعي اصولوں سے کام لیکر صابون بنانے کا کام جاري کیا اور جاپان کے ماهرین کیمستري سے مدد لي - اسکا نتیجه همارے سامنے ہے - بہترین ' خوشبودار ' خوش رنگ ' مفید رنگ و جلد ' اور بالکل بے ضرر صابون مثل ولایتي صابونوں کے بننے لگے ' اور تھوڑے هي عرصے میں اسکا غلغله دور دور تک پہنچ گیا -

اگر آپ کے دل میں ملکي صنعت و حرفت کا درد ہے ' تو کیا یه ضروري نہیں که آپ اس کارخانے کے صابونوں کو ولایتي صابونوں پر ترجیح دیں ' جب که چیز ویسي هي اور قیمت میں ارزاني ہے ؟

اس کارخانے کا صدر دفتر " مکان نمبر ١٦ - گلي نمبر ٢٨ - رنگون " ہے اور اسکي ایک شاخ کلکته کیننگ اسٹریٹ - میته بلڈنگ ' نمبر ٣٤ " میں موجود ہے - کم سے کم ایک بار تجربه تو کیجیے اور دیکھیے که خود اپکے ملک میں بھي کیا کچھه هو رها ہے مگر آپکي بے التفاتیاں اور یورپ کي پرستش ہے جس نے ملکي صنعت و حرفت کا دروازہ بند کردیا ہے !

میں آے - چند مرتبہ مختلف غلاموں کو گرفتار عذاب دیکھا اور خرید کر آزاد کردیا - یہانتک کہ حضرت بلال کیطرح جو غلام خریدے گئے اور پھر آزاد کیے گئے' اونکا شمار سات تک ھے - (استیعاب ج - ۱ - ص - ۳۴۲)

[۲]

جب حضرت ابو بکر مشرف باسلام ھوے ھیں تو اونکے پاس چالیس ھزار درھم تھے - عرب جاھلیۃ میں اسقدر روپیہ کا ھونا ایک غیر معمولی دولت مندی تھی لیکن حضرۃ ابو بکر نے یہ تمام روپیہ راہ اسلام میں بے دریغ لٹا دیا حتی کہ خود آنحضرۃ نے فرمایا: ما نفعني مال ما نفعني مال ابي بكر - یعني ابو بکر کے مال کے برابر کسیکے مال نےمجھکو نفع نہیں دیا (استیعاب ج - ۱ - ص - ۳۴۲)

ایک مرتبہ جناب رسالتمآب صلعم نے صحابہ سے سوال کیا کہ آج جنازہ کی نماز کس نے پڑھی؟ تمام خاموش رھے مگر حضرۃ ابو بکر نے عرض کیا : یا رسول اللہ میں نے - اسی طرح آپنے چند سوال کیے اور سبکے جواب میں سامعین نے سکوت کیا' لیکن حضرت ابو بکر نے ھر ایک کے جواب میں ھاں کہا - یہانتک کہ آپنے دریافت فرمایا : مسکین کو آج کھانا کس نے کھلایا ھے ؟ حضرت ابو بکر نے عرض کیا کہ میں نے - اسکے بعد ارشاد نبوی ھوا : وجبت لہ الجنـــۃ (مسلم جزء ۲ - ص - ۲۷۴)

[۳]

حضرت عمر فرماتے ھیں کہ ایک مرتبہ آنحضرۃ نے ھم تمام صحابہ کو صدقہ کرنیکا حکم دیا - میرے پاس کافی مقدار میں مال موجود تھا - میں نہایت خوش ھوا کہ آج قطعاً جناب صدیق سے بازی لے جاؤنگا - آخرکار نصف مال میں نے گھر چھوڑا اور نصف لاکر خدمت نبوی میں پیش کردیا - لیکن حضرت ابوبکر کل مال لے آئے - آنحضرۃ نے مجھسے سوال کیا کہ تم اپنے اھل و عیال کیلیے کسقدر مال رکھہ آے ھو ؟ میں نے کہا کہ نصف - یہی سوال جناب ابوبکر سے کیا گیا - اونہوں نے جواب میں عرض کیا کہ کچھہ نہیں' خدا اور اوسکے رسول کا نام میرے اھل و عیال کا سرمایہ اور میرے گھر کی دولت ھے - حضرت عمر فرماتے ھیں کہ اسکے بعد مجھے یقین ھوگیا کہ اب میں کبھی حضرۃ ابوبکر سے آگے قدم نہیں رکھہ سکتا (ترمذی - ج - ۳ -)

[۴]

تم صدر اسلام کی مصیبتوں کو دیکھو' اسوقت عالم اسلامی کی بینوائی کو دیکھو' یکسر غربت و افلاس کو دیکھو' ہر وقت بلاؤں اور مصیبتوں کا حصار و ھجوم دیکھو' پھر سونچو کہ کیا صحابہ کرام کو یہ خیال نہ تھا کہ آج گھر لٹا کر کل کیا کھائینگے ؟ کیا اونکو یہ خبر نہ تھی کہ اس عالم افلاس میں بظاھر دولت کے آنیکی کہیں سے بھی توقع نہیں' پھر گذران اوقات کیونکر ھوگی ؟ بھوکے بچے کیا کھائینگے ؟ بھوک پیاس سے اونکا تڑپنا کسطرح دیکھا جائیگا ؟ یہ تمام خیالات اونکے سامنے بھی تھے - اور آج کی طرح وہ بھی عاقبت بیں تھے - تاھم انکے قلب میں ایمان تھا' سینہ میں جوش تفویض تھا' سر میں عشق اطاعت رسول کا سودا تھا' رگوں میں جاں نثارانہ خون تھا' اور ایثار و جانفروشی کا طوفان اندر سے اوبل رھا تھا جسکے زور سے یہ تمام بندھن کٹ جاتے ھیں - اور جب یہ کیفیت طاری ھوجاتی ھے تو پھر لوٹنے میں نہیں بلکہ لٹانے میں مزہ آتا ھے - بننے میں نہیں بلکہ بگڑنے میں خوشی ھوتی ھے - اقامت میں نہیں بلکہ غربت میں عیش و سرور معلوم ھوتا ھے - بہشت نما قصروں میں نہیں بلکہ ھیبت ناک جنگلوں میں [illegible] ھے - اگر تمہاری مادی آنکھیں اس عالم وجد و سرور کو [illegible] نہیں کرسکتیں تو صفحۂ قرطاس پر ان واقعات کو تو دیکھہ سکتی ھیں ! فهل من مدكر؟

(مراسلات)

معجـــوزۂ شیعـــہ کالـــج

البلاغ نمبر ۱۳ اور ۱۴ وصول ھوا - شیعہ کالج پرخاتمہ سخن اور سورۂ والتین کا تتمہ باب تفسیر نظر سے گذرا - مگر قبل اسکے کہ ان کے متعلق کچھہ راے زنی کیجاے' کیا حقیر کو یہ کہنے کی اجازت ھے کہ عالیجناب میرزا محمود طرزی بے ایڈیٹر سراج الاخبار کابل نے حضور کے بارہ میں جو کچھہ فرمایا ھے' وہ گویا میرے منھہ سے بات چھین لی ھے ؟ آپ سے برتر صاحب زبان و قلم' آپ سے عالی مرتبہ مصلح ملت' اور آپ سے بڑھکر مومن مخلص اس وقت کون ھے ؟ آپ کے دل کی کیفیت میں جو کچھہ بھی کیف ھے' وہ الھلال مرحوم و البـــلاغ کی آنکھوں سے ٹپکتا ھے - اسپر حضور یہ ستم کرتے ھیں کہ میرزا موصوف کے جواب میں نظیری کا شعر پیش کرتے ھیں - یہ محض انکسار ھے - جناب میرزا محمود نہ معلوم آپ کو کیا جواب دیں' مگر انکی طرف سے اور نیز ھندوستان کے گوشہ گوشہ سے یہ صدا اٹھہ رھی ھے : (نظامی)

دبیر نکتہ سنجی' ساحری' نے نے غلط گفتم
فسوں سازی فسوں خوانی فسون سامری دانی !

غالب نے اپنے دیوان کے بارے میں دعوی کیا ھے کہ :

غالبِ اگر فنِ سخن دیں بودے
آں دین را ایزدی کتاب ایں بودے

آج وہ دعوی اگر آپ کریں تو کس کو کلام ھوسکتا ھے ؟ مگر شاعرانہ تعلی کی جگہ آپ کے انکسار طبع نے البـــلاغ کا مرتبہ بلند کردیا ھے !

کیا عرض کروں کہ سورۂ تین کی تفسیر پڑھکر آنکھیں کسقدر روشن ھوگئیں - بیشک حضور ہی کا قلم ھے جس نے اس میدان میں یوں گل افشانی کی کہ میدان میدان نہ رھا بلکہ چمن حقائق و معارف ھوگیا - تین اور زیتون کی شہادت دینے کی وجہ جو بیان کیگئی تھی وہ دل کو لگتی نہ تھی - تفسیر کے معنی یہ ھیں کہ آنکھوں کے سامنے جتنے پردے پڑے ھوں سب اٹھہ جائیں یہی حالت حضور کی تحریر پڑھکر ھوئی - ھندوستان کے مدعیان علم کہاں سے آپ کا ایسا دماغ لائیں جو فلسفۂ قدیم موجودہ فلسفۂ یورپ کا احاطہ کرکے فلسفۂ اسلام سے اسکا موازنہ کرے اور دکھادیں کہ سب باطل اور ظن ھیں - فقط اسلام ھی حق عین فطرت ھے - سبحان اللہ ! حضور یقین مانیں کہ میں ایک عزیز کو پرسوں وہ تفسیر سنانے لگا تو محویت کا یہ عالم تھا گیارہ بجے شب سے پڑھتے پڑھتے صبح کے تین بج گئے ! قادر الکلامی اور معجز بیانی کسی میں ایسی تو ھو ؟ تین اور زیتون سے اشارہ جناب حضرۃ عیسی علیہ السلام کی ذات مقدس کیطرف تو آیت قرآنی کے معنی بالکل واضح ھوگئے - اور مزید رد و جواب کی مطلق گنجایش نہیں -

اس تفسیر کو دیکھکر تفسیر القرآن کیلیے بیچینی اور بڑھ گئی خدا آپ کی ذات کو ھم میں تا صد و سی سال باقی رکھے ! گمراھان راہ کیلیے ھمیشہ شمع ھدایت ثابت ھوں -

شیعہ کالج کی بابت یہ عرض کرنا ھے کہ حضور کی راے عین صائب ھے - میں خود امامیہ طریق رکھتا ھوں مگر ھاں و تفریق کو حقیقت امامیت نہیں سمجھتا جیسا کہ اھل و غیرہ سمجھتے ھیں - حضور کی راے سے مجھے اتفاق کلی ھے - " استیٹسمین " وغیرہ میں میں ایک مضمون بھیجنے جسمیں آپ کی تحریر کا حوالہ رھیگا اور دو ترمیمیں جو پیش ھیں انکی تائید ھوگی -

دي ويريس نے جو درخت لگائے تھے ' انمیں ایک درخت یہ بھی تھا - سنہ ١٨٨٦ع سے سنہ ١٩٠٠ع تک وہ برابر اس درخت کو لگاتا رہا - پہلے ھی سال یعنی سنہ ٨٧ع میں جو درخت نکلے ' وہ اصل سے مختلف الشکل تھے - دوسرے سال سنہ ٨٨ع میں جو درخت پیدا ہوے ' وہ نہ صرف اصل سے مختلف ھی تھے بلکہ خود انمیں باہم اختلاف بھی تھا -

سنہ ١٩٠٠ع میں دي ویریس کے پاس اس درخت کے ٨٠٠ پودے تھے جنکي ترتیب و تسمیم کے بعد مستقل ٧ - اصناف پیدا ہوتے تھے - یہ یاد رکھنا چاھیے کہ یہ ٨ سو پودے ایک ھزار پودوں میں سے منتخب کیے گئے تھے - اس حساب سے تحول فجائي کا اوسط ٤ - ١١ فی صدی ہوا -

ڈاکٹر وھالت چیرت کہتے ھیں :

" میں نے سنہ ١٨٩٨ع میں ولایتي بیگن کي الکم نامي قسم کے ٢٤ درخت لگائے - پھول آنے سے پہلے میں نے ان کو اکھاڑ کے اپنے چھوٹے پائیں باغ میں لگادیا - وھاں درخت لگ گئے اور خوب پھلے پھولے - انمیں جو پھل لگے وہ ویسے ھی تھے جیسے کہ انکي اصل میں لگتے تھے - تنا تقریباً دو میٹر کا لمبا مگر اتنا نازک اور پتلا کہ دوھرا ھو ھو کے زمین پر آگیا تھا ' پتوں کا رنگ ھرا ' سطح پر جھریاں کم ' پھل کا قد میانہ وضع ' شکل دوري مسطح اور عرض میں کسیقدر مستطیل ' پر مغز ' خوش ذائقہ ' پکنے کے بعد رنگ سبزي سے قرمزي ھوجاتا تھا - قرمزي کے ساتھہ کسیقدر زردي بھی ھوتي تھي - تمام پھل ایک ساتھہ پکتے تھے - ان پھلوں میں جو پھل سب سے اچھے تھے ' ان میں سے چند پھلوں کے بیج لیکے ایک کیسے میں رکھہ لیے - دوسرے سال جب فصل آئي تو میں نے پھر یہ بیج بوے - مجھے انتظار تھا کہ ابکے بھی الکم کے بیگن پیدا ھونگے - کیونکہ میں نے نہایت عمدہ پھلوں کے بیج پوري احتیاط کے ساتھہ محفوظ رکھے تھے اور کوشش کي تھي کہ ان میں دوسري قسم کا ایک بیج بھي ملنے نہ پائے - پھر جس جگہ یہ بیج بوے گئے تھے ' وھاں اور کوئي درخت بھي نہ تھا - با ایں ھمہ جب انکي کلي پھوٹي تو اصل سے بالکل مختلف تھي ' بڑھي تو تنا سیدھا مگر بلندي ایک اور ثلث میٹر سے زیادہ نہ تھي - شاخ کم اور سخت ' لچک ندارد ' پتے سبز تھے مگر عریض و گنجان اور سطح پر شکنیں ' پھل کي شکل اصلي پھل سے ھمشکل تھي مگر ذائقہ اور رنگ مختلف ' سرخي اور لذت دونو زیادہ ' مگر زردي مفقود - میں سمجھا کہ نہ تو یہ بیگن کي کوئي قسم ہے اور نہ الکم کا درخت ' میري غفلت سے غالباً بیج ضائع ھوگئے اور یہ کوئي دوسري ھي چیز ہے جو الکم کي جگہ برسي گئي -

پھر سنہ ١٩٠٠ع میں میں نے فلاں سیڈ اسٹور (مخزن تخم) سے الکم کے بیج خریدے - یہ بیج ان درختوں کے تھے جو پنسلفانیا میں بوے گئے تھے جہاں سے میں نے پہلے الکم کے درخت لیے تھے - یہ بیج بڑھے ' درخت بھي لگے - مگر ان درختوں سے بالکل مختلف جن کے حالات پہلے بیان کیے جا چکے ھیں - یہ یاد رکھنا چاھیے کہ ان درختوں کے گرد و پیش ولایتي بیگن کي کسي اور قسم کا ایک درخت بھي نہ تھا -

جیسا کہ میں نے پہلي دفعہ کیا تھا اس بار بھي نہایت احتیاط کے ساتھہ بہترین پھلوں کے بیج رکھہ لیے اور دوسرے سال بوے - حیرت و صد تعجب ! کہ ابکي بھي سنہ ١٨٩٩ع کي طرح شاخیں ' پتے ' پھول ' سب کچھہ اصل سے مختلف اور سنہ ٩٩ع کے درختوں اور پھلوں سے مشابہ نکلے ! اس مرتبہ اسکي وجہ میں اپني غفلت کو نہیں قرار دیسکتا تھا کیونکہ بیجوں سے لیکے پھل کے آنے تک تمام کام میں نے خود کیے ' اور اسي توجہ و اعتناء کے ساتھہ جیسا کہ میں تمام تجارب علمیہ میں کرتا ھوں - یہ اختلاف ھر پودے میں تھا ' اور ایک درخت بھي اپني اصل کي طرح نہ تھا -

مجھے یقین ھوگیا کہ اب یہ دوسري قسم پیدا ھوگئی ہے - میں نے اس کا نام واشنگٹن رکھا ہے - یہ قسم رنگ و ذائقہ اور برگ و بار دونوں میں اپني اصل سے مختلف ہے "

غرض پروفیسر دي ویریس اور ڈاکٹر وھالت کے تجارب سے معلوم ھوتا ہے کہ اس آھستہ خرام تدریج کے بغیر بھی جو ڈارون مانتا ہے ' بالکل ممکن ہے کہ ایک اصل کي بعض فرعیں یکایک اپني اصل سے مختلف ھوجائیں اور ایک مستقل نوع قرار دیجا سکیں -

(عالم حیوانات)

ان تجارب کا اثر صرف نباتات پر ہے ' اسلیے ان سے صرف نباتات میں تحول فجائي کا ثبوت ملتا ہے - اب دوسرا سوال یہ ہے کہ آیا حیوان میں بھی تحول فجائي ھوسکتا ہے ؟

یہ صحیح ہے کہ نباتات کی طرح حیوانات میں بھي تحول فجائي کے وقوع کي کوئي شہادت قطعی و عملی موجود نہیں ' لیکن سوال یہ ہے کہ :

(١) کیا تحول فجائي ممکن ہے ؟

(٢) کیا تحول فجائي محض احتمال ہے ' یا اس حد سے گذر کر واقعہ کي صورت میں بھي کہیں آچکا ہے ؟

(٣) حیوانات میں اسکے وقوع کے لیے کوئي امر مانع ہے ؟

(٤) طبقات الارض کے درس و مطالعہ سے کیا معلوم ھوتا ہے ؟

نباتات میں تحول فجائي کے متعلق ھم جسقدر لکھہ چکے ھیں ' اس سے اندازہ ھوگیا ھوگا کہ اول الذکر دو سوالوں کا جواب اثبات میں ہے - البتہ وقوع کي شہادتیں ابھي اس کثرت تک نہیں پہنچي ھیں کہ یہ نظریہ اپنے آخري دور اذعان تک پہنچ جاتے -

تحول فجائي کے ماننے میں پس و پیش اس بناء پر نہ تھا کہ اسکا مظہر کون ہے ؟ بلکہ اس بناء پر تھا کہ آیا وہ فی نفسہ ممکن الوقوع بھي ہے یا نہیں ؟ اور اگر ہے تو اسکے وقوع کا کیا ثبوت ہے ؟ اسلیے جب نباتات میں اسکے وقوع کا ثبوت مل چکا ہے تو اب حیوان میں اسکے امکان کا سوال نہیں رھا بلکہ ثبوت وقوع کا سوال سامنے آگیا ہے -

فرانس کے ایک مشہور حکیم طبیعي موسیو داسترے نے حال میں اس موضوع پر نہایت تفصیل سے بحث کي ہے جس کا خلاصہ رسالہ سائنٹفک امریکن میں شائع ھوا ہے - اس بحث کے ذکر سے پہلے زمین کے مختلف طبقات کو سمجھہ لینا چاھیے - چونکہ طبقات ارض کا ذکر عرضاً آگیا ہے ھم صرف اصل نظریہ کے ذکر پر اکتفا کرینگے -

(طبقات ارضیہ)

یہ مشتعل و ملتہب اجرام جنکو فلکیات میں " شموس " یعنے سورج کہتے ھیں ' تمام سیارات کے وجود کا سرچشمہ ھیں - قانون اشتعال کي بناء پر یہ اجرام بڑے بڑے دھکتے ہوے ٹکڑے اچھالتے رھتے ھیں - یہ ٹکڑے تھوڑي دور جاکے پھر واپس آ جاتے ھیں اور انھي میں گر پڑتے ھیں ' یہ اجرام پھر انکو اچھالتے ھیں اور وہ پہلي مرتبہ کیطرح پھر واپس آجاتے ھیں - یہ سلسلہ برابر جاري رھتا ہے -

یہ اجرام اپنے محور پر گردش کرتے رھتے ھیں - اسي حالت میں اتفاق سے کبھي کوئي ایسا واقعہ پیدا ھوجاتا ہے جسکي وجہ سے کوئي ٹکڑہ ان اجسام میں سے نکلجاتا ہے اور پھر انمیں واپس نہیں آتا - اسي وقت اس ٹکڑے کے گرد ایک مخصوص دائرہ بنجاتا ھوجاتا ہے ' اور وہ ٹکڑہ مستقل ھوکر اس دائرہ میں بلا انقطاع گردش کرنے لگتا ہے -

تمام سیارات کي طرح زمین بھي آفتاب کے جسم کا ایک ٹکڑا ہے - اسکے انفصال و انقطاع کي صورت یھي ھوئی تھي جو [illegible]

التحول الفجائي

یعنی

(MUTATION)

(۲)

(اعصار تغیرات)

ان دونوں دعوؤں کو صحیح تسلیم کرنے کے بعد بھی ایک سوال رہجاتا ہے - یعنی یہ تمام تنوع و تعدد کتنے عرصے میں ہوا ؟

ڈارون نے مدت کی تعیین نہیں کی تھی اسلیے تقدیر و تخمین کے سامنے ایک غیر محدود میدان پڑا تھا - مگر تھوڑے ہی دور کے بعد عمر زمین کی آخری سرحد ملجاتی تھی

علماء طبقات الارض زمین کی جو عمر تجویز کرتے تھے وہ ان کثیر التفرع اور سست رفتار تدریجی تغیرات کے لیے ناکافی معلوم ہوتی تھی - اسلیے قدرتی طور پر دو صورتیں پیدا ہوگئی تھیں :

(۱) زمین کی عمر کا تخمینہ غلط ہے -

یہ صورت قرین قیاس اور دلائل و براہین سے بے نیاز تھی - اسلیے عموماً یہی اختیار کی گئی اور علماء ارض نے اپنے تخمینہ کے حدود وسیع کرکے سو ملین سال تک مدت عمر ارض وسیع کردی -

(۲) یہ مانا جاے کہ جسطرح مخصوص حالات کے بعد ایک فرد سے دوسری مختلف فرد پیدا ہوجاتی ہے' اسیطرح مخصوص حالات کے بعد ایک نوع سے دوسری مختلف نوع پیدا ہوگئی ہے -

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جسطرح نوع مجموعہ افراد کا نام ہے' اسیطرح فرد مجموعہ حویصلات کا نام ہے - حویصلہ کی تعریف تم پڑھ چکے ہو - یعنی وہ ابتدائی کرۂ حیات جس سے بتدریج جنین بنتا اور پھر حیوان کی شکل اختیار کرتا ہے - ان حویصلات میں سے ہر ایک حویصلے سے ایک اور حویصلہ پیدا ہوتا ہے - پہلا حویصلہ مرجاتا ہے' دوسرا حویصلہ اسکی جگہ لے لیتا ہے - اپنے پیشرو کی طرح اس حویصلے سے بھی ایک اور حویصلہ پیدا ہوتا ہے - یہ بھی مرجاتا ہے اور اسکی جگہ نو پید حویصلہ لیلیتا ہے - غرض اسیطرح حویصلات کی موت و پیدایش کا سلسلہ جاری رہتا ہے (۱) پس فرد و نوع دونوں مستقل بالذات کوئی شے نہیں ہیں' بلکہ اول الذکر حویصلات اور ثانی الذکر افراد کے مجموعہ کا نام ہے -

پس جسطرح یہ ممکن ہے کہ ایک مجموعۂ حویصلات (فرد) سے دوسرا مجموعہ حویصلات اسطرح پیدا ہوجاے کہ دونوں میں نمایاں اختلاف ہو' اسیطرح یہ بھی ممکن ہے کہ ایک مجموعہ افراد (نوع) سے دوسرا مجموعہ افراد (نوع) اسطرح پیدا ہوجاے کہ دونوں میں امتیاز واضح ہو - اور نیز جسطرح مجموعہ حویصلات میں اختلاف کے لیے یہ ضروری نہیں کہ بتدریج و بدفعات پیدا ہو' اسیطرح مجموع افراد میں بھی اختلاف کے لیے اس قید کی کچھ ضرورت نظر نہیں آتی -

(التحول الفجائی)

اسی مقام سے نظریہ "تحول فجائی" پیدا ہوتا ہے' اور اس مضمون میں ہمارا اصلی مقصود یہی جدید نظریہ ہے -

تحول "حول" سے ہے - حول کے معنی "تغیر الشی و انفصالہ عن غیرہ" کے ہیں یعنی کسی چیز میں ایسے تغیر کا ہونا کہ وہ کسی دوسری چیز سے بالکل الگ ہوجاے - مذہب ڈارون کی بنیاد اس اعتقاد پر ہے کہ مختلف موثرات و گرد و پیش کی بنا پر بتدریج تغیرات پیدا ہوتے ہیں اور پھر وہ یہاں تک بڑھ جاتے کہ بالکل ایک مختلف نوع پیدا ہوجاتی ہے - پس ایسے تغیر کیلیے صحیح ترین لفظ عربی میں "تحول" ہے -

لیکن کیا حسب مذہب ڈارون ہمیشہ یہ تحول بتدریج ہوتا ہے یا کبھی ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ بغیر کسی بڑی علم الارضی یا طبیعاتی مدت کے یکایک ہوجاے ؟ تحول فجائی اسی دوسرے پہلو کا نام ہے - "فجائی" یعنی یکایک' اچانک -

یہ صورت ایک زمانے تک محض اجمال کی حد تک رہی' سب سے پہلے ہالینڈ کے ایک عالم نباتات پروفیسر ڈی ویریس نے اس اجمال کو علمی مسئلہ کی صورت میں بہ تفصیل پیش کیا -

دنیا کے تمام اکتشافات و اختراعات قریباً اتفاق و بخت کی رہنمائی سے ہوے ہیں - پروفیسر ڈی ویریس نے امسٹردم کے باغ میں ایک دفعہ سو قسم کے بیج بوے' اور نہایت احتیاط کے ساتھ انکی نگرانی شروع کی - جس پودے میں اصلی درخت سے ذرا بھی اختلاف نظر آتا تھا' اسکے گرد ایک اوٹ کھڑی کردیتا تھا تاکہ ایک پودہ دوسرے پودے سے ملنے نہ پاے' اور یہ شبہہ نہ ہو کہ یہ اختلاف متعدد پودوں کے باہم ملنے کا نتیجہ ہے -

یہ سلسلہ عرصہ تک جاری رہا' یہاں تک کہ پروفیسر موصوف نے دیکھا کہ بعض درخت اپنے ہم نوع درختوں سے اسقدر علحدہ ہوگئے کہ انکو مستقل نوع یا کم از کم مستقل صنف کہنا بیجا نہ تھا -

ایک درخت ہے جسکے پتوں کی قطع گدھے کے کان سے ملتی ہوئی نظر آتی ہے - یہ درخت امریکن نژاد ہے - سنہ ۱۶۱۳ع میں امریکہ سے ہالینڈ لایا گیا - یہاں کی آب و ہوا سازگار ہوئی اور جنگلوں اور باغوں' دونوں مقامات میں پیدا ہونے لگا - سنہ ۱۸۷۵ میں دیکھا گیا کہ شہر ہلورہم کے اطراف میں یہ درخت بکثرت پیدا ہوا' بڑھا' اور نئے گونہ گون اقسام پیدا ہوگئے' گویا اسوقت یہ خطہ علم طبقات الارض کے دور اول میں ہے' اور نئے نئے اصناف پیدا کر رہے ہیں !

(۱) حویصلات کا نظریہ دلچسپ اور علمی حیثیت سے نہایت اہم ہے - مگر اجمال ناکافی ہے اور تفصیل کا موقع نہیں - مواد پیش نظر ہے - بشرط فرصت انشاء اللہ تعالی اس نظریہ پر بھی مفصل بحث کی جائیگی - اس مضمون میں مسائل نظریہ کی تشریح اور دلائل کے علاوہ اس پر بھی بحث کی جائیگی کہ حکماء اسلامیہ کے مشہور و معروف مسئلہ تجدد امثال اور اس نظریہ کچھہ فرق ہے یا نہیں ؟ اگر ہے تو کسقدر ہے ؟

مدارس اسلامیہ

جامع ازهر

(۲.)

(طریق درس)

جامع ازهر میں اعلی اور ادنی درجہ کی حیثیت سے تقسیم نہیں ہے ' اور نہ ایک درجہ کے لیے الگ الگ کمرے ہیں ' وہی جامع مسجد کا صحن بھی ہے اور وہی درسگاہ بھی ہے - صحن مسجد میں پتھر کا فرش ہے - اسی پر طلبہ بیٹھتے ہیں ' اور ہر مدرس کے لیے ایک ستون مخصوص ہے - عموماً مدرسین بھی اُسی ستون سے ٹیک لگاکر فرش پر بیٹھ جاتے ہیں اور کبھی کبھی اُن کی نشست کرسی پر بھی ہوتی ہے - جب کوئی مدرس درس دینا چاہتا ہے تو ستون سے تکیہ لگاکر قبلہ رخ بیٹھ جاتا ہے - طلبہ گرد حلقہ باندھکر چار زانو ہوجاتے ہیں ' ہر طالب علم کے ہاتھ میں کتاب ہوتی ہے - شیخ کے سامنے بھی کتاب ہوتی ہے - جب استاد درس شروع کرنا چاہتا ہے تو پہلے بسم اللہ اور حمد و نعت پڑھکر رسول اللہ صلعم پر درود و سلام بھیجتا ہے - اس سے فارغ ہوکر اکثر تو خود اور کبھی کبھی طلبہ سے کتاب کی عبارت پڑھواتا ہے اور پھر اُسکی تفسیر کرتا ہے - کتاب کا مطلب بیان کرنے میں ایک لفظ کتاب سے باہر نہیں بناتا - یہاں تک کہ مثل بحث کرنے وقت بھی اسکا خیال رکھتا ہے کہ مثال کتاب سے باہر نہو - اسی وجہ سے ازہر میں سو برس پہلے جو درس دیا جاتا تھا ' وہی بعینہ لفظ بلفظ آج بھی دیا جاتا ہے - طلبا استاذ کی تقریر کو قلمبند نہیں کرتے - ہاں اثناے تقریر میں اگر وہ کچھہ نہ سمجھے ہوں یا اُس مسئلہ پر کوئی اعتراض پیدا ہوتا ہو تو استاذ سے پوچھہ سکتے ہیں اور استاذ خوشی سے اُنکی غلط فہمی دور کردیتا ہے ' اثناے درس میں اگر طالب علم قانون اخلاق کی خلاف ورزی کرے تو اساتذہ چشم نمائی کرسکتے ہیں ' اور عموماً اشارہ و کنایہ میں اُسکی غلطی پر تنبیہ کیجاتی ہے -

استاذ آخر میں سورۂ فاتحہ پڑھکر درس ختم کردیتا ہے اور رخصت ہوتے وقت ہر طالب علم اُٹھہ اُٹھہ کر اُستاذ کے ہاتھہ کو بوسہ دیتا ہے اور اُن سے دعاے خیر کی درخواست کرتا ہے -

پہلے اساتذہ مسائل کی مشق نہیں کراتے تھے مگر فرمان خدیوی مصدرہ ۲۰ محرم سنہ ۱۳۱۴ کی رو سے اب مشق مسائل بھی ضروریات درس میں سے شمار کی جانے لگی ہے -

ازہر میں تعین اوقات کے لیے کوئی پروگرام نہیں ہوتا مگر روز مرہ کا معمولی پروگرام یہ ہے :

طلوع آفتاب سے پہلے	تفسیر و حدیث -
طلوع کے بعد سے	فقہ -
نماز ظہر کے بعد	نحو و صرف ' معانی و بیان و بدیع ' اصول فقہ
نماز عصر کے بعد	حساب ' تاریخ ' جغرافیہ ' اور علوم جدیدہ -
بعد نماز مغرب	منطق ' آداب البحث ' ہیئۃ ' فلسفہ -

یہ درس کی مجلسیں عموماً کم سے کم ایک گھنٹہ تک اور زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے تک قائم رہتی ہیں - معمولاً یہاں کے طلبا چار سبق پڑھتے ہیں - دو صبح اور دو شام - انقلاب موسم کی وجہ سے دن کے بڑھنے گھٹنے کا اسباق کی زیادتی و کمی پر بھی اثر ہوتا ہے

ازہر کے دور جدید میں اسکا بھی انتظام کیا گیا ہے کہ مقصود بالذات علوم میں ' علوم آلیہ سے زیادہ وقت صرف کیا جاے -

(مدت تعلیم)

جامع ازہر کی حیات وسطی میں مدت خواندگی کی کوئی تحدید نہ تھی ' اسلیے تحصیل علم کی علت غائی صرف شکم پروری خیال کی جاتی تھی ' اور ازہر بجائے جامع (یونیورسٹی) ہونے کے فقیروں کا تکیہ بن گیا تھا - طلبا بچپن میں داخل ہوتے تھے اور مرکر نکلتے تھے - طلبا امتحان میں یا تو داخل ہی نہ ہوتے ' یا قصداً فیل ہوجاتے کہ نہ فارغ ہونگے اور نہ مدرسہ سے نکلنا پڑیگا - ازہر کی انتظامی مجلس نے اس مسئلہ پر کافی غور کرنے کے بعد یہ قانون جاری کردیا کہ جو طالب علم چند بار امتحان میں شرکت نہ کرے یا امتحان میں ناکامیاب ہو ' وہ ازہر سے خارج کردیا جاے - اسکے علاوہ اُنہوں نے مدت خواندگی کی بھی تعداد کی ' درجۂ عالم حاصل کرنے کیلیے کم سے کم بارہ برس اور زیادہ سے زیادہ ۱۵ - برس تک ازہر اُسکی اعانت کرسکتا ہے -

(امتحانات)

علوم قدیمہ کے لیے وہاں کوئی سالانہ امتحان نہیں ہے جس سے طلبہ کی تعلیمی استعداد اور مدرسین کی محنت و جانفشانی کا اندازہ ہوسکے ' یا جو ترقی درجات کا معیار بن سکے - طالب علم جب اپنے آپ میں خود ہی اوپر درجوں کی لیاقت محسوس کرتا ہے تو وہ ان درجوں کو چھوڑ کر آگے بڑھتا ہے ' اور یوں ہی بڑھتا ہوا اپنے خیال میں علم کی دشوار گذار راہ طے کر ڈالتا ہے -

علوم جدیدہ کا سالانہ امتحان لیا جاتا ہے - آخری تعلیمی منزل پر پہنچ کر ازہر کی یونیورسٹی اپنے طلبا کو تین قسم کے سارٹیفکٹ (شہادت) تقسیم کرتی ہے ' گو یہ امتحانات اور اسناد سنہ ۱۲۸۸ - سے جاری ہیں مگر شیخ الجامع کے عدم حسن انتظام کی وجہ سے انکا نظم کچھہ اچھا نہیں رہا - سنہ ۱۳۰۵ - میں کچھہ اصلاح کی گئی مگر وہ پہلے سے بھی زیادہ ناکافی رہی - اسلیے سنہ ۱۳۱۴ - میں پھر امتحان کے قواعد پر نظر ثانی کی گئی ' اور ان پر آج تک عمل درآمد ہوتا ہے -

یہ غیر سرکاری سند مدارس اسلامیۂ ہند کی طرح اُس شخص کو دی جاتی ہے جس نے شیوخ ازہر سے معتبر کتابیں پڑھی ہوں اور حسن قابلیت و وسعت معلومات کا اچھا نمونہ پیش کیا ہو - اس سند میں اس بات کی شہادت دی جاتی ہے کہ اس نے ازہر میں تعلیم پائی ہے ' علوم و فنون میں ماہر ہے ' درس و تدریس اور افتا کا اسکو حق حاصل ہے مشایخ ازہر اسمیں اتصال اسناد بھی لکھتے ہیں یعنی اس نے بخاری مجھسے پڑھی اور میں نے فلاں سے پڑھی ' اُس نے فلاں سے ' اور یوں ہی یہ سلسلہ امام بخاری تک ملادیا جاتا ہے - سند کا یہ قدیم طریقہ ہے - اسکے موجد محدثین ہیں - ہندوستان میں بھی یہ طریقہ رائج ہے - اس سند میں استاذ کچھہ نصیحتیں بھی لکھہ دیتے ہیں ' جس میں تقوی اور خوف خدا کی ہدایت کرتے ہیں - نیز لکھتے ہیں کہ جو تمہیں معلوم نہو ' اُسکی نسبت فتوی نہ دو ' محکمہ سرکاری میں یہ سند کچھہ کام نہیں دے سکتی -

(شہادۃ العالمیۃ)

یہ سند اُس طالب علم کو دی جاتی ہے جس نے مسلسل کم سے کم ۱۲ - برس تک ازہر میں تعلیم پائی ہے - اور اُن تمام علوم کو حاصل کیا ہو جو ازہر میں پڑھائے جاتے ہیں - اس امتحان کا طریقہ یہ ہے کہ کم سے کم آٹھہ دن پہلے شیخ الجامع

كي هے - ابتداء انقطاع ميں يه شعلهٔ مجسم تها - فضاء محض ميں گردش کا اقتضاء يه تها که اسکي حرارت نکلے' خروج حرارت کا لازمي نتيجه يه تها که جسم ميں برودت پيدا هو' برودت اپنے ساتهه انجماد لاتي هے - چنانچه جب اسکي حرارت نکلي تو اسميں انجماد شروع هوا ' اور اس سيال کرے کے بالائي حصه پر ايک سطح منجمد قشري تيار هوگئي - (انجماد قشري يعني ايسا انجماد جسپر چهلکے کي طرح بالائي غلاف هو) يه قشر باريک تها اور ان مواد سے تيار هوا تها جو پگهلے هوے بہتے پهرتے تهے - يهي قشر يا سطح منجمد زمين کا طبقهٔ اولى کہلاتي هے -

طبقه اولى کے نيچے ايک آتشکده تها ' جو برابر جل رها تها - بخارات پيدا هوے اور اس طبقه کے مسامات کي راه سے نکلکر بلند هوگئے - اوپر جاکے ابر بنے اور ابروں سے دريا پيدا هوے ' ان درياوں ميں ارضيت کے قابل جو اجزاء تهے' وه نيچے بيٹهگئے ' اور ايک دوسرا طبقه تيار هوگيا - اس طبقه ميں حيوانات کے بقايا و آثار اور مختلف اقسام کے پتهر بهي پاے جاتے هيں - يه طبقه ثانيه کہلاتا هے -

اسکے بعد ايک اور طبقه هے - يه طبقه مختلف قسم کے پتهروں سے مرکب هے - اسکو طبقه ثالثه کہتے هيں - اسکے بعد وه طبقه هے جسکو طبقه رابعه کہتے هيں' اور جسکے متعلق موسيو داسترے نے اپنے مضمون ميں دعوى کيا هے که حيوانات ميں تحول فجائي علم الارض کے دور اولين ميں هوا تها -

موسيو داسترے نے اس دعوى پر ان بقايا و آثار سے استدلال کيا هے جو طبقه اولى کے گڑهوں کے درس و نظر (اسٹڈي) کے وقت نظر آتے هيں -

ان خندقوں کے ديکهنے سے معلوم هوتا هے که گويا تمام انواع حيوان اسوقت بہت تهوڑے عرصه کے اندر پيدا هوگئے تهے - کيونکه طبقه اسدرجه باريک هے که انکي ساخت کے ليے طويل زمانے کی ضرورت نہيں -

تاريخ طبيعي (نيچرل هسٹري) ميں ايک اصطلاح زحافات يعني (Reptiles) بهي هے - زحافات سے مراد وه حيوانات ميں جنکے جسم کا ترلم هتني اور ٹهنڈے خون سے هوتا هے -

زحافات علم الارض کے دور ثاني ميں پيدا هوے هيں - انکے بقايا کے ديکهنے سے معلوم هوتا هے که انکے اندر غير معمولي تنوع و اختلاف تها - بعض بلي سے بهي چهوٹے تهے - بعض هاتهي سے بهي بڑے - بعض گوشت کهاتے تهے - بعض نباتات - بعض پاني ميں رهتے تهے - بعض خشکي ميں - بعض دو پيروں پر چلتے تهے - بعض چار پر - يه تنوع اور اختلاف اگر اسي تدريج کے ساتهه هوا هے جو ڈارون مانتا هے' تو اسکے ليے ايک غير معمولي طويل مدت چاهيے - مگر جيسا که اس طبقه کے درس سے معلوم هوتا هے ' وه کسي غير معمولي و طويل مدت کي جگه بہت هي کم مدت ميں تيار هوا هے -

موسيو داسترے ان تمام نظريات کو پيش کرکے استدلال کرتے هيں که : •

" اس طبقه ارضي کے حالات سے تحول فجائي کا استدلال کيا جاسکتا هے اور معلوم هوتا هے که طبيعة کا اصول تسلسل صرف قانون تدريج هي کا پابند نہيں - جب نباتات کے علاوه حيوانات ميں بهي اسکا سراغ چلتا هے تو پهر اس نظريه کي تضعيف کي کوئي وجه هم نہيں پاتے ' اور هم کو اس وقت کا انتظار کرنا چاهيے' جب تحول فجائي بالکل قطعي حد تک پہنچ جائيگا "

(استـــدراک)

تحول فجائي کے مسئله کو اس قدر تشريح و تفصيل سے هم نے کيوں لکها هے ؟ اور کيا مقاصد اسکي تحرير سے پيش نظر هيں ؟ انکو هم آينده بسلسلهٔ " بقاء حق و فناء باطل " لکهينگے جسکا سلسله جاري هے - يہاں صرف چند اشارات کر ديتے هيں :

(۱) قانون نشوء و ارتقاء اور مذهب ڈارون کي بنياد قانون تدرج تخليق و نشوء پر هے - يعني کوئي چيز دنيا ميں يکايک نہيں پيدا هو جاتي - بتدريج مختلف دوروں سے گذر کے ايک انتهائي نقطه تک پہنچتي هے' اور يهي تحول تدريجي ايک نوع کو دوسري نوع ميں بدل ديتا هے - يه قانون بالکل صحيح هے اور همارا روزانه مشاهده بهي اسکي تصديق کرتا هے ' ليکن جو عموم و اطلاق اسميں پيدا هوگيا هے' اس کا نتيجه يه هے که مذهب کي بعض تعليمات کے متعلق مدعيان علم کو شبهات پيدا هونے لگے هيں -

(۲) کہا جاتا هے که بغير تدريجي تخليق و نشوء کے کوئي تخليق و تبديلي نہيں هو سکتي - تمام انقلابات ماديه کا يهي حال هے - پس اگر مذهب کسي موقعه پر اچانک اور ناگهاني تغيرات و تخليقات کي خبر ديتا هے تو وه قابل تسليم نہيں -

(۳) هم سرے سے اس اصول هي کو تسليم نہيں کرتے که حق و باطل اور علم و جهل کا معيار انساني ظن و تخمين اور اسکے قياسي نظريات هيں - ظن اور شک کا مقابله کبهي اس کتاب الهي سے نہيں هو سکتا جسکا دعوا يه هے که ميرے پاس ظن نہيں بلکه يقين هے ' اور جو سب سے پہلي معرفي اپني ان لفظوں ميں کراتي هے که :

لاريب فيه (آغاز بقره) — اس کتاب ميں شک و شبهه کو دخل نہيں

تاهم جن لوگوں کے ايمان و يقين کا سررشته انساني ظن و تخمين کے هاتهه ميں هے ' وه اگر چاهيں تو بغير اپنے اصول سے انحراف کرنے کے اعلانات قرانيه کو بهي تسليم کرسکتے هيں - يهي نظريهٔ تحول فجائي هے جو يکسر ڈارون کے قانون نشو و تدريج کے خلاف وقوع کي شهادت ديتا هے' اور يہاں تک پہنچ چکا هے که نباتات و حيوانات ميں بغير تدريج کے تهوڑے هي عرصے کے اندر تحولات و انقلابات هوجا سکتے هيں - پهر جب غير تدريجي تحول کا اعتراف شروع هوگيا تو قانون تحول تدريجي کا عموم کہاں رها ؟ اور کب نظريهٔ ڈارون اس حد تک پہنچ گيا که اسکي بنا پر ايک ايسي کتاب کو جهٹلايا جاے جو دعوا کرتي هے که ميں ظن و تخمين و نظريات نہيں هوں - برهان و يقين اور بصائر و " لاريب فيه " هوں ؟ اور جسکا لانے والا اعلان کرتا هے که :

هذه سبيلي ادعو الى الله على بصيرة انا و من اتبعني (آخر يوسف) — يه هے ميري راه - ميں الله کيطرف اس يقين و علم کي بنا پر بلاتا هوں جو مجهے حاصل هے -

اس نظريهٔ تحول فجائي سے (جو گو ابهی اپني ابتدائي منزل ميں هے مگر نہيں معلوم آگے چلکر کيا کيا مزيد معلومات اس بارے ميں حاصل هونے والي هيں) بے شمار نتائج و بصائر سامنے آتے هيں - ازانجمله قرآن حکيم کي اس آيت کي تفسير کرو

اوليـــس الذي خلق السماوات والارض بقادر على ان يخلق مثلهم ؟ بلى وهو الخلاق العليم انما امره اذا اراد شيئـاً ان يقـول له " کن " فيكـون (اخر ياسين) — کيا وه خداے حکيم جس نے آسمان اور زمين کو پيدا کيا ' اسپر قادر نہيں که انکے مانند پيدا کردے ؟ بلا شبه قادر هے اور وه سب سے بڑا قوة خالقيت و مکونية رکهنے والا اور صاحب علم . اسکي قدرت و خالقيت کا تو يه حال هے که جب وه کسي چيز کو پيدا کرنے کا اراده کرتا هے تو اسکے ليے حکم ديتا هے که " هوجا " اور بس وه هوجاتي هے -

فسبحان الذي بيده ملکوت کل شيء و اليه ترجعون !

۱ ـ مآثر الکرام - و سرو آزاد

مصنفۂ

حسان الہند مولانا میر غلام علی آزاد بلگرامی پر

مولانا حکیم شمس اللہ قادری صاحب - ایم - اے - ایس - ایف

آر - ایچ - ایس - عالم آثار قدیمہ کا

ریویو

علم تاریخ کی دو قسمیں ہیں - ایک وہ سلسلہ واقعات ہے کہ جس میں مختلف قوموں اور سلطنتوں کے عروج و زوال سے بحث کی جاتی ہے' اور جس کو عرف عام میں تاریخ یا ہسٹری کے نام سے تعبیر کرتے ہیں - دوسری قسم وہ ہے کہ جس میں کسی ملک و قوم کے افراد کا تذکرہ کیا جاتا ہے' اس کو اسماء الرجال یا بیوگریفی کہتے ہیں -

اسماء الرجال جس کو دوسرے الفاظ میں تذکرہ نویسی بھی کہتے ہیں کم و بیش قدیم الایام سے چلا آتا ہے - عبرانی' یونانی' رومی لٹریچر میں اس قبیل کی بہت سی کتابیں موجود ہیں - لیکن اُن میں زیادہ تر ملکی بہادروں کے نامی کارنامے یا اولیا و شہدا کے کشف و کرامات منضبط ہیں - قرون وسطی میں مسلمانوں نے اِس فن کو اِس قدر ترقی دی کہ جس کی نظیر دنیا میں نہیں مل سکتی - ان لوگوں نے تراجم' طبقات' وفیات و اعیان وغیرہ کے عنوانوں میں ہزاروں کتابیں لکھہ ڈالیں' اور ان میں علماء و فضلا' شعرا' حکما' امرا وغیرہ وغیرہ غرض ہر طبقہ کے ابھرے ہوئے آدمیوں کا تذکرہ قلم بند کردیا - اس موقعہ پر یہ ظاہر کردینا بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ یہ تمام کارنامے ان مسلمانوں کے تھے جو بلاد ایران' روم و شام و مصر میں رہتے تھے - برخلاف اس کے ہندوستان کے مسلمانوں نے اس کے ساتھہ بہت بے اعتنائی سے کام لیا -

مسلمانان ہند کی تاریخ پانچویں صدی ہجری سے شروع ہوتی ہے - اس زمانے سے لیکر مغل ایمپائر کے انحطاط تک ہندوستان کی مردم خیز خاک سے بڑے بڑے علما' فضلا اور نامی گرامی اہل کمال پیدا ہوے ہیں - مگر افسوس ہے کہ ان کے حالات مصنفین کی بے التفاتی سے اس طرح ناپید ہوگیے کہ اس وقت باوجود تلاش و تجسس کے بھی نہیں مل سکتے -

مولانا آزاد بلگرامی بارھویں صدی میں ایک نامی گرامی مصنف گزرے ہیں - انہوں نے اسماء الرجال میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں' اور موقعہ پر فخر کے ساتھہ اس امر کا اظہار کیا ہے کہ وہ ہندوستان میں اسماء الرجال کے سب سے پہلے مصنف ہیں - چنانچہ اُن کی اصل عبارت یہ ہے :

" و پیش از من احدی آستین سعی بایں درجہ نہ شکستہ و کمر خدمت بزرگان سلف و خلف بایں جد و جہد نہ بستہ " -

مولانا آزاد سے پہلے اگرچہ ملا عبد القادر بدایونی اور شیخ ابو الفضل - بختاور خان عالمگیری وغیرہ مورخین نے اپنی تاریخوں میں اپنے معاصرین کا تذکرہ بھی قلم بند کیا ہے - لیکن یہ تحریرات اس موضوع پر مستقل تصنیف کی حیثیت نہیں رکھتی ہیں - مولانا آزاد اسماء الرجال کو ایک مستقل فن قرار دیکر اس کے مختلف شعبوں پر متعدد کتابیں تصنیف کیں مثلاً :

تراجم علما میں سبحۃ المرجان' مآثر الکرام - تراجم شعرا میں ید بیضا - خزانۂ عامرہ - تراجم صوفیہ میں روضۃ الاولیا' شجرۂ طیبہ وغیرہ وغیرہ - اس اعتبار سے اگر ہم یہ کہیں تو کچھہ بیجا امر نہ ہوگا کہ مولانا آزاد بلگرامی ہندوستان میں اسماء الرجال کے سب سے پہلے مصنف ہیں -

مآثر الکرام اسماء الرجال کی ایک قابل قدر اور بیش قیمت کتاب ہے - علامہ مصنف نے اس کے دو حصے قرار دیے ہیں - پہلے حصہ میں ان ڈیڑھ سو (۱۵۰) مشاہیر علما و صوفیہ کا تذکرہ قلم بند کیا ہے' جو مقدم سلام سے لیکر بارھویں صدی ہجری کے خاتمہ تک سرزمین ہندوستان کے مختلف شہروں میں گزرے ہیں - دوسرا حصہ جس کا نام سرو آزاد ہے شعرا کے متعلق ہے - اس میں فارسی اور ہندی کے (۱۵۱) شعرا کا تذکرہ ہے - اور ہر ایک شخص کی نسبت وہ تمام باتیں درج کی ہیں جو اس کی سوانح عمری کے لیے ضروری اور کار آمد ہیں - مثلاً خاندان' قوم' وطن' تعلیم و تربیت' تلمذ - اخلاق و عادات' تصنیف و تالیف وغیرہ اور ان کے ضمن میں بہت سے تاریخی واقعات و علمی نکات کا تذکرہ بھی آگیا ہے -

مصنف نے حصہ اول کو دو فصلوں پر مرتب کیا ہے - پہلی فصل میں اولیاے کرام کے حالات ہیں - دوسری فصل میں علما و فضلا کا تذکرہ ہے - ہر فصل کی ابتدا میں ایک تمہید ہے - پہلی تمہید میں ہندوستان میں مسلمانوں کے آنے اور اسلام کے اشاعت پانے کا ذکر ہے - اسی طرح دوسری تمہید میں اہل اسلام میں علوم و فنون کے پھیلنے اور خلفاے بغداد و اندلس کے مشاغل علمی کا بیان ہے -

حصہ دوم یعنی سرو آزاد کی ابتدا میں ایک مقدمہ ہے جس میں فارسی شاعری کی تاریخ بیان کی ہے - شعرا کے تراجم درج کیے ہیں اور اس کے ضمن میں موقع بموقع شعر و سخن کے قیمتی نکات کا بھی تذکرہ کردیا ہے -

ان دونوں حصوں میں ایک خاص بات یہ ہے کہ اکثر مشاہیر دکن کے حالات بھی آگئے ہیں' اور نواب نظام الملک آصفجاہ اور انکے خاندان کا تذکرہ اس شرح و بسط کے ساتھہ لکھا ہے کہ اُن کے ہم زمانہ تصنیفات سے کسی میں بھی نہیں مل سکتا -

بارھویں صدی کے نصف آخر میں جو حوادثات پیش آے ہیں مصنف نے انکا ذکر نہایت عمدگی سے بیان کیا ہے' اور بعض باتیں تو ایسی لکھی ہیں کہ جو کسی دوسری تاریخ میں مشکل سے مل سکتی ہیں' اور جو حضرات تاریخ دکن سے مذاق رکھتے ہیں اُن کیلیے یہ حصہ (سرو آزاد) ایک لاجواب تحفہ ہے -

فن تراجم میں یوں تو ہندوستان میں بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں - لیکن ان میں صرف دو کتابیں ایسی ہیں جو ہر زمانہ میں عزت و رفعت کی نگاہوں سے دیکھی جا سکتی ہیں - ان میں ایک مآثر الامرا ہے جس میں ہندوستان کے بڑے بڑے وزرا' امرا اور عہدہ داروں کا تذکرہ منضبط ہے - دوسری کتاب مآثر الکرام اور اس کا حصہ دوم سرو آزاد ہے' جس میں علما' فقرا اور شعرا کے حالات لکھے ہیں' اور ہر ایک کا حال اس تفصیل سے درج ہے کہ کسی دوسری کتاب میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی -

مآثر الامرا کو بنگال ایشیاٹک سوسائیٹی کی علم دوست جماعت نے مدت ہوئی کہ تین ضخیم جلدوں میں چھاپ کر شایع کردیا ہے - لیکن مآثر الکرام کے دونوں حصے ابھی تک گوشۂ گمنامی میں پڑے ہوے تھے -

خدا بھلا کرے مولوی عبد اللہ صاحب کا کہ باوجود بے بضاعتی ہونیکے اس کتاب کو نہایت اعلی اہتمام سے چھپوا کر ہندوستان کی علمی تاریخ میں ایک قابل قدر اضافہ کیا ہے' اور تمام اہل ملک کو ان کے احسان کا مشکور ہونا چاہیے - اور جو حضرات تاریخی مذاق رکھتے ہیں ان کے لیے یہ دونوں چراغ ہدایت کا کام دینگے - پہلے حصہ کے (۳۳۴) اور دوسرے حصے کے (۴۲۲) صفحات ہیں - ان کی قیمت حسب ذیل رکھی گئی ہے :

مآثر الکرام	قیمت	۲ روپیہ	علاوہ محصول ڈاک
سرو آزاد	قیمت	۳ روپیہ	علاوہ محصول ڈاک

---

۲ ـ أعظم الکلام فی ارتقاء الاسلام

(یعنی اردو ترجمہ)

" پرپوزڈ پولیٹکل اینڈ سوشیل ریفارمز انڈر مسلم رول "

مُصنفہ

نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی مرحوم

پر مولوی محمد اختر صاحب کا ریویو

اس کتاب میں علامہ مصنف نے بزبان انگریزی سنہ ۱۸۸۳ ع میں ایک یوروپین عالم ریورنڈ مالکم میکال کے اس اعتراض کی تردید میں کہ " مذہب اسلام مانع ترقی ہے " قرآن' حدیث' فقہ اور تاریخ سے نہایت عالمانہ طریق پر یہ ثابت کیا ہے کہ اسلامی روحانی' اخلاقی اور دماغی ترقی کا حامی' تغیر زمانہ کے ساتھہ تبدیلی تمدن وسیاست کا ساتھہ دینے والا' اور زندہ ضروریات کے مطابق ہر قسم کے قوانین کی بنیاد ڈالنے کی صلاحیت رکھنے والا مذہب ہے - اس کی فطرت جمود و خمود کے منافی ہے - اسی ضمن میں اسلام کے مدعی دوسرے یوروپین مصنفین مثلاً سر ولیم میور' بوسورتھ اسمتھ' ہاداکس

(پرنسپل) اُن مضامین کی تعیین کرکے طالب علم کو اطلاع دیتا ہے جن میں امتحان لینا مد نظر ہوتا ہے - امتحان کے دن شیخ الجامع کي زیر صدارت مجلس امتحان منعقد ہوتي ہے جسکے ممبر علما و اساتذہ ہوتے ہیں - ہر ممبر کو امتحان دینے والے طالب علم سے مضمون کے متعلق ہر قسم کے سوالات کرنیکا اختیار ہوتا ہے - اسوقت طالب علم اپنے کو ایک مدرس اور ممتحنین کو شاگرد کي حیثیت سے خیال کرکے اُن سوالات کا جواب دیتا ہے ' اور یوں حسب حیثیت اول ' دوم ' سوم ' درجہ میں کامیابي کي سند دي جاتي ہے - اس سند پر خدیو معظم کے بھي دستخط ہوتے ہیں ' اور بعض ممتاز کامیاب طالب علموں کو اسکے ساتھہ خلعت بھي دیا جاتا ہے - اس سند کے حاصل کرنے والے طلبہ جامع ازہر اور مصر کے دیگر مدرسوں میں ہر قسم کي تدریس کے علاوہ مصري محکمہ قضاء شرعي اور افتاء کي خدمات سے بھي مستفید ہوسکتے ہیں -

(شہادۃ الاهلیۃ)

یہ امتحان کا سب سے ادنی پیمانہ ہے - اس سرٹیفکٹ کے حاصل کرنے والے طلبہ وہ ہیں ' جنہوں نے کم سے کم آٹھہ سال تک مسلسل ازہر میں تعلیم حاصل کي ہے - اس امتحان کے دینے والے طلبہ کیلیے شیخ الجامع کي ماتحتي میں تین علما مقرر کیے جاتے ہیں جو ان کا امتحان لیتے ہیں - حسب حیثیت کامیابی کے بعد شہادۃ الاهلیہ کي سند دیجاتی ہے - اسپر شیخ الجامع کا دستخط ہوتا ہے - یہ طلبہ مساجد میں امام ' خطیب ' واعظ ' معلم ' نیز چھوٹے چھوٹے مکتبوں کے مدرس ہوسکتے ہیں -

ازہر ایک اور قسم کي سند اُن طلبا کو بھي دیتا ہے جنھوں نے ازہر میں تین سال تک پڑھا ہو - اس سند کا صرف اتنا نتیجہ ہے کہ یہ طلبا فوجي خدمت سے سبکدوش کردیے جاتے ہیں ' اِن مذکورہ بالا امتحانات کي کوئي فیس نہیں لیجاتي -

(تعطیل)

جامع ازہر میں سالانہ تعطیلیں بھي ہوا کرتي ہیں اور انکے علاوہ ہفتہ کے بعد دو روز کي معمولي تعطیلیں بھي ہوتي ہیں - گرمي کے موسم میں بھي ڈیڑہ مہینہ کي تعطیل ہوتي ہے بشرطیکہ رمضان ایام گرما میں نہ آیا ہو ' ان کے علاوہ اور غیر معمولي چھٹیاں بھي ہوا کرتي ہیں - مثلا جب یہاں کوئي استاذ انتقال کرتا ہے تو عموما مدرسہ تین دن کیلیے بند ہو جاتا ہے ' طلبہ ان دنوں میں شب کو ماتم کي مجلسیں منعقد کرتے ہیں - اس جمع کي نشست وہیں پر ہوتي ہے جہاں بیٹھکر مرحوم استاذ درس دیا کرتا تھا - فاتحہ خواني کے بعد یہ مجمع منتشر ہو جاتا ہے - اسکے سوا چار ہفتوں تک نماز جمعہ کے بعد وہیں بیٹھکر قرآن مجید قرات کرتے ہیں اور اُسکا ثواب مرنے والے استاذ کیلیے تحفہ بھیجتے ہیں -

(انتظامي مجلس)

جامع ازہر نے چونکہ آغوش سلطنت میں پرورش پائي ہے اسلیے اسکي ابتدائي زندگی ہي سے اسکا انتظام سلاطین و امرا سے متعلق رہا - یعني جسکے ہاتھہ میں مصر کي عنان حکومت ہوتي تھي وہي ازہر کا شیخ الجامع یا آنریري پرنسپل بھي ہوا کرتا تھا - بادشاہ کي طرف سے مذاهب اربعہ کے مشایخ اور شیوخ الاروقہ اسکي تعلیمي حالت کي نگراني کرتے تھے ' مگر گیارھویں صدي میں [illegible] سے یہي مناسب سمجھا گیا کہ ازہر میں شیخ الجامع کا [illegible] یا عہدہ مقرر کیا جاے جسکے ہاتھہ میں ازہر کي کل انتظامي [illegible] اور یہ تمام صیغہ ازہر اور اساتذہ کا افسر کل قرار دیا جاے - اس معزز عہدے کیلیے صرف علما مخصوص ہیں - اُن میں سے بھي صرف اُسي شخص کا انتخاب ہو سکتا ہے جو علم و فضل کي حیثیت سے فخر مصر ہو -

شیخ الجامع کے لیے یہ ضرور نہیں ہے کہ وہ کسي خاص مذہب کا ہو بلکہ مذاهب اربعہ میں سے ہر ایک کا انتخاب ہو سکتا ہے - اول اول جو عالم شیخ الجامع مقرر ہوے تھے ' وہ امام ابو عبد اللہ تھے جو مالکي مذہب رکھتے تھے - سنہ ۱۰۹۰ ھجري سے سنہ ۱۱۷۱ھ تک یہ عہدہ علماے مالکیہ ہي کے ہاتھوں میں رہا - سنہ ۱۱۷۱ سے سنہ ۱۲۸۷ تک علماے شافعیہ اس خدمت کو انجام دیتے رہے ' اور سنہ ۱۲۸۷ سے علماے حنفیہ بھي اس عہدہ کے فرائض ادا کرنے لگے -

پہلے دستور تھا کہ شیخ الجامع جب تک زندہ رہتا ' اس عہدے سے سبکدوش نہ کیا جاتا ' مگر سنہ ۱۲۷۷ میں یہ قاعدہ منسوخ ہوگیا -

جامع ازہر کے شیخ الجامع کا مصر میں وہ رتبہ اور عزت ہے ' جو خلفاے عباسیہ و بنو امیہ کے عہد میں قاضی القضاۃ کیلیے تھي ' یا آج کل قسطنطنیہ اور تیونس میں شیخ الاسلام کو حاصل ہے - شیخ الجامع مصري علما کا سرگروہ تسلیم کیا جاتا ہے جسکو قوم کے شخصي معاملات میں بھي دخل دینے کا حق حاصل ہے -

مگر قاضي مصر سے اسکا درجہ کم ہے ' کیونکہ قاضي حضرۃ خلیفۃ المسلمین سلطان المعظم کي طرف سے مقرر ہوتا ہے اور شیخ الجامع کا انتخاب خود خدیو مصر کرتا ہے -

جب کسي کو شیخ الجامع ہونے کي عزت حاصل ہوتي ہے تو خدیو اپنے محل شاہي میں علما و فضلا کو بڑے ہي تزک و احتشام سے دعوت کرتا ہے اور آخر میں سلطنت مصر کي طرف سے شیخ الجامع کو خلعت فاخرہ سے ممتاز کیا جاتا ہے -

علاوہ سامان خور و نوش کے شیخ الجامع کو ۱۰۵۰۰ روپیہ سالانہ مدرسہ کي طرف سے دیا جاتا ہے - پہلے ازہر کے اختیارات و انتظامات محض شخصي تصرف میں ہوتے تھے مگر سنہ ۱۳۱۲ میں اس کے لیے ایک انتظامي مجلس قائم کي گئي جسکے ارکان کي تعداد پانچ ہوتي ہے - ان میں سے ایک شیخ الجامع ہوتا ہے ' دو ازہر کے جلیل القدر اساتذہ ' اور دو خدیوي سلطنت کے با اثر حکام - آمدني و خرچ کي حساب فہمي ' نصاب کي ترمیم ' ازہر کے لیے مفید قوانین کا بنانا ' ان کے فرائض میں سے ہے -

یہ ایک دھندھلي سي تصویر ہے اُس عربي یونیورسٹي کي جو آج غالبا دنیا کي سب سے قدیم یونیورسٹي ہے - جسکي پرانے در و دیوار سے مسلمانوں کي اگلي تہذیب اور علمي عروج کا اندازہ کیا جاسکتا ہے - اسوقت جامع ازہر کي عمر ۹۷۹ برس کي ہوچکي ہے - جامع ازہر کو چھوڑ کر مصر میں اور بھي بہت سے چھوٹے چھوٹے مدارس ہیں جنکي تعداد ۳۹۹ تک بیان کي جاتي ہے - اِن مدارس میں ۱۱۹۰۲ طلبہ اسوقت تعلیم پا رہے ہیں اور ۷۷۱ علما اپني درس و تدریس سے اُن مدرسوں کي رونق بڑھا رہے ہیں -

اور جانتے هیں کہ اس نے کس طرح اس علمي میدان میں داد تحقیق دي هے' اور اپنے مقصد میں کہانتک کامیاب هوا هے - اور جس سبجکت پر قلم اتھایا هے پھر کسي دوسرے کے لیے اُس پر خامہ کرنے کی بہت کم گنجایش باقي رهي هے - پبلک کو اس دعوی کا ثبوت کتاب هذا اور اس کي دوسري تصانیف سے بخوبي مل سکے گا - جب وہ سی مصنف کي دوسري کتاب " تحقیق الجہاد " کو پڑھیگي جو چھپ کر اُردو زبان میں تیار هوگئي هے اور ۴۱۲ صفحات پر ختم هولي هے' تو مصنف کا علمي پایہ اس صدی کے تمام مسلمان مصنفین سے اعلی و ارفع ثابت هوگا - افسوس هے کہ سوائے معدودے چند مضامین مطبوعہ " تہذیب الاخلاق " کے ابھي پبلک کے پاس کوئی اور ایسا معیار نہیں پہنچا جس سے وہ مصنف کو جانچ سکے - لہذا پبلیشر کتاب هذا (مولوی عبد الله خانصاحب کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن) نے ارادہ کیا هے کہ مصنف مرحوم کے اُن تمام قلمي مسودات کو شایع کردیا جاے جو وہ اس دنیاے فاني میں اپني ایک لازوال یادگار چھوڑ گیا هے - یہ رسائل نہایت جستہ جستہ جمع کیے گئے هیں جو تقریباً دو هزار صفحات (۲۰۰۰) تک وسیع هوں گے - ان میں سے هر ایک رسالہ ایک بیش بہا علمي خزنہ هے' اور بالکل نئے نئے سبجکٹوں پر اردو زبان میں لکھا گیا هے - یہ رسائل بعد طبع دنیا کو حیرت میں ڈال دینگے -

کتاب نہایت خوشخط عمدہ کاغذ پر دو حصوں میں چھاپي گئی هے' اور شائقین کو بقیمت ۳ روپیہ علاوہ محصول ڈاک - مولوی عبد الله خاں صاحب بک سیلر اینڈ پبلیشر حیدرآباد دکن کتب خانہ آصفیہ سے مل سکتی هے - فقط -

۳ - گلشن هند

تصنیف میرزا علي دهلوي المتخلص بہ لطف پر

حکیم سید شمس الله قادري صاحب عالم آثار قدیمہ کا ریویو

لارڈ وارن هیسٹنگز گورنر جنرل (سنہ ۱۸۷۳ ع سنہ ۱۸۸۲ ع) کے زمانہ میں نواب علي ابراهیم خاں نے گلشن ابراهیم کے نام سے فارسي زبان میں شعراے هند کا ایک تذکرہ لکھا تھا - زبان اردو کے مشہور محسن و سرپرست مسٹر جان گلکرسٹ کي فرمایش سے سنہ ۱۸۰۱ میں بعہد مارکوئس آف ویلزلي (سنہ ۱۷۹۸ ع - سنہ ۱۸۰۵ ع) میرزا علي لطف نے بہت کچھہ اضافہ کے بعد اردو میں اس کا ترجمہ کیا اور گلشن هند نام رکھا - میرزا علي لطف کے والد میرزا کاظم بیگ استر آباد کے باشندے تھے - سنہ ۱۵۴۱ع میں نادر شاہ کے همراہ دهلي آے' اور نواب ابو المنصور خاں کے توسط سے شاهي دربار میں ملازمت کرلي - فارسي کے شاعر تھے - هجري تخلص تھا - میرزا علي لطف دهلي میں پیدا هوے اور وهیں نشو و نما پائي - جواني میں عظیم آباد چلے گئے اور وهاں سے کلکتہ پہنچے - کچھہ عرصہ یہاں قیام رها اس کے بعد حیدر آباد چلے آے - اس وقت نواب سکندر جاہ (سنہ ۱۷۶۸ع - سنہ ۱۸۲۸ ع) کي حکومت تھي - نواب اعظم الامرا ارسطو جاہ ان کے وزیر اعظم تھے - ارسطو جاہ نے انھیں اپنے مصاحبین میں شامل کرلیا' اور چار سو روپیہ ماهوار مقرر کردي - سنہ ۱۸۱۲ع میں بمقام حیدر آباد میرزا علي لطف کا انتقال هوا (گلشن هند - ص - ۱۴۶ - گلشن بے خار - ص - ۱۹۷ - تاریخ گلزار آصفیہ - ص - ۴۵۰) نظم اردو کے باوا آدم ولی دکھني سے لیکر سنہ ۱۸۰۱ ع تک جس قدر مشہور شعرا گذرے هیں' قریب قریب ان تمام کا تذکرہ گلشن هند میں مندرج هے - مصنف نے هر شخص کے ضروري حالات مثلاً خاندان' قوم و وطن' تعلیم و تربیت' تلمذ' اخلاق و عادات' تصنیف و تالیف وغیرہ کا ذکر کیا هے - اسي کے ضمن میں هندوستان کے بہت سے تاریخي واقعات بھي لکھدیے هیں -

اس تذکرہ سے اردو شاعري کي نسبت کئي ایک نئي باتیں معلوم هولي هیں - مشہور محدث شاہ ولي الله صاحب دهلوي کي نسبت لکھا هے کہ " ... اردو کے بھي شاعر تھے' اشتیاق تخلص تھا - یہ بھي معلوم [illegible] عبد القادر بیدل [illegible] کے نام کي [illegible] مشہور شاعر میرزا [illegible] کرتے تھے - چنانچہ اُن کے [illegible] هو یت بھي گا [illegible] اس تذکرہ میں بعض [illegible] هے - ترجمہ [illegible] ایسے شعراء کا بھي [illegible] مشہور هے' مگر [illegible]

کلام نہیں ملتا - مثنوي سحر البیان کے مصنف میر حسن دهلوي اردو کے بلند پایہ شاعر هوے هیں اس وقت اُن کا دیوان ناپید هے - شمس العلما مولوي محمد حسین آزاد لکھتے هیں :

" کو دیوان نہیں ملتا .... آج یہ نوبت هے کہ پانچ غزلیں بھي پوري نہ ملیں' جو اس کتاب میں درج کرتا - (آب حیات) مولوی صاحب موصوف نے آب حیات میں صرف سولہ شعر درج کیے هیں - گلشن هند میں تین صفحوں پر صرف غزلیات کا انتخاب درج هے - سید محمد میر اثر کي مثنوي "خواب و خیال" نہایت مشہور هے' مگر آج تک دیکھنے میں نہیں آئی - گلشن هند میں اسکا انتخاب بھی درج هے - میرزا لطف چونکہ بڑے بڑے شعرا میر' انشا' مصحفي' منت وغیرہ کے هم عصر اور صحبت یافتہ تھے' اس لیے ان کے بہت سے ایسے واقعات بھي لکھے هیں جن کا دوسري کتابوں میں پتہ تک نہیں چلتا - میر تقی کے حالات میں ایک مقام پر لکھا هے کہ سرکار کمپني نے کلکتہ فورٹ ولیم میں اردو کتابوں کي تصنیف و تالیف کا محکمہ قائم کیا' تو کرنیل اسکاٹ رزیڈنٹ لکھنو کي وساطت سے میر صاحب کلکتہ بلواے گئے - مگر بوجہ پیرانہ سالي وهاں نہ جاسکے - یہ ایسا واقعہ هے جس کو کسي تذکرہ نویس نے نہیں لکھا -

میرزا لطف نے حالات لکھنے میں نہایت صاف بیاني سے کام لیا هے - بلا کسي رو و رعایت کے سچ سچ باتیں بھي لکھہ دي هیں - خان آرزو نے شیخ علي حزیں کے کلام پر جو نکتہ چیني کي هے اس کي نسبت لکھا هے کہ :

" دیوان شیخ کا دیکھکر بہت سے شعر سقیم ٹھہراے - چنانچہ وہ سب اعتراض جملہ کرکے ایک رسالہ لکھا اور اوس کا نام تنبیہ الغافلین رکھا - عوام کي طبیعت تو ان اعتراض سے البتہ تشویش میں پڑتي هے' نہیں تو صاف نزاع معلوم هوتي هے' جب باریک بینوں کي نگاہ اس سے جا لڑتی هے " -

الغرض گلشن هند شعراے اردو کا ایک نادر و نایاب اور قابل قدر تذکرہ هے - سنہ ۱۹۰۶ع سے پہلے دنیا میں اس کے تین نسخوں کا پتہ معلوم تھا - ایک نسخہ انڈیا آفس لائبریري واقع لندن کا - دوسرا نسخہ پروفیسر گارسن دي تاسي کے کتب خانہ کا - تیسرا نسخہ اودھہ کے کتب خانہ شاهی کا - (جو اس وقت انڈیا آفس لائبریري میں شریک کردیا گیا هے) سنہ ۱۹۰۵ع کے موسم برسات میں حیدر آباد کي رود موسی کو طغیاني هولي' جس کی وجہ سے هزاروں گھر غرق هوگئے' لاکھوں کا نقصان هوا - کسی آفت رسیدہ کا سب خانہ بھي بہہ گیا - اس میں یہ نادر الوجود تذکرہ بھي تھا - مولوي غلام محمد صاحب نے جو آج کل تعلقدار هیں اُسے خرید لیا - شمس العلماء مولانا شبلي نعماني کي نظر سے جب یہ تذکرہ گزرا تو اُنھیں بدرجہ غایت پسند آیا' اور اوسے انجمن ترقي اردو کي طرف سے شائع کرنے کا قصد کیا - لیکن جب انجمن نے پیچ در پیچ دار طرز عمل کي وجہ سے اس کو نہ چھاپ سکے' تو شمس العلماء نے مولوي عبد الله خان کو اس کے شایع کرنے کي رائے دي' اور خود اُس کي تصحیح کي' اور بہت سے حواشي بھي لکھے - کتاب کي ابتدا میں مولوي عبد الحق صاحب بي - اے - سکریٹري انجمن ترقي اردو نے ایک عالمانہ مقدمہ بھي لکھا هے' جس میں زبان اردو کے نشو و نما کي تاریخ اور اُس کے قدیم تصنیفات کا بیان تذکرہ هذا کے خصوصیات' نہایت وضاحت سے بتلاے هیں -

مولوي عبدالله خاں نے اس کتاب کو چھپواکر اردو علم ادب میں ایک قابل قدر اضافہ کیا هے - امید هے کہ جو لوگ اردو کي ترقي کے خواهاں هیں وہ ضرور اس کي اشاعت میں کوشش کرینگے - صفحات (۲۳۳) قیمت صرف ایک روپیہ -

(۴) تحقیق الجہاد نواب اعظم یار جنگ مولوي چراغ علي مرحوم کي کتاب " کریٹکل اکسپوزیشن آف دي پاپیولر جہاد " کا اُردو ترجمہ مترجمۂ مولوي غلام الحسنین صاحب پاني پتي' علامۂ مصنف نے اس کتاب میں یوروپین مصنفین کے اس اعتراض کو رفع کیا هے کہ " مذهب اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا هے " فاضل مصنف نے قرآن' حدیث' فقہ اور تاریخ سے عالمانہ اور محققانہ طور پر ثابت کیا هے کہ جناب رسالت مآب (صلعم) کے تمام غزوات و سرایا و بعوث محض دفاعي تھے' اور ان کا یہ مقصد هرگز نہ تھا کہ غیر مسلموں کو بزور شمشیر مسلمان کیا جاے - حجم (۴۱۲) صفحات - قیمت ۳ روپے -

هیور - سیل وغیرہ کی غلط بیانیوں کی اصلاح بھی مشرقی اور مغربی حواس سے کی گئی ہے ' اور صدہا اسلامی مسائل متعلق معاشرت و سیاست پر عالمانہ بحث کی گئی ہے -

غرض کہ یہ کتاب اسلامی تمدن و سیاست کا خلاصہ ہے ' ار اس میں وہ مسائل جمع کیے گئے ہیں ' جن پر ہزارہا اسلامی کتب کے مطالعہ کے بعد بھی بہ مشکل عبور ہو سکتا ہے - اور یہ کہنا بالکل مبالغہ سے خالی ہے کہ جو قیمتی معلومات اس مختصر کتاب میں جمع کی گئی ہیں وہ آج تک زبان اردو میں نہیں ملینگی ' جس کا ندرت فہرست مضامین کتاب ہذا سے ملیگا -

اس پر آشوب زمانہ میں جب کہ ہر طرف سے مسلمانوں کے تمدن و سیاست اور اُن کے ملکی و قومی اخلاق پر حملے کیے جا رہے ہیں ' اور دیکھایا جاتا ہے کہ اُنکا وجود کرۂ ارض کی تہذیب و شایستگی کے حق میں ایک بار اور سد راہ ہے ' اس کتاب کا مطالعہ تمام علم دوست حضرات اور خصوصاً تعلیم یافتہ مسلمانوں اور بالخصوص اُن حضرات کو بیحد مفید ہوگا ' جنہوں نے محض حب اسلامی اور حب قومی سے اپنی زندگی مذہب اسلام کی حمایت کیلیے وقف کر رکھی ہے ' اور جن کو رات دن یہ فکر دامنگیر رہتی ہے کہ مذہب اسلام کو نئی روشنی و تہذیب کا ساتھ دینے والا ثابت کیا جائے ' اور اس پر جو ناجائز حملے کیے جا رہے ہیں ' اُنکی مدافعت عالمانہ طور پر کی جائے - اس لحاظ سے یہ کتاب اسلامی مشنریوں کو نہایت اعلی درجہ کے ہتھیار کا کام دیگی - کیونکہ علامہ مصنف نے اس کتاب میں الزامی جوابوں سے کام نہیں لیا ' بلکہ ہر اعتراض کا جواب تحقیقی ' اور قرآن و حدیث اور تعامل مسلمانان صدر اول اور تاریخ و فقہ اور مقننین اسلام ' اور مسلمانوں کے زندہ زمانہ کی مثالوں سے دیا ہے - اور بالمقابل دوسرے مذاہب خصوصاً عیسائیت کے قانون اور فقہ کا ذکر کرکے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اسلام نے دنیا کی تہذیب و شایستگی کے حق میں کیا کیا ' اور مخالفین نے کیا -

غرضکہ مصنف نے زبردست دلائل سے ثابت کیا ہے کہ مذہب اسلام صرف سرزمین عرب اور خاص مسلمانوں کے حق میں ہی مفید نہیں ہے ' بلکہ وہ یہ آیۃ رحمت ہے جس پر تمام دنیا کی دینی و دنیوی فلاح منحصر ہے ' اور اس کا نیچر ایسا پر حکمت ہے کہ ملک و قوم اور زمانہ کا ساتھ دے سکتا ہے ' اور اس طرح وہ ایک زندہ مذہب ہے ' اور ریونڈ ملکم میکال کا اعتراض تاریخی شہادتوں کے بالکل خلاف ہے -

مرحوم مصنف نے اس کتاب کو دو حصوں پر تقسیم کیا ہے - پہلے حصہ میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ مسائل تمدن و سیاست پر بحث کی ہے ' جس میں جزیہ ' دار الحرب ' دار الاسلام ' حقوق ذمیاں ' شہادت غیر مسلمین ' حقوق رعایا ' ارتداد و بغاوت ' مساوات اقوام غیر ' عدم جواز جنگ و جدال از قرآن ' مذہبی آزادی ' تعمیر گرجا ' معاہدوں کی پابندی ' خلفاء اسلام کی تاریخی مسالمت ' قانون بین الاقوام وغیرہ کا تفصیلی ذکر ہے -

دوسرے حصہ میں مسائل معاشرت کو اسلامی روشنی میں دکھلایا گیا ہے ' اور مسائل طلاق و نکاح ' تعدد زوجات ' اور غلامی و تسری پر مفصل بحث کی گئی ہے -

اس کے علاوہ حصہ اول کے شروع میں مصنف نے ایک مفصل مقدمہ بھی لکھا ہے - اس مقدمہ میں اُن اہم امور پر بحث کی گئی ہے جو اسلامی فقہ کے اصل الاصول ہیں ' یعنی فقہ کے دور ' مذاہب اربعہ کا شیوع ' اختلاف زمان و مکان سے مسائل فقہی کا بدلتا رہنا ' قیاس و اجماع اور عدم اختتام اجتہاد وغیرہ -

اس کتاب میں سلطنت ترکی کی سیاسی حالت کا ذکر بھی آیا ہے - علامہ مصنف نے اس سلسلہ بیان میں اُن تمام اعتراضات کی قلعی بھی کھولدی ہے جن کا سنگ بنیاد مہذب یورپ اسپر رکھتا ہے کہ اسلام کا کانسٹی ٹیوشن اس کے تنزل کا باعث ہے ' اور اسی مناسبت سے مصنف نے اس کتاب کو سلطان عبد الحمید خان کے نام ڈیڈیکیٹ کیا تھا -

محض قومی خدمت کی غرض سے اردو زبان میں اس کا ترجمہ ہوا گیا ہے - ترجمہ کی خوبی کے بارہ میں صرف اسقدر کہدینا کافی ہے کہ اس کا مترجم موجودہ زمانہ کا وہ مسلم الثبوت انشا پرداز ہے [illegible] سے اردو زبان زیربار احسان ہے ' جسکا نام نامی مولوی [illegible] صاحب بی - اے (علیگ) ہے -

اس کتاب کا ترجمہ کچھہ آسان نہیں تھا - کیونکہ گو یہ کتاب انگریزی زبان میں تھی ' اور یہ بات ایک معمولی سی معلوم ہوتی ہے ' لیکن اس کو اردو کا جامہ پہنانے کے لیے اسلامی معلومات اور عربیۃ کی سخت ضرورت تھی - کیونکہ اس کتاب میں ہزارہا آیات قرانی ' احادیث ' مسائل فقہ ' اور سیکڑوں کتب علمیہ عربیہ کے اقتباسات دیے گئے ہیں ' جن کا ترجمہ بغیر اصل کے مقابلہ کیے ہوے نہیں ہو سکتا تھا ' اور نہ اصطلاحات عربیہ قائم رہ سکتی تھیں - لہذا اس کتاب کے ترجمہ میں مترجم نے جو جانکاہی و جانفشانی کی ہے وہ بجاے خود ایک مستقل تصنیف کا درجہ رکھتی ہے اور اس لحاظ سے یہ کتاب اُن حضرات کو چراغ ہدایت کا کام دیگی جو اعلی درجہ کی کتب علمیہ کا ترجمہ کرنا چاہتے ہوں -

اس محنت کے علاوہ فاضل مترجم نے اصل پر بہت کچھہ اضافہ بھی کیا ہے ' یعنی ایک بسیط اور جامع مقدمہ بھی تحریر کیا ہے - جو تین حصوں پر مشتمل ہے :

حصہ اول میں علامہ مصنف کے حالات زندگی قلمبند کیے ہیں ' جو بجاے خود ایک نہایت عمدہ اور مفید چیز ہے - اور اُن سے یہ سبق ملتا ہے کہ مصنف نے محض اپنی کوشش اور مطالعہ سے یہ علمی پایہ اور مراتب دنیاوی حاصل کیے ' جس کی مثال اب تک نئے تعلیم یافتہ لوگوں میں نہیں پیدا ہوئی - گویا مصنف کی سوانح عمری سیلف ہلپ کا ایک کامل نمونہ ہے -

حصہ دویم میں علامہ مصنف کی دوسری تصانیف تصدیق الجہاد و ترو پرافت ' کتاب زیر بحث اور دیگر کتب پر ریویو کیا گیا ہے -

حصہ سوم میں فاضل مترجم نے اُن آراء و خیالات کو جمع کیا ہے جو مشاہیر عہد اور علماے یورپ نے کتاب ہذا کی نسبت ظاہر کیے تھے ' مثلاً ڈاکٹر ہنٹر ' ڈبلیو - سی بلنٹ ' مصنف فیوچر آف اسلام ' ڈاکٹر اسپرنگر اور سر سید مرحوم وغیرہ -

ڈاکٹر اسپرنگر اپنے زمانہ کا مشہور عالم شرقیات گزرا ہے ' اُس کا خط خصوصیت سے قابل ذکر ہے - یہ خط نہایت دلچسپ اور عالمانہ ہے - اس میں مسلمانوں کے ترقی و تنزل کے اسباب اور اُن کے علمی کارناموں پر مفصل بحث کی گئی ہے - یہ خط کتاب کے شایع ہونے کے بعد مصنف کو لکھا گیا تھا - جس میں اُن خیالات کی بیحد تعریف کی گئی ہے ' جو اس کتاب میں ظاہر کئے گئے ہیں ' اور مجبوراً اُس کو یہ تسلیم کرنا پڑا ہے کہ واقعی مذہب اسلام کے اصول کسی قوم کی ترقی میں سد راہ نہیں ہو سکتے - بلکہ تعلیم و تربیت نے مسلمانوں کو اس قعر مذلت میں ڈال رکھا ہے لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ نصاب تعلیم میں اصلاح کی جائے تاکہ انسانی ترقی کا وہ اعلی مقصد حاصل ہو سکے جو مذہب اسلام کا منشاء ہے - چنانچہ اُس نے اس خط میں ایک کورس کا خاکہ بھی پیش کیا ہے ' جس سے مصلحان تعلیم قدیم کو اس تعلیمی انقلاب کے زمانہ میں بہت کچھہ مدد مل سکتی ہے خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ قیام محمڈن یونیورسٹی علیگڈہ کا مسئلہ بھی خواہان قوم کے پیش نظر ہے -

اگرچہ مصنف کا زمانہ کچھہ بہت دور نہیں ہے ' لیکن اُردو خواں پبلک سے اُس کا تعارف کرانا ضرور ہے ' کیونکہ مصنف اکثر و بیشتر ایسے خیالات انگریزی زبان میں ظاہر کرتے تھے -

اس مختصر ریویو میں مصنف کی علمی اور شخصیت پر مفصل روشنی نہیں ڈالی جا سکتی - کیونکہ وہ ایک ایسا جامع صفات شخص ہے جو اپنے تعارف کے لیے نہایت دقت نظر کا محتاج ہے - تاہم اس کتاب کا پوزیشن بتانے اور پبلک کی واقفیت کے لیے کچھہ نہ کچھہ لکھنا ضرور ہے -

مصنف مرحوم سر سید مرحوم کے احباب میں سب سے زیادہ عالم اور دقیق النظر اور وسیع معلومات کا شخص تھا - لیکن اُسی قدر سب سے زیادہ خاموش تھا - اور ہر وقت مطالعہ میں مصروف رہتا تھا - باوجود عالم شرقیات ہونے کے وہ ہمیشہ اپنے خیالات انگریزی زبان میں ظاہر کرتا تھا - اور اُس کا روے سخن اُن علماے اقوام غیر کی طرف رہتا تھا جن کا مقصد زندگی یہ تھا کہ مذہب اسلام کو تمام ممکن پہلوؤں سے مورد مطاعن بنایا جاے - لہذا مصنف مرحوم نے بھی اپنا اعلی مقصد زندگی یہ قرار دیا تھا کہ مذہب اسلام [illegible] حمایت میں اپنا دل و دماغ اور جان و مال وقف کردے - جو لوگ انگریزی میں مصنف کی تصانیف تک رسائی رکھتے ہیں وہ اُس کے علمی مطمح نظر اور ایثار نفس سے بخوبی واقف ہیں -

(٥) الفاروق - شمس العلما مولانا شبلي نعماني كي اتالقي تصنيف - جس ميں حضرت عمر رضي الله عنه كي مفصل سوانح عمري اور ان كے ملكي ، مالي ، فوجي انتظامات اور ذاتي فضل وكمال كا تذكره مندرج هے - قيمت ٣ روپيه -

(٦) آثار الصناديد - مرحوم سر سيد كي مشهور تصنيف جس ميں دهلي كي تاريخ اور وهاں كے آثار و عمارات كا تذكره مندرج هے - نامي پريس كا پورا مشهور اڈيشن - قيمت ٣ روپيه -

(٧) ميڈيكل جيورس پروڈنس - حضرت مولانا سيد علي بلگرامي مرحوم كي مشهور كتاب - يه كتاب وكيلوں ، بيرسٹروں اور عهده داران پوليس و عدالت كے ليے نهايت مفيد و كارآمد هے - تعداد صفحات (٣٨٠) مطبوعه مطبع مفيد عام آگره قيمت سابق ٦ روپے قيمت حال ٣ روپيه -

(٨) علم اصول قانون - مصنفهٔ سر ڈبليو ايم رٹيگن ال - ال - ڈي كا اردو ترجمه جو نظام الدين حسن خاں صاحب بي - اے - بي - ال - سابق جج هائيكورٹ حيدر آباد اور مولوي ظفر علي خاں صاحب بي - اے كي نظر ثاني كے بعد شايع هوا هے - مترجمه مسٹر مانك شاه دين شاه شش جج دولت آصفيه - آخر ميں اصطلاحات كا فرهنگ انگريزي و اردو شامل هے - كل تعداد صفحات (٨٠٨) قيمت ٨ روپيه -

(٩) تمدن هند - قيمت پچاس روپيه -

(١٠) داستان تركتازان هند - ٥ جلد فارسي زبان ميں - جس ميں مسلمانوں كے ابتدائي حملوں سے دولت مغليه كے انقراض تك تمام سلاطين هند كے مفصل حالات منضبط هيں - اعلى كاغذ پر نهايت خوشخط چهپي هے حجم (٢٢٥٦) صفحه - قيمت سابق ٢٠ روپيه قيمت حال ٦ روپيه -

(١١) الغزالي - مصنفهٔ مولانا شبلي نعماني - امام همام ابوحامد محمد بن محمد الغزالي كي سوانح عمري اور ان كے علمي كارناموں پر مفصل تذكره - حجم (٢٨٢) صفحه طبع اعلى قيمت ٢ روپيه -

(١٢) جنگل ميں منگل - انگلستان كے مشهور مصنف اڈيارڈ كپلنگ كي كتاب " دي جنگل بك " كا اردو ترجمه - مترجمه مولوي ظفر علي خاں بي - اے - جس ميں انوار سهيلي كي طرز پر حيوانات كي دلچسپ حكايات لكهي گئي هيں - حجم ٤٦٢ صفحه قيمت سابق ٤ روپيه حال دو روپيه -

(١٣) وكرم اروسي - سنسكرت كے مشهور ڈراما نويس كالي داس كے ڈراماؤں كا ترجمه - مترجمه مولوي عزيز مرزا صاحب بي - اے مرحوم - ابتدا ميں مرحوم مترجم نے ايك عالمانه مقدمه لكها هے جس ميں سنسكرت ڈراما كي تاريخ اور مصنف ڈراما كے سوانحي حالات مذكور هيں - قيمت ايك روپيه آٹهه آنه -

(١٤) انيس اللغات - عربي فارسي كے كئي هزار متداول الفاظ كي كار آمد ڈكشنري - حجم ١٢٢٦ صفحه - قيمت سابق ٦ روپيه قيمت حال ٢ روپيه -

(نوٹ) عربي فارسي الفاظ كے معنے اردو زبان ميں ركهے گئے هيں -

(١٥) قران السعدين - جس ميں تذكير و تانيث كے جامع قواعد لكهے هيں ، اور كئي هزار الفاظ كي تذكير و تانيث بتلائي گئي هے - قيمت ايك روپيه آٹهه آنه -

(١٦) دربار اكبري - مولانا آزاد دهلوي كي مشهور كتاب - جس ميں اكبر اور اس كے اهل دربار كا تذكره مذكور هے - قيمت ٣ روپيه -

(١٧) نغان ايران - مسٹر شوسٹر كي مشهور كتاب " اسٹرنگلنگ آف پرشيا " كا ترجمه - حجم (٥٠٠) صفحه مع ٢١ تصوير عكسي - قيمت ٤ روپيه -

([illegible]) صنمخانهٔ عشق - حضرت امير مينائي كا مشهور [illegible] [illegible]ت ٣ روپيه -

١٩ - حكمت بالغه

مولوي احمد مكرم صاحب عباسي چريا كوٹي نے ايك نهايت مفيد سلسله جديد تصنيفات و تاليفات كا قائم كيا - مولوي صاحب كا مقصود يه هے كه قرآن مجيد كے كلام الهى هونے كے متعلق آج تك جس قدر دلائل كيے گئے هيں ان سب كو ايك جگه مرتب و مدون كر ديا جاے ، اس سلسله كي ايك كتاب موسوم به " حكمت بالغه " تين جلدوں ميں چهپ كر تيار هو چكي هے -

پهلي جلد كے چار حصه هيں - پهلے حصه ميں قرآن مجيد كي پوري تاريخ هے جو " اتقان في علوم القران " علامه سيوطي كے ايك بڑے حصه كا خلاصه هے - دوسرے حصه ميں تواتر قرآن كي بحث هے اس ميں ثابت كيا گيا هے كه قرآن مجيد جو آنحضرت (صلعم) نازل هوا تها ، وه بغير كسي تحريف يا كمي بيشي كے ويسا هي موجود هے ، جيسا كه نزول كے وقت تها - اور يه مسئله كل فرقها‍ اسلامي كا مسلمه هے - تيسرے حصه ميں قرآن كے اسماء و صفا‍ كے نهايت مبسوط مباحث هيں - جن ميں ضمناً بهت سے علم‍ مضامين پر معركة الآرا بحثيں هيں - چوتهے حصه سے اصل كتاب شرو‍ هوتي هے - اس ميں چند مقدمات اور قرآن مجيد كي ايك بيشين گوئياں هيں جو پوري هوچكي هيں - پيشين گوئيوں كے ضـ‍ ميں علم كلام كے بهت سے مسائل حل كيے گئے هيں ، اور فلـ‍ جديده جو نئے اعتراضات قرآن مجيد اور اسلام پر كرتا هے ان‍ تفصيلي بحث كي گئي هے -

دوسري جلد ايك مقدمه اور دو بابوں پر مشتمل هے - مقـ‍ ميں ثبوت كي مكمل اور نهايت محققانه تعريف كي گئي آنحضرت صلعم كي نبوت سے بحث كرتے هوے آيهٔ خاتم ا‍ كي عالمانه تفسير كي هے - پهلے باب ميں رسول عربي صلعـ‍ ان معركة الآرا پيشين گوئيوں كو مرتب كيا هے جو كتب احا‍ كي تدوين كے بعد پوري هوئي هيں ، اور اب تك پوري جاتي هيں - دوسرے باب ميں ان پيشين گوئيوں كو لكها‍ تدوين كتب احاديث سے پهلے هوچكي هيں - اس باب سے آنحـ‍ صلعم كي صداقت پوري طور سے ثابت هوتي هے -

تيسري جلد ميں فاضل مصنف نے عقل و نقل اور علـ‍ يورپ كے مستند اقوال سے ثابت كيا هے كه آنحضرت صلعم ا‍ تهے ، اور آپ كو لكهنا پڑهنا كچهه نهيں آتا تها - قرآن مجيد كے الهي هونے كے نو عقلي دليليں لكهي هيں - يه عظيم الشان كـ‍ ايسے پر آشوب زمانه ميں جب كه هر طرف سے مذهب ا‍ نكته چيني هورهي هے ، ايك عمده هادي اور رهبر كا كام دے‍ عبارت نهايت سليس اور دل چسپ هے ، اور زبان اردو ميں كتاب سے ايك بهت قابل قدر اضافه هوا هے - تعداد صـ‍ هر سه جلد (١٠٦٤) لكهائي چهپائي و كاغذ عمده هے قيمت ٥ - ر‍

٢٠ - نعمت عظمى

امام عبد الوهاب شعراني كا نام نامي هميشه اسلامي دنيـ‍ مشهور رها هے - آپ دسويں صدي هجري كے مشهور ولي‍ " لواقح الانوار " صوفياے كرام كا ايك مشهور تذكره آپ كي تصـ‍ هے - اس تذكرے ميں اولياء فقراء اور مجاذيب كے احوال ‍ اس طرح بركات چهانٹ كے جمع كيے هيں كه ان كے مطا‍ اصلاح حال هو ، اور عادات و اخلاق درست هوں ، اور صوفياے بارے ميں انسان سوء ظن سے محفوظ رهے - يه لاجواب كتا‍ زبان ميں تهي - همارے محترم دوست مولوي سيد عبد صاحب وارثي نے جو اعلى درجه كے اديب هيں اور علم تصو‍ خاص طور سے دل چسپي ركهتے هيں - اس كتاب كا ترجمه عظمى كے نام سے كيا هے - اس كے چهپنے سے اردو زبان ميں قيمتي اضافه هوا هے - تعداد صفحات هر دو جلد (٧٢٩) ، كاغذ اعلى قيمت ٥ - روپيه -

(نوٹ ١) ايك روپيه في جلد كے حساب سے هر كتا‍ عمده جلد بن سكتي هے -

٢) كل كتابوں كا محصول ڈاك وغيره ذمهٔ خريد‍

مشتهر عبد الله خاں بك سيلر [illegible] كتب خانه آصفيه حيدرآباد - دكن

مضامین اور تصاویر کی فہرست

البلاغ

مولانا ابوالکلام آزاد

اترپردیش اردو اکادمی نے اس اخبار کو الہلال جلد ششم قرار دیا ہے۔

Printed & Published by Q. Ahmed at the AL-BALAGH Press, 40, Ripon Lane Calcutta

فہرستِ مضامین